

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلو پیڈیا



الْعَطَايَا النَّبَوِيَّةُ فِي  
الْفُتَاوَى الرَّضَوِيَّةِ

# فتاویٰ رضویہ

جلد 25

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات



تقریباً طبعی علی حضرت، مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

اعلحضرت نیٹ ورک

[www.alahazratnetwork.org](http://www.alahazratnetwork.org)

# فہرست مضامین مفصل

## کتاب المدائنات

- ۶۰ جاری ہوگی یا نہیں۔
- قرض روپیہ کو سالانہ دینے کا وعدہ کیا اور یہ کہ اگر سالانہ نہ دوں تو یکمشت لینے کا اختیار ہے ایسی صورت میں وعدہ خلافی پر یکمشت لے سکتا ہے۔
- ۶۱ غیر مسلم کا قرضہ مسلمان پر تھا دونوں مر گئے اب اس مسلمان پر کچھ عذاب ہے یا نہیں۔
- ۶۲ کافر عربی کے مال کے سبب مسلمان پر حق العبد لازم نہیں۔
- ۶۳ کافر عربی کا مال دھوکا یا بدعہدی سے لینا گناہ ہے۔
- ۶۴ جو کسی کا مال ادا کی نیت سے لے لے اللہ اس کو ادا کرے۔
- ۶۵ ذمی کا مال مثل مسلمانوں کے سمجھا جاتا ہے۔
- ہندو سے قرض لیا پھر وہ مر گیا اور کوئی وارث بھی نہیں تو ادا کی کیا صورت ہوگی۔
- کافر اصلاً اہل ثواب نہیں۔
- سفر میں کسی یکہ والے کا کرایہ کسی وجہ سے دینے سے رہ گیا اور یکہ والے کا پتہ نہیں تو کیا کرے بیع و فاعین رہن ہے۔
- رہن میں نفع کی شرط سود اور حرام ہے۔
- رہن سے انتفاع کی ایک صورت۔
- زوج کا ترکہ زوج کو اپنے مہر میں لے لینے کی اجازت ہے یا نہیں۔
- اگر بعض لوگ مہر زوجہ کی معافی کا دعویٰ کریں اور زوجہ انکار کرے تو مہر میں وراثت

- ۶۴ ذمی کا حق مسلمانوں کے حق سے سخت تر ہے۔ قیامت کے دن مسلم سے معافی کی امید ہے ذمی سے نہیں۔
- ۶۴ کفر کے سوا کسی گناہ کا عذاب ضروری الوقوع نہیں۔
- ۶۴ اپنے حصہ کو مہر زوجہ میں دے دیا بعد مرنے کے دوسرے اشخاص نے درخواست کی کہ ہمارا بھی قرض ادا کیا جائے اور علاوہ اس حصہ مہر کے اور جائیداد نہیں کیا حکم ہے۔
- ۶۴ مدیون کے علاوہ دوسرے سے جبراً قرض وصول کرنے کا حکم۔
- ۶۸ کسادگی کے باوجود ادائے قرض میں مال مٹول کر ناجائز برائی کو حلال کر دیتا ہے۔ وعدہ جھوٹا کرنا حرام ہے۔
- ۶۹ منافق کی تین نشانیاں۔ قرض ادا نہ کرنے والے کے القاب۔ تقریباً تین پسیہ قرض کے عوض سات سو نمازیں یا جماعت جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ حقوق العباد معاف نہیں کرتا جب تک بندے خود معاف نہ کریں۔
- ۶۹ زید پر عمرو کا قرض تھا عمرو نے بکر سے کہ اس کے ذمہ زید کا قرض تھا لے لیا تو اس کا کیا حکم ہے۔
- ۶۹ بیمہ کی ایک صورت اور اس کا حکم۔ مدیون اگر مر جائے تو اس کا مکان و اتن اپنی
- ۶۴ ملک ظاہر کر کے بیچ سکتا ہے اور قیمت زائد ہے تو تصدق کرے۔
- ۶۴ قرض وصول ہونے کے بعد دوبارہ غلط کاروائی کر کے مزید روپے لے لینا حرام و نجس ہے۔
- ۶۴ کافر سے قرض لیا اور وہ مر گیا اس کا وارث بھی نہیں تو اس کا قرض کس طرح ادا ہو۔ دو شخصوں سے قرض لینے کی ایک صورت از خود مفصل شقوق پر فتویٰ بتا دینا کبھی خلاف مصلحت ہوتا ہے۔
- ۶۴ اگر زوجہ مر جائے تو اس کا بھائی صرف اپنے حصہ کے مہر کا دعویٰ کر سکتا ہے۔
- ۶۹ زوجہ یا مرنے کے بعد اس کے ورثہ کی مرضی سے قسط وار مہر ادا کیا جاسکتا ہے حاکم کو جبر کی اجازت نہیں۔
- ۶۹ (ضمیمہ ص ۳۳ پر ملاحظہ فرمائیں) کتاب الاسر بہ
- ۶۹ افیون سے متعلق احکام بدگمانی اور تہمت کی جگہوں سے بچنے کا حکم
- ۶۹ ○ حقۃ المرجان لمہم حکم الساخان (حق کے جواز میں تحقیق آتی) جو حق کہ عام طور سے رائج ہے شرعاً مباح ہے۔
- ۸۱ حق کی حرمت پر گھڑی ہوئی حدیث۔
- ۸۲ جھوٹی حدیث بیان کرنے کا وبال۔



- ۸۴ مسئلہ حقہ اور مولانا عبدالعزیز محدث دہلوی  
۸۴ مسئلہ حقہ اور مولوی عبدالحی لکھنوی۔  
۹۹ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کاموں کا  
اختیار دیتے جاتے تو جو آسان ہوتا اس کو  
اختیار فرماتے۔  
۸۴ چاروں مذاہب کے ائمہ نے حقہ کی حلت کا  
فتویٰ دیا۔  
۸۴ اگر بوطبیعت کو ناپسند ہے تو مکروہ طبعی ہے  
نہ کہ شرعی۔  
۸۸ اختلافی مسائل میں عموم بلوی باعث تخفیف  
و ترجیح ہے۔  
۹۲ مولوی عبدالحی لکھنوی کا رد۔  
۹۲ مکروہ تنزیہی گناہ نہیں۔  
۹۲ شاہ عبدالعزیز کی طرف حرمت قلیان کی  
نسبت غلط ہے۔  
۹۲ حقہ جو نہیں پیتے اچھا کرتے ہیں جو پیتے ہیں  
برا نہیں۔  
۹۲ وہ حقہ جو اس و دماغ میں فتور لائے  
ممنوع ہے۔  
۹۳ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر  
نشدہ آور اور فتور پیدا کرنے والی چیز سے  
منع فرمایا ہے۔  
۹۴ تباہی کے خمیر سے بنائے گئے بسکٹ کا  
شرعی حکم۔  
۹۸ جو چیز نشہ رکھتی ہو نہ صرف حرام بلکہ نجس ہے  
۸۴ جن کی نسبت کچھ علم نہ ہوا انہیں حرام نہیں  
کہہ سکتے۔  
۹۹ ہندوؤں کی بنائی مٹائی کھانا حلال  
بچنا بہتر۔  
۹۹ تباہی کا حکم۔  
۸۴ شراب حرام اور پیشاب کی طرح  
ناپاک ہے۔  
۸۴ حرمت شراب اور اس پر تہدید میں  
سات احادیث کو میر۔  
۸۹ جو شراب نکالے اور اٹھائے اور پئے او  
بیچے اور خریدے سب پر لعنت ہے۔  
۹۲ جو شراب پئے اللہ تعالیٰ اس سے ایمان  
کھینچ لیتا ہے۔  
۱۰۲ تین شخص جنت میں نہ جائیں گے۔  
۱۰۲ شرابی کا عذاب۔  
۱۰۲ جو ایک بوند شراب پئے اس کی چالیس روز  
تک نماز قبول نہ ہو اور جنت اس پر  
حرام۔  
۱۰۳ خدا کے خوف سے شراب چھوڑنے والے  
کا ثواب۔  
۱۰۳ حقہ کا دم لگانا کہ حواس خراب ہو  
حرام ہے۔  
۱۰۴ اگر بُور کھتا ہے خلافِ اولیٰ ہے۔  
۱۰۴ یہ خیال کہ حقہ پینے والے کو خواب میں حضور  
کی زیارت نہ ہوگی محض غلط اور دروغ ہے



- درود شریف کے وقت حقہ نہ پئے اگر پیا ہو  
تو مسواک کلی سے منہ صاف کر کے شروع  
کرے۔
- ۱۰۴۔ وقد عبد القیس کی آمد۔
- ۱۰۵۔ زیادة احادیث
- ۱۰۵۔ فیوض ضرور فاسق و مستحق عذاب ہے۔
- ۱۰۵۔ مخالفت شرع میں کسی کی ہمراہی خلاف شرع  
ہے۔
- ۱۰۵۔ اضافہ افاضہ
- ۱۰۵۔ ایجاب مفیدہ۔
- ۱۰۵۔ پہلی بحث (الاول)
- ۱۰۵۔ حسن لغیرہ بھی احتجاج کے لئے کافی ہے۔
- ۱۰۶۔ بارہ احادیث مذکورہ کی کچھ تفصیل۔
- ۱۰۶۔ المستور مقبول عندنا والجمہور۔
- ۱۰۶۔ دوسری بحث (الثانی)
- ۱۰۶۔ الآثار فی الباب عن امیر المومنین  
قد تواترت۔
- ۱۰۶۔ تیسری بحث (الثالث)
- ۱۰۸۔ حدیث ابن عباس پر امام ابو عبد الرحمن انسائی  
کی دو وجہ سے جرح اور مصنف علیہ الرحمۃ  
کی طرف سے اس کا جواب۔
- ۱۱۲۔ پہلی وجہ (احدهما)
- ۱۱۵۔ دوسری وجہ (ثانیہما)
- ۱۱۵۔ چوتھی بحث (الرابع)
- ۱۱۹۔ پانچویں بحث (الخامس)
- ۱۲۳۔ اگلی شریعتوں میں شراب حرام نہ تھی مگر  
نہ ہر شریعت میں حرام رہا ہے۔
- ۱۲۳۔ حضرت مولیٰ علی اور سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہما
- ۱۱۲۔ سبندھی اور تازی قریب قریب ہیں۔
- ۱۱۲۔ اگر تازی سرکہ ہو جائے حلال و طیب ہے۔
- ۱۱۵۔ اصل مذہب
- ۱۱۵۔ آگد الفاظ ترجیح علیہ الفتویٰ ہے۔
- ۱۱۹۔ نبیذ کا حکم
- ۱۲۳۔ اللہ تعالیٰ جب لوگوں کی پسندیدہ کسی شے کو  
حرام فرماتا ہے تو اس کی جگہ دوسری چیزوں  
کو حلال بھی فرماتا ہے۔

- ۲۱۰ کی طرف غلط اشیاء کا انتساب۔ ۲۰۴
- ۲۱۱ اطاعت والدین جائز باتوں میں فرض ہے۔ ۲۰۴
- ۲۱۱ نوجائز باتوں میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔ ۲۰۴
- ۲۱۱ بڑا بھائی بھی حق تعظیم رکھتا ہے مگر والدین کے برابر نہیں۔ ۲۰۵
- ۲۱۱ مہوہ کی شراب کا حکم ۲۰۵
- ۲۱۲ صحیح یہی ہے کہ دوا میں بھی شراب کا استعمال جائز نہیں۔ ۲۰۵
- ۲۱۲ تمباکو کھانا حقہ پینا جائز ہے۔ ۲۰۵
- ۲۱۳ کھجور کا رس جو درخت کو چھیل کر نکالتے ہیں اس کا پینا کیسا ہے۔ ۲۰۵
- ۲۱۳ تباہی کا پھل جائز اور تباہی پینا حرام۔ ۲۰۶
- ۲۱۳ تباہی جو حقیقتہً سرکہ ہو جائے ۲۰۶
- ۲۱۳ بھنگ اور افیون کا حکم۔ ۲۰۶
- ۲۱۳ نشہ گناہ کبیرہ ہے۔ ۲۰۶
- ۲۱۳ بھنگ اور افیون کا نشہ حرام مگر یہ نجس نہیں۔ ۲۰۶
- ۲۱۳ خالص پانی بھی دوا شراب کی طرح پینا منع ہے۔ ۲۰۶
- ۲۱۳ افیون، چرس، بنگ کا استعمال حرام کرنا اور اس کی رائے دینا دونوں سزا میں ہے۔ ۲۰۸
- ۲۱۳ بطور دوا۔ ۲۰۸
- ۲۱۳ حقہ کے پانی کا حکم ۲۰۹
- ۲۱۳ انگریزی رقیق دوا کپڑے پر لگ جائے تو نماز نہ ہوگی۔ ۲۰۹
- ۲۱۳ یہ خیال کہ روز قیامت حقہ پینے والے سے حضور روئے انور پھیر لیں گے، محض افتراء ہے۔ ۲۱۰
- ۲۱۳ تباہی کے خیر والی روٹی سے احتراز چاہئے۔ ۲۱۰
- ۲۱۳ کھجور کا رس جب تک نشہ نہ لائے ۲۱۰
- ۲۱۰ حلال ہے۔ ۲۱۰
- ۲۱۱ اسپرٹ کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ ۲۱۱
- ۲۱۱ تباہی سے بنائی گئی پاؤروٹی کا حکم۔ ۲۱۱
- ۲۱۱ مشتبہ سے بچنا بہتر ہے نہ بچیں مواخذہ نہیں۔ ۲۱۱
- ۲۱۱ تباہی کو کھانا حقہ پینا جائز ہے۔ ۲۱۲
- ۲۱۳ کھجور کا رس جو درخت کو چھیل کر نکالتے ہیں اس کا پینا کیسا ہے۔ ۲۱۳
- ۲۱۳ تباہی کا پھل جائز اور تباہی پینا حرام۔ ۲۱۳
- ۲۱۳ تباہی جو حقیقتہً سرکہ ہو جائے ۲۱۳
- ۲۱۳ بھنگ اور افیون کا حکم۔ ۲۱۳
- ۲۱۳ نشہ گناہ کبیرہ ہے۔ ۲۱۳
- ۲۱۳ بھنگ اور افیون کا نشہ حرام مگر یہ نجس نہیں۔ ۲۱۳
- ۲۱۳ خالص پانی بھی دوا شراب کی طرح پینا منع ہے۔ ۲۱۳
- ۲۱۳ افیون، چرس، بنگ کا استعمال حرام کرنا اور اس کی رائے دینا دونوں سزا میں ہے۔ ۲۱۳
- ۲۱۳ بطور دوا۔ ۲۱۳
- ۲۱۳ حقہ کے پانی کا حکم ۲۱۳
- ۲۱۳ انگریزی رقیق دوا کپڑے پر لگ جائے تو نماز نہ ہوگی۔ ۲۱۳
- ۲۱۳ یہ خیال کہ روز قیامت حقہ پینے والے سے حضور روئے انور پھیر لیں گے، محض افتراء ہے۔ ۲۱۳
- ۲۱۳ تباہی کے خیر والی روٹی سے احتراز چاہئے۔ ۲۱۳
- ۲۱۳ کھجور کا رس جب تک نشہ نہ لائے ۲۱۳
- ۲۱۵ حلال ہے۔ ۲۱۵
- ۲۱۵ اسپرٹ کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ ۲۱۵
- ۲۱۵ تباہی سے بنائی گئی پاؤروٹی کا حکم۔ ۲۱۵
- ۲۱۵ مشتبہ سے بچنا بہتر ہے نہ بچیں مواخذہ نہیں۔ ۲۱۵
- ۲۱۵ تباہی کو کھانا حقہ پینا جائز ہے۔ ۲۱۵
- ۲۱۵ کھجور کا رس جو درخت کو چھیل کر نکالتے ہیں اس کا پینا کیسا ہے۔ ۲۱۵
- ۲۱۵ تباہی کا پھل جائز اور تباہی پینا حرام۔ ۲۱۵
- ۲۱۵ تباہی جو حقیقتہً سرکہ ہو جائے ۲۱۵
- ۲۱۵ بھنگ اور افیون کا حکم۔ ۲۱۵
- ۲۱۵ نشہ گناہ کبیرہ ہے۔ ۲۱۵
- ۲۱۵ بھنگ اور افیون کا نشہ حرام مگر یہ نجس نہیں۔ ۲۱۵
- ۲۱۵ خالص پانی بھی دوا شراب کی طرح پینا منع ہے۔ ۲۱۵
- ۲۱۵ افیون، چرس، بنگ کا استعمال حرام کرنا اور اس کی رائے دینا دونوں سزا میں ہے۔ ۲۱۵
- ۲۱۵ بطور دوا۔ ۲۱۵
- ۲۱۵ حقہ کے پانی کا حکم ۲۱۵
- ۲۱۵ انگریزی رقیق دوا کپڑے پر لگ جائے تو نماز نہ ہوگی۔ ۲۱۵
- ۲۱۵ یہ خیال کہ روز قیامت حقہ پینے والے سے حضور روئے انور پھیر لیں گے، محض افتراء ہے۔ ۲۱۵
- ۲۱۵ تباہی کے خیر والی روٹی سے احتراز چاہئے۔ ۲۱۵
- ۲۱۵ کھجور کا رس جب تک نشہ نہ لائے ۲۱۵

- قوی تندرست پیشہ ور سائل کو ایک  
پیسہ نہ دے۔  
۲۱۵ حاجت پوری کرنے میں اپنے قریب کو  
مقدم رکھے۔  
۲۱۶ جو غلط مسئلہ بتائے وہ شیطان کا  
نائب ہے۔  
۲۱۶ علماء دین کا ادب باپ سے زیادہ فرض ہے  
تین شخص ایسے ہیں جن کا حق منافق ہی ہلکا  
جانے گا ان میں سے ایک عالم دین ہے۔  
۲۱۶ کتاب الرہن  
شعی مرہون کو مرہن کسی طرح استعمال  
نہیں کر سکتا۔  
۲۱۷ قرض کے زیر جو منفعت حاصل ہو جائے  
وہ سود ہے۔  
۲۱۷ رہن در رہن جائز نہیں۔  
۲۱۷ عقد رہن کی حکمت شرعیہ۔  
۲۱۷ شعی مرہون کا نہ پہننا جائز نہ اجارہ پر  
دینا اور نہ عاریۃ کسی کو دینا اور نہ اس  
میں سکونت کرنا۔  
۲۱۹ اگر بے اذن راہن تصرف کرے گا گنہگار  
ہوگا۔  
۲۱۹ اگر اذن راہن سے تصرف کرے تو جائز و  
نافذ ہے مگر وہ شعی رہن نہ رہے گی۔  
۲۲۰ مکان مرہون کو مرہن سے کرایہ پر لینا  
مالک وغیر مالک کسی کو جائز نہیں۔  
۲۲۱ جائز کہ مرہن سے رہن کا مکان کرایہ پر  
لینا کسی کو جائز نہیں اگر لے گا گنہگار  
ہوگا۔  
۲۲۲ اگر راہن شعی مرہون اپنی اجازت سے  
کسی کو دے تو اس کا کرایہ مالک یعنی  
راہن ہی لے گا نہ کہ مرہن۔  
۲۲۲ بر بنائے قرض کسی قسم کا نفع لینا مطلقاً  
سود ہے۔  
۲۲۳ قرض سے نفع غیر مشروط جائز ہے۔  
۲۲۳ اگر نفع لفظاً مشروط نہ ہو عرفاً مشروط و  
معمود ہے تو حکم مطلق حرمت و  
ممانعت ہے۔  
۲۲۳ رہن و اجارہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔  
۲۲۶ مکان رہن رکھنے کی ایک نادر صورت  
اور اس پر شرعی حکم۔  
۲۲۷ زر خدیش کو اپنے صرف میں نہ لائے  
اس لئے کہ یہ مانع اجابت دعا ہے۔  
۲۲۷ مدت معینہ کے لئے رہن رکھنا۔  
۲۲۸ حق انفکاک رہن ورثہ راہن کو ہے  
یا نہیں۔  
۲۳۴ راہن کے مرنے کے بعد اس کے وارث کو  
حق انفکاک رہن ہے۔  
۲۳۵ بیع الوف مذہب معتدین میں رہن  
ہے۔  
۲۳۷



- ۲۴۸ مرتہن جب بلا اذن رہیں شے مرہون کو بیع کر دے وہ بیع اجازت رہیں پر موقوف ہے ۲۴۷
- ۲۴۷ قاضی کو تمام عقد کو جبراً تمام کرانے کا حق نہیں۔ ۲۴۷
- ۲۴۹ شے مرہون کو کرایہ پر اٹھانے سے رہیں باطل ہو جاتا ہے۔ ۲۴۹
- ۲۴۹ رہیں اس شرط پر رکھا کہ اگر ایک ماہ تک تک نہ کراؤں تو اس کو بیع سمجھنا اور زیر رہیں کو زرعہن۔ ۲۴۹
- ۲۴۹ رہیں کی مدت مقررہ گزر جانے پر بھی اگر رہیں نے نہ چھوڑا تو مرتہن کو اس سے نفع جائز نہیں۔ ۲۴۹
- ۲۵۳ رہیں نے اپنا مکان رہیں رکھا اور بدستور اس میں سکونت پذیر بھی ہے اور اسکے کرایہ دار بھی اپنی جگہ پر ہیں تو یہ رہیں ہی تاک نہیں ہوا۔ ۲۵۳
- ۲۵۳ رہیں دخلی سود ہے۔ ۲۵۳
- ۲۵۳ شے مرہون کا رہیں کو کرایہ پر دینا بھی سود ہے۔ ۲۵۳
- ۲۵۳ ہنود سے رہیں دخلی لینا اور اس سے منافع حاصل کرنا جائز ہے مگر نیت یہ نہ ہو کہ اپنے قرض سے نفع لیتا ہے بلکہ اس کے مال پر اس کی رضا سے قبضہ کی نیت کرے۔ ۲۵۳
- ۲۵۳ رہیں زمین میں اگر یہ نیت کرے کہ دخل کار سے اتنے دنوں کے لئے مل گئی ہے اور ہم نے مالک سے اجازت لے کر کاشت کی ہے ۲۵۳
- ۲۴۷ مرتہن جب بلا اذن رہیں شے مرہون کو بیع کر دے وہ بیع اجازت رہیں پر موقوف ہے ۲۴۷
- ۲۴۷ قاضی کو تمام عقد کو جبراً تمام کرانے کا حق نہیں۔ ۲۴۷
- ۲۴۹ شے مرہون کو کرایہ پر اٹھانے سے رہیں باطل ہو جاتا ہے۔ ۲۴۹
- ۲۴۹ رہیں اس شرط پر رکھا کہ اگر ایک ماہ تک تک نہ کراؤں تو اس کو بیع سمجھنا اور زیر رہیں کو زرعہن۔ ۲۴۹
- ۲۴۹ رہیں کی مدت مقررہ گزر جانے پر بھی اگر رہیں نے نہ چھوڑا تو مرتہن کو اس سے نفع جائز نہیں۔ ۲۴۹
- ۲۵۳ رہیں نے اپنا مکان رہیں رکھا اور بدستور اس میں سکونت پذیر بھی ہے اور اسکے کرایہ دار بھی اپنی جگہ پر ہیں تو یہ رہیں ہی تاک نہیں ہوا۔ ۲۵۳
- ۲۵۳ رہیں دخلی سود ہے۔ ۲۵۳
- ۲۵۳ شے مرہون کا رہیں کو کرایہ پر دینا بھی سود ہے۔ ۲۵۳
- ۲۵۳ ہنود سے رہیں دخلی لینا اور اس سے منافع حاصل کرنا جائز ہے مگر نیت یہ نہ ہو کہ اپنے قرض سے نفع لیتا ہے بلکہ اس کے مال پر اس کی رضا سے قبضہ کی نیت کرے۔ ۲۵۳
- ۲۵۳ رہیں زمین میں اگر یہ نیت کرے کہ دخل کار سے اتنے دنوں کے لئے مل گئی ہے اور ہم نے مالک سے اجازت لے کر کاشت کی ہے ۲۵۳
- ۲۴۷ مرتہن جب بلا اذن رہیں شے مرہون کو بیع کر دے وہ بیع اجازت رہیں پر موقوف ہے ۲۴۷
- ۲۴۷ قاضی کو تمام عقد کو جبراً تمام کرانے کا حق نہیں۔ ۲۴۷
- ۲۴۹ شے مرہون کو کرایہ پر اٹھانے سے رہیں باطل ہو جاتا ہے۔ ۲۴۹
- ۲۴۹ رہیں اس شرط پر رکھا کہ اگر ایک ماہ تک تک نہ کراؤں تو اس کو بیع سمجھنا اور زیر رہیں کو زرعہن۔ ۲۴۹
- ۲۴۹ رہیں کی مدت مقررہ گزر جانے پر بھی اگر رہیں نے نہ چھوڑا تو مرتہن کو اس سے نفع جائز نہیں۔ ۲۴۹
- ۲۵۳ رہیں نے اپنا مکان رہیں رکھا اور بدستور اس میں سکونت پذیر بھی ہے اور اسکے کرایہ دار بھی اپنی جگہ پر ہیں تو یہ رہیں ہی تاک نہیں ہوا۔ ۲۵۳
- ۲۵۳ رہیں دخلی سود ہے۔ ۲۵۳
- ۲۵۳ شے مرہون کا رہیں کو کرایہ پر دینا بھی سود ہے۔ ۲۵۳
- ۲۵۳ ہنود سے رہیں دخلی لینا اور اس سے منافع حاصل کرنا جائز ہے مگر نیت یہ نہ ہو کہ اپنے قرض سے نفع لیتا ہے بلکہ اس کے مال پر اس کی رضا سے قبضہ کی نیت کرے۔ ۲۵۳
- ۲۵۳ رہیں زمین میں اگر یہ نیت کرے کہ دخل کار سے اتنے دنوں کے لئے مل گئی ہے اور ہم نے مالک سے اجازت لے کر کاشت کی ہے ۲۵۳

تو اس کا نفع حلال ہے۔

۲۵۴ قربانی کی کھال ہرنیک کام میں صرف

ادھار غریب اور اطمینان کے لئے زیور رہن لکھا

۲۵۵ ہو سکتی ہے۔

تو جائز ہے۔

۲۵۶ حدیث میں ہے جس نے قربانی کی کھال

مرتن کو رہن سے کسی طرح کا نفع جائز نہیں۔

۲۵۸ بیچ ڈالی اس کی قربانی ہی نہیں یعنی

اجرت مجہول ہو تو اجارہ حرام ہے۔

۲۵۹ اپنے لئے۔

اگر راہن مر جائے اور کوئی وارث بھی نہ ہو تو

۲۶۰ مرتن اپنے دین کی مقدار لے کر باقی کو صدقہ

کودے۔

۲۶۱ رهن چھڑانے کا حق وارثان راہنہ کو ہے۔

شرع مطہر میں تمادی سے حق نہیں

۲۶۲ رهن بے قبضہ باطل اور اجارہ بے قبضہ

جائز۔

۲۶۳ غنیمت نافذ۔

اجازت مستعلقہ بھی حرام ہے جبکہ عرفاً

۲۶۴ شے مر ہون کو مرتن یا راہن کسی کو اجارہ پر

انتقام مشروط ہوا۔

۲۶۵ دے تو رہن یا بطل ہوتا ہے۔

مفتی ندوہ مولوی عبداللہ ٹوٹکی کے ایک

۲۶۶ دکان، مکان، رہن سے پہلے سے منجانب

غلط فتویٰ کا رد۔

۲۶۷ نزید (راہن) کو ایہ پر ہیں اور اب تک

نزید مدیون ہے اور دائن نے مقدمہ کر کے

۲۶۸ کرایہ داروں کا قبضہ ہے تو رہن ناجائز

مطالبہ کی ڈگری کرائی ہے اور نزید کا مال

۲۶۹ ونا تمام۔

مرہون ہے تو ایسی شکل میں کیا کرے۔

۲۷۰ عوام اور آج کل کے قانون دان نے

شرعاً صرف رہن دخل ہی معتبر ہے۔

۲۷۱ تلفظ یا کاغذ کی تحریر کو قبضہ سمجھتے ہیں یہ غلط ہے

اگر دین کا کچھ حصہ بھی باقی ہے تو مرتن کو

۲۷۲ ششی واحد پر وقت واحد میں دو مختلف

ششی مرہون روکنے کا حق ہے۔

۲۷۳ قبضہ محال اور محال کا اقرار واجب البطل

مرتن ششی مرہون کا خود محافظ ہے اس پر

۲۷۴ شے مرہون اجارہ پر دینے سے رہن سے

کسی طرح کی اجرت نہیں ہو پاتی۔

۲۷۵ نکل جاتی ہے۔

رهن دخل کے جواز کی صحیح شکل۔

۲۷۶ رہن کا لغوی معنی

چرم قربانی کی رقم سے گنواں بنوا سکتے ہیں۔

۲۷۷ امام اعظم کے نزدیک زیادة فی الدین

- ناجائز ہے۔ ۲۹۳ نفع حرام اور بعد وصول دین اس کو واپس کرنا لازم اگرچہ قرض مدت معینہ کے بعد ملے۔ ۲۹۳
- یہ قول کہ معاملات میں اکثر فتویٰ قول امام ابو یوسف پر ہوتا ہے غلط ہے۔ ۲۹۳
- اجارہ باذن راہن ہو یا باذن مرہن دونوں صورتیں باطل ہیں۔ ۲۹۳
- معدوم کا ہبہ باطل ہے۔ ۲۹۳
- استغنا کچھری دیوانی ریاست رامپور کے مرہن کے قبضہ کے بعد اگر شے مرہنوں غصب عاریت یا اجارہ سے راہن کے پاس آگئی تو رہن باقی رہے گا اور مرہن شے واپس لے گا۔ ۲۹۴
- کھیت رہن لینا جائز ہے یا نہیں۔ ۲۹۵
- غیر مسلم سے بذریعہ رہن رقم حاصل کرنا جائز ہے ۲۹۵
- کاشتکار بے اجازت زمیندار، زمین کو رہن نہیں رکھ سکتا۔ اور اگر با اجازت زمیندار ہے تو اجارہ ہے۔ ۲۹۶
- مرہن نے اگر سود لیا تو کیا راہن سے معاف کر سکتا ہے یا نہیں۔ ۲۹۶
- سود کا مال توبہ سے بھی حلال نہیں ہوتا جب تک کہ اس کو جس سے لیا ہے واپس نہ کرے یا فقرا کو نہ دے دے۔ ۲۹۷
- زمین مرہنوں سے مرہن کو نفع لینا حرام ہے۔ ۲۹۷
- کاشتکار نے اگر زمیندار کی زمین رہن رکھ کر توبہ اجارہ ہے رہن نہیں۔ ۲۹۷
- زمین علی وجہ الرہن خریدنا رہن ہے اس سے ناجائز ہے۔ ۲۹۸
- نفع حرام اور بعد وصول دین اس کو واپس کرنا لازم اگرچہ قرض مدت معینہ کے بعد ملے۔ ۲۹۸
- بجائے زید نے زمین اس شرط پر سو روپیہ دے کر لی کہ جب تک ادا نہ کرے وہ قبضہ تیرہ میں رہے گی اور نفع اٹھائے گا اور سالانہ سو روپے میں سے مبلغ دو روپے کم ہوتا رہے گا۔ ۲۹۸
- قرض کے لئے کوئی میعاد لازم نہیں ہو سکتی۔ ۲۹۸
- مرہن نے اگر واقعی عاریتہ بلا و راہن کا مکان لیا تو اس میں رہنا جائز، اور اگر کرایہ پر دے دیا تو اجازت راہن سے اجارہ ہو جائے گا رہن باطل۔ ۲۹۹
- ہنود سے زمین دخلی رہن میں لے کر زراعت کرنے میں حرج نہیں۔ ۲۹۹
- جس سے رہن لیا اسی کو کرایہ پر دے دیا تو یہ ناجائز ہے۔ ۳۰۰
- زمین کو کاشتکاری کی شروط کے ساتھ قرض میں لینا جائز نہیں (فارسی)۔ ۳۰۰
- زید نے عمرو کے پاس زمین رہن رکھی عمرو نے مدت قرض ختم ہونے پر بغیر اجازت اس کو بیع کر دیا تو کیا زید کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے۔ ۳۰۱
- مرہن نے اگر مکان کرایہ پر دیا تو سود، اور اگر اجازت راہن سے دیا تو رہن باطل



اجارہ ثابت ، اور خود مرثیہ کا اس میں

رہنا بھی ناجائز۔ (ضمیمہ ص ۳۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

۳۰۲ باب القسم

جھوٹی بات پر قرآن مجید کی قسم کھانا یا

اٹھانا سخت عظیم گناہ ہے اور سچی بات

پر بلا ضرورت نہ چاہئے۔

۳۰۳ (ضمیمہ ص ۳۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

کتاب الوصایا

اگر کسی نے اپنی حیات ہی میں اپنی بیٹی کو کچھ

جائداد دے دی کہ اب بھرنے کے وہ وارث

نہ ہوگی اس نے بھی اس کو منظور کر لیا تو اب

وارث نہیں۔

۳۰۵ دو شخص کے بارے میں تولیت کی وصیت

نافذ ہے۔

۳۰۶ وصیت میراث پر مقدم ہے۔

۳۱۱ فالج اور دق کے مرض ایک سال بعد

مرض الموت میں شمار نہیں کئے جاتے۔

۳۱۶ مرض الموت کی تعریف

فالج اور دق کا مرض اگر سال بھر کے اندر

ہوے تو اس کو مرض الموت شمار کریں گے۔

۳۱۷ سال گزرنے کے بعد فالج مرض الموت

نہیں رہتا۔

اگر اپنی ضروریات سے باہر آتا جاتا تھا تو

مرض الموت نہیں۔

بعض نے عدم خوف موت کی جو قید لگائی ہے

۳۱۸ اس کا مطلب۔

مرض الموت میں ورثہ کے نام مکان فروخت

۳۲۱ کرنا جائز نہیں۔

اگر ہندہ نے مرض الموت میں شوہر کا مهر

۳۲۱ معاف کیا تو معاف نہ ہوگا۔

اگر کوئی وارث مرض الموت میں کوئی وصیت

۳۲۲ کرے کہ میرا مال فلاں وارث کو ملے فلاں کو

۳۲۲ نہ ملے تو کیا حکم ہے۔

۳۲۳ میراث کی ایک شکل۔

۳۲۳ امانت میں وصیت۔

جوان بڑا بھائی اگر امین ہو تو چھوٹوں کے

۳۲۴ حق میں وصی کا درجہ رکھتا ہے۔

بڑے بھائی کو وصی کی جگہ قرار دینے میں

۳۲۵ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی نادر تحقیق۔

جو اپنے زمانے کو نہ پہچان کر اور لوگوں کے

۳۲۶ احوال کی رعایت نہ کر کے فتویٰ دے

۳۲۹ وہ جاہل ہے۔

اگر وارث کبیر نے صغیر کی پرورش یا شادی

۳۲۲ میں خرچ کیا تو ضروری اخراجات اس کے

۳۲۲ حصہ مال سے مجرا لے سکتا ہے۔

اگر بے اذن، بالغ بھائی بہن کی بڑے بھائی

۳۲۳ نے شادی کر دی اور اخراجات میں مشورہ

۳۲۳ و اجازت نہ لی تو اس کو مجر انہیں لے سکتا۔

۳۲۵ دکن کا جہیز مجرا کیا جائے گا یا نہیں

- ۳۶۸ مسئلہ وراثت کی ایک شکل۔
- ۳۶۸ زبور اگر عورت کو بیہ نہ دیا تھا تو مالک شوہر ہے۔
- ۳۶۸ وصیت ایک ثلث یعنی تہائی مال میں نافذ ہوگی۔
- ۳۶۹ زید نے جو جائیداد اپنی بیوی کو بحالتِ صحت بعوض دین مہر دی بیوی اس کی مالک ہوگئی۔
- ۳۶۹ اگر کسی نے مرنے کے بعد کے لئے کسی شخص سے وعدہ تبرع کیا تو اس کا حکم وصیت کا سا نہیں ہے۔
- ۳۷۱ تہائی مال تک وصیت نافذ ہوتی ہے اس کو کوئی منع نہیں کر سکتا۔
- ۳۷۲ مرنے والے نے وصیت کی تو ثلث تک اطلاع ورثہ وصی خرچ کر سکتا ہے۔
- ۳۷۳ عورت کا نکاح ثانی کر لینا اس کے حق میراث کو نہیں روک سکتا۔
- ۳۷۴ ایک صورت ترکہ کی تقسیم شرعی۔ وہ ولی جسے مال یتیم میں تصرف جائز ہے وہ تین ہیں، جو یتیموں کا مال کھاتے ہیں اپنے پیٹ میں آگ کھاتے ہیں۔
- ۳۷۵ باپ کو بھی اختیار نہیں کہ اپنے نابالغ بچے کا مال بشرطِ عوض کسی کو دے۔
- ۳۷۵ نابالغ یتیم کے مال سے کسی کو ہدیہ کرنا جائز نہیں۔
- ۳۷۵ اس کی تفصیل۔
- ۳۷۵ واپس کا جہیز اگر مال مشترک سے ہے تو تعدی کے طور پر تلف کرنے میں ضمان لازم ہوگا۔
- ۳۷۸ اگر بھائی نے بہن کو جہیز بطور بیہ دیا تو وہ اس کی مستقل مالک ہے۔ اگر مال مشترک سے دیا تو دینے والے پر ضمان ہے۔
- ۳۷۳ غیر منقسم زمین کا بیہ باطل ہو جاتا ہے اور اس میں محض داخل خارج کاغذی کا اعتبار نہیں، اگر مرد و عورت دونوں کیلئے وصیت کی تو ہر ایک کو برابر ملے گا یا مرد کو دو گنا (فارسی) عورت نے کسی کو روپیہ دیا اور وصیت کی کہ ہر موسم میں میوہ لے کر میری فاتحہ دلا کر تقسیم کر دینا تو کیا یوں ہی کرنا واجب ہے یا محض تصدق کافی ہے۔
- ۳۷۹ اگر فاتحہ کی وصیت کا پیسہ اختیار کو کھلایا تو ناجائز اور خرچ کرنے والے پر تاوان ہے۔
- ۳۷۲ دعوت کا کھانا برسبیل اباحت ہوتا ہے بغیر اذن مالک اس میں تصرف جائز نہیں۔
- ۳۷۲ مرض الموت کے لئے اختلالِ حواس ضروری نہیں۔
- ۳۷۴ مرض الموت میں وصیت نافذ ہے یا نہیں۔
- ۳۷۶ تجہیز و تکفین سے مصارفِ غسل و کفن و دفن بقدر سنت مراد ہیں فاتحہ وغیرہ کے خرچ شامل نہیں۔

- تقسیم میراث کی بعض صورتیں - ۳۷۸
- اگر کوئی وارث مفقود الخیر ہو تو اس کا ترکہ امانت رکھیں گے تا آنکہ اس کی عمر کے تمام آدمی مر جائیں تو بیچ کے ذریعہ اس کی موت کا حکم لگا کر اس کے وارثوں میں تقسیم کر دیں - ۳۷۹
- جو بیٹی اپنے سامنے مرتے اس کی اولاد کیلئے اس طرح وصیت کرنا باطل ہے کہ جو شرعی حصہ میری بیٹی کو پہنچے اس کی مالک اس کی اولاد ہے وصیت زوجہ کے لئے بے اجازت دیگر ورثہ نافذ نہیں - ۳۸۱
- اگر کسی نے بعض دین مہر اپنی حب نداد کو بیوی کے ہاتھ بیع کر دیا تو بلا شبہ درست ہے - ۳۸۲
- پسیر کے لئے وصیت بشرطیکہ موجود نہ ہو جائز ہے - ۳۸۳
- معتوبہ کی وصیت نافذ نہیں - ۳۸۴
- اگر پسیر نے باپ کا قرضہ ادا کر دیا تو تقسیم میراث کے وقت اس کو وصول کر سکتا ہے - ۳۸۵
- نائب الیق کی شادی کے لئے بالغ بھائی نے قرضہ لیا تو اس کا مطالبہ قرضہ لینے والے ہی پر ہے - ۳۸۶
- جو حصہ مکان بکرنے اپنے پیسے سے خریدا اس میں دوسروں کا کچھ حق نہیں - ۳۸۷
- زوجہ نے اپنے مرتے وقت مہر معاف کیا تو اس کی معافی وارثوں کی اجازت پر - ۳۸۸
- موقوف ہے - ۳۸۹
- اگر شوہر نے از خود زوجہ کی دوا میں اپنا مال صرف کیا تو واپسی کا دعویٰ باطل ہے - ۳۹۰
- وصیت کے بارے میں ایک سوال نقل وصیت نامہ ۳۹۱
- باپ سے ملنے والے مشاہرہ کا مطالبہ بھائی سے بے جا ہے - ۳۹۲
- وارث کے لئے وصیت نہیں مگر جبکہ ورثہ اس کو جائز رکھیں تو نافذ ہے - ۳۹۳
- وصی جب اپنے مال سے وصیت نافذ کئے تو اسے حق رجوع ہے - ۳۹۵
- وصی برادران نابالغ کے خورد و نوش کے مصارف بھرا پائے گا - ۳۹۶
- البتہ برادران بالغ کے مصارف کو نہیں لے سکتا جبکہ واپسی کی شرط نہ کر لی تھی - ۳۹۷
- زیور زوجہ میں موصی کی وصیت اسی قدر پراثر انداز ہوگی جو اس کا حق شوہری ہے - ۳۹۸
- معدوم کے لئے وصیت و تملیک باطل ہے - ۳۹۹
- حمل کے لئے وصیت کی شرط - ۴۰۰
- اگر وارثان فلاں کے لئے وصیت کی تو ضروری ہے کہ وہ اسی موصی سے پہلے مرتے تاکہ وارثان فلاں کا لفظ صادق آئے ورنہ نفاذ نہیں - ۴۰۱



# ○ الشرعية البهية في

۴۱۱	باطل ہے۔	۴۰۳	تحدید الوصیة۔
۴۱۱	جواب سوال سوم	۴۰۴	آٹھ سوالات پر مشتمل استفتاء
۴۱۱	وصیت پر عمل فوراً جائد اور متروکہ سے ہوگا	۴۰۴	ورثہ کو وصیت پر عمل واجب ہے یا نہیں۔
۴۱۱	نہ کہ آئندہ جائداد کے منافع سے۔	۴۰۴	ملک کے غریب کے لئے وصیت
۴۱۶	جواب سوال چہارم	۴۰۴	وصیت از قبیل معاملات ہے یا نہیں۔
۴۱۶	عبادات و معاملات کی شرعی اصطلاحی		ایسی وصیت جس سے ورثہ کو مضرت ہو
۴۱۶	تعریف۔	۴۰۴	جائز ہے یا نہیں۔
۴۱۸	مطلق وصیت نہ عبادات سے ہے		اگر وصی اولاً محض اپنے نفع کے کلام پر
۴۱۸	نہ معاملات سے۔		عمل کرے دوسرے کے نفع والا کام نہ کرے
۴۱۹	جواب سوال پنجم	۴۰۶	تو اس سے وصیت میں خلل ہوگا یا نہیں۔
۴۱۹	بیع پر وصیت کا قیاس درست نہیں	۴۰۶	وصیت بالمنافع کا کیا حکم ہے۔
۴۱۹	بیع حمل نا جائز اور وصیت بالحمل جائز	۴۰۶	نقل ترجمہ وصیت نامہ در زبان انگریزی
۴۲۲	جواب سوال ششم	۴۰۷	جواب سوال اول
۴۲۲	وصیت اگر مکروہ ہے جب بھی نافذ	۴۰۷	وصیت فی نفسہ واجب نہیں۔
۴۲۲	ہوگی۔		ورثہ اگر ثلث مال میں نفاذ وصیت کو روکیں
۴۲۲	وصیت دو قسم ہے: تملیک و قربت۔	۴۰۸	ظالم ہیں۔
۴۲۲	الذنب والکراہۃ متنافیان	۴۰۸	جواب سوال دوم
۴۲۲	ہزار جگہ ہوتا ہے کہ شئی فی نفسہ		صحت وصیت کو خاص جرم معین کی تعیین
۴۲۲	قربت ہو اور اسے خارج سے کراہت	۴۰۸	ضروری نہیں۔
۴۲۲	عارض ہو۔		اگر کسی خاص شہر کے فقراء کی وصیت کی
۴۲۲	انتفاء الاقسام باسرها قاض بانقضاء		تو ضروری نہیں کہ اسی شہر کے فقراء کو دے
۴۲۲	المقسم رأساً۔		کسی فقیر کو دے سکتا ہے، ہاں افضل
۴۱۰	قبر سے اپنی قبر مزین کرنا نوع قربت		انہیں کو دینا ہے۔
۴۲۲	سے نہیں۔		تجہیز و تکفین کے لئے اگر قدر سنوں سے

- ۴۲۳ قبر کا نشان لگانا شرعاً محمود ہے۔  
 ۴۲۴ قبر کے گرد تعمیر برائے حفاظت جائزہ برائے  
 ۴۲۴ تزیین ممنوعہ اور اس کی وصیت باطل۔  
 اگر کلمی نام شروع کی وصیت ہے تو اس پر  
 ۴۲۵ عمل نہ کریں گے طریقہ مشروع پر عمل ہوگا۔  
 ۴۲۵ گھر میں دفن کی وصیت باطل ہے۔  
 گھر میں دفن انبیاء علیہم السلام کے ساتھ  
 ۴۲۵ مخصوص ہے۔  
 فاسقوں کے لئے وصیت مکروہ ہے۔  
 ۴۲۵ کافر حربی کے لئے بھی وصیت باوجود ممنوع  
 نافذ ہے۔  
 ۴۲۶ کبھی وصیت مکروہ غیر صحیح بھی ہوتی ہے۔  
 ۴۲۶ جواب سوال ہفتم  
 اوصیا کا بعض وصایا میں تعیل نہ کرنا نفاذ  
 میں خلل نہیں ڈال سکتا۔  
 ۴۳۰ جواب سوال ہشتم  
 وصی نابالغ کا محافظ ہے لہذا عدم ضرر کی  
 صورت میں جائداد منقول فروخت کر سکتا ہے  
 ۴۳۱ غیر منقول نہیں مگر چند صورت استثناء میں۔  
 ہندوستانی ساکن مدینہ منورہ اگر وصیت  
 کرے کہ اس کی جائداد کا ثلث مدینہ منورہ  
 بھیجا جائے تو اس کے یہاں کے فقراء کو  
 ۴۳۳ دے سکتے ہیں یا نہیں۔  
 ۴۳۳ یتیم خانہ میں دئے گئے پکڑے اگر بیکار ہوں  
 تو ان کو درست کرا کے استعمال کرانا یا  
 ۴۲۳ اس کو فروخت کر کے مصرف یتامی میں لانا  
 درست ہے۔  
 ۴۳۴ جو مصاحف وقف یتیم خانہ میں ضرورت  
 سے زائد ہوں ان کو ہدیہ کر کے حشر چ  
 ۴۳۴ کر سکتے ہیں۔  
 ۴۳۵ یتیم خانہ کے چندہ سے یتیموں کا خفہ اور یتیم  
 بچیوں کی شادی میں معمولی طور پر حشر چ  
 ۴۳۵ کر سکتے ہیں۔  
 ۴۳۵ زید نے اپنا مکان زوجہ کے نام بیع کر دیا  
 پھر وہ مر گئی اور نابالغ بچے وارث ہوئے  
 تو زید اس جائداد کو بیچ سکتا ہے یا  
 ۴۳۶ نہیں۔  
 ۴۳۶ اولاد کے لئے وصیت سے متعلق سات  
 امور پر مشتمل ایک وصیت نامہ کے بارے  
 ۴۳۷ میں استفتاء۔  
 ۴۳۸ وصیت نامہ مذکورہ سے متعلق علماء کرام  
 سے گیارہ سوالات۔  
 ۴۴۰ مذکورہ بالا وصیت نامہ پر مصالحت سے  
 متعلق سوال۔  
 ۴۴۱ نابالغوں خصوصاً یتیموں کا مال آگ ہے۔  
 باپ جو چیز اپنے نابالغ بچے کے لئے خریدے  
 وہ باپ ہی کے قبضہ سے نابالغ کی ملک  
 ۴۴۳ ہو جاتی ہے۔  
 اگر مہربانی ہو تو جائداد سے اس کو ادا  
 ۴۴۵ کیا جائے پھر تقسیم ورثہ ہو۔

- ہبہ مرض میں وصیت ہے اور وصیت مرض موت میں بے اجازت ورثہ نافذ نہیں۔ ۴۴۶
- کفن دفن بقدر مسنون میں جو روپیہ صرف ہوا وہ تو ترکہ سے مجرا ہوگا باقی فاتحہ خیرات کے مصارف خرچ کرنے والے پر پڑیں گے۔ ۴۴۷
- بالغ وارث جائز خرچ کی اجازت دے تو اس کے حصہ سے مجرا ہوں گے مگر نابالغ کا مال بہر حال محفوظ رہے گا نہ وہ اجازت نہ اس کی طرف سے دوسرا، اسکو پورا پورا حصہ ملے گا۔ ۴۴۸
- جو زیور امانت رکھا گیا تھا وہ شہادت عادلہ پر موقوف ہے۔ ۴۴۹
- نابالغوں کے تقسیم حصص میں کمی رکھا حرام ہے نابالغوں کے حصے یکجا رہیں بالغوں کو اپنے حصے کا اختیار ہے۔ ۴۵۰
- مرض الموت میں ہبہ کے احکام مرض الموت میں اپنی جائداد کسی ایک وارث کو ہبہ کی تو اس کا حکم کیا ہے، اس کی چند صورتیں۔ ۴۵۱
- مرض الموت کی تعریف ہمارے بلاد میں بڑا بیٹا لائق ہونہا حکماً وصی ہوتا ہے۔ ۴۵۲
- باپ کے ہوتے ہوئے بھائی بہن کا استحقاق نہیں۔ ۴۵۳
- اگر زوجہ نے باپ کو وصیت کی تو باپ سہی شوہر ادا کر کے بقیہ کو صدقہ و فدیہ میں خرچ کر سکتا ہے۔ ۴۶۳
- بیوی مری صرف شوہر اور والدین کو چھوڑا تو اس کی تقسیم وراثت کی صورت۔ ۴۶۴
- ارث ساقط کئے ساقط نہیں ہوتی۔ ۴۶۵
- اگر یہ کہا کہ مجھ کو نہیں چاہئے دیکھیں صدقہ وغیرہ میں خرچ کر دو تو اس سے اس کی وراثت ساقط نہیں ہوتی چاہے تو لے چاہے صرف کرنے کی اجازت دے۔ ۴۶۶
- جو کسی مسلمان سے سختی دُور کرے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی سختی دُور کرے۔ ۴۶۷
- آرٹھ حبیبہ بعد موت وصیت کو جائز کر دے تو اب رجوع کا اختیار نہیں۔ ۴۶۸
- تہنا عورت کا دعویٰ کہ متوفیہ نے یہ وصیت کی تھی حجت نہیں بالغین ورثہ کو اختیار ہے اعتبار کریں یا نہ کریں۔ ۴۶۹
- بھانجی و ماموں زاد بھائی یہ دونوں چچا زاد بھائی کے ہوتے ہوئے وارث نہیں ہو سکتے۔ ۴۷۰
- دین قہر یا دیگر دیون ترکہ ہی سے ادا کئے جائیں گے وارثوں پر ادائیگی واجب نہیں از خود کریں بہتر ہے۔ ۴۷۱
- اگر شوہر نے حیات میں مہر کی مقدار کا اقرار نہ کیا نہ گواہان سے ثابت، تو صرف ۴۷۲



- ۴۶۷ مثل مہر دیا جائے۔  
والدین کی خدمت اور بچوں کی تربیت بھی عین کار دین و رضا کے رب ہے۔
- ۴۶۸ ریاضت و مجاہدہ، رضائے الہی میں نفس کے خلاف کام کرنے کا نام ہے۔
- ۴۶۹ مشترک مال کی تقسیم وراثت کا طریقہ۔
- ۴۷۰ بازار بھاؤ میں خریدنے کا مطلب
- ۴۷۱ باپ نابالغ کے مال کو خرچ کر سکتا ہے یا نہیں۔
- ۴۷۲ نابالغ بچوں کے مال صرف کرنے کا ایک جدید طریقہ
- ۴۷۳ بغیر تقسیم وراثت کا مال ہبہ کرنے سے ہبہ نہ ہوگا۔
- ۴۷۴ باپ اگر محتاج ہو تو بیٹے کا مال بغیر قیمت لے سکتا ہے اور غنی ہو تو بقیہ لے۔
- ۴۷۵ اگر شوہر اقرار کرے کہ مہر باقی ہے اور اس میں زوجہ کو کچھ دے دیا تو ورثہ کو بعد میں اس کو واپس لینے کا حق نہیں اگرچہ یہ ثابت ہو جائے کہ عورت نے معاف کر دیا تھا۔
- ۴۷۶ مرض الموت میں مریض کا کوئی چیز بیچنا بغیر اجازت دیگر ورثہ باطل ہے۔
- ۴۷۷ تقسیم ترکہ کی ایک شکل۔
- ۴۷۸ بیس برس گزرنے کے بعد بھی امتداد نسلیہ ہوگا اور بے اقرار طالبین کا یہ مدید
- ۴۷۹ یک سکوت سقوط دعویٰ کا باعث ہے۔
- ۴۸۰ وصی کو مطلق اختیار بیع نہیں۔
- ۴۸۱ یہ کہنا کہ چچا حلف لے لیں تو میں مکان سے دستبردار ہوں مہل و باطل ہے۔
- ۴۸۲ یتیم نابالغ نے اگر اپنا پانی کنویں میں ڈال دیا تو پانی قابل استعمال رہا یا نہیں۔ اس کی تفصیل۔
- ۴۸۳ نابالغ نے اپنے یا دوسرے کے لئے کنویں سے پانی بھرا تو اس سے بالغ کو وضو کرنا جائز ہوگا یا نہیں۔
- ۴۸۴ نابالغ کی ملک میں کسی کو تصرف کا اختیار نہیں۔
- ۴۸۵ جو چیز نابالغ کی ملک ہو اس میں سوا فقیر والدین کوئی تصرف نہیں کر سکتا۔
- ۴۸۶ وصیت کا نفاذ ثلث میں ہوگا اگرچہ متعدد ہوں۔
- ۴۸۷ اگر سالانہ فاتحہ کی وصیت کی اور جلد ہی سب خرچ کر دیا تو بھی جائز ہے بلکہ یہی بہتر ہے۔
- ۴۸۸ وارث بھائی مفقود النحر ہو تو اس کا حصہ مالی کیا کرے۔
- ۴۸۹ ایک مرحومہ نے وصیت کی کہ میری طرف سے کنواں بنوا دینا تو اگر ضرورت شدیدہ کی وجہ سے مسجد کا ساتھ بنا دیا تو کیا حکم ہے۔
- ۴۹۰ مال مشترک سے بے اجازت جس قدر صرف کیا اس کا تاوان لازم ہے۔

۵۴۲	جواب از مصنف علیہ الرحمۃ	۴۹۸	مآل متروکہ سے ادائے دین تقسیم ترکہ سے
۵۴۲	یہاں فتویٰ پر فیس نہیں لی جاتی۔	۵۰۰	مقدم ہے۔
۵۴۲	وصیت و وراثت سے متعلق آٹھ فتوؤں کا رد	۵۰۳	اقرار کا ذب دیانۃً باطل محض ہے۔
۵۴۳	الافادات والتفریعات	۵۰۳	مجرد حبسٹری یا کوئی تحریر کوئی چیز نہیں جب
۵۴۴	افادۃ اولیٰ	۵۰۳	تک گواہان سے ثابت نہ ہو۔
۵۴۵	وصایت مثل وکالت ہے۔	۵۰۳	اگر بیٹے کو ہبہ کر کے قبضہ دلا دیا تو وہ مالک
۵۴۵	وکالت حیات میں ہوتی ہے وصایت	۵۰۳	ہو گیا۔
۵۴۵	بعد موت۔	۵۰۳	پچھری سیف کورٹ ریاست بہاولپور کے
۵۴۵	وصایت کے معنی کسی کو اختیار دینا اور	۵۰۳	جج کی طرف سے ارسال کردہ طویل استفتاء
۵۴۵	نافذ النصرف بنانا۔	۵۰۳	جو وصیت و وراثت سے متعلق ہے اور اس
۵۴۵	جس طرح موبہوب لڑوا ہب کا وکیل	۵۰۳	میں آٹھ مفتیوں کے فتوے مفتیوں کے نام
۵۴۵	نہ ہوگا اسی طرح تملیک بلا عوض بعد الموت	۵۰۳	حذف کر دیئے گئے ہیں۔
۵۴۶	موصیٰ لڑا وصی نہ ہوگا بلکہ مالک ہوگا۔	۵۰۳	نقل وصیت نامہ
۵۴۶	جو اپنے مال کا کسی کو مالک کرے تو اب	۵۰۳	استفتاء
۵۴۶	مالک اول کی پابندی مالک ثانی پر کسی	۵۰۳	سوال ۲
۵۴۶	طرح نہیں۔	۵۰۳	فتویٰ نمبر ۱
۵۴۶	ہبہ مشروط نافذ ہے اور شرط باطل۔	۵۰۳	فتویٰ نمبر ۲
۵۴۶	اگر تملیک کے بعد کسی مصلحت کو شرط	۵۰۳	نقل فتویٰ مولوی صاحب برانڈا مولویان
۵۴۶	قرار دے تو تملیک تمام ہوگی اور شرط	۵۰۳	فتویٰ نمبر ۳
۵۴۶	معدوم۔	۵۰۳	فتویٰ نمبر ۴
۵۴۸	افادۃ ثانیہ	۵۰۳	تروید منجانب علمائے ریاست بہاولپور
۵۴۸	پرانی ملک میں وصیت کا اختیار نہیں	۵۰۳	فتویٰ نمبر ۵
۵۴۹	تفریعات	۵۰۳	فتویٰ نمبر ۶
۵۴۹	فتویٰ ۶ کا رد	۵۰۳	فتویٰ نمبر ۷
۵۴۹		۵۰۳	فتویٰ نمبر ۸

۵۵۲	مگر الزام مفید تملیک منفعت ہے لہذا اس	افادہ ثالثہ
۵۶۳	کی جدا وصیت جائز۔	وارث کے لئے وصیت بلا شبہ جائز ہے
۵۶۳	فائدہ نمبر ۴	جبکہ اور کوئی وارث نہ ہو۔
۵۶۳	وصیت منفعت بمنزلہ وصیت رقبہ ہے۔	تفصیلات
۵۶۶	فائدہ نمبر ۵	فتویٰ ۵۷ کا رد
۵۵۳	جس کے لئے وصیت رقبہ ہو اس کو وصیت	افادہ سابعہ
۵۶۶	منفعت کی حاجت نہیں۔	وصیت جس طرح رقبہ شئی کی صحیح ہے
۵۶۶	فائدہ نمبر ۶	یونہی تنہا منفعت کی۔
۵۶۶	وصیت میں مقصد موصی پر نظر لازم ہے۔	تفصیلات
۵۶۷	فائدہ نمبر ۷	فتویٰ ۵۷ کا رد
۵۵۶	دربارہ مہر، عورت کا قول قسم کے ساتھ	تملیک مضاف الی ما بعد الموت اگر صحت
۵۶۷	مہر مثل تک مقبرہ ہے۔	میں ہو وصیت ہے۔
۵۶۷	فائدہ نمبر ۸	فتویٰ ۵۷ کا رد۔
۵۵۷	مہر بھی تمام دیون کی طرح ہے اور دین کا تعلق	فتویٰ ۵۷ کی عجیب تر تحریر
۵۶۷	مالیت ہے جائداد سے نہیں۔	افادہ خاصہ جلیلہ مشتمل بر فوائد جزلیہ
۵۶۸	فائدہ نمبر ۹	فائدہ نمبر ۱
۵۶۸	وصیت جہت موصی سے تملیک ہے۔	ترکہ میں تجیز تکفین کے بعد مقدم دین ہے
۵۶۹	فائدہ نمبر ۱۰	پھر وصیت پھر میراث۔
۵۵۸	وصیت میں ثلث کے نفاذ کے لئے کل متروکہ	تقسیم میراث
۵۶۹	سے بعد ادائے دین کا اعتبار ہے۔	فائدہ نمبر ۲
۵۶۹	فائدہ نمبر ۱۱	اگر کسی کے لئے رقبہ شئی کی وصیت کی،
۵۶۹	اقرار کے بعد کسی تقیید کی حاجت نہیں۔	پھر بعد میں دوسرے کے لئے اس کی منفعت
۵۷۰	فائدہ نمبر ۱۲	کی تو پہلا صرف مالک ہو گا دوسرا منفعت لے گا
۵۶۳	وصیت وارث جیب وصیت اجنبی سے	فائدہ نمبر ۳
۵۷۰	مؤخر ہے تو اس کے مقابل مضحکہ ہوگی۔	وصیت شئی سے منفعت لازم نہیں آتی

- اگر عورت اقرار کرے کہ زیور شوہر نے مہر میں دے دیا تو مثل مہر تک زوجہ کا قول مسلم ہوگا۔ ۵۷۲
- کھیں نہیں لکھا ہے کہ وہ جمیع مال کا موصیٰ نہ ہے عاقل بالغ کا کلام مہما ممکن محل صحیح پر حمل کرنا واجب ہے۔ ۵۸۰
- طے شدہ امور میں قاضی و مفتی کو حاجت نہیں کہ انھیں زیر بحث لائے۔ ۵۷۳
- تقریعات شاہ محمد خاں کو جمیع مال کا مالک جب نہیں ۵۸۱
- تقریعات قرار دیا تو زیور کا بقیہ انھیں کے حصہ میں ۵۷۴
- فتویٰ کا رد دینا ظلم ہوگا۔ ۵۷۵
- فتویٰ کا ایک عجیب و غریب غلطی۔ ۵۷۶
- قرض و دین میں عموم خصوص ہے۔ ۵۷۷
- وارث کے لئے وصیت میراث سے موخر ہے۔ ۵۷۸
- افادہ سادسہ وصیت ضرور مقید بشرط ہو سکتی ہے۔ ۵۷۹
- جو جس شرط سے مقید ہے مقید رہے گا۔ ۵۸۰
- جو مطلق ہے مطلق رہے گا۔ ۵۸۱
- کسی کی طرف حرام کاری کی نسبت کرنے پر تہدیدیں۔ ۵۸۲
- ثمت لگانے والے کی سزا۔ ۵۸۳
- عورت کہ نکاح ثانی نہ کیا ہو روز قیامت اپنے شوہر کو ملے گی۔ ۵۸۴
- دو شوہر والی عورت کو اختیار ہوگا کہ جس کے ساتھ چاہے جائے، جبکہ کسی کے نکاح میں نہ فوت ہوئی ہو بلکہ بیوہ ہو کر۔ ۵۸۵
- افادات سابعہ ۵۸۰
- شاہ محمد خاں نہ کورنی سوال کے لئے
- کہیں نہیں لکھا ہے کہ وہ جمیع مال کا موصیٰ نہ ہے عاقل بالغ کا کلام مہما ممکن محل صحیح پر حمل کرنا واجب ہے۔ ۵۸۰
- تقریعات شاہ محمد خاں کو جمیع مال کا مالک جب نہیں ۵۸۱
- تقریعات قرار دیا تو زیور کا بقیہ انھیں کے حصہ میں ۵۷۴
- فتویٰ کا رد دینا ظلم ہوگا۔ ۵۷۵
- فتویٰ کا ایک عجیب و غریب غلطی۔ ۵۷۶
- قرض و دین میں عموم خصوص ہے۔ ۵۷۷
- وارث کے لئے وصیت میراث سے موخر ہے۔ ۵۷۸
- افادہ سادسہ وصیت ضرور مقید بشرط ہو سکتی ہے۔ ۵۷۹
- جو جس شرط سے مقید ہے مقید رہے گا۔ ۵۸۰
- جو مطلق ہے مطلق رہے گا۔ ۵۸۱
- کسی کی طرف حرام کاری کی نسبت کرنے پر تہدیدیں۔ ۵۸۲
- ثمت لگانے والے کی سزا۔ ۵۸۳
- عورت کہ نکاح ثانی نہ کیا ہو روز قیامت اپنے شوہر کو ملے گی۔ ۵۸۴
- دو شوہر والی عورت کو اختیار ہوگا کہ جس کے ساتھ چاہے جائے، جبکہ کسی کے نکاح میں نہ فوت ہوئی ہو بلکہ بیوہ ہو کر۔ ۵۸۵
- افادات سابعہ ۵۸۰
- شاہ محمد خاں نہ کورنی سوال کے لئے



۵۸۹	افادہ حادیہ عشر	۵۸۹	افادہ ثانیہ عشر مع فوائد
۵۹۵	اجنبی کہ نہ وارث نہ وصی اگر میت کی تجہیز و تکفین خود کرے تو اسے ترکہ سے لینے کا اختیار نہیں۔	۵۹۵	غدر۔
۵۸۹	اگر وارث سے واپسی کی شرط کر لی ہو پھر خرچ کیا ہو تو رجوع کا حق ہے جبکہ وارث کا امر بھی پایا جائے۔	۵۹۵	قائدہ نمبر ۱۳
۵۸۹	غیر وارث و وصی کو کفن دینے کے مصارف واپس لینے نہ لینے کی متعدد صورتیں۔	۵۹۵	اصحاب فراتض سے جو بچے اس کے مصارف۔
۵۹۱	مردہ کی تجہیز و تکفین سب پر مقدم ہے۔	۵۹۶	بیت المال کا کوئی حصہ معین نہیں۔
۵۹۱	زندگی میں تن کے کپڑے و اتن کو نہیں دئے جائیں گے۔	۵۹۸	قائدہ نمبر ۱۴
۵۹۱	میت کو برہنہ رکھنا جائز نہیں کہ تعظیم مکان	۵۸۹	زیادت علی الثلث میں موصی لہ کا حق صرف وارث سے مؤخر ہے اور غیر وارث پر مقدم، ولہذا بیت المال پر مقدم ہے۔
۵۹۲	مردہ و زندہ یہاں ہے۔	۶۰۰	رد علی الزوجین وراثۃ نہیں۔
۵۹۲	دین تجہیز تمام دیون کے مثل ہے تو یہ بھی مرتبہ دیون میں ہوگا نہ کہ مرتبہ تجہیز میں۔	۶۰۰	اصحاب رد پر رد بحیث عصوبت ہے۔
۵۹۳	دین تجہیز دین مہر وغیرہ پر مقدم نہیں۔	۶۰۱	قائدہ نمبر ۱۵
۵۹۳	اس مسئلے میں جہ الممتار کی بحث کی تحقیق تمام۔	۶۰۱	مرد مرے اور ایک زوجہ ایک دختر چھوڑے تو مسئلہ آٹھ سے کرتے ہیں
۵۹۴	تقریعات	۶۰۱	ایک زوجہ کا سات دختر کا۔
۵۹۵	فتویٰ کے مفتی صاحب کا یہ وہم کہ اجنبی نے تجہیز کی وارث کو اطلاع دی تو محض اطلاع رجوع کے لئے کافی ہے، یہ غلط ہے۔	۶۰۱	قائدہ نمبر ۱۶
۵۹۵		۶۰۲	ایک مسئلہ بدیہیہ میں تشکیک۔
		۶۰۲	قائدہ نمبر ۱۷
		۶۰۳	قائدہ نمبر ۱۸
		۶۰۳	رد علی الزوجین فساد بیت المال کی وجہ سے ہے۔
		۶۰۳	رد علی الزوجین ضرورۃ ہے لہذا اگر بیت المال منتظم ہو تو اسی میں رکھا جائے گا۔

۶۱۴	مستلزم نہیں۔	۶۰۳	فائدہ نمبر ۱۹
۶۱۴	فائدہ نمبر ۲۵	۶۰۳	فساد بیت المال کی علت کے قائل شافعیہ بھی ہیں۔
۶۱۹	فساد بیت المال کے باوجود اگر کسی نے	۶۰۸	فائدہ نمبر ۲۰
۶۱۹	بیت المال میں رد کر دیا تو یہ جائز نہیں۔	۶۰۸	رد علی ذی السهم النسبی کی علت فساد
۶۱۹	فائدہ نمبر ۲۶	۶۰۸	بیت المال بتانا فسادات ہے۔
۶۲۰	موصی لہ بالزائد کے ہوتے ہوئے رد علی الزوجین	۶۰۸	کوئی مرے اور صرف ایک لڑکی چھوڑے
۶۲۱	نہ ہوگا۔	۶۰۸	تو کل مال اس کا ہے۔
۶۲۱	مقررہ موصی لہ بالزید سے بالا و اقویٰ ہے	۶۱۳	اگر مرنے والے نے صرف باپ کو چھوڑا وہ
۶۲۱	فائدہ نمبر ۲۷	۶۱۳	بھی کل کا وارث ہے۔
۶۲۲	تقریرات	۶۱۳	فائدہ نمبر ۲۱
۶۲۲	موصی لہ بالزائد کے ہوتے ہوئے رد علی الزوجین	۶۱۳	شوہر جبکہ چچ کا بیٹا اور تنہا وارث ہو
۶۲۲	خرق اجماع ہے۔	۶۱۳	کل مال پائے گا۔
۶۲۲	مقدم ہے۔	۶۱۳	وقائع عین، مورد احتمال ہوتے ہیں۔
۶۲۲	یہ غلط ہے کہ رد علی الفروض النسبیہ کی	۶۱۴	فائدہ نمبر ۲۲
۶۲۵	علت فساد بیت المال ہے۔	۶۱۴	فائدہ نمبر ۲۳
۶۲۵	تنبیہ	۶۱۶	رد علی الزوجین کا ماننا دو طرح ہے۔
۶۲۶	جواب استفتاء کے چیف کورٹ بہاولپور	۶۱۶	زوجین بہ نسبت زبے بیگانوں کے
۶۲۶	وصیت سے متعلق بیان احکام	۶۱۶	اقرب ہیں۔
۶۲۷	جواب استفتاء کے حجتی خان پور	۶۱۷	فائدہ نمبر ۲۴
۶۲۸	حکم اخیر در بارہ استفتاء مذکور	۶۱۷	در مختار میں ہے کہ زوجین پر رد نہیں اور
۶۲۸	ہندہ نے کنواں یا مسجد بنوائے وصیت کی تو اگر	۶۱۷	اور جو رد علی الزوجین حضرت عثمان غنی
۶۲۸	مسجد کی زیادہ ضروری ہے وہی کرائے	۶۱۷	رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس
۶۲۸	در نہ کنواں بنوائے اور گچکاری و سفیدی	۶۱۷	میں کلام ہے۔
۶۲۸	ضروری مرمت نہیں، لہذا اگر یہ مراد ہے	۶۱۷	قرآن فی الذکر، قرآن فی الحکم کو



۶۵۴	وارث شرعی نہیں تو یہ نافذ ہے۔	مرض الموت میں مہر معاف کیا تو بے اجازت
۶۵۱	بازاری عورت کی وہ رستم زنا یا	ورثہ معاف نہ ہوگا۔
۶۵۲	غنا کی اجرت ہے اس کی ملک نہیں	مدعی کی حلف معتبر نہیں۔
۶۵۴	فقرا کو دیں۔	بیٹے نے باپ کی وصیت کے مطابق ثلث
	عورت کا مہر ترکہ کو محیط تھا اور اس	نہ ادا کر کے کم دیا باقی موصیٰ لہ سے معاف
۶۵۲	نے مکان اپنے مہر میں لے لیا تو یہ	کرا لیا یہ جائز نہیں
۶۵۴	جائز ہے۔	مرض موت میں کسی وارث سے بیع صحیح
۶۵۵	نکاح فضولی	نہیں۔
۶۵۵	غیر کفو سے نکاح جائز نہیں۔	شوہر کے مال میں بیوی کی وصیت بے اجازت
۶۵۳	دین مستغرق مانع ملک ورثہ	باطل ہے۔
۶۵۶	نہیں۔	مریدنی نے کہا کہ مرنے کے بعد میرے کل
۶۵۷	تقسیم ترکہ کی ایک شکل۔	مال کا حق مرشد کو ہے اور اس کا کوئی

### ضمیمہ مداینات

<h2>ضمیمہ مداینات</h2>	<p>۳۰۰ قرض میں لینا جائز نہیں۔ (فارسی)</p> <p>نابالغ کی شادی کے لئے بالغ بھائی نے قرضہ لیا تو اس کا مطالبہ قرضہ لینے والے ہی پر ہے۔</p>
<p>زید مدیون ہے اور دائن نے مقدمہ کر کے مطالبہ کی ڈگری کرائی ہے اور زید کا مال مرہون ہے تو ایسی شکل میں کیا کرے۔</p> <p>۲۶۶ اگر دین کا کچھ حصہ بھی باقی ہے تو مرہون کو شئی مرہون روکنے کا حق ہے۔</p> <p>۲۶۹ امام اعظم کے نزدیک زیادة فی الدین ناجائز ہے۔</p>	<p>۳۸۶ زندگی میں تن کے کپڑے دائن کو نہیں دیئے جائیں گے۔</p> <p>۵۹۱ دین تجبیز تمام دیون کے مثل ہے تو یہ بھی مرتبہ دیون میں ہو گا نہ کہ مرتبہ تجبیز میں۔</p> <p>۵۹۳ دین تجبیز دین مہر وغیرہ پر مقدم نہیں۔</p>
<p>۲۹۳ قرض کے لئے کوئی میعاد لازم نہیں ہو سکتی</p> <p>۲۹۸ زمین کو کاشتکاری کی شروط کے ساتھ</p>	



## ضمیمہ رہن

## ضمیمہ قسم

۶۵۲	مدعی کی حلف معتبر نہیں۔	۵۷	رہن میں نفع کی شرط سود اور حرام ہے۔
✽ ✽ ✽		۵۸	رہن سے انتفاع کی ایک صورت۔

# فہرست ضمنی مسائل

عقائد و کلام	۵۴
کافر اصل اہل ثواب نہیں۔	
کفر کے سوا کسی گناہ کا عذاب ضروری وقوع نہیں۔	
منافق کی تین نشانیاں	۶۷
یہ خیال کہ حقہ بننے والے کو خواب میں حضور کی زیارت نہ ہوگی محض غلط اور دروغ ہے۔	۱۰۴
افیونی ضرور فاسق و مستحق عذاب ہے۔	۱۰۵
شراب کی حرمت کا منکر کافر ہے۔	۲۰۷
سیر	
کافر جہنمی کا مال دھوکا یا بدعہمدی سے لینا گناہ ہے۔	۶۲
ہنود سے رہن و غلی لینا اور اس سے منافع	
حاصل کرنا جائز ہے مگر نیت یہ نہ ہو کہ اپنے قرض سے نفع لیتا ہے بلکہ اس کے مال پر	
اس کی رضا سے قبضہ کی نیت کرے۔	۲۵۴
سیرۃ النبی صلی علیہ وسلم	
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دو کاموں کا اختیار دیئے جاتے تو جو آسان ہوتا اس کو اختیار فرماتے۔	۸۷
تصوف	
ریاضت و مجاہدہ، رضائے الہی میں نفس کے خلاف کام کرنے کا نام ہے۔	۴۶۹
فوائد اصولیہ	
مخالفت شرع میں کسی کی ہر اسی خلاف شرع ہے	۱۰۵

- ۵۸۰ حمل کرنا واجب ہے۔
- ۵۸۷ تراویح طرفین سے تبدیل عین جائز ہے۔
- ۶۱۷ قرآن فی الذکر قرآن فی الحکم کو مستلزم نہیں
- ۱۲۳ عاقبت میں کوئی ایک قبل تسلیم مرجعے تو
- ۱۶۱ عقد باطل ہے۔
- ۱۶۲ موصی کو نزاع ورثہ میں کسی کو حکم بنانے کا
- ۲۱۱ اختیار نہیں۔
- ۶۳۲
- افکار و رسم المفتی**
- ۲۸۶ محال اور محال کا اقرار واجب الابطال۔
- ۴۱۹ بیع پر وصیت کا قیاس درست نہیں۔
- ۴۲۲ الذب والکراهۃ متنافیان۔
- ۴۲۲ ہزار جگہ ہوتا ہے کہ شے فی نفسہ قربت ہو اور
- ۴۲۲ اسے خارج سے کراہت عارض ہو۔
- ۴۲۲ انتقام الاقسام باسرها قاض باشتغالہ
- ۴۲۲ راساً۔
- ۱۱۵ تمذیک مضاف الی ما بعد الموت اگر صحت
- ۵۵۶ میں ہو وصیت ہے۔
- ۲۱۶ وصیت شے سے منفعت لازم نہیں آتی مگر
- ۵۶۳ التزاماً مفید تمذیک منفعت ہے لہذا اس کی
- ۵۶۳ جدا وصیت جائز۔
- ۵۶۹ اقرار کے بعد کسی تفتیش کی حاجت نہیں۔
- ۲۹۳ طے شدہ امور میں قاضی و مفتی کو حاجت نہیں
- ۵۷۳ کہ انھیں زیر بحث لائے۔
- ۲۹۳ جو جس شرط سے مقید ہے مقید رہے گا۔
- ۵۷۸ جو مطلق ہے مطلق رہے گا۔
- ۵۷۸ عاقل بالغ کا کلام مہما ممکن، محمل صحیح پر
- ۳۳۹ کی رعایت نہ کر کے فتویٰ دے وہ جاہل ہے

## فوائد فقہیہ

- اگر اذن راہن سے تصرف کرے تو جائز و نافذ ہے مگر وہ شئی رہن نہ رہے گی۔ ۲۲۰
- قرض سے نفع غیر مشروط جائز ہے۔ ۲۲۳
- اگر نفع لفظاً مشروط نہ ہو عرفاً مشروط و معہود ہے تو حکم مطلق حرمت و ممانعت ہے۔ ۲۲۳
- رہن و اجارہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ ۲۲۶
- رہن و اجارہ دو مختلف عقد ہیں۔ ۲۲۶
- رہن بے قبضہ تمام نہیں ہوتا۔ ۲۲۷
- شرع مطہر میں تمادی سے حق نہیں جاتا۔ ۲۴۰
- شرعاً صرف رہن دخل ہی معتبر ہے۔ ۲۴۷
- رہن دخل کے جواز کی صحیح شکل۔ ۲۷۵
- رہن بے قبضہ باطل اور اجارہ بے قبضہ غیر نافذ۔ ۲۸۲
- وصیت میراث پر مقدم ہے۔ ۳۱۱
- فالج اور دق کے مریض ایک سال بعد مرض الموت میں شمار نہیں کئے جاتے۔ ۳۱۶
- مرض الموت کی تعریف۔ ۳۱۷
- فالج اور دق کا مریض اگر سال بھر کے اندر مرے تو اس کو مرض الموت شمار کریں گے۔ ۳۱۷
- سال گزرنے کے بعد فالج مرض الموت نہیں رہتا۔ ۳۱۷
- اگر اپنی ضروریات سے باہر آتا جاتا تھا تو مرض موت نہیں۔ ۳۱۷
- بعض نے عدم خوف موت کی جو قید لگائی ہے اس کا مطلب۔ ۳۱۸
- چاروں مذہب کے ائمہ نے حقہ کی علت کا فتویٰ دیا۔
- اگر بوطبیعت کو ناپسند ہے تو مکروہ طبعی ہے نہ کہ شرعی۔
- مکروہ تنزیہی گناہ نہیں۔
- تاری کے خیر سے بنائے گئے بسکٹ کا شرعی حکم۔
- جو چیز نشہ رکھتی ہو نہ صرف حرام بلکہ نجس بھی ہے۔
- جن کی نسبت کچھ علم نہ ہو انھیں حرام نہیں کہہ سکتے۔
- شراب کا حرام ہونا کس پر موقوف ہے۔
- اگر وہ اسٹرائی جائے اور اس میں نشہ لانے کا جوش نہ پیدا ہو تو شراب نہ ہوگی۔
- سیندھی اور تازی قریب قریب ہیں۔
- اگر تازی سرکہ ہو جائے حلال و طیب ہے۔
- نہید کا حکم۔
- اس کی بحث کہ مسکوفیل و کثیر کا حرمت وحدہ میں ایک حکم ہے یا مختلف۔
- مہوہ کی شراب کا حکم۔
- بھنگ اور افیون کا حکم۔
- حقہ کے پانی کا حکم۔
- نشہ بذاتہ حرام ہے۔



- مرض الموت کے لئے اختلالِ حواس ضروری نہیں۔ ۳۶۴
- معتوبہ کی وصیت نافذ نہیں۔ ۳۸۴
- وآرث کے لئے وصیت نہیں مگر جبکہ وژ اس کو جائز رکھیں تو نافذ ہے۔ ۳۹۴
- معدوم کے لئے وصیت و تملیک باطل ہے ۳۹۸
- اگر وارثانِ فلاں کے لئے وصیت کی تو ضروری ہے کہ وہ اسی موصی سے پہلے مر جائے تاکہ وارثانِ فلاں کا لفظ صادق آئے ورنہ نفاذ نہیں۔ ۴۰۰
- وصیت فی نفسہ واجب نہیں۔ ۴۰۷
- صحیح وصیت کو خاص جرحہ معین کی تصحیح ضروری نہیں۔ ۴۰۸
- عبادات و معاملات کی شرعی اصطلاحی تعریف مطلق وصیت نہ عبادات سے ہے نہ معاملات سے۔ ۴۱۶
- بیع محل ناجائز اور وصیت بالحل جائز۔ ۴۱۹
- وصیت دو قسم ہے، تملیک و قربت۔ ۴۲۲
- کبھی وصیت مکروہ غنیر صحیح بھی ہوتی ہے۔ ۴۲۶
- ہبہ مرض میں وصیت ہے اور وصیت مرض موت میں بے اجازت و رشتہ نافذ نہیں۔ ۴۴۶
- مرض الموت کی تعریف ہمارے بلاد میں بڑا بیٹا لائق ہونا رکھنا وصی ہوتا ہے۔ ۴۵۷
- وصایت مثل وکالت ہے۔ ۵۴۵
- وکالت حیات میں ہوتی ہے وصایت بعد موت۔ ۵۴۵
- وصایت کے معنی کسی کو اختیار دینا اور نافذ التصرف بنانا۔ ۵۴۵
- جس طرح موہوب لہ و اہب کا وکیل نہ ہوگا اسی طرح تملیک بلا عوض بعد الموت سے مرضی لہ وصی نہ ہوگا بلکہ مالک ہوگا۔ ۵۴۶
- جو اپنے مال کا کسی کو مالک کرے تو اب مالک اول کی پابندی مالک ثانی پر کسی طرح نہیں۔ ۵۴۷
- رائی ملک میں وصیت کا اختیار نہیں۔ ۵۴۸
- وصیت جس طرح رقبہ شعی کی صحیح ہے یونہی تنہا منفعت کی۔ ۵۵۳
- ترکہ میں تجہیز و تکفین کے بعد مقدم دین ہے پھر وصیت پھر میراث۔ ۵۵۷
- وصیت منفعت بمنزلہ وصیت رقبہ ہے۔ ۵۶۴
- وصیت میں مقصد موصی پر نظر لازم ہے۔ ۵۶۶
- جہر بھی تمام دیون کی طرح ہے اور دیون کا قعلق مالیت سے ہے جائداد سے نہیں۔ ۵۶۷
- وصیت جہت موصی سے تملیک ہے۔ ۵۶۸
- وآرث کے لئے وصیت میراث سے مؤخر ہے۔ ۵۷۷
- وصیت ضرور مقید بشرط ہو سکتی ہے۔ ۵۷۷
- وقائع عین، مورد احتمال ہوتے ہیں۔ ۶۱۳

۱۹۱	پانچویں بحث (الخامس)	فلاں کو مل جائے، ودیعت اور ہبہ دونوں کو محتمل ہے۔
	اسماء الرجال	فقط نیت سے حکم نہیں ہوتا۔
۱۹۱	عبد الملک بن نافع	یہ کہنا کہ یہ روپیہ زید کی لڑکی کے عقد کا ہے یہ حد و وصیت میں نہیں آتا۔
۱۹۲	یحییٰ بن یمان	کسی کا محض یہ کہنا کہ یہ چیز مجھے دی ہے ثبوت ملکیت یا وصیت کے لئے کافی نہیں
۱۹۲	الکسبع	مرض موت میں مال کا ہبہ یا دین کا ابرا وصیت ہے اور وصیت وارث کے لئے بے اجازت ورثہ دیگر باطل ہے۔
۱۹۳	عبد الرحمن بن بشر	
۱۹۳	ابن الفرات	
۱۹۴	مسلم بن خالد	
۱۹۴	شریک	
۱۹۴	محمد بن خرمیہ	
۱۹۰	رجال حدیث ابن عباس	فوائد حدیثیہ
۱۹۱	ابوبکر	حقہ کی حرمت پر گھڑی ہوئی حدیث۔
۱۹۱	القواریری	جھوٹی حدیث بیان کرنے کا وبال۔
۱۹۱	عبد الوارث	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر شے اور اور فتور پیدا کرنے والی چیز سے منع فرمایا ہے۔
۱۹۱	ابن شبرمہ	زیادۃ احادیث
۱۹۱	عبد اللہ بن شداد	بارہ احادیث مذکورہ کی کچھ تفصیل۔
۱۹۱	قہد	حدیث ابن عباس پر امام ابو عبد الرحمن نسائی کی دو وجہ سے جرح اور مصنف علیہ الرحمۃ کی طرف سے اس کا جواب۔
۱۹۱	ابو نعیم	پہلی وجہ (احدہما)
۱۹۱	مسعر	دوسری وجہ (ثانیہما)
۱۹۱	ابو عون	چوتھی بحث (الرابع)
۱۹۲	ابو سفیان الحمیدی	
۱۹۳	ابو مغویہ الکوئی	
۱۹۴	تشمیم	
۱۸۲	حجاج بن ارطاة	

۱۹۲	داؤد بن حصین
۱۹۲	ابو اسحق سلیمی
۱۹۲	عمرو بن میمون
۱۹۲	ابوالاحوص سلام بن سلیم
۱۹۳	ابوبکرہ
۱۹۳	ابوداؤد
۱۹۳	زمہیر
۱۹۳	روح بن الفرج
۱۹۴	عمرو بن خالد
۱۹۵	عمر بن حفص
۱۹۵	حفص بن غیاث
۱۹۵	ہمام النخعی
۱۹۵	حبیب بن ابی ثابت
۱۹۶	ابن ابی داؤد
۱۹۶	عبدالرحمن بن عثمان
۱۹۸	عبداللہ بن یزید
۲۰۰	سعد العبدی الکوفی
۲۰۰	سعد العدوی البصری
۲۰۲	زکریا
۲۰۲	یعلیٰ
۲۰۲	انجاس
۱۰۱	شراب حرام اور پیشاب کی طرح ناپاک ہے۔
۱۰۸	ہر مسکر پانی کا قطرہ قطرہ حرام و نجاست غلیظہ ہے
۲۱۱	اسپرٹ کا استعمال جائز ہے یا نہیں۔
۱۹۲	وضو
۱۹۲	تہا بلغ نے اپنے یاد دوسرے کے لئے کنویں
۱۹۲	سے پانی بھرا تو اس سے بلغ کو وضو کرنا
۱۹۳	جائز ہو گا یا نہیں۔
۲۸۸	
۱۹۳	نماز
۱۹۳	انگریزی رقیق دو اکپرٹے پر لگ جائے تو
۱۹۳	نماز نہ ہوگی۔
۲۰۹	
۱۹۵	جنائز
۱۹۵	تخمیر و تکفین سے مصارف غسل و کفن و دفن
۱۹۵	بقدر مسکنات مراد ہیں فاتحہ وغیرہ کے خرچ
۱۹۶	شامل نہیں۔
۳۶۸	قبر سے اپنی قبر میں کرنا نوبہ قربت سے نہیں
۴۲۲	قبر کا نشان لگانا شرعاً محمود ہے۔
۴۲۳	قبر کے گرد تعمیر برائے حفاظت جائز، برائے
۴۲۴	تزیین ممنوع، اور اس کی وصیت باطل۔
۴۲۵	گھر میں دفن کی وصیت باطل ہے۔
۴۲۵	گھر میں دفن انبیاء علیہم السلام کے
۴۲۵	ساتھ مخصوص ہے۔
۴۲۵	کفن دفن بقدر مسنون میں جو روپیہ صرف ہوا
۴۲۵	وہ تو ترکہ سے مجرا ہو گا باقی فاتحہ خیرات کے
۴۲۵	مصارف خرچ کرنے والے پر پڑینگے۔
۴۲۵	اجنبی کہ نہ وارث نہ وصی اگر میت کی تخمیر و تکفین

- خود کرے تو اسے ترکہ سے لینے کا اختیار نہیں ۵۸۹  
 اگر وارث سے واپس کی شرط کر لی ہو پھر خرچ  
 کیا ہو تو رجوع کا حق ہے جبکہ وارث کا امر  
 بھی پایا جائے۔ ۵۸۹  
 غیر وارث و وصی کو کفن دینے کے مصارف  
 واپس لینے نہ لینے کی متعدد صورتیں۔ ۵۸۹  
 مردہ کی تجبیز و تکفین سب پر مقدم ہے۔ ۵۹۱  
 ۳۸۷ زوجه نے اپنے مرتے وقت مہر معاف کیا  
 تو اس کی معافی وارثوں کی اجازت پر  
 موقوف ہے۔  
 ۴۲۵ اگر مہر باقی ہو تو جائداد سے اسکو ادا کیا جائے  
 پھر تقسیم ورثہ ہو۔  
 ۴۶۷ اگر شوہر نے حیات میں مہر کی مقدار کا اقرار  
 نہ کیا، نہ گواہان سے ثابت، تو صرف  
 مثل مہر دیا جائے۔

## نکاح

- عورت کہ نکاح ثانی نہ کیا ہو روز قیامت  
 اپنے شوہر کو ملے گی۔ ۵۷۹  
 دو شوہر والی عورت کو اختیار ہوگا کہ جس کے  
 ساتھ چاہے جائے، جبکہ کسی کے نکاح میں  
 نہ فوت ہوئی ہو بلکہ بیوہ ہو کر۔ ۵۷۹  
 نکاح فضولی  
 غیر کفو سے نکاح جائز نہیں۔ ۶۵۵  
 ۶۵۱ نکاح معتبر ہے۔  
 ۶۵۵ مرض الموت میں مہر معاف تو بے اجازت  
 ورثہ معاف نہ ہوگا۔  
 عورت کا مہر ترکہ کو محیط تھا اور اس نے  
 مکان اپنے مہر میں لے لیا تو یہ جائز ہے۔ ۶۵۴

## مہر

- زوجه یا مرنے کے بعد اس کے ورثہ کی مرضی  
 سے قسط وار مہر ادا کیا جاسکتا ہے  
 حاکم کو جبر کی اجازت نہیں۔ ۷۵  
 اگر ہندہ نے مرض موت میں شوہر کا مہر  
 معاف کیا تو معاف نہ ہوگا۔ ۳۳۱  
 زید نے جو جائداد اپنی بیوی کو بحالت صحت  
 بعوض دین مہروی بیوی اسکی مالک ہوگی۔ ۳۶۹  
 ۳۷۵ وہ ولی جسے مال تقیم میں تصرف جائز ہے  
 وہ تین ہیں، جو تینوں کا مال کھاتے ہیں  
 اپنے پیٹ میں آگ کھاتے ہیں۔ ۳۷۵  
 باپ کو بھی اختیار نہیں کہ اپنے نابالغ بچے  
 کا مال بشرط عوض کسی کو دے۔ ۳۷۵

## ولایت



- نابالغ یتیم کے مال سے کسی کو ہدیہ کرنا جائز نہیں۔ ۴۷۵
- ۷۱ زائد ہے تو تصدق کرے۔
- ۲۳۷ بیع الوفا مذہب معتدین میں رہن ہے۔
- ۴۷۱ باپ نابالغ کے مال کو حشر چ کر سکتا ہے یا نہیں۔
- ۲۳۷ کر دے وہ بیع اجازت رہن پر موقوف ہے۔
- ۴۸۹ نابالغ کی ملک میں کسی کو تصرف کا اختیار نہیں جو چیز نابالغ کی ملک ہو اس میں سوا فقیر والدین کوئی تصرف نہیں کر سکتا۔
- ۲۵۶ رکھا تو جائز ہے۔
- ۴۸۹ زید نے عمرو کے پاس زمین رہن رکھی عمرو نے مدت قرض ختم ہونے پر بغیر اجازت اسکو بیع کر دیا تو کیا زید کو بیع فسخ کرنے کا اختیار مرض الموت میں ورثہ کے نام مکان فروخت کرنا جائز نہیں۔ ۶۴۵
- ۳۳۱ اگر کسی نے بعض دین مہر اپنی جائداد کو بیوی کے ہاتھ بیع کر دیا تو بلا شبہ درست ہے ۳۸۲ وصی نابالغ کا محافظ ہے لہذا عدم ضرر کی صورت میں جائداد منقول فروخت کر سکتا ہے غیر منقول نہیں مگر چند صورت استثنائے میں۔ ۴۳۱
- ۴۷۲ زید نے اپنا مکان زوجہ کے نام بیع کر دیا پھر وہ مر گئی اور نابالغ بچے وارث ہوئے تو زید اس جائداد کو بیع کر سکتا ہے یا نہیں۔ ۴۳۶
- ۵۷۹ بازار بھاؤ میں خریدنے کا مطلب۔ ۴۶۹
- مرض الموت میں مریض کا کوئی چیز بیچنا بغیر اجازت دیگر رشتہ باطل ہے۔ ۴۷۷
- ۵۶ وصی کو مطلق اختیار بیع نہیں۔ ۴۸۰
- مرض موت میں کسی وارث سے بیع صحیح نہیں۔ ۶۵۳
- نابالغ یتیم کے مال سے کسی کو ہدیہ کرنا جائز نہیں۔
- ۴۷۵ باپ نابالغ کے مال کو حشر چ کر سکتا ہے یا نہیں۔
- ۴۸۹ نابالغ کی ملک میں کسی کو تصرف کا اختیار نہیں جو چیز نابالغ کی ملک ہو اس میں سوا فقیر والدین کوئی تصرف نہیں کر سکتا۔
- ۴۸۹ مآں کو اختیار نہیں کہ اپنے نابالغوں کا حصہ فروخت کرے۔
- ۶۴۵ باپ بالغ کی رقم اجازت سے صرف کر سکتا ہے۔
- ۶۴۶ نابالغ کی رقم اپنے صرف میں بطور قرض لانے میں اختلاف ہے، احتیاط بچنا ہے۔
- نفق**
- ۴۷۲ باپ اگر محتاج ہو تو بیٹے کا مال بغیر قیمت لے سکتا ہے اور غنی ہو تو بقیہ لے۔
- تعزیر**
- ۵۷۹ تمت لگانے والے کی سزا۔
- بیوع**
- ۵۶ بیع وفا عین رہن ہے۔
- مدیون اگر مر جائے تو اس کا مکان دائن اپنی ملک ظاہر کر کے بیچ سکتا ہے اور قیمت

## سود

شئی مرہون کو مرہن کسی طرح استعمال نہیں کر سکتا۔

قرض کے ذریعہ جو منفعت حاصل ہو جاتے وہ سود ہے۔

بربنائے قرض کسی قسم کا نفع لینا مطلقاً سود ہے۔

رہن کی زمین کو جو تنہا اور اس سے نفع لینا حرام ہے۔

رہن دخل سود ہے۔

شئی مرہون کا راہن کو کرایہ پر دینا بھی سود ہے۔

مرہن نے اگر سود لیا تو کیا راہن سے معاف کرا سکتا ہے یا نہیں۔

سود کا مال تو بہ سے بھی حلال نہیں ہوتا جب تک کہ اس کو جس سے لیا ہے واپس نہ کرے یا فقراء کو نہ دے دے۔

## دعویٰ و قضا

اگر زوجہ مر جائے تو اس کا بھائی صرف اپنے حصہ کے مہر کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

قاضی کو نا تمام عقد کو جبراً تمام کرانے کا حق نہیں۔

اگر شوہر نے از خود زوجہ کی دوا میں اپنا

مال صرف کیا تو واپسی کا دعویٰ باطل ہے۔ ۳۸۸

تنہا عورت کا دعویٰ کہ متوفیہ نے یہ وصیت کی تھی حجت نہیں بالغین ورثہ کو اختیار ہے

۲۱۷ اعتبار کریں یا نہ کریں۔ ۴۶۶

ایک فریق کے رضا مند ہونے سے عدالت کو جائز نہیں کہ اسے قیمت دلائے جب تک

دوسرا راضی نہ ہو جائے۔ ۵۸۸

## شہادت

گواہی ہر معاملہ میں ثقت معتبر لوگوں کی معتبر ہے۔

۲۴۰ ۲۵۳

## اقرار

بیتن برس گزرنے کے بعد بھی اقرار تسلیم ہوگا اور بے اقرار طالبین کا مدت مدید تک

۲۹۶ سکوت سقوط دعویٰ کا باعث ہے۔ ۴۷۹

اقرار کا ذب دیا نہ باطل محض ہے۔ ۵۰۰

اگر عورت اقرار کرے کہ زیور شوہر نے مہر میں دے دیا تو مثل مہر تک زوجہ کا قول مستمم ہوگا۔ ۵۷۲

## ہبہ

معدوم کا ہبہ باطل ہے۔ ۲۴۳، ۲۹۳

غیر منقسم زمین کا ہبہ باطل ہو جاتا ہے

- اور اس میں محض داخل خارج کاغذی کا  
اعتبار نہیں۔ ۳۵۶
- مرض الموت میں ہیہہ کے احکام۔ ۳۵۳
- مرض الموت میں اپنی جائداد کسی ایک وارث  
کو ہیہہ کی تو اس کا حکم کیا ہے۔ اس کی  
چند صورتیں۔ ۳۵۴
- بغیر تقسیم وراثت کا مال ہیہہ کرنے سے  
ہیہہ نہ ہوگا۔ ۳۵۱
- اگر بیٹے کو ہیہہ کر کے قبضہ دلا دیا تو وہ مالک  
ہو گیا۔ ۵۰۳
- ہیہہ مشروط نافذ ہے اور شرط باطل۔ ۵۴۷
- اگر تملیک کے بعد کسی مصلحت کو شرط  
قرار دے تو تملیک تام ہوگی اور شرط معدوم۔ ۵۴۷
- ### قربانی
- حرم قربانی کی رقم سے کتواں بنوا سکتے ہیں۔ ۲۷۵
- قربانی کی کھال ہرنیک کام میں صرف  
ہو سکتی ہے۔ ۲۷۵
- حدیث میں ہے جس نے قربانی کی کھال  
بیچ ڈالی اس کی قربانی ہی نہیں یعنی اپنے لئے۔ ۲۷۵
- ### اجارہ
- سفر میں یکہ والے کا کرایہ کسی وجہ سے دینے  
سے رہ گیا اور یکہ والے کا پتہ نہیں  
تو کیا کرے۔ ۵۵
- مکان مرہون کو مرہن سے کرایہ پر لینا مالک  
غیر مالک کسی کو جائز نہیں۔ ۲۲۱
- جان کو مرہن سے رہن کا مکان کرایہ پر لینا  
کسی کو جائز نہیں، اگر لے گا گنہگار ہوگا۔ ۲۲۲
- اگر راہن شئی مرہون اپنی اجازت سے کسی  
کو دے تو اس کا کرایہ مالک یعنی راہن ہی  
لے گا نہ کہ مرہن۔ ۲۲۲
- جو چیز کسی کے پاس رہن ہے اگر مالک  
اجارہ پر دے تو اجازت مرہن پر  
موقوف ہے۔ ۲۲۷
- اجرت مجہول ہو تو اجارہ حرام ہے۔ ۲۵۹
- مرہن شئی مرہون کا خود محافظ ہے اس  
پر کسی طرح کی اجرت نہیں ہو پاتی۔ ۲۷۳
- شئی مرہون اجارہ پر دینے سے رہن سے  
نکل جاتی ہے۔ ۲۸۸
- کاشتکاری اجازت زمیندار زمین کو  
رہن نہیں رکھ سکتا۔ اور اگر با اجازت  
زمیندار ہے تو اجارہ ہے۔ ۲۹۶
- کاشتکار نے اگر زمیندار کی زمین رہن  
رکھ دی تو یہ اجارہ ہے رہن نہیں۔ ۲۹۷
- بازاری عورت کی وہ رقم زنا یا غنا  
کی اجرت ہے اس کی ملک نہیں  
فقراء کو دیں۔ ۶۵۴

## امانت

امانت میں وصیت -

جو ان بڑا بھائی اگر امین ہو تو چھوٹوں کے

حق میں وصی کا درجہ رکھتا ہے -

جو زیور امانت رکھا گیا تھا وہ شہادتِ عادلہ

پر موقوف ہے -

امین مرنے والے کے ورثہ کی موجودگی میں

امانت کی رقم از خود خیرات وغیرہ میں خرچ

نہیں کر سکتا -

## ضمان و تاوان

دکن کا جہیز اگر مالِ مشترک سے ہے تو تعدی

کے طور پر تلف کرنے میں ضمان لازم ہوگا - ۳۴۸

اگر بھائی نے بہن کو جہیز بطور ہبہ دیا تو وہ

اس کی مستقل مالک ہے - اگر مالِ مشترک

سے دیا تو دینے والے پر زمان ہے - ۳۵۳

اگر فاتحہ کی وصیت کا پیسہ اغنیاء کو کھلایا

تو ناجائز اور حشرِ چ کرنے والے پر

تاوان ہے -

مالِ مشترک سے بے اجازت جس قدر صرف

کیا اس کا تاوان لازم ہے - ۴۹۷

ورثہ کا حق متعلق ہونے پر کسی کو اجازت

نہیں کہ ترکہ کو خیرات کرے، اگر کیا تو تاوان

دے -

## ہبہ

ہبہ کی ایک صورت اور اس کا حکم - ۷۰

## قسمت

کسی تقسیم میں نہ حاکم کو یہ جبر پہنچتا ہے

نہ ایک حصہ دار کو کہ بے رضائے دیگر

بجائے عین قیمت لے - ۵۸۶

## شرکت

جو حصہ مکان بکرنے اپنے پیسے سے خریدا

اس میں دوسروں کا کچھ حق نہیں - ۲۸۷

## عاریت

موتہن نے اگر واقعی عاریتہ بلا دباؤ رہن کا

مکان لیا تو اس میں رہنا جائز، اور

اگر کرایہ پر دے دیا تو اجازتِ راہن

سے اجارہ ہو جائے گا، رہن باطل - ۲۹۹

ایک شخص نے زیور عاریتہ لیا پھر دینے والا

مر گیا اور ایک غیر معتد سے معلوم ہوا کہ

مرنے والا زیور پوتے کو دینے کی وصیت

کر گیا ہے، تو اس صورت میں کیا حکم ہے ۴۳۴

## مزارعت

کاشتکار کھیت کا مالک نہیں ہوتا - ۲۷۶

۴۳۹

ہتھو سے زمین و خلی رہن میں لے کر  
زراعت کرنے میں حرج نہیں۔

## فرائض و میراث

زوج کا ترکہ زوجہ کو اپنے مہر میں لے لینے  
کی اجازت ہے یا نہیں۔

اگر بعض لوگ مہر زوجہ کی معافی کا دعویٰ کریں  
اور زوجہ انکار کرے تو مہر میں وراثت  
اجباری ہوگی یا نہیں۔

اپنے حصہ کو مہر زوجہ میں دے دیا بعد مرنے  
کے دوسرے اشخاص نے درخواست کی  
کہ ہمارا بھی قرض ادا کیا جائے اور علاوہ

اس حصہ مہر کے اور جائیداد نہیں کیا حکم ہے  
میراث کی ایک شکل۔

اگر وارث کبیر نے صغیر کی پرورش یا شادی  
میں خرچ کیا تو ضروری اخراجات اس کے  
حصہ مال سے مجرا لے سکتا ہے۔

اگر بے اذن، بالغ بھائی بہن کی بڑے  
بھائی نے شادی کر دی اور اخراجات  
میں مشورہ و اجازت نہ لی تو اس کو مجرا  
نہیں لے سکتا۔

ولکن کا جہیز مجرا کیا جائے گا یا نہیں۔  
مسئلہ وراثت کی ایک شکل۔

عورت کا نکاح ثانی کر لینا اس کے حق میراث  
کو نہیں روک سکتا۔

ایک صورت ترکہ کی تقسیم شرعی۔

تقسیم میراث کی بعض صورتیں۔

اگر لیسر نے باپ کا قرضہ ادا کر دیا تو تقسیم میراث  
کے وقت اس کو وصول کر سکتا ہے۔

بالغ وارث جائز خرچ کی اجازت دے تو  
اس کے حصہ سے مجرا ہونگے مگر نابالغ کا مال

بہر حال محفوظ رہے گا نہ وہ اجازت دے  
نہ اس کی طرف سے دوسرا، اس کو پورا پورا  
حصہ ملے گا۔

نابالغوں کے تقسیم حصص میں کمی رکھنا حرام ہے  
نابالغوں کے حصے یکجا رہیں بالغوں کو اپنے  
حصے کا اختیار ہے۔

باپ کے ہوتے ہوئے بھائی بہن کا استحقاق  
نہیں۔

بیوی میری صرف شوہر اور والدین کو چھوڑا تو  
اس کی تقسیم وراثت کی صورت۔

ارث ساقط کئے ساقط نہیں ہوتی۔  
اگر یہ کہا کہ مجھ کو نہیں چاہئے دیکھیں حقیقت

وغیرہ خرچ کر دو تو اس سے اس کی وراثت  
ساقط نہیں ہوتی چاہے تولے چاہے صرف

کرنے کی اجازت دے۔  
بھانجی و ماموں زاد بھائی یہ دونوں چچا زاد

بھائی کے ہوتے ہوئے وراثت نہیں ہو سکتے  
دین مہر یا دیگر دیون ترکہ ہی سے ادا کئے جائینگے

وارثوں پر ادائیگی واجب نہیں از خود کریں



- ۴۶۷ بہتر ہے۔  
 ۴۶۸ اگر مرنے والے نے صرف باپ کو چھوڑا وہ  
 ۴۶۹ بھی کل کا وارث ہے۔  
 ۴۷۰ شہر جبکہ چچا کا بیٹا اور تنہا وارث ہو کل مال  
 ۴۷۱ تقسیم ترکہ کی ایک شکل۔  
 ۴۷۲ مال متروکہ سے ادائے دین تقسیم ترکہ سے  
 ۴۷۳ مقدم ہے۔  
 ۴۷۴ زوجہ کا حق وراثت ربع سے زائد جائز نہیں  
 ۴۷۵ اصحاب قرآن سے جو بچے اس کے مصارف  
 ۴۷۶ بیت المال کا کوئی حصہ معین نہیں۔  
 ۴۷۷ رد علی الزوجین وراثۃ نہیں۔  
 ۴۷۸ اصحاب رد پر رد بحیثیت عصوبیت ہے۔  
 ۴۷۹ مرد مرے اور ایک زوجہ ایک دختر چھوٹے  
 ۴۸۰ تو مسئلہ آٹھ سے کرتے ہیں، ایک زوجہ کا  
 ۴۸۱ سات دختر کا۔  
 ۴۸۲ رد علی الزوجین فساد بیت المال کی وجہ  
 ۴۸۳ سے ہے۔  
 ۴۸۴ رد علی الزوجین ضرورۃ ہے لہذا اگر بیت المال  
 ۴۸۵ منظم ہو تو اسی میں رکھا جائے گا۔  
 ۴۸۶ فساد بیت المال کی علت کے قائل شافعیہ  
 ۴۸۷ بھی ہیں۔  
 ۴۸۸ رد علی ذی السہم النسبی کی علت فساد  
 ۴۸۹ بیت المال بتانا افسد فسادات ہے۔  
 ۴۹۰ کوئی مرے اور صرف ایک لڑکی چھوڑے  
 ۴۹۱ تو کل مال اس کا ہے۔
- ۴۱۳ ۴۱۳ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰

## مفقود الخیر

اگر کوئی وارث مفقود الخیر ہو تو اس کا ترکہ امانت رکھیں گے تا آنکہ اس کی عمر کے تمام آدمی مر جائیں تو بیچ کے ذریعہ اس کی موت کا حکم لگا کر اس کے وارثوں میں تقسیم کر دیں۔

وارث بھائی مفقود الخیر ہو تو اس کا حصہ مال کیا کرے۔

## منطق

قرض و دین میں عموم خصوص ۵۷۷

## تاریخ و تذکرہ

شاہ عبدالعزیز کی طرف حرمت قلیان کی نسبت غلط ہے۔

۹۲

وفد عبدالقیس کی آمد

۱۴۴

توح علیہ السلام اور شیطان کا منازعہ۔

۱۵۰

الآثار فی الباب عن امیر المؤمنین قد توارث

۱۶۸

اگلی شریعتوں میں شراب حرام

نہ تھی مگر نشہ ہر شریعت میں حرام

۲۰۴

رہا ہے۔

حضرت مولا علی اور سیدنا امیر حمزہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف غلط اشیا

۲۰۴

کا انتساب۔

## عرف و رواج

شادی میں دلہن کو چڑھا دے کا حکم اس کی قوم کے رواج پر موقوف ہے۔

۶۳۹

## وعدہ

وعدہ جھوٹا کرنا حرام ہے۔

۶۹

## بھیک مانگنا

ملعون ہے جو اللہ کا واسطہ دے کر مانگے۔

۲۱۴

جو خدا کا واسطہ دینے پر کچھ دے تو ستر

نیکیاں لکھی جائیں اور نہ دینے کا بھی

اختیار ہے۔

۲۱۴

اللہ کا واسطہ دے کر سوائے آخر دی دینی

۲۱۵

شے کے کچھ نہ مانگا جائے۔

اس بارہ میں عبداللہ بن مبارک کا قول

۲۱۵

قویٰ تندرست پیشہ ور سالک کو

ایک پیسہ نہ دے۔

۲۱۵

## فضائل و مناقب

علماء دین کا ادب باپ سے زیادہ

۲۱۶

فرض ہے۔

تین شخص ایسے ہیں جن کا حق منافق ہی ہلکا

۲۱۶

جانے گا ان میں سے ایک عالم دین ہے۔

## ترغیب و ترہیب

قرض ادا نہ کرنے والے کے القاب۔

تقریباً تین پیسہ قرض کے عوض سات سو

نمازیں باجماعت جائیں گی۔

حرمت شراب اور اس پر تہدید میں

سات احادیث کو یکمہ۔

جو شراب نکالے اور اٹھانے اور پئے

اور نیچے اور غریب سب پر لعنت ہے۔

جو شراب پئے اللہ تعالیٰ اس سے ایمان

کھینچ لیتا ہے۔

تین شخص جنت میں نہ جائیں گے۔

شرابی کا عذاب۔

جو ایک بوند شراب پئے اس کی چالیس

روز تک نماز قبول نہ ہو اور جنت اس

پر حرام۔

خدا کے خوف سے شراب چھوڑنے والے

کا ثواب۔

نشہ گناہ کبیرہ ہے۔

ورشہ اگر ملت مال میں نفاذ وصیت کو

روکیں ظالم ہیں۔

جو کسی مسلمان سے سختی دور کرے

اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی سختی دور کرے۔

کسی کی طرف حرام کاری کی نسبت کرنے

پر تہدیدیں۔

## صلہ رحمی

حاجت پوری کرنے میں اپنے قریب کو

مقدم رکھے۔

۲۱۶

## مرض و علاج

افیون، چرس، بنگ کا استعمال

بطور دوا۔

۲۱۳

افیون معدے میں سوراخ کر دیتی ہے۔

۲۱۳

## شراب و طعام

تاری کے خمیر والی روٹی سے احتراز چاہئے۔

۲۱۰

کھجور کا رس جب تک نشہ نہ لائے

حلال ہے۔

۲۱۰

تاری سے بنائی گئی پاؤروٹی کا حکم۔

۲۱۱

تمباکو کھانا، حقہ پینا جائز ہے۔

۲۱۲

کھجور کا رس جو درخت کو چیل کر نکالتے

ہیں اس کا پینا کیسا ہے۔

۲۱۳

تاری کا پھل جائز اور تاری پینا حرام۔

۲۱۳

تاری جو حقیقتہً سرکہ ہو جائے جائز ہے۔

۲۱۳

## اداب

درویشوں کے وقت حقہ نہ پئے اگر پیا ہو

تو مسواک کلی سے منہ صاف کر کے

شروع کرے۔

۱۰۴

۶۹

۶۹

۱۰۱

۱۰۱

۱۰۲

۱۰۲

۱۰۲

۱۰۳

۱۰۳

۲۰۴

۴۰۸

۴۶۴

۵۷۸

بہار

رجل

تالانہ بچوں کے مال صرف کرنے کا ایک  
حیلہ شرعیہ۔

تنقیہ

مولوی عبدالحی لکھنوی کا رد۔  
وصیت و وراثت سے متعلق آٹھ فتوؤں

۴۷۱

۹۲

۵۴۲

۵۵۷

۵۷۴

رد بد مذہبیاں

مفتی ندوہ مولوی عبد اللہ ٹونکی کے  
ایک غلط فتویٰ کا رد۔

۲۶۵

حقوق العباد

غیر مسلم کا قرضہ مسلمان پر تھا دونوں مر گئے

اب اس مسلمان پر کچھ عذاب ہے یا نہیں

کافر حربی کے مال کے سبب مسلمان پر حق العبد

لازم نہیں۔

ذمی کا مال مثل مسلمانوں کے سمجھا جاتا ہے

ذمی کا حق مسلمانوں کے حق سے سخت تر ہے۔

قیامت کے دن مسلم سے معافی کی امید ہے

ذمی سے نہیں۔

اللہ تعالیٰ حقوق العباد و معاف نہیں کرتا

جب تک بندے خود معاف نہ کریں۔

اطاعت والدین جائز باتوں میں فرض ہے

ناجائز باتوں میں کسی کی اطاعت جائز نہیں

بڑا بھائی بھی حق تعظیم رکھتا ہے مگر والدین

کے برابر نہیں۔

والدین کی خدمت اور بچوں کی تربیت بھی

عین کاروبار و درخانے رب ہے۔

میت کو برہنہ رکھنا جائز نہیں کہ تعظیم مسلمان

مردہ و زندہ یکساں ہے۔

حظرو اباحت

بہ گمانی اور مہمت کی جگہوں سے بچنے کا حکم

وہ حق جو حواس و دماغ میں فتور لائے

ممنوع ہے۔

پسند ووں کی بنائی مٹھائی کھانا حلال

بچنا بہتر۔

حقے کا دم لگانا کہ حواس خراب ہو

حرام ہے۔

اگر بُو رکھتا ہے خلافِ اولیٰ ہے۔

افیونی کو کھانا کھلایا جاسکتا ہے مگر پیسہ

نہ دیا جائے جبکہ معلوم ہو کہ افیون میں صرف

کرے گا۔

صحیح یہی ہے کہ دوا میں بھی شراب کا استعمال

جائز نہیں۔

مذہب

۲۰۵

۶۴

۶۴

۶۴

- ۲۰۶ جہاں چیزوں میں کثیر مسکرا حرام ہے۔
- ۲۰۷ بھنگ اور افیون کا نشہ حرام مگر یہ نجس نہیں
- ۲۰۸ حرام کرنا اور اس کی رائے دینا دونوں حرام ہے۔
- ۲۰۹ خالص پانی بھی دودھ شراب کی طرح پینا منع ہے۔
- ۲۱۰ زرخیت کو اپنے صرف میں نہ لائے اس لئے کر یہ مانع اجابت دعا ہے۔
- ۲۱۱ عوام کو یہ حکم ہے کہ علمائے معتدین کے فتویٰ پر عمل کریں نہ کہ ہر کس و ناکس کے۔
- ۲۱۲ مواضعات کا دخل رہن جس کا آجکل رواج ہے محض حرام ہے۔
- ۲۱۳ جھوٹی بات پر قرآن مجید کی قسم کھانا یا اٹھانا سخت عظیم گناہ ہے اور سچی بات پر بلا ضرورت نہ چاہئے۔
- ۲۱۴ دعوت کا کھانا برسبیل اباحت ہوتا ہے بغیر اذن مالک اس میں تصرف جائز نہیں۔
- ۲۱۵ یتیم خانہ میں دیئے گئے کپڑے اگر بیکار ہوں تو ان کو درست کر کے استعمال کرنا یا اس کو فروخت کر کے مصروفیتا میں لانا درست ہے۔
- ۲۱۶ جو مصاحف وقف یتیم خانہ میں ضرورت سے زائد ہوں ان کو ہدیہ کر کے حشر چ کر سکتے ہیں۔
- ۲۱۷ یتیم خانہ کے چند سے یتیموں کے ختنہ اور یتیم بچیوں کی شادی میں معمولی طور پر حشر چ کر سکتے ہیں۔
- ۲۱۸ متفرقات
- ۲۱۹ یہ خیال کہ روز قیامت حقہ پینے والے سے حضور رؤفے انور پھیر لیں گے، محض افترا ہے۔
- ۲۲۰ دکان اس شرط پر لینا کہ جو کچھ اس پر خرچ ہو گا کروں گا منافع بھی لوں گا اور جب میرا روپیہ واپس ہو گا تو دکان مدت معینہ گزرنے پر چھوڑ دوں گا۔
- ۲۲۱ عوام اور آج کل کے قانون دان نئے تلفظ یا کاغذ کی تحسیر کو قبضہ سمجھتے ہیں یہ غلط ہے۔
- ۲۲۲ مجرور جسٹری یا کوئی تحریر کوئی چیز نہیں جب تک گواہان سے ثابت نہ ہو۔
- ۲۲۳ درمختار میں ہے کہ زوجین پر رد نہیں اور جو رد علی الزوجین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس میں کلام ہے۔
- ۲۲۴
- ۲۲۵
- ۲۲۶
- ۲۲۷
- ۲۲۸
- ۲۲۹
- ۲۳۰
- ۲۳۱
- ۲۳۲
- ۲۳۳
- ۲۳۴
- ۲۳۵
- ۲۳۶
- ۲۳۷
- ۲۳۸
- ۲۳۹
- ۲۴۰
- ۲۴۱
- ۲۴۲
- ۲۴۳
- ۲۴۴
- ۲۴۵
- ۲۴۶
- ۲۴۷
- ۲۴۸
- ۲۴۹
- ۲۵۰
- ۲۵۱
- ۲۵۲
- ۲۵۳
- ۲۵۴
- ۲۵۵
- ۲۵۶
- ۲۵۷
- ۲۵۸
- ۲۵۹
- ۲۶۰
- ۲۶۱
- ۲۶۲
- ۲۶۳
- ۲۶۴
- ۲۶۵
- ۲۶۶
- ۲۶۷
- ۲۶۸
- ۲۶۹
- ۲۷۰
- ۲۷۱
- ۲۷۲
- ۲۷۳
- ۲۷۴
- ۲۷۵
- ۲۷۶
- ۲۷۷
- ۲۷۸
- ۲۷۹
- ۲۸۰
- ۲۸۱
- ۲۸۲
- ۲۸۳
- ۲۸۴
- ۲۸۵
- ۲۸۶
- ۲۸۷
- ۲۸۸
- ۲۸۹
- ۲۹۰
- ۲۹۱
- ۲۹۲
- ۲۹۳
- ۲۹۴
- ۲۹۵
- ۲۹۶
- ۲۹۷
- ۲۹۸
- ۲۹۹
- ۳۰۰
- ۳۰۱
- ۳۰۲
- ۳۰۳
- ۳۰۴
- ۳۰۵
- ۳۰۶
- ۳۰۷
- ۳۰۸
- ۳۰۹
- ۳۱۰
- ۳۱۱
- ۳۱۲
- ۳۱۳
- ۳۱۴
- ۳۱۵
- ۳۱۶
- ۳۱۷
- ۳۱۸
- ۳۱۹
- ۳۲۰
- ۳۲۱
- ۳۲۲
- ۳۲۳
- ۳۲۴
- ۳۲۵
- ۳۲۶
- ۳۲۷
- ۳۲۸
- ۳۲۹
- ۳۳۰
- ۳۳۱
- ۳۳۲
- ۳۳۳
- ۳۳۴
- ۳۳۵
- ۳۳۶
- ۳۳۷
- ۳۳۸
- ۳۳۹
- ۳۴۰
- ۳۴۱
- ۳۴۲
- ۳۴۳
- ۳۴۴
- ۳۴۵
- ۳۴۶
- ۳۴۷
- ۳۴۸
- ۳۴۹
- ۳۵۰
- ۳۵۱
- ۳۵۲
- ۳۵۳
- ۳۵۴
- ۳۵۵
- ۳۵۶
- ۳۵۷
- ۳۵۸
- ۳۵۹
- ۳۶۰
- ۳۶۱
- ۳۶۲
- ۳۶۳
- ۳۶۴
- ۳۶۵
- ۳۶۶
- ۳۶۷
- ۳۶۸
- ۳۶۹
- ۳۷۰
- ۳۷۱
- ۳۷۲
- ۳۷۳
- ۳۷۴
- ۳۷۵
- ۳۷۶
- ۳۷۷
- ۳۷۸
- ۳۷۹
- ۳۸۰
- ۳۸۱
- ۳۸۲
- ۳۸۳
- ۳۸۴
- ۳۸۵
- ۳۸۶
- ۳۸۷
- ۳۸۸
- ۳۸۹
- ۳۹۰
- ۳۹۱
- ۳۹۲
- ۳۹۳
- ۳۹۴
- ۳۹۵
- ۳۹۶
- ۳۹۷
- ۳۹۸
- ۳۹۹
- ۴۰۰



# کتاب المداینات

## (مداینات کا بیان)

مسئلہ از اجین مکان میر خادم علی صاحب الشیخ ہرسلہ ملا حاجی یعقوب علی خاں  
۲۱ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین عظام شرع نبیؐ اس مسئلہ میں کہ ہندو کفار سے کسی اہل اسلام نے قرضہ لیا تھا اور قضا عند اللہ وہ قرض خواہ واصل جہنم ہوا اور اس کا کوئی ورثہ باقی نہیں تو اس کے قرضہ کے ادا کی کیا صورت ہے؟ بدینوا تو جروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

### الجواب

جو شخص مر جائے اور کوئی وارث نہ چھوڑے نہ کسی کے نام وصیت کی ہو تو اس کے مال کا مستحق بیت المال ہے اور بیت المال کے ایسے مال کے مستحق مذہب جمہور پر فقراء مساکین عاجزین ہیں کہ ان کے کھانے پینے، دوا دارو، کفن و دفن میں صرف کیا جائے۔ درمختار میں ہے:

وسر البعھا الضوائع مثلاً مالا  
یکون لہ اناس وارثون لہ  
اور ان میں چهارم ضوائع (گرہی پڑی اشیاء) ہیں  
مثلاً وہ شے جس کا لوگوں میں سے کوئی وارث نہ ہو۔

ردالمحتار میں ہے:

الضوائع ای اللقطات وقوله مثل ما لا  
ای مثل تركه لا وارث لها أصلاً ولها  
وارث لا يرد عليه، فصرفه المشهور  
اللقيط الفقير والفقراء الذين لا أولياء  
لهم فيعطى منه نفقتهم وأدويتهم  
وكفنتهم وعقل جنائيتهم كما في الزيلعي  
وغیره وحاصله ان مصرفه العاجزون  
الفقراء آله ملتقطاً۔

ضوائع یعنی لقطے (گری پڑی اشیاء) پس ماتن  
کا قول "مثل ما لا" یعنی اس ترکہ کی مثل جس کا  
سرے سے کوئی وارث نہ ہو یا ایسا وارث ہو  
جس پر (بچا ہوا ترکہ) رد نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ  
اس کا مشہور مصرف وہ لقیط ہے جو محتاج ہو  
اور وہ فقراء ہیں جن کے لئے کوئی ولی نہ ہوں،  
اس میں سے ان کو خرچہ، دوائیں، کفن کے اخراجات  
اور جنایات کی دیتیں دی جائیں گی جیسا کہ ذیل میں  
وغیرہ میں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس کا مصرف  
عاجز فقراء ہیں آھ التقاطاً۔ (ت)

اور یہ حکم جیسا ماں مسلم کے لئے ہے یہی مال کا فر کے لئے بھی، عالمگیری میں ہے:

من مات من اهل الذمة ولا عاقل له  
فماله لبیت المال كذا في الاختیار  
شرح المختار

ذیموں میں سے کوئی مر گیا اور اس کا کوئی وارث  
نہیں تو اس کا مال بیت المال میں رکھا جائیگا۔  
اختیار شرح مختار میں یہی ہے۔ (ت)

پس ایسی صورت میں وہ مال فقراء کو دے دے نہ اس نیت سے کہ اس صدقہ کا ثواب اس  
کافر کو پہنچے کہ کافر اصلاً اہل ثواب نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ خبیث مر گیا اور موت مزیل ملک ہے تو اب  
وہ اس مال کا مالک نہ رہا بلکہ حق بیت المال ہوا تو فقراء کو بذریعہ استحقاق مذکور دیا جاتا ہے۔ واللہ  
سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از بنارس محلہ پز کنندہ مرسلہ مولوی عبدالحمد صاحب ۲۵ رجب المرجب ۱۳۱۲ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ابقاہم اللہ تعالیٰ الی یوم الدین، اس میں کہ  
زید اکبر آباد سے چل کر شب کو تین بجے دہلی کے اسٹیشن پر اترا اور وہاں سے تین آنے کو ایک

لہ ردالمحتار کتاب الزکوۃ باب العشر دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۸/۲  
لہ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الغرائض الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۴۵۴/۶

گاڑی کے سرائے میں آیا اور وہاں اگر گاڑی بان کو کرایہ دینے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا تو پیسے نہ تھے گاڑی بان سے کہا کہ صبح کو آن کر لے لینا، اس نے کہا اچھا، زید صبح کو دس بجے تک اسٹیشن پر گاڑی بان کا منتظر رہا وہ نہ آیا بعد دس بجے کے زید شہر میں اپنا کام کرنے کو چلا گیا اپنے سب کام سے فارغ ہو کر شام کی گاڑی میں سوار ہو کر اپنے گھر چلا آیا وہ گاڑی بان کا کرایہ اس کے ذمے رہے گا تو اس کو زید کب کیسے ادا کرے؟  
 بیٹو! تو جبروا۔

## الجواب

اسٹیشن پر جانے والی گاڑیاں اگر کوئی مانع قوی نہ ہو تو ہر گاڑی کہ آمد و رفت پر ضرور آتی جاتی ہیں۔ اگر زید اسٹیشن پر تلاش کرتا ملنا آسان تھا اب بھی خود یا بذریعہ کسی متدین معتمد کے تلاش کرائے اگر ملے دے دئے جائیں ورنہ جب یاس و ناامیدی ہو جائے اس کی طرف سے تصدق کو دے اگر پھر کبھی وہ ملے اور اس تصدق پر راضی نہ ہو اُسے اپنے پاس سے دے،

کہا ہوشان اللقطۃ و سائر الضوائع۔ جیسا کہ لقطہ اور دیگر گری پڑی اشیاء کا حال

ہوتا ہے۔ (ت)

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

اس پر قرضے اور مظالم ہیں جن کے مالکوں کا پتہ نہیں اور وہ مقروض ان مالکوں کی معرفت سے ناامید ہو چکا ہے تو اس پر ان قرضوں کے برابر اپنے مال سے صدقہ کرنا ضروری ہے اگرچہ اس کا سارا مال اس میں ختم ہو جائے، ہمارے ائمہ کا یہی مذہب ہے۔ ہمارے علم میں ان کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ جیسے کسی شخص کے پاس ایسا سامان ہو جس کے مستحقین معلوم نہیں قرضوں کو اجناس پر قیاس کرتے ہوئے، اور جب اس نے ایسا کر دیا یعنی صدقہ کر دیا تو آخرت میں اصحاب دیون کی طرف اس پر سے مطالبہ ساقط ہو گیا۔

(علیہ دیون و مظالم جہل اس بابہا  
 لا یس) من علیہ ذالک (من معرفتہم  
 فعلیہ التصدق بقدر ما من  
 مالہ و ان استغرقت  
 جمیع مالہ) هذا مذہب  
 اصحابنا لانعلم بینہم خلافا  
 کمن فی یدہ عروض لم یعلم  
 مستحقہا اعتبارا للدیون  
 بالاعیان (و) متى فعل  
 ذلک (سقط عنه المطالبة  
 من اصحاب الديون (فی العقبی) محبتی

کتاب اللقطۃ

لہ الدر المختار

مطبوعہ مجتبیٰ دہلی

انہیں میں ہے :

(فان جاء مالكمها) بعد الصدق (خیر)  
 میں اجازت فعلہ ولو بعد ہلاکھا)  
 ولہ ثوابها (او تضمینہ) - واللہ سبحنہ  
 وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از بنارس محلہ کنڈی گڈھ ٹولہ مسجد بی بی راجی شفا خانہ مولوی حکیم عبد الغفور صاحب شعبان ۱۳۱۲  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید صاحب علاقہ وجاہد اپنا ایک موضع جس میں گودام  
 بیل اس کے متعلق مکانات و بنگلہ و اصطبل و گاڑی خانہ وغیرہ تھے و قدرے اپنے دوسرے موضع سے  
 بعوض چھ ہزار روپے کے بدست عمر و بیع میعادی مدت دس سال کی کرتا ہے اور خالد عم زادہ زید جس کا  
 کاروبار سب زید سے علیحدہ ہے عمر و مشتری سے یہ شرط کرتا ہے کہ بیع میعادی کر لو سارا انتظام اس موضع  
 کا ہم بطور ٹھیکہ دار کریں گے فقط تم کو نفع دو سو روپے سالانہ دیا کریں گے اور باقی بعد  
 ادائے مال گزاری سرکار و دیگر مصارف ہم لیں گے ہم اس کے ذمہ کار ہیں اور کسی امر سے تم کو تعلق نہ رہے گا  
 و وقت انقضائے میعاد فوراً تمہارا روپیہ ادا کر دیا جائے گا اور اگر اندر میعاد تم اپنا روپیہ چاہو گے تو قبل  
 چند ماہ ہم کو اطلاع دینا کہ ہم یعنی زید روپیہ واپس کر دیں گے اور اگر اندر میعاد ہم کو روپیہ مہیا ہو جائے گا  
 تو ہم دے کر اپنی جائیداد واپس لیں گے اور کسی نوع کی مداخلت تم کو حاصل نہ رہے گی یہ قول خالد ٹھیکہ دار  
 کا ہے اگر عمر و شرط مذکور کے ساتھ معاملہ کر لے تو جائز ہو گا یا نہیں ؟ در صورت عدم جواز کے کس طور سے  
 معاملہ مذکور تو جائز ہو سکتا ہے ؟

### الجواب

یہ صورت بیع وفا کی ہے اور بیع وفاء مذہب محقق و منقح میں عین رہن ہے۔

فی رد المحتار قد منا انفاعن جواہر  
 الفتاویٰ انہ الصحیح قال فی  
 الخیرۃ والذی علیہ الاکثر  
 رد المحتار میں ہے ابھی ابھی ہم جواہر الفتاویٰ کے  
 حوالے سے بیان کر چکے ہیں کہ یہ صحیح ہے۔ فتاویٰ  
 خیرہ میں ہے اکثر علماء کا موقف یہ ہے کہ

انه رهن لا يفترق عن الرهن في حكم  
من الاحكام قال السيد امام قلت للامام ابی الحسن  
الما تریدی قد فشا هذا البیع بیعت  
الناس وفيه مفسدة عظيمة وفتواك انه  
رهن وانا ايضا على ذلك فالصواب  
ان تجمع الائمة وتتفق على هذا  
ونظيرها بیعت الناس فقال المعتبر  
اليوم فتوانا وقد ظهر ذلك بين الناس  
فمن خالفنا فليبرئ نفسه و ليقم  
دلیلہ الخ۔

یہ رہن ہے اور کسی حکم میں یہ رہن سے مختلف نہیں ہے۔  
سید امام نے فرمایا میں نے ابو الحسن ماتریدی سے  
کہا کہ یہ بیع لوگوں میں پھیل گئی ہے اور اس میں  
فساد عظیم ہے جبکہ آپ کا فتویٰ ہے کہ یہ رہن ہے  
اور میں بھی اسی پر قائم ہوں۔ چنانچہ درست بات  
یہ ہے کہ ہم ائمہ کو اس پر جمع کر کے متفق ہوں اور  
اس کو لوگوں میں ظاہر کریں، تو انھوں نے فرمایا  
کہ اس وقت ہمارا فتویٰ معتبر ہے اور وہی لوگوں  
میں ظاہر ہے تو جو ہماری مخالفت کرے وہ اپنا  
موقف ظاہر کرے اور اس پر دلیل قائم کرے (ت)

اور رہن میں کسی طرح کے نفع کی شرط بلاشبہ حرام اور خالص سود ہے بلکہ ان دیار میں مرہن کا  
مرہن سے انتفاع بلا شرط بھی حقیقتہً بحکم عرف انتفاع بالشرط رہائے محض ہے۔

قال الشافعی قال ط قلت والغالب من  
احوال الناس انهم انما يريدون  
عند الدفع الانتفاع ولو لاهل اعطاه  
الدم اھم وهذا بمنزلة الشرط  
لان المعروف كالمشروط وهو مما یعین  
المنع ۛ

شافعی نے کہا کہ ط نے فرمایا میں کہتا ہوں غالب  
حال لوگوں کا یہ ہے کہ وہ رہن سے نفع کا ارادہ  
رکھتے ہیں اگر یہ توقع نہ ہو تو قرض ہی نہ دیں اور  
یہ بمنزلة شرط کے ہے کیونکہ معروف مشروط کے حکم  
میں ہوتا ہے۔ یہ بات عدم جواز کو متعین  
کرتی ہے۔ (ت)

بالجملہ جبکہ دیہات اس بیع بے معنی کے سبب ملک زید سے نکلے تو عمر کو ان کی توفیر سے کسی جز کا  
استحقاق نہیں، نہ وہ ملک غیر کو اجارہ پر دے سکتا ہے، نہ رہن و اجارہ ہرگز جمع ہو سکتے ہیں، نہ یہ  
صورت اجارہ دیہات کہ ان بلاد میں جاری جس کا حاصل اجارہ توفیر و محاصل ہوتا ہے نہ اجارہ زمین  
کہ وہ تو اجارہ مزارعین زمین ہے، کسی طرح صورت جواز نہیں کہتی ہے کہا حقیقتاً بتوفیق اللہ تعالیٰ



فی فتاویٰ (جیسا کہ اس کی تحقیق ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم اپنے فتاویٰ میں کر چکے ہیں۔ ت) غرض یہ حیلہ باطلہ اصلاً بکار آمد نہیں، ہاں اس کی صورتوں میں ایک صورت یہ ہے کہ مثلاً زید چھ ہزار روپے عمرو سے دس سال کے وعدے پر لیا جاتا ہے اور عمرو ڈھائی سو روپے سال نفع کا خواستگار ہے تو زید اپنی کوئی شے عمرو کے ہاتھ چھ ہزار روپے نقد کو بیچے اور عمرو روپے ادا کر کے شے بیع پر قبضہ کر لے اس وقت تک کوئی ذکر و شرط درمیان نہ ہو اس بیع کو صرف زبانی طور پر بیلائیں بلکہ حقیقتاً بیع مقصود ہو۔ پھر عمرو وہی شے زید کے ہاتھ آٹھ ہزار یا سو روپے بوجہ دہ سال فروخت کرے، یہ زیادت کہ ایک بیع صحیح میں بتراضی طرفین ہوئی حلال و روا ہے۔ فتاویٰ امام اجل قاضی خان میں ہے :

سجل له على رجل عشرة دراهم فاراد ان يجعلها ثلثة عشر الى اجل قالوا يشتري من المديون شيئاً بتلك العشرة ويقبض المبيع ثم يبيع من المديون بثلثة عشر الى سنة فيقع التجو عن الحرام ومثل هذا مروى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم انه امر بذلك رجل طلب من رجل دراهم ليقرضه بده دوانده فوضع المستقرض متاعاً بين يدي المقرض فيقول للمقرض بعث منك هذا المتاع بمائة درهم فيشترى المقرض ويدفع اليه الدراهم وياخذ المتاع ثم يقول المستقرض لعني هذا المتاع بمائة وعشرين فيبيعه ليحصل للمستقرض مائة درهم ويعود اليه متاعه ويجب للمقرض عليه مائة وعشرون درهماً ثم مل جاتين اور اس کا سامان بھی اس کے پاس لوٹ آئے اور قرض دہندہ کے لئے اس پر ایک سو بیس لے فتاویٰ قاضی خاں کتاب البیع فصل فیما یكون فراراً عن الربو نوکشو لکھنو ۲۰۶/۲

ایک شخص کے دوسرے پر دس درہم قرض ہیں اور وہ چاہتا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد وہ تیرہ درہم ہو جائیں تو علماء نے کہا کہ وہ مقروض سے انہی دس درہموں میں کوئی شے خریدے اور اس کو اپنے قبضہ میں لے کر پھر تیرہ درہم کے عوض ایک سال کے ادھار پر بیویوں کے ہاتھ فروخت کر دے تو اس طرح حرام سے اجتناب قیام ہو جائیگا اسی کی مثل نبی کریم صلی علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا: ایک شخص نے دوسرے سے دس درہم قرض مانگا اس شرط پر کہ وہ بارہ درہم واپس کرے گا تو قرض خواہ اپنی کوئی چیز قرض دہندہ کے سامنے رکھ کر کہے کہ میں نے یہ چیز سو درہم کے عوض تمہارے ہاتھ فروخت کی۔ قرض دہندہ اس کو خرید کر سو درہم ادا کر دے اور وہ چیز اپنے قبضہ میں لے لے۔ پھر قرض خواہ کہے کہ یہ چیز تو میرے ہاتھ ایک سو بیس درہم میں فروخت کر دے تاکہ قرض خواہ کو سو درہم بھی مل جائیں اور اس کا سامان بھی اس کے پاس لوٹ آئے اور قرض دہندہ کے لئے اس پر ایک سو بیس لے

درہم واجب ہو جائیں الخ۔ (ت)

پھر اگر زید معاد کے اندر زر اصل یعنی چھ ہزار روپے ادا کرے گا تو بحساب دو سو پچاس روپے سالانہ اس وقت تک جتنا لازم ہوا ہوگا اسی قدر ادا کرنا ہوگا مثلاً پانچ برس میں روپے ادا کر دئے تو صرف ساڑھے بارہ سو زیادہ ہونگے اور دوسرے میں تو فقط پانچ سو اور چھ مہینے میں تو صرف سو سو و علیٰ ہذا القیاس، تنویر الابصار و درمختار میں ہے :

قضى المديون الدين المؤجل قبل الحلول  
او مات فحل بموته فاخذ من تركته لياخذ  
من المرابحة التي جرت بينهما الا بقدر  
ما مضى من الايام وهو جواب المتأخرين  
قنيه وبه افق المرحوم ابو السعود افندى  
مفتى الروم وعلله بالرفق للجانبين  
ابو السعود آفندى نے یہی فتویٰ دیا اور دونوں جانبوں کی رعایت کو اس کے علت قرار دیا ہے۔ (ت)

مدیون نے دین مؤجل کو معاد سے پہلے ادا کر دیا  
مدیون مر گیا جس کی بنا پر دین حالی ہو گیا (مؤجل  
نہ رہا) چنانچہ میت مدیون کے ترکہ سے لے لیا گیا  
تو اب قرض خواہ وہ نفع نہ لے جو اس کے اور مدیون  
کے درمیان طے پایا تھا مگر بقدر ایام گزشتہ کے  
اور یہی جواب متأخرین کا ہے (فتیہ) اور مفتی روم  
رد المحتار میں ہے :

قوله لا يأخذ من الزم صورته اشترى  
شيئا بعشرة نقدا وبعده لأخر بعشرين  
الى أجل هو عشرة أشهر فاذا قضاها بعد  
تمام خمسة اومات بعدها يأخذ خمسة  
ويترك خمسة لله والله تعالى اعلم.

ماتن کا قول لا يأخذ من الخ اس کی صورت یہ  
ہے کہ کوئی چیز دس درہم نقد کی خریدی اور دوسرے  
کے ہاتھ بیس درہم کے عوض دس مہینے کے ادھار  
پر فروخت کی۔ پھر مدیون نے اگر پانچ ماہ بعد  
مٹن ادا کر دیا یا پانچ ماہ بعد وہ مر گیا تو صاحب  
پانچ درہم نفع لے اور پانچ درہم چھوڑ دے۔ واللہ  
تعالیٰ اعلم (ت)

۲۵ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

از گوالیار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مثلاً ہندہ کا شوہر زید فوت ہوا اُس نے مال از قسم

زیور و کپڑے اور مکانات چھوڑے اور مہر ہندہ کا اس جائد مٹروکہ زید سے زائد ہے اور ہندہ نے اپنے دین مہر میں جو جائد کہ شوہر ہندہ نے چھوڑی اور ہندہ کے قبضہ میں ہے تو بعد فوت ہو جانے اپنے شوہر کے جائد مذکور کو ہندہ لے لے تو ہندہ کو لے لینا اس جائد کا پہنچتا ہے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ بعد فوت ہونے شوہر کے ہندہ نے وقت تیار ہونے جنازہ اپنے شوہر کے دین مہر اپنا جو ذمہ شوہر اپنے کے تھا وہ معاف کر دیا حالانکہ ہندہ معاف کرنے مہر سے انکار کرتی ہے تو کیا ہندہ کے مہر میں وراثت جاری ہوگی یا نہیں؟ اور دوسرے وارث زید کا دعویٰ دین مہر میں چل سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو بھروا۔

### الجواب

تقریر و بیان سائل سے ظاہر ہوا کہ جائد اگرچہ پہلے سے قبضہ ہندہ میں ہے مگر زید نے اپنی حیات میں یہ مال و جائد ہندہ کو اس کے مہر میں نہ دیا تھا بلکہ خود ہندہ نے بعد فوت شوہر ترکہ شوہر اپنے دین مہر میں لے لیا پس صورت مستفسرہ میں جبکہ حسب الظہار سائل تعداد زر مہر قیمت ترکہ سے زائد ہے تو وارثوں کے لئے ترکہ میں اصل ملک ثابت نہ ہوتی۔ اشباہ والنظائر میں ہے:

الدين المستغرق للتركة ينعى حلك الوارث  
جو قرض تمام ترکہ کو محیط ہو وہ ملک وارث سے مانع ہوتا ہے۔ (ت)

ترکہ میں جس قدر زر نقد تھا ہندہ کا اسے اپنے مہر میں لے لینا صحیح و واجب ہوا اور اتنے روپے مہر میں ادا ہو گئے۔ عالمگیری میں ہے:

ان ترك الميت صامتا مثل مهرها  
كان لها ان تاخذ مهرها من  
الصامت لانها خفرت بجنس حقها۔  
اگر میت نے اپنی بیوی کے مہر کے برابر نقدی چھوڑی تو وہ اس میں سے اپنا مہر وصول کر سکتی ہے کیونکہ وہ اپنے حق کی جنس کو وصول کرنے پر قادر ہو گئی ہے۔ (ت)

باقی مال نہ تو وارث بے ادائے بقیہ مہر اپنی میراث میں لے سکتے ہیں نہ ہندہ بے رضا مستدی دیگر ورثہ اپنے مہر میں لے سکتی ہے بلکہ اسے بیچ کر ہندہ کا باقی مہر اور اسی طرح اور دین بھی اگر ذمہ زید ہو ادا کیا جائے گا اور کوئی وارث کچھ نہ پائے گا خواہ دیگر ورثہ اپنے پاس سے مد وغیرہ دین ادا کر کے جائد ادا

بیع سے بچالیں۔ اشباہ میں ہے :

للوامرث استخلاص التركة بقضاء  
الدين ولو مستغرقا به  
وارث کو حق پہنچتا ہے کہ وہ میت کا قرض ادا کر کے  
ترکہ کو بیع سے بچالے (ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ لوگوں کا وہ بیان معافی مہربہ ثبوت شرعی ثابت نہ ہو یعنی اگر دو مرد  
یا ایک مرد و دو عورت مسلمان نمازی پر ہیز گار جو نہ کسی گناہ کبیرہ میں مبتلا ہوں نہ کسی گناہ صغیرہ میں اصرار  
رکھتے ہوں نہ کوئی فعل سفلہ میں آوارہ وضعی کا کرتے ہوں اور ان کی عقل و یاد قابل اعتماد ہو اور اس  
معاملہ میں ان کا بیان گمان و تہمت طرفداری سے پاک ہو (کہ ان سب شرائط کی تفصیل کتب فقہ میں  
مذکور ہے) ایسے گواہ شہادت شرعیہ دیں کہ ان کے سامنے ہندہ نے مہر معاف کر دیا تو معافی ثابت  
ہو جائے گی اور ہندہ دعویٰ مہر نہ کر سکے گی اور اگر گواہوں میں ان سات شرطوں میں سے ایک بھی کم ہے  
تو ان کا بیان نامقبول اور دعویٰ ہندہ مبسوط و نامعقول پھر بر تقدیر ثبوت معافی مہر ہندہ میں دیگر ورثہ کا  
کوئی دعویٰ نہیں یہ محض جہالت ہے معافی کے یہ معنی کہ وہ باوجود ذمہ زید پر تھا ساقط ہو گیا نہ یہ کہ  
کوئی مال زید کو ملا جس میں وارث حصہ دار ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۱ جمادی الآخرہ ۱۴۱۴ھ

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے یافتنی مبلغ نوٹے روپے ذمہ بکر کے  
واجب الادا ہیں جس کا اقرار بکر نے زید سے کیا کہ مبلغ نوٹے روپے عرصہ نو سال میں بحساب دس روپے  
سالانہ ادا کیا کروں گا روپیہ آخر سال فصل پر دیا کروں گا اگر کسی سال کاروپیہ وعدہ مندرجہ اقرار نامہ  
ادانہ کروں تو کل روپیہ کمشت فوراً ادا کروں گا اور زید کو اختیار ہے کہ بشرط وعدہ خلافی ایک قسط کے  
کل روپے کمشت مجھ سے لے لے۔ تو اب یہ امر دریافت طلب ہے کہ در صورت وعدہ خلافی ایک قسط  
کے کل روپیہ کمشت واجب الادا ہو یا نہیں؟ بتیو تو جروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

صورت مسئلہ میں بلاشبہ کل روپیہ کمشت واجب الادا ہو گیا۔ فتاویٰ خلاصہ، فتاویٰ بزازیر و  
طحاوی علی الدر المختار میں ہے :

لو قال كلما حل نجم ولم تسد  
اگر کہا کہ وقت مقررہ پر قسط ادا نہ کی گئی تو مال



فالمال حال صح وصار حالاً و الله  
تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از اربعین مکان میر خاوم علی صاحب اسسٹنٹ  
مرسلہ حاجی یعقوب علی صاحب  
۱۱ محرم الحرام ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے ذوی الاحترام و مفتیان پابند شرع خیر الانام اس مسئلہ میں کہ ہری سنگھ  
چودھری کا قرضہ واجب الادا رحیم الدین پر ہے اور دونوں فوت ہو گئے اور کوئی وارث شرعی نہیں رکھتے  
کہ قرض ادا کیا جائے کیونکہ قرضہ غیر مسلم پر ہے تو یہ لایک دوسرے کی نیکی پر موقوف ہے اسی سوائے ایمان  
کے نیکی اس کے قرض خواہ کو دینا لائق اعتبار اور اگر معرا اعمال نیک ہے تو مدعا علیہ کی نیکی بدعی کو دینا  
لابد اور مدعا علیہ بری اور کافر مستحق نیکی نہیں کہ اہل اسلام ہو کہ اس کی بدی سوائے شرک و کفر اور نہیں  
اور شرک و کفر اہل اسلام پر عام نہیں ہوتا اس صورت میں تصفیہ اہل اسلام اور اہل نار کس طور سے  
ہو گا بیان فرمادیں بحوالہ المکتب۔

### الجواب

اگر وہ کافر عربی ہے تو اس کے مال کے سبب مسلمان پر حق العبد لازم نہیں جس کا تصفیہ دیکار  
فان امراہم مباحة غیر معصومة (کیونکہ عربی کافروں کا مال مباح ہے معصوم نہیں۔ ت) یاں  
بطور غدر و عہد شکنی لیا ہو گناہ و حق اللہ ہے جس پر مواخذہ یا عفو اللہ عز و جل کی مشیت میں ہے،  
الاتری ان من دخل دارہم مستأمناً  
فاخذ غدرًا فاحسن بدارنا ملک  
ملکا خبیثا فالخبث للقدرو الملک  
للاستیلاء علی مال مباح فالاحراز  
انما هو شرط التملک لا انتفاء  
العصمة امرأیت ان اغار  
مسلمون علی دار الحرب  
فغنموا اموالا فما تواتوا قبل ان

کیا تو نہیں دیکھتا کہ جو مسلمان امن لے کر حربوں  
کے ملک میں گیا اور ان کا مال دھوکہ سے اپنے  
ملک میں سمیٹ لایا تو ملک خبیث کے ساتھ مالک  
ہوا خبیث تو دھوکہ کی وجہ سے اور ملک اس لئے  
کہ مال مباح پر قابض ہوا ہے۔ لہذا اس مال کو  
قبضہ میں لے کر محفوظ کرنا مالک ہونے کے لئے شرطا  
ہے عصمت کے منتفی ہونے کی وجہ سے بھلا دیکھو  
تو اگر مسلمان دار الحرب پر حملہ آور ہو کر مال غنیمت



يَحْرُومُوا وَلَهُ تَصَلُّ الْأَمْوَالِ إِلَى مَنْ أَخَذَتْ  
مِنْهُ أَتَكُونُ الْحَرْبِيُّونَ خَصْمَاءَ الْمُسْلِمِينَ  
فِي ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ كَلَّا فَعَلِمَ أَنْ الْأَثَمَ  
فِي الْغَدْرِ لِحَقِّ الشَّرْعِ لَا لِحَقِّ الْكَافِرِ -

پاتیں اور اس کو جمع کر کے محفوظ مقام تک پہنچانے سے  
قبل ہی مر جائیں تو کیا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس مال  
کے بارے میں وہ حربی کفار مسلمانوں سے مخاصمہ  
کرینگے؟ ہرگز نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ دھوکہ کی صورت  
میں گناہ حق شرع کی وجہ سے ہے نہ کہ حق کافر کی وجہ سے۔

اور وہ کافر ذمی ہے تو اگر یہ قرض اس نے سچی نیت سے لیا اور اس کے ادا کا قصد رکھتا تھا اور  
قدرت نہ پائی کہ مر گیا تو مسلمان پر اس کے باعث عذاب نہ ہوگا کہ قرض لینا گناہ نہیں اور ادا پر قادر نہ ہونا  
اس کا فعل نہیں۔ اور اللہ عز وجل بے کسی گناہ کے عذاب نہیں فرماتا۔ رہا اس کا حق اُسے اللہ تعالیٰ  
جس طرح چاہے راضی فرما دے گا اگرچہ اس پر کسی عذاب یا بول کی تخفیف سے ہر کافر پر کفر و معاصی سب  
کے سبب عذاب ہے۔ قال تعالیٰ،

مَا سَلَكَ فِي سَقَرٍ، قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمَصْلُومِينَ  
الْآيَةُ -  
مسلمان کافروں سے کہیں گے تمہیں کس چیز نے جہنم  
میں پہنچایا تو وہ کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے (ت)  
جزا کر تغلیل فی النار والعذاب ہے اس میں تخفیف امکان شرعی نہیں رکھتی،

فَانِ التَّخْفِيفُ فِي التَّابِيدِ الْبَطَالِ  
لَهُ سَأْوَ فِيهِ تَبْدِيلُ الْقَوْلِ وَهُوَ  
مَحَالٌ -  
ہمیشگی میں تخفیف اس کا ابطال ہے اور اس  
میں قول باری تعالیٰ کی تبدیلی لازم آتی ہے  
جو کہ محال ہے۔ (ت)

باقی بالائی عذابوں ہولوں میں حسب ارادۃ الہیہ تخفیف سے کوئی مانع نہیں، اور رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِرَبِيدٍ أَدَّاهَا  
أَدَّى اللَّهُ عَنْهُ - رواه أحمد و البخاری  
و ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔  
جو لوگوں کا مال برارادۃ ادا لے اللہ تعالیٰ اسکی  
طرف سے ادا فرما دے (اس کو امام احمد، بخاری  
اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ  
عنه سے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :  
 من ادا ان دینا سوی قضاء اداہ اللہ عنہ  
 یوم القیمة - رواہ الطبرانی فی الکبیر عن  
 میمونۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند  
 صحیحہ -  
 جو کوئی دین اپنے ذمہ کرے اور اس کی ادا کی  
 نیت رکھتا ہے اللہ عز و جل روز قیامت اسکی  
 طرف سے ادا فرما دے (اس کو طبرانی نے  
 معجم کبیر میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے  
 بسند صحیح روایت کیا۔ ت)

اور اگر بدعتی اور ناجائز طریقے سے یا تضرور گناہ و حق العبد ہے ذمی کا مال معصوم ہے اور وہ ان حقوق میں  
 مثل مسلمانوں کے سمجھا جاتا ہے اس صورت میں علماء فرماتے ہیں کہ اس کا بدلہ عذاب ہی ہے، والعیاذ  
 باللہ تعالیٰ۔ ولہذا فرماتے ہیں کہ ذمی کا حق مسلمان کے حق سے سخت تر ہے۔ فتاویٰ خانیہ آخر کتاب الغصب  
 میں ہے :

مسلم غصب من ذمی مالا او سرق منه  
 فانه یعاقب بہ یوم القیمة لانه اخذ  
 مالا معصوما والذمی لا یرجی منه العفو  
 و یرجى ذلك من المسلم فکانت خصوصۃ  
 الذمی اشد عند الخصومة لا یعطى ثواب  
 طاعة المسلم الکافر لانه لیس من  
 اهل الثواب ولا وجه ان یوضع علی  
 المسلم وبال کفر الکافر فیتقی فی  
 خصوصته علیہ  
 کسی مسلمان نے ذمی کا مال غصب کیا یا چوری کیا  
 تو روز قیامت اس کو سزا دی جائے گی کیونکہ  
 اس نے مال معصوم یا حالانکہ ذمی سے معافی کی  
 امید بھی نہیں کیونکہ وہ تو مسلمان سے متوقع ہے لہذا  
 خصومت ذمی زیادہ شدید ہے خصومت کے  
 وقت مسلمان کی عبادت کا ثواب کافر کو نہیں  
 دیا جائے گا کیونکہ وہ ثواب کا اہل نہیں اور نہ ہی  
 کفر کافر کا وبال مسلمان پر ڈال دینے کی کوئی وجہ  
 ہے لہذا اس کی خصومت برقرار رہے گی۔ (ت)

جواہر الاخلاطی کتاب الاستحسان میں ہے :

لو غصب المسلم من ذمی او سرق منه  
 یعاقب المسلم ویخاصمه  
 اگر مسلمان نے ذمی سے کچھ غصب کیا یا اس کی  
 چوری کی تو مسلمان کو سزا دی جائے گی اور ذمی

للعلم الکبیر حدیث ۱۰۴۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۳/۲۳۲  
 کنز العمال برزط عن میمونہ حدیث ۱۵۳۲۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۲۲۱  
 لکھ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الغصب فصل فی برارۃ الغاصب فی نوکشتور بکھنو ۴/۴۹۳

الذمی یوم القیمة فظلامه الکافر اشد  
من ظلامه المسلم لان الکافر من  
اهل النار ابد او یقع له التخفیف  
بإطلاعات التی قبل الناس فلا یرجى  
منه ان یتزکها والمسلم یرجى منه  
العفو له

قیامت کے روز اس سے خصومت کرے گا لہذا  
کافر پر ظلم مسلمان پر ظلم سے سخت تر ہے کیونکہ کافر  
وادی جہنمی ہے اور لوگوں کی اس پر جو زیادتیاں  
ہیں ان کے سبب سے اس کے عذاب میں تخفیف  
ہوگی لہذا اس سے یہ امید نہیں کہ وہ ان زیادتیوں  
کو معاف کرے گا، البتہ مسلمان سے معافی کی  
توقع کی جاسکتی ہے (ت)

طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ بیان آفات الرجل میں ہے :

الفقهاء قالوا ان العذاب یوم  
القیمة علی الانسان فی حق  
الحيوان متعین لانه لا یمکن  
السامحة ولا القصاص بالחסنات  
والسیئات وقد الذمی  
اذا ظلمه المسلم فان  
العذاب فیہ متعین ان لم  
یتحل منه فی الدنیا قال الوالد رحمہ اللہ  
تعالیٰ فی شرحہ علی شرح الدرر مسلم  
غصب او سرق مال ذمی یؤخذ بہ  
فی الآخرة وظلامه الکافر وخصومته اشد  
لانه امان یحمله ذنبہ بقدر حقہ او یاخذ من  
حسناته والکافر لا یاخذ من الحسنات ولا ذنب  
للدابة ولا توہل لاخذ الحسنات فیدتعت  
العقاب لہ باختصار۔

فقہاء نے فرمایا ہے حیوان پر ظلم کی وجہ سے قیامت  
کے روز انسان پر عذاب کا واقع ہونا متعین ہے  
کیونکہ اس میں معافی اور نیکیوں اور برائیوں سے  
بدلہ ممکن نہیں۔ ایسا ہی ذمی جس پر مسلمان نے ظلم  
کیا ہو تو اس مسلمان پر عذاب متعین ہے جبکہ دنیا  
میں اس سے معاف نہ کرایا ہو۔ حضرت والد  
رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح الدرر پر اپنی شرح میں  
فرمایا کسی مسلمان نے ذمی کا مال غصب کیا یا چرایا  
تو اس پر آخرت میں مواخذہ ہوگا حالانکہ ذمی کا  
ظلم و خصومت سخت ترین ہے کیونکہ یا تو وہ اپنے گناہ  
اپنے حق کے مطابق مسلمان پر ڈالے یا اس کی  
نیکیاں لے حالانکہ کافر نہ تو مسلمان کی نیکیاں لے سکتا  
ہے اور نہ اس کے گناہ مسلمان پر ڈالے جاسکتے ہیں  
چار پائے کا کوئی گناہ نہیں ہوتا اور نیکیوں کا وہ  
اہل ہی نہیں لہذا عذاب متعین ہوا اختصار (ت)

لہ جواہر الاخلاطی فصل فیما یرکب لبسہ وفیما لا یرکب قلمی نسخہ ص ۲۳۸ - ۲۹۷  
لہ الحدیقہ الندیہ شرح الطریقہ المحمدیہ الصنف الثامن من الاصناف التسعة الخ المکتبۃ النوریہ رضویہ فیصل آباد ۵۰

شرح فقہ اکبر بحث توبہ میں ہے کہ:

اذا غضب مسلم من ذمی مالا او سرق منه  
فانه يعاقب به يوم القيمة لان الذمی  
لا يرجی منه العفو فكانت خصومة الذمی  
اشد له

جب کسی مسلمان نے ذمی کا مال غضب کیا یا چرایا تو  
اس کی وجہ سے اس کو قیامت کے دن عذاب  
دیا جائے گا کیونکہ ذمی سے عفو کی توقع نہیں لہذا  
ذمی کی خصومت زیادہ سخت ہے۔ (ت)

مگر یہ اسی حالت میں ہے جبکہ بدلہ لینا ہی مشیت رب العزۃ عز وجل ہے ہو ورنہ ممکن ہے کہ وہ  
کافر کے دل میں ڈالے کہ معاف کر دے یا کسی تحفیف کے بدلے اس سے معاف کرا دے،

فانه اذا جاتر التحفیف عنه بظلمات له  
قبل الناس كما في الجواهر فليجز ايضا  
جزاء العفو تخليصا للمسلم وقد قال  
الطحطاوی ثم الشامي عند قول الدر  
من الخطر قبيل مسائل السابقة ظلم  
الذمی اشد من ظلم المسلم ما نصه  
لانه يشدد الطلب على ظالمه ليكون  
معه في عذابه ولا مانع من طرح  
سيئات غير الكفر على ظالمه فيعذب  
بها بدله ذكره بعضهم اه فكذا الامانع  
من ان يقال له ان عفوت من المسلم  
طرحا منك كذا وكذا من سيئاتك  
فيعفو.

اس لئے کہ جب لوگوں کی ذمی پر زیادتیوں کی وجہ  
سے اس کے عذاب میں تخفیف جائز ہے جیسا کہ  
خواہر میں ہے تو یہ بھی جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ  
مسلمانوں کی خلاصی کے لئے ذمی کو معاف کرنے کا  
کچھ بدلہ دے کر اس کی خلاصی کرا دے۔ طحطاوی  
نے کہا پھر شامی نے در کے حظر میں مسائل سابقہ  
سے تھوڑا پہلے اس قول کہ "ظلم ذمی ظلم مسلمان  
اشد ہے" پر کہا یہ اس لئے ہے کہ ذمی اپنے اوپر  
ظلم کرنے والے پر سخت مطالبہ کرے گا تاکہ وہ ظالم  
بھی اس کے ساتھ عذاب میں شریک ہو اور  
کفر کے سوائے ذمی کے گناہ ظالم پر ڈالنے میں  
کوئی مانع نہیں چنانچہ وہ ان کے بدلے عذاب میں  
بتلا ہو گا۔ اس کو بعض علماء نے ذکر کیا ہے اھ

اسی طرح اس سے بھی کوئی مانع نہیں کہ ذمی کو کہا جائے اگر تو مسلمان کو معاف کر دے تو تیرے یہ یہ

لہ منہ الروض الاذہر شرح الفقہ اکبر ومنہا بحث التوبۃ الخ مصطفیٰ ابائی مصر ص ۵۹-۱۵۸  
لہ الدر المختار کتاب الخطر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۹  
لہ رد المختار " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۵۶  
حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار " " " دار المعرفۃ بیروت ۴/۲۰۱



گناہ مٹا دے جائیں تو وہ معاف کر دے۔ (ت)

بالجملہ یہ معنی ہرگز نہیں کہ ظلم وقتی پر عذاب واجب و قطعی و ضروری الوقوع ہے کہ یہ مذہب اہلسنت کے صریح خلاف ہے ہمارے نزدیک کفر کے سوا کسی گناہ کا عذاب ضروری الوقوع نہیں۔

قال تعالیٰ ویغفر ما دون ذلك لمن یشاء ۝  
کما نہت علیہ فی ہامش الحدیقة  
ہھنا۔ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور وہ شرک کے سوا  
جس کے گناہ چاہے معاف فرما دے۔ جیسا کہ  
اس بات پر میں نے حدیقہ کے حاشیہ میں تنبیہ  
کی ہے۔ (ت) واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از بنارس محلہ جمال ٹولہ مرسلہ ماسٹر بدرالدین ۴ رجب ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے مختلف لوگوں سے قرض لے کر اپنے نکاح کی تقریب میں خرچ کیا اور ایک ڈگری کو بھی جو عدالت دیوانی سے اس پر جاری ہوئی تھی بے باق کیا بعد اس نے اپنا حق و حصہ موروثی جائداد کا دو سو کا قرار دے کر اس زوجہ کے دین مہر میں جو ساڑھے پانسو کا تحایع کر کے رجسٹری کر دیا بیعنامہ میں زید نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ اگر میری جائداد اور قرار پائے تو بقیہ مہر اس سے ادا کیا جائے، یہ بدعت ہو گیا اور اس کی کوئی دوسری جائداد نہیں ہے اس وقت تقسیم جائداد موروثی کے واسطے اور ان انواع و اقسام کے نزاع کے واسطے جو درمیان فریقین ہیں جو بیچ مقرر ہوئے ہیں قرضہ دہندوں نے بچوں کے یہاں درخواست کی ہے کہ موتی کی جائداد سے دلایا جائے، زید نے بیوی اور ایک پسرنہ بالغ چھوڑا ہے۔ بینوا تو جروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

### الجواب

اگر زید نے اپنی کل جائداد بحالت صحت نفس و ثبات عقل اپنی زوجہ کے مہر میں بیع کر دی اور باقی قرضواہوں کو کچھ نہ دیا تو اگرچہ زید پر بحال بدعتی گناہ ہو مگر قرضواہوں کو اس جائداد سے کہ اب ملک زوجہ زید ہے اصلاً مطالبہ کا اختیار نہیں ان کا مطالبہ آخرت پر رہا، ہاں اگر اس کے سوا اور جائداد یا مال زید کا ثابت ہو تو اس میں تو قرضواہ حصہ رسد حقدار ہوں گے اور زید کا بیعنامہ میں لکھنا کہ اس سے بھی بقیہ مہر ادا کیا جائے مسموع نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم



مسئلہ از شہر کہنہ ۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں، زید نے بکر کو روپیہ بوعده ادا کے مال کسی قسم کے دیا، بکر نے بموجب وعدہ روپیہ کے عوض میں تھوڑا مال روپیہ سے ادا کیا اور کچھ روپیہ زید کا ذمہ بکر کے باقی رہا، بعد ازاں بکر فرار ہو گیا یا فوت ہو گیا یا نادار ہو گیا، اب زید کو بکر کے عوض کاروپیہ خالد سے بلارضامندی خالد کے بوجہ کسی قسم کے دباؤ کے وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یقیناً تو جروا۔

### الجواب

اگر نہ خالد نے بکر کی ضمانت مال مذکور کر لی تھی نہ اس کا مطالبہ اپنے اوپر آتا رہا تھا نہ خالد کو بکر کا مال وراثت پہنچا تو اس کو بکر کے مطالبہ میں مانع نہ کرنا محض ظلم و غصب ہے۔

قال اللہ تعالیٰ لا تزدوا ذرۃ ونمرا اخسریٰ کونی بوجہ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجہ واللہ تعالیٰ اعلم۔ نہ اٹھائے گی۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹ مستولہ جناب مرزا عبدالقادر بیگ صاحب بریلی محلہ نواباں ماہ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک یا چند اشخاص کے ذریعہ قرضدار ہے جو اس کی آمدنی ہوتی ہے وہ اس کو بغیر ائٹ طرح کر ڈالتا ہے اور زیادہ دستیاب ہونے پر عمارت بنوانے و تجارت کرنے پر تیار ہو جاتا ہے قضاہ اور وعدہ ہونے پر بھی ادائیگی کی فکر نہیں کرتا ہے قرضہ بڑھانے کے خیال میں رہتا ہے، اس عمل پر چند مثالیں ان بزرگان بے نفس کی کہ جو اتفاقیہ جزوی قرضدار ہے ہوں یا کسی مجبوری سے قرضہ کی حالت میں اس دارفانی سے رحلت فرما ہوئے ہوں زید اپنی صفائی پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وعدہ کر لینا میرا کام تھا اور پورا کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ پس قرضہ کو بزرگان دین پر اور وعدہ پر قرضہ کی ادائیگی کی فکر نہ کرنے کو اللہ تعالیٰ پر منسوب کرنا کیسا ہے؟ اور اگر اسی مال مٹول میں قرضخواہ و قرضدار دونوں فوت ہو گئے تو یوم جزا اور روز حساب کیا؟ اور کیونکہ اس کا معاملہ طے ہوگا؟ عند اللہ جواب تفصیل عطا فرمایا جائے۔

### الجواب

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَتِ السَّوَابِجُ يَحِلُّ عَرْضُهُ مَا تَحْتِ يَخْتِجُ هَوًى كَا اِدَا اِنَ دِيْنِ سَ تَرَابِي كَرَا

لہ القرآن الحکیم ۱۵/۱

لہ صحیح البخاری کتاب فی الاستقراض باب لصاحب الحق مقال الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۲۳/۱

و مطلق الغنى ظلم<sup>۱</sup> اس کی آبرو کو حلال کر دیتا ہے یعنی اُسے بُرا کہنا اُس پر طعن و تشنیع کرنا جائز ہو جاتا ہے اور غنی کا دیر لگانا ظلم ہے۔  
اشباہ والنظائر میں ہے :

خلف الوعد حرام<sup>۲</sup> وعدہ جھوٹا کرنا حرام ہے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

أية المنافق ثلاث إذا حدث كذب وإذا وعد أخلف وإذا أئتمن خان<sup>۳</sup>، او کما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فان الأحادیث فی المعنی کثیرة۔  
منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے جھوٹ کہے اور جب وعدہ کرے خلاف کرے، اور جب اُس کے پاس امانت رکھی جائے خیانت کرے۔ (یا جیسا کہ آپ نے فرمایا اور اس معنی میں احادیث کثیر ہیں۔ ت)

صورتِ مستفسرہ میں زید فاسق و فاجر مرتکب کیا تو ظالم، کذاب، مستحق عذاب ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا القاب اپنے لئے چاہتا ہے، اگر اس حالت میں مر گیا اور دین لوگوں کا اس پر باقی رہا اس کی نیکیاں اُن کے مطالبہ میں دی جائیں گی اور کیونکر دی جائیں گی تقریباً تین پیسہ دین کے عوض سات سو نمازیں باجماعت کما فی الدار المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار والعیاذ باللہ العزیز الغفار (جیسا کہ در مختار وغیرہ معتمد کتب میں ہے۔ اللہ عزیز غفار کی پناہ۔ ت) جب اس کے پاس نیکیاں نہ رہیں گی اُن کے گناہ اُن کے سر پر رکھے جائیں گے ویلقی فی الناس اور آگ میں پھینک دیا جائے گا، یہ حکم عدل ہے، اور اللہ تعالیٰ حقوق العباد معاف نہیں کرتا جب تک بندے خود معاف نہ کریں، اور سلف صالحین کے احوال طیبہ کو اپنے ان مظالم کی سند قرار دینا اور زیادہ وقاحت اور دینِ متین پر جرات ہے، اُس پر فرض ہے کہ اپنے حال پر رحم کرے اور دیون سے پاک ہو موت کو دُور نہ جانے آگ کا عذاب شہا نہ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۲۳/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	۱۔ صحیح البخاری کتاب فی الاستقراض باب مطلق الغنی ظلم
۱۰۹/۲	ادارۃ القرآن کراچی	۲۔ الاشباہ والنظائر کتاب المحظور والاباحۃ الفن الثانی
۱۰/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	۳۔ صحیح البخاری کتاب الایمان باب علامات المنافق

## مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید پر عمرو کا قرضہ آتا ہے اور زید کا روپیہ بکر کے ذمہ ہے عمرو نے بطور خود بلا حوالہ زید بکر سے وہ روپیہ کہ جو اس پر زید کا آتا تھا اپنے قرضہ میں جو زید پر تھا لے لیا اور بکر نے بلا حوالہ و بغیر اجازت زید عمرو کو وہ روپیہ دے دیا اب بکر زید کا روپیہ دیتے وقت وہ روپیہ کہ جو عمرو کو زید کے قرض میں بغیر اجازت زید دے چکا تھا وضع کرتا ہے اور زید اس کے مجرائینے سے انکار کرتا ہے لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ بکر اُن روپیوں کے مجرائینے کا مستحق ہے یا نہیں اور زید پر اُن کا مجرا دینا لازم ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

## الجواب

اس صورت میں بکر اُن روپیوں کے مجرائینے کا مستحق نہیں، نہ زید پر اُن کا مجرا دینا لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۹ ربیع الاول شریف یوم دوشنبہ ۱۳۳۲ھ از کلکتہ ۵۴ کو لوٹولہ اسٹریٹ  
ایک خاص کمپنی جس کے مالک و مختار سب کے سب نصرانی اللہ سب میں اُن کا اعلان ہے کہ جو شخص تیس برس کی عمر سے پینتالیس سال کی عمر تک یعنی کامل پندرہ سال تک ہر سال چھتر روپیہ آٹھ آنے کمپنی کو دیا کرے تو پندرہ برس کی مدت گزرنے کے بعد اس کو کمپنی ایک ہزار روے کی معاہدہ ہونے کے بعد مدت معینہ ختم ہونے سے پہلے مثلاً دو مہینے یا دو سال چار سال کے بعد وہ شخص مر گیا تو یہی کمپنی اس کے وارثوں کو پورے ایک ہزار روپیہ دے گی رقم معینہ مذکور ساٹھ کی تعداد کامل پندرہ سال کی مجموعہ گیارہ سو پینتالیس روپیہ آٹھ آنے ہوتی ہے ایسی صورت میں روپیہ جمع کرنا اور کمپنی سے مذکورہ شرط کے ساتھ روپیہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

## الجواب

یہ صورت قرار کی ہے اور میعاد عمروہ رکھی ہے جس میں غالب حیات ہے۔ حدیث میں فرمایا،  
اعمالنا اتمی ما بین الستین الی السبعین۔ میری اُمت کی عمریں ساٹھ اور ستر سال کے درمیان ہوں گی۔ (ت)

اور بحال حیات ظاہر ہے کہ ایک سو پینتالیس روپے آٹھ آنے کا نقصان ہے کافر کے ساتھ ایسا معاملہ

جس میں غالب پہلو اپنے نقصان کا ہو جائے نہیں کما نص علیہ فی فتح القدیر (جیسا کہ فتح القدیر میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** مرسلہ الف خاں مہتمم مدرسہ اسلامیہ ساکنو در ریاست کوٹہ راجپوتانہ ۲۶ صفر ۱۳۳۵ھ ایک مسلمان نے اپنا مکان ظاہر کر کے ایک مسلمان کے ہاتھ فروخت کر دیا گیا اور جب تحقیق کی گئی تو وہ مکان ایک ہندو جو مر گیا اس کا نکلا، فروشنده نے دھوکہ سے بوجہ رہن ملک خود ظاہر کر کے بیع کر دیا اور متوفی کی صلب سے کوئی اولاد نہیں ہے تو مشتری کا یہ عمل شریعت میں قابل مواخذہ تو نہیں ہے اور وہ اس مکان کو ملک اپنی تصور کرے گا یا نہیں؟ یا روپیہ اپنا واپس لے سکتا ہے؟ بیتنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

### الجواب

فتویٰ اس پر ہے کہ اس زمانہ میں جنس غیر سے بھی دین وصول کر سکتے ہیں جبکہ وہ ہندو اس کا مدیون تھا اور مر گیا تو یہ اس مکان کو اپنے دین میں لا سکتا ہے اگر اس کی قیمت دین کے برابر یا دین سے کم ہے جب تو ظاہر ہے اس نے جو مکان کو اپنا ظاہر کر کے بیع کیا بیع صحیح ہوئی مشتری مالک ہو گیا ہاں اگر قیمت مکان دین سے زائد ہے تو بقدر قیمت اس کی ملک ہو سکتا ہے اپنا دین اس سے وصول کرے اور جو زائد بچے فقرا پر تصدق۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** ازنگریاسادات ڈاکٹرانہ میر گج ضلع بریلی محمد تقی صاحب، شوال ۱۳۳۵ھ زید کے سوروپے تمسکی سود کے عمرو کے ذمہ واجب الادا تھے عمرو نے قضا کی اس کے ورثانہ زمین مکنون کو ایک عرصہ تک زید کے قبضہ میں چھوڑ کر روپیہ ادا کر دیا لیکن تمسک بوجہ عسزیزداری یگانگت کے زید سے حاصل نہ کیا ورثانہ عمرو نے اس جائداد کو بدست دیگر اشخاص بیع کر دیا زید نے اس بیع میں کچھ مزاحمت بوجہ اس کے کہ اس کا مطالبہ وصول ہو چکا تھا نہیں کی مسماۃ ہندہ پھوپھی عمرو نے بھی سوروپے زید سے تمسکی قرض لئے تھے۔

بکر شوہر مسماۃ ہندہ نے ازراہ طبع نفسانی کہ بشمول چند کسان بہ تقرر حصص باہمی نوشتہ عسرو موسومہ زید کو براہ چالاکی و فریب وہی خالہ زید سے حاصل کر کے نالش موسومہ عمرو منجانب زید دائر کی اور بعد حصول ڈگری تمام زر ڈگری حاصل کرنا چاہا جس سے زید بلا وجہ بے ایمان و دغا باز مشہور ہو کر زبان زد خلایق ہوا جب زید نے اپنے کو بلا وجہ مہتمم ہوتے دیکھا تو کل مطالبہ زر ڈگری خود وصول کر لیا اور فرضی اشخاص نالش مثل بکر وغیرہ کو کچھ نہیں دیا، زید نے مسماۃ ہندہ پر اپنے روپے کی نالش کی بکر شوہر



مسماۃ ہندہ نے منجانب مسماۃ مذکورہ کچہری میں بذریعہ اظہار حلفی بیان کیا کہ تمسک کا لکھنا صحیح ہے مگر داد دست روپے کی نہیں ہوتی روپیہ ہم نے نہیں لیا ہے فرضی لکھ دیا ہے اس کا کاتب بکرشوہر مسماۃ ہندہ کا تھا چونکہ تاریخ فیصلہ التواہو گئی تھی سب عزیز واقارب نے باہمی فیصلہ کی بابت کہا تو بکر نے صاف جواب دے دیا کہ جب تک اس ڈگری موسومہ عمر میں ہمارے حصہ کا روپیہ نہ دیں گے ہم اس روپے سے قطعی انکار کریں گے پھر ہم نے یہ روپیہ اس میں مجرا کر لیا چنانچہ ایسا ہی ہوا حسب شریعت یہ صورت اس زر جائز متصور ہوگی یا نہیں یا ہندہ تا یوم النشور مواخذہ داراداک کی رہے گی۔

### الجواب

وہ کارروائی بکر وغیرہ نے وصول شدہ روپے دوبارہ زید سے حاصل کرنے کی حرام قطعی تھی اور اس کے بعد عمر و نے کہ وہ روپیہ خود وصول کریں حرام و خبیث ہوا وہ سب کے سب مستحق نارہوئے۔  
قال الله تعالى يا ايها الذين امنوا لا تاكلوا اموالكم بينكم بالباطل يله  
الله تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ (ت)

اب یہ کارروائی جو بکر نے اپنی ذمہ داری سے کی یہ بھی حرام و حرام ہے دائن کا دین مار لینا حرام اور اس حرام و خبیث روپے میں جو زید سے حاصل کئے حصہ مانگنا حرام اس شخص کا روائی سے عمر و کا یہ روپیہ جو ہندہ پر ہے اگر مارا بھی گیا تو ہندہ حشر تک اس سے بری الذمہ نہیں ہو سکتی۔

قال صلى الله تعالى عليه وسلم على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نے فرمایا ہاتھ الید ما اخذت حتی تردھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔  
پروہ چیز واجب ہے جو اس نے لی حتی کہ ادا کر دے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴ از مکھیم پور کھیری مرسلہ عباد اللہ خیاط ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میری ماں نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارے والد نے ایک بقال مشرک سے مبلغ بیس روپے بوعہ چوبیس روپے قرض لیا تھا جس کو عرصہ ٹھینا تیس برس کا ہو گا، اس کے چند روز بعد کہ وہ اس قرض کو ادا نہیں کر پائے تھے اُن کا انتقال ہو گیا بقال مذکور سے والدہ نے کہا کہ میں محنت کر کے ادا کروں گی کیونکہ کوئی سرمایہ اس وقت موجود



نہ تھا بقال نے یہ کہا تھا کہ یہاں خود ہی چھوٹے چھوٹے بیچتے ہیں ان سے میں کیا لے لوں ہم سب بہن بھائی چھوٹے تھے میں شیر خوار تھا اب والدہ صاحبہ کے فرمانے پر مجھے خیال ہوا کہ میں بفضلہ تعالیٰ بطفیل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت اس قابل ہوں کہ ان کا قرض معلوم ہونے پر ادا کروں بدریافت معلوم ہوا کہ جس سے قرض لیا تھا وہ مر گیا اور اس کا لڑکا بھی مر گیا جس ضامن مسلمان کی معرفت لیا تھا ان کا بھی انتقال ہو گیا یہ بھی نہیں معلوم کہ انھوں نے تو ادا نہیں کر دیا والدہ کو اس کا بھی علم نہیں ہے ایک سال سے برابر دریافت تلاش کی کہ اس کے وارث کا پتہ چل جائے تو ادا کروں اب تک کوئی وارث اس کا نہیں معلوم ہوا ایسی حالت میں شرع شریف سے کیا حکم ہے کہ میرے باپ پر قیامت میں اس قرض کا بار نہ رہے بقال سے ہمیشہ بلا سودی لین دین تھا سو اس روپیہ کے - بیٹو! توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے - ت)

### الجواب

جبکہ یہ قرض تھا آپ کے والد پر اصلاً بیس روپے واجب الادا تھے،  
قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! ادا  
افوا بالعهود (ت)

اور جبکہ پہلے کبھی اس سے سود وغیرہ کوئی رقم ناجائز نہ لی تھی تو اس کے کل یا بعض اس سے مجرا بھی نہیں ہو سکتے اس کا یہ کہنا کہ چھوٹے چھوٹے بیچتے ہیں ان سے کیا لوں آپ کے والد کو مطالبہ سے بری کرنا نہیں تھا ضامن اگر ادا کر دیتا تو اس ضامن مسلم کا دین رہتا وہ اس سے آسان تھا یہاں وہ بھی معلوم نہیں لیکن جبکہ بنیا اور اس کا بیٹا بھی مر گیا اور اس کے وارث کا پتہ نہیں یہ مال فقراء کے لئے ہوا آپ کسی مسلمان فقیر کو کہ مالک نصاب نہ ہو بیس روپے دے دیجئے نہ اس نیت سے کہ اس کا فرقہ کو ثواب پہنچے کہ یہ حرام بلکہ کفر ہے بلکہ اپنے والد پر سے مطالبہ اتارنے کی نیت کیجئے یہ فقیر غیر شخص ہونا ضروری نہیں بلکہ اگر آپ کی والدہ چھپتن روپے کے مال کی مالک نہ ہوں تو انھیں کو اس نیت سے دے دیجئے کہ بیس روپے اُس بیٹے کے جو والد پر قرض تھے اور وارث کوئی نہ رہا وہ قرض ادا کرتا ہوں بعونہ تعالیٰ وہ بری الذمہ ہو جائیں گے - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵ از رامپور بلاسپور دروازہ مرسلہ حضرت مولانا مولوی سید زادہ احمد میاں صاحب دامت برکاتہم ۵ شوال ۱۳۳۷ھ

بملاحظہ گرامی حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم، بعد بدید سلام مسنون مدعا نگار ہوں، یہ خط میرے ملنے والے نے اس غرض سے بھیجا ہے کہ میں اس کے استفتا کا جواب جو خط کے آخر میں ہے جناب کے دارالافتاء سے منگادوں بنظر سہولت میں بخسبہ وہ خط روانہ خدمت عالی کر کے مستدعی ہوں کہ جواب با صواب بحوالہ کتاب مرحمت ہو میں بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہوں اور امید ہے کہ حضرت کا مزاج بھی قرین صحت ہوگا۔

### استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے دو شخص بکر و خالد سے روپیہ قرض لیا عدم ادائیگی پر بکر قصاب نے زید پر نالیش کی۔ زید نے سب روپیہ صرف بکر کو ادا کر لیا خالد کہتا ہے کہ روپیہ زید سے دلویا جائے کپہری کا حکم ہے کہ ڈگری زید پر ہو اور روپیہ خالد کو بکر سے دلایا جائے۔

### الجواب

حضرت والادامت بکاتہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛ سوال بہت محل ہے دو شخصوں سے قرض لینا تین طرح ہوتا ہے، سو روپے بکر نے الگ دیے خالد نے الگ، سو بکر لایا سو خالد، وہ ملا کر دونوں نے زید کو دیئے، دو سو روپے خالد و بکر کے شرکت عقد کے تھے وہ انھوں نے اسے دیئے۔ اگر یہ نالیش یکجائی ہے تو پہلی صورت نہ ہونا بتائے گی وہ جب بھی مختل رہیں گی اور حکم جد الینا ہے اور ہر شق پر حکم بتا دینا خلاف مصلحت، لہذا سائل کو تعیین صورت و تفصیل واقعہ کے ساتھ سوال کرنا چاہئے کہ بعونہ تعالیٰ جواب دیا جائے۔

مسئلہ ۱۶ از مقام چالیس گاؤں خاندیس مرسلہ ابراہیم خاں سوداگر چرم یکم ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میرے اوپر مہر کا دعویٰ میرے سائے مظہر علی خاں نے کیا ہے اور میری بیوی دو برس کے قریب ہوا کہ فوت ہو چکی ہے اور دعویٰ مدعی میں تحریر کیا ہے کہ میری بہن نے مہر جو مبلغ پانچ سو روپے کا تھا فروخت کیا ہے اور مقدمہ زیر تجویز کپہری ہے آیا فروخت کرنا مہر کا جائز ہے یا نہیں؟ اور مظہر علی خاں جو میرا سالہ ہے اس کو دعویٰ کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

## الجواب

مہر اور دیون کے مثل ایک دین ہے اور دین کی بیع غیر دیون کے ہاتھ باطل ہے لہذا اس بنا پر مدعی کو دعویٰ کا اصلاً حق نہیں، ہاں اگر اسے اپنی بہن کے ترکہ سے حصہ پہنچتا ہو تو اپنے حصے کا دعویٰ کرے وہ جدایات ہے۔ اشباہ والنظائر میں ہے :

بیع الدین لا یجوز ولو باعہ من المدیون او وہبہ جائز یلہ

دین کی بیع ناجائز ہے، اگر مدیون پر بیچ یا ہبہ کر دیا تو جائز ہے۔ (ت)

اسی طرح فتاویٰ برازیہ وغیرہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

**مسئلہ** از علی گڑھ محلہ بنی اسرائیل مرسلہ مولوی احسان علی صاحب مدرس ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی بیوی ہندہ متوفیہ یا زندہ کا مہر ایک ساتھ ادا نہ کر سکے تو اس کو حاکم شرع بذریعہ قسط ادا کرنے کے لئے حکم کر سکتا ہے یا نہیں؟

## الجواب

زندہ کے واجب الادا مہر کی قسط بندی اس کی مرضی سے ہو سکتی ہے اور مردہ کے مہر کی قسط بندی اُس کے وارثوں کی مرضی پر ہے حاکم اس پر جبر نہیں کر سکتا فان الحق لها اولہم لاللقاضی (کیونکہ حق بیوی یا وارثوں کا ہے نہ کہ قاضی کا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

# کتاب الشربہ

(اشربہ کا بیان)

مسئلہ ماہ صیام عظام  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اسی مسئلہ میں کہ تھوڑی سی افیون مرض کی غرض سے کھانا جائز ہے یا نہیں؟  
بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

## الجواب

بضرورت دوا قلیل المقدار افیون کہ اس قدر سے نشہ و سرور یا عقل و حواس میں تغیر و فتور اصلاً نہ پیدا ہو استعمال کرنا جائز ہے اور شوق کی راہ سے بطور مشغلہ کھانا جس طرح عام کھانے والے اپنے پیچھے لت نکالتے ہیں مطلقاً جائز نہیں اگرچہ نشہ نہ کرے اگرچہ بوجہ اپنی قلت کے اس قابل ہی نہ ہو۔ رد المحتار میں ہے :

البنج والافیون استعمال اکثر استعمال جو نشہ لائے مطلقاً  
حرام مطلقاً واما القلیل فان كان للهو حرام  
وان للتداوی فلا آثم ملتقطاً۔  
بھنگ اور افیون کا کثیر استعمال جو نشہ لائے مطلقاً  
حرام ہے اور اس میں قلیل اگر لہو کے لئے ہے تو  
حرام اور اگر علاج معالجہ کے لئے ہے تو حرام  
نہیں اھ التقاط (ت)

کھانچوالے کی خاص نیت خدا کو خیر ہے بعض دوا کا زہا نہ ہی کرتے ہیں انھیں مفتی کا فتویٰ نفع نہ دے گا واللہ اعلم المفسد من المصلح (اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے۔ ت) اور اس غیث چیز کی بد خو ہے کہ چند روز میں گھر کر لیتی ہے اور پھر پھر اے نہیں چھوٹی اور بتدریج پاؤں پھیلاتی ہے یہاں تک کہ تھوڑی مدت میں آدمی کو خاصا فیونی کر لیتی ہے والیاذ باللہ تعالیٰ، اطلباً نکھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے کھانے سے باطن کی جھلیوں میں سوراخ ہو جاتے ہیں اس کے سوا دوسری کسی بلا سے نہیں بھرتے ناچار عادت ڈالنی پڑتی ہے کما نقلہ العلامة الشامی عن تذکرة داؤد الانطاکی (جیسا کہ علامہ شامی نے داؤد الانطاکی کے تذکرہ سے اس کو نقل کیا ہے۔ ت) حتی الامکان بچے اور اگر ایسی ہی ضرورت شدید ہو تو خالی کھانے سے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ مرض کے مناسب کسی نسخہ میں اتنا جز شریک کر لیں کہ ایک دن کی قدر شربت میں بہت قلیل مقدار آئے جس پر نشہ وغیرہ کا گمان نہ ہو اس تقدیر پر اسکی صورت بھی اہل لہو کی مستعمل صورت سے جدا ہو جائے گی اور موضع تہمت پر وقوف بھی نہ ہوگا، حدیث نقل کرتے ہیں،

من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يقفن  
مواقف التمسك  
جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ  
مواقف التمسك  
حدیث میں ہے: اياك وما يسوا الاذن (اس چیز سے بچ جو کانوں کو گنہگار کرے۔ ت) حدیث  
میں ہے: اياك وما يعتذر منه (اس کام سے بچ جس سے معذرت کرنی پڑے۔ ت) واللہ بخیر و تعالیٰ  
اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

لہ القرآن الکریم ۲۲۰/۲  
لہ رد المحتار کتاب الاشریہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۹۵/۵  
لہ مراقی الفلاح علی ہامش حاشیۃ الطحاوی باب ادراک الفریضہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۴۹  
حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح باب ما یفسد الصوم ویوجب القضاء " " " " ص ۲۴۱  
لہ مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابی العادیۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴۶/۲  
لہ المستدرک للحاکم کتاب الرقاق دار الفکر بیروت ۳۲۶/۲



رسالہ

حُقَّةُ الْمَرْجَانِ لَهُمْ حَكْمُ الدَّخَانِ  
۱۳  
(مرجان کی صندوقچی حقہ کے ضروری حکم کے بیان میں)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

مسئلہ ۱۹ از بینگالہ طالب حق  
چرمی فرماہند (کیا فرماتے ہیں) علمائے دین، حقہ پینا یا تمباکو کھانا کیسا ہے حرام یا مکروہ؟

میں نے ”الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین“ میں دیکھا جس کو بعینہ لکھ رہا ہوں۔

ستائیسویں حدیث: میرے والد صاحب نے مجھے بتایا کہ ہمارے دوستوں میں سے ایک مرد خود تو تمباکو نوشی نہیں کرتا تھا لیکن مہمانوں کے لئے اس نے حقہ تیار کر رکھا تھا معلوم نہیں خواب میں یا بیداری میں اس نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی در ان حالیکہ آپ اس کی طرف متوجہ تھے پھر آپ نے اس سے اعراض فرمایا، اس شخص نے کہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تیزی سے اس مکان سے نکل گئے، میں تیزی سے آپ کی طرف گیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا گناہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تیرے گھر میں گندگی (حقہ) ہے جو ہمیں ناپسند ہے۔ اٹھائیسویں حدیث: میرے والد صاحب نے مجھے خبر دی کہ دو نیک، مرد تھے جن میں سے ایک عالم و عابد اور دوسرا عابد تھا مگر عالم نہیں تھا اُن دونوں نے خواب میں بیک وقت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی تو آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے عابد کو اپنی مجلس میں داخل ہونے کی اجازت عنایت فرمائی جبکہ عالم کو اجازت نہ بخشی، چنانچہ عابد نے

انی ساریت فی الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین، واکتبه بعینہ۔

المحدث السابع والعشرون: اخبرني سيدى الوالد قال كان من اصحابنا لا يميز التباك ولكنه كانت قد احياء القذرة لاضيافه فرأى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في النوم او اليقظة لا ادرى اى ذلك كان مقبلا اليه ثم اعرض وخروج من ذلك المكان قال فشد فشدت اليه وقلت يا رسول الله (صلى الله تعالى عليك وسلم) ما ذنبى فقال فى بيتك القذرة ونحن نكرهها۔

المحدث الثامن والعشرون: اخبرني سيدى الوالد كان من الصالحين احدهما عالم عابد والاخر عابد ليس بعالم فرأى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فى ساعة واحدة كانه اذن للعابد ان يدخل فى مجلسه ولم ياذن للعالم فسال العابد

بعض القوم عن ذلك فقال  
هو يميز التباك والنبي صلى  
الله تعالى عليه وسلم يكرهه  
فلما كانت الغد دخل على  
العالم فوجدته يبكي لما  
سأى الليلة فآخبره عن  
السبب فتأب عن ساعته  
ثم رأى النبي صلى الله تعالى  
عليه وسلم من الليلة  
الآتية على صورة واحدة كأنه  
أذن للعالم وقربه  
منه - والسلام ثم السلام -

بعض لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھا  
انہوں نے کہا کہ وہ تمباکو نوشی کرتا ہے اور نبی کریم  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو ناپسند فرماتے  
ہیں۔ جب صبح ہوئی تو وہ عابد عالم کے پاس  
گیا تو اسے رات والی خواب کی وجہ سے  
روتے ہوئے پایا، چنانچہ عابد نے عالم کو  
(حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ناراضگی  
کے) سبب کی خبر دی تو عالم نے اسی وقت  
تمباکو نوشی سے توبہ کر لی۔ پھر آئندہ رات  
کو ان دونوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وآلہ وسلم کو ایک ہی صورت پر دیکھا  
گویا کہ آپ نے عالم کو اپنی مجلس میں داخلہ  
کی اجازت عطا فرمائی اور اسے اپنا  
قرب بخشا۔ والسلام ثم السلام۔

## الجواب

حق یہ ہے کہ معمولی حقہ جس طرح تمام دنیا کے عامۃ بلاد کے عوام و خواص یہاں تک کہ علمائے عظام  
حریم محترمین زاد ہما اللہ شرفاً و تکریماً میں رائج ہے شرعاً مباح و جائز ہے جس کی ممانعت پر شرع مطہر سے  
اصلاً دلیل نہیں تو اسے ممنوع و ناجائز کہنا یا احوال قلیان سے بے خبری پر مبنی،  
کہا عرض للکثیر من المتکلمین  
علیہ فی بد و ظہورہ قبل  
اختبارہ و وضوح امرہ فقیل  
مسکرو قیل مضر و  
جیسا کہ اس پر گفتگو کرنے والے بہت سے  
حضرات کو اس کے پرکھنے اور اس کی حقیقت  
وضوح ہونے سے پہلے شبہ لاحق ہوا، چنانچہ کسی  
نے کہا یہ نشہ آور ہے، کسی نے کہا نقصان

قیل مضر مطلقاً کالسموم و قیل و قیل۔ ہے کسی نے کہا زہریلی چیز کی طرح مضر ہے، اسی طرح کسی نے کچھ اور کسی نے کچھ کہا۔ (ت)

یَا بَعْضُ اَحْوَالٍ عَارِضَةٍ لِبَعْضِ فِاسِقٍ تَتَنَاولُ لَیْنِی کِی نظر پر مبنی،

کقول من قال انه مما يجتمع عليه الفساق کاجتماعهم على المحرمات وقول آخر انه یصد عن ذکر الله وعن الصلوة۔ اس شخص کے قول کی طرح جس نے کہا کہ اس پر فاسق لوگ جمع ہوتے ہیں جیسے وہ محرمات پر جمع ہوتے ہیں، اور دوسری بات یہ کہی گئی کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے رکاوٹ بنتا ہے (ت)

یَا بَعْضُ عَوَاضِ مَحْضُوعَةٍ لِبَعْضِ اَوْقَاتٍ اَمْصَارُکُمْ ہرگز شامل نہیں، کے لحاظ سے ناشی جن کا حکم اُن کے غیر اعصار و

کمن احتج بالنهي السلطاني على كذا فيه للعلامة النابلسی۔ جیسے وہ شخص جس نے نہی سلطانی کے ساتھ اس لال کیا جانے کا علامہ نابلسی کا اس میں کلام ہے۔ (ت)

یَا مُحْضُ مَفْتَرِیَاتٍ کَاذِبَةٍ وَمُخْتَرَعَاتٍ ذَاهِبَةٍ پرمترفع،

کتھور من تفوة ان کل دعات حرام وجعله حدیثاً عن سید الانام علیه افضل الصلوة و اکمل السلام و کجبراة من قال اجمعوا علی جس شخص کی جسارت جس نے کہا کہ ہر دعوٰی حرام ہے اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث گھڑی اور جیسے اس شخص کی جرات جس نے کہا اس کی حرمت پر اجماع ہے

له والا فلا دواء ولا غذاء بل ولا شئ فی عالم الخلق من هذا القبیل متمحضاً للنفع خالصاً عن الضرر حتی الشهد الذی نطق القرأت العزیز بان فیہ شفاء للناس والبان البقر المنصوص فی الاحادیث انہا شفاء ۱۲ منہ۔

ورنہ تو کوئی دوا، غذا بلکہ کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو محض نافع ہو اور ضرر سے بالکل خالی ہو حتیٰ کہ شہد جس کے متعلق قرآن ناطق ہے کہ اس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے اور گائے کا دودھ جس پر حدیث کی نصیح کہ یہ شفاء ہے ۱۲ منہ (ت)

حرمۃ والاجتماع حجة۔

اور اجتماع حجت ہے۔ (ت)

فقیر نے اس باب میں زیادہ بے باکی متقشفہ افغانستان سے پائی کہ چند کتب فقہ پڑھ کر تقشف و تصلف کو حد سے بڑھاتے اور عامۃ امت مرحومہ کو ناقص فاسق و فاجر بتاتے ہیں اور جب اپنے دعویٰ باطل پر دلیل نہیں پاتے ناچار حدیثیں گھڑتے بناتے ہیں میں نے ان کی بعض تصانیف میں ایک حدیث دیکھی کہ:

من شرب الدخان فکانما شرب دمہ جس نے حقہ پیا گویا پیغمبروں کا خون

الانبیاء ۶۔

اور دوسری حدیث یوں تراشی:

من شرب الدخان فکانما زانی باقہ جس نے حقہ پیا گویا اس نے کعبہ معظمہ میں

فی الکعبۃ۔

اپنی ماں سے زنا کیا۔

اتاللہ و انا الیہ سراجعون (بیشک ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ت)

جہل بھی کیا بد بلا ہے، خصوصاً مرکب کہ لادوا ہے۔ مسکین نے ایک مباح شرعی کے حرام کرنے کو دیدہ و دانستہ

مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہتان اٹھایا اور حدیث متواتر من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعده

من الناس لے کا اصلادھیان نہ لیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص پر جان بوجھ کر

جھوٹ باندھے اپنا ٹھکانا جہنم بنالے۔

اللہم تب علینا وعلیہ ان کانت حیۃ وہ زندہ ہے اور ہماری مغفرت فرما اور اس کی

واغفر لنا وله ان کانت میتا۔

بھی مغفرت فرما اگر وہ مرچکا ہے۔ (ت)

یہ قواعد شرع میں بیغوری اور نظر و فکر کی بیغوری سے پیدا،

کرم من نرا عم بدعة جسے اس شخص کا گمان جس نے کہا یہ بدعت ہے اور

وکل بدعة ضلالة ومنہ نرا عم ہر بدعت ضلالت ہے۔ اور اسی سے یہ گمان کہ

ان فیہ استعمال الة العذاب یعنی اس میں آگ عذاب یعنی آگ کا استعمال ہوتا ہے

الناس و ذلک حرام و هذا من البطلان اور وہ حرام ہے۔ حالانکہ اس کا بطلان واضح ترین ہے۔

۱۷ صحیح البخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قیدی کتب خانہ کراچی ۲۱/۱

۱۸ صحیح مسلم باب تغلیط الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " " " ۶/۱



بابین مکات قالہ المحدث الدہلوی  
فیما نسب الیہ باستعمال السماء  
المعذب بہ قوم نوح علیہ الصلوۃ  
والسلام قلت وفي الترویج بالمرأوح  
استعمال الة عذاب عاد واما اصلاح  
العصری الکھنوی بزیادة قید علی  
ھیأۃ اهل العذاب فاقول لا یجوز  
نفعاً والاسم یجزا لاغتسال بماء  
حار قال تعالیٰ یصب من  
فوق رؤسہم الحیمیم وماذا  
یزعم الزاعم فی دخول  
الحمام فی کون علی هذا  
حرام، امنہیا عنہ لذاتہ  
بل من انکبائر اما مطلقاً  
علی ما اختار هذا الفاضل  
من کون تعاطی المکر وہ  
تحریماً من انکبائر و بعد الاعتیاد علی ما علیہ  
الاعتماد من کونہ فی نفسہ من الصغائر و ذالک  
لان الحمام کما افاد العلامة المناوی فی التیسیر  
اشبه شیء بجهنم النار من تحت والظلام من فوق

یہ ہی کہا محدث دہلوی (مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ  
نے جوان کی طرف منسوب کہ اس میں اُس پانی کا  
استعمال ہے جس کے ساتھ نوح علیہ الصلوۃ والسلام  
کی قوم کو عذاب دیا گیا قلت (میں نے کہا) پٹکے  
کے ساتھ ہوا لینے میں اس آلہ کا استعمال ہے  
جس کے ساتھ قوم عاد کو عذاب دیا گیا۔ رہا معاصر  
لکھنوی (مولانا عبدالحی) کا اصلاح کے لئے یہ  
قید بڑھانا کہ اہل عذاب کی میت پر ہے فاقول  
(تو میں کہتا ہوں) کچھ مفید نہیں ورنہ لازم آئیگا کہ  
گرم پانی کے ساتھ غسل کرنا جائز نہ ہو، اللہ تعالیٰ  
فرماتا ہے کہ ان (جہنمیوں) کے سروں پر کھولتا ہوا  
پانی ڈالا جائے گا۔ تو ایسا گمان کرنے والا حمام  
میں داخل ہونے سے متعلق کیا کہے گا، کیا یہ حرام  
منہی عنہ لذاتہ بلکہ کبار میں سے ہے یا تو مطلقاً  
جیسا کہ فاضل مذکور کا مختار ہے کہ مکروہ تحریمی کا  
ارتکاب کبار میں سے ہے یا عادت بنالینے سے جیسا کہ  
معتقد ہے کہ فی نفسہ یہ صغائر سے ہے، یہ اس لئے  
کہ حمام امام مناوی کی سیر میں ذکر کردہ افادہ  
کے مطابق جہنم کے مشابہ ترین ہے، اس کے  
نیچے آگ اور اوپر دھواں ہے، اس میں بے چینی

علیہ المراد بہ مولانا شاہ عبدالعزیز المحدث الدہلوی  
علیہ المراد بہ المولوی عبدالحی الکھنوی

اس سے مراد مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ہیں۔ (ت)  
اس سے مراد مولوی عبدالحی لکھنوی ہیں۔ (ت)

وفيه الغم والجس والضيق ولذا لما  
دخله سيدنا سليمان نبي الله عليه الصلوة  
والسلام تذكر به النار وعذاب الجحيم  
اخرج العقيلي والطبراني وابن عدي  
والبيهقي في شعب الايمان عن ابي موسى  
الاشعري رضي الله تعالى عنه يرفعه الى  
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال  
اول من دخل الحمامات وصنعت له  
النورة سليمان ابن داود فلما دخله وجد  
حره وغمه فقال اوه من عذاب الله  
اوه قبل ان لا يكون اوه قلت وبهذا  
يرد حديث التشبه باهل النار و  
حديث الملا بسة بالنار كما لا يخفى على  
اولي الابصار.

جس اور تنگی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سلیمان  
علیہ الصلوٰۃ والسلام حمام میں داخل ہوئے تو  
انھیں آگ اور عذاب جبار یاد آ گیا۔ عقیلی،  
طبرانی، ابن عدی اور بیہقی نے شعب الايمان میں حضرت  
ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا  
اس کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک  
مرفوع کرتے ہیں کہ سب سے پہلے جو حمام میں داخل  
ہوئے اور اس کے لئے چونا تیار کیا وہ سیدنا  
سلیمان بن داؤد علیہما السلام ہیں، جب وہ اس  
میں داخل ہوئے تو اس کی گرمی اور بے چینی کو  
پاکر فرمایا اللہ تعالیٰ کے عذاب کا درد، یہ تو  
درد مند ہوتا ہے قبل اس کے درد مندی نہ ہو۔  
قلت (میں کہتا ہوں کہ) اس کے ساتھ  
اہل نار سے مشابہت اور نار سے ملاہست کی  
حدیث دارمی جیسا کہ ارباب بصیر پر پوشیدہ نہیں (ت)  
ولہذا علمائے محققین واجلہ متمہین مذاہب اربعہ نے بعد تحقیق کار و امعان افکار اس کی  
اباحت کا حکم فرمایا وهو الحق المحقق بالقبول (اور یہی حق ہے جو قبول کرنے کے لائق ہے۔ ت)  
علامہ سیدی احمد محوی غزالیون والبصائر میں فرماتے ہیں:  
يعلم منه حل شرب الدخان (ت) اس سے معلوم ہوا کہ حقہ پینا حلال ہے (ت)  
اس قاعدہ سے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے حقہ پینے کی علت معلوم ہوئی۔ علامہ عبد الغنی

بن علامہ اسماعیل نابلسی قدس سرہا القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں :  
 من البدع العادیۃ استعمال التت و بدعات عادیہ سے ہے حقہ اور کافی کا پینٹ  
 والقهوة الشائع ذکرهما فی هذا الزمان جن کا چہرہ یا آج کل عوام و خواص میں شائع  
 بین الاسافل والاعیان والصواب انه ہے اور حق یہ ہے کہ ان کی حرمت کی کوئی وجہ  
 لا وجه لحرمتہما ولا لکراہتہما فی ہے نہ کراہت کی۔  
 الاستعمال الخ۔

علامہ مفتی غلام الدین دمشقی درمختار میں عبارت اشباہ نقل کر کے فرماتے ہیں ،  
 قلت فیفہم منہ حکم التت شامی میں ہے : وهو الاباحۃ علی المختار  
 یعنی اس سے تمباکو کا حکم مفہوم ہوتا ہے اور وہ اباحت ہے مذہب مختار میں۔  
 پھر فرمایا :

وقد کرہہ شیخنا العمدی فی ہدیۃ الحاق ہمارے استاد عبد الرحمن بن محمد عماد الدین دمشقی  
 لہ بالشوم والبصل بالاولیٰ نے اپنی کتاب بدیع میں اسے ہسن و پیاز سے  
 ملحق ٹھہرا کر مکروہ رکھا۔

علامہ سیدی ابوالسعود پھر علامہ سیدی احمد طحاوی نے حاشیہ درمختار میں فرمایا ،  
 لا یخفی ان الکراہۃ تنزیہیۃ بدلیل پوشیدہ نہیں کہ یہ کراہت تنزیہی ہے جیسے  
 الالحاق بالشوم والبصل والمکروہ تنزیہا ہسن اور پیاز کی اور مکروہ تنزیہی حبار  
 یجامع الجوان فی ہوتا ہے۔

علامہ حامد آفندی عمادی بن علی آفندی مفتی دمشق الشام فتاویٰ مغنی المستفتی عن سوال المفتی  
 میں علامہ محی الدین احمد بن محی الدین حیدر کردی جزیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل فرماتے ہیں :

۱۳۲-۱۳۳	لہ الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ	الدلیل علی قبح البدع والنہی عنہا	المکتبۃ فوریہ رضویہ فیصل آباد
۲۶۱/۲	کتاب الاشریہ	مطبع مجبائی دہلی	
۲۹۶/۵	لہ رد المحتار	دار الاخیار التراث العربی بیروت	
۲۶۱/۲	لہ الدر المختار	مطبع مجبائی دہلی	
۲۲۴/۲	لہ حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار	دار المعرفۃ بیروت	

فی الافتاء بحله دفع الحرج عن المسلمين  
فان اکثرهم مبتلون بتناوله مع ان  
تحليله اليسر من تحریمه وما خیر  
مرسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم  
بین امرین الا اختار اليسرهما واما كونه  
بدعة فلا ضرر فانه بدعة في التناول  
لا في الدين فاثبات حرمة امر عسير  
لا يكاد يوجد له نصيصة

حلت قلیان پر فتویٰ دینے میں مسلمانوں سے دفع  
حرج ہے کہ اکثر اہل اسلام اس کے پینے میں  
مبتلا ہیں معہذا اس کی تحلیل تحریم سے آسان تر ہے  
اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دو  
کاموں میں اختیار دیئے جاتے جو ان میں زیادہ آسان  
ہوتا اسے اختیار فرماتے، رہا اس کا بدعت ہونا  
کچھ باعث ضرر نہیں کہ یہ بدعت کھانے پینے میں  
ہے نہ کہ امور دین میں، تو اس کی حرمت ثابت  
کرنا ایک دشوار کام ہے جس کا کوئی معین و یا ور ملتا نظر نہیں آتا۔

علامہ خاتمہ المحققین سیدی امین الملہ والہ الدین محمد بن عابدین شامی قدس سرہ السامی رد المحتار  
حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں:

للعامة الشيخ على اجمهورية المالكي رسالة  
في حله نقل فيها انه افق بحله من  
يعتمد عليه من ائمة المذاهب  
الاربعة

علامہ شیخ علی اجموری مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے  
حقلہ کی حلت میں ایک رسالہ لکھا جس میں نقل فرمایا  
کہ چاروں مذاہب کے ائمہ معتمدین نے اس کی  
حلت پر فتویٰ دیا۔

پھر فرماتے ہیں:

قلت والى في حله ايضا سيدنا العارف  
عبد الغنى النابلسي رسالة سماها  
الصلح بين الاخوات في اباحة شرب  
السدخات و تعرض له  
في كثير من تاليفه الحسان  
واقامة الطامة الكبرى

حلت قلیان میں ہمارے سرور عارف باللہ  
حضرت عبد الغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایک  
رسالہ تالیف فرمایا جس کا "الصلح بین الاخوات  
فی اباحۃ شرب السدخان" نام رکھا اور اپنی  
بہت تالیفات نفیسہ میں اس سے تعرض کیا  
اور حقلہ کی حرمت یا کراہت ماننے والے پر



على القائل بالحرمة او بالكراهة فانهما  
 حکمان شرعیان لابد لهما من دلیل لادلیل  
 على ذلك فانه لم يثبت اسكارة ولا تفتيرة  
 ولا اضراسه بل ثبت له منافع فهو  
 داخل تحت قاعدة الاصل في الاشياء  
 الاباحه وان فرض اضرار للبعض  
 لا يلزم منه تحريمه على كل احد  
 فان العسل يضر باصحاب الصفراء الغالبة  
 وربما امضهم مع انه شفاء بالنص  
 القطعي وليس الاحتياط في الافتراء  
 على الله تعالى باثبات الحرمة  
 او الكراهة للذين لا بد لهما  
 من دليل بل في القول بالاباحه القوي  
 الاصل وقد توقف النبي صلى الله تعالى عليه  
 وسلم مع انه هو المشرع في تحريم الخمر  
 ام الخبائث حتى نزل عليه النص القطعي فالذي  
 ينبغي للناس اذا سئل عنه سواء  
 كانت ممن يتعاطاه او لا كهذا  
 العبد الضعيف وجميع من في بيته ان  
 يقول هو مباح لکن سرائحه تستكرهها  
 الطباع فهو مكروه طبعاً لا شرعاً الى آخر  
 ما اطل به رحمه الله تعالى

قیامت کبریٰ قائم فرمائی کہ وہ دونوں حکم شرعی ہیں  
 جن کے لئے دلیل درکار اور یہاں دلیل معدوم  
 کہ نہ انس کا نشہ لانا ثابت ہوا نہ عقل میں فتور  
 ڈالنا نہ مضرت کرنا بلکہ اس کے منافع ثابت ہوئے  
 ہیں تو وہ اس قاعدہ کے نیچے داخل کہ اصل  
 اشیا میں اباحت ہے اور اگر فرض کیجئے کہ بعض  
 کو ضرر کرے تو اس سے سب پر حرمت ثابت  
 نہیں ہوتی، جن مزاجوں پر صفر غالب ہوتا ہے  
 شہد انھیں نقصان کرتا ہے بلکہ بار بار بیمار کر دیتا ہے  
 بالآخر وہ بنص قرآنی شفا ہے، اور یہ احتیاط کی  
 بات نہیں کہ حرمت یا کراہت ٹھہرا کر خدا پر افتراء  
 کر دیجئے کہ ان کے لئے دلیل کی حاجت بلکہ احتیاط  
 مباح ماننے میں ہے کہ وہی اصل ہے، خود نبی صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ بغض نفس صاحب شرع  
 میں شراب حبسی ام الخبائث کی تحریم میں توقف  
 فرمایا جب تک کہ نص قطعی نہ آتا تو آدمی کو چاہئے  
 جب اس سے حق کے بارے میں سوال کیا جائے  
 تو اسے مباح ہی بتائے خواہ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو  
 جیسے میں اور میرے گھر میں جس قدر لوگ ہیں (کہ ہم  
 میں کوئی نہیں پیتا مگر فتویٰ اباحت ہی پڑتا ہوں)  
 ہاں انس کی طبیعت کو ناپسند ہے تو وہ مکروہ  
 طبعی ہے نہ کہ شرعی، اور ہنوز علامہ مذکور کا کلام  
 طویل اس کی تحقیق میں باقی ہے۔



بالجمله عند التحقيق اس مسئلہ میں سوا حکم اباحت کے کوئی راہ نہیں ہے خصوصاً ایسی حالت میں کہ عجماء و عرباء و شرقاً و غرباً عام مومنین بلاد و بقاع تمام دنیا کو اس سے ابتلا ہے تو عدم جواز کا حکم دینا عامہ اُمت مرحومہ کو معاذ اللہ فاسق بنانا ہے جسے ملت خفیفہ کچھ سہلہ غرابیضا ہرگز گوارا نہیں فرماتی، اسی طرف علامہ جزری نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے:

فی الافتاء بحلہ دفع الحرج عن المسلمین

اس کے حلال ہونے کا فتویٰ دینے میں مسلمانوں سے دفع حرج ہے (ت)

اور اسے علامہ حامد عمادی پھر منقح علامہ محمد شامی آفندی نے برقرار رکھا:

اقول ولست اعمى بهذا ان عامة المسلمين اذا ابتلوا بحرام حل بل الامرات عموم البلوى من موجبات التخفيف شرعا وما ضاق امر الا تسع فاذا وقع ذلك في مسألة مختلف فيها ترجع جانب اليسر صونا للمسلمين عن العسر ولا يخفى على خادم الفقه ان هذا كما هو جار في باب الطهارة والنجاسة كذلك في باب الاباحة والحرمة ولذا تراهم من مسوغات الافتاء بقول غير الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کما فی مسئلة المخابرة وغيرهام مع تنصيصهم بانه لا يعدل عن قوله الحق قول غيره الا لضرورة بل هو

اقول (میں کہتا ہوں کہ) ہماری اس سے مراد یہ نہیں کہ عام مسلمان اگر کسی حرام میں مبتلا ہو جائیں تو وہ حلال ہو جاتا ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ عموماً بلوی شرعی طور پر اسباب تخفیف میں سے ہے کوئی تنگی نہیں جس میں وسعت نہ پیدا ہو، جب یہ معاملہ ایک اختلافی مسئلہ میں واقع ہوا تو مسلمانوں کو تنگی سے بچانے کے لئے آسانی کی جانب کو ترجیح ہوگی۔ خادم فقہ پر پوشیدہ نہیں کہ جیسے یہ ضابطہ طہارت و نجاست میں جاری ہے ایسے ہی حرمت و اباحت میں بھی جاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تو اس ضابطہ کو امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے غیر کے قول پر فتویٰ دینے کے مجوزات میں دیکھتا ہے جیسا کہ مسئلہ مخابره وغیرہ میں حالانکہ ائمہ کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ بلا ضرورت امام اعظم علیہ الرحمۃ کے قول سے عدولی نہیں کیا جائیگا بلکہ یہ ضابطہ

من مجونات الميل الى رواية النوادر  
على خلاف ظاهر الرواية كما  
نصوا عليه مع تصريحهم بان ما يخرج  
عن ظاهر الرواية فهو قول  
مرجوع عنه وما رجع عنه المجتهد  
لم يبق قولاً له وقد تثبت العلماء  
بهذا في كثير من مسائل الحلال  
والحرام ففي الطريقة وشرحها  
الحديقة في زماننا هذا لا يمكن  
الاخذ بالقول الا حوط في الفتوى  
الذي افتى به الائمة وهو ما اختاره الفقيه  
ابو الليث انه ان كان في غالب الظن ان  
اكثر مال الرجل حلال جاز قبول هديته  
ومعاملته الا لا اثم ملخصاً، وفي رد المحتار  
من مسئله بيع الثمار لا يخفى تحقق الضرورة  
في زماننا، ولا سيما في مثل مشق اشام، وفي  
نزعهم عن عادتهم حرج، وما ضاق  
الامر الا اتسع ولا يخفى ان  
هذا ميسوغ للعدول عن ظاهر  
الرواية اه ملخصاً، وفي  
مسئلة العلم في الشوب

ظاهر الرواية کے خلاف روایت نوادر کی طرف  
میلان کے لئے بھی مجوز ہے جیسا کہ علماء نے  
نص فرمائی باوجودیکہ وہ تصریح فرما چکے ہیں کہ  
جو قول ظاهر الروایۃ سے خارج ہے وہ مرجع عنہ  
ہے اور جس قول سے مجتہد رجوع کر لے وہ اسکا  
قول نہیں رہتا۔ علماء نے بہت سے مسائل حلال و  
حرام میں اس سے استدلال کیا ہے۔ طریقہ  
اور اس کی شرح حدیقہ میں ہے کہ ہمارے زمانے  
میں قول احوط کو لینا جس پر ائمہ کرام نے قوی  
دیا ہے ممکن نہیں۔ اسی کو فقیہ ابو اللیث نے اختیار  
فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص کے اکثر مال کے حلال ہونے  
کا گمان غالب ہو تو اس کا ہدیہ قبول کرنا اور  
اس کے ساتھ معاملہ کرنا جائز ہے ورنہ نہیں  
اھ اختصار، اور رد المحتار میں پھلوں کی بیع کے  
مسئلہ میں ہے ہمارے زمانے میں اس کی  
ضرورت کا تحقق ہونا پوشیدہ نہیں خصوصاً  
شام کے شہر دمشق میں، اور ان کو عادات سے  
ہٹانے میں حرج ہے، اور کوئی تنگ معاملہ  
نہیں جس میں وسعت نہ آئے، مخفی نہیں کہ  
یہ بات ظاہر الروایہ سے عدول کی مجوز ہے اھ  
تلخیص۔ اور کپڑے پر نقش و نگار کے مسئلہ میں ہے

۱۔ بحر الرائق کتاب القضاء فصل يجوز تقليد من شاء من المجتهدين ايچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۲۵  
۲۔ الحديقة الندية الباب الثالث الفصل الثاني مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۴۲  
۳۔ رد المحتار کتاب البيوع فصل فيما يخل في البيع تبعاً دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۹

هو ارفق باهل هذا الزمان لئلا يقعوا  
في الفسق والعصيان اه وفيه من كتاب  
الحدود ومقتضى هذا كله ان من زفت  
اليه من وجته ليلة عرسه ولم يكن  
يعرفها لا يحل له وطؤها ما لم تقل واحدة  
او اكثر انها من وجتك وفيه حرج عظيم  
لانه يلزم منه تاشيم الاممة اه  
ملخصا الى غير ذلك من مسائل  
يكثرها ويطول سردها فاندفع  
ما عسى ان يوهم من قول  
الفاضل للكنوي ان عموم البلوى  
انما يؤثر في باب الطهارة والتجاسة  
لا في باب الحرمة والاباحة صرح به  
الجماعة اه

کہ اس میں اہل زمانہ کے لئے نرمی ہے تاکہ وہ فسق اور  
گناہ میں مبتلا نہ ہوں اور اسی کے کتاب الحدود  
میں ہے اور اس تمام کا مقتضی یہ ہے کہ اگر شب  
زفاف شوہر کے پاس اس کی بیوی بھیجی جائے تو اس  
وقت تک اس کے لئے وطی حلال نہیں جب تک  
وہ عورت ایک یا کئی بار اس کو کہہ نہ دے کہ وہ  
اس کی بیوی ہے حالانکہ اس میں حرج عظیم ہے کیونکہ  
اس سے امت کو گنہگار بنانا لازم آتا ہے اھ مختص۔  
اس کے علاوہ کئی مسائل جن کی تعداد کثیر اور ان کو  
بیان کرنے میں طوالت ہے۔ اس سے فاضل لکھنوی  
کے قول سے پیدا ہونے والا یہ وہم دور ہو گیا کہ علوم  
بلوی صرف ظہار، ونجاست میں مؤثر ہے نہ کہ  
حرمت و اباحت میں۔ جماعت علماء نے اس کی  
تصریح فرمائی ہے اھ۔ (ت)

ہاں بنظر بعض وجہ اُسے تنزیہی کہہ سکتے ہیں جیسا کہ محقق علائی و علامہ ابوالسعود و علامہ طحاوی و  
علامہ شامی نے الحاقاً بالتوم والبصل افادہ فرمایا۔

علیٰ مراد فیہ لبعض الفضلاء مع کلام  
فی ذلک السراء۔

علامہ شامی فرماتے ہیں،

الحاقہ بہاذکر ہو الانصاف علیہ  
اس کا مذکور کے ساتھ الحاق کرنا ہی انصاف ہے۔ (ت)

۱۔ رد المحتار کتاب المحظور والاباحۃ فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۵/۵

۲۔ کتاب الحدود باب الوطء الذی یوجب الحد الخ " " " " ۱۱۵/۳

۳۔ ترویج الجنان بشریح حکم الدخان للکنوی

۴۔ رد المحتار کتاب الاشرار دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۹۶/۵

**اقول** (میں کہتا ہوں) یہیں سے ظاہر کہ اس وجہ کو موجب کراہت تحریم جاننا،

کما جزم به الفاضل اللکنوی فی فتاواہ  
وتروء فیہ فی رسالۃ واضطرب فیہ  
کلام المحدث الدہلوی (ہو مولانا  
الشاہ عبد العزیز المحدث الدہلوی) فیما  
نسب الیہ فاوہم اولاً انہ یوجب کراہۃ  
التحریم وعاد آخراً فقال التنزیہ -

سراسر خلاف تحقیق ہے **ثم اقول** (پھر میں کہتا ہوں - ت) پھر کراہت تنزیہ کا حاصل صرف اس قدر  
کہ ترک اولیٰ ہے نہ کہ فعل ناجائز ہو۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ یہ کراہت جامع جواز و اباحت ہے جائز ترک  
میں اس کا وہ رتبہ ہے جو جہت فعل میں مستحب کی مستحب کیجئے تو بہتر نہ کیجئے تو گناہ نہیں، مکروہ تنزیہی کیجئے تو بہتر کیجئے تو گناہ نہیں،  
پس مکروہ تنزیہی کو داخل دائرہ اباحت مان کر گناہ صغیرہ اور اعتیاد کو کبیرہ قرار دینا کما صد عن الفاضل اللکنوی  
تبعہ السید المشہدی ثم الکنوزی (جیسا کہ فاضل لکنوی سے صادر ہوا پھر اس کی اتباع سید شہدی  
پھر گردی نے کی - ت) سخت لغزش و خطا کے قاصد ہے یا رب اگر وہ گناہ کون سا جو شرعاً مباح ہو  
اور وہ مباح کیسا جو شرعاً گناہ ہو۔ فقیر غفرلہ المولیٰ القدر نے اس خطائے شدید کے رد میں ایک مستقل  
تحریر مسمیٰ بہ جمل مجلیہ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیہ تحریر کی و باللہ التوفیق، **ثم اقول**  
(پھر میں کہتا ہوں - ت) یوہیں مانجن فیہ میں تین وجہ سے کراہت تنزیہیہ ٹھہرا کر کراہت تحریم کی طرف مرقع  
کر دینا کما وقع فیما نسب الی المحدث الدہلوی (جیسا کہ محدث دہلوی کی طرف منسوب تحریر میں  
واقع ہوا - ت) محض نامقبول، قطع نظر اس سے کہ ان وجہ سے اکثر محل نظر، شرع سے اصلاً  
اس پر دلیل نہیں کہ جو چیز تین وجہ سے مکروہ تنزیہی ہو مکروہ تحریمی ہے ومن ادعی فعلیہ البیان  
(جو دعویٰ کرے بیان دلیل اسی پر واجب ہے - ت) خود محدث دہلوی کے تلمیذ رشید مولانا رشید الدین  
خاں دہلوی مرحوم اپنے رسالہ عربیہ میں صاف لکھتے ہیں کہ علمائے محققین حقہ میں کراہت تنزیہی مانتے  
ہیں حیث قال (جہاں فرمایا - ت) :

اما المحققون القائلون بکراہتہ تنزیہا فہم  
ایضاً تشبہا بالروایات الفقہیۃ مثل ما قال  
صاحب الدر المختار الخ۔

جو محققین کراہت تنزیہی کے قائل ہیں انہوں نے  
بھی فقہی روایات سے استدلال کیا ہے جیسا کہ  
صاحب در مختار نے کہا الخ۔



اور اسی میں تصریح ہے کہ حالت مشائخنا الیہا اسی کراہت تنزیہ کی طرف ہمارے ساتھ  
نے میل کیا۔ اس رسالہ پر شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ رفیع الدین صاحب کی تقریظیں ہیں شاہ صاحب نے اسے  
تحریر رائق و تقریر شائق و صحیح المبانی مستحکم عمدہ تحریر، خوبصورت تقریر، صحیح عبارت والی،  
المعانی و موافق روایات و مطابقت مستحکم معانی والی، روایات کے موافق اور  
روایات کے مطابق (ت)

بتایا، اور شاہ رفیع الدین صاحب نے :

استحضرت غایۃ الاحصاء مانثر بانیہ من جواهر لآلیۃ فہ مبانیہ و معانیہ  
انتہائی مستحسن ہیں موتیوں کے جواہر جو اس کے  
بانی نے اس کی عبارات اور معانی میں  
بکھرے ہیں (ت)

فرمایا، تو ظاہر دوسری تحریر کی نسبت غلط ہے یا اس میں تحریفیں واقع ہوئیں اور اس پر دلیل یہ بھی ہے  
کہ اس تحریر کے اکثر جوابات مخدوش و مضلل اور خلاف تحقیق باتوں پر مشتمل ہیں اور نسبت بہمہجت صحیح ہی مانے  
تو رسالہ تلمیذ کی مدح و تقریظ ناقض و معارض ہوگی وہ تحریر یا اس اعتبار سے یوں بھی گر گئی۔ اور اس سے بھی  
قطع نظر کیجئے تو مقصود اتباع حق ہے نہ تقلید اہل عصر و اتباع زید و عمرو و اللہ الہادی و ولی الایادی۔

الحاصل معمولی حقہ کے حق میں تحقیق حق و حق تحقیق یہی ہے کہ وہ جائز و مباح اور غایت درجہ صرف  
مکروہ تنزیہی ہے یعنی جو نہیں پیئے اچھا کرتے ہیں اور جو پیئے ہیں بُرا نہیں کرتے۔

فان الاساءۃ فوق کواہۃ التنزیہ کما یؤکدہ اساءۃ مکروہ تنزیہی سے اوپر ہے جیسا کہ  
حقیقۃ العلامة الشامی نے اس کی تحقیق فرمائی (ت)

البتہ وہ حقہ جو بعض بہال بعض بلاد ہند ماہ مبارک رمضان شریف میں وقت افطار پیئے اور دم  
لگاتے اور جو اس و دماغ میں فتور لاتے اور دیدہ و دل کی عجیب حالت بناتے ہیں بیشک ممنوع و ناجائز  
و گناہ ہے اور وہ بھی معاذ اللہ ماہ مبارک میں۔ اللہ عز و جل ہدایت بخشنے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
نے ہر مقرر چیز سے نہی فرمائی اور اس حالت کے حالت تفسیر ہونے میں کچھ کلام نہیں۔

۱۰

۱۱

۱۲

۱۳ رد المحتار



احمد و ابو داؤد بسند صحیح عن ام سلمة  
رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت نہی رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن کل  
مسکر و مفتور  
امام احمد اور ابو داؤد سے بسند صحیح حضرت سیدہ  
ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں  
کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم نے ہر نشہ آور چیز اور مست کر دینے والی شے  
سے منع فرمایا (ت)

اور ایک صورت ممانعت کی اوقات خاصہ کے لئے اور پیدا ہوگی راکھ خربہ کے ساتھ مسجد  
میں جانا جائز نہیں

لقلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من  
اکل من هذه الشجرة الخبيثة فلا  
یقرب من مصلانا فان الملیکة تتأذی  
مما يتأذی منه بنو آدم  
حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی  
کے مطابق کہ جو اس درخت خبیثہ (یعنی تھوم)  
کو کھائے وہ ہماری مسجدوں میں نہ آئے کہ جس  
بات سے آدمیوں کو اذیت ہوتی ہے اس سے  
فرشتے بھی اذیت پاتے ہیں۔ (ت)

تو اگر حق سے منہ کی بوجہ متغیر ہو بے کلی کے منہ صاف کئے مسجد میں جانے کی اجازت نہیں، اسی قدر  
سے خود بخود حکم ممانعت نہیں جیسے کچا لہسن پیاز کھانا کہ بلاشبہ حلال ہے اور اُسے کھا کر  
جب تک، بوز اکل نہ ہو مسجد میں جانا ممنوع مگر جو حق ایسا کثیف و بے اہتمام ہو کہ معاذ اللہ تغیر باقی  
پیدا کرے کہ وقت جماعت تک کلی سے بھی بجلی زائل نہ ہو تو قرب جماعت میں اس کا پینا شرعاً ناجائز کہ  
اب وہ ترک جماعت و ترک سجدہ یا بدبو کے ساتھ دخول مسجد کا موجب ہوگا اور یہ دونوں ممنوع و ناجائز  
ہیں اور ہر مباح فی نفسہ کہ امر ممنوع کی طرف مودی ہو ممنوع و ناروا ہے،

وقد حققنا المسألة مع نظائرها فی  
کتاب الوقف من فئاؤنا بما يتبعین  
الرجوع الیه ولا یجوز التغافل  
عنہ  
اس مسئلہ کی تحقیق اس کے نظائر سمیت کتاب  
الوقف میں ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس طور پر کر دی  
ہے کہ اس کی طرف رجوع متعین ہے اور اس  
سے غفلت ناجائز ہے۔ (ت)

لہ سنن ابی داؤد کتاب الاثر باب ما جاز فی السکر آفتاب عالم پریس لاہور ۱۶۳/۲  
مسند احمد بن حنبل عن ام سلمہ المکتب الاسلامی بیروت ۲۰۹/۶  
لہ المعجم الصغیر باب الالف من اسمہ احمد دار المکتب العلمیہ بیروت ۲۲/۱

یہیں سے تمباکو کھانے کا حکم واضح ہو گیا وہ فی نفسہ نباتات مباحہ سے ہے جس کی ممانعت اکل پر شرع منکر ہرگز دال نہیں تو اسے بعد وضوح حال حرام یا مکروہ تحریمی کہنا شرع پر جرات و تہمت ہے ہاں غایت وہی تنزیہی کراہت ہے اقول بلکہ حقہ سے اشد کہ دھواں منہ میں قائم نہیں رہتا تمباکو کے کشید فی اگر کشید نہ ہو اور حقہ جلد جلد تازہ کیا جائے ہر بار پانی بدلا جائے تو اس سے تغیر رائحہ ہوتا ہی نہیں خصوصاً جبکہ تمباکو خوشبو دار ہو اور حالت متوسط پر بھی اس سے جو تغیر ہوتا ہے بہت سریع الزوال ہوتا ہے کلیوں سے فوراً جاتا رہتا ہے اور بے کلی بھی تھوڑی دیر میں ہوا میں اسے لیجاتی ہیں بخلاف تمباکو کے خوردنی کہ اس کا جرم منہ میں دبا رہتا ہے اور مکرر استعمال سے تمام دہن اس کی کیفیت کرمیہ سے متکلیف ہوتا اور اس کی بو میں پس جاتا ہے تو اس کی کراہت تنزیہی حقہ سے زائد ہے اور اس میں ایک دقیقہ اور بے تمباکو کھانے کا زیادہ رواج عورتوں میں ہے، اور شوہر اگر اس کا غیر عادی اور اس کی بو سے متاثر ہو تو عورت کے لئے اس کا استعمال حد ممانعت تک پہنچے گا

لہافیہ من مناقضۃ ما قصد الشرع  
من الائتلاف والتحبیب الم  
الاضواء ج۔  
کیونکہ اس میں میاں بیوی کے درمیان اس باہمی  
انس و محبت کی ممانعت ہے جو شرعاً مقصود  
و مطلوب ہے۔ (ت)

بلکہ عورت عادی نہ ہو اور اس کی بو سے ایذا پائے تو شوہر کے لئے بھی اس کی کراہت اشد ہو جائیگی کہ عورت کے حق میں شوہر کو ایذا دینا یا اسے اپنے بعض بدن مثل زبان و دہن سے تمتع و شوار کر دینا اگرچہ سخت ناپسند شرع ہے مگر مرد کو بھی حکم عاشروہن بالمرء وفت (ان سے اچھا برتاؤ کرو۔ ت) کی ہدایت، اور ان کی ایذا سے ممانعت، اور ان کی دلداری و دلجوئی کی طرف دعوت ہے۔ اور اکثر کثافت بے احتیاطی اس حد کو پہنچی کہ رائحہ کرمیہ لازم دہن ہو جائے، کلی وغیرہ سے نہ جائے، برابر والے کو ایذا پہنچائے، تو ایسے تمباکو کا استعمال بیشک ناجائز و ممتنع ہے کہ اب وہ خواہی خواہی ترک جماعت و مسجد کا موجب ہو گا اور یہ حرام ہے معہذا ایسے تغیر کے ساتھ خود نماز پڑھنا، تلاوت قرآن کرنا سوائے ادب و گستاخی ہے والیاذ باللہ تعالیٰ هذا هو حق التحقیق، واللہ سبحنہ ولی التوفیق۔

اما ما ذکر السائل من حدیث  
الدر الثمین فاقول لا متمسک فیہما  
سائل نے در الثمین کے حوالے سے جو دو حدیثیں  
ذکر کی ہیں تو میں کہتا ہوں کہ ان میں ممانعت کے

للقائل بالمنع معلوم ضرورة من  
الدين ان نبينا صلوات الله تعالى  
عليه وسلم وكذلك سائر اخوانه  
من الانبياء والمرسلين والملئكة  
المقرين صلوات الله تعالى وسلامه  
عليهم اجمعين كلهم طيبون لطيفون  
يحبون الطيب ويكرهون الرائح الكريهة  
ثم لم يورث هذا في الثوم والبصل  
واخواتهما من المباحات حرمة ولا منعا  
مع ما نطق به الاحاديث الجليلة الصحيحة  
مسموعات الصحابة الكرام في اليقظة  
هويات الانعمة الاعلام على جمادة الحجية  
في الشريعة من قوله صلى الله تعالى عليه  
وسلم من كل الثوم والبصل والكراث  
فلا يقربن مسجدا وغير ذلك من الاحاديث  
فكيف بحكاية منام يحكيها بعض  
المتأخرين عن بعض من لم يسم وهذا  
سيدنا جابر بن عبد الله الانصاري رضي الله  
تعالى عنهم اروي ان النبي صلى الله تعالى  
عليه وسلم قال من اكل ثوما او بصلا  
فليعتزلنا او قال فليعتزل مسجدا و  
ليقع في بيته وان النبي صلى الله تعالى  
عليه وسلم اتي بقدر فيه خضرات من بقول

قائل كلف كوفي دليل معلوم نہیں ہوتی یہ بات  
ضروریات دین سے معلوم ہوتی ہے کہ ہمارے  
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یونہی دیگر انبیاء  
و مرسلین اور ملائکہ مقربین علیہم الصلوٰۃ والسلام  
تمام کے تمام صفات مستقر ہیں، خوشبو کو پسند اور  
بدبو کو ناپسند کرتے ہیں۔ پھر محض بدبو کا پایا جانا  
تو تھوم اور پیاز وغیرہ مباح اشیا میں بھی حرمت  
ممانعت کو ثابت نہیں کرتا باوجودیکہ اس پر وہ  
عظیم الشان احادیث صحیحہ وارد ہیں جو صحابہ کرام  
نے بیداری کی حالت میں سنی ہیں اور ائمہ اعلام  
سے اس طریقے پر مروی ہیں جو شریعت میں  
حجت ہے، جیسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
کا ارشاد کہ جس نے تھوم، پیاز اور گندنا کھایا  
وہ ہرگز ہماری مسجد کے قریب نہ آئے، اس کے  
علاوہ دیگر احادیث مبارکہ۔ تو پھر نفی کی حالت  
کی حکایت سے کیسے حرمت ثابت ہو سکتی ہے  
جس کو بعض متأخرین نے بعض نامعلوم حضرات  
سے حکایت کیا۔ سیدنا حضرت جابر بن عبد اللہ  
انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ  
والسلام نے فرمایا جس نے تھوم یا پیاز کھایا وہ ہم  
یا ہماری مسجد الگ رہے اور اپنے گھر میں بیٹھے نبی کریم  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ہنڈیا

فوجد لها سريحا فقال قربوها الى بعض اصحابه وقال كل فاني انا حرم من لا تناجي رواه الشيخان وهذا سيدنا ابو ايوب الانصاري رضي الله تعالى عنه قائل لا كاث النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا القى بطعام اكل منه وبعث بفضله المت وانه بعث المت يوما بفضلة لم يأكل منها لان فيها ثوما فسألته حرام هو قال لا ولكن اكرهه من اجل سريحه قال فاني اكره ما كرهت رواه مسلم فهذا شئ اخر غير المنع الشرعي وانما الكلام فيه ، والله سبحانه وتعالى اعلم وعلمه حبل محبده اتم واحكم۔

ہے حالانکہ کلام تو ممانعت شرعیہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور سب سے بڑا پیش کی گئی جس میں مختلف قسم کی سبزیاں تھیں آپ نے ان کی بو کو ناگوار پایا تو بعض اصحاب کے قریب کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا اسکو کھاؤ کیونکہ میں اس سے سرگوشی کرتا ہوں جس سے تم نہیں کرتے۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

سیدنا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا لایا جاتا تو آپ اس میں سے تناول فرماتے اور جو بچ جاتا وہ میری طرف بھیج دیتے، ایک دن آپ نے میرے پاس سبزی بھیجی جس میں سے خود کچھ نہ کھایا کیونکہ اس میں مقوم تھا، میں نے آپ سے پوچھا کیا یہ حرام ہے، تو آپ نے فرمایا کہ حرام نہیں لیکن میں اس کو ناگوار بو کی وجہ سے پسند نہیں کرتا۔ تو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جس کو آپ پسند نہیں کرتے میں بھی اس کو پسند نہیں کرتا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔ تو یہ ایک دوسری چیز ہے جو ممانعت شرعی کے علاوہ ہے حالانکہ کلام تو ممانعت شرعیہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور سب سے بڑا

صحیح البخاری کتاب الاذان باب ما جاء في الثوم الني والبصل قديمي كتب خانہ کراچی ۱۱/۸  
صحیح مسلم کتاب المساجد باب نهی من اكل ثوماً وبصلًا الخ ۲۰۹/۱  
صحیح مسلم کتاب الاشربة باب اباحة اكل الثوم الخ ۱۸۲/۲



عالم ہے اور اس شرف و بزرگی والے کا علم زیادہ تمام اور زیادہ پختہ ہے۔ (ت)



عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ محمد المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادر  
عبد المصطفیٰ احمد رضا خاں

رسالہ

حقۃ المرجان لهم حکم الدخان

ختم ہوا

**مسئلہ ۲۰** از کلکتہ دھرم تلاء مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۵ جمادی الآخر ۱۳۱۲ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میاں کلکتہ میں نمکین بسکٹوں میں خوشی تارڑی بغرض خیر  
ملائی جاتی ہے شیریں میں نہیں مگر میدہ گوندھنے کے ظرف دونوں کے ایک ہی ہیں اور وہ تختہ جس پر بسکٹ بنائے  
جاتے ہیں وہ بھی ایک ہی ہوتا ہے نمکین بسکٹ کے سیر بھر آٹے میں پاؤ بھر تارڑی ملائی جاتی ہے نمکین کا  
کھانا جائز ہے یا نہیں اور شیریں کا کیا حکم ہے؟ بیتنا توجسوا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

جو بہتی چیز نشہ رکھتی ہو مذہب صحیح میں اس کا قطرہ قطرہ نہ صرف حرام بلکہ نجس بھی ہے ہذا هو  
قول محمد وهو الصحيح وعليه الفتوى (یہی امام محمد علیہ الرحمہ کا قول ہے، یہی صحیح ہے اور  
اسی پر فتویٰ ہے۔ ت) پس صورت مستفسرہ میں نمکین بسکٹ مطلقاً حرام و نجس ہیں اور شیریں میں تین صورتیں  
اگر ثابت ہو کہ ان کے میدہ یا خمیر میں بھی اس نجاست کے اجزاء ضرور مخلوط ہوتے ہیں تو یہ بھی حرام و  
ناپاک، اور اگر تحقیق ہو کہ یہ محفوظ رہتے ہیں مثلاً انھیں التزام ہے کہ جب نمکین کے بعد شیریں بناتے ہیں تو  
دست و ظروف کو بقدر کافی دھو ڈالتے ہیں اس کے بعد شیریں کا میدہ گوندھتے بناتے ہیں اگرچہ اس  
دھونے سے ان کی نیت تطہیر کی نہ ہو بلکہ صرف اس خیال سے کہ ان میں نمکین نہ آجائے یا اور کسی وجہ سے  
یہ دھونا ایسا واقع ہوتا ہے کہ نجاست کے اجزاء دست و ظروف سے زائل ہو جاتے ہیں تو شیریں مطلقاً  
حلال و طیب، اور اگر مشکوک و محتمل ہو مثلاً ایک دن میں جس قدر یکے بعد دیگرے بنتے ہیں ان میں تو



شست و شونئیں ہوتی یا ہوتی ہے تو ناکافی و ناقابلِ تطہیر، مگر دوسرے دن جو بنانا شروع ہوتا ہے تورات کے باسی برتن خوب دھوئے جاتے ہیں اور ہمیشہ پہلے نمکین بنانے کا التزام نہیں بلکہ کبھی نمکین کبھی شیریں سے ابتدا کرتے ہیں تو اس صورت میں شیریں کا معاملہ مشکل رہا، ممکن کہ بعد تطہیر پہلے ہی بنے ہوں، ممکن کہ پہلے نمکین بن کر یہ بلا تطہیر بنائے گئے اور ان میں اجزائے نجاست مل گئے ہوں، اس تقدیر پر جن خاص میٹھوں کی نسبت معلوم ہو کہ ان میں غلط نجاست واقع ہو اوہ حرام جن کی نسبت تحقیق ہو کہ ان میں نہ ہو اوہ طیب حلال جن کی نسبت کچھ علم ہو انھیں حرام یا ناپاک نہیں کہہ سکتے،

فان الاصل هو الحل والطهارة فلا يعارضه  
الاحتمال وليس لليقین بالشك  
بدیشک اصل حل و طہارت ہے چنانچہ احتمال اس  
کا معارضہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی یقین شک کے  
ساتھ زائل ہو سکتا ہے۔ (ت)

ان کا حکم ہندوؤں کی بنائی ہوئی مٹھائی، دودھ، دہی، ملائی وغیرہا اشیاء کا ہوگا کہ کھانا حلال اور  
بچنا بہتر، فتویٰ جواز اور تقویٰ احتراز۔ یہ سب اس تقدیر پر ہے کہ نمکین میں انھیں مسکرٹاڑی ڈالنے کا  
التزام ہو خواہ یوں کہ بازار میں مسکر ہی ملتی ہے وہ وہیں سے لیتے ہیں یا یوں کہ جس غرض سے ڈالتے ہیں وہ  
مسکر ہی سے حاصل ہوتی ہے غیر مسکر کام نہیں دیتی، اور اگر یہ دونوں امر نہ ہوں بلکہ وہ کبھی مسکر کبھی غیر مسکر  
ہر قسم کی ٹاڑی ڈالتے ہیں کوئی خاص التزام نہیں تو اب نمکین بسکٹوں پر مطلقاً حرمت کا حکم نہیں بلکہ ان کا  
حال وہ ہوگا جو صورت ثانیہ میں شیریں کا تھا کہ جس خاص کا حال معلوم حکم معلوم ورنہ کھانا ردو اپنا اولیٰ۔ تاڑی  
چند ساعت دھوپ کی حرارت پا کر جوش لاتی ہے اور مسکر ہو جاتی ہے یا جس گھڑی میں لی گئی اس میں پہلی تاڑی  
کا اثر ہو تو اپنی شدت لطافت کے سبب یوں بھی سکر لے آتی ہے ورنہ اگر کور اگھڑا وقت مغرب باندھیں اور  
وقت طلوع اتار کر اسی وقت استعمال کریں تو اس میں جوش نہیں آتا یہ اگر ثابت ہو تو اس وقت تک وہ  
حلال و طاہر ہوتی ہے جب جوش لائی ناپاک و حرام ہوتی، پھر کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد بھی اس کی یہ  
حالت دیر پا نہیں رہتی بلکہ کچھ مدت کے بعد ترشش ہو کر سرکہ ہو جاتی ہے جس طرح تذکرہ طیب داؤد انطاکی  
میں نارجیل کی نسبت ہے،

قد یفسد طلعہ او جریدہ ویلقم کونرا  
فیسیل مند لبن، ویستقی  
السیناء یبقی یوما علی  
الحلاوة والدسومة و نہ  
کبھی اس کا گابھیا ٹہنی فاسد ہو جاتے ہیں اور  
کوڑے کا دبانہ بند ہو جاتا ہے تو اس سے دودھ  
بہنے لگتا ہے جس کو سیندھی کہا جاتا ہے۔ اس کی  
حلاوت اور چکنائی ایک دن باقی رہتی ہے اس کے

افعال اشد من الخمر و هو خیر منہما شمس  
یکون خلا بالعاقا طعایلہ

مگر میر محمد مومن کے لفظ تحفہ میں یہ ہیں ،  
حلاوت اوتا یک روز باقی ست بعد از یک  
روز مانند سرکہ ترش می شود لیکن  
اس کی حلاوت ایک دن باقی رہتی ہے پھر وہ ترش  
سرکہ بن جاتا ہے۔ (ت)

لیکن سرکہ ہو جانے اور مثل سرکہ ترش ہو جانے میں فرق ہے، غرض اگر ثابت ہو کہ تاڑی ایک وقت  
تک مسکر نہیں ہوتی یا ایک وقت کے بعد مسکر نہیں رہتی اور انھیں خاص مسکر ہی کے ڈالنے کا الزام  
نہیں بلکہ دونوں طرح کے استعمال کرتے ہیں جب تو حکم یہ ہے، اور اگر ثابت ہو کہ اس مدت مقررہ کے بعد  
اس کے اجزا خواہی خواہی سرکہ ہو جاتے ہیں اگرچہ آٹے میں مل کر تور میں پک چکے ہوں تو اس مدت کے گزرنے  
پر لیکٹ مطلقاً حلال ہو جائیں گے،

لان الحرمة كانت لمجاور وقد تبدل عينه  
قال في الدر المختار لو عجن خبز بخمر  
صب خل فيه حتى يذهب أثره فيطهر  
في رد المحتار لا انقلاب ما فيه من اجزاء  
الخمر خلا لي

کیونکہ حرمت مجاور کی وجہ سے ہے اور اس کا  
عین بدل گیا ہے اور رد مختار میں ہے اگر شراب  
میں آٹا گوندھ کر روٹی پکائی گئی حتیٰ کہ شراب کا اثر  
جاتا رہا تو وہ پاک ہو جائے گی۔ رد المحتار میں ہے  
اس لئے کہ اس کی حقیقت بدل کر سرکہ بن گئی  
ہے۔ (ت)

اور اگر یہ امور نا ثابت ہوں تو حکم وہی ہے کہ اول مذکور ہوا۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم  
مسئلہ از گلگٹ چھاوٹی جوئناں مسئلہ سید محمد یوسف علی صاحب ۱۰ شعبان ۱۳۱۲ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص شراب پئے وہ کیسا ہے؟ بیتوا توجروا  
(بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

۱ تذکرۃ اولوالالباب لدواد النطاکی حرف النون ذکر نار جیل مصطفیٰ البابی مصر ۳۲۶/۱  
۲ تحفۃ المؤمنین علی هامش مخزن الادویۃ تحت لفظ نار جیل نوکسٹور کانپور ص ۵۵۳  
۳ الدر المختار کتاب الطہارت باب الانجاس مطبع مجتبائی دہلی ۵۶/۱  
۴ رد المحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۲/۱

## الجواب

اللَّهُمَّ احْفَظْنَا وَالْمُسْلِمِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ (اے اللہ! ہمیں اور تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھ اپنی رحمت کے ساتھ اے بہترین رحم فرمانے والے۔ ت) شراب حرام اور پیشاب کی طرح ناپاک اور اس کا پینا سخت گناہ کبیرہ اور پینے والا فاسق فاجر ناپاک بیباک مردود و ملعون مستحق عذاب شدید و عقاب الیم ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین، اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر سخت سخت وعیدیں ہو لیا کہ تہدیدیں فرمائیں، ہم یہاں صرف بعض پر اکتفا کرتے ہیں؛ حدیث (۱) : رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لا يشرب الخمر حين يشربها وهو مؤمن رواه الشيخان وغيرهما عن ابى هريرة رضي الله تعالى عنه - شراب پیئے وقت شرابی کا ایمان ٹھیک نہیں رہتا (اس کو یحییٰ بن زبیر وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

حدیث (۲) : (رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے :)  
لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في الخمر عشرة عاصرها ومعتصرها وشاربها وحاملها والمحمولة اليه و ساقياها وبائعها واكل ثمنها والمشتري لها والمشتراؤه رواه الترمذي وابن ماجة عن انس بن مالك رضي الله تعالى عنه ورجاله ثقات -  
یعنی جو شخص شراب کے لئے شیرہ نکالے اور جو نکلو اے اور جو پیے اور جو اٹھا کر لائے اور جس کے پاس لائی جائے اور جو پلائے اور جو بیچے اور جو اس کے دام کھائے اور جو خریدے اور جس کے لئے خریدی جائے ان سب پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی (اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔ ت)  
حدیث (۳) کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لے صحیح البخاری کتاب الاشریہ قیدی کتب خانہ کراچی ۸۳۶/۲  
صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان نقصان الایمان بالمعاصی ۵۵/۱  
لے سنن ابن ماجہ ابواب الاشریہ باب لعنت الخمر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۵۰  
جامع الترمذی ابواب البیوع باب ما جاء فی بیع الخمر امین کمپنی دہلی ۱۵۵/۱

من زنی و شرب الخمر نزع الله منه  
الایمان كما یخلع الانسان القميص من  
سراسه - رواه الحاكم عن ابی هريرة  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ -

جو زنا کرے یا شراب پئے اللہ تعالیٰ اُس سے  
ایمان کھینچ لیتا ہے جیسے آدمی اپنے سر سے کرتا  
کھینچ لے (اسے امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے - ت)

**حدیث (۴)** کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ثلاثة لا یدخلون الجنة مد من الخمر  
وقاطع الرحم ومصدق بالسحر ومن  
مات مد من الخمر سقاہ الله جل و  
علا من نہر الغوطة، قيل وما نہر  
الغوطة، قال نہر یجری من فروج  
المومسات یؤذی اهل النار ساریح  
فروجهن - رواه احمد وابن حبان فی  
صحیحہ والبیہقی عن ابی موسیٰ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ -

تین شخص جنت میں نہ جائیں گے : شرابی اور  
اپنے قریب رشتہ داروں سے بدسلوکی کرنیوالا  
اور جادو کی تصدیق کرنے والا۔ اور جو شرابی  
بے توبہ مر جائے اللہ تعالیٰ اسے وہ خون اور پیپ  
پلائے گا جو دوزخ میں فاحشہ عورتوں کی بُری جگہ  
سے اس قدر بہے گا کہ ایک نہر ہو جائے گا  
دو زنیوں کو ان کی فرج کی بدبو عذاب پر عذاب  
ہوگی وہ سخت بدبو گندی پیپ جو بدکار عورتوں  
کی فرج سے بہے گی اس شرابی کو پینی پڑے گی۔

(والعیاذ باللہ تعالیٰ) (اس کو امام احمد، ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا اور اس  
کی تصحیح کی۔ اور ابویعلیٰ نے اس کو سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔)  
مسلمان ذرا آنکھیں بند کر کے غور کرے کہ شراب چھوڑنا قبول ہے یا اس پیپ کے گھونٹ لگنا والعیاذ باللہ رب العالمین۔

**حدیث (۵)** : رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

مد من الخمرات مات لقی الله شرابی اگر بے توبہ مرے تو اللہ تعالیٰ کے حضور

المستدرک للحاکم کتاب الایمان اذا زنی العبد خرج منه الایمان دار الفکر بیروت ۲۲/۱  
لے مسند امام احمد بن حنبل عن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳۹۹/۴  
المستدرک للحاکم کتاب الاشربة ذکر ثلثة لا یدخلون الجنة دار الفکر بیروت ۱۴۶/۴  
موارد النظم باب مد من الخمر حدیث ۱۳۸۰ المطبعة السلفیہ ص ۳۲۵



کعبیدون - رواہ احمد بسند صحیح عندنا  
وابن حبان فی صحیحہ عن ابن عباس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اس طرح ہوگا جیسے کوئی بُت پوجنے والا (اس کو  
امام احمد نے بسند صحیح روایت کیا اور ابن حبان نے  
اپنی صحیح میں اس کو سیدنا عبداللہ ابن عباس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرمایا ہے۔ ت)

حدیث (۶) : رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ما من احد يشرب بها فيقبل الله له  
صلوة اربعين ليلة ولا يموت  
وفي مثانته منها شيء الا حرمت بهما عليه  
الجنة فان مات في اربعين ليلة مات  
ميتة جاهلية۔

جو شخص شراب کی ایک بوند پئے چالیس روز  
تک اس کی کوئی نماز قبول نہ ہو، اور جو مرد  
اور اس کے پیٹ میں شراب کا ایک ذرہ  
بھی ہو تو جنت اس پر حرام کر دی جائے گی،  
اور جو شراب پینے سے چالیس دن کے اندر مرے گا  
وہ زمانہ کفر کی موت مرے گا۔ (ت)

والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

حدیث (۷) کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اقسم ربی بعزته لا يشرب  
عبد من عبیدی جرعة  
من خمر الا سقيته مكانها  
من حمیم جهنم معذبا  
او مغفورا له، ولا يسقيها صبیا صغيرا  
الا سقيته مكانها من حمیم جهنم معذبا  
او مغفورا، ولا يدعها عبد من عبیدی  
من مخافتی الا سقيتها اياه من حظيرة

میرے رب نے اپنی عزت کی قسم یاد فرماتی ہے  
کہ میرا جو بندہ ایک گھونٹ شراب کا پئے گا  
میں اس کے بدلے جہنم کا وہ کھولتا ہوا پانی  
پلاؤں گا اس کی بخشش تک اور جو کسی چھوٹے  
کو پلائے گا جب بھی اس کی سزا میں وہ پانی  
پلاؤں گا اس کی بخشش تک اور میرا جو بندہ میرے  
خوف سے شراب چھوڑے گا اسے اپنے  
پاک دربار میں پلاؤں گا (اس کو

۱۔ مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲۴۲/۱

موارد الظمان باب من الخمر حدیث ۱۳۴۹ المطبعة السلفية ص ۳۳۵

۲۔ المستدرک للحاکم کتاب الاشریہ ان اعظم الکبائر شراب الخ دار الفکر بیروت ۱۴۴/م



القدس۔ رواہ احمد عن ابی امامة امام احمد نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم سے روایت فرمایا۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم  
 مسئلہ ۲۲ از بریلی سائل غشی احمد علی محرر چوکی چوگی قلعہ بریلی ۱۱ صفر ۱۳۱۴ھ  
 علمائے دین نے حق کو حرام مطلق قرار دیا ہے یا مکروہ؟ کیا وہ شخص زیارت حضور سرور کائنات  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف نہ ہوگا جو حقہ پیتا ہے اگرچہ درود شریف بکثرت پڑھتا ہو اور کیا اس کا  
 تحفہ حضور قبول نہ فرمائیں گے؟

### الجواب

وَمَلِكًا جَسَدًا مِنْ هَوَشٍ وَحَوَاسٍ فِي فَرْقٍ أَجْمَعٍ حَرَامٌ هُوَ حَقُّ هَرِّكَ حَرَامٍ نَهَى، نَهَى اس کا  
 پینا کسی طرح کا گناہ ہے، ہاں اگر بُور کھتا ہے تو خلافِ اولیٰ ہے جیسے کچی پیاز کھانا، اور یہ جاہلانہ خیالات  
 کہ حقہ پینے والا زیارتِ اقدس حضور پر نور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معاذ اللہ محروم ہے  
 یا حضور رحمۃ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معاذ اللہ اس کا تحفہ درود شریف قبول نہ فرمائیں گے، یہ  
 سب دروغ بے فروغ اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء ہے، بہت بندگانِ خدا  
 حقہ پینے والے خواب میں زیارتِ جمال جہاں آرا سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بارہا مشرف  
 ہوئے اور حضور رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غایتِ کرم و مہربانی کے کلمات ارشاد فرمائے۔  
 قُلْ لَوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُونَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْ اَسْءَلْتُكُمْ اِذَا لَمْ تَكُنْ اِلَیَّ اِنْفَاقًا وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا اِلَیَّ  
 اے محبوب! فرمادیں اگر تم لوگ میرے رب کی  
 رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو انھیں بھی  
 روک رکھتے اس ڈر سے کہ خرچ نہ ہو جائیں اور  
 آدمی بڑا کنجوس ہے۔ (ت)

۵ اگر بادشاہ برادرِ پیر زن بیاید تو اسے خواجہ سبقت کہیں  
 (اگر بادشاہ بوڑھی عورت کے دروازے پر آئے تو اسے سردار! تو مونچھیں  
 مت اکھاڑ۔ ت)

ہاں درودِ مبارک کے وقت حقہ نہ پئے اور پی چکا ہو تو کُلّی مسواک سے منہ صاف کر کے وردِ شروع

کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
مسئلہ ۲۳ از براہم پور

۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ افیون کھانی کیسی ہے؟ افیونی فاسق و مستحق عذاب ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اس کی ہمراہی کریں اس کی مدد کریں وہ کیسے ہیں؟ افیونی کو کھانا کھلانا جائز ہے یا نہیں؟ اور کھانے کے علاوہ دام دیئے جائیں یا نہیں جبکہ اس کی عادت سے معلوم ہے کہ وہ ان اموال کو افیون میں صرف کرے گا۔ بینوا تو جروا۔

## الجواب

افیونی ضرور فاسق و مستحق عذاب ہے، صحیح حدیث میں ہے،

نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
عن کل مسکر و مفتر۔ رواہ الامام  
احمد و ابوداؤد عن ام المؤمنین ام سلمة  
رضی اللہ تعالیٰ عنہا بسند صحیح۔  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر چیز کو  
نشد لائے اور ہر چیز کو عقل میں فخر ڈالے حرام  
فرمائی (اس کو امام احمد اور ابوداؤد نے ام المؤمنین  
سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بسند صحیح

روایت فرمایا ہے۔ ت)

اور مخالفت شرع میں کسی کی مدد کرنی ہمراہی یعنی خود مخالفت شرع کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تأخذکم بہما سراۓ فی دین اللہ  
اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ تعالیٰ کے  
دین میں۔ (ت)

افیونی اگر بھوکا محتاج ہو تو اس کے بھوکے ہونے کی نیت سے کھانا دینے میں عرج نہیں  
بلکہ ثواب ہے کہ بھوکے کتے کا بھی پیٹ بھرنا باعث اجر ہے آدمی تو آدمی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فی کل کبد حواء رطبۃ اجر لہ  
ہر تر جگر والی شے میں ثواب ہے۔ (ت)

لہ سنن ابی داؤد کتاب الاشرار باب ما جاء فی السكر آفتاب عالم پریس لاہور ۱۶۳/۲  
مسند احمد بن حنبل عن ام سلمہ المکتب الاسلامی بیروت ۳۰۹/۶

لہ القرآن الکریم ۲/۵

لہ صحیح البخاری ابواب المظالم و القصاص باب الا بار علی الطریق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۳۳/۱  
مسند احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲۲۲/۲

اور کھانے کے علاوہ دامنہ دیئے جائیں جبکہ معلوم ہو کہ انھیں افیون میں صرف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

ولا تعاونا على الاثم والعدوان<sup>۱</sup> اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۴ھ از شہر کہنہ مرسلہ سید عبد الواحد متھراوی  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شراب کا حرام ہونا اس کے نشہ کی وجہ سے ہے یا ادویہ کے سڑک تیار ہونے کی وجہ سے ؟

### الجواب

شراب کا شراب ہونا جوش آنے اور نشہ لانے کی حالت پر موقوف ہے، دوائیں اگر سڑائی جائیں اور ان میں نشہ لانے کا جوش نہ پیدا ہو تو وہ شراب نہ ہوں گی جیسے بعض مصطفیٰ عروق میں ادویہ کی تعصین کی جاتی ہے اور بغیر سڑائے صرف آنچ دینے یا دھوپ دکھانے یا گرم ہوا میں ٹھہرنے سے وہ جوش ابھائے جیسے آب و نقوع انگور و خرماتر بورشک آمیختہ اور تازی وغیرہ میں تو وہ شراب ہو جائے گی، پھر شراب ہو جائے تو اس کی حرمت اس قدر پٹنے پر موقوف نہ رہے گی جو نشہ لائے بلکہ وہ نجاست غلیظہ اور مطلقاً حرام ہے اگرچہ ایک بوند، کما حقہ الاثمۃ فی عامۃ الاسفاد (جیسا کہ عام کتابوں میں امر کرام نے اس کی تحقیق فرمائی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

رسالہ

# الفقه التسجیلی فی عجین النار جیلی

۱۳

۱۸

(فیصلہ کن دانائی تاروی سے خمیر شدہ آٹے کے بارے میں)

www.ashabulnetwork.com

بسم الله الرحمن الرحيم

مسئلہ ۲۵ از رنگون گلی نمبر ۲۵ دو اخوان حکیم عبدالعزیز صاحب مرسلہ جناب مرزا عبدالقادر بیگ  
۲۸ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پہلے تھوڑے آٹے میں مسکر تاروی کے نیچے کی تاروی  
جسے روٹی کا دکتے ہیں ملا کر خمیر کیا گیا پھر یہ آٹا خمیر شدہ پندرہ بیس سیر آٹے میں ملا کر خمیر کیا اور اس کی روٹی  
پکائی اس روٹی کی نسبت کیا حکم ہے؟ اور اگر فرض کیا جائے کہ اس گاد میں قوتِ سُکریہ باقی نہ رہی تھی  
تو اس خمیری روٹی کا کیا حکم ہے؟ (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

رنگون میں بخلاف مانڈلہ پاؤ روٹی و تنوری روٹی دونوں کا عام طور پر خمیر تاروی سے کیا جاتا ہے  
اور ہزار ہا مسلمان اُسی روٹی کو کھاتے ہیں، یہاں اور کھلتے میں عام ہے، یہاں دُو عالم کتے ہیں کہ  
اُس روٹی کی نسبت حکمِ حرمت کا نہیں ہے مگر احتیاط کرنا اولیٰ ہے۔ میں نے جناب مولانا جلال الدین  
صاحب دہلوی مقیم مانڈلہ سے بذریعہ خط دریافت کرایا جواب آیا کہ جناب موصوف نے حکمِ حرمت کا دیا  
آج کل مولوی عبدالحمید صاحب واعظ پانی پتی یہاں تشریف رکھتے ہیں انھوں نے بھی کھانا ترک کر دیا

اس کے جواب کی بہت ضرورت ہے امید ہے کہ آپ کے فیض تحریر سے صد ہا مسلمان اس معصیت سے بچ جائیں گے۔ یہ بلا یہاں عام ہے جملہ قسم کی روٹیوں میں اس کا خمیر دیا جاتا ہے فقط۔

### الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله الذي  
حرم علينا في الدنيا الخمور و  
وعدنا في الجنة الشراب الطهور  
والصلوة والسلام على من  
حمانا المنكرات وحرم علينا برحمته  
المسكرات وعلى اله وصحبه  
الشاربين من كاس التكريم  
لا لغوفيهما ولا تاشيم افاض الله  
علينا من فيضهم فنصيب  
فللارض من كاس الكرام  
نصيب۔

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان اور رحم  
فرمانے والا ہے، تمام تعریفیں اس معبود کیلئے ہیں  
جس نے دنیا میں ہم پر شرابیں حرام کی ہیں اور جنت  
میں ہمیں شراب طہور عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے  
اور درود و سلام ہوا اسی ذات پر جس نے ہمیں  
منکرات سے روکا اور اپنی رحمت سے نشہ آور  
اشیاء کو ہم پر حرام فرمایا اور آپ کے آل و اصحاب  
جو عزت کے پیالے سے پینے والے ہیں جس میں یہودگی  
اور گنہ گاری نہیں، اللہ تعالیٰ ان کے فیض سے ہمیں  
بھی عطا فرمائے کہ ہم بھی اس کو پالیں، اور سخیوں  
کے جام سے زمین کے لئے حصہ ہوتا ہے (ت)

قول منصور و مختار میں تاڑی وغیرہ ہر سکر پانی کا قطرہ قطرہ مثل شراب حرام و نارد ا ہے اور نہ صرف  
حرام بلکہ پیشاب کی طرح مطلقاً نجاست غلیظہ ہے۔ یہی مذہب معتد اور اسی پر فتویٰ ہے۔ تنویر الابصار  
میں ہے :

حرمها محمد مطلقا وبه يفتى له  
امام محمد عليه الرحمۃ نے اس کو مطلقاً حرام قرار دیا اور  
اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے (ت)

در مختار میں ہے :

ذكره الزيلعي وغيره واحتاره شارح  
الوهبانية له  
اس کو زلیعی وغیرہ نے ذکر کیا اور شارح و ہبانیہ  
نے اس کو اختیار فرمایا۔ (ت)



رد المحتار میں ہے :

قوله وغيره كصاحب الملتقى والمواهب  
والكفاية والنهاية والمعراج وشرح المجمع  
وشرح درر البحار والقهستاني والعيني حيث  
قالوا الفتوى في زماننا بقول محمد لغلبة  
الفساد الخ.

اس کے قول وغیرہ سے مراد یہ حضرات ہیں جیسے صاحب ملتقى،  
صاحب مواهب، صاحب کفایہ، صاحب نہایہ،  
صاحب معراج، صاحب شرح المجمع، صاحب شرح  
درر البحار، قہستانی اور عینی، کیونکہ انہوں نے فرمایا  
کہ ہمارے زمانے میں غلبہ فساد کے سبب فتویٰ  
امام محمد کے قول پر ہے الخ (ت)

غنیہ ذوی الاحکام میں ہے :

قال في البرهان والحقها محمد كلها بالخصر  
في المشهور عنه كالشافعي ومالك و به  
يفتي.

برہان میں لکھا کہ امام محمد نے ان تمام کو مشہور قول میں  
شراب کے ساتھ ملحق کیا ہے جیسا کہ امام شافعی و  
امام مالک کہتے ہیں اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے (ت)

طحاوی علی الدر میں ہے :

قال الحموی واعلم ان الاصح المختار  
في زماننا ان كل ما اسكر من الاشربة  
المذكورة بعبوسها كثيرة وقليلة حرام  
وهو قول محمد لحديث كل مسكر  
حرام.

حموی نے کہا جان لو کہ ہمارے زمانے میں اصح و  
مختار یہ ہے کہ مذکورہ نشہ آور شرابوں میں سے  
علی العموم ہر ایک کا قلیل و کثیر حرام ہے اور یہ  
ہی امام محمد کا قول ہے، اس کی دلیل یہ حدیث  
ہے کہ ہر نشہ آور حرام ہے۔ (ت)

وجیز کردری میں ہے :

قال محمد رحمه الله قليلة وكثيرة حرام  
قالوا وبقول محمد ناخذ ومذهب محمد  
انه حرام نجس الخ.

امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا: اس کا قلیل و کثیر حرام ہے  
علمائے نے کہا ہم امام محمد کے قول سے اخذ کرتے ہیں  
اور امام محمد کا مذہب یہ ہے کہ یہ نجس ہے الخ (ت)

۲۹۳/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الاشربة	رد المحتار
۸۶/۲	میر محمد کتب خانہ کراچی	کتاب الاشربة	غنیہ ذوی الاحکام علی الدر الاحکام
۲۲۵/۴	المکتبۃ العربیہ، کانسٹی روڈ، کوئٹہ	" "	حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار
۱۲۶-۲۶/۶	فوریانی کتب خانہ پشاور	" "	فتاویٰ برازیہ علی ہامش الفتاویٰ الہندیہ

خلاصہ میں نوازل فقیہ ابواللیث سے ہے :  
عند محمد حرام شربہ قال الفقیہ و  
به ناخذ

فتاویٰ ہندیہ میں فتاویٰ ظہیریہ سے ہے :  
ذکر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی الکتاب کل  
ما هو حرام شربہ اذا اصاب الثوب  
منہ اکثر من قدر الدرہم یمنع  
جواز الصلوۃ قالوا وھکذا روی ہشام عن  
ابی یوسف و حکى عن الفضل انہ قال علی قول  
ابی حنیفۃ و ابی یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ  
یجب ان یکون نجسا نجاسة خفیفة  
والفتویٰ علی انہ نجس نجاسة غلیظة <sup>۱</sup>  
اعلم ان المحقق صاحب البحر کانت  
بحث فی البحر ترجیح التغلیظ بناء علی  
اصل مہدہ سابقا و نازعہ اخوہ  
المدقق فی النہر محتج بما  
فی المنیۃ صلی و فی ثوبہ  
دوت اکثر الفاحش من السکر  
او المنصب تجزیہ فی الاصح <sup>۲</sup>  
و ذکر فی الدر خلافت الاخویہ  
و لم یزد و قال العلامة

امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کا پینا حرام ہے  
فقیہ نے کہا ہم اسی کو لیتے ہیں۔ (ت)

امام محمد علیہ الرحمہ نے کتاب میں فرمایا کہ جس شے کا پینا  
حرام ہے اگر وہ مقدار درہم سے زائد کپڑے کو لگ جائے  
تو اس کپڑے میں نماز ممنوع ہوگی۔ علماء نے کہا کہ  
ہشام نے امام ابویوسف علیہ الرحمہ سے یونہی روایت  
کیا ہے۔ فضلی سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا امام ابوحنیفہ  
اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے قول  
پر ضروری ہے کہ وہ کپڑا نجاست خفیفہ کے ساتھ  
نجس ہو، اور فتویٰ اس پر ہے کہ وہ نجاست غلیظہ  
کے ساتھ نجس ہے، جان لو کہ امام محقق صاحب البحر  
نے جو میں اس پر بحث کرتے ہوئے نجاست غلیظہ  
کو ترجیح دی اور اس کی بنیاد ایسے قاعدہ پر رکھی جس کو  
انھوں نے اولاً مقرر فرمایا، اور ان کے بھائی مدقق  
نے نہر میں ان کی مخالفت کی استدلال کرتے ہوئے  
اس مسئلہ سے جو مینہ میں مذکور ہے کہ کسی شخص نے  
اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کے کپڑوں میں شراب یا  
انگور کا شیرہ لگا ہوا تھا جو کہ کثیر فاحش تھا تو مذہب  
اصح میں اس کی نماز ہوگئی، اور میں دونوں بھائیوں کا

۲۰۵/۴	المکتبۃ العربیہ کانسو روڈ لاہور	کتاب الاشرار	۱ خلاصۃ الفتاویٰ
۴۱۲/۵	قورانی کتب خانہ پشاور	" "	۲ فتاویٰ ہندیہ
۱۴۷/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	کتاب الطہارۃ باب النجاس	۳ النہر الفائق



ظاہر ہے کیونکہ ان کے قلیل میں حد جاری نہیں ہوتی  
بجائے خمر کے، لہذا یہ تمام میں حرمت غلیظہ کا فائدہ  
نہ دے گا۔ اور ان تمام بزرگوں پر حیرت ہے کہ  
وہ تمام اس نص سے غافل رہے جو مذہب میں  
صریح اور الفاظ قویٰ کو زیادہ مؤکد طور پر ظاہر کرنے  
والی ہے بلکہ منصف کی حرمت غلیظہ پر تو متون میں نص  
وارد ہے جیسے وقایہ، نقایہ، اصلاح، وغیرہ الاحکام  
اور تنویر وغیرہ۔ اور جو ہم نے نقل کیا اس سے وہ  
اعتراف ساقط ہو گیا جو نہر میں ہے اور بحر کی  
بحث سے بھی استغناء حاصل ہو گیا اور ظاہر ہو گیا  
کہ مفتی بہ قول کے مطابق سب میں نجاست غلیظہ ہے

فیہا بتین حیث لا یحد بشرب القلیل  
منہا بخلاف الخمر فلا یفید التغلیظ فی  
الجمیع والعجب من هؤلاء الجلة  
غفلوا کلہم عن نص صریح فی المذہب  
مذیل بآکد الفاظ الفتوی بل التغلیظ  
فی النصف منصوص علیہ فی المتون  
کالوقایہ والنقایہ والاصلاح وغیرہ الاحکام  
والتنویر وغیرہا وبما نقلنا سقط ما  
فی النہر واستغنی عن بحث البحر  
وتبین ان کل غلیظۃ علی المفتی  
بہ واللہ الحمد۔

اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے حمد ہے۔ (ت)

اس مذہب پر جبکہ مسکرتاری کے اجزاء روٹی میں شریک ہوں تو وہ روٹی ضرور حرام و ناپاک ہے  
اور اس کا نتیجہ بھی حرام و ناپاک اور اس کے دام بھی ناپاک اور پیلے تھوڑے آٹے میں تارڑی ملا کر خیر کرنا پھر  
خیر آمد کثیر میں نفع نہ دے گا اگر آٹے میں پانی ڈال کر گوندھ جانے سے پہلے خیر ملایا جب تو ظاہر ہے کہ اس  
ناپاک خیر سے وہ سارا پانی ناپاک اور اس سے سب آٹا نجس ہو گیا، اور اگر گوندھ کر تیار ہو جانے کے بعد  
بھی خیر دیا تو بھی یہ طریقہ ہرگز نہیں کہ آٹے میں ایک کنارے کو یا صرف بیچ میں خیر رکھ دیا اور سب آٹا اس کی  
ہوا سے خیر ہو گیا بلکہ ضرور وہ خیر آٹے میں خوب ملائے غلط کرتے ہیں کہ اس کے اجزاء تمام آرد میں مل جاتے ہیں  
یوں بھی حکم حرمت ہی رہا کسی حلال چیز میں حرام چیز کا اگرچہ پاک ہو ایسا غلط ہو جانا اسے حرام کر دیتا ہے  
اور یہ تو حرام و ناپاک دونوں تھا، درمختار میں ہے :

اگرچہ پانی میں میندک جیسا جانور ریزہ ریزہ ہو جائیگا  
تو اس پانی کے ساتھ وضو تو جائز ہے مگر اس کو  
پینا جائز نہیں اس لئے کہ میندک کا گوشت حرام ہے (ت)

لوقت فیہ نحو ضفدع جائز الوضوء بہ  
لا شربہ لحرمة لحمہ



علیہ میں ہے :

قال شيخنا و به صرح في التجنيس فقال يحرم شربه  
ہمارے شیخ نے فرمایا اور اسی کے ساتھ تجنيس میں بھی  
تصریح کی گئی ہے، فرمایا اس کو پینا حرام ہے (ت)

اور گاد میں نشہ نہ ہونا بھی نفع نہ دے گا جبکہ عدم سکر اس وجہ سے ہو کہ اس میں ثقل زیادہ ہے،  
اجزائے رقیقہ کہ مورث تفریق و تجزیر سکری ہوتے ہیں اتنے نہیں کہ ان کا اثر ظاہر ہو۔ اوپر معلوم ہوا کہ ہر سکر پانی  
کا قطرہ قطرہ ذرہ ذرہ شراب کی طرح حرام اور پیشاب کی طرح نجس ہے اور گاد ان اجزاء سے خالی نہیں ہو سکتی  
اور بالفرض خالی ہو تو ناپاک تو ضرور ہے کہ آخر اسی پیشاب کا تلچٹ ہے۔ ہدایہ میں ہے :

يكون شراب دروي الخمر والامتشاط به لان  
فيه اجزاء الخمر والانتفاع بالمحرم  
حرام ولا يحد شارب به ان لم يسكر  
لان الغالب عليه الثقل فصار كما اذا  
غلب عليه الماء بالامتزاج اهـ  
شراب کا تلچٹ پینا اور اس کے ساتھ بالوں کو لنگھا  
کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں شراب کے اجزاء  
ہیں اور حرام سے انتفاع بھی حرام ہے، تلچٹ پینے  
والے پر حد جاری نہیں کی جائے گی اگر وہ نشہ نہ لے  
کیونکہ اس میں غالب میل کچیل ہوتی ہے تو وہ  
ایسا ہی ہو گیا جس میں پانی کی ملاوٹ غالب ہو جائے (ت)

مگر امام الاطباء داؤد انطاکی نے تذکرہ میں تصریح کی کہ سیندھی یعنی وہ پانی کہ تاڑی کی طرح ناریل کے  
درخت سے لیا جاتا ہے صرف یک شبانہ روز مسکر رہتا ہے اس کے بعد سخت تند و تیز سرکہ ہو جاتا ہے  
کیونکہ انھوں نے ناریل کے ذکر میں فرمایا کہ اس کا  
گا بھا اور ٹہنی کبھی فاسد ہو جاتی ہے اور کوڑا کا دھانا  
بند ہو جاتا ہے اس سے دودھ بننے لگتا ہے جس کو  
سیندھی کہتے ہیں، وہ ایک دن تک اپنی حلاوت  
اور چکنائی پر برقرار رہتا ہے اور اسکے افعال شراب سے  
سخت تر ہیں اور وہ اس سے بہتر ہے پھر وہ تند و تیز  
سرکہ بن جاتا ہے۔ (ت)

لہ التعلیق المحلی بحوالہ حلیۃ المحلی فصل فی البئر  
کتاب الاشریہ  
لہ المداۃ  
لہ تذکرہ اولوالالباب لداؤد انطاکی حرف النون ذکر ناریل  
مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۲۳  
مطبوع یوسفی لکھنؤ ۹۶-۹۷  
مصطفیٰ البانی مصر ۱/۳۲۶



تاڑی اور سیندھی قریب قریب ہیں کہ تاڑی بھی نارجل ہی کی ایک نوع ہے اگر ثابت ہو کہ یہ بھی ایک وقت معین شبانہ روز خواہ زائد کے بعد سرکہ ہو جاتی ہے اور گاد میں قوتِ شکر یہ نہ رہنا اس بنا پر ہے تو اب اس کی طہارت و حلت میں شبہ نہیں اور روٹی جو ایسی گاد سے خیر کی جائے یقیناً حلال و طیب اور اس کی بیع روا ہے، یونہی اگر پایہ ثبوت کو پہنچے کہ مدت مقررہ پر اس کے اجزاء ضرور سرکہ ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ جز بھی جو آٹے میں مل کر آگ پر پک چکے تو اس صورت میں اس مدت کے مدور پر روٹی کی طہارت و حلت و جواز بیع کا حکم ہو جائے گا اگرچہ ابتداءً اس میں مسکر اجزاء سٹے ہوں کہ جب وہ اجزاء مسکر نہ رہے سرکہ ہو گئے ظاہر و حلال ہو گئے اور روٹی کی حرمت و نجاست جو انھیں کے باعث تھی زائل ہو گئی۔ درمختار میں ہے :

لو عجن خبز بخصر صب فيه خل حتى يذهب اثره فيطهر لا  
اگر شراب میں آٹا گوندھ کر روٹی پکائی گئی اور اس میں سرکہ ڈالا گیا جس سے شراب کا اثر جاتا رہا تو پاک ہو جائیگی۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

لا فقلب مافيه من اجزاء الخمر خلا  
کیونکہ اس میں جو خمر کے اجزاء تھے وہ سرکہ کی طرف منقلب ہو گئے ہیں (ت)

اور اس کا ثبوت قابل قبول نہ ہو تو وہی حکم نجاست و حرمت رہے گا لان موجبہ معلوم و دلیل المزیل معدوم والیقین لا یزول بالشک۔  
کیونکہ اس کا موجب معلوم اور دلیل مزیل معدوم ہے اور یقین کبھی شک کے ساتھ زائل نہیں ہوتا۔ (ت)

یہ سب بر بنائے مذہب مفتی بہ تھا اور اصل مذہب کہ شیخین مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے اعنی طهارة المثلث العنبي والمطبوخ التمری والنریبی و سائر الاشربة من غیر الکرم میری مراد پاک ہونا اس انگوری شراب کا جس کا مثلث خشک ہو گیا ہو، کھجور اور زریب کے پھوڑ کا جس کو پکایا گیا ہو اور انگور اور کھجور کے

لے الدر المختار کتاب الطهارة باب الانجاس مطبع مجتہبی دہلی ۵۶/۱  
لے رد المحتار " " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۳/۱

والنخلة مطلقا وحلها كلها دون قدس الاسكاس۔  
علاوہ تمام شرابوں کا پاک ہونا اور ان کا حلال ہونا  
جبکہ مقدار مسکر سے کم ہوں۔ (ت)

حاشیہ بھی قول ساقط و باطل نہیں بلکہ بہت باقوت ہے خود اصل مذہب یہی ہے اور یہی جمہور صحابہ کرام  
حتیٰ کہ حضرات اصحاب بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے یہی قول امام اعظم ہے عامر متون مذہب مثل مختصر قدوسی  
و ہدایہ و وقایہ و کنز و غرر و اصلاح و غیرہ میں اسی پر جرم و اقتصار کیا، اکابر ائمہ ترجیح و تصحیح مثل امام اہل  
ابو جعفر طحاوی و امام اہل ابوالحسن کرخی و امام شیخ الاسلام ابوبکر خواہر زادہ و امام اہل قاضی خاں و امام اہل  
صاحب ہدایہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسی کو رائج و مختار رکھا بلکہ خود امام محمد نے کتاب الآثار میں اسی پر فتویٰ دیا  
اسی کو بہ ناخذ (ہم اسی کو لیتے ہیں۔ ت) فرمایا، علمائے مذہب نے بہت کتب معتمدہ میں اس کی تصحیح  
فرمائی یہاں تک کہ آکد الفاظ ترجیح علیہ الفتویٰ سے بھی تذیل آئی۔ خزائنہ المفتین میں ہے:

فی الهدایۃ والنهاية و فتاوی قاضی خان  
وظہیر الدین والخلاصة و فتاوی  
الکبری و فتاوی اہل سر قند و الحمیدی  
الاصح ما علیہ ابو حنیفہ و ابو یوسف  
رحمہما اللہ تعالیٰ علیہ  
بامع الرمز میں ہے:

و هو الصحيح لان الخمر موعودة في العقبي  
فينبغي ان يحل من جنسه في الدنيا انما ذجا  
ترغيبا كما في المضمرة اول لئلا يلزم تضييق الصحابة  
رضي الله تعالى عنهم علیہ  
ہندیہ میں فتاویٰ کبریٰ سے ہے،

العصير اذا شمس حتى ذهب ثلثاه  
يحل شربه عند ابی حنیفہ و  
انگور کا بوجس جب دھوپ میں دوثلث خشک ہو جائے  
تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف علیہما الرحمۃ کے

لہ خزائنہ المفتین کتاب الحدود فصل فی الشرب قلمی نسخہ ۱۸۶/۱

لہ جامع الرمز کتاب الاشریہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قابوس ایران ۳۳۳/۳

ابن یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ و ہو  
الصحيح  
درمستی میں ہے :

وصح غیر واحد قولہما  
درمختار میں ہے :

لین الرماک اذا اشتد لم یحل وصح  
فی الہدایۃ حلہ

ردالمحتار میں ہے :

بہ یفتی ای بتحریم کل الاشربة وکذا بوقوع  
الطلاق قال فی النہر و فی الفتح و بہ یفتی  
لان السکر من کل شواب حرام و عندہما لایقع  
بناء علی انه حلال و صححہ فی  
الخانیۃ

شرح نقایہ بر جندی میں ہے :

فی فتاویٰ قاضی خان ات المتخذ من  
غیر العنب و التمر مثل السکر و العسل  
و القانیذ و الخنطة و الشعیر و الذرة و ما شبه  
ذلک اذا غلا و اشتد و قذف بالنہد و طبخ

نزدیک اس کا پینا حلال ہوتا ہے ، اور یہی  
صحیح ہے ۔ (ت)

متعدد علمائے شیخین کے قول کو صحیح قرار دیا ہے ۔ (ت)

گھوڑی کا دودھ جب جوش کھا کر گارھا ہو جائے  
تو حلال نہیں ، ہدایہ میں اس کے حلال ہونے کو  
صحیح قرار دیا گیا ہے ۔ (ت)

اسی کے ساتھ ہی فتویٰ دیا جائے گا یعنی تمام شرابوں  
کی حرمت کا اور اسی طرح طلاق کے واقع ہونے کا ۔  
نہر میں کہا ہے کہ فتح میں ہے اسی کے ساتھ فتویٰ  
دیا جائے گا کیونکہ شہر شراب حرام ہوتا ہے ، او  
شیخین کے نزدیک طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ یہ  
حلال ہے ۔ خانیہ میں اسی کو صحیح قرار دیا ہے (ت)

فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ انگور اور کجور کے غیر  
یعنی شکر ، شہد ، مصری ، گندم ، جو ، جوار اور  
ان جیسی دیگر اشیاء سے بنائی ہوئی شرابیں جب  
جوش کھا کر گارھی ہو جائیں اور ان پر جھاگ آ جائے

۴۱۲/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	باب الاول	لہ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الاشربة
۵۴۲/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الاشربة	لہ الدر المنقذ علی ہامش مجمع الانہر
۲۶۰/۲	مطبع مجتہاتی دہلی	"	لہ الدر المختار
۲۹۳/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	لہ رد المختار

اور ان کو تھوڑا سا پکایا جائے تو شیخین کے نزدیک حلال ہیں اور امام محمد علیہ الرحمہ کے قول میں اختلاف ہے بعض نے کہا جو نشہ والی مقدار سے کم ہو حلال ہیں اور بعض نے کہا کہ مطلقاً حلال ہیں۔ اور انھیں سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا میں اس کو مکروہ جانتا ہوں اور ان کو پکایا نہ جائے تو شیخین سے دو روایتیں ہیں ایک روایت میں اس کا پینا حلال نہیں ہے جیسا کہ زبیب کا وہ رس جس کو پکایا نہ گیا ہو، اور فتاویٰ منصورہ میں مذکور ہے فتویٰ اس پر ہے کہ اس کے

ادنی طبخة يحل في قول الشيخين واختلف في قول محمد فقيلا يحل شربه ما دون السكر وقيل لا يحل اصلا وعنه ايضا انه قال اكراه ذلك ان لم يطبخ فعن الشيخين روايتان في رواية لا يحل شربه كنقيع الزبيب غير المطبوخ وفي رواية يحل شربه وذكر في الفتاوى المنصورية ان الفتوى على انه لا يشترط الطبخ لحله

ایک روایت میں ہے کہ اس کا پینا حلال ہے۔ فتاویٰ منصورہ میں مذکور ہے فتویٰ اس پر ہے کہ اس کے حلال ہونے کے لئے پکانا شرط نہیں۔ (ت)  
فتح اللہ المعین میں ہے،

اس کے حلال ہونے کے دلائل میں سے ایک دلیل وہ ہے جو اختیار میں ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدری صحابہ کرام کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ سبز صراحیوں میں بنیڈ پیتے تھے اور یہ بات اکثر مشاہیر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے قولاً اور فعلاً منقول ہے یہاں تک کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھنا واجب ہے تاکہ صحابہ کرام کو فسق کی طرف منسوب کرنا لازم نہ آئے۔ (ت)

من ادلة حله ما قال في الاختيار عن ابن ابی لیلی قال اشهد على البدريين من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم انهم يشربون النبيذ في الجرار الخضر وقد نقل ذلك عن اكثر الصحابة ومشاهيرهم قولاً وفعلاً حتى قال ابو حنيفة انه مما يجب اعتقاد حله لثلا يودى الى تفسيق الصحابة رضي الله تعالى عنهم

خانیہ میں ہے :

لابی حنیفة و ابی یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ  
ما روی انت رجلا اتی عمر رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ بمثلث قال عمر رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ ما شبہ هذا بطلاء الابل کیف تصنعونه  
قال الرجل یطبخ العصیر حتی یدھب  
ثلثا ویبقى ثلثه فصب عمر رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ علیہ الماء وشرب ثم ناول  
عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
ثم قال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا رابکم  
شرابکم فاکسروہ بالماء وعن عمر رضی اللہ  
تعالیٰ اذا ذھب ثلثا العصیر ذھب حرامہ  
وسریح جنونہ وروی عن ابراہیم النخعی  
رحمہ اللہ تعالیٰ ما یرویہ الناس کل مسکر  
حرام خطاء لم یثبت انما الشابت کل  
سکر حرام وکذا ما یرویہ الناس ما اسکو  
کثیرہ فقلیلہ حرام لیس بثبت و  
ابراہیم النخعی رحمہ اللہ تعالیٰ  
کان حبرا فی الحدیث

امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ  
علیہما کی دلیل وہ روایت ہے کہ ایک شخص سید  
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں مثلث  
لے کر آیا آپ نے فرمایا یہ اونٹوں کے طلاء کے  
ساتھ بہت مشابہت رکھتا ہے تم اس کو کیسے  
بنا تے ہو، اس نے کہا ہم انگور کے رس کو  
پکاتے ہیں یہاں تک کہ اس کا دوثلث خشک  
ہو جاتا ہے اور ایک مثلث باقی رہ جاتا ہے، حضرت  
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر پانی ڈال کر  
پی لیا، پھر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ  
کو دے دیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
فرمایا جب تمہیں شکاری شراب شک میں ڈالے  
تو پانی سے اس کی تیزی کو توڑ دو۔ اور حضرت  
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب انگور  
کے شیرہ کا دوثلث پکانے سے خشک ہو جائے  
تو اس کی حرمت اور نشہ جاتا رہتا ہے، اور  
حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے  
کہ لوگ جو یہ روایت کرتے ہیں کہ ہر مسکر (نشہ آور)

حرام ہے، یہ غلط ہے اور ثابت نہیں ہے، البتہ ثابت یہ ہے کہ ہر مسکر (نشہ آور) حرام ہے، اسی طرح  
لوگوں کا یہ روایت کرنا کہ جو مسکر ہے اس کا قلیل و کثیر حرام ہے ثابت نہیں حالانکہ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ  
تعالیٰ علیہ حدیث متبحر عالم ہیں۔ (ت)  
اسی میں ہے :



امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل وہ آثار ہیں جو قولاً اور فعلاً گاڑھی نبیذ کی اباحت پر وارد ہیں۔ اس کو امام محمد علیہ الرحمہ نے کتاب میں ذکر فرمایا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ گھڑوں میں بنائی ہوئی نبیذ کو حرام نہ قرار دینا سنت و جماعت کی شرائط میں سے ہے کیونکہ اس کو حرام قرار دینے میں صحابہ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف فسق کو منسوب کرنا لازم آتا ہے، اور انہی سے منقول ہے کہ میں گاڑھی نبیذ کو ازراہ دیانت حرام قرار نہیں دیتا اور بطور مروت اس کو نہیں پیتا۔ نبیذ کی اباحت پر صحابہ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہے مگر وہ بسبب اختلاف کے اس کو پینے میں احتیاط کرتے تھے۔

اسی طرح ان کے بعد اسلاف کسی ضرورت کے تحت گھڑوں میں بنائی ہوئی نبیذ پیتے تھے مثلاً کھانا ہضم کرنے کے لئے۔ (ت)

خلاصہ میں ہے :

محمد بن مقاتل رازی نے کہا اگر مجھے ساری دنیا دے دیجائے تو بھی میں مسکر یعنی کھجور اور زریب کا بنیہ نہیں پوں گا اور اگر مجھے ساری دنیا دے دی جائے تو بھی اس کے حرام ہونے کا فتویٰ نہیں دوں گا۔ (ت)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ

لابی حنیفہ و ابی یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ الآثار التي وردت في اباحة النبيذ الشديد قولاً وفعلاً ذكرها محمد رحمه الله تعالى في الكتاب وعن ابی حنیفہ رحمه الله تعالى انه قال من شرائط السنة والجماعة ان لا يحرم النبيذ الجولات في تحريمه تفسيق كبار الصحابة رضي الله تعالى عنهم وعنه انه قال لا احرم النبيذ الشديد ديانة ولا اشربه مروة اجمع كبار الصحابة رضي الله تعالى عنهم على اباحة النبيذ واحتاطوا في شربه لاجل الاختلاف وكذا السلف بعدهم كانوا يشربون النبيذ الحبر بحكم الضرورة لاستمرار الطعام به

اسی طرح ان کے بعد اسلاف کسی ضرورت کے تحت گھڑوں میں بنائی ہوئی نبیذ پیتے تھے مثلاً کھانا ہضم کرنے کے لئے۔ (ت)

خلاصہ میں ہے :

عن محمد بن مقاتل الرازي انه قال لو اعطيت الدنيا بحد افيها ما شربت المسكر يعني النبيذ المتصر والزبيب و لو اعطيت الدنيا بحد افيها ما اقيمت بانه حرام غاية البيان علامہ آقا علی بن ابی طالب

واحتج ابو حنیفہ و ابو یوسف فی قوله

تعالیٰ علیہ نے اپنے دوسرے قول میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے کہ اے ایمان الہابیشک خمر، بھوا، بُت اور پائے نجس میں شیطانی عمل سے تو ان سے بچو تا کہ تم فلاح پاؤ، بیشک شیطان خمر اور بھوئے سے تمہارے درمیان بغض و عداوت ڈالنا چاہتا ہے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے روکتا ہے تو کیا تم باز آؤ گے۔ تحقیق یہاں تحریم خمر کی جو علت بیان کی گئی وہ ذکر الہی اور نماز سے روکنا اور بغض و عداوت واقع کرنا ہے۔ اور یہ امر قلیل کے پینے سے حاصل نہیں ہوتے اگر ہم آیت کریمہ کو اس کے ظاہر پر چھوڑتے تو یوں کہتے کہ خمر میں سے قلیل حرام نہیں ہے لیکن ہم نے اجماع کے ساتھ آیت کریمہ کے ظاہر کو ترک کر دیا ہے۔ اور جو شرابیں ہمارے درمیان متنازعہ ہیں ان کے قلیل کی حرمت پر اجماع واقع نہیں ہوا لہذا ان کا قلیل آیت کریمہ کے ظاہر کی وجہ سے

مباح رہے گا کیونکہ وہ نہ تو بغض و عداوت کا موجب ہے اور نہ ہی ذکر خدا و نماز سے روکتا ہے۔ (ت)

شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اپنی شرح میں فرمایا کہ ابن قتیبة نے کتاب الاشرار میں اپنی سند کے ساتھ حضرت زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں ذکر کیا کہ انہوں نے اور انکے ساتھیوں نے ایک ولیمہ میں گارھی بنیذنی تو ان سے کہا گیا اے ابن رسول! ہمیں بنیذ سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ

الأخر بقوله تعالى يا أيها الذين آمنوا انما الخمر والميسر والآنصاب والامزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون ۵ انما يريد الشيطان ان يوقع بينكم العداوة والبغضاء في الخمر والميسر ويصدكم عن ذكر الله وعن الصلوة فهل انتم منتهون ۶ وقد بينت العلة في تحريم الخمر وهي الصد عن ذكر الله وعن الصلوة واليقاع العداوة وهذه المعاني لا تحصل بشرب القليل فلو خلسنا وظاهر الآية لکننا نقول بان القليل من الخمر لا يحرم ولكن تركنا الظاهر في القليل من الخمر بالاجماع ولا اجماع فيما نزعنا فيه من الاشرار على حرمة القليل منها عيا حيا على علة ظاهرا الآية لانه مما لا يورث العداوة والبغضاء ولا الصد عن ذكر الله وعن الصلوة ۷

اُسی میں ہے :  
قال شيخ الاسلام خواهر زادہ رحمه الله تعالى في شرحه ذكر ابن قتيبة في كتاب الاشرار باسناد عن زید بن علی بن الحسين بن علی رضي الله تعالى عنهم انه شرب هو واصحابه بنیذا شدیدا فی ولیمة فقیل له یا ابن رسول الله حدثنا

بحديث سمعته من ابيك عن رسول الله  
 صلى الله تعالى عليه وسلم في النبذ  
 فقال حدثني ابي عن جدي علي بن ابي طالب  
 رضي الله تعالى عنهم عن النبي  
 صلى الله تعالى عليه وسلم انه  
 قال ينزل امتي على منار  
 بني اسرائيل حذو القذة بالقذة  
 والنعل بالنعل ان الله تعالى ابتلي بني  
 اسرائيل بنهر طالموت واحل لهم  
 منه الغرقة وحرم منه الرى وان الله ابتلاكم  
 بهذه النبذ واحل منه الرى وحرم  
 منه السكر وحديث ابن زياد  
 الذي رواه عن ابن عمر في مسئلة  
 الخليطين من ادل الدلائل وان  
 المراد ما رواه الخصم القدر المسكر  
 لا القليل لان احد رواة الحديث  
 الذي احتج به الخصم ابن عمر  
 فلو كانت القليل هو المراد لم يعمل  
 بخلاف ما رواه ولم يفسقه  
 ابن زياد وكذلك قول ابن عباس  
 رضي الله تعالى عنهما حرمت  
 الخمر بعينها والسكر من  
 كل شراب دليل على ان  
 المراد من حديث الخصم القدر  
 المسكر لا المسكر لان احد رواة

تعالى عليه وسلم کی وہ حدیث سنائیں جو آپ نے اپنے  
 ابا و اجداد سے سنی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ مجھ  
 سے حدیث بیان کی میرے والد نے انہوں نے  
 میرے جد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں  
 نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ میری  
 امت بنی اسرائیل کے طور طریقے اپنا کر یوں انکے  
 برابر ہو جائیگی جیسے تیر تیر کے اور جو تاجوتے کے برابر  
 ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کا امتحان  
 نہر طالموت کے ساتھ لیا کہ ان کے لئے چلو بھر پانی  
 حلال اور سیر ہو کر پینا حرام کیا اور تمہارا امتحان  
 اللہ تعالیٰ نے اس نبذ کے ساتھ لیا، اس کو سیر ہو کر  
 پینا حلال اور حد نشہ تک پینا حرام کیا ہے۔ حدیث  
 ابن زیاد جس کو ہم نے مسئلہ خلیطین میں حضرت  
 ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا وہ اس  
 کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اور مخالف نے  
 جو روایت کیا ہے اس سے مراد قدر مسکر ہے  
 نہ کہ قلیل کیونکہ مخالف نے جس حدیث سے استدلال  
 کیا ہے اس کے راویوں میں سے ایک سیدنا  
 ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اگر اس سے قلیل  
 مراد ہوتا وہ اپنی روایت کے خلاف نہ کرتے اور  
 نہ ہی ابن زیاد ان کی طرف فسق کو مسوب کرتے۔  
 اسی طرح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول  
 کہ خمر تو بعینہ حرام ہے جبکہ باقی شرابوں سے نشہ آور  
 حرام ہے اس بات کی دلیل ہے کہ مخالف کی  
 روایت کردہ حدیث سے مراد قدر مسکر ہے نہ کہ قلیل

ذَلِكَ الْحَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فِي الْعُقُولِ أَنْ يَرُوى ابْنُ عَبَّاسٍ حَدِيثًا ثُمَّ يَقُولُ بِخُلَافِهِ ، وَقَدْ أَطْنَبَ الْكَرْنَجِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي سِرَاوِيَةِ الْأَثَارِ عَنْ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ بِالْإِسْنَادِ الصَّحِيحِ فِي مَخْتَصَرِهِ فِي تَحْلِيلِ النَّبِيِّ الشَّدِيدِ تَرَكْنَا ذِكْرَهَا مَخَافَةَ التَّطْوِيلِ وَالحَاصِلُ أَنَّ الْأَكَابِرَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاهْلٍ بِدَرْكِهِمْ وَعَلَى وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ كَانُوا يَحْلِلُونَ شَرْبَ النَّبِيِّ وَكَذَلِكَ الشَّعْبِيُّ وَابْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ وَقَالَ فِي شَرْحِ الْأَقْطَعِ وَقَدْ سَلَكَ لِبَعْضِ الْجَهْلَاءِ فِي هَذِهِ الْمَسْئَلَةِ طَرِيقَةً قَصْدًا بِهَا الشَّنِيعُ وَالفُسُوقُ عِنْدَ الْعَوَامِ كُلِّهَا ضَاقَ عَلَيْهِ طَرِيقُ الْحُجَّةِ فَقَالَ رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ شَرْبُ نَاسٍ مِنْ أُمَّتِي الْخَمْرُ وَلَيْسَ شَرْبُهَا بِأَسْمَاءٍ قَالَ هَذَا الْقَائِلُ وَهُمْ أَصْحَابُ ابْنِ حَنِيفَةَ وَهَذَا كَلَامُ جَاهِلٍ بِالْأَحْكَامِ وَالنَّقْلِ وَالْأَثَارِ وَمَتَعَصَّبٌ قَلِيلُ الْوَرَعِ لَا يَبَالِي مَا قَالَ ثُمَّ يَقُولُ لِهَذَا الْقَائِلُ مَا رَمَيْتَ بِهِذَا الْقَوْلِ أَصْحَابُ ابْنِ حَنِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَأَمَّا السَّلَفُ الصَّالِحُ أَمْرًا

کیونکہ حدیث مذکور کے راویوں میں سے ایک سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں اور یہ بات عقل سے بعید ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک حدیث روایت فرمائیں پھر خود اس کے خلاف فرمائیں گارہی نبیذ کے حلال ہونے سے متعلق صحابہ و تابعین کے آثار کو صحیح سند کے ساتھ روایت کرنے میں امام کرنجی علیہ الرحمۃ نے اپنی مختصر میں بہت طوالت فرمائی ہم نے طوالت کے ڈر سے ان کے ذکر کو ترک کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ اکابر اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اہل بدر جیسے حضرت عمرؓ، علیؓ، عبد اللہ ابن مسعودؓ اور ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم نبیذ کے پینے کو حلال قرار دیتے تھے اور یہی موقف ہے شعبی اور ابراہیم نخعی کا۔ شرح اقطع میں ہے ایک جاہل نے اس مسئلہ میں ایسا راستہ اختیار کیا جس سے اس کا مقصد لوگوں کے ہاں برائی اور فسق کو رائج کرنا ہے جب اس کے لئے دلیل کار راستہ تنگ ہو گیا تو اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے میری امت میں سے کچھ لوگ ضرور شراب پئیں گے اور اس کے مختلف نام رکھ لیں گے وہ لوگ امام ابو حنیفہ کے اصحاب ہیں۔ یہ اس کا کلام ہے جو احکام، نقل اور آثار سے جاہل اور متعصب اور تقویٰ میں بہت گھٹیا ہے، اس کی پروا نہیں کرتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ پھر اس قائل کو کہا جائے کہ جو کچھ تو نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب کی طرف منسوب کیا ہے اس سے تیرا



ولم یکنک التصریح بذلك لان اصحاب  
ابن حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ ما ابتدوا  
فی ذلك قولاً بل قالوا ما قاله اصحاب  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
ووجوه التابعین وراثہا دھم وکیف یظن  
بعمر وعلی وابن مسعود وابن عباس و  
عمر ابن یاسر وعلقمة بن الاسود  
انهم شربوا الخمر غلطاً فی اسمها حتی  
استدرک علیہم هذا القائل حقیقة  
الاسم ویحسن الظن بنفسه ویسئ  
الظن بسلفه ان هذه الجرأة فی  
الدين و قال شیخ الاسلام خواهر نراہ  
فی شرحہ روی انت رجا سال ابراہیم  
الحربی فی مدینة السلام فی جامع المنصور  
بالجانب الغربی فقال لنا امام یشرب  
النبيذ افاصلی خلقه فقال له ابراہیم  
اسأيت لو ادركت علقمة والاسود اكنت تصلى  
خلفهما قال نعم ولم يفهم السائل الجواب  
فاعاد السؤال فقال له ابراہیم  
قد اجبتك والقياس مع ابن حنیفة  
واجب یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ  
لان اللہ تعالیٰ لم یحرم  
شیئاً یقصدہ الناس من المحرمات  
فی الدنيا الا باح ما یغنی  
عنہ الا تری انہ لما حرم

ارادہ سلف صالحین ہیں جس کی تصریح کرنا تیرے لئے  
ممکن نہیں کیونکہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے  
اصحاب نے یہ کوئی نئی بات نہیں کہی بلکہ وہی کچھ کہا ہے  
جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ اور  
معزز و زاہد تابعین نے کہا ہے۔ اس کا کیا گمان  
ہے حضرت عمر علی، ابن مسعود، ابن عباس، عمار بن  
یاسر اور علقمة بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے  
میں، کیا انھوں نے نام تبدیل کر کے شراب پی۔ حتی کہ  
اس قائل نے ان پر حقیقی نام کے ساتھ اصلاح کی  
اور اپنے بارے میں حسن ظن جبکہ اسلام کے بارے  
میں بُرا گمان کیا، بلاشبہ یہ دین میں جسارت ہے۔  
شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اپنی شرح میں کہا مروی  
ہے کہ ایک شخص نے مدینۃ الاسلام کی جامع منصور کی  
جانب غربی میں ابراہیم حربی سے سوال کیا کہ ہمارا  
امام بنیہ پیتا ہے کیا ہم اس کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں؟  
تو ابراہیم نے کہتا تھا کیا خیال ہے اگر تو علقمہ و اسود  
کو پالے تو کیا تو ان کے پیچھے نماز پڑھے گا؟ اس نے  
کہا ہاں، حالانکہ وہ سائل ابراہیم حربی کے جواب کو  
نہ سمجھ سکا چنانچہ اس نے دوبارہ وہی سوال کیا  
تو ابراہیم نے فرمایا بیشک میں تجھے جواب دے چکا  
ہوں۔ قیاس امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ  
تعالیٰ علیہما کا مؤید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں  
محرمات میں سے کوئی چیز حرام نہ فرمائی جس کا قصد  
لوگ کرتے ہیں مگر اس میں سے اتنا کچھ مباح فرمایا  
جس سے لوگوں کی حاجت پوری ہوتی ہو۔ کیا تو نے



دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب خنزیر و مردار کا گوشت حرام فرمایا تو کچھ اقسام گوشت کی حلال بھی فرمادیں جس سے لوگ اپنی حاجت پوری کرتے ہیں، اور جب محرمات سے نکاح اور دو آپس میں محرم عورت کو نکاح میں جمع کرنا حرام کیا تو غیر محرم عورتوں کے ساتھ نکاح کو حلال فرمایا۔ اسی طرح یہاں شراب کے مسئلہ میں ہوگا کیونکہ فرحت بخش شراب بھی ایک شے ہے جس کا لوگ قصد کرتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کی کچھ انواع کو حرام کیا تو اس کی کوئی قسم حلال بھی ضرور ہوگی جس سے لوگ نفع اٹھائیں اور وہ اس کے قائم مقام ہو جائے اور یہ بات شیخین کے قول میں حاصل ہوتی ہے، لیکن جنہوں نے شراب کی فرحت بخش تمام اقسام کو حرام قرار دیا کہ اس کی جنس میں سے کوئی نوع بھی مباح نہیں پائی جاتی تو یہ خلاف اصول ہے اور خلاف اصول جائز نہیں اھ باختصار (ت)

لحم الخنزیر والمیتة اباح انواعا من اللحوم لغنی عنہا ولما حرم نکاح المحارم والجمع بین المحارم اباح من الاجنبیات كذلك ههنا فالشراب المطرب شئ يقصده الناس فلما حرم منه انواعا يجب ان يكون نوع منه مباحا يغنی عنه و يقوم مقامه وذلك فيما قاله فاما من حرم جميع انواع الاشربة المطربة بحيث لا يوجد من جنسه مباح يكون ذلك خلاف الاصول و خلاف الاصول لا يجوز اھ باختصار

محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الموطن میں فرماتے ہیں:

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ ہمیں خبر دی کہ امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شام تشریف لائے تو اہل شام نے اپنی سرزمین پر و بار اور گرانی کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں اس شراب کے علاوہ کوئی علاج موافق نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا، شہد یو، انھوں نے کہا ہمیں شہد موافق نہیں آتا۔ اسی علاقے کے

اخبرنا مالك اخبرنا داؤد بن الحصين عن واقد بن عمر بن سعد بن معاذ عن محمود بن لبید الانصاري عن عمر بن الخطاب حين قدم الشام شكى اليه اهل الشام وباء الامرض او ثقلها قالوا لا يصلح لنا الا هذا الشراب قال اشربوا العسل قالوا لا يصلحنا العسل قال له رجل من اهل الارض هل لك ان

اجعل لك من هذا الشراب شيئاً  
لا يسكر قال نعم فطبخوه حتى ذهب  
ثلثاه وبقى ثلثه فاتوا به  
الى عمر بن الخطاب فادخل  
اصبعه فيه ثم رفع يده فقبعه  
يتمطط فقال هذا الطلاء مثل  
طلاء الابل فامرهم ان يشربوه  
فقال عبادة بن الصامت  
احللتها والله قال كلا والله  
ما احللتها اللهم اني لا احل  
لهم شيئاً حرمته عليهم  
ولا احرم عليهم شيئاً احللته  
لهم قال محمد (مرحمة  
الله تعالى عليه) و بهذا  
ناخذ لآباس بشرب  
الطلاء الذی قد ذهب  
ثلثاه وبقى ثلثه وهو  
لا يسكر فاما كل معتق  
يسكر فلا خير فيه

ایک شخص نے کہا اے امیر المؤمنین کیا آپ رغبت  
رکھتے ہیں کہ میں آپ کے لئے ایسی شراب تیار کروں  
جو نشہ نہ دے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ ان لوگوں نے  
انگور کے شیرہ کو اس حد تک پچایا کہ دو تہائی  
خشک ہو کر ایک تہائی رہ گیا وہ حضرت عمر رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کے پاس لائے۔ آپ نے اس میں انگلی  
داخل کر کے باہر نکالی تو وہ آپ کی انگلی کے ساتھ  
چمٹ گیا۔ آپ نے فرمایا یہ اونٹوں کی طلاء کی مثل  
طلاء ہے۔ آپ نے ان لوگوں کو فرمایا کہ اس کو پیو۔  
حضرت عبادة بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا  
کیا بخدا آپ نے اس کو حلال قرار دے دیا ہے؟  
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہرگز نہیں  
بخدا میں نے اس کو حلال نہیں کیا، اے اللہ!  
جو چیز تو نے ان پر حرام کی ہے میں اس کو ان پر  
حلال نہیں کرتا اور جو تو نے ان پر حلال کیا میں  
اس کو ان پر حرام نہیں کرتا۔ امام محمد علیہ الرحمہ نے  
فرمایا: ہم اسی سے اخذ کرتے ہیں کہ ایسے طلاء  
کے پینے میں کوئی عرج نہیں جس کا دو تہائی خشک  
ہو کر ایک تہائی باقی رہا ہو اور وہ نشہ نہ دے۔  
لیکن ہر پانی نشہ آور شراب میں کوئی خیر  
نہیں۔ (د ت)

نیز کتاب الآثار میں فرماتے ہیں:

ہیں امام ابو حنیفہ نے سلیمان شیبانی سے خبر دی  
انہوں نے ابن زیاد سے روایت کی کہ انہوں  
(ابن زیاد) نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس روزہ

اخبرنا ابو حنیفہ عن سلیمان الشیبانی عن  
ابن زیاد انه اظهر عند عبد الله بن عمر  
رضي الله تعالى عنهما فسقاها شرابا له

یہ ابواسحاق سلیمان بن ابی سلیمان کوفی  
جو ثقہ تابعین اور صحاح ستہ کے راویوں  
میں سے ہیں ۱۲ منہ (د)

سید مرتضیٰ نے کہا حق سے شبہ ہے کہ یہ محمد بن  
زیاد شعبہ کے شیوخ میں سے ایک ہیں انہوں  
نے "الرجل جبار" والی حدیث کو حضرت ابو ہریرہ  
رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے یہ بات امام  
عندری نے مختصر السنن میں ذکر کی اور یہ امام ابن سیرین  
کے ہم زمان ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ ابن زیاد جمعی ابو الحارث  
مدنی ہیں جو بعد میں نصرہ میں مقیم ہو گئے ثقہ ہیں صحاح ستہ  
کے راویوں میں ہیں دارقطنی نے سنن میں آدم بن ایاس  
کے طریق سے عن شعبہ عن محمد بن زیاد عن ابی ہریرہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا آپ  
فرمایا "الرجل جبار" سید مرتضیٰ نے اپنے گمان  
کی بیان پر یہ بیان کیا ہے جبکہ منصوص یہ ہے  
کہ وہ عبد اللہ ہیں، امام بدر الدین محمد نے بنیہ  
میں ابن زیاد کی اس حدیث کے بعد کہا ابن زیاد  
سے مراد عبد اللہ بن زیاد ہے اور باقی اگلے صفحے پر

علہ هو ابواسحق سلیمان بن ابی سلیمان الکوفی  
من ثقات التابعین ورجال الستة ۱۲ منہ

علہ قال السيد المرتضى الاشبه انه محمد  
بن زياد احد شيوخ شعبه روى  
عن ابی هريرة حديث الرجل جبار  
ذكره المنذرى في مختصر السنن وهو  
من اقرب ابن سيرين قلت هو ابن زياد  
الجمعي والحارث المدني تزيل بعد البصرة  
ثقة ثبت من رجال الستة روى  
الدارقطني في السنن من طريق آدم  
بن ابی ایاس عن شعبه عن محمد بن  
زياد عن ابی هريرة عن النبي صلى الله  
تعالى عليه وسلم قال الرجل جبار هذا  
ما ابداه السيد طنا والمنصوص عليه  
انه عبد الله قال الامام البدر محسود  
في البناية بعد ذكر الحديث ابن زياد  
هو عبد الله ابن زياد اهـ -

فكانه اخذ فيه فلما اصبحت قال  
ما هذا الشراب ما كدت اهتدي  
الى منزلي فقال عبد الله ما نردناك  
على عجمه و زبيب قال محمد و  
به ناخذ و هو قول ابى حنيفة  
اخذنا ابو حنيفة عن حماد  
قال كنت اتقى النبيذ فدخلت  
على ابراهيم و هو يطعم  
فطعمت معه فاوقف قدحا  
من النبيذ فلما رأى  
ابطاغ عنه قال حدثني  
علقمة عن عبد الله  
بن مسعود انه قال  
سأبسطهم عنده ثم  
دعنا بنبيذ له تنبذه

افطار کیا تو آپ نے ابن زیاد کو اپنے ہاں سے شراب  
پلائی تو گویا کہ اس نے ابن زیاد میں کچھ اثر کیا جب  
صبح ہوئی تو ابن زیاد نے کہا یہ کیا شراب ہے یوں  
لگا کہ میں اپنے گھر کی طرف راہ نہ پاؤں گا۔ حضرت  
عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہم نے  
تو آپ کے لئے عجمہ اور زبيب پر کوئی شے زیادہ  
نہیں کی۔ امام محمد نے فرمایا ہم اسی سے اخذ کرتے  
ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔ ہمیں امام ابو حنیفہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حماد سے خبر دی انہوں  
نے کہا کہ میں بنید سے پرہیز کرتا تھا میں ابراہیم کے پاس  
گیا وہ کھانا کھا رہے تھے میں نے بھی ان کے ساتھ  
کھانا کھانا پھر بنید کا ایک پیالہ لایا گیا جب ابراہیم  
نے مجھے اس کے پس و پیش کرتے ہوئے دیکھا تو کہا  
مجھے علقمہ نے عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
حدیث بیان کی کہ میں بسا اوقات ان کے ہاں کھانا

(بقیہ ماثیہ صفحہ گزشتہ)

قلت یعنی ابا مریم الاسدی الکوفی  
من ثقات التابعین و رجال البخاری  
فی التہذیب ذکرہ ابن حبان فی  
الثقات و قال فی تہذیبہ قال  
العجلی کوفی ثقة و قال الدارقطنی  
ثقة یلہ

میں کہتا ہوں ابن زیاد یعنی ابو مریم اسدی کوفی  
جو ثقہ تابعین اور بخاری کے راویوں میں  
شمار ہیں، تہذیب میں ہے کہ ابن حبان نے اسکو  
ثقة لوگوں میں ذکر کیا ہے اور تہذیب والے نے  
فرمایا کہ عجللی نے کہا کہ وہ کوفی ثقة میں شمار ہیں،  
دارقطنی نے کہا وہ ثقة ہیں۔ (ت)

۱۸۲ ص ادارۃ القرآن کراچی باب الاثرۃ والانبذہ  
۲۲۱/۵ ۳۷۹ دائرۃ المعارف النظامیہ لکھ تہذیب التہذیب ترجمہ عبد اللہ بن زیاد الکوفی



سیرین ام ولد عبد اللہ فشرب و  
وسقانی لہ۔ أخبرنا ابو حنیفہ قال  
حدثنا ابو اسحق السبیعی عن  
عمر بن مسمون الاودی عن عمر  
بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
قال ان للمسلمین جزورا لطعامهم  
وان العتق منها لآل عمر، و انه  
لا یقطع هذه الابل فی بطوننا الا  
النبیذ الشدید۔ أخبرنا  
ابو حنیفہ عن حماد عن ابراہیم ان  
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتی باعرابی  
قد سکر، فطلب لہ عنذرا فلما  
اعیہ (الاذهاب عقل) قال  
اجسره فاذا صح فاجلدوه ودعا  
بفضلة فضلت فی اداوتہ، فذاقها  
فاذا نبیذ شدید مستنع، فدعا  
بماء فکسره (وکات عمر رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ یحب الشراب  
الشدید) فشرب وسقی  
جلساء ثم قال  
هذا اکسروه بالماء  
اذا غلبکم شیطانہ۔  
أخبرنا ابو حنیفہ عن حماد عن

کھاتا، پھر انھوں نے نبیذ طلب فرمائی جو ان کی ام ولد  
سیرین نے ان کے لئے تیار کی تھی جس کو ابن مسعود  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود بھی پیا اور مجھے بھی پلائی۔  
ہمیں امام ابو حنیفہ نے اپنی سند کے ساتھ خبر دی کہ  
حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
فرمایا عمدہ اونٹ مسلمانوں کے کھانے کے لئے ہیں  
اور ان میں سے پرانے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ کے لئے ہیں، اور بیشک ان اونٹوں کو پیوئیں  
سوائے گاڑھی نبیذ کے کوئی شے ہضم نہیں کرتی۔  
ہمیں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی سند کے  
ساتھ خبر دی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس  
ایک اعرابی لایا گیا جو نشے میں تھا آپ نے اس سے  
عذر پوچھا تو سوائے خرابی عقل کے اس کو عاجز  
پایا، آپ نے فرمایا اس کو روک رکھو جب ہوش  
میں آئے تو اس کو کوڑے لگاؤ۔ اور حضرت عمر  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے برتن میں کچی ہوئی  
شراب منگوائی اور اُسے چکھا تو وہ گاڑھا نبیذ تھا جو کہ  
ممتنع ہے۔ پھر آپ نے پانی منگوایا اور اس نبیذ  
کی تیزی کو توڑا (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گاڑھی  
شراب کو پسند فرماتے تھے) پھر اُسے پیا اور شرکاء  
مجلس کو پلایا۔ پھر فرمایا کہ جب اس شراب کا شیطان  
تم پر غالب آجائے تو پانی سے اسکی تیزی توڑ دیا کرو۔  
ہمیں امام ابو حنیفہ نے حماد سے انھوں نے



ابراہیم انہ کان یشرب الطلاء  
قد ذهب ثلثاه وبقى ثلثه و يجعل له منه  
نبیذ، فیتزکہ حتی اذا اشتد شربه ولم یر  
بذلك بأسا، قال محمد وهو قول  
ابی حنیفۃ - أخبرنا ابو حنیفۃ قال حدثنا  
الولید بن سریق (مولی عمر بن حرث)  
عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
انہ کان یشرب الطلاء علی النصف قال محمد  
ولسنا نأخذ بهذا ولا ینبغی له ان یشرب  
من الطلاء الا ما ذهب ثلثاه وبقى ثلثه  
وهو قول ابی حنیفۃ - أخبرنا ابو حنیفۃ  
عن حماد عن ابراہیم قال ما اسکرہ کثیرہ  
فقلیلہ حرام خطاء من الناس  
امرادوا السكر حرام من کل شراب

ابراہیم سے خبر دی کہ وہ ایسا طلاء پیتے تھے جس کا  
دو تہائی خشک ہو کر ایک تہائی بچ گیا ہو اس سے  
ان کے لئے نبیذ بنائی جاتی تھی تو وہ اس کو چھوڑے  
رکتے یہاں تک کہ جب وہ جو شس کھا کر سخت چوٹی  
تو اس کو پی لیتے اور اس میں وہ کوئی عرج نہ دیکھتے۔  
امام محمد نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ کا یہی قول ہے۔  
بہیں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی انہوں نے  
فرمایا کہ ہمیں ولید بن سریق (مولی عمر بن حرث)  
نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے  
بارے میں حدیث بیان کی کہ وہ ایسا طلاء پیتے تھے  
جس کا نصف خشک ہو گیا ہوتا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ  
نے فرمایا کہ ہم اس سے اخذ نہیں کرتے اور انہیں  
ایسا طلاء نہیں پینا چاہئے سوائے اس کے کہ  
اس کا دو تہائی خشک ہو کر ایک تہائی رہ جائے  
اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہ کا۔ بہیں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حماد سے اور انہوں نے ابراہیم سے  
خبر دی کہ ابراہیم نے فرمایا کہ ہر وہ شراب جس کا کثیر نشہ آور ہو اس کا قلیل حرام ہے، یہ لوگوں کی خطا ہے بیشک  
اس سے مراد یہ ہے کہ ہر شراب سے نشہ حرام ہے۔ (ت)

امام طاہری شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں،

حضرت عبداللہ بن شداد بن الہادی سیدنا عبداللہ  
بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے  
ہیں ابن عباس نے فرمایا کہ خمر پر تو بعینہ حرمت واقع  
ہوتی اور اس کے ماسوا دیگر شرابوں کی نشہ آور مقدار

حدثنا قہد ثنا ابو نعیم قال ثنا مسعر بن  
کدام عن ابی عون الثقفی عن عبد اللہ  
بن شداد بن الہادی عن عبد اللہ بن عباس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال حرمت الخمر

بعینہما والسكر من كل شراب فاخبر  
ابن عباس ان المحرمة وقعت على الخمر  
بعینہما وعلى السكر من سائر الاشربة  
سواها فثبت بذلك ان ما سوى  
الخمر التي حرمت مما يسكر كثيرة  
قد ابيح شرب قليله الذي لا يسكر  
على ما كان عليه من الاباحه  
المتقدمة تحريم الخمر وان  
التحريم الحادث انما هو في عين الخمر و  
السكر ما في سواها من الاشربة فاحتمل ان  
تكون الخمر المحرمة هي عصير العنب  
خاصة واحتمل ان يكون كل ما خمر من  
عصير العنب وغيره فلما احتمل ذلك وكانت  
الاشياء قد تقدم تحليلها جملة ثم حدث  
تحريم في بعضها لم يخرج شئ مما قد اجمع  
على تحليله الا باجماع ياتي على تحريمه  
ونحن نشهد على الله عز وجل انه حرم  
عصير العنب اذا حدثت فيه صفات الخمر  
ولا نشهد عليه انه حرم ما سوى  
ذلك اذا حدثت فيه مثل هذه  
الصفة فالذي نشهد على  
الله تعالى بتحريمه اياها هو  
الخمر الذي امكن ان يتاويلها  
من حيث قد امكن ان يتاويلها والذي  
لا نشهد على الله انه حرم

حرام ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے  
خبر دی کہ بیشک حرمت خبر پر تو بعینہ واقع ہوتی جبکہ  
باقی شرابوں کی اتنی مقدار حرام ہے جو نشہ آور ہو  
چنانچہ ثابت ہو گیا کہ خمر کے علاوہ جس کی زیادہ مقدار  
نشہ لائے وہ حرام ہے اور اس کی قلیل مقدار جو نشہ  
نہ لائے وہ حسب سابق مباح ہے جیسا کہ خمر کے  
حرام ہونے سے پہلے مباح تھی اور جو حرمت نئی  
نازل ہوئی وہ عین خمر اور دیگر شرابوں کے نشہ کے یا نہ  
ہے چنانچہ اس بات کا احتمال ہے کہ حرام شدہ  
خمر خاص کھجوروں کا رس ہے، اور یہ بھی احتمال ہے  
کہ ہر وہ چیز جس سے خمر بنے وہ حرام ہے چاہے وہ  
انگور کا رس ہو یا کچھ اور تو جب اس بات کا احتمال  
موجود ہے اور تمام اشیاء شریع میں حلال تھیں پھر  
بعد میں تحریم وارد ہوئی تو جس شئی کے حلال ہونے  
پر اجماع ہے وہ حلال ہونے سے اس وقت تک  
نہیں نکلے گی جب تک اس کے حرام ہونے پر  
اجماع واقع نہ ہو اور ہم اس بات پر گواہی دیتے  
ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے انگور کے رس کو حرام فرمایا  
جب اس میں خمر کی صفات پیدا ہو جائیں اور ہم  
یہ گواہی نہیں دیتے کہ انگور کے رس کے علاوہ  
جن اشیاء میں یہ صفت پیدا ہو جائے اُسے بھی اللہ تعالیٰ  
نے حرام کیا لہذا جس چیز کے حرام ہونے پر ہم گواہی  
دیتے ہیں وہ خمر ہے جس کے معنی پر ہم یقین رکھتے  
ہیں جیسا کہ اس کے نازل کئے جانے پر ہمارا ایمان  
ہے اور جس چیز کی حرمت پر ہم یہ گواہی نہیں دے سکتے

هو الشراب الذي ليس بخمر فما كان من  
خمر فقليله وكثيره حرام وما كان مما  
سوى ذلك من الاشربة فالسكر  
منه حرام وما سوى ذلك منه مباح  
هذا هو النظر عندنا وهو قول ابى حنيفة  
وابى يوسف ومحمد رحمهم الله تعالى  
غير نقيع الربيب والتم خاصة  
فانهم كرهوا وليس ذلك عندنا في  
النظر كما قالوا، ولكن اصحابنا خالفوا  
ذلك للتاويل الذي تاولوا عليه حديث  
ابى هريرة والنس الذين ذكرنا وشمى  
رووه عن سعيد بن جبيرة انه قال  
في ذلك هي الخمر فاجتنبها

کہ اس کو اللہ نے حرام کیا ہے وہ خمر کے علاوہ دوسری  
شرابیں ہیں، چنانچہ جو خمر ہے اس کا قلیل اور کثیر  
سب حرام ہے اور جو اس کے ماسوا دیگر شرابیں ہیں  
ان میں سے نشہ آور مقدار حرام ہے باقی مباح ہے  
ہمارے نزدیک یہی قیاس ہے اور یہی قول ہے  
امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا رحمۃ اللہ  
تعالیٰ علیہم، جبکہ کشمش اور کھجور کے رس کو انھوں  
نے مکروہ قرار دیا اور ہمارے نزدیک قیاس میں  
ایسا نہیں جیسا کہ انھوں نے کہا اس لئے کہ جو بات  
ہم متفق علیہ دیکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ رس چاہے کچا ہو  
یا پکا دونوں صورتوں میں برابر ہے اور پکانے سے  
وہ حلال نہیں ہو سکتا جبکہ وہ پکانے سے پہلے  
حلال نہیں تھا البتہ ایسا پکانا جو اس کو رس کی حد

سے نکال دے اور وہ شہد کی تعریف میں داخل ہو جائے تو اب اس کا حکم وہی ہوگا جو شہد کا ہے۔ پس  
ہم دیکھتے ہیں کہ کشمش اور کھجور کا پکا ہوا رس بالاتفاق مباح ہے۔ اب قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ان دونوں  
میں بھی حکم ایسا ہی ہو لہذا کھجور اور انگور کا نمبید اور پکا ہوا رس برابر ہو گئے جس طرح انگور کا کچا رس  
اور اس کا پکا ہوا برابر ہے یہی قیاس ہے لیکن ہمارے اصحاب نے اس میں اختلاف کیا اس  
تاویل کی بنیاد پر جو انھوں نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیثوں میں بیان کی  
جی کو ہم ذکر کر چکے اور اس حدیث کی بنیاد پر بھی جو انھوں نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
روایت کی کہ انھوں نے اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ خمر ہے لہذا اس سے بچو۔ (ت)

اسی میں ہے :

حدثنا قهناد (فذكر بسنده) عن  
عمر رضي الله تعالى عنه انه  
فقد في ابي سنده  
کی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر میں تھے کہ

كان في سفر فاقب بنبيذ فشرب منه  
فقطب ثم قال ان نبيذ الطائف له  
غرام فذكر شدة لا احفظها ثم دعا  
بماء فصب عليه ثم شرب - حدثنا  
ابوبكرة (بسند) عن عمرو بن  
ميمون قال شهدت عمر حين  
طعن فجاءه الطبيب فقال اى  
الشراب احب اليك قال النبيذ  
فاقب بنبيذ فشرب منه  
فخرج من احدى طعنتيه -  
حدثنا روح بن الفرج (بسند)  
عن عمرو بن ميمون  
مثله وزاد ان عمر كان يقول  
انا شرب من هذا النبيذ  
شرابا يقطع لحوم الابل  
في بطوننا من ان يؤذينا  
قال وشربت من نبيذه  
فكانت اشد النبيذ قلت  
ورواه ابن ابي شيبه  
حدثنا ابو الاحوص عن  
ابن اسحق عن عمرو  
بن ميمون قال قال  
عمر انا تشرب هذا

آپ کی خدمت میں نبیذ لائی گئی جسے آپ نے پیاجھر  
ما تھے پر شکن ڈالا اور فرمایا طائف کی نبیذ میں  
ہلاکت ہے اور اس کی شدت کا ذکر فرمایا جو مجھے  
یاد نہیں۔ اس کے بعد پانی منگو کر اس پر ڈالا پھر  
نوش فرمایا۔ حضرت ابوبکر اپنی سند کے ساتھ  
عمرو بن ميمون سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے  
کہا میں اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپ کو نیزہ چھو کر  
زخمی کر دیا گیا تھا آپ کے پاس طبیب آیا اور کہا  
کہ آپ کو کونسا مشروب زیادہ پسند ہے آپ  
نے فرمایا نبیذ۔ چنانچہ نبیذ لائی گئی تو آپ نے اسکو  
پیاجو آپ کے دو زخموں میں سے ایک سے باہر  
نکل گئی۔ روح بن فرج نے اپنی سند کے ساتھ  
عمرو بن ميمون سے اسی کی مثل روایت کی مگر اس  
میں یہ اضافہ کیا کہ حضرت عمرو بن ميمون نے بتایا کہ  
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے ہم اس  
نبیذ سے ایسا مشروب پیتے ہیں جو ہمارے پیٹوں  
میں اونٹ کے گوشت کو نقصان دینے سے روکتا  
ہے۔ راوی کہتا ہے میں نے ان کے نبیذ سے  
پیاجو سخت ترین نبیذ تھا۔ میں کہتا ہوں اس کو  
ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہمیں ابو الاحوص نے  
حدیث بیان کی انھوں نے ابواسحاق سے انھوں  
نے عمرو بن ميمون سے انھوں نے کہا کہ حضرت عمر



رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بیشک ہم یہ سخت شراب اس لئے پیتے ہیں تاکہ یہ ہمارے پیٹوں میں اونٹوں کے گوشت کی اذیت کو ختم کرے جس شخص کو اس شخص کی شراب شک میں ڈالے تو وہ اس میں پانی ملائے۔ ہمیں وکیع نے حدیث بیان کی اس نے کہا کہ ہمیں اسمعیل بن ابی خالد نے قیس بن ابی حازم سے حدیث بیان کی انھوں نے کہا کہ مجھے عقبہ بن فرقد نے بتایا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے نمیز کا مشروب منگوایا یا جو سرکہ ہونے کے قریب تھا اور فرمایا پیو، میں نے اس کو لے کر پایا تو مجھے کچھ خوشگوار نہ لگا، پھر آپ نے اسکو لے کر پایا اور فرمایا اے عقبہ! ہم یہ سخت نمیز اس لئے پیتے ہیں کہ یہ ہمارے پیٹوں میں اونٹوں کے گوشت کی ایذا رسانی کو ختم کرے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اسمعیل وہی ہیں جو امام حافظ ہیں ان کی بزرگی پر اتفاق ہے احمسی، کوفی، ثقفی، ثبت، صحاح ستہ کے رجال اور حفاظ تابعین میں سے ہیں۔ اور قیس مجہول نہیں وہ امام، ثقفی، حافظ جلیل، مخضرم، کوفی، صحاح ستہ کے رجال اور اکابر تابعین میں سے ہیں۔ اور عقبہ بن فرقد رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں جو کوفہ میں قیام پذیر ہوئے، پس حدیث شرط شیخین صحیح ہے جس کے راوی ابوبکر سے لے کر آخر سند تک مسلسل کوفی ہیں۔ ہمیں روح نے اپنی سند کے

الشراب الشديد لنقطع به لحوم الابل في بطوننا انت تؤذينا فمن شرابه شئ قليل مزجه بالماء، حدثنا وكيع ثنا اسمعيل بن ابی خالد عن قيس بن ابی حازم عن عتبة بن فرقد قال قدمت على عمر قد عاب بشر من نبينا قد كاد ان يصير خلا فقال اشرب فاخذته فشربته فما كدت ان اسيفد ثم اخذته فشربه ثم قال يا عتبة انا نشرب هذا النبيذ الشديد لنقطع به لحوم الابل في بطوننا انت تؤذينا قلت و اسمعيل هذا هو الامام المحافظ المتفق على جلالته احمسي، كوفي، ثقة، ثبت، من رجال الستة وحفاظ التابعين وقيس من لا يجهل امام ثقة حافظ جليل مخضرم كوفي من رجال الستة و اکابر التابعين وعتبة بن فرقد رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی نزل الكوفة فالحديث صحيح على شرط الشيخين مستسل بالكوفين من لدن ابی بكر الى آخر السند.





فی مصنفہ، حدیثنا علی بن  
مسهر عن الشیبانی عن حسان  
بن مخارق قال بلغنی ان عمر  
بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
سایر، جلا ف سفر وکانت صائما  
فلما افطر اهووی الی قرابة لعمر  
معلقة فیہا نبیذ فشرب منها  
فسکر فضربه عمر الحد فقال له  
انما شربت من قربتک فقال  
له عمر انما جلدناک لسكرک  
**قلت** وهذا امثل طرقہ  
وما یخشی فی البلاغ من  
الا نقطاع فلا یضر عندنا و  
عند الجمهور القابلیین  
للہر اسیل - وروی عبد الرزاق  
اخبرنا ابن جریج عن  
اسمعیل ان رجلا عب  
فی شراب نبیذ لعمر بن الخطاب  
بطریق المذینة فسکر فترکہ  
عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)  
حتی افاق فحدہ لہ  
فقال الطحاوی حدیثنا

ابو بکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت  
فرمایا کہ ہمیں علی بن مسهر نے اپنی سند کے ساتھ حدیث  
بیان کی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
ایک شخص کے ساتھ سفر میں تھے اور وہ روزہ دار  
تھا جب اس نے افطار کیا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کے ایک مشکیزہ کی طرف مائل ہوا جو  
لٹکا ہوا تھا اور اس میں نبیذ تھا اس نے پیا  
جس سے اسے نشہ ہو گیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ  
نے اس پر حد لگائی تو اس نے کہا میں نے تو  
آپ کے مشکیزہ سے پیا ہے، حضرت عمر  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم نے تجھے تیرے  
نشہ کی وجہ سے کوڑے لگائے۔ میں کہتا ہوں  
یہ اس حدیث کے طرق میں سے عمدہ ترین ہے  
اور اس میں جو انقطاع کا خدشہ ہے وہ ہمیں  
نقصان نہیں دیتا اور نہ جمہور کو جو مسل حدیثوں  
کو قبول کرتے ہیں۔ عبد الرزاق نے روایت کیا  
کہ ہمیں ابن جریج نے اسمعیل سے خبر دی کہ ایک  
شخص نے مدینہ کے راستے میں حضرت عمر رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کے نبیذ کو ایک ہی سانس میں پیا تو  
اسے نشہ ہو گیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
اُسے کچھ دیر چھوڑے رکھا یہاں تک کہ اسے افاقہ  
ہوا پھر اسے حد ماری۔ امام طحاوی نے فرمایا کہ

فہد (بسنده) عن ابن عمر  
قال اتي (يعني امير المؤمنين) بنبذ  
قد احلف واشتد فشرب منه  
ثم قال ان هذا لشديد ثم  
امربماء فصبت عليه ثم شرب  
هو واصحابه ، حدثنا محمد  
بن خزيمة (بسنده) عن  
ابن عمر (رضي الله تعالى  
عنه) ان عمر انتبذ له  
في مزادة فيها خمسة عشر و  
ستة عشرون فذاقه فوجده حلوا فقال  
كانكم اقلتم عكره . حدثنا ابن ابى داود

ہمیں فہد نے اپنی سند کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ  
عنه سے حدیث بیان کی کہ حضرت عمر فاروق اعظم  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں نبذ لایا گیا جو  
متغیر اور سخت ہو چکا تھا آپ نے اس میں سے پیا  
پھر فرمایا بیشک یہ سخت ہے ، پھر پانی لانے کا حکم دیا  
اور اس پر پانی ڈالا پھر آپ نے اور آپ کے اصحاب  
نے اس کو پی لیا ۔ ہمیں محمد بن خزيمة نے اپنی سند  
کے ساتھ حدیث بیان کی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ  
عنه کے لئے ایک مشکیزے (توشہ دان) میں  
جو کہ پندرہ سولہ رطل کے برابر تھا نبذ بنایا گیا آپ  
تشریف لائے اُسے چکھا اور میٹھا پایا تو فرمایا گویا کہ  
تم نے اس کا تلچھٹ کھ کر دیا ہے ۔ ہمیں ابن ابی داود

عمر عكر النبذ العتيق اذا اضعف الى  
الجديد عجل اشتداده و هذا  
معنى ما روى النسائي في سننه  
عن سعيد بن المسيب انه كان  
يكرب كل شئ ينبذ على عكره  
وايضاً عنه انه قال في النبذ خمره  
دُرديہ اھ اھ جعله عكره مسكراً  
فكانت امير المؤمنين انكر عليهم  
تقليل العسكر حتى بقى الى الآن  
حلوا ولم يشدد والله تعالى اعلم قاله  
الفقيه المجيب غفر الله تعالى عنه ۱۲ منہ

عک "عكر النبذ" پرانا نبذ جو تازہ نبذ کے ساتھ  
ملانے سے جلد تیزی حاصل کرتا ہے ۔ نسائی  
کی اپنی سنن میں سعید بن مسیب سے روایت ہے  
کہ وہ پرانے نبذ میں ملے ہوئے برغیہ کو ناپسند کرتے  
تھے نیز ان سے نبذ کے متعلق یہ روایت کہ اس کو  
پرانے نبذ نے نشہ آور بنا دیا ، کا معنی یہی ہے ، گویا  
امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے قلیل پرانے نبذ میں ملاوٹ  
کو ناپسند فرمایا کہ اس وجہ سے ابھی تک وہ میٹھا ہے  
اور شدید نہ ہوا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔ یہ عجیب  
غفر اللہ تعالیٰ کا بیان ہے ۱۲ منہ ۔

(ت)

(یبلغه الی) عبد الرحمن بن عثمان  
قال صحبت عمر بن الخطاب الی  
مكة فاهدی له سركب من ثقیف  
سطیحتین من نبیذ فشرب عمر احدهما  
ولم یشرَب الاخری حتی اشتد ما فیہ  
فذهب عمر فشرب منه فوجدہ  
قد اشتد فقال اکسروہ  
بالماء قلت و س و ا  
عبد الرزاق قال الطحاوی  
فلما ثبت بما ذکرنا عن عمر اباحہ  
قلیل النبیذ الشدید وقد سمع  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم یقول کحل مسکر حرام  
کان ما فعلہ دلیلًا ان  
ما حرم رسول اللہ صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم من  
النبیذ الشدید هو الکرم منہ  
لا غیر فاما ان یکون سمع  
ذلک من النبی صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم قولاً او ما ۛہ رأیاً فرأیہ  
عندنا حجة و لا سیما  
اذا کان فعلہ المذکور بحضرة  
اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے حدیث بیان کی کہ عبد الرحمن بن عثمان نے کہا کہ  
میں نے مکہ مکرمہ کی طرف سفر کے دوران حضرت  
عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت اختیار  
کی قبیلہ بنی ثقیف کے ایک وفد نے آپ کی خدمت  
میں نبیذ کے دو مشکیزے بطور ہدیہ پیش کئے حضرت  
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان میں سے ایک پی لیا  
اور دوسرے کو نہیں پایا یہاں تک کہ اس میں شدت  
آگئی پھر جب آپ نے اس کو پایا تو اس کو شہید  
پایا اور فرمایا پانی سے اس کی تیزی کو توڑ دو ۔  
میں کہتا ہوں اس کو عبد الرزاق نے روایت کیا ۔  
امام طحاوی نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کے ان واقعات مذکورہ سے جب نبیذ شدید کی  
قلیل مقدار کا مباح ہونا ثابت ہو گیا حالانکہ انھوں  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے  
سنا ہے کہ ہر شہ آور حرام ہے تو آپ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کا فعل اس بات کی دلیل ہو گا کہ رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نبیذ شدید سے جو  
حرام فرمایا وہ نشہ آور مقدار ہے نہ کہ اس کا غیر  
چاہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہو  
یا ان کی اپنی یہ رائے ہو کیونکہ ہمارے نزدیک ان  
کی رائے حجت ہے خصوصاً جب کہ آپ کا یہ فعل  
مذکور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی موجودگی میں واقع



قلم ینکرہ علیہ منہم منکر فذل  
 علی متابعتہم ایاء علیہ و هذا  
 عبد اللہ بن عمر وهو احد النفر  
 الذین رووا عنہ عن النبی  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کل  
 مسکر حرام قد روی عنہ عن  
 النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم ما حدثنا ابو امیۃ البغدادی  
 ثنا ابو نعیم ثنا عبد السلام  
 عن لیث عن عبد الملک بن اخی  
 القعقاع بن شوذب عن ابن عمر قال  
 شہدت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم اتی بشراب فادناہ  
 الی فیہ فقطب فرده فقال مرحب  
 ین رسول اللہ احرام ہو فرد الشراب ثم  
 عاد بماء فصبه علیہ ذکر مرتین  
 او ثلثا ثم قال اذا اغتسلت  
 هذه الاسقیة علیکم فاکسروا  
 متونہا بالماء قلت ورواہ  
 النسائی فی سننہ بسندین بمعناہ  
 احدہما اخبرنا زیاد بن ایوب  
 ثنا ہشیم اخبرنا العوام  
 عن عبد الملک بن نافع

ہوا اور ان میں سے کسی نے انکار نہیں کیا تو ان سب کا  
 جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی متابعت  
 کرنا ان کے اس فعل کے صحیح ہونے کی دلیل ہے حضرت  
 عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان لوگوں میں سے  
 ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم  
 سے یہ حدیث روایت کی کہ ہر شراب اور حرام ہے۔  
 انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وہ  
 حدیث روایت کی جو ہمیں ابو امیۃ بغدادی نے اپنی سند  
 کے ساتھ بیان کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
 نے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی  
 خدمت میں حاضر ہوا آپ کے پاس شراب لائی گئی  
 آپ نے اس کو اپنے منہ کے قریب کیا پھر ماتھے  
 پر شکن ڈالی اور اس کو رد فرمادیا، ایک شخص نے  
 عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 کیا یہ حرام ہے؟ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 نے پھر وہ شراب لوٹائی اور اس میں پانی ڈالا  
 اس کا دو تین بار ذکر کیا پھر فرمایا جب یہ مشکیزے  
 تم پر سخت ہو جائیں تو پانی کے ساتھ ان کی تیزی کو  
 توڑ دیا کرو۔ میں کہتا ہوں اس کو امام نسائی نے  
 اس کے معنی کے ساتھ دو سندوں سے روایت  
 فرمایا جن میں سے ایک یہ ہے کہ ہمیں زیاد بن ایوب  
 نے خبر دی انہوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی  
 ہشیم نے انہوں نے کہا ہمیں عوام نے عبد الملک

قال قال ابن عمر و الآخر اخبرني  
زياد بن ايوب عن ابي مطوية  
ثنا ابو اسحق الشيباني عن  
عبد الملك الخ قال الطحاوي  
حدثنا وهب بن عثمان البغدادي  
ثنا ابو همام شفي يحيى بن  
تركيب بن ابي نرائده عن اسمعيل بن  
ابي خالد ثنا قرعة العجلي ثني عبد الملك  
ابن اخي القعقاع عن ابن عمر مثله قلت  
بهذا السند رواه ابن ابي شيبة في مصنفه  
فقال حدثنا وكيع عن اسمعيل بن  
ابي خالد الخ بنحوه قال الطحاوي حدثنا  
محمد بن عمر و بن يونس ثني اسباط بن  
محمد عن الشيباني عن عبد الملك بن  
نافع قال سألت ابن عمر فقلت ان  
اهلنا ينبذون نبينا في سقاء لو انه كره  
لاخذف فقال ابن عمر انما البغي على  
من اراد البغي شهدة رسول الله  
صلى الله تعالى عليه وسلم  
عند هذا الركن و اتاه من جبل  
بقدر من نبذ ثم ذكر مثل حديث  
ابي امية غيرة

بن نافع سے خبر دی انھوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، اور دوسری سند یہ ہے  
کہ مجھے زیاد بن ایوب نے ابو معاویہ سے خبر دی  
انھوں نے کہا ہمیں ابو اسحاق شیبانی نے  
عبد الملک سے حدیث بیان کی الخ امام طحاوی نے  
فرمایا ہمیں وہب بن عثمان بغدادی نے اپنی سند  
کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے  
اس کی مثل حدیث بیان کی۔ میں کہتا ہوں اسی  
سند کے ساتھ اس کو ابن ابی شیبہ نے اپنے  
مصنف میں روایت فرمایا اور کہا ہمیں وکیع نے  
اسمعیل بن ابی خالد سے بیان کی الخ۔ امام طحاوی نے  
فرمایا ہمیں محمد بن عمر و بن یونس نے اپنی سند کے  
ساتھ حدیث بیان کی کہ عبد الملک بن نافع نے کہا  
میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کرتے  
ہوئے کہا کہ ہمارے گھر والے مشکیزے میں نمید  
بناتے ہیں اگر میں اس کو زیادہ پی لوں تو وہ میرے  
اندرشہ پیدا کرتی ہے۔ تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
نے فرمایا گناہ اس پر ہے جو گناہ کا ارادہ کرے  
میں اس رکن کے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے  
پاس ایک شخص نمید کا پیالہ لایا پھر ابن عمر نے  
حدیث ابن امیہ کی مثل ذکر فرمایا سوائے اس کے

۱۔ سنن النسائي كتاب الاثرية ذكر اخبار النبي اعل بها من ابا ج الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۲۳۲  
۲۔ سنن النسائي كتاب الاثرية ذكر اخبار النبي اعل بها من ابا ج الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۲۳۲  
۳۔ شرح معاني الآثار باب ما يحرم من النبيلة ايچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۹۰  
۴۔ المصنف ابن ابی شیبہ کتاب الاثرية حديثه ۲۶۶۲ ادارة القرآن کراچی ۸/۳۹

قال فاكسروها بالباء ففف هذا  
 اباحة قليل النبيذ الشديد و اولي  
 الاشياء بنا اذ كانت قد روى عنه  
 هذا عن النبي صلى الله تعالى  
 عليه وسلم و روى عنه عن  
 النبي صلى الله عليه وسلم كل مسكر حرام  
 ان نجعل كل واحد من القولين  
 على معنى غير معنى الآخر  
 فيكون قوله كل مسكر حرام على المقدار  
 الذي يسكر والحديث الآخر على  
 اباحة قليل النبيذ الشديد،  
 اخبرنا فهد بن محمد بن سعيد ثنا  
 يحيى بن ايمان عن سفين عن منصور عن  
 خالد بن سعد عن ابى مسعود رضى الله تعالى  
 عنه قال عطش النبي صلى الله تعالى  
 عليه وسلم حول الكعبة فاستسقى فاق  
 نبذ من نبذ السقاية فشبه فقطب  
 فصب عليه من ماء ثم مزج ثم شرب فقال  
 ما جل احرام هو فقال لا قلت و رواه  
 النسائي بهذا السند نحوه فقال اخبرنا  
 الحسن بن اسمعيل بن سليمان اخبرنا  
 يحيى بن يمامة

کہ فرمایا اس کی تیزی کو پانی کے ساتھ توڑو۔ اس  
 حدیث میں تیز نبیذ کی قلیل مقدار کی اباحت ہے۔  
 جب ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ حدیث نبی کریم  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمائی تو انہی کے  
 حوالے سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ بھی  
 مروی ہے کہ ہر نشہ آور حرام ہے تو ہمارے لئے  
 اولیٰ یہ ہے کہ ہم ان دونوں حدیثوں میں سے ہر ایک  
 کو دوسری کے مفہوم کے غیر پر محمول کریں، چنانچہ  
 آپ کا یہ ارشاد کہ ہر نشہ آور حرام ہے اس مقدار  
 پر محمول ہوگا جو نشہ دیتی ہے اور دوسری حدیث نبیذ  
 شدیدہ کی قلیل مقدار کے مباح ہونے پر محمول ہوگی۔  
 ہمیں فہد بن محمد نے اپنی سند کے ساتھ ابو سعید  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خبر دی انہوں نے کہا نبی کریم  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کعبہ شریف کے پاس پیاس  
 لگی تو آپ نے پانی مانگا چنانچہ آپ کی خدمت میں  
 ایک مشکیزہ سے نبیذ لائی گئی آپ نے سونگھا اور  
 تیوری چڑھائی پھر اس پر زمزم کا پانی ڈالا پھر نوش  
 فرمایا تو ایک شخص نے کہا کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے  
 فرمایا کہ نہیں۔ قلت (میں کہتا ہوں) اس کو  
 امام نسائی نے اسی سند کے ساتھ بیان فرمایا  
 اور کہا کہ ہمیں حسن بن اسمعیل بن سلیمان نے خبر دی  
 انہوں نے کہا کہ ہمیں یحییٰ بن یمان نے خبر دی

ورواه الدارقطني حدثنا احمد بن  
عبد الله الوكيل ثنا علي بن حرب  
نايحيى بن اليمان الخ ورواه  
عبد الرزاق عن مجاهد مرسل  
قال عبد النبي صلى الله تعالى عليه  
وسلم الى السقاية سقاية زمزم  
فشرب من النبذ فشد وجهه  
ثم امر به فكسب بالماء ثم شربه  
فشد وجهه ثم امر به الثالث  
فكسب بالماء ثم شربه  
قال الطحاوي حدثنا علي  
بن معبد ثنا يونس ثنا  
شريك عن ابن اسحق عن ابى بردة  
عن ابى موسى عن ابيه رضى الله  
تعالى عنه قال بعثني رسول الله  
صلى الله تعالى عليه وسلم انا  
ومعاذ الى اليمن فقلنا يا رسول الله  
ان بها شرابين يصنعان  
من البر والشعير احدهما  
يقال له المزمر والاخر  
يقال له البتع فما نشرب  
فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

اس کو دارقطنی نے روایت کیا اور کہا کہ ہمیں احمد  
بن عبد اللہ الوکیل نے حدیث بیان کی اور انھوں  
نے کہا کہ ہمیں علی بن حرب نے اور انھوں نے  
کہا کہ ہمیں یحییٰ بن یمان نے حدیث بیان کی الخ  
اور اس کو عبد الرزاق نے مجاہد سے مرسل روایت  
کیا انھوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم زمزم کے مشکیزوں میں سے ایک مشکیزہ  
کی طرف متوجہ ہوئے آپ نے نبذ نوش فرمایا پھر  
مشکیزے کا منہ مضبوطی سے باندھ دیا پھر آپ نے حکم  
دیا تو پانی کے ساتھ اس کی تیزی کو توڑا گیا پھر  
آپ نے اس کو نوش فرمایا اور مشکیزے کا منہ  
مضبوطی سے باندھ دیا، پھر تیسری مرتبہ حکم فرمایا اور  
اس کی تیزی کو پانی سے توڑا گیا پھر آپ نے نوش فرمایا۔  
امام طحاوی نے فرمایا کہ ہمیں علی بن معبد نے اپنی سند  
کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
سے حدیث بیان کی انھوں نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اور معاذ بن جبل کو یمن  
کی طرف بھیجا ہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم وہاں دو شرابیں ہیں جو گندم اور جو سے  
بنائی جاتی ہیں ان میں سے ایک کو مزہر اور دوسری  
کو بتع کہا جاتا ہے تو کیا ہم اسے پیں؟ تو رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ



”پو اور نشہ میں مت آؤ۔“ یہ حدیث دلیل ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو حدیث ذکر فرمائی کہ ہر نشہ اور حرام ہے، وہ نشہ اور مقدار پر محمول ہے نہ کہ اس شے کے عین پر جس کا کثیر نشہ آور ہے اور ہم حدیث ابی سلمہ بن ابی امیہ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کر چکے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس جواب کے بارے میں ہے جو بیع سے متعلق سوال کرنے والے شخص کو آپ نے دیا وہ یہ کہ ”ہر شراب جو نشہ دے وہ حرام ہے“ اگر اس حدیث کو ہم اس شراب کے قلیل پر محمول کریں جس کا کثیر نشہ دیتا ہے تو یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس جواب کے خلاف ہے جو آپ نے حضرت معاذ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیا۔ اور اگر اس کو ہم خاص نشہ کی حرمت پر محمول کریں تو یہ حدیث ابو موسیٰ کے موافق ہو جاتا ہے اور ہمارے لئے اولیٰ یہ ہے کہ ہم تمام آثار کو ایسے معنی پر محمول کریں کہ ان میں باہمی تضاد نہ رہے۔ ہمیں ابن مرزوق نے اپنی سند کے ساتھ حدیث بیان کی کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قوم شراب نوشی کے لئے بیٹھتی جب وہ ان کے لئے حلال تھا وہ ایسا کرتے رہے یہاں تک کہ وہ ان کے لئے حرام ہو گیا۔ ہمیں محمد بن غزیر نے اپنی سند کے

اشربا ولا تسکرا فذل ذلک انت ما ذکرہ ابو موسیٰ عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من قوله کل مسکر حرام انما هو علی المقدار الذی یسکر لا علی العین التی کثیرها یسکر وقد روینا حدیث ابی سلمة عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا فی جواب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم للذی سألہ عن البتہ بقوله کل شراب اسکر فهو حرام فان جعلنا ذلک علی قلیل الشراب الذی یسکر کثیرہ ضا د جواب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لمعاذ و ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما وان جعلناہ علی تحريم السکر خاصة وافق حدیث ابی موسیٰ واولی الاشیاء بنا حمل الآثار علی الوجه الذی لا تضاد، حدیثنا ابن مرزوق (بسندہ) عن شماس قال قال عبد اللہ (یعنی ابن مسعود) رضی اللہ تعالیٰ عنہ انت القوم یجلسون علی الشراب وهو یحل لهم فما یزالون حتی یحرم علیہم۔ حدیثنا محمد بن خزیمہ (بسندہ)

عن علقمة بن قیس انه اكل مع  
عبد الله بن مسعود خبزا ولحما  
قال فاتينا بنبيذ شديد بنذته  
سيريت في جرة خضراء فشربوا  
منه ، حدثنا ابن داود (لبسندہ)  
عن علقمة قال سألت ابن مسعود  
عن قول رسول الله صلى الله  
تعالى عليه وسلم في المسكر  
قال الشربة الاخيرة - حدثنا  
ابو بكرة ثنا ابو احمد الزبيري ثنا  
سفين عن علي بن بذيمة عن قيس  
بن جابر قال سألت ابن عباس عن  
الحبر الاخضر والحبر الاحمر  
فقال انت اول من سأل النبي  
صلى الله تعالى عليه وسلم عن  
ذلك وفد عبد القيس فقال لا تشربوا  
في الدباء ولا في المزفت و  
لا في النقيير واشربوا في الاسقية  
فقالوا يا رسول الله فان  
اشتد في الاسقية قال  
صبوا عليه من السماء  
وقال لهم في الثالثة  
او الرابعة فاهريقوه - حدثنا محمد  
بن خزيمة ثنا عبد الله بن رجاء ثنا اسرائيل  
عن علي بن بذيمة عن قيس بن جابر

ساتھ حضرت علقمہ بن قیس سے حدیث بیان کی کہ  
انھوں نے عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کے ساتھ روٹی اور گوشت کھایا انھوں نے کہا  
پھر ہمارے پاس تیز بنیڈ لایا گیا جس کو سیرین نے  
سبز گھڑے میں تیار کیا انھوں نے اسے پیا۔ ہمیں  
ابی داؤد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علقمہ  
سے حدیث بیان کی انھوں نے کہا کہ میں نے  
ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منبر کے بارے  
میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے  
قول سے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا کہ وہ آخری  
گھونٹ ہے۔ ہمیں ابو بکر نے اپنی سند کے ساتھ  
قیس بن جابر سے حدیث بیان کی انھوں نے کہا کہ  
میں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سبز  
اور سرخ گھڑوں کے بارے میں سوال کیا تو انھوں  
نے فرمایا سب سے پہلے اس بارے میں رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے وفد عبد القیس  
نے سوال کیا تھا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
نے فرمایا: ”دباء، مزفت اور نقییر میں مت پیو  
اور مشکیزوں میں پیو“ انھوں نے عرض کی  
یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر مشکیزوں  
میں وہ تیز ہو جائے تو آپ نے فرمایا: ”اس پر  
پانی ڈال دو“ اور آپ نے انھیں تیسری یا  
چوتھی مرتبہ فرمایا کہ ”اسے اٹیل دو“ ہمیں محمد  
بن خزيمة نے اپنی سند کے ساتھ اسی کی مثل  
حدیث بیان کی۔ قلت (میں کہتا ہوں) اسکو

ابوداؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا کہ میں محمد بن  
بشار نے ابواحمد سے حدیث بیان کی الم جو کہ سند اور  
متن دونوں کے اعتبار سے اس کی مثل ہے اور  
اس میں یہ زائد ہے پھر فرمایا کہ بیشک اللہ نے مجھ  
پر حرام کیا یا یوں فرمایا کہ خمر، جوا اور کوبہ حرام کر دے  
گئے اور ہر نشہ آور حرام ہے۔ سفیان نے کہا کہ میں  
نے علی بن بذیمہ سے کوبہ کے بارے میں پوچھا تو  
انہوں نے کہا کہ طبل (دھول) اور اس کو عبد الرزاق  
نے ابوسعید سے روایت کیا ابوسعید نے کہا کہ ہم  
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے  
تھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا  
تمہارے پاس وفد عبد القیس آیا ہے (طویل حدیث  
ذکر کی) اور اس حدیث میں ہے کہ اگر تمہیں  
وہ (نبی) شک میں ڈالے تو پانی سے اس کی  
تیزی کو توڑ دو الخ اور اس میں حدیث کا بعد والا  
حصہ نہیں ہے۔ امام طحاوی نے فرمایا کہ اس  
حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ  
وسلم نے وفد عبد القیس کے لئے مشکیزوں کی  
نبیہ کو پینا مباح فرمایا اگرچہ اس میں تیزی آئے۔  
اگر کوئی بخنہ والا کچھ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم نے اس کو انڈیلنے کا حکم دیا یہ اباحت کے  
نسخ کی دلیل ہے اس کو کہا جائے گا یہ کیسے

عن ابن عباس مثل ذلك قلت و رواه  
ابوداؤد في سننه ، حدثنا محمد  
بن بشار ثنا ابواحمد الى آخره سند او  
متنا نحوه و مراد ثم قال ان الله حرم  
علت او حرم الخمر والعيسر والكوبة قال  
وكل مسكر حرام قال سفیان فسالت  
علي بن بذيمه عن الكوبة قال  
الطبل ، و رواه عبد الرزاق عن  
ابن سعيد قال كنا جلوسا عند النبي  
صلى الله تعالى عليه وسلم فقال  
جاءكم وفد عبد القيس الحديث بطوله  
وفيه فان را بكم فاكسروه بالماء انه  
وليس فيه ما بعده ، قال الطحاوي  
ففي هذا الحديث ان  
رسول الله صلى الله تعالى  
عليه وسلم اباح لهم  
ان يشربوا من نبين  
الاسقية وان اشتد  
فان قال قائل فان  
في امره باهراقه دليلا  
على نسخ الاباحة قيل  
لهم كيف يكون

لہ شرح معانی الآثار کتاب الاشربة باب ما يحرم من التبيذ  
لہ سنن ابی داؤد باب فی الاوعية  
لہ المصنف لعبد الرزاق حدیث ۱۶۹۳۰  
ایک ایم سعید کمپنی کراچی ۶۱/۲-۳۹۰  
آفتاب عالم پریس لاہور ۱۶۴/۲  
المجلس العسکمی ۲۰۱-۰۲/۹

ذلك وقد روى عن ابن عباس من  
كلامه بعد رسول الله صلى الله  
تعالى عليه وسلم حرمت الخمر لعينها  
والسكر من كل شراب وقد ذكرنا  
ذلك باسناد و كيف يجوز على  
ابن عباس مع علمه وفضله ان  
يكون قد روى عن النبي صلى الله تعالى  
عليه وسلم ما يوجب تحريم التبيذ  
الشديد ثم يقول حرمت الخمر لعينها  
والسكر من كل شراب ولكن معنى  
حديث قيس انه لم يأمنهم عليه  
ان يشرعوا في شربه فيسكروا  
فامرهم باهراقه ذلك وقد روى  
في مثل ما هذا ما حدثنا محمد بن  
خزيمة ثنا عثمان بن الهيثم بن الجهم  
المؤذن ثنا عوف بن ابى جميلة ثنا ابو القصب  
نريد بن علي عن ابي عبد القيس او يكون  
قيس بن النعمان فاني قد نسيت اسمهم  
سألوه صلى الله تعالى عليه وسلم عن الاشربة  
فقال لا تشربوا في الدباء ولا في النقيع واشربوا  
في السقاء الحلال المؤكك عليه عليها فان  
اشتد منه فاكسروه بالسقاء فان  
اعياكم فاهريقوه  
حدثنا ربيع المؤذن ثنا  
اسد بن موسى ثنا مسلم بن خالد ثنا نريد

ہو سکتا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم کے اس ارشاد کے بعد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ  
عنہما کا یہ کلام مروی ہے کہ خمر لعینہ حرام کی گئی اور ہر شراب  
میں سے نشہ کی مقدار حرام کی گئی، ہم اس حدیث کو  
اس کے اسناد کے ساتھ ذکر کر چکے ہیں، اور ابن عباس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے اپنے عمل وفضل کے باوجود  
یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
سے وہ حدیث روایت کریں جو نبیہ شدید کی حرمت کو  
ثابت کرے اور پھر یہ فرمائیں کہ خمر تو لعینہ حرام ہے جبکہ  
باقی ہر شراب میں سے نشہ آور مقدار حرام ہے لیکن  
حدیث قیس کا معنی یہ ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
کو یہ ڈر ہوا کہ وہ اس کو پی کر نشہ میں آئیں گے لہذا  
اس کو اندیل دینے کا انھیں حکم دیا، اور اسی کی مثل  
مروی ہے اس حدیث میں جو ہمیں محمد بن خرمیہ نے اپنی  
سند کے ساتھ وفد عبد القیس میں شریک ایک شخص  
سے حدیث بیان کی یا وہ راوی قیس بن نعمان تھا، راوی  
کہتا ہے مجھے اس کا نام بھول گیا ہے کہ وفد  
عبد القیس نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے  
شرابوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ  
کتہ اور گھڑچ ہوئی لکڑی میں مت پیو اور ایسے  
مشکیزوں میں پیو جن کے منہ باندھ گئے ہوں اگر  
اس نبیہ میں شدت آجائے تو پانی سے اس کی شدت  
توڑو اگر وہ تمہیں عاجز نہ کرے تو پھر اسے اندیل دو۔  
ہمیں ربیع المؤذن نے اپنی سند کے ساتھ حضرت  
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی



بن اسلم عن سمی عن ابی صالح عن  
ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال  
قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم اذا دخل احدکم علی اخیه المسلم  
فاطعمہ طعاما فلیاکل من طعامہ  
ولیسأل عنہ فان اسقاہ شرابا فلیشرب  
منہ ولیسأل عنہ فان خشی منہ  
فلیکسرہ بشئ ففی ہذا الحدیث اباحۃ  
شرب النبیذ فان قال قائل انما  
اباحہ بعد کسرہ بالماء و ذہاب  
شدتہ قیل لہ ہذا کلام فاسد لانه لو کان  
فی حال شدتہ حراما لکان لا یجوز  
وان ذہبت شدتہ بصب الماء  
علیہ الا تری ان خمر الو صب فیہا ماء  
حتی غلب الماء علیہا ان ذلک حرام  
فلما کان قد ابیح فی ہذا الحدیث  
الشراب الشدید اذا کسر بالماء ثبت  
بذلک انه قبل ان یکسر بالماء غیر حرام فثبت  
بما رویناہ فی ہذا الباب اباحۃ ما لا یکسر من  
النبیذ الشدید وهو قول ابی حنیفۃ  
وابی یوسف و محمد رحمہم  
اللہ تعالیٰ

انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے  
فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک اپنے مسلمان بھائی  
کے ہاں جائے تو وہ اس کو کھانا کھلائے اس کو  
چاہئے کہ وہ کھانا کھائے مگر اس سے کھانے کا سوال  
نہ کرے اور اگر وہ اس مشروب سے نشہ کا ڈر محسوس  
کرے تو پانی وغیرہ سے اس کی تیزی کو توڑ دے ،  
اس حدیث میں نبیذ کی اباحت کا ثبوت ہے ، اگر  
کوئی شخص کہے کہ پانی کے ساتھ اس کی سختی ختم  
کرنے کے بعد اسے مباح قرار دیا گیا ہے جبکہ اسکی  
شدت ختم ہو جاتی ہے تو اس کو کہا جائے گا کہ تیرا یہ  
کلام فاسد ہے اس لئے کہ اگر وہ شدت کی حالت  
میں حرام ہو تو وہ حلال نہیں ہو سکتی اگرچہ پانی انڈیلنے  
کے ساتھ اس کی شدت ختم ہو جائے ، کیا تم نہیں  
دیکھتے کہ اگر خمر میں اس قدر پانی ملا یا جائے کہ وہ  
اس پر غالب آجائے تو وہ حرام ہی رہے گا ،  
اس حدیث میں جب تیز شراب (نبیذ) کو مباح  
قرار دیا گیا ہے جب پانی کے ساتھ اس کی شدت  
ختم کر دی جائے ، اس سے ثابت ہو گیا کہ پانی  
انڈیل کر تیزی ختم کرنے سے پہلے وہ حرام نہیں تھی  
لہذا جو کچھ ہم نے اس باب میں روایت کیا اس سے  
تیز نبیذ کا مباح ہونا ثابت ہو گیا جبکہ وہ نشہ نہ دے ،  
اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہ ، امام ابو یوسف اور  
امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا ۔ (ت)





ثم مروى النسائي عن الشعبي قال كان  
 على رضي الله تعالى عنه يرنق  
 الناس الطلاء يقع فيه الذباب  
 ولا يستطيع ان يخرج منه عن داود  
 سألت سعيدا ما الشراب الذي  
 احله عمر رضي الله تعالى عنه  
 قال الذي يطبخ حتى يذهب  
 ثلثاه ويبقى ثلثه قلت و  
 رواه ابن ابى شيبة قال حدثنا  
 عبد الرحيم بن سليمان عن داود  
 بن ابى هند قال سألت سعيد  
 بن المسيب فذكره، ثم مروى  
 النسائي عن سعيد بن المسيب  
 ان ابا الدرداء رضي الله تعالى  
 عنه كان يشرب ما ذهب ثلثاه و  
 يبقى ثلثه عن قيس بن  
 ابى حازم عن ابى موسى  
 الاشعري رضي الله تعالى عنه  
 انه كان يشرب من الطلاء ذهب  
 ثلثاه ويبقى ثلثه عن يعلى بن  
 عطاء قال سمعت سعيد بن المسيب  
 وسأله اعرابي عن شراب يطبخ  
 على النصف فقال

پھر اس کو امام نسائی نے شعبی سے روایت کیا کہ  
 حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو طلاء  
 پلاتے تھے اس میں اگر کبھی گر جائے تو نکل نہیں  
 سکتی تھی (یعنی بہت گاڑھی ہوتی تھی)۔  
 داؤد نے کہا میں نے سعید سے سوال کیا کہ حضرت  
 عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کون سی شراب کو حلال  
 کیا تھا انھوں نے بتایا کہ جس کے دو تہائی  
 جل کر خشک ہو جائیں اور ایک تہائی باقی  
 رہ جائے۔ میں کہتا ہوں اس کو ابن ابی شیبہ  
 نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں عبد الرحیم بن  
 سلیمان نے داؤد بن ابی ہند سے بیان کی انھوں  
 نے کہا کہ میں نے سعید بن مسیب سے سوال کیا  
 پھر مذکورہ حدیث کو ذکر کیا پھر نسائی نے سعید  
 بن مسیب سے روایت کیا کہ ابو الدرداء رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ ایسا شراب پیتے تھے جس کا دو تہائی  
 خشک ہو جاتا اور ایک تہائی باقی رہ جاتا۔  
 قیس بن ابی حازم نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ وہ ایسا طلاء پیتے تھے  
 جس کا دو تہائی خشک ہو جاتا اور ایک تہائی  
 باقی رہ جاتا۔ یعلى بن عطاء نے کہا کہ میں نے سعید  
 بن مسیب کو کہتے ہوئے سنا جب ان سے ایک  
 اعرابی نے ایسی شراب کے بارے میں سوال کیا جس کا  
 نصف پکانے سے خشک ہو گیا انھوں نے جواب دیا



لاحق یدھب ثلثاہ ویبقی الثلث  
عن یحیی بن سعید عن سعید بن المسیب قال اذا طبخ الطلاء علی  
الثلث فلا بأس به عن بشیر  
بن المہاجر قال سألت الحسن عما  
یطبخ من العصیر قال تطبخہ  
حق یدھب الثلثا ویبقی الثلث  
عن انس بن سیرین قال سمعت  
انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ  
عنه یقول ان نوحا علیہ الصلوٰۃ و  
السلام نائمہ الشیطان فی عود  
الکرم فقال ہذا الحی وقال ہذا الحی  
فاصطلم علی ان لنوح ثلثہا و  
للشیطان ثلثہا عن عبد الملک  
بن طفیل الجزری قال کتب الیہنا  
عمر بن عبد العزیز ان لا تشربوا  
من الطلاء حق یدھب ثلثاہ ویبقی ثلثہ  
وکل مسکر حرام لہ

کہ یہ حلال نہیں یہاں تک کہ اس کا دو تہائی جل کر ایک  
تہائی باقی رہ جائے۔ یحیی بن سعید نے سعید بن مسیب  
سے روایت کی انھوں نے کہا کہ جب طلاء ایک ثلث  
تک پکایا جائے تو اس کے پینے میں کوئی حرج نہیں۔  
بشیر بن مہاجر نے کہا کہ میں نے حسن سے پکائے ہوئے  
شیرہ کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے کہا تو  
اس کو اس حد تک پکا کہ اس کا دو ثلث خشک ہو جائے  
اور ایک ثلث باقی رہے۔ انس بن سیرین نے  
کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو  
فرماتے ہوئے سنا کہ شیطان نے حضرت نوح علیہ السلام  
سے انگور کے درخت کے بارے میں جھگڑا کیا شیطان  
نے کہا یہ میرا ہے اور نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ  
میرا ہے پھر اس بات پر صلح ہوئی اس کا ایک تہائی  
نوح علیہ السلام کے لئے اور دو تہائی شیطان کیلئے۔  
عبد الملک بن طفیل جزری نے کہا کہ ہماری طرف  
عمر بن عبد العزیز نے لکھا تم طلاء مت پیو یہاں تک  
کہ اس کا دو تہائی خشک ہو جائے اور ایک تہائی  
باقی رہ جائے اور ہر نشہ آور حرام ہے۔ (ت)

مسند سیدنا الانام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے :

ابو حنیفہ عن ابی عوف عن  
امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابو عون سے انھوں نے

عہ فی النسخۃ القی شرح علیہا العلامة  
العلی القاسمی ابو حنیفہ عن  
ملّا علی قاری نے جس نسخہ پر شرح لکھی ہے اس میں  
ابو حنیفہ عن ابی عون محمد الثقفی الجازی ہے  
(باقی اگلے صفحہ پر)

لہ سنن النسائی کتاب الاشریہ ذکر ما یجوز شربہ من الطلاء الخ نور محمد فارخانہ تجارت کتب کراچی ۳۳۴/۲

عبد اللہ بن شداد عن ابن عباس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی آپ نے فرمایا  
خمر لعینہ حرام کی گئی چاہے قلیل ہو یا کثیر باقی ہر شراب  
میں سے نشہ آور مقدار حرام ہے۔ مسند کی بعض  
روایات میں یوں ہے کہ امام ابو حنیفہ نے ابو عون  
سے انھوں نے عبد اللہ بن شداد سے اور انھوں نے  
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی  
اس کو حارثی نے بطریق محمد بن بشر امام صاحب سے  
روایت کیا۔ دوسری سند میں یوں ہے امام ابو حنیفہ  
نے عون بن ابی حنیفہ سے اور انھوں نے ابن عباس

عبد اللہ بن شداد عن ابن عباس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال حرمت  
الخمر لعینہا قلیلہا وکثیرہا والسكر  
من کل شراب وفي بعض  
روایات المسند ابو حنیفہ عن ابی عون  
عن عبد اللہ بن شداد عن النبی  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رواہ  
الحارثی من طریق محمد بن بشر  
عن الامام وفي اخرى ابو حنیفہ  
عن عوف بن ابی جحیفہ عن ابن عباس

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ابن عباس پر ملا علی قاری نے فرمایا ظاہر یہ ہے کہ وہ  
محمد بن ابی بکر بن عوف الثقفی الحجازی جو انس  
بن مالک سے روایت کرتے ہیں اور ان سے  
جماعت نے روایت کی ہے اھ، میں کہتا  
ہوں یہ حدیث ابی عون محمد بن عبید اللہ  
الثقفی الکوفی سے معروف ہے اور  
یہی درست ہے اور مجھے معلوم نہیں  
کہ حجازی کا لفظ شارح نے ذکر  
کیا ہے یا یہ کسی نقل کرنے سے واقع ہوا  
ہے ۱۲ منہ (ت)

ابی عوف محمد الثقفی الحجازی عن  
عبد اللہ بن شداد عن ابن عباس  
قال القاسم الظاہر انه محمد  
بن ابی بکر بن عوف الثقفی الحجازی  
روى عن انس بن مالك  
وعنه جماعة اھ اقول الحدیث  
انما يعرف بابی عون محمد بن عبید اللہ  
الثقفی الکوفی وهو الصواب  
ولا أدري لفظ الحجازی اقادة الشارح  
او وقع من بعض النساخ ۱۲ منہ۔

۱۔ مسند الامام الاعظم کتاب الاطعمۃ والاشربة الخ فوز محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۰۲  
۲۔ شرح مسند الامام الاعظم للملا علی القاری فائدہ حرمت خمر وکل مسکرات مکتبہ توحید و سنتہ پشاور ص ۲۵۶

ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم  
قال فذكره رواه طلحة من طريق  
يحيى اليماني وحماد بن الامام  
عن الامام وهكذا اورده العلاء بن اتر  
كما في الجوهر النقي قال  
المرقضي والمحقق في مسند الامام  
ما ذكرناه اولاً ابو حنيفة عن حماد  
عن ابراهيم عن علقمة قال سألت  
عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى  
عنه وهو ياكل طعاماً ثم  
دعا بنبيذ فشرب فقلت رحمك الله  
تشرب النبيذ والاممة تقتدى  
بك فقال ابن مسعود سألت رسول الله  
صلى الله تعالى عليه وسلم يشرب  
النبيذ لولا اني سألته  
يشربه ما شربته ابو حنيفة عن  
حماد عن ابراهيم انه قال قول  
الناس كل مسكر حرام  
خطؤ من الناس انما  
ارادوا ان يقولوا السكر حرام  
من كل شراب ابو حنيفة  
عن حماد عن انس

رضي الله تعالى عنهما سے روایت کی کہ بیشک نبی کریم  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر وہی حدیث  
ذکر کی، اس کو طلحہ نے بطریق یحییٰ یمانی و حماد ابن  
امام ابو حنیفہ امام صاحب سے روایت کیا۔ اسی  
طرح علاء ابن اتر نے اس کو وارو کیا جیسا کہ جوہر النقی  
میں ہے، مرقضی نے کہا مسند امام اعظم میں محفوظ  
وہی ہے جسے ہم نے پہلے ذکر کیا۔ امام ابو حنیفہ نے  
حماد سے انھوں نے ابراہیم سے انھوں نے علقمہ  
سے روایت کی، علقمہ نے کہا کہ میں نے عبد اللہ  
ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھانا تناول فرماتے  
ہوئے دیکھا، پھر انھوں نے نبیذ منگوائی اور اسے پیا  
تو میں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ  
نبیذ پیتے ہیں حالانکہ امت آپ کی اقتداء کرتی ہے  
ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نے  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نبیذ  
پیتے ہوئے دیکھا اگر میں نے آپ کو نبیذ پیتے ہوئے  
نہ دیکھا ہو تو میں اس کو نہ پیتا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ  
علیہ نے حماد سے انھوں نے ابراہیم سے روایت  
کی، ابراہیم نے کہا کہ لوگوں کا یہ قول لوگوں کی خطا ہے  
کہ ہر نشہ آور حرام ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ  
یوں کہیں ہر شراب سے نشہ حرام ہے۔  
امام ابو حنیفہ سے حماد سے انھوں نے حضرت انس

بن مالك انه كان ينزل على ابى بكر  
بن ابى موسى الاشعري بواسط  
فبيعت برسول الى السوق يشترى  
له النبيذ من الخواقي، ابو حنيفة  
عن حماد قال كنت اتقى النبيذ  
فدخلت على ابراهيم وهو يطعم  
فطعمت معه فناولني قدحاً فيه  
نبيذ فلما رأى اتقاني منه  
قال حدثني علقمة عن عبد الله  
بن مسعود انه كان ربما طعم  
عنده ثم دعا بنبيذ له تنبذه له  
سيريت امر ولداه فشرب  
وسقاني. ابو حنيفة عن  
حماد عن ابراهيم انه قال كتب  
عمر بن الخطاب رضي الله  
تعالى عنه الى عمار بن  
ياسر رضي الله تعالى عنهما  
وهو عامل له على الكوفة  
اما بعد فانه انتهى الى شراب  
من الشام من عصير العنب  
وقد طبخ وهو عصير قبل ان يغلى  
حتى ذهب ثلثاه وبقي ثلثه فذهب شيطان  
وبقي حلوه وحلاله فهو شبه بطلاء

بن مالك رضي الله تعالى عنه سے روایت کی کہ وہ  
ابو بکر بن ابی موسیٰ اشعری کے پاس واسط میں اترے  
تو انھوں نے بازار میں قاصد بھیجا تاکہ وہ ان کے لئے  
خوابی سے نبیذ خریدے۔ امام ابو حنیفہ نے حماد  
سے روایت کی حماد نے کہا میں نبیذ سے پرہیز  
کرتا تھا میں ابراہیم کے پاس گیا وہ کھانا کھا رہے  
تھے میں نے ان کے ساتھ کھانا کھایا مجھے انھوں نے  
ایک پیالہ دیا جس میں نبیذ تھی جب انھوں نے  
مجھے اس سے پتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کہا مجھے  
علقمہ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
حدیث بیان کی کہ وہ (علقمہ) بسا اوقات ابن مسعود  
کے ساتھ کھانا کھاتے، پھر انھوں نے نبیذ طلب  
فرمائی جو کہ میرے لئے تیار کی تھی جو ان کی  
ام ولد ہے، انھوں نے نوش فرمایا اور مجھے بھی پلایا۔  
امام ابو حنیفہ نے حماد سے اور انھوں نے ابراہیم سے  
روایت کی کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ نے عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف خط  
لکھا جبکہ وہ کوفہ کے عامل تھے، اما بعد! میرے  
پاس شام سے انگور کے رس کی شراب پہنچی جس کو  
پکایا گیا ہے دریاں حالیکہ وہ پکانے سے انگور کا شیر  
تھی یہاں تک کہ اس کا دو تہائی جل گیا اور ایک  
تہائی باقی رہ گیا تو اس کا شیطان چلا گیا تو اس کی  
مٹھاس و علت باقی رہ گئی، اور وہ اونٹوں کے



الابل فسر من قبلك فيتوسعوا به  
 شرابهم قلت وروی عبد الرزاق  
 حدثنا معمر بن عاصم عن الشعبي  
 قال كتب عمر بن الخطاب الى  
 عمار بن ياسر اصابعد فانها  
 جاءتنا اشربة من قبل الشام  
 كانها طلاء الابل قد طبخ  
 حتى ذهب ثلثاه الذی فيه  
 خبث الشيطان وریح جنونه وبقى  
 ثلثه فاصطنعه وامر من  
 قبلك ان يصطنعه ورواه الخطيب  
 في تلخیص المتشابه عن الشعبي  
 عن حبان الاسدي قال انما  
 كتاب عمر فذكره بلفظ  
 ذهب شره وبقى خيره

طلاء کے مشابہ ہے تم اپنی طرف سے حکم دے دو کہ  
 لوگ اپنی شرابوں میں گنجانش پیدا کریں۔ میں کہتا ہوں  
 امام عبد الرزاق نے روایت کیا کہ ہمیں عمر نے عاصم سے  
 اور انھوں نے شعبی سے حدیث بیان کی کہ حضرت  
 عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمار بن یاسر  
 کو خط لکھا انا بعد! بیشک ہمارے پاس شام کی  
 طرف سے کچھ شرابیں آئی ہیں گویا کہ وہ اونٹوں کا  
 طلاء ہیں جنہیں پکایا گیا یہاں تک کہ اس کا دو ثلث  
 جل گیا جس میں خبث شیطان اور اس کے جنون  
 کی بو بھتی باقی ایک تہائی رہ گیا، اس کو بناؤ اور  
 لوگوں کو بنانے کا اپنی طرف سے حکم دو، اور اس کو  
 تلخیص المتشابه میں خطیب نے شعبی سے اور انھوں  
 نے حبان اسدی سے روایت کیا حبان نے کہا کہ  
 ہمارے پاس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط آیا  
 اس میں حبان نے یہ لفظ ذکر ہے کہ اس کا شر

عہ ہکذا عن اہل عبد الرزاق الامام البدر  
 فی البناية، والامام خاتم الحفاظ  
 فی الجامع الكبير ووقع فی تعلیقات  
 مؤطا الامام محمد لبعض المعاصرين  
 عزوة لابن ابی شیبہ وکانہ شبه علیہ  
 احد المصنفین بالآخر ۱۲ منہ۔

عہ امام بدر الدین عینی نے بنایہ میں اور امام  
 عسقلانی نے جامع البکیر میں اس کو عبد الرزاق کی  
 طرف منسوب کیا جبکہ مؤطا امام محمد کی تعلیقات میں  
 ایک معاصر (علامہ عبدالحی کھنوی) نے اسکو ابن ابی شیبہ کی  
 طرف منسوب کیا، ہو سکتا ہے علامہ کھنوی کو مصنف  
 عبد الرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں اشتباہ  
 ہو گیا ہو ۱۲ منہ (ت)

لہ جامع المسانید الباب الثلاثون فی الحدود المکتب الاسلامیہ سمندری فیصل آباد ۱۹۱/۲  
 لہ المصنف عبد الرزاق کتاب الاشریۃ حدیث ۱۴۱۲۰ المجلس العلمی ۲۵۵/۹

فاشربوه<sup>۱</sup>، ابوحنيفة عن حماد  
عن ابراهيم انه قال في الرجل  
يشرب النبيذ حتى يسكر قال القدر  
الاخير الذي سكر منه  
هو الحرام<sup>۲</sup>

عقود الجواہر میں ہے :

في مصنف ابن ابي شيبة حدثنا  
علي بن مسهر عن سعيد بن ابي عروبة  
عن قتادة عن انس رضي الله تعالى  
عنه ان ابا عبدة و معاذ  
بن جبل و ايا طلحة رضي الله  
تعالى عنهم كانوا يشربون من  
الطلاء ما ذهب ثلثاه وبقى ثلثه قلت  
و رواه ايضا ابو مسلم الكجي و سعيد  
بن منصور في سننه كما في العمدة قال  
ابو بكر حدثنا وكيع عن الاعمش عن  
ميمون (هو ابن مهران) عن  
ام الدرداء قالت كنت اطبخ لابي الدرداء  
رضي الله تعالى عنه الطلاء ما ذهب ثلثاه وبقى  
ثلثه حدثنا ابن فضيل عن

زائل ہو گیا اور خیر باقی رہا لہذا تم اس کو پیو۔ امام  
ابوحنیفہ نے حماد سے انھوں نے ابراہیم سے روایت  
کیا انھوں نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو  
نہیذ پیتا یہاں تک کہ اسے نشہ آجاتا فرمایا آخری  
پیالہ جس سے نشہ ہوا وہ حرام ہے۔ (ت)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے میں علی بن مسهر  
نے سعید بن ابی عروبة سے انھوں نے قتادہ سے  
اور انھوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
سے حدیث بیان کی حضرت انس نے فرمایا کہ  
ابو عبیدہ، معاذ بن جبل اور ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ  
عنہم ایسا طلاء پیتے جس کا دو ثلث جل کر ایک ثلث  
باقی رہتا ہے کتاہوں کہ اس کو ابو مسلم الکجی اور  
سعید بن منصور نے بھی اپنی سنن میں روایت کیا  
جیسا کہ عمدہ میں ہے۔ ابو بکر نے کہا میں وکیع نے  
اعمش سے انھوں نے ميمون سے جو کہ ابن مهران ہیں  
اور انھوں نے ام دردار سے حدیث بیان کی ،  
ام درداء نے کہا کہ میں ابو دردار رضی اللہ تعالیٰ  
عنه کے لئے طلاء پکاتی جس کا دو تہائی جل کر  
ایک تہائی باقی رہ جاتا۔ میں ابن فضیل نے

۱۵۵/۱	دارالکتب العلمیہ بیروت	حدیث ۱۰۵۲	۱۔ تلخیص المتشابہ
۱۹۲/۲	الملکۃ الاسلامیہ سمندری		۲۔ جامع المسانید
۱۶۰/۸	ادارۃ القرآن	حدیث ۴۰۳۹	۳۔ المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الاشریۃ
۱۶۱/۸	" "	۴۰۴۱	۴۔ " " " "

عطاء بن السائب عن ابی عبد الرحمن  
قال کان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
یرثنا الطلاء فقلت له ما هیأتہ  
قال ابواسود یاخذہ احدنا باصبعہ  
حدثنا وکیع عن سعید بن اوس  
عن انس بن سیرین قال  
کان انس بن مالک رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ سقیم البطن فامرونی  
ان اطبخ له طلاء حتی ذهب  
ثلثاہ وبقی ثلثہ فکان یشرب  
منہ الشربة علی اثر الطعام  
حدثنا ابن نمیر ثنا اسمعیل عن  
مغیرة عن شریح ان خالد  
بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کان یشرب الطلاء بالشامیہ  
شمن وارقطنی میں ہے :

عطاء بن سائب سے انھوں نے عبد الرحمن سے حدیث  
بیان کی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں طلا  
پلاتے ، میں نے کہا اس کی ہیئت کیا ہوتی ؟  
ابواسود نے کہا کہ ہم میں سے کوئی ایک اس کو  
اپنی انگلی کے ساتھ لے سکتا تھا (یعنی وہ بہت  
گاڑھا ہوتا تھا)۔ ہمیں وکیع نے سعید بن اوس سے  
انھوں نے انس بن سیرین سے حدیث بیان کی کہ  
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیٹ کی  
بیماری میں مبتلا ہوئے تو مجھے حکم دیا کہ میں ان کیلے  
طلا پکاؤں یہاں تک کہ وہ دو تہائی جل کر ایک تہائی  
باقی رہ جاتا تو آپ اس میں سے کچھ کھانے کے  
بعد نوش فرماتے۔ ہمیں ابن نمیر نے حدیث  
بیان کی کہ ہمیں اسمعیل نے مغیرہ سے انھوں نے  
شریح سے حدیث بیان کی کہ حضرت خالد بن ولید  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام میں طلا پیا کرتے تھے۔

حدثنا محمد بن احمد بن ہارون  
نا احمد بن عمر بن بشر ناجدی ابراہیم بن  
قرۃ نا القاسم بن بہرام ثنا عمرو بن دینار  
عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال مر  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی

ہمیں محمد بن احمد بن ہارون نے اپنی سند کے ساتھ  
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی  
کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ میں ایک  
قوم پر گزرے انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی  
تعالیٰ علیہ وسلم! ہمارے پاس بنائی ہوئی ایک

۱۷۶/۸	ادارۃ القرآن راجی	حدیث ۴۰۶۱	کتاب الاثریۃ	المصنف لابن ابی شیبہ
۱۷۲/۸	"	۴۰۴۶	"	"
۱۷۵/۸	"	۴۰۵۸	"	"

قوم بالمدينة قالوا يا رسول الله انت  
عندنا شرابا لنا افلا نسقيك منه قال  
بلى فاتي بعقب او قدح غليظ فيه نبين  
فلما اخذه النبي صلى الله تعالى  
عليه وسلم وقر به الي فيه قطب قال  
فدع الذي جاء به فقال خذ فاهرقه  
فلما انت ذهب به قالوا يا رسول الله  
هذا شرابنا انت كات حراما لنشر به  
فدعاه فاحذه ثم دعاه بما فصيته  
عليه ثم شرب وسقى وقال اذا كات  
هكذا فاصنعوا به هكذا

شراب ہے کیا اس میں سے ہم آپ کو نہ پلائیں؟ آپ  
نے ارشاد فرمایا کیوں نہیں۔ آپ کی خدمت میں  
ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں تیز نمبہ تھی، جب  
آپ نے اس کو پکڑا اور منہ کے قریب کیا تو توری  
چڑھائی اور اس شخص کو بلایا جو لایا تھا، اور فرمایا  
اس کو لے جاؤ اور انڈیل دو۔ جب وہ شخص اس  
نمبہ کو لے کر چلا گیا لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ  
حقے اللہ علیک وسلم! یہ ہماری شراب اگر حرام  
ہے تو ہم اس کو نہ پیئیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم نے اس کو دوبارہ طلب فرمایا اسے پکڑا  
پھر پانی منگو کر اس میں ڈالا پھر پیا اور پلایا اور  
فرمایا جب نمبہ السی ہو تو اس کے ساتھ اس طرح کیا کرو۔

اُسی میں ہے:

عن وكيع عن شريك عن فراس  
عن الشعبي ان رجلا شرب من  
ادوة على بصفين فسكرو فضر به  
الحمد

وکیع سے شریک سے فراس سے شعبی سے روایت  
ہے کہ ایک شخص نے صفین میں حضرت علی مرتضیٰ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برتن سے شراب پی تو اس  
نشد ہو گیا آپ نے اس پر حد لگائی۔ (ت)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

حدثنا عبد الرحيم بن سليمان عن مجالد  
عن الشعبي عن علي نحوه وقال فضر به  
ثمانين

ہمیں عبد الرحیم بن سلیمان نے مجالد سے انھوں نے  
شعبی سے انھوں نے علی سے ایسے ہی حدیث بیان  
کی اور کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی کوڑے  
لگائے۔ (ت)

لہ نصب الراية بحوالہ الدارقطني كتاب الاثرية احاديث في الباب الخ المكتبة الاسلامية ۳۰۹/۴  
لہ سنن الدارقطني كتاب الاثرية حديث ۸۰ دار المحاسن للطباعة القاهرة الجزء الرابع ص ۲۶۱  
لہ المصنف ابن ابی شیبہ كتاب الحدود النبذ من رأى فيه حد حديث ۸۴۵۵ ادارة القرآن كراچی ۵۳۵/۹



کامل ابن عدی میں ہے :

حدثنا ابو العلاء الكوفي بمصر ثنا محمد بن الصباح الدولابي نا نضر بن المجدي قال كنت شاهدا حيث ادخل شريك ومعه ابوامية الذي رفع الي المهدى ان شريكا حدثه عن الاعمش عن سالم عن ثوبان رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال استقيموا لقریش ما استقاموا لكم فاذا نرا غوا عن الحق فضعوا سيوفكم على عواقبكم فقال المهدى لشريك حدثت به هذا قال لا قال ابوامية علت المشي الى بيت الله تعالى وكل مالى في المساكين صدقة ان لم يكن حدثني فقال شريك علت مثل الذي عليه ان كنت حدثته قال فكانت المهدى رضي فقال ابوامية يا امير المؤمنين عندك ادھی العرب انما یعنی عليه مثل الذي عليه من الثياب قل له فليحلف مثل الذي حلفت فقال صدقت احلف كما حلفت فقال شريك قد حدثته

ہیں، ابو العلاء کوفی نے مصر میں حدیث بیان کی انھوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن صباح دہلابی نے انھوں نے کہا کہ ہمیں نصر بن مجدد نے خبر دی کہ میں اس وقت حاضر تھا جب شریک کو داخل کیا گیا اس کے ساتھ ابوامیہ تھا جس نے مہدی کے پاس مقدمہ دائر کیا تھا کہ شریک نے اسے آتش سے انھوں نے سالم سے انھوں نے ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قریش کے لئے سیدھے رہیں جب تک وہ تمھارے لئے سیدھے رہیں جب وہ حق سے ٹیڑھے ہو جائیں تو تم اپنی تلواریں اپنے کندھوں پر رکھ لو۔ مہدی نے شریک سے کہا تو نے یہ حدیث بیان کی؟ اس نے کہا کہ نہیں، ابوامیہ نے کہا مجھ پر بیت اللہ شریف کی طرف جانا لازم ہے اور میرا سال مال مسکینوں پر صدقہ ہے اگر اس نے مجھے یہ حدیث بیان نہ کی ہو۔ شریک نے کہا کہ مجھ پر اُسی کی مثل ہے جو اس پر ہے اگر میں نے اس کو یہ حدیث بیان کی ہو۔ راوی نے کہا گویا کہ مہدی شریک کی بات پر راضی ہو گیا۔ ابوامیہ نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ کے پاس عرب کا سب سے بڑا چالاک شخص موجود ہے اس نے جو کہا ہے کہ مجھ پر اس کی مثل ہے جو اس پر ہے اس قول سے اس کی مراد کپڑے ہیں آپ اسے حکم دیں کہ وہ میری طرح قسم کھائے۔ مہدی نے کہا تو نے سچ کہا، اور مہدی



رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حجۃ الوداع والے سال شرابوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے خمر کو بعینہ حرام فرمایا اور ہر شراب نے نشہ کو حرام فرمایا، اور عقیلی نے طوالت کے ساتھ بطریق محمد بن فرات کو فی ابراہیم السبعی سے اس کی تخریج کی۔ اس میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں نبی کا ایک بڑا پیالہ لایا گیا آپ نے اسے چکھا تھوڑی چڑھائی اور اسے لوٹا دیا۔ آپ کی خدمت میں آل عاتب سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تمہارے والوں کی شراب ہے۔ راوی نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر مانی انڈیا یہاں تک کہ اس میں جھاگ اٹھی پھر اسے پی لیا اور فرمایا خمر بعینہ حرام ہے اور ہر شراب سے نشہ حرام ہے۔ یہ دس حدیثیں مکمل ہو گئیں۔ اس کلام کی قصہ مذکورہ ”یعنی شراب بعینہ حرام ہے“ کے بغیر تخریج کی ابراہیم السبعی نے اپنی مجمع کبیر میں سعید بن مسیب سے، انھوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے، اور مسند امام اعظم کے حوالے سے دو وجہیں یعنی ”مرسل و متصل“ ابن شداد اور ابن عباس سے گزر چکیں کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمائی، تو اس طرح یہ بارہ حدیثیں ہو گئیں۔

قال سألت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن الامشربة عام حجة الوداع فقال حرم الله الخمر بعينها والسكر من كل شراب واخرجه مطولا من طريق محمد بن الفرات الكوفي عن ابي اسحق السبعي وفيه انه صلى الله تعالى عليه وسلم اتي بقعب نبيذ فذاقه فقطب ورماده فقام اليه رجل من آل حاطب فقال يا رسول الله هذا شراب اهل مكة قال فصب عليه الماء حتى سغا ثم شرب فقال حرمت الخمر بعينها والسكر من كل شراب (فتلك عشرة كاملة) وقد اخرج هذا الكلام من دون القصص اعني حرمت الخمر بعينها الخ ابو القاسم الطبراني في معجمه الكبير عن سعيد بن المسيب عن ابن عباس عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وتقدم بوجهين مرسل و متصل من مسند الامام عن ابن شداد وعن ابن عباس عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كانت اثني عشر حديثا

ان میں سے بعض صحیح اور بعض حسن ہیں، اور باقی متعدد وہ ہیں جن میں کوئی ایسی چیز نہیں پائی گئی جو ان کو درجہ اعتبار سے ساقط کر دے۔ اور حسن اگرچہ لغیرہ ہوا استدلال کے لئے کافی ہوتی ہے، تو پھر کیا حال ہوگا جبکہ حسن لذاتہ پائی جائے! ہم ہم اس کی کچھ تفصیلات کی طرف اشارہ کرتے ہیں: حدیث ابن عمر کی امام نسائی نے عبد الملک بن نافع کے سب سے تعلیل فرمائی اور کہا کہ وہ مشہور نہیں اور اس کی حدیث سے حجت نہیں پکڑی جاتی اقول (میں کہتا ہوں کہ) امام نسائی نے یوں نہیں کہا کہ اس کی حدیث یکھی نہیں جاتی، تقریب میں ہے کہ وہ مجہول ہے، ابوحاتم اور بیہقی نے یوں ہی کہا۔ امام بدر نے ان دونوں کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا قلت (میں کہتا ہوں کہ) ابن حبان نے اس کو ثقہ تابعین میں ذکر کیا ہے اھ اقول (میں کہتا ہوں) یہ حدیث اس سے عوام نے روایت کی نزدیک امام کسائی کے، اور لیث نے روایت کی امام طحاوی کے نزدیک، اور ابواسحق شیبانی نے روایت کی ان دونوں کے نزدیک، اور قرة العیون نے روایت کی امام طحاوی اور ابن ابی شیبہ کے نزدیک، تو اس طرح جہالت عین مرتفع ہو گئی اور جرح بالکل ذکر نہ کی گئی، روایت

منہا الصحيح ومنها الحسن وجل بقيتها ليس فيها ما يسقطها عن درجة الاعتبار وحيزا لا تجار والحسن ولو لغيرة كاف للاحتجاج فكيف وقد وجد لذاته ونشیر الخ بعض تفاصيل ما هنا حدیث ابن عمر اعلمه النسائي بعد الملك بن نافع قال ليس بالمشهور ولا يحتج به حدیثه اقول فلم يقل لا يكتب وقال في التقریبه مجهول وكذا قاله ابو حاتم والبيهقي، قال الامام البدر بعد نقل كلامهما قلت ذكره ابن حبان في الثقات من التابعين اھ اقول قد روى هذا الحديث عنه العوام عند النسائي، والليث عند الطحاوي و ابو اسحق الشيباني عندهما، وقرة العیون عند الطحاوي وابن ابی شیبہ فارتفعت جهالة العین ولم يذكر بجرح قط



۱۱  
۱۱

اس کی یہ ہے کہ وہ مستور ہے خصوصاً وہ اُن زمانوں میں ہے جن کے لئے غیر کی شہادت دی گئی یعنی تابعین سے، اور مستور ہمارے نزدیک اور مجہور کے نزدیک مقبول ہے، جیسا کہ ہم نے اس کو الہاد الکاف فی حکم الضعاف میں بیان کیا۔ چنانچہ ان شاء اللہ العزیز یہ حدیث درجہ حسن سے نہیں گرے گی۔ امام نسائی نے یحییٰ بن یمان کے سبب سے حدیث ابی مسعود کی تعلیل کرتے ہوئے کہا کہ حافظہ کی کمزوری اور کثرتِ خطا کی وجہ سے یحییٰ کی حدیث سے حجت نہیں پکڑی جاتی، اقول (میں کہتا ہوں) یحییٰ بن یمان امام مسلم اور اصحابِ سنن اربعہ کے رجال میں سے ہے، حافظ نے کہا کہ وہ حدیثی غلط ہے خطا زیادہ کرتا ہے اور وہ متغیر ہوا اس کی متابعت کی یسع بن اسماعیل نے زید بن حباب کے حوالے سے جس نے سفیان سے نقل کیا، ابن جوزی نے کہا کہ یسع ضعیف ہے۔ قلت (میں کہتا ہوں) میزان میں کہا کہ دارقطنی نے اس کو ضعیف قرار دیا اور وہ جیسا کہ تو دیکھتا ہے کہ جرح مجرد ہے حدیث ابن عباس بطریق قاسم بن بہرام ہے، ابن جوزی نے کہا کہ وہ اس میں متفرد ہے، ابن حبان نے

البسة فغايتة ان كان مستورا لاسيما وهو من القرون المشهورة لها بالخير التابعين والمستور مقبول عندنا والجمهور كما بيناه في الہاد الکاف فی حکم الضعاف قال الحدیث لا یسنزل ان شاء الله عن درجة الحسن حدیث ابی مسعود اعلمه بیحیی بن یمان قال لا یحتج بمحدیثه لسوء حفظه وكثرة خطائه اقول یحیی من رجال مسلم والامبعة، قال الحافظ صدوق عابد یخطئ كثيرا وقد تغیرت حدیثه وقد تابعه یسع بن اسماعیل عن زید بن الحباب عن سفین قال ابن الجوزی والیسع ضعیف قلت قال فی المیزان ضعفه الدارقطنی ثم انه وهو كما ترى جرح مجرد حدیث ابن عباس من طریق القاسم بن بہرام، قال ابن الجوزی تفرد به

۱۔ سنن النسائی کتاب الاثرية ذکر الاخبار التي اقبل بها ۲ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲۳۳/۲  
۲۔ تقریب التہذیب حرف الباء ترجمہ ۷۷۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳۱۹/۲  
۳۔ العمل المتناہیۃ کتاب الاثرية تحت حدیث ۱۱۲۲ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۸۷/۲  
۴۔ میزان الاعتدال ترجمہ الیسع بن اسماعیل ۹۷۸۲ دار المعرفۃ بیروت ۲۲۵/۲

قال ابن حبان لا يجوز الاحتجاج به بحال  
قلت فانما منع الاحتجاج وهذا اوهاهن  
فيما اعلم حديث الحارث عن  
علي اعله فجرحه بعبد الرحمن  
بن بشر قال مجهول في الرواية و  
النسب وحديثه غير محفوظ و  
انما يروى هذا عن ابن عباس  
من قوله اه وقال الذي  
لا يعرف والخبر منكرا اه اما  
الطريق المطول فاوهن وادهم  
فيه ابن الفرات كذب به احمد و ابوبكر  
بن ابى شيبة وقال خ منكر الحديث ثم مداره  
على الحارث وفيه ما لا يجهل حديث  
ابن عباس المذكور اخرا اقول لعل  
المحفوظ موقوف هكذا رواه الحفاظ  
عن ابن عباس قوله كما ستسمع  
ان شاء الله تعالى نعم ان  
ثبت الرفع بطريق جيد فلك  
ان تقول زيادة ثقة فتقبل و  
يعضده مرسل عبد الله بن شداد المار

کہا کہ کسی حال میں اس سے استدلال جائز نہیں ہے  
قلت (میں کہتا ہوں) اس سے استدلال کو منع کیا گیا  
اور میرے علم کے مطابق یہ کزور علت ہے وہ حدیث جو  
حارث نے علی سے لی اس کی تعلیل کی گئی اور اس  
پر جرح کی گئی، عبد الرحمن بن بشر کے سبب سے کہا کہ وہ  
روایت و نسب میں مجہول ہے اور اس کی حدیث  
غیر محفوظ ہے، اور یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
سے ان کا قول روایت کرتا ہے الخ اور کہا کہ یہ معروف  
نہیں اور حدیث منکر ہے الخ رہا طریق طویل وہ انتہائی  
کمزور اور ضعیف ہے اس میں ابن فرات ہے جس کو  
امام احمد اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے جھوٹا کہا۔ خ نے  
کہا کہ منکر الحدیث ہے، پھر اس کا مدار حارث پر ہے  
اور اس میں وہ ہے جو مجہول نہیں۔ ابن عباس کی  
دوسری مذکور حدیث، اقول (میں کہتا ہوں)  
شاید محفوظ موقوف ہے، یونہی حفاظ نے ابن عباس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ان کا قول روایت کیا جیسا کہ  
عقربان ان شاء اللہ تو نے لکھا، ہاں اگر اس کا  
مرفوع ہونا بطریق جید ثابت ہو جائے تو یہ کہہ کر ثقہ  
راوی نے زائد بات کی ہے لہذا مقبول ہے اور اس کی تائید  
عبد اللہ بن شداد کی مرسل حدیث کرتی ہے۔

- ۱۔ لعل المتنایہ کتاب الاثر بہ تحت حدیث ۱۱۲۳ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۸۶/۲  
۲۔ نصب الراية تحت الحدیث التاسع المكتبة الاسلامیہ ۳۰۶/۲  
۳۔ میزان الاعتدال ترجمہ عبد الرحمن بن بشر الغطفانی ۴۸۲۱ دار المعرفۃ بیروت ۵۵۰/۲  
۴۔ تہذیب التہذیب ترجمہ محمد بن الفرات ۶۴۸ دائرة المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۳۹۴/۹

حدیث زید الشہید لم اقف  
 علی اول سندہ قالہ تعالیٰ اعلم  
 اما زید عن آباءہ الکرام فعت اصح  
 الاسانید حدیث ابی ہریرۃ  
 اقول فیہ مسلم بن خالد  
 شیخ الامام الشافعی وثقہ ابن حبان  
 وابن معین وقال مرة ضعیف  
 وقال ابن عدی حسن الحدیث  
 وقال خ منکر الحدیث وجملۃ القول  
 فیہ ، کما فی التقریب فقیہ صدوق  
 کثیر الاوہام ، قلت والعامۃ  
 کالبخاری وابن البیہقی و  
 ابی حاتم والبیہقی والنسائی  
 علی تضعیفہ ومع ذلک فلیس  
 ممن یسقط حدیث ابی موسیٰ اقول فیہ  
 شریک ولا علیک من شریک الرجل  
 من رجال مسلم والامریۃ والبخاری  
 فی التعالیق وقد وثقہ یحییٰ بن  
 معین قال النسائی لیس بہ بأس وقال الذہبی  
 فی تذکرۃ الحفاظ کان شریک حسن الحدیث  
 اماما فقیہا ومحدثا مکترا لیس فی الاتقان کما د

حدیث زید الشہید کی سند کے اول پر میں واقف  
 نہیں ہوا اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے لیکن زید کی  
 روایت اس کے آباء کرام سے صحیح ترین سندوں  
 میں سے ہے۔ حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 اقول (میں کہتا ہوں) اس میں مسلم بن خالد  
 ہے جو امام شافعی علیہ الرحمہ کا شیخ ہے ، ابن حبان  
 اور ابن معین نے اس کو ثقہ قرار دیا اور ایک مرتبہ  
 کہا کہ ضعیف ہے۔ ابن عدی نے کہا حسن الحدیث  
 ہے ، بخ نے کہا منکر الحدیث ہے ، ان کے بارے  
 میں تمام قول ہیں جیسا کہ تقریب میں ہے کہ وہ فقیہ ،  
 صدوق اور زیادہ وہم والا ہے۔ قلت (میں کہتا  
 ہوں) عام محدثین کرام جیسے بخاری ، ابن المہدی ،  
 ابو حاتم ، ابو داؤد اور ناجی اس کو ضعیف قرار  
 دیتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ ساقط الاعتبار نہیں۔  
 حدیث ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقول (میں  
 کہتا ہوں) اس میں شریک ہے وہ امام مسلم ،  
 اصحاب اربعہ اور تعالیق میں امام بخاری کے رجال  
 میں سے ہے۔ یحییٰ بن معین نے اس کو ثقہ قرار دیا۔  
 نسائی نے کہا اس میں کوئی خرابی نہیں۔ ذہبی نے  
 تذکرۃ الحفاظ میں کہا کہ شریک حسن الحدیث ، امام ،  
 فقیہ ، محدث اور مالدار شخص تھا مگر اتقان میں حاد

۱۰۲/۴ دار المعرفۃ بیروت ترجمہ مسلم بن خالد ۸۴۸۵  
 ۱۲۹/۱۰ " " " " ۲۲۸  
 ۱۰۸/۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ترجمہ مسلم بن خالد ۶۶۴۶





بن مروزق یرویه عن ابی اسحق  
وفیه قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم اشربا ولا تشربا مسکرا تابعہ  
عبد اللہ بن مرجماء عن اسرائیل عن  
ابی اسحق او عن شریک عنہ علی  
اختلاف النسختین واھما الطحاوی و  
اخرجه البخاری فی المغازی من  
طریق سعید بن ابی بردہ عن ابیہ عن  
ابی موسیٰ وفیہ قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم کل مسکرا حرام واحضرة  
النسائی واخرجه کذا لک من  
طریق طلحة الایام و اخری  
من جہۃ الشیبانی کلہما عن  
ابی بردہ واخرجه من طریق  
اسرائیل عن ابی اسحق عن  
ابی بردہ وفیہ قال صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم اشرب  
ولا تشرب مسکرا ومن طریق  
ابی بکر بن ابی موسیٰ عن ابیہ  
وفیہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم لا تشرب مسکرا فان

بن مروزق نے اس کو ابو اسحق سے روایت کیا اور  
اس میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پیو  
اور نشہ کی حد تک مت پیو۔ اس کی متابعت کی عبد اللہ  
بن رجاء نے انھوں نے اسرائیل سے انھوں نے  
ابو اسحق سے روایت کی یا شریک نے ابو اسحاق سے  
روایت کی یعنی نسخوں میں اختلاف ہے۔ ان دونوں  
کو ان دونوں کو امام طحاوی نے روایت کیا۔ امام  
بخاری نے مغازی میں بطریق سعید بن ابی بردہ تخریج  
کی، سعید نے ابی بردہ سے اور انھوں نے ابی موسیٰ  
اشعری سے روایت کی اور اس میں یوں ہے کہ  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نشہ آور  
حرام ہے۔ امام نسائی نے اس کو ذکر کیا اور اسی  
طرح بطریق طلحہ ایامی اور ایک دوسری روایت کی  
بطریق شیبانی تخریج کی، دونوں ہی ابی بردہ سے  
مروی ہیں اور بطریق اسرائیل تخریج کی اسرائیل نے  
ابو اسحاق سے اور اس نے ابی بردہ سے روایت  
کی، اس میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیو اور نشہ کی حد تک مت پیو،  
اور بطریق ابوبکر بن ابی موسیٰ بخاری نے ابی موسیٰ تخریج کی،  
اس میں یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے  
فرمایا نشہ کی حد تک مت پیو اس لئے کہ میں نے

۱۔ شرح معانی الآثار کتاب الاشرۃ باب ما یحرم من النبیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۶۰/۲  
۲۔ صحیح البخاری کتاب المغازی باب بعث ابی موسیٰ ومعاذ الی الیمین الجز قادی کتب خانہ کراچی ۶۲۲/۲  
۳۔ سنن النسائی کتاب الاشرۃ تحريم کل شراب اسکر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۳۲۵/۲

ہر نشہ آور کو حرام کر دیا ہے۔ تحقیق تجھے معلوم ہو گیا کہ اس روایت میں اور دوسری روایت میں جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیو اور نشہ میں مت آؤ کوئی منافات نہیں اس لئے کہ نشہ آور وہی ہے جو بالفعل نشہ آور ہو، جیسا کہ قاتل وہی ہے جو بالفعل قاتل ہو نہ کہ وہ جو قتل پر قادر ہو۔ تو اس طرح آثار میں باہم موافقت ہو گئی اور کوئی تضاد نہ رہا، جیسا کہ امام طحاوی کے کلام سے تو نے سنا۔ حدیث قیس اقول (میں کہتا ہوں) یہ حدیث حسن ہے، اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ میزان میں کہا کہ محمد بن غزویہ جو امام طحاوی کا شیخ ہے وہ مشہور اور ثقہ ہے الخ۔ تقریب میں باقی رجال کے بارے میں تصریح کی گئی کہ وہ ثقہ ہیں مگر عثمان المونی کے بارے میں کہا کہ وہ امام بخاری کے رجال میں ہے ثقہ ہے متغیر ہو گیا تھا اسے تلقین کی جاتی تھی الخ۔ محقق علی الاطلاق نے فتح کے باب الشہیدین میں تصریح کر کے مختلف سے حدیث لینے والا گریہ نہ جانے کہ کس سے حدیث لی تو وہ حدیث حسن کے درجہ سے نہیں گرتی۔ حدیث قیس بن جابر بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، اقول (میں کہتا ہوں) حدیث حسن صحیح ہے

حرمت کل مسکر وقد سلمت ان لا تنافی بین هذه وبين رواية اشربا ولا تسكرا فان المسكر هو المسكر بالفعل كما ان القاتل هو القاتل بالفعل لا من يقدر عليه ويصح منه فاذن تتوافق الآثار ولا تتضاد كما سمعت من كلام الامام الطحاوي حدیث القیس اقول هذا حدیث حسن رجالہ کلہم ثقات۔ قال فی المیزان اما محمد بن خزیمۃ شیخ الطحاوی فمشہور ثقہ و نص فی التقریب فی بقیۃ الرجال انہم ثقات غیر ان قال فی عثمان الموذن من رجال البخاری ثقۃ تغیر فصار تلقن و قد نص المحقق علی الاطلاق فی باب الشہید من الفتح ان الآخذ من المختلط اذا لم یعلم متى اخذ منه لم یزل الحدیث عن الحسن حدیث قیس بن جابر عن ابن عباس اقول حدیث حسن صحیح

۱۔ سنن النسائی کتاب الاشربة تفسیر البیہ والمرز  
۲۔ میزان الاعتدال ترجمہ محمد بن غزویہ ۴۸۶  
۳۔ تقریب التہذیب ترجمہ عثمان بن الہیثم ۴۵۴  
۴۔ فتح المقتدر

نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲۲۵/۲  
دار المعرفۃ بیروت ۵۳۴/۳  
دار الکتب العلمیہ بیروت ۶۶۶/۱

لامغیر فیہ اصلاً رجالہ کلہم ثقات  
اجلاء۔ حدیث ابن مسعود من اصح  
الاحادیث واجلہا مروی بسلسلۃ الذہب  
کما تروی وللہ الحمد۔

**الثانی الآثار فی الباب عن**  
امیر المؤمنین قد تواترت ولم تقدر  
الخصوم علی ردھا فعد لوالی  
التاویل وادعاء الرجوع اما التاویل  
فاسند النسائی عن ابن المبارک  
ما تقدم من قوله من قبل ان  
یشدد واسند عن عتبہ بن فرقد  
قال کان النبیذ الذی یشربہ  
عمر بن الخطاب قد خلل<sup>لہ</sup> اقول من  
نظر الآثار التي اتت عن امیر المؤمنین  
كالشمس تیقن ان لا مساع  
لهذین التاویلین فیہا اصلاً  
وان لم تکن فیہا حلائل  
تصریحات الاشتداد لکان حسبک  
ما فی المؤطا من قول  
عبادة رضی اللہ تعالیٰ عنہ احللہا واللہ فای  
مساع کان لہذا الوکات لم یشدد او

اس میں کوئی عیب نہیں اس کے تمام رجال بلند مرتبہ  
ثقہ ہیں۔ حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
صحیح ترین اور عظیم ترین احادیث میں سے ہے جو  
بطور سلسلۃ الذہب مروی ہے جیسا کہ تو دیکھتا  
ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے حمد ہے۔

**دوسری بحث:** اس باب میں امیر المؤمنین  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قواتر کے ساتھ آثار منقول  
ہیں۔ مخالفین ان کے رد پر قادر نہیں، لہذا انہوں  
نے تاویل کی طرف عدول کیا اور رجوع کا دعویٰ کیا۔  
رہی تاویل تو وہ یوں کہ امام نسائی نے ابن مبارک  
سے امیر المؤمنین کے اس قول مذکور کے بارے  
میں بیان کیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ قبل اس کے  
کہ وہ سخت ہو جائے۔ اور عقبہ بن فرقد سے بیان کیا  
کہ جو نبیذ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
پیتے تھے وہ سرکہ بنالی گئی ہوتی۔ اقول (میں کہتا  
ہوں) جس نے ان آثار میں نظر کی جو امیر المؤمنین سے  
سورج کی طرح واضح طور پر منقول ہیں وہ یقین کر لے گا  
کہ ان دونوں تاویلوں کی ان میں کوئی گنجائش نہیں  
اگرچہ اس میں نبیذ کی شدت کے بارے میں عظیم  
تصریحات نہ بھی ہوتیں، تو مجھے عبادہ رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ کا مؤطا میں منقول وہ قول کفایت کرتا کہ انہوں  
نے امیر المؤمنین سے کہا کہ بخدا کیا آپ نے اس کو

تخلل واما ادعاء الرجوع فقال النسائي مما يدل على صحة هذا حديث السائب فذكر ما اسند مالك عن ابن شهاب عن السائب بن يزيد ان عمر بن الخطاب خرج عليهم فقال اني وجدت من فلان ربيع شراب فزعم انه شراب الطلاء وانا سائل عما شرب قات كان مسكرا حبله ته فجلده عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه الحد تاما اه  
وسواء ايضا الشافعي وعبد الرزاق وابن وهب وابن جرير والطحاوي والبيهقي وتبعه الزرقاني في شرح المؤطا فقال تحت حديث محمود بن لبيد المار عن المؤطا كان عمر اجتهد في تلك السمرة ثم رجع عند فحدا بنه في شرب الطلاء كما مر اه ، اقول  
رحم الله ابا عبد الرحمن كانت مذهب امير المؤمنين

حلال کر دیا، اگر وہ تنبیہ سخت نہ ہوتی یا سرکہ بن چکی ہوتی تو اس قول کی کیا گنجائش بنتی۔ رہا رجوع کا دعویٰ تو امام نسائی نے کہا کہ اس کے صحیح ہونے کی دلیل حدیث سائب ہے، اس کے بعد پھر وہ حدیث ذکر فرمائی جس کو مالک نے ابن شہاب انھوں نے سائب بن زید سے روایت کی کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور فرمایا کہ میں نے فلاں سے شراب کی بو پائی ہے اور گمان کیا کہ وہ شراب طلا ہے میں اس سے اس شراب کے بارے میں پوچھوں گا اگر وہ نشہ آور ہوئی تو میں اس کو کوڑے لگاؤں گا۔ پھر حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر مکمل حد جاری فرمائی الخ، اور اس کو امام شافعی، عبد الرزاق، ابن وہب، ابن جریر، طحاوی اور بیہقی نے بھی روایت کیا، اور زرقانی نے شرح مؤطا میں اس کی پیروی کرتے ہوئے اس حدیث محمود بن لبید کے تحت فرمایا جو کہ مؤطا کے حوالے سے گزر گئی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مرتبہ اس بارے میں اجتہاد فرمایا تھا پھر اس سے رجوع فرمایا، چنانچہ طلاء کے پینے پر حد جاری فرمائی، جیسا کہ زرقانی الخ۔ اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تعالیٰ ابو عبد الرحمن پر رحم فرمائے۔ امیر المؤمنین

لہ سنن النسائي كتاب الاشربة ذكر الاخبار التي اعل بها الخ نور محمد كازانه تجارت كتب كراچی ۲/۳۳۱  
لہ شرح الزرقاني على مؤطا الامام مالک كتاب الاشربة جامع تحريم الخمر تحت حجة ۱۶۴۵ دار المعرفه بيروت ۴/۱۶۴



رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ تھا کہ قلیل حلال ہے اور حد کثیر میں جاری فرمائی۔ کیا تو نے امیر المؤمنین کا وہ جواب نہیں سنا جو آپ نے اس شخص کو دیا جس نے یہ عذر پیش کیا تھا کہ میں نے آپ کے مشکیزے سے شراب پی ہے، جواب یہ تھا کہ ہم نے تجھے نشہ کی وجہ سے کھڑے لگائے ہیں، اگر کھڑے آپ نے نشہ کی وجہ سے لگائے ہیں تو اس میں قلیل کی حرمت پر دلیل کہاں سے آئی، کاش میرا علم حاضر ہو آپ نے رجوع کب فرمایا حالانکہ آپ نے اسے نیزے کے اس زخم کے موقع پر نوش فرمایا جس زخم میں آپ فردوس اعلیٰ کی طرف منتقل ہو گئے جیسا کہ حدیث

عمر بن یحیٰی کے حوالہ سے گزر چکا۔

**تیسری بحث:** حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ خمر بعینہ حرام کی تھی اور ہر شراب سے نشہ حرام ہے۔ امام نسائی نے اس کی تخریج کی چنانچہ فرمایا ہمیں ابوبکر بن علی نے خبر دی انھوں نے کہا ہمیں قواریری نے خبر دی انھوں نے کہا ہمیں عبدالوارث نے حدیث بیان کی انھوں نے کہا کہ میں نے ابن شبرمہ کو عبد اللہ بن شداد بن الہاد سے سنا، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ذکر کرتے ہوئے سنا، ابن عباس نے کہا کہ خمر کا قلیل و کثیر حرام کر دیا گیا اور ہر شراب سے نشہ حرام ہے، اور وہ جیسا کہ تو دیکھتا ہے

تحلیل القلیل والحذف اکثر  
اما سمعت الخ قولہ فی جواب المعتذر  
انما شربہ من قربتک انما  
جلدناک لسكرک فان جلد  
فی السكر فان الدلیل  
على حرمة القلیل و  
لیت شعری متى رجع  
وقد شربہ فی طعنتہ  
التی انتقل فیہا الخ  
الغرادیس العلل کما  
تقد مر من حدیث عمرو بن  
میمون۔

**الثالث حدیث ابن عباس**  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما حرمت الخمر  
بعینہا والسكر من کل شراب،  
اخرجه النسائی فقال اخبرنا ابوبکر بن  
علی اخبرنا القواریری ثنا  
عبد الوارث قال سمعت ابن شبرمة  
یذکرہ عن عبد اللہ بن شداد  
بن الہاد عن ابن عباس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال حرمت  
الخمر قلیلہا وکثیرہا والسكر  
من کل شراب وهو کما تری

سند نظیف نفیس ابوبکر ہو  
 احمد بن علی بن سعید ثقہ حافظ،  
 والقواریری عبید اللہ بن عمر بن  
 میسرہ ثقہ ثبت من رجال الشیخین،  
 وعبید الوارث هو ابن سعید بن ذکوان  
 ثقہ ثبت من رجال الستة، وابن شبرمة  
 ثقہ فقیہ من رجال مسلم، و  
 عبد اللہ بن شداد ثقہ فقیہ جلیل من  
 رجال الستة ولد علی عہد رسول اللہ  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و مثله  
 او انظف واجود ما قد منا من سند  
 الامام الطحاوی، فہمہو ابن سلیمان  
 بن یحییٰ ثقہ، وابو نعیم  
 هو الفضل بن دکین ثقہ  
 ثبت من رجال الستة من کبار  
 شیوخ خ، بئینہ الحافظ ابوبکر بن ابی خیمۃ  
 اذا روی ہذا الحدیث فی تاریخہ  
 فقال حدثنا ابو نعیم الفضل بن دکین  
 ثنا مسعر عن ابی عوف کما سیأتی،  
 ومسعر من لا یجہل ثقہ  
 ثبت فاضل فقیہ من رجال  
 الستة، وابو عوف هو محمد  
 بن عبید اللہ الثقفی ثقہ  
 من رجال الستة الا ابن ماجہ،  
 وعبید اللہ عبد اللہ بیدان ابی عبد الرحمن

صاف ستھری عمدہ سند ہے۔ ابوبکر احمد  
 بن علی بن سعید ثقہ اور حافظ ہے۔ قواریری  
 عبید اللہ بن عمر بن میسرہ ثقہ، ثبت اور شیخین کے  
 رجال میں سے ہے۔ عبد الوارث ابن سعید بن  
 ذکوان ثقہ، ثبت اور اصحاب صحاح ستہ  
 کے رجال میں سے ہے۔ ابن شبرمہ عبد اللہ ابو شبر  
 ثقہ، فقیہ اور امام مسلم کے رجال میں سے ہے۔  
 عبد اللہ بن شداد ثقہ، فقیہ جلیل اور صحاح ستہ  
 کے رجال میں سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں پیدا ہوا، اور  
 اس کی مثل یا اس سے زیادہ نظیف اور زیادہ  
 حید امام طاہری کی وہ سند ہے جسے ہم پہلے ذکر  
 کر آئے۔ فہمہو ابن سلیمان بن یحییٰ ثقہ ہے۔ ابو نعیم  
 فضل بن دکین ثقہ، ثبت، صحاح ستہ کے  
 رجال اور بڑے شیوخ میں سے ہے، "خ"  
 اس کو حافظ ابوبکر بن خیمہ نے بیان کیا جب انہوں  
 نے اپنی تاریخ میں یہ حدیث بیان کرتے ہوئے  
 کہا کہ ہمیں ابو نعیم الفضل بن دکین نے حدیث بیان  
 کی انہوں نے مسعر سے انہوں نے ابو عوف  
 سے، جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ مسعر وہ ہے  
 جو مجہول نہیں ثقہ، ثبت، فاضل، فقیہ اور  
 صحاح ستہ کے رجال میں سے ہے۔ ابو عوف  
 محمد بن عبید اللہ الثقفی ثقہ اور صحاح ستہ کے  
 رجال میں سے ہے سوائے ابن ماجہ کے،  
 اور عبد اللہ عبد اللہ ہے مگر جب ابو عبد الرحمن

نے ارادہ کیا کہ اس پر عیب لگائے تو وہ دو وجہیں لایا جن میں سے ایک یہ ہے کہ ابن ابی شبرہ نے اس کو عبد اللہ بن شداد سے نہیں سنا۔ ہمیں خبر دی ابو بکر بن علی نے انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی سترج بن یونس نے اور انہیں بیان کی ہشیم نے ابن شبرہ سے انہوں نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی ثقہ نے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انہوں نے فرمایا کہ خمر بعینہ یعنی قلیل و کثیر حرام کر دی گئی اور ہر شراب سے نشہ حرام کیا گیا الخ اقول (میں کہتا ہوں) الحمد للہ معلوم ہو گیا کہ وہ ثقہ ہے۔ ہزار نے اپنی مسند میں تخریج کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں محمد بن حرب نے حدیث بیان کی اور انہیں ابوسفیان حمیری نے انہیں ہشیم نے ابن شبرہ سے حدیث بیان کی اور ابن شبرہ نے غار الدہنی سے اس نے عبد اللہ بن شداد سے اور اس نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی پھر اسی حدیث کو ذکر کیا اور کہا کہ اس کو روایت کیا ہے ابو عون نے عبد اللہ بن شداد سے اور اس کو روایت کیا ابو عون سے سعید، ثوری اور شریک نے اور معلوم نہیں کہ اس کو روایت کیا ہے ابن شبرہ سے انہوں نے غار الدہنی سے انہوں نے ابن شداد سے انہوں نے ابن عباس سے سوائے ہشیم اور نہ ہشیم سے سوائے ابوسفیان کے۔ اور یہ

حاول ان یخدشہ فاتی بوجہین احدھما ان ابی شبرمۃ لم یسمعه عن عبد اللہ بن شداد اخبرنا ابو بکر بن علی ثنا سربج بن یونس ثنا ہشیم عن ابن شبرمۃ قال حدثنی الثقۃ عن عبد اللہ بن شداد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال حرمت الخمر بعینہا قلیلہا و کثیرہا و السکر من کل شراب الخ اقول الحمد للہ قد علم الثقۃ اخرج البزار فی مسندہ حدثنا محمد بن حرب ثنا ابوسفیان الحمیری ثنا ہشیم عن ابن شبرمۃ عن عمار الدہنی عن عبد اللہ بن شداد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فذکرہ قال وقد رواہ عن ابو عون عن عبد اللہ بن شداد و رواہ عن ابی عون مسعر و الثوری و شریک لا نعلم رواہ عن ابن شبرمۃ عن عمار الدہنی عن ابن شداد عن ابن عباس الا ہشیم و لا عن ہشیم الا ابوسفیان و لم یکن





ولا عليك من دندنة العقيل  
فقد اخذ يلين ذاك الجبل  
الشامخ على بيت المديني الذي  
قال فيه البخاري ما استصغرت  
نفسه الا عندة وقد اورد الامام  
موسى الكاظم في الضعفاء فحسبنا  
الله ولا حول ولا قوة الا بالله وبالجملة  
ان كانت ابن شبرمة يرسله  
تامة ويهم اخري ويبين  
مرة فتبين العدل فكان  
ما اذا ثم اخذ ابو عبد الرحمن  
يلين هذا بهشيم قال وهشيم  
بن بشير كان يدنس و  
ليس في حديثه ذكر السماع  
من ابن شبرمة اقول هشيم  
ثقة ثبت من رجال الستة  
وقد ثبت سماعه هذا الحديث  
عن ابن ابى شبرمة اخرج ابوبكر  
بن ابى خيثمة قال حدثنا  
ايوب عن يزيد بن هارون عن  
قيس ثنا ابى ثنا هشيم اخبرني  
ابن شبرمة عن عبد الله  
بن شداد عن ابن عباس  
قال حرمت الخمر  
بعينها قليلها وكثيرها و

ہیں اور تومت توبہ دے عقیلی کی بھنبناہٹ کی  
طرف، وہ تو علی مدینی جیسے بلند پہاڑ کو نرم اور  
کمزور قرار دیتا ہے جس کے بارے میں امام بخاری  
نے کہا کہ میں اپنے آپ کو چھوٹا نہیں سمجھتا مگر  
علی بن مدینی کے پاس، اور اس نے امام  
موسیٰ کاظم کو ضعفار میں وارد کیا، پس اللہ تعالیٰ  
ہی ہمیں کافی ہے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق کے  
بغیر نہ کسی کو گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی  
کرنے کی طاقت۔ خلاصہ یہ کہ ابن شبرمہ کبھی اس میں  
ارسال کرتا ہے کبھی اس کو مبہم بیان کرتا ہے اور  
کبھی اس کو ظاہر کرتا ہے۔ پس عدل ظاہر  
ہو گیا تو یہ کیا ہے، پھر ابو عبد الرحمن اس کو  
ہشیم کے سبب سے نرم قرار دینے لگے، اور کہا  
کہ ہشیم بن بشیر تدلیس کرتا تھا اور اس کی حدیث  
میں ابن شبرمہ سے سماع کا ذکر نہیں۔ اقول  
(میں کہتا ہوں) ہشیم ثقہ، ثبت اور اصحابہ  
کے رجال میں سے ہے اور اس کا اس حدیث  
کو سننا ابن شبرمہ سے ثابت ہے۔ ابوبکر بن ابی خثیمہ  
نے تخریج کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں ایوب نے  
یزید بن ہارون سے انہوں نے قیس سے حدیث  
بیان کی، قیس نے کہا مجھے میرے باپ نے  
انہوں نے کہا مجھے، شیم نے انہوں نے کہا مجھے  
ابن شبرمہ نے عبد اللہ بن شداد سے جو ابی عباس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث بیان کی، ابن عباس  
نے کہا کہ غریب یعنی قلیل و کثیر حرام کر دی گئی اور

السکر من کل شراب، وقد علمت  
من کلام البزار ان عامة  
الحفاظ انما مرووه عن ابن شبرمة  
عن ابن شداد و لم یدخل بينهما  
رجلا الا هُشیم حیث عنعن ووافق  
الجماعة حیث نص علی سماع  
نفسه من ابن شبرمة وسماع ابن شبرمة من  
ابن شداد صحیح فاذا انما کان  
الاولی بالطرح کونه بواسطه انه لم یثبت  
بسند یثبت وثانیها ان خالفه ابو عوف  
أخبرنا محمد بن عبد الله بن الحکم  
ثنا محمد (یعنی غندر) ۶ و أخبرنا  
الحسین بن منصور ثنا احمد بن حنبل ثنا  
محمد بن جعفر ثنا شعبه عن مشعر عن  
ابی عون عن عبد الله بن شداد عن ابن  
عباس رضی الله تعالی عنهما  
قالت حرمت الخمر بعینها قلیلها و  
کثیرها و المسکر من کل شراب لم یذکر  
ابن الحکم قلیلها و کثیرها أخبرنا  
الحسین بن منصور ثنا احمد بن حنبل ثنا  
ابراهیم بن ابی العباس ثنا  
شریک عن عباس بن  
ذریع عن ابی عوف

پیشاب سے نشہ حرام کیا گیا، اور تحقیق بزار کے کلام سے  
مجھے معلوم ہو چکا کہ عام حفاظ نے اس کو روایت کیا۔  
ابن شبرمہ سے اس نے ابن شداد سے ان دونوں کے  
درمیان سوائے ہشیم کے کسی مرد کو داخل نہیں کیا۔  
ہشیم نے جہاں عنعنہ کے طور پر حدیث بیان کی اس  
میں انھوں نے جماعت کی موافقت کی کیونکہ انھوں نے  
اس پر نص کی کہ انکا ابن شبرمہ سماع اور ابن شبرمہ کا  
ابن شداد سے صحیح ہے تو اس صورت میں اسکا ترک اولیٰ ہے  
کیونکہ سند ثابت اسکا ثبوت نہیں ہوا، اور دوسری وجہ یہ  
ابو عون نے اسکی مخالفت کی ہمیں خبر دی عبد بن حکم نے، اس نے کہا  
ہمیں حد بیان کی محمد بن غندر نے، اس نے کہا ہمیں خبر دی  
حسین بن منصور نے، اس نے کہا ہمیں امام احمد  
بن حنبل نے انھوں نے کہا ہمیں محمد بن جعفر نے،  
انھوں نے کہا ہمیں شعبہ نے مشعر سے، اس نے  
ابو عون سے، اس نے عبد اللہ ابن شداد سے،  
اس نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث  
بیان کی کہ خمر بعینہ یعنی قلیل و کثیر حرام کر دیا گیا اور  
پیشاب سے نشہ اور مقدار حرام ہے۔ ابن حکم  
نے قلیل و کثیر کا ذکر نہیں کیا۔ ہمیں حسین بن منصور  
نے خبر دی اس نے کہا ہمیں امام احمد بن حنبل نے،  
اور انھیں ابراہیم ابن ابی العباس نے انھیں  
ابن شریک نے حدیث بیان کی اور شریک نے  
عباس بن ذریع سے، اس نے ابو عون سے،

اس نے عبد اللہ بن شداد سے اور اس نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حنسر کا قلیل و کثیر حرام کر دیا گیا اور ہر شراب سے وہ مقدار حرام کر دی گئی جو نشہ دے۔ ابو عبد الرحمن نے کہا یہ ابن شبرمہ کی حدیث سے درست ہونے میں اولیٰ ہے۔ اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تعالیٰ ان محدثین کرام پر رحم فرمائے۔ اگر ہم امام عابد فاضل شریک کی روایت کا عیب تسلیم کر لیں جو کثرت سے خطا کرتے اور متغیر ہو گئے۔ امام بخاری اور امام مسلم کسی بھی اصول میں اس سے استدلال نہ کرتے۔ یحییٰ بن سعید نے کہا وہ بہت ضعیف ہے۔ ابن ثنی نے کہا میں نے نہیں دیکھا نہ عبد الرحمن نے شریک سے کوئی حدیث بیان کی۔ عبد الجبار بن محمد نے کہا کہ میں نے یحییٰ بن سعید کو کہا کہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ شریک نے آخر میں غلط ملط کیا ہے اس نے کہا کہ وہ ہمیشہ غلط ملط کرتا رہا۔ ابن مبارک نے کہا کہ حدیث شریک کوئی شے نہیں۔ جوزجانی نے کہا کہ وہ کمزور حافظ والا، مضطرب حدیث والا اور کج رو تھا۔ ابراہیم بن سعید جو ہری نے کہا کہ شریک نے چار سو حدیثوں میں خطا کی۔ معاویہ بن صالح نے ابو معین سے روایت کی کہ وہ صدق اور ثقہ ہے مگر جب وہ کسی کی مخالفت کرے تو اس کا

عن عبد اللہ بن شداد عن ابن عباس قال حرمت الخمر قلیلہا و کثیرہا و ما اسکرمت کل شراب قال ابو عبد الرحمن و ہذا اولیٰ بالصواب من حدیث ابی شبرمہ اقول رحم اللہ ہؤلاء المحدثین لو انما قد صاروا یرایۃ الامام العابد الفاضل شریک الذی کان یخطی کثیرا و قد تغیر و لم یحتج البخاری و لا مسلم فی شئ من الاصول و قال یحییٰ بن سعید ضعیف جدا و قال ابن الثنی ما راۃ یحییٰ و لا عبد الرحمن حدثنا عن شریک شئنا و قال عبد الجبار محمد قلت لیحییٰ بن سعید نہ عداۃ شریک انما خلط باخبرہ قال ما نراہ مغلطاً و عن ابن المبارک قال لیس حدیث شریک بشئ م قال الجوزجانی سیم الحفظ مضطرب الحدیث مائل و قال ابراہیم بن سعید الجوہری اخطاء شریک فی اربع مائۃ حدیث و روی معاویۃ بن صالح عن ابی معین صدوق ثقہ الا انہ اذا خالف فغیرہ

احب الينامنه وقال مرة ثقة الا  
انه يغلط ولا يتيقن وقال الدارقطني  
ليس بالقوى فيما ينفر دليته وقال  
ابو احمد الحاكم ليس بالمتين  
وكذلك قلت انت مرة يا ابا عبد الرحمن  
انه ليس بالقوى وقال الا نرا دى كان  
صد وقال الا انه سيئ الحفظ كثير الوهم  
مضطرب بالحديث كما فى تهذيب  
المهذّب على رواية ابن شبرمة  
ذاك الامام الشهير الثقة الفقيه  
المحتج به فى صحيح مسلم وثقه احمد و  
ابو حاتم فضلا عن حديث الامام الاجل  
الثقة الثبت مسعر لكانوا قاهوا بالشد  
الانكار ثم الرجل مدّ ليس قال عبد الحق  
الاشبيلي كان يدلس وقال ابن القطان  
كان مشهورا بالتدليس وقد عنعن  
فما لكم تنقمون عنعنة هشيم ذاك الجبل  
الشامخ ثم تعودون تحتجون  
بعنعة شريك واما شعبة فقد تفرد به  
من بين الجماعة ونقص

غير محجّج اس کی نسبت زیادہ پسند ہوتا ہے۔ مَرَّة  
نے کہا کہ وہ ثقہ ہے مگر وہ غلطی کرتا ہے اور ثابت نہیں  
رہتا۔ دارقطنی نے کہا کہ شریک ان حدیثوں میں قوی  
نہیں جن میں وہ منفرد ہے۔ ابو احمد حاکم نے کہا کہ وہ  
متین نہیں۔ اوریوں ہی اسے عبد الرحمن! ایک بار  
تو نے کہا کہ وہ قوی نہیں ہے۔ ازوی نے کہا کہ  
وہ صدوق تھا مگر وہ کمزور حافظ والا، کثیر الوهم اور  
مضطرب الحدیث تھا، جیسا کہ تہذیب التہذیب  
میں ابن شبرمہ کی روایت پر ہے کہ وہ مشہور امام،  
ثقہ، فقیہ اور مقتدی ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ  
امام احمد نے اس کو ثقہ قرار دیا۔ ابو حاتم نے اس کو  
امام اجل ثقہ ثبت مسعر کی حدیث سے افضل  
قرار دیا تو لوگوں نے اس کا شدید انکار کیا۔  
پھر وہ مدّیس شخص ہے، عبد الحق اشبیلی نے کہا  
کہ وہ تدلیس کرتا تھا۔ ابن قطان نے کہا کہ وہ  
تدلیس میں مشہور تھا۔ تحقیق اس نے عنعنہ کے  
ساتھ روایت کی تھیں کیا ہے کہ تم ہشیم کے عنعنہ کو  
برا سمجھتے ہو جو کہ ایک بلند پہاڑ ہے پھر لوٹ کر شریک  
کے عنعنہ سے استدلال کرتے ہو مگر شعبہ اس کے  
ساتھ جماعت میں سے منفرد ہے، اس سلسلہ میں

دارالمعرفۃ بیروت	۲/ ۲۷۰ و ۲۷۱	۳۶۹	لہ میزان الاعتدال ترجمہ شریک بن عبد اللہ
دارۃ المعارف النظامیہ	۴/ ۳۳۶	۵۷۷	لہ تہذیب التہذیب
"	"	"	"
"	"	"	"
"	"	"	"
عہ ای شریک			عہ متعلق بقول رحمہ اللہ ہولاء المحمدین لو انما قد منا



عليك الامر في ذلك روى هذا الحديث  
عن ابن عباس سعيد بن المسيب وعوث  
بن ابي جحيفة وعكرمة وعبد الله بن شداد  
اقوال اولان فروى عنهما الرفع الى النبي  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم كما تقدم ، و  
اما عكرمة وقال الطبري في تهذيب الآثار  
حدثنا محمد بن موسى ثنا عبد الله  
بن عيسى ثنا داود بن ابي هند عن عكرمة  
عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال حرم  
الله الخمر بعينها والسكر من كل شراب  
واما ابن شداد فروى عنه ابو عوف وعمار الدهني  
وابو شبرمة على الوجه التي علمت وعياش  
العامري عن ابي بكر بن ابي خثيمة قال حدثنا  
محمد بن الصباح البزاز اخبرنا شريك  
عن عياش العامري عن عبد الله بن  
شداد عن ابن عباس قال حرم  
الخمر بعينها والسكر من كل شراب  
وقال وعياش العامري هو  
عياش بن عمر ، قلت ثقة  
من رجال مسلم وسليمان  
الثيباني وعنه شعبة عن  
ابن ابي خثيمة ايضا

تجھ پر معاملہ ناقص ہو گیا۔ اس حدیث کو ابن عباس  
سے سعید بن مسیب، عون بن ابو جحیفہ، عکرمہ اور عبد اللہ  
بن شداد نے روایت کیا۔ پہلے دونوں سے تو  
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک مرفوع ہونا  
مروی ہے جیسا کہ گزر چکا۔ رہا عکرمہ، تو طبری نے  
تہذیب الآثار میں کہا کہ ہمیں محمد بن موسیٰ نے انھیں  
عبد اللہ بن عیسیٰ نے انھیں داود بن ابی ہند نے عکرمہ  
سے بحوالہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حدیث  
بیان کی، ابن عباس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قر کو  
بعینہ اور ہر شراب سے نشہ کو حرام فرمایا۔ رہا ابن شداد  
تو اس سے ابو عوف، عمار دہنی اور ابو شبرمہ نے  
ان وجوہ پر روایت کیا جو توجان چکا۔ عیاش عامری  
نے ابو بکر بن ابو خثیمہ سے روایت کی انھوں نے  
کہا کہ ہمیں محمد بن صباح البزاز نے حدیث بیان کی  
انھوں نے کہا ہمیں شریک نے عیاش عامری سے  
خبر دی اور انھوں نے عبد اللہ بن شداد سے اور اس  
نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت  
کی کہ شر بعینہ حرام کی گئی اور ہر شراب سے نشہ حرام  
ہے۔ اور عیاش عامری وہ عیاش بن عمر ہے۔  
قلت (میں کہتا ہوں) وہ ثقہ ہے اور امام مسلم  
اور سلیمان شیبانی کے رجال میں سے ہے اور اسی  
سے شعبہ نے بھی ابن ابی خثیمہ کے نزدیک روایت کیا

لہ البناۃ بحوالہ الطبرانی فی التہذیب کتاب الاشرار  
لہ حواشی مسند الامام الاعظم بحوالہ ابی بکر بن ابی خثیمہ فی تاریخہ

المکتبۃ الامدادیۃ مکتبۃ المکرّمۃ ۳۲۸/م  
نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۰۲

وبلغه الى ام المؤمنين ميمونة حيث قال  
حدثنا علي الجعد اخبرنا شعبة  
عن سليمان الشيباني عن  
عبد الله بن شداد عن عبد الله  
بن عباس عن خالته ميمونة بنت  
الحارث رضى الله تعالى عنهم  
وسرواه عن ابى عوف الامام الاعظم  
وسقطين الثوري ومسعر بن كدام و  
عبد الله بن عياش وقد وقعت روايتهم  
جميعا في مسند الامام وشريك و  
ابو سلمه عند البزار ورواه عن مسعر  
ابو نعيم الفضل بن دكين عند الطحاوى  
وابن ابى خزيمة ومن طريقه القاسم بن  
اصبغ فقال حدثنا احمد بن  
نرهيد (يعنى ابا بكر بن ابى خزيمة) ثنا  
ابو نعيم الفضل بن دكين عن مسعر  
عن ابى عوف عن عبد الله بن  
شداد عن ابن عباس رضى الله تعالى  
عنهما قال حرمت الخمر بعينها  
القليل منها والكثير والسكر من  
كل شراب، قال البدري محمود  
عينى فى البناية قال  
ابن حزم صحيح قال

جس کو اس نے ام المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ  
عنہا تک پہنچایا جہاں اس نے یہ کہا کہ ہمیں حدیث  
بیان کی علی الجعد نے اس نے کہا کہ ہمیں خبر دی شعبہ نے  
سلیمان شیبانی سے اور اس نے عبد اللہ بن شداد  
سے اس نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
سے اور انھوں نے اپنی خالہ سیدہ میمونہ بنت حارث  
رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی اور اس کو  
ابو عون سے امام اعظم سفیان ثوری، مسعر بن کدام  
اور عبد اللہ بن عیاش نے روایت کیا ان سب کی  
روایت سید امام اعظم میں واقع ہے۔ اور بزار کے  
نزدیک اس کو شریک اور ابوسلمہ نے روایت کیا  
طحاوی اور ابن ابی ختمہ کے نزدیک اس کو مسعر سے  
ابو نعیم فضل بن دکین نے روایت کیا اور اسی کے  
طریق سے قاسم بن اصبغ نے روایت کرتے ہوئے  
کہا کہ ہمیں احمد بن زہیر یعنی ابوبکر بن ابی ختمہ نے حدیث  
بیان کی انھوں نے کہا میں ابو نعیم فضل بن دکین نے  
مسعر سے حدیث بیان کی اور مسعر نے ابو عون سے  
اس نے عبد اللہ ابن شداد سے، اور اس نے  
عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت  
کی کہ ابن عباس نے فرمایا غریبہ یعنی اس کا  
قلیل وکثیر اور ہر شراب سے نشہ حرام کر دیا گیا۔  
بدیع بن عینی نے بنایہ میں کہا کہ ابن حزم نے فرمایا کہ  
ابن حزم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اس نے

و تابعه ابانعم جعفر بن عون فرواه  
عن مسعر كذلك الخ وكذا تابعه  
قال ابن حزم صحيح خلا بن يحيى  
عند ابى نعيم فى الحلية وسفين الثورى  
وشعبة وسفين و ابراهيم ابنا عيينة  
رفعه عن مسعر فقال عن النبي صلى الله  
تعالى عليه وسلم كما فى الحلية و  
بالجملة هؤلاء اربعة عن ابن عباس  
منهم ابن شداد وعنه خمسة منهم  
ابوعوف وعنه ستة منهم ، مسعر  
وعنه سبعة منهم شعبة لم يذكر  
احد منهم والمسكر بزيادة الميم  
الاشعبة قال ابونعيم تفرد شعبة  
بلفظه عن مسعر فيه فقال والمسكر  
من كل شراب اه فرواية  
الجماعة هم الاحق بالقبول  
ان فرض التنافى وابن  
التنافى فان المسكر من  
كل شراب او ما اسكر من  
كل شراب يحتمل القدر  
المسكر من كل شراب احتمالا  
جليا واضحا فكيف يقضى بالمحتمل على المتعين

ابونعيم جعفر بن عون کی متابعت کی چنانچہ اس کو مسعر سے  
اسی طرح روایت کیا الخ ابن حزم نے کہا کہ صحیح ہے۔  
خلا بن یحییٰ نے ابونعم کے نزدیک علیہ میں اور سفیان  
ثوری، شعبہ، سفیان بن عیینہ اور ابراہیم بن عیینہ  
نے مسعر کے حوالے سے اس کو مروی روایت کیا مسعر  
نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے  
جیسا کہ علیہ میں ہے۔ خلاصہ یہ ان چاروں نے  
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا انہیں  
میں سے ابن شداد ہے جس سے پانچ حدیثیں مروی  
ہیں انہیں میں سے ابوعوف ہے جس سے چھ حدیثیں  
مروئی ہیں، انہیں میں سے مسعر ہے جس سے سات  
حدیثیں مروی ہیں، انہیں میں سے شعبہ ہے سوائے  
شعبہ کے ان میں سے کسی نے بھی لفظ مُسْکَرِ مِیم کی  
زیادتی کے ساتھ ذکر نہیں کیا۔ ابونعم نے کہا کہ مسعر  
سے یہ روایت کرنے میں شعبہ متفرد ہے کیونکہ اس نے  
کہا کہ ہر شراب میں مُسْکَرِ حرام ہے الخ اگر ان میں تنافی  
فرض کی جائے تو شعبہ کی بغیر جماعت کی روایت  
قبولیت کی زیادہ حقدار ہے اور ان میں تنافی  
کہاں ہے اس لئے کہ ہر شراب میں سے مُسْکَرِ  
یا ہر شراب میں سے وہ جو نشہ دے وہ ہر شراب  
میں سے مقدار مُسْکَرِ کا واضح احتمال رکھتی تو محتمل کے  
ساتھ متعین پر کیے فیصلہ کیا جاسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ

وبالله التوفيق وبه ثبت والله الحمد  
ان ابا عوف لم يخالف شعبة عن  
مسعر ساثر الجملة من مسعر وعنه  
ابن عوف وعنه ابن شداد  
وعنه ابن عباس رضي الله  
تعالى عنهم، والعجب من  
الامام ابن الهمام كيف تبع  
النسائي على هذا الكلام  
ونزع عن ابن لفظ السبكر  
تصحيح وما التوفيق الا بالله  
الخبير اللطيف والحمد لله  
رب العالمين -

ہی کی طرف سے توفیق ہے اور اس توفیق سے  
ہی ثابت قدمی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے  
حمد ہے۔ بیشک ابو عوف نے ابو شبرہ کی مخالفت  
نہیں کی البتہ شعبہ نے مسعر سے روایت کرتے  
ہوئے باقی تمام حضرات کی مخالفت کی جو انہوں  
نے مسعر سے کی اور مسعر نے ابو عوف سے، اس  
نے ابن شداد سے، اور اس نے ابن عباس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی اور امام  
ابن الهمام پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس کلام  
پر نسائی کی پیروی کیسے کر لی! اور یہ گمان کیا کہ  
لفظ مسکر غلط ہے اور نہیں ہے توفیق مگر اللہ تعالیٰ  
سے جو خبر رکھنے والا باریک بین ہے اور سب  
تعلیفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو سب جہانوں  
کا پروردگار ہے۔

**چوتھی بحث:** طحاوی کی سند علقمہ سے کہ میں نے  
ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم کے نشہ سے متعلق قول کے بارے  
میں سوال کیا تو انہوں نے کہا وہ آخری گھونٹ ہے  
اس کو دارقطنی نے اپنی سنن میں عمار بن مہر سے  
روایت کیا، عمار نے کہا میں جریر بن عبد الحمید  
نے حجاج سے، اس نے حماد سے اس ابراہیم سے اس  
علقمہ سے، اور اس نے عبد اللہ سے رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کے  
بارے میں حدیث بیان کی کہ ہر نشہ آور حرام ہے  
عبد اللہ نے کہا کہ وہ آخری گھونٹ ہے جس نے تجھے

الرابع حدیث الطحاوی عن  
علقمة سالت ابن مسعود عن قول  
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم  
في السكر قال الشربة الاخيرة سوا  
الدارقطني في سننه عن عمار  
بن مهران ثنا جرير بن عبد الحميد  
عن الحجاج عن حماد عن ابراهيم عن  
علقمة عن عبد الله في قوله  
صلى الله تعالى عليه و  
سلم كل مسكر حرام قال  
عبد الله هي الشربة التي



اسکرتک ثم اسند عن عمار بن  
مطر ثنا شریک عن ابی حمزة  
عن ابراهیم قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم کل مسکر حرام قال ہی  
الشربة التي اسکرتک قال هذا  
اصح من الذي قبله ولم یسندہ غیر  
الحجاج واختلف عنه وعمار بن مطر  
ضعیف وحجاج ضعیف وانما هو  
من قول ابراهیم النخعی ثم اخرج  
عن ابن المبارک انه ذکر عندہ  
حدیث ابن مسعود کل مسکر حرام  
هی الشربة التي تسکرک فقال هذا حدیث  
باطل ثم وتبعه المحقق فی الفتح  
اقول سند الطحاوی حدیثنا  
ابن ابی داؤد ثنا نعیم وغیره  
انا حجاج عن حماد الزولیس  
فیہ عمار کما تری والحجاج  
هو ابن ارطاة من رجال  
مسلم والاربعة و هو  
وان کان من شیوخ  
شعبة وشعبة من  
قد علم فی شدة ورعه واحتیاطه  
وقد کان یقول اکتبوا

نشدہ دیا۔ پھر دارقطنی نے اس کا اسناد بیان کیا  
عمار بن مطر سے، اس نے شریک سے، اس نے  
ابو حمزہ سے، اس نے ابراہیم سے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول کہ ہر نشہ اور  
حرام ہے، فرمایا وہ آخری گھونٹ ہے جس نے تجھے  
نشدہ دیا۔ دارقطنی نے کہا یہ پہلی سند سے زیادہ صحیح  
ہے سوائے حجاج کے کسی نے اس کا اسناد بیان  
نہیں کیا اور اس سے روایت میں اختلاف ہے۔  
عمار بن مطر ضعیف ہے یہ ابراہیم نخعی کا قول ہے۔ پھر  
ابن المبارک سے اس کی تخریج کی کہ اس کے پاس  
حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ہر مسکر حرام ہے  
سے مراد وہ گھونٹ ہے جس نے تجھے نشہ دیا، تو  
ابن المبارک نے کہا یہ حدیث باطل ہے اح۔ اور  
اس کی پردی کی محقق نے فتح میں۔ اقول (میں  
کہتا ہوں) طحاوی کی سند یہ ہے کہ ہمیں ابن داؤد  
نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ ہمیں نعیم وغیرہ  
نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا ہمیں حجاج نے  
حماد سے بخروی الخ اس میں جیسا کہ تو نے دیکھا عمار  
نہیں ہے اور حجاج وہ ابن ارطاة ہے جو مسلم اور  
اصحاب سنن اربعہ کے رجال میں سے ہے۔ وہ  
اگرچہ شعبہ کے شیوخ میں سے ہے اور شعبہ کے تقویٰ  
واحتیاط میں سختی جانی ہوئی ہے کہا کرتے تھے  
حجاج بن ارطاة اور ابن اسحاق سے لکھ لیا کرو

لے سنن الدارقطنی کتاب الاثریہ وغیرہ حدیث ۲۳ و ۲۵ دارالحسن للطباعة القاہرہ ۲۵۰/۴ و ۲۵۱  
لے شرح معانی الآثار ۲ باب ما یحرم من النبیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۶۱/۲

کیونکہ وہ دونوں حافظ ہیں۔ نیز متعدد ائمہ نے اسکی  
تقریظ کی جن میں توری اور ابو حاتم شامل ہیں سوائے  
اس کے کہ وہ تدلیس میں کثرت کرتا ہے۔ ذہبی نے  
کہا اکثر اس پر جس شے میں ملامت کی جاتی ہے وہ  
تدلیس ہے۔ ابو حاتم نے کہا وہ تدلیس کرتا ہے  
اور ضعفاء میں سے ہے۔ تویہ حدیث اگرچہ  
ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح نہیں جیسا کہ  
عبد اللہ نے کہا مگر ابراہیم سے صحیح ہے جیسا کہ ہم  
مسند امام اعظم کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں کہ  
حماد نے ابراہیم سے روایت کی۔ لہذا ابو عبد الرحمن  
کو ایسا نہیں کہنا چاہئے تھا کہ ابن عون کا کہنا درست نہیں  
ان کا آخری گھونٹ کو حرام اور اس سے پہلے والے  
گھونٹ کو حلال قرار دینا ہمیں سمجھ نہیں آتا لیکن  
ابو عبد الرحمن کا وجہ بیان کرتے ہوئے  
یہ کہنا کہ مسکر کے آخری گھونٹ پر  
اثر انداز ہونا اور پہلے اور دوسرے  
پر نہ ہونا علمی اعتبار سے یہ فرق  
درست نہیں ہے —  
اقول (میں کہتا ہوں) تیرا کیا خیال ہے کہ  
کتوری، عنبر، زعفران اور ان جیسی دیگر اشیاء

عن حجاج ابن اسطاة وابن اسحق  
فانہما حافظان وقد اشقی  
علیہ غیرواحد منہم الشوری  
وابو حاتم یدانہ کثیر التدلیس قال الذہبی  
اکثر ما نقم علیہ التدلیس وقال ابو حاتم  
یدلس عن ضعفاء فالحدیث وان  
لم یصح عن ابن مسعود رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کما قالہ عبد اللہ لکنہ  
قد صح عن ابراہیم کما قد مناه عن مسند  
الامام الاعظم عن حماد عنہ فما کان  
ینبغی لابی عبد الرحمن ان یقول  
لیس کما یقول ابو عون لانفہم تحریفہم  
اخر الشربة وتحلیلہم ما تقدمہا  
اما ما تعلل بہ قائل لا خلاف  
بین العلم ان المسکر  
بکلیتہ لا یحدث علی  
الشربة الاخر دون  
الاولی والثانیة بعدہا  
اقول اسایت اذا کان لا یسکر  
المسک والعنبر والزعفران واشباہہا

الاذا بلغ عشر حبات مثلاً فاذا تناول  
 من اجل حبة فهل تناول الحرام فان  
 قلت نعم فقد اعظمت القول وان  
 قلت لا قلنا فان تناول اخرى  
 حتى بلغ تسعا فلا بد ان  
 تقول في الكل بالحل قلنا  
 فاخبرنا اذا تناول العاشرة  
 فسوف ان قلت الآن ايضا  
 حل فقد اعظمت القول وان  
 قلت حرم فقد قضيت على نفسك  
 ولا شك ان السكر انما  
 اقل للمجوع لكن المحرمة  
 انما هي للاكلة الاخيرة دون  
 الاولى والتم تليها اى تسع  
 ومن عرف ان المعلول و  
 هي المحرمة المعلولة بالسكر المعلول  
 بالعشر انما يتحقق عند تحقق  
 الجزء الاخير من اجزاء  
 العلة عرف المرام ولم تذهب به الاوهام  
 وبهذا التقرير والله الحمد تبين انزهاق  
 مالمع به الشوكاني في نيل الاوطار ناقلا  
 عن النبوي ما نصه يقال لهم  
 (اى لا تمتنارضى الله تعالى عنهم)  
 اخبرونا عن الشربة التي يعقبها  
 السكر اهي التي اسكرت

مثلاً اگر نشہ نہ دیں جب تک وہ دس رتی کے برابر  
 نہ ہو جائیں۔ جب کسی شخص نے ان میں سے ایک رتی  
 کے برابر کھایا تو کیا اس نے حرام کھایا، اگر تو کہے کہ  
 ہاں تو تو نے بہت بڑی بات کہہ دی اور اگر کہے کہ  
 نہیں تو ہم کہیں گے کہ اگر دوسری رتی کھائی تو کیا حکم  
 ہے یہاں تک کہ نو تک پہنچ جائے۔ تیرے لئے  
 اس سے چھٹکارا نہیں کہ تو ان سب کے حلال ہو  
 کا قول کرے۔ پھر کہیں گے کہ بتاؤ اگر وہ دسویں رتی  
 کھائے اور نشہ آجائے تو اب کیا حکم ہے۔ اگر  
 تو کہے کہ اب بھی حلال ہے تو تم نے بہت بڑی  
 بات کہہ دی۔ اور اگر کہے کہ حرام ہے تو خود اپنے  
 خلاف تو نے فیصلہ دے دیا۔ اس میں کوئی شک  
 نہیں نشہ اس مجموعے سے آیا ہے لیکن حرمت  
 آخری رتی کو کھانے پر ہے نہ کہ پہلی اور اس کے  
 بعد والیوں پر جو کہ تو ہیں۔ جس نے یہ سمجھا کہ معلول  
 جو کہ وہ حرمت ہے جس کی علت نشہ ہے وہ معلول  
 پوری دس رتیاں ہیں مگر اس کا تحقق علت کی  
 آخری جز کے تحقق کے وقت ہوا تو اس نے  
 مقصد کو پہچان لیا۔ اس کو وہم نہ بہکائے گا۔  
 الحمد للہ اس تقریر سے شوکانی کا نیل الاوطار میں  
 حد سے تجاوز کرنا ظاہر ہو گیا در اں حالیکہ وہ طبری  
 سے نقل کرنے والا ہے جس کی اس نے تصریح کی کہ  
 ان (ہمارے ائمہ) کو کہا جائے گا کہ اس گھونٹ  
 کے بارے میں بتاؤ جس کے بعد نشہ آیا ہے  
 کہ کیا اس نے ماقبل والے گھونٹوں کے بغیر

صاحبہادوت ما تقدم من الشراب  
 اما سكوت باجتماعها مع ما تقدم  
 واخذت كل شربة بحفظها  
 من الاسكار فان قالوا انما احدث له السكر  
 الشربة الآخرة التي وجد خيل العقل عقبها  
 قيل لهم وهل هذه التي احدثت له ذلك الا  
 كبعض ما تقدم من الشرابات قبلها في انها  
 لو انفردت دون ما قبلها كانت غير مسكرة  
 وحدها، وانها انما سكوت باجتماعها واجتماع  
 عملها فحدث عن جميعها السكران فان التعرير  
 بعذافيرة جاس في الحبة العاشرة  
 من المسك ونظر الله والوهم انما انشاء من  
 عدم الفرق بين الجزء الاخير وبين سائر  
 العلل الناقصة المقدمة عليه وكذا استبان  
 بحمد الله انخساف ما زوق به الشوكاني تحت  
 حديث كل شراب اسكر فهو حرام بقوله  
 ان الشراب اسم جنس فيقتضي ان يرجع التحريم  
 الى الجنس كله كما يقال هذا الطعام مشبع،  
 الماء مروي يريده به الجنس و  
 كل جزء منه يفعل ذلك  
 الفعل فاللقمة تشبع العصفور  
 وما هو اكبر منها يشبع  
 ما هو اكبر من العصفور

نشہ دیا یا ماقبل والے گھونٹوں کے ساتھ مجتمع ہو کر  
 نشہ دیا اور ہر گھونٹ کا نشہ دینے حصہ ہے ،  
 اگر وہ کہیں کہ اس کو نشہ آخری گھونٹ نے دیا ہے  
 جس کے بعد اس کی عقل میں خلل واقع ہوا تو ان کو  
 کہا جائے گا کہ یہ آخری پہلے والے گھونٹوں کی طرح  
 ہی ہے اس بات میں کہ اگر یہ ان سے منفرد ہوتا تو  
 اکیلے نشہ نہ دیتا۔ اس نے ماقبل والے گھونٹوں کے  
 ساتھ مجتمع ہو کر نشہ دیا ہے لہذا ثابت ہو گیا کہ  
 نشہ ان تمام گھونٹوں کے مجموعے سے پیدا ہوا ہے اور  
 بیشک یہی تقریر تمام شقوں کے ساتھ مستوری اور  
 اس جیسی دیگر اشیاء میں جاری ہوتی ہے ۔ وہم  
 صرف اس لئے پیدا ہوا کہ آخری جز اور اس سے  
 پہلے والی باقی ناقص علتوں میں فرق نہیں کیا گیا۔  
 یونسی الحمد للہ حدیث ”ہر شراب جو نشہ دے وہ  
 حرام ہے“ کے تحت شوکانی کا یہ کلام بھی زنگ آلود  
 ہو گیا جس کو اس نے یوں منقش کیا کہ شراب  
 اسم جنس ہے جو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ تحریم  
 تمام جنس کی طرف لوٹے جیسا کہ کہا جاتا ہے طعام  
 سیر کرنے والا ہے اور پانی سیراب کرنے والا ہے  
 یہاں طعام اور پانی سے مراد جنس ہے اور جنس کی  
 ہر جز جنس والا عمل کرتی ہے ، چنانچہ طعام کا  
 ایک لقمہ چڑیا کا پیٹ بھر دیتا ہے اور اس سے  
 زیادہ مقدار چڑیا سے بڑے جانور کا پیٹ بھر دیتی



وَكذلك جنس الماء يروع الحيوان  
على هذا الحد فكذلك النبيذ اقول نعم  
وقع التحريم على الجنس مقيدا بصفة  
الاسكار فاذا اسكر حرم والا لا وانما  
انشدك الله والانصاف اذا قيل لك  
انهاك عن كل طعام اشبع هل يفهم  
منه النهي عن الاكل مطلقا ولولقمة  
اولقيسة اصغر ما تكون، ما هذه  
الامكابرة الاترى انت الاجماع  
ماض على تحريم كل ضار  
كالسموم والطيف وغير ذلك ثم لم ينطلق  
هذا الحكم الا الى قدر يضرك  
اياك لا ما يضر ولو ذابا او غلة وقد اخرج  
احمد و ابو داود وعن ام سلمة  
رضي الله تعالى عنها قالت  
نهي رسول الله صلى الله تعالى عليه  
وسلم عن كل مسكر ومفتري  
معلوم ان من الادوية ما اذا اكثر  
منه اورث التفتير والتحذير  
ثم لم يرجع التحذير الا الى  
ذلك القدر الكثير ولو كان الامر كما زعمت  
لوجب القول بحرمة المسك و

ہے اسی طرح پانی کی جنس عمل کرتی ہے اور یہی حال نبیذ کا ہے۔  
اقول (میں کہتا ہوں) ہاں تحريم جنس پر واقع ہے  
در انما ليك وہ نشہ آور ہونے کی صفت سے مقید  
ہے۔ لہذا جب نشہ دے تو حرام ہے ورنہ نہیں  
میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر انصاف کا مطالبہ  
کرتا ہوں کہ جب تجھے کہا جائے کہ میں تجھے ہر ایسے  
طعام سے منع کرتا ہوں جو سیر کر دے تو کیا اس سے  
مطلق طعام کی ممانعت سمجھی جائے گی اگرچہ ایک  
لقمہ کی مقدار یا اس سے بھی کمتر ہو؟ یہ تو محض  
انکار حق ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہر نقصان دہ چیز  
کی حرمت پر اجماع جاری ہے جیسے زہر اور کھڑو وغیرہ،  
پھر یہ حکم نہیں جاری ہوتا مگر اتنی مقدار پر جو تجھے نقصان  
پہنچائے نہ مطلق نقصان پہنچانے والی شئی پر اگرچہ  
وہ کھٹی یا چوٹی کو نقصان پہنچائے۔ امام احمد  
و ابو داؤد نے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے  
تخریج کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
نے ہر نشہ آور اور عقل میں خلل ڈالنے والی چیز سے  
منع فرمایا۔ یہ بات معلوم ہے کہ بعض دوائیوں کی  
زیادہ مقدار عقل میں خلل ڈالتی ہے جس سے پرہیز  
کرنا لازمی ہے۔ پھر یہ پرہیز اور ممانعت صرف  
اسی مقدار کثیر کی طرف لوثتی ہے۔ اگر معاملہ ایسے  
ہوتا جیسے تُو نے گمان کیا ہے تو کستوری اور اس جیسی

امثاله مطلقا وکل ذلك خلاف  
 الاجتماع هذا ثم اتفقت المراجعة  
 الى البناية قرأت الامام البدر  
 محمود ارحمه الله تعالى اتي ههنا  
 بكلام حسن نقلت عن الامام  
 تاج الشريعة مراد فيه من النظائر فاحببت  
 ايرادها قال سراح روحه الحرام هو  
 المسكر واطلاقه على ما تقدم مجاز  
 وعلى القدر الاخير حقيقة وهو  
 مراد فلا يكون المجاز مرادا  
 وقد قال تاج الشريعة المسكر  
 ما يتصل به السكر بمنزلة المتخمر  
 من الطعام وهو ما يتصل به من  
 التخمرة فان تناول الطعام بقدر  
 ما يغذيه حلال وما يتخمر  
 وهو الاكل فوق الشبع حرام  
 ثم المحرم منهما وهو المتخمر  
 وان كان لا يكون ذلك متخما  
 الا باعتبار ما تقدم من الاكلات  
 وكذلك في الشراب وقد قال ابو يوسف  
 رحمه الله ذلك مثل دم في  
 ثوب مادام قليلا فلا بأس  
 بالصلوة فيه فاذا اكثر لم يحل  
 ومثل ما حبل ينفق على  
 نفسه واهله من كسبه

اشیاء کی مطلقاً حرمت کا قول کرنا واجب ہوتا  
 حالانکہ یہ سب خلاف اجماع ہے۔ پھر بنیاد کی طرف  
 مراجعت کا اتفاق ہوا تو میں نے دیکھا کہ امام  
 بدر محمود رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں پر امام تاج الشریعہ  
 سے نہایت عمدہ کلام نقل فرمایا جس میں کئی نظائر  
 کا اضافہ کیا۔ اس کلام کو یہاں ذکر کرنا مجھے پسند  
 ہے۔ اس نے کہا اس کی روح کشادہ ہو کہ  
 حرام وہ ہے جو نشہ آور ہے۔ اس سے پہلے والی  
 شراب پر حرام کا اطلاق مجازاً ہے جبکہ آخری  
 پیالہ پر اس کا اطلاق حقیقتاً ہے اور وہی مراد ہے  
 لہذا مجاز مراد نہیں ہوگا۔ اور تاج الشریعہ نے  
 فرمایا کہ نشہ آور شراب جس کے ساتھ نشہ متصل ہے  
 وہ بدہضمی پیدا کرتے والے طعام کی طرح ہے اور  
 وہی طعام ہے جس کے ساتھ بدہضمی متصل ہے  
 اس لئے کہ بقدر غذا طعام کھانا حلال ہے۔  
 اور جو بدہضمی پیدا کرتا ہے وہ ہے جو سیر ہو جانے  
 کے بعد کھایا جائے وہ حرام ہے۔ پھر اس میں سے  
 حرام وہی ہے جو بدہضمی پیدا کرنے والا ہے اگرچہ  
 پہلے والے لقموں کا اعتبار کے بغیر وہ بدہضمی پیدا نہیں  
 کرتا اور یہی حکم شراب میں ہوگا۔ امام ابو یوسف  
 رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ کپڑے میں لگے ہوئے  
 خون کی طرح ہے کہ جب تک وہ قلیل ہو اس  
 کپڑے میں نماز ادا کرنے میں کوئی غرابی نہیں اور جب  
 وہ زیادہ ہو جائے تو حلال نہیں۔ اور اس شخص کی  
 کی طرح ہے جو اپنی کمائی میں سے اپنی ذات اور

فلا بأس بذلك فاذا اسرف في  
النفقة لم يصلح له ذلك و  
لا ينبغي وكذلك النبيذ لا بأس  
ان يشربه على طعامه ولاخير  
في السكر منه لانه اسراف و اظهر  
من ذلك ان الضمان يضاف  
الى واضع المن الاخير في السفينة  
وان لم يحصل الغرق  
بدون ما تقدم من الامناء  
وهذا لانه لا يوجد التلف حكما  
بما تقدم من الامناء و انما  
وجد ذلك بفعل فاعل مختار  
فاضيف الغرق لوظ المن  
الاخير فكذا هنا اضيف السكر الى  
القدح الاخير الذی يحصل به  
السكر حقيقة لا ما تقدم من الاقداح ثم ان  
البیهقی فی المعرفة اراد المراد على حدیث  
الحجاج بوجه آخر فذكر ما رواه ابن  
المبارك عن الحسن بن عمرو والفقیهی عن  
فضیل بن عمرو عن ابراهیم قال كانوا  
يقولون اذا سكر لم يحصل له  
ان يعود فيه ابداً،

اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے جس میں کوئی خرچ نہیں  
مگر جب وہ خرچ میں زیادتی کرے تو اس کے لئے  
یہ درست نہیں اور اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے۔  
اسی طرح کھانے کے اور بنیذ پینے میں کوئی خرچ  
نہیں مگر اس سے نشہ میں کوئی بھلائی نہیں کیونکہ  
یہ اسراف ہے اور اس میں زیادہ ظاہر بات  
یہ ہے کہ ضمان اس شخص کی طرف منسوب ہوتا ہے  
جس نے کشتی میں آخری من رکھا اگرچہ اس سے پہلے  
رکھے جانے والے منوں کے بغیر کشتی کا غرق ہونا  
متحقق نہیں ہوا۔ اور یہ اس لئے ہے کہ پہلے والے  
منوں سے ملکی طور پر تلف نہیں پایا گیا تو وہ فاعل  
مختار کے فعل سے پایا گیا لہذا غرق کی نسبت آخری  
من والے کی طرف کی جائے گی۔ یوں ہی یہاں  
نشہ کی اضافت آخری پیالے کی طرف کی جائیگی  
جس سے حقیقتاً نشہ حاصل ہوا نہ کہ پہلے والے  
پیالوں کی طرف الخ۔ پھر بیہقی نے المعروفہ میں  
حدیث حجاج پر ایک اور وجہ سے رد کرنا چاہا تو  
ذکر فرمایا جس کو ابن مبارک نے حسن بن عمرو قسیمی  
سے، اس نے فضیل بن عمرو سے اور اس نے  
ابراہیم سے روایت کیا ابراہیم نے کہا وہ کہتے تھے  
کہ جب کسی کو نشہ آجائے تو اس کے لئے حلال  
نہیں کہ وہ کبھی بھی اس نشہ والی بنیذ کی طرف عود کرے۔

قلت واسندہ النسائی من طریق  
ابن ابی شریک عن الحسن بن  
عمر بالسند قال کانوا یرون ان  
من شرب شراباً فسكر منه لم یصلح  
ان یعود فیہ، قال البیہقی فکیف  
یکون عند ابراہیم قول ابن مسعود  
ھکذا (یعنی مارواہ الحجاج) ثم ینالہ  
قال فدل علی بطلان ما رواہ  
الحجاج بن اسباط، اقول لا ننکر  
ان حدیث الحجاج لا یصلح الاحتجاج  
لکن فی الرد بہذا الوجه خفاء  
لا یخفی فان القول وان لم یصح  
عن عبد اللہ قد ضح عن ابراہیم  
فاذا لم یمنعہ ہذا عن قول  
نفسہ فکیف یمنع ان یکون  
عندہ عن عبد اللہ مثله اما ابو عبد الرحمن  
فجعل ہذا خلافاً عن ابراہیم  
قال ذکر الاختلاف علی ابراہیم فی  
النبیذ فروی ہذا ثم قال  
اخبرنا سدید اخبرنا عبد اللہ عن  
ابی عوانہ عن ابی مسکین قال سالت  
ابراہیم قلت انا ناخذ  
دردی الخمر او الطلاء فننظفہ

قلت (میں کہتا ہوں) امام نسائی نے اس کو  
بطریق ابن ابی زائدہ حسن بن عمر سے مسنداً بیان کیا  
کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ جس نے شراب پی اور اسکو نشہ  
آگیا اس کے لئے ایسی شراب کی طرف عود کرنا  
درست نہیں بہیقی نے کہا کہ ابراہیم کے نزدیک  
ابن مسعود کا قول اس طرح کیسے ہو گیا یعنی جس کو  
حجاج نے روایت کیا پھر اس کی مخالفت کی اس نے  
کہا کہ اس کے بطلان پر دلیل وہ ہے جس کو حجاج بن  
ارطاط نے روایت کیا۔ اقول (میں کہتا ہوں)  
ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ حدیث حجاج  
قابل استدلال نہیں لیکن اُسے اس وجہ کے ساتھ  
رد کرنے میں خفاء ہے جوکہ مخفی نہیں اس لئے کہ  
یہ قول اگرچہ عبد اللہ سے صحیح نہیں مگر ابراہیم سے صحیح ہے  
مگر جب اس نے اپنا قول ہونے سے اس کا انکار  
نہیں کیا وہ کیسے انکار کرے گا، اس کے نزدیک  
عبد اللہ سے اس کی مثل منقول ہے لیکن ابو عبد الرحمن  
نے اس کو ابراہیم کی نقل کے خلاف قرار دیا ہے  
انہوں نے اس کو ذکر الاختلاف علی ابراہیم فی النبیذ  
کے باب میں روایت کیا پھر کہا کہ ہمیں خبر دی  
سُوید نے، اس نے کہا ہمیں خبر دی عبد اللہ نے  
ابو عوانہ سے، اس نے ابو مسکین سے کہ میں نے  
ابراہیم سے سوال کرتے ہوئے کہا کہ ہم خمر یا  
طلاء کا تلچھٹ لیتے ہیں پھر اس کو صاف کرتے

لہ سنن النسائی کتاب الاشریہ ذکر الاختلاف علی ابراہیم فی النبیذ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۳۲۵  
لہ نصب الرایۃ بحوالہ البیہقی کتاب الاشریہ  
المکتبۃ الاسلامیہ ۳۰۶/م



میں پھر تین دنوں تک اس میں کٹش بھگو دیتے ہیں پھر اس کو صاف کر کے رکھ چھوڑتے ہیں یہاں تک کہ وہ تیزی کی حد تک پہنچ جاتا ہے پھر اس کو پی لیتے ہیں تو ابراہیم نے کہا یہ مکروہ ہے الخ ابو عبد الرحمن نے گمان کیا ان دونوں میں اس کے خلاف ہے جو قلیل مقدار کے حلال ہونے سے متعلق ابراہیم سے ثابت ہے۔  
**اقول** (میں کہتا ہوں) ان دونوں روایتوں میں ابو عبد الرحمن کے لئے استدلال کی کوئی گنجائش نہیں اس لئے کہ پہلی کا معنی جیسا کہ ہم سمجھے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے یہ ہے کہ بیشک جس کی نظر میں شیطان نے شراب کو ہلکا کر دیا اس نے قلیل رصہ نہیں کیا یہاں تک کہ زیادہ پی کر مست ہو گیا تو اس کو دوبارہ شراب کی طرف نہیں لوٹنا چاہئے تاکہ دشمن پھر اس کو نہ کھینچ لے۔ چنانچہ اس کا معنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی طرح ہو گیا کہ مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا، یا اس کا معنی یہ ہے کہ جس شراب کا نشہ آور ہونا اس کو تجربہ سے معلوم ہو گیا اس کی طرف عود نہ کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کا گمان تھا اس شراب کے تین گلاس مجھے نشہ نہیں دیں گے اس نے تین گلاس پی لئے تو اس کو نشہ آ گیا اب ہمیشہ کیلئے اس کو

ثم ننقع فيه الزبيب ثلاثا ثم نصفية  
ثم ندعه حتى يبلغ فنشربه  
قال يكره الله فزعهم ان  
في هذين خلاف ما ثبت  
عن ابراهيم من تحليل  
القليل اقول ولا متمسك له  
في شيء منهما فان معنى  
الاول على ما نرى والله تعالى  
اعلم ان من استخفه  
الشیطان في شراب فلم يصبر  
على قليله حتى اكثر  
فاسكر لا ينبغي له ان  
يعود فيه كيلا يستجرة  
العدو اخرى فيكون معناه  
على ورائه قول النبي صلى الله  
تعالى عليه وسلم لا يلدغ  
المؤمن من جحر مرتين او  
يكون المعنى لا يعود الخ ما اسكر  
فقد علمه بالتجربة و ذلك ان  
من ظن في شراب انه  
لا يسكره منه ثلث كؤوس مثلاً  
فشرب فسكر لم يحل له

العود الى الثالثة ابداءا اما الاثر  
الاخر فاما الكراهة فيه لاجل  
دس دى الخمس والطلاء بالاشتراك  
يطلق على معات بينها العلامة  
الشرنبلى فى غنية ذوى الاحكام منها  
العصير العنبى الذى ذهب اقل من  
ثلثيه ، وهو الباذق والذى ذهب نصفه  
وهو المنصف والذى ذهب ثلثاه وهو  
الثلث والذى ذهب ثلثه وهو الباذق  
قال وليستى بالطلاء كل ما طبخ  
من عصير العنب مطلقا والكل غير  
الثلث حرام كثيرة وقليله نجس  
نجاسة غليظة كالخمر عندنا وعند  
الجمهور خلافا للامام الشافعى و  
الاوراعى وبعض الظاهرية والمعتزلة  
والله تعالى اعلم۔

الخامس قال النسائى حدثنا  
جيد الله بن سديد عن ابى اسامة قال  
سمعت ابن المبارك يقول ما وجدت  
الرخصة فى السكر عن احد صحيحا  
الا عن ابراهيم <sup>عليه السلام</sup> اقول رحم  
الله الامام الجليل و

تیسرے گلاس کی طرف عود حلال نہیں رہا۔ رہی  
دوسری اثر تو اس میں خمر و طلاء کے پچھٹ کی وجہ سے  
جو حرمت ہے اور وہ بطور اشتراک کئی معنوں پر  
بولی جاتی ہے جنہیں علامہ شرنبلالی نے غنیۃ ذوی الاحکام  
میں بیان فرمایا ہے ان میں انگور کے جس شیرہ کا  
دو تہائی سے کم جل کر خشک ہو جائے اسکو باذق،  
جس کا نصف خشک ہو جائے اس کو منصف،  
جس کا دو تہائی خشک ہو جائے اس کو مثلث  
اور جس کا ایک تہائی خشک ہو جائے اسکو باذق  
کہا جاتا ہے۔ اور فرمایا کہ انگور کے جس شیرہ کو  
پکایا جائے اس کو مطلقا طلاء کہتے ہیں الخ  
مثلث کے سوا تمام غمر کی طرح حرام اور انکا قلیل و  
کثیر نجاست غلیظہ کے ساتھ نجس ہے ہمارے  
نزدیک اور جمہور کے نزدیک بخلاف امام شافعی  
اور اعلیٰ، بعض ظاہریہ اور معتزلہ کے۔ اللہ تعالیٰ  
خوب جانتا ہے۔

پانچویں بحث: امام نسائی نے کہا ہیں عبد اللہ  
بن سعید نے ابو اسامہ سے حدیث بیان کی  
کہ میں نے ابن مبارک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ  
میں نے نشہ آور نبید کے بارے میں سوائے  
ابراہیم کے کسی سے رخصت صحیح نہیں پائی۔  
اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تعالیٰ امام جلیل پر

نفعنا ببرکاته فی الدنیا والآخرۃ  
 بلی قد صح عن امیر المؤمنین  
 عمر وقد مر حدیث مالک عن داؤد  
 بن الحصین من رجال الستۃ  
 قال الحافظ ثقة الافی عکرمۃ  
 عن واقد بن عمر وثقة من رجال خ  
 عن محمود بن لبید صحابی صغیر  
 وفیه قول عبادة أحللتها واللہ و  
 فیہ ادعی الزرقانی ان کان  
 عمر اجتہد فی تلك السرة ثم  
 رجع عنه کما تقدم حدیث  
 ابی حنیفة عن ابی اسحق  
 السبیعی ثقة من رجال الستۃ  
 ولم یکر ابو حنیفة لیذهب  
 الیه بعد ما اختلط فی اخذ  
 عنه کما نص علیہ المحقق حیث  
 اطلق و ذکرناہ فی المنیر العین  
 عن عمرو بن میمون مخضرم مشہور ثقة  
 عابد نزل الکوفۃ من رجال الستۃ وبہ  
 وبہا تقدم من رواۃ ابن ابی شیبۃ  
 عن ابی الاحوص عن ابی اسحق عن  
 عمرو بن میمون ابو الاحوص

رحم فرمائے اور ہمیں دنیا و آخرت میں ان کی برکات سے  
 نفع پہنچائے۔ کیوں نہیں تحقیق امیر المؤمنین حضرت عمر  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی صحت ثابت ہے،  
 اور حدیث مالک بروایت داؤد بن حصین گزر چکی ہے کہ  
 صحاح ستہ کے رجال میں سے ہیں۔ حافظ نے کہا  
 وہ ثقہ ہے مگر اس روایت میں جو عکرمہ نے واقد بن  
 عمرو سے کی کہ وہ ثقہ اور خ کے رجال میں سے ہیں  
 محمود بن لبید صحابی صغیر سے روایت ہے اور اس  
 میں حضرت عباده کا یہ قول مذکور ہے کیا آپ نے  
 بخذ اس کو حلال کر دیا؟ اس میں زرقانی نے  
 دعویٰ کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر  
 اجتہاد کیا پھر اس سے رجوع کر لیا جیسا کہ پہلے گزرا،  
 حدیث ابی حنیفہ بروایت ابوالحسن سبیعی وہ ثقہ  
 اور صحاح ستہ کے رجال میں سے ہے، اسکے اختلاط  
 کے بعد امام ابو حنیفہ اس کے پاس جا کر حدیث اخذ  
 نہ کرتے جیسا کہ اس پر محقق علی الاطلاق نے نص فرمایا  
 اور ہم نے اس کو منیر العین میں عمرو بن میمون مخضرم  
 سے ذکر کیا ہے وہ مشہور ثقہ عابد ہے جو کہ کوفہ میں  
 ٹھہرے صحاح ستہ کے رجال میں سے ہیں۔ اس  
 روایت سے اور ما قبل میں مذکور حدیث ابن ابی شیبہ  
 سے جو انھوں نے اپنی سند کے ساتھ ابو الاحوص سلام بن  
 سلیم ثقہ از رجال صحاح ستہ سے روایت کی ان دونوں

لہ تقریب التہذیب حرف الدال ترجمہ داؤد بن الحصین ۱۷۸۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۷۸/۱  
 موطا امام مالک کتاب الاشریۃ باب ما جاء فی تحریم الخمر میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۶۹۵  
 شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک کتاب الاشریۃ جامع تحریم الخمر حدیث ۱۶۴۵ دار المعرفۃ بیروت ۱۷۴/۴





ہیں تہذیب التہذیب میں ان کی توثیق کی گئی ہے۔  
عمر بن خالد روح کے شیخ اور زمہیر کے شاگرد ہیں  
وہ حرانی خزاعی، ثقہ اور بخاری کے رجال میں سے  
ہیں لہذا امام کی موافقت اور سلام کی متابعت  
کے سبب سے اس غدشہ کا ازالہ ہو گیا جو ابواسمعی  
سے زمہیر کے سماع سے متعلق کیا جا رہا تھا الخ۔

حدیث ابو حنیفہ جو انھوں نے حماد سے اور حماد نے  
ابراہیم سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ  
عنه کے پاس ایک اعزابی کو لایا گیا ہمارے اصول  
نئے مطابق صحیح ہے اس لئے کہ جمہور کا موقف یہ ہے  
کہ مراسیل خصوصاً ابراہیم کی مراسیل مقبول ہیں۔  
امام احمد نے فرمایا سعید بن مسیب کی مراسیل صحیح ترین  
مراسیل ہیں اور ابراہیم نخعی کی مراسیل میں کوئی حرج  
نہیں۔ یہ تدریب میں مذکور ہے۔ ابن عدی نے یحییٰ  
بن معین سے تخریج کی کہ ابراہیم کی مراسیل صحیح ہیں مگر  
تاجر البحرین اور قہقہہ کی حدیث کے۔ نصب الراية  
میں کہا حدیث قہقہہ تو معروف ہے۔ رہی حدیث  
تاجر البحرین تو اس کو ابن ابی شیبہ نے اپنی  
مصنف میں یوں روایت کیا ہے کہ ہمیں وکیع نے  
اور ان کو انکس نے ابراہیم سے حدیث بیان کی۔

وثقه في تهذيب التهذيب وعمر و  
بن خالد شيخ روح وتلميذ نهير  
هو الحراني الخزاعي ثقة من رجال  
البخاري فبموافقة الامام ومتابعة  
سلام نزال ما كان يخشى من سماع  
نهير عن ابن اسحق اخيرا و  
حدیث ابی حنیفہ عن حماد عن  
ابراہیم ان عمر اُتی باعزابی صحیح  
على اصولنا فان الجمہور على قبول  
المراسیل ولا سيما مراسیل ابراہیم  
فقد قال الامام احمد مراسلات  
سعید بن المسیب اصح المرسلات  
مرسلات ابراہیم النخعی لا بأس بها  
ذکره فی التدریب وقد اخرج ابن عدی  
عن یحیی بن معین قال مراسیل  
ابراہیم صحیحة الاحدith تاجر البحرین  
وحدیث القہقہة قال فی نصب الراية  
احادیث القہقہة فقد عرفت واما  
حدیث تاجر البحرین فرواه ابن ابی شیبہ  
فی مصنفه ثنا وکیع ثنا الامش عن ابراہیم

لہ تہذیب التہذیب ترجمہ روح بن الفرج ۵۵۴ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۲/۲۹۴

لہ جامع المسانید الباب الثلاثون فی الحدود المكتبة الاسلامیہ سمندری ۱۱۲/۲

لہ تدریب الراوی النوع التاسع المرسل و بیان اطلاق الخ قیدی کتب خانہ کراچی ۱۶۸/۱

لہ نصب الراية کتاب الطہارات فضل فی نواقض الوضوء المكتبة الاسلامیہ ۵۲/۱

قال جاء رجل فقال يا رسول الله  
انني رجل تاجر اختلفت  
الى البحرين فاصره ان  
يصلني ركعتين يعني القصر لم  
وكذا حديث كتاب عمر  
المروعي في المسند بالسند  
وحديث الطحاوي حدثنا فهد  
ثنا عمر بن حفص ثنا ابني  
ثنا الاعمش ثني ابراهيم عن  
همام بن الحارث عن عمر  
انه كان في سفر الحديث  
عمر بن حفص ثقة من رجال  
الشيخين وابوه حفص بن غياث  
ثقة من رجال الستة و ابراهيم  
هو النخعي و همام النخعي ثقة  
من رجال الستة و حديثه  
حدثنا فهد ثنا عمر بن حفص  
ثنا ابني عن الاعمش ثني حبيب  
بن ابی ثابت عن نافع عن  
ابن عمر قال امر بنبيل لعه  
الحديث ، رجاله كلهم ثقات

ابراہیم نے کہا کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی  
یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ! میں ایک تاجر  
شخص ہوں بار بار بحرین جاتا رہتا ہوں ، تو آپ نے  
اس کو حکم دیا کہ وہ دو رکعتیں یعنی نماز قصہ پڑھا کرے  
یونہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خط والی حدیث  
جو کہ مسند میں سند کے ساتھ مروی ہے ۔ اور  
امام طحاوی کی حدیث کہ ہمیں فہد نے ، اس کو عمر بن  
حفص نے ، اس کو اس کے باپ نے ، اس کو اعمش  
نے ، اس کو ابراہیم نے ہمام بن حارث سے حدیث  
بیان کی ، ہمام نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
روایت کی کہ وہ سفر میں تھے (الحديث) ۔ عمر بن  
حفص ثقہ اور شیخین کے رجال میں سے ہیں اور ان کا  
باپ حفص بن غیاث ثقہ اور صحاح ستہ کے رجال  
میں سے ہے ۔ ابراہیم وہ نخعی ہیں ۔ ہمام نخعی ثقہ  
اور صحاح ستہ کے رجال میں سے ہیں ۔ اور اس کی  
حدیث یہ ہے کہ ہمیں فہد نے اور ان کو عمر بن حفص  
نے ، ان کو ان کے باپ نے اعمش سے حدیث  
بیان کی ، کہا مجھے حبیب بن ابی ثابت نے نافع سے  
اور انھوں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے  
روایت کی کہ آپ نے اپنے لئے نبیل کا حکم دیا  
(الحديث) ۔ اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں ۔

- ۱/۵۲ لے نسب الراية كتاب الطهارات فصل في تراقص الوضوء المكتبة الاسلاميه  
۲/۳۵۹ لے شرح معاني الآثار كتاب الاشرية باب ما يحرم من النبيل ايچ ايم سعيد کمپنی کراچی  
۱/۴۱۲ لے تقریب التہذیب ترجمہ عمر بن حفص ۳۸۹۶ دار الکتب العلمیہ بیروت  
۲/۳۵۹ لے شرح معاني الآثار كتاب الاشرية باب ما يحرم من النبيل ايچ ايم سعيد کمپنی کراچی

حبیب ثقہ امام جلیل من رجال  
الستہ وقد سمع ابن عمر و  
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم  
قالہ البخاری قلت وهو من  
اقران نافع لیس بین موتہما  
الا سنة او سنتان فلو دلس  
لامکنہ ان یقول عن ابن عمر  
لکن اوضح و بین فرحمہ اللہ  
تعالیٰ، و حدیثہ حدثنا  
ابن ابی داؤد ثنا ابو صالح  
ثنی اللیث ثنا عقیل عن ابن  
شہاب اخبرنی معاذ بن  
عبدالرحمن بن عثمان  
اللیثی عن ابیہ عبدالرحمن  
بن عثمان قال صحبت عمر  
الحدیث - ابن ابی داؤد هو  
ابراہیم ثقہ صح له الطحاوی  
فی رفع الیدین، و عبدالرحمن بن  
عثمان صحابی، و البقیۃ کلہم ثقات۔

حبیب ثقہ، امام جلیل اور صحاح ستہ کے رجال  
میں سے ہے۔ اس نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث سنی ہے  
یہ امام بخاری نے کہا ہے۔ قلت (میں کہتا  
ہوں) وہ نافع کا ہم عصر ہے ان دونوں کی موت  
کے درمیان ایک یا دو سال کا فرق ہے اگر وہ  
تدلیس کرتا تو اس کے لئے ممکن تھا کہ وہ یوں کہتا  
عن ابن عمر، لیکن اس نے تدلیس نہیں کی  
بلکہ وضاحت فرمائی، اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔  
امام طحاوی کی حدیث ہے کہ ہمیں ابو داؤد نے  
انہیں ابوصالح نے، اس کو لیث نے، اس کو  
عقیل نے ابن شہاب سے حدیث بیان کی ابن شہاب  
نے کہا کہ مجھے معاذ بن عبدالرحمن بن عثمان لیثی نے  
خبر دی کہ اس کے باپ عبدالرحمن بن عثمان نے کہا  
میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت  
پائی (الحدیث)۔ ابن ابی داؤد وہ ابراہیم ہے  
جو کہ ثقہ ہے۔ امام طحاوی نے رفع یدین کے بارے  
میں اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا۔ عبدالرحمن بن  
عثمان صحابی ہیں۔ اور باقی تمام راوی ثقہ ہیں،

عہ وقع فی نسخۃ طبع اللیثی وانما هو التیمی  
کما فی الاصابۃ والتقرب ۱۲ منہ

عہ مطبوعہ نسخہ میں اللیثی ہے جبکہ یہ تمیمی ہے  
جیسا کہ اصحابہ اور تقریب میں ہے ۱۲ منہ (ت)

۱/۵۱۱ دار المعرفۃ بیروت ۱۹۹۰

۲/۳۵۹ شرح معانی الآثار کتاب الاشرۃ باب ما یجرم من النبیذ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی







وَكَذَا صَحَّ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ وَعَنْ  
ابْنِهِ عَامِرِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَعَنْ عُلُقَمَةَ  
وَعَنْ حِمَادِ فَاتٍ ابْنِ حَنْظَلَةَ عَنْ  
حِمَادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُلُقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ  
أَنَّ لِمُيَقِّتِ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ  
ابْنِ عُمَرَ فَلَا يَنْزِلُ عَنْهُ وَلَا عَنْ شَيْءٍ  
مِمَّا قِيلَ أَصَحُّ الْإِسَانِ عِنْدَنَا وَ  
عِنْدَ كُلِّ مَنْ نَوَّرَ اللَّهُ بِصِيرَتِهِ  
بَنُو الْأَنْصَافِ، وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ  
كَمَا عَلِمْتُ مَرَّةً تَصْحِيحَهُ عَنْ  
ابْنِ حَزْمٍ وَكَذَا عَنْ عَتَبَةَ  
بْنِ فَرْقَدٍ السَّلْمِيِّ وَكَذَا لَكَ  
صَحْبَتِ الْأَشَارِ وَحَسْبَتْ فَتَا  
الْطَّلَاءِ مِثْلًا أَوْ مُنْصَفًا وَغَيْرَهُ  
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ حَدِيثُهُ  
الْأَوَّلُ عَنْ الْوَلِيدِ بْنِ سَرِيحٍ  
الْكُوفِيِّ صَدُوقٌ وَالثَّانِي  
عِنْدَ النَّسَائِيِّ قَالَ أَخْبَرَنَا  
إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ثَنَا  
وَكَيْعٌ ثَنَا سَعْدُ بْنُ أَوْسٍ  
عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ  
رَجَالُهُ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ

اور اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے  
بیٹے عامر ابو عبیدہ، علقمہ اور حماد سے صحیح حدیث  
منقول ہے۔ بیشک یہ سند ابو حنیفہ نے حماد سے  
اس نے ابراہیم سے، اس نے علقمہ سے اور اس نے  
عبد اللہ سے روایت کی اگر نہیں فوقیت رکھتی اس  
سند پر جو مالک نے نافع سے اور اس نے ابن عمر  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی تو اس سے کمتر  
بھی نہیں ہے، اور نہ اس شئی سے جس کے بارے  
میں کہا گیا کہ یہ تمام سندوں سے صحیح ترین ہے ہمارے  
نزدیک اور ہر شخص کے نزدیک جسے اللہ تعالیٰ نے  
نور الانصاف کے ساتھ نورانی بصیرت عطا فرمائی،  
اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے  
ہمیشہ کہ توجان چکا ابن حرم سے اس کی تصحیح گزر چکی ہے  
اور یونہی علقمہ بن فرقہ سلمی سے، اسی طرح صحیح اور حسن  
آثار اس طلاء کے بارے میں وارد ہیں جو مثلث ہو  
(یعنی جس کا دو مثلث خشک ہو گیا) یا منصف ہو  
(جس کا نصف خشک ہو گیا) یا اس کے علاوہ۔  
حضرت انس بن مالک سے ان کی پہلی حدیث ولید  
بن سریع کوفی سے مروی ہے جو صدوق ہے۔ اور  
دوسری نسائی سے، انھوں نے کہا کہ ہمیں اسحق بن  
ابراہیم نے خبر دی اس نے کہا ہمیں وکیع نے  
اس نے کہا ہمیں سعد بن اوس نے انس بن سیرین سے

مشهورون من رجال الستة الاسعدا  
وسعدا ان كان هو العباسي الكوفي  
كما يظن من رواية وكيع  
فثقة وثقة العجلي ويحيى و  
ابوحاتم وذكره ابن حبان  
شاهين في الثقات قال الحافظ  
لم يصب الأندلس في تضعيفه  
وان كان هو العدوي البصري  
كما يفهم من تهذيب التهذيب  
فصدوق لا يزل حديثه عن  
درجة الحسن وثقة ابن حبان  
وغیره والثالث عند ابن ابی شیبۃ عن  
وکیع بعین هذا السند و  
ابن سيرين عند النسائي اخبرنا  
سويد اخبرنا عبد الله عن هارون  
بن ابراهيم عن ابن سيرين قال  
بعثه الخ هذا كما ترى سند  
صحيح هارون ثقة - وعن  
علي امير المؤمنين كرم الله تعالى  
وجهه حديثه عند النسائي

حدیث بیان کی، اس کے تمام رجال ثقہ اور صحاح ستہ  
کے رجال میں سے مشہور ہیں سوائے سعد کے اور سعد  
اگر عسبی کوفی ہے جیسا کہ وکیع کی روایت سے گمان  
کیا جاتا ہے تو وہ ثقہ ہے۔ اس کو عجمی، یحییٰ اور  
ابوحاتم نے ثقہ قرار دیا ہے، اس کو ابن حبان اور  
شاہین نے ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔ حافظ  
نے کہا کہ اس کو ضعیف قرار دینے میں ازدی نے  
درست نہیں کیا، اور اگر وہ عدوی بصری ہے جیسا  
کہ تهذيب التهذيب میں سمجھا جاتا ہے تو وہ صدوق  
ہے اس کی حدیث درجہ حسن سے ساقط نہیں  
ہوتی۔ ابن حبان وغیرہ نے اس کو ثقہ قرار دیا۔ اور  
تیسری حدیث ابن ابی شیبہ کے نزدیک وکیع سے  
بعینہ السی سند کے ساتھ ہے اور ابن سیرین سے  
امام نسائی کے نزدیک یوں ہے کہ ہیں خبر دی  
سویہ نے اس نے کہا ہیں خبر دی عبد اللہ نے  
ہارون بن ابراہیم سے اور اس نے ابن سیرین سے  
انہوں نے کہا اس کو بیح دو الخ یہ جیسا کہ تو دیکھتا  
ہے صحیح سند ہے، ہارون ثقہ ہے۔ اور  
امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ان کی  
حدیث امام نسائی کے نزدیک یوں ہے کہ ہیں

- ۱/ ۲۲۳/۲ تقریب التهذیب ترجمہ سعد بن اوس ۲۲۳۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت  
۲/ ۲۶۴/۲ تقریب التهذیب " " " " دائرة المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن  
۳/ ۲۲۴/۲ سنن النسائي كتاب الاثرية الكراهية في بيع العصور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی  
۴/ ۲۵۴/۲ تقریب التهذیب ترجمہ ہارون بن ابراہیم ۲۲۴۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت

اخبرنا سويد اخبرنا عبد الله عن  
جرير عن مغيرة عن الشعبي قال  
كان علي يرتق الخ رجاله كلهم  
ثقات وكلهم ما خلا سويدا من  
رجال الستة خبرير هو  
ابن عبد الحميد صاحب منصور و  
مغيرة هو ابن مقسم كوفيات  
بنيان وشاهدة ابن ابى شيبة  
بسند جيد اما حديث  
ضربه الحد من سكر من اداوته  
فطريق الدار قطع فيه  
حسن شريك من قد علمت  
وفر اس من رجال الستة  
وثقته احمد و يحيى  
والنسائي قال القطان  
ما انكرت من حديثه  
الاحديث الاستبراء وبه يعتضد  
طريق ابى بكر وفيه مجالد  
تكلم فيه الناس وقال الحافظ  
ليس بالقوى وقد خرج له  
مسلم والاربعة وعن ابى الدرداء  
وعن امه حديثه عند النسائي  
اخبرنا نكريا بن يحيى

خبردى سويد نے اس نے کہا ہیں خبردى عبد اللہ نے  
جليل سے اس نے مغیرہ سے اس نے شعبی سے  
کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو شراب  
دیتے تھے الخ۔ اس کے تمام رجال ثقہ ہیں  
سويد کے سوا تمام صحاح ستہ کے رجال میں سے  
ہیں۔ جریر وہ ابن عبد الحمید ہے جو کہ منصور کا صاحب  
ہے۔ مغیرہ وہ ابن مقسم ہیں، جریر و مغیرہ دونوں  
کو فی ہیں، اور اس حدیث کے شاہد  
ابن ابی شیبہ نے جید سند کے ساتھ ذکر کیا،  
لیکن وہ حدیث کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس  
شخص کو حد لگائی جس نے آپ کے مشکینے سے  
نبیذ پی اور اس کو نشہ ہو گیا، وہ بطریق دارقطنی  
حسن ہے، شریک جس کے بارے میں تو  
جان چکا ہے۔ اور فراس صحاح ستہ کے رجال  
میں سے ہے۔ اس کو امام احمد، یحییٰ اور نسائی نے  
ثقہ قرار دیا۔ قطان نے کہا میں نے اس کی حدیث  
کا انکار نہیں کیا سوائے حدیث استبراء کے۔ اور  
طریق ابو بکر کو اسی سے قوت ملی۔ اس میں مجالد ہے  
جس میں لوگوں نے کلام کیا۔ حافظ نے کہا وہ قوی  
نہیں ہے اس کے لئے امام مسلم نے اور اصحاب  
سنن اربعہ نے تخریج کی۔ ابوالدرداء اور ام درداء  
سے اس کی حدیث مروی ہے امام نسائی کے نزدیک  
حدیث اس طرح ہے کہ میں ذکر کیا بن یحییٰ نے خبردى

لہ سنن النسائي كتاب الاثرية ذكر ما يجوز شربه من الطلار نور محمد كازخانه تجارت كتب كراچی ۴/۳۲۴

لہ میزان الاعتدال ترجمہ فراس بن یحییٰ ۶۶۹۵ دار المعرفۃ بیروت ۳/۳۲۴





قال اخبرنا احمد بن خالد عن معن ثنا  
 معوية بن صالح عن يحيى بن سعيد  
 احمد بغدادى ثقة معن القزاز ويحيى  
 المدنى كلاهما ثقة ثبت من رجال الستة  
 ومعوية صدوق من رجال الخمسة ، و  
 عن الحسن البصرى بالطريق عن بشير بن  
 المهاجر مختلف فيه وثقة ابن معين وغيره  
 وقال النسائى ليس به بأس واخرج له مسلم  
 والاربعة ، وقال ابو حاتم لا يحتج به  
 قلت وقول احمد منكر الحديث ربما لا يكون  
 للحرج كما بينا في غير هذا الكتاب فاذا  
 حديثه في عدد الحسن ، وعن عمر  
 بن عبد العزيز بالطريق عن عبد الملك بن  
 طفيل الجزرى مقبول ، وعن ابى عبيدة  
 وعن معاذ بن جبل وقد علق عنهما البخارى  
 جازما وعن ابى طلحة اسند عن ثلثتهم  
 رضى الله تعالى عنهم ابوبكر وغيره والسند  
 كله من جلة ثقات رجال الستة عن خالد  
 بن الوليد .

کہا ہیں احمد بن خالد نے معن سے خبر دی اس نے کہا  
 ہمیں معاویہ بن صالح نے یحییٰ بن سعید سے حدیث  
 بیان کی ، احمد بغدادی ثقہ ہے۔ معن القزاز اور  
 یحییٰ مدنی دونوں ثقہ ، ثبت اور صحاح ستہ کے  
 رجال میں سے ہیں۔ معاویہ صدوق اور اصحاب  
 کے رجال میں سے ہے۔ حسن بصری سے اسی طریق  
 کے ساتھ بشیر بن مهاجر سے مروی ہے جس میں اختلاف  
 کیا گیا۔ ابن معین وغیرہ نے اسے ثقہ قرار دیا۔ نسائی  
 نے کہا اس میں کوئی خرابی نہیں۔ مسلم اور اصحاب  
 سنن اربعہ نے اس کے لئے تخریج کی۔ اور ابو حاتم نے  
 کہا کہ وہ قابل استدلال نہیں۔ قلت (میں کہتا ہوں)  
 امام احمد کا قول "منکر الحدیث" بسا اوقات حرج  
 کے لئے نہیں ہوتا جیسا کہ ہم نے اس کتاب کے  
 غیر میں بیان کیا ہے ، چنانچہ اس کی حدیث کا شمار  
 حسن میں ہوگا۔ اور عمر بن عبد العزیز سے اسی  
 طریق کے ساتھ عبد الملک بن طفیل جزری سے  
 روایت ہے جو کہ مقبول ہے۔ ابو عبیدہ اور معاذ بن جبل  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے امام بخاری نے بطور جزم  
 تعلق بیان کی اور ابولکھ سے۔ ابوبکر وغیرہ نے ان  
 تینوں سے مسنداً حدیث بیان کی۔ تمام سند کے راوی برگزیدہ ، ثقہ اور صحاح ستہ کے رجال میں سے ہیں اور خالد  
 بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ (ت)

(رسالہ الفقہ التَّجلیلی ختم ہوا)

۱ سنن النسائی کتاب الاثرية ذکر ما یجوز شرہ من الطلار نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۲۳۲  
 ۲ میزان الاعتدال ترجمہ بشیر بن المهاجر ۱۲۴۳ دار المعرفۃ بیروت ۲۰۱/۳۲۹  
 ۳ تقریب التہذیب ترجمہ عبد الملک بن الطفیل ۴۲۰۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶۱۶/۱

مسئلہ ۲۶ از مسجد جامع مسئلہ حامد حسین خاں بن الطاف علی ۶ جمادی الآخرہ ۱۲۹۹ھ

جناب مولوی صاحب معظم و مکرم دام ظلکم ! یہ چند امور حضور سے دریافت کئے جاتے ہیں :

(۱) اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیشتر اور جو نبی گزے ہیں اُن کے وقت میں شراب

حلال تھی یا حرام ؟

(۲) دوسرے یہ کہ ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں

شراب پی اور حالت نشہ میں نماز میں سورہ غلط پڑھی ؟

(۳) اور تیسرے یہ بیان کیا کہ حضرت امیر حمزہ صاحب نے حالت نشہ میں ایک اونٹنی بلاذیر کا دل اور

جگر کھایا۔

### الجواب

(۱) اگلی شریعتوں میں بلکہ خود شریعت اسلام کی ابتداء میں شراب کی تحریم نہ تھی ہاں نشہ ہمیشہ ہر شریعت

میں حرام رہا ہے۔

(۲ و ۳) امیر المومنین سیدنا مولانا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی نسبت امر مذکور کا بیان کرنے والا

اگر اُس شان اقدس مرتضوی پر طعن چاہتا ہے تو خارجی یا صلی مروود تہمتی ہے ورنہ بلا ضرورت شرمعیہ

عوام کو پریشان کرنے والا سفیہ احمق بد عقل بے ادب ہے۔ یہی حال سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی روایت کا ہے بلکہ اس میں قائل نے جھوٹ ملایا ہے اسے تو برا لازم ہے لاحول ولا قوۃ الا

باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

### مسئلہ ۲۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اطاعت والدین و برادران واجب ہے یا فرض ؟

اور در صورت ارتکاب ان کے یہ گناہ کبیرہ مثلاً زنا کرنا، چوری کرنا، ڈاڑھی منڈانا یا کتر دانا ترک اطاعت واجب

ہے یا اب بھی اطاعت کرنا چاہئے ؟ اور اگر بعد ارتکاب کے لڑکا اپنے باپ سے یا چھوٹا بھائی بڑے بھائی

سے کہے کہ ڈاڑھی منڈانا یا زنا کرنا یا چوری کرنا چھوڑ دو اور اس کے جواب میں وہ کہے کہ تو ضرور کروں گا۔

اس حالت میں اطاعت کرے یا نہیں ؟ اور اگر وہ شخص توبہ سے انکار کرے تو نہ ہوا یا نہیں ؟

### الجواب

اطاعت والدین جائز باتوں میں فرض ہے اگرچہ وہ خود مرتکب کبیرہ ہوں اُن کے کبیرہ کا وبال ان پر

مگر اُس کے سبب یہ امور جائزہ میں اُن کی اطاعت سے باہر نہیں ہو سکتا ہاں اگر وہ کسی ناجائز بات

کا حکم کریں تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں، لا طاعة لاحد فی معصیۃ اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی بھی شخص کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ ت)، ماں باپ اگر گناہ کرتے ہوں اُن سے برز می و ادب گزارش کرے اگر مان لیں بہتر و نہ سختی نہیں کر سکتا بلکہ اُن کے لئے دعا کرے، اور ان کا یہ جاہلانہ جواب دینا کہ یہ تو ضرور کروں گا یا توبہ سے انکار کرنا دوسرا سخت کبیرہ ہے مگر مطلقاً کفر نہیں جب تک کہ حرام قطعی کو حلال جاننا یا حکم شرع کی توہین کے طور پر نہ ہو اس سے بھی جائز باتوں میں ان کی اطاعت کی جائے گی ہاں اگر معاذ اللہ یہ انکار بر وجہ کفر ہو تو وہ مُرتد ہو جائیں گے، اور مُرتد کے لئے مسلمان پر کوئی حق نہیں۔ رہا بڑا بھائی وہ ان احکام میں ماں باپ کا ہمسر نہیں، ہاں اسے بھی حق تعظیم حاصل ہے اور بلا وجہ شرعی ایذا رسانی تو کسی مسلمان کی حلال نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳ بیجا پور گجرات ضلع بڑودہ شمالی کٹری پرائنٹ مرسلہ حافظ فقیر محمد بن حافظ سلیمان میاں محلہ بھوڑ وارہ ۱۵ شعبان ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس زمانے میں جو شراب مہوہ سے بناتے ہیں اور عرق کی طرح کھینچتے جاتے ہیں اور اس کا نام شراب ہے اور تمام ملک میں مستعمل ہے پس ایک حکیم صاحب فقہ اور اہل علم ہے ان کی رائے ہے کہ تیزاب کی طرح نکال جاتا ہے اگرچہ سبب شکر کے حرام تو ہے لیکن دوا میں استعمال کرنا دوا کے واسطے پینا جائز ہے اور آٹھ قسم فقہ میں جو ہے اس میں سے کسی قسم میں یہ شراب نہیں ہاں شکر کرے جب حرام ہے دوا میں پینا تھوڑا پینا کسی بیماری میں حرام نہیں اور حد اس پر نہیں۔ یہ کہنا حکیم صاحب کا صحیح ہے یا غلط؟ اور اس پر ایک درختیہ کا مسئلہ افیون بھی پیش کرتے ہیں۔

افیون حرام الا لصاحب التداوی (افیون (اقیم) حرام ہے سوائے اس شخص کے جو بطور علاج استعمال کرے۔ (ت) وغیرہ۔

کی طرح اس کو بھی سمجھنا یا خمر کے موافق یہ شراب کیسے ہے اور حکم اس کا کیا ہے؟ بیتنا تو جروا اجر کم اللہ اجر و افیا۔

### الجواب

صحیح یہ ہے کہ مائع مسکرہ یعنی جتنی چیزیں رقیق و سیال ہو کر نشہ لاتی ہیں خواہ وہ مہوہ بنائی جائیں یا گڑ یا ناز یا لکڑی یا کسی بلا سے وہ سب شراب ہیں اُن کا ہر قطرہ حرام بھی اور پیشاب کی طرح نجس و ناپاک بھی اور اُن سے نشے میں شراب کی طرح حد بھی ہے اور صحیح یہ ہے کہ دوا میں بھی اُن کا استعمال حرام ہی ہے بخلاف ان چیزوں کے جو بغیر سیال ہونے کے نشہ رکھتی ہیں جیسے افیون، مشک و زعفران وغیرہ

۱۔ مسند احمد بن حنبل بقسمہ حدیث حکم بن عمرو القفاری المکتب الاسلامی بیروت ۶۷۹/۵



کہ یہ ناپاک نہیں اور بقدر مسکر مطلقاً حرام ہیں یونہی بقصد لہو و قساو بھی مطلقاً حرام اگرچہ بقدر مسکر نہ ہو،  
ورنہ مقدار قلیل بغرض صبیح مثل دوا وغیرہ بے تشبہ فاسقین حلال ہے، تو درمختار کی اس عبارت کو مہو کی شراب  
سے کوئی تعلق نہیں، درمختار میں ہے :

حرمہا محمد مطلقاً قلیلہا و کثیرہا و بہ  
یفتی و ہونجس ایضا و لو مسکر منها المختار  
فی نہ ماننا انہ یحد و بہ یفتی اما عند  
قصد التلہی فحرام اجماعاً ملقطاً۔

اور اسی پر فتویٰ ہے اور لہو و لعب کے ارادے سے پینا بالا جماع حرام ہے اھ ملقطاً (ت)  
رد المحتار میں ہے :

والحاصل انہ لایلزم من حرمة الکثیر  
المسکر حرمة قلیلہ ولا نجاستہ مطلقاً الا  
فی المائعات لمعنی خاص بہا و اما الجمادات  
فلا یحرم منها الا الکثیر المسکر ولا یلزم  
من حرمتہ نجاستہ الخ۔

درمختار میں ہے :

المحرم شرعاً لایجوز الانتفاع بہ للتداوی الخ  
واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱ صفر مظفر ۱۳۲۰ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں، حرمت بنگ مثل حرمت شراب کی ہے

۱۔ درمختار	کتاب الاشربة	مطبع مجتہبی دہلی	۲۶۰/۲
۲۔ رد المحتار	"	دار احیاء التراث العربی بیروت	۲۹۳/۵
۳۔ درمختار	کتاب البیوع باب المتفرقات	مطبع مجتہبی دہلی	۵۰/۲

یا اس سے کم ہے؛ اور پینے والا بنگ کا مرتکب کبیرہ ہے یا صغیرہ؛ اور مستحل اس کا کافر ہے یا مبتدع یا  
زندیق؛ اگر کوئی طیب کسی شرابِ خمر کو بجائے شراب کے استعمال بنگ تجویز کرے اور اس طیب کا  
منشا یہ ہو کہ استعمال بنگ سے پینا شراب کا چھوٹ جائے گا تو یہ حلال ہو گا یا حرام اور اس کا مجوز گنہگار ہو گا یا  
نہیں؛ اور نشہ بنگ کا اس مضمون حدیث میں کہ کل مسکر حرامہ (ہر نشہ آور حرام ہے۔ ت) و ایضاً  
ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرامہ (جس کا کثیر نشہ آور ہو اس کا قلیل بھی حرام ہے۔ ت) داخل ہے یا نہیں؛  
اگر کوئی شخص اس کے رنگ سے کپڑا رنگے اور اس کپڑے سے نماز پڑھے تو جائز ہو گا یا ناجائز؛ عبارت  
فتاویٰ بزازیہ سے تو صراحتاً اس کی نجاست معلوم ہوتی ہے جیسا کہ منقول ہے،

قال محمد رحمۃ اللہ علیہ ما اسکر  
کثیرہ فقلیلہ حرام و ہونجس ایضاً  
قالوا و یقول محمد ناخذنا منہی۔  
امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا جس کا کثیر نشہ  
دے اس کا قلیل بھی حرام ہے اور وہ نجس بھی ہے۔  
علماء نے کہا کہ ہم امام محمد کے قول سے اخذ  
کرتے ہیں انتہی (ت)

### الجواب

خمر کی حرمت قطعیہ بلکہ ضروریاتِ دین سے ہے اس کے ایک قطرہ کی حرمت کا منکر قطعاً کافر ہے  
باقی مسکرات میں یہ حکم نہیں۔ ہاں بنگ وغیرہ کسی چیز سے نشہ کی حرمت کا منکر گمراہ و مخالفِ اجماع ہے شراب  
کی حرمت بعینہا ہے اور بنگ کی حرمت بطلت اسکا رہے نشہ بازی بنگ یا افیون کسی بلا سے ہو مطلقاً کبیرہ  
ہے، شراب کسی طرح کی ہو صرف حرام ہی نہیں بلکہ اُس کی ایک ایک بوند نجس ناپاک ہے ہوالصحیح  
الافتویٰ (وہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ ت) اور بنگ و افیون وغیرہا اشیاء جن کی  
خشکی میں بھی نشہ ہے اُن کا مسکر ہونا اُن کے مائع و سیال پانی کی مثل بننے والی ہونے پر موقوف  
نہیں وہ نجس نہیں ان کا نشہ حرام ہے یہیں سے ظاہر ہوا کہ بنگ کے رنگ سے یا بنگ کپڑے میں

۱۔ صحیح البخاری کتاب الاحکام باب امر الی اذا وجہ امیرین الی موضع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۰۶۳/۲  
صحیح مسلم کتاب الاشریۃ باب النہی عن الانتاذ فی المذقت الخ " " " ۱۶۷/۲  
جامع الترمذی ابواب الاشریۃ باب ما جاز فی شراب الخمر امین کمپنی دہلی ۸/۲  
۲۔ جامع الترمذی " " " باب ما جاز ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام " " " ۹/۲  
۳۔ فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الفتاویٰ المنیۃ کتاب الاشریۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۲۷/۶

بندھی ہو تو نماز جائز ہے وہ کل مسکوحرام میں داخل ہے فانہا عرفیۃ عامۃ ای ماسا دم مسکرا ( اس لئے کہ یہ عرفیہ عامہ ہے یعنی جب تک نہ نشہ آور ہے ۔ ت ) مگر ماسکو کشیرہ فقلیلہ حرام میں صرف مسکرات مائعہ مراد ہیں جن کا نشہ لانا ان کے سیال کرنے سے ہوتا ہے ورنہ مشک وغیرہ و زعفران بھی مطلقاً حرام و نجس ہو جائیں کہ حد سے زیادہ ان کا کھانا بھی نشہ لاتا ہے یقیناً نشہ جبکہ مطلقاً اجماعاً حرام قطعی ہے شراب سے ہو خواہ بنگ وغیرہ یا کسی شے شراب سے تو شرابی کو بجائے شراب بنگ سے کی تجویز محض جہالت ہے اور ضرر و معصیت ہے ، حرام کا کرنا اور رائے دینا دونوں حرام ہیں ، دوسرے کو ایک حرام سے بچانے کے لئے خود بھی حرام کا ارتکاب اور اسے بھی دوسرے حرام میں ڈالنا کیا مقتضائے عقل و دیانت ہے ۔ قال اللہ تعالیٰ :

یا ایہا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضربکم  
من ضل اذا ہتدیتم  
اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر کرو، جب  
تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تمہیں نقصان  
نہ پہنچا سکے گا ( ت )

رد المحتار میں ہے :

والحاصل انہ لا یلزم من حرمة الکثیر  
المسکوح حرمة قلیلہ ولا نجاستہ مطلقاً  
الا فی المائعات لمعنی خاص بہا اما  
الجامدات فلا یحرم منها الا الکثیر  
المسکوح ولا یلزم من حرمة نجاستہ  
واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

خلاصہ یہ ہے کہ کثیر نشہ آور کی حرمت سے اس کے  
قلیل کی حرمت و نجاست مطلقاً لازم نہیں آتی  
سوائے مائعات یعنی بننے والی اشیاء کے ،  
اس معنی کی وجہ سے جو ان کے ساتھ خاص ہے  
رہیں جامدات یعنی ٹھوس اشیاء تو ان میں سے  
صرف کثیر نشہ آور مقدار ہی حرام ہے اور اس کی  
حرمت سے اس کی نجاست لازم نہیں آتی ۔ واللہ  
سبحانہ و تعالیٰ اعلم ( ت )

۳۲۲ المرسل عبد الحکیم از ملک بن سطلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس بارہ میں کہ بعض جاہل بلکہ عالم یہ کہتے ہیں کہ

لہ القرآن الکریم ۱۰۵/۵

۲۹۳/۵

دار احیاء التراث العربی بیروت

کتاب الاشریۃ

لہ رد المحتار

حق پینا مکروہ ہے اور اس کا پانی اگر کپڑے پر گر جائے تو کپڑا ناپاک ہو جائے گا۔

### الجواب

حق کے پانی کو ناپاک بتانا محض جہالت اور شریعتِ مطہرہ پر افترا ہے، اور حق جس طرح بعض جاہل افطار رمضان کے وقت پیتے ہیں جس سے کہ حواس میں خلل آتا ہے ضرور ناجائز اور گناہ ہے، اور تکیے وغیرہ کا حق جو مدتوں تازہ نہ ہوتا ہو اور کریہہ بدبودے مکروہ ہے، اور عام حق جیسا کہ اہل تہذیب پیتے ہیں جس میں بدبو نہیں ہوتی وہ محض مباح ہے، وقد فصلناہ فی فتاوانا (اس کی تفصیل ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کر دی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۳ از مارہرہ بنام شیخ امیر احمد ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ادویہ انگریزی استعمال ہوں یا نہ ہوں اور اگر ہوں تو وہ کون سی ہے جس کو بلا تکلف استعمال کر لیں، اور عام فتویٰ ان کا مطلوب ہے کل ادویات کی نسبت قابل استعمال اور ناقابل استعمال، آیا نکل ادویہ ممنوع ہیں یا وہ صرف جن میں اثر شراب ہے خواہ پینے کی ہو خواہ مالش کی ہو، جواب جلد آئے تاکہ استعمال اور عطریات کا بھی معلوم ہو جائے کہ کل عطریات میں یا جس میں آمیزش شراب کی ہو بظاہر آمیزش شراب معلوم ہوتی ہو مگر اس میں خلط ہو اور ایسے عطریات کی مالش کے جائس یا سونگھے جائس، اس کی تفصیل بھی ہو جائے۔

### الجواب

انگریزی رقیق دوائیں جو چر لہلاتی ہیں ان میں عموماً اسپرٹ پڑتی ہے اور اسپرٹ یقیناً شراب بلکہ شراب کی نہایت بدتر قسموں سے ہے وہ جس ہے ان کا کھانا حرام، لگانا حرام، بدن یا کپڑے یا دونوں کی مجموعہ پر ملا کر اگر روپیہ بھر جگہ سے زیادہ میں ایسی شے لگی ہوئی نماز نہ ہوگی ہاں خشک دوا جس میں کسی نجاست کی خلط کا حال معلوم نہ ہو لگانا جائز ہے اور اگر کسی حرام شے کا اختلاط معلوم نہ ہو تو کھانے کی بھی اجازت ہے، اور افضل احتیاط ہے۔ انگریزی عطروں کا حال فقیر کو معلوم نہیں سوا اس کے کہ بہت بدبو کریہہ الرائحہ ہوتی ہیں رقیق اشیاء میں ان کی قوت رکھنے کے لئے ڈاکٹری نسخوں میں اسپرٹ ہی کا مطلقاً استعمال ہے لہذا ان سے احتراز ہی چاہئے، اور اگر ثابت ہو جائے کہ ان میں اسپرٹ ہے تو ان کا نہ صرف لگانا بلکہ سونگھنا بھی ناجائز ہے کہ شراب کے مول لینے والے اٹھانے والے پر بھی لعنت فرماتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔



مسئلہ ۳۴ بتاریخ ۲۸ جمادی الاول ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں بروز قیامت حق پینے والے سے حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام روئے مبارک پھیر لیں گے اور درود شریف اس کا پڑھنا قبول نہ ہوگا یہ بیان غلط ہے یا صحیح؟ بتینواتوجروا۔

### الجواب

یہ سب دروغ کاذب ہے اور شریعت مطہرہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اقرار، حقہ تو مباح ہے، اگر بضر غلط حرام بھی ہوتا تو اتنا گناہ نہ ہوتا جس قدر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اقرار کرنا کبیرہ شدیدہ ہے جس کے بعد بس کفر ہی کا درجہ ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۵ مسئلہ عبد الرحیم خاں صاحب از بہرام پور ضلع مرشد آباد بنگال ۲۱ صفر ۱۳۳۲ھ  
(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سنتے ہیں کہ تارڑی کے خمیر سے ڈبل روٹی پکائی جاتی ہے مسلمانوں کے لئے کھانا کیسا ہے؟

(۲) اس ملک میں اکثر کھجوروں کا رس نکالتے ہیں اس رس کا گڑ بناتے ہیں اکثر کھیر بھی پکاتے ہیں اگر تازہ رس جو کہ شیریں ہوتا ہے اور لوگ پیٹے بھی ہیں دودھ یا کہ خمیر ملا کر تارڑی بناتے ہیں تارڑی کے پینے سے نشہ ہوتا ہے مسلمانوں کے لئے یہ کیسا ہے، اذروئے شرع جواب فرمائیے۔  
اللہ تعالیٰ اجر عطا فرمائے گا۔

### الجواب

(۱) اگر ثابت ہو تو اس سے احتراز چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
(۲) جب تک اس میں نشہ نہیں جلال ہے اور اس کی کھیر اور گڑ بھی جائز ہیں اور نشہ لانے کے بعد حرام بھی ہیں اور پیشاب کی طرح نجس بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۶ مسئلہ عبد الرحیم ضلع ہوگلی دانتبار

اسپرٹ کا استعمال خوردنی اشیاء میں یا رنگ وغیرہ میں جائز ہے یا نہیں؟ بہت سے لوگ اس کو شراب کہتے ہیں۔

### الجواب

اسپرٹ واقعی شراب بلکہ سب شرابوں سے تیز و تند ہے حتیٰ کہ اپنی تیزی کے سبب سم ہوگی

مذہب معتمد مفتی برہمہ ہے کہ ہر مانع مسک کا ایک قطرہ بھی حرام اور نجس ہے لہذا اشیائے خوردنی نیز ادویہ میں اس کا استعمال مطلقاً حرام ہے انگریزی ٹیچروں میں عموماً اسپرٹ ہو تو کھانے پینے کے سوارنگے وغیرہ میں جہاں خود اس کا چھونا لگانا پڑے وہ بھی ممنوع دنا جائز ہے صرف کپڑوں میں فقیر کے نزدیک عموم بلوی حکم طہارت ہے اخذاً باصل المذہب والتفصیل فی فتاویٰنا (اصل مذہب کا اعتبار کرتے ہوئے) اور تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے۔ (ت)

مسئلہ ۳۸۸ مرسلہ عبدالرحیم ضلع ہوگلی دانبھار

پاوروٹی جو ہندوستان میں اکثر جگہ تاڑی کے لگاؤ سے پکاتے ہیں اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اور جو نہ معلوم ہو کہ یہ روٹی تاڑی سے بنی ہے اس کا کھانا کیسا ہے؟ اور جو تاڑی شامل ہو اس کو جان کر جو کھائے اس پر توبہ لازم ہے یا نہیں؟ اور وہ شخص حرام شے کا حلال سمجھنے والا ہوا یا نہیں؟

الجواب

مسئلہ تحریم حلال کو تو یہاں کوئی تعلق نہیں جب تک نشہ کو حلال نہ جانے،

لانہا فی الحرمة القطعیة و لیست فی تلك المشروبات الا فی الخمر المسکر اس لئے کہ یہ حرمت قطعیہ میں ہے حالانکہ ان مشروبات میں حرمت قطعیہ نہیں سوائے نشہ آور خمر کے کہ وہ بالاجماع حرام قطعی ہے (ت) حرام قطعاً اجماعاً۔

اور جب یہ معلوم نہ ہو کہ یہاں روٹی میں تاڑی پڑتی ہے یا نہیں تو اس کا کھانا بھی حرام نہیں لان الاصل الاباحۃ ولا یشیت حکم بالشک (کیونکہ اصل اباحت ہے اور شک کے ساتھ کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا۔ ت) ہاں اہل تقویٰ کو بچنا بہتر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فمن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه۔ جو شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا۔ (ت)

اور نہ بچیں تو مواخذہ نہیں۔ اشباہ و درمختار میں ہے:

لیس من امننا من اتقاء الشبهات یلہ ہمارا زمانہ شبہات سے بچنے کا زمانہ نہیں (ت)

اور جہاں تاڑی پڑنا معلوم ہو تو اس سے احتراز لازم ہے لان کل مائع مسکرنجس وحرام (کیونکہ ہر  
بہنے والی نشہ آورشی حرام اور نجس ہے۔ ت) مگر جب ثابت ہو کہ اس میں وہ تاڑی ملائی جاتی ہے  
جو نشہ کی حالت تک نہ پہنچی یا اس طرح ملائی جاتی ہے کہ نمک وغیرہ کی وجہ سے اس کا نشہ قطعاً زائل ہو جاتا  
ہے اس وقت جواز ہو گا اور نہ احتمال کہ شاید نشہ نہ رہا ہو کافی نہ ہو گا لان الیقین لایزول بالمشک  
(کیونکہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ ت) اس صورت میں جو اسے کھائے اس پر توبہ لازم ہے اور  
ہاتھ اور منہ اور برتن پاک کرنا بھی جسکے شیر یا شوربا میں کھائی گئی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۹ مسئلہ از ڈاک خانہ مہر گنج محلہ چرنگھی ضلع ہریال ملک بنگالہ مرسلہ محمد حسین صاحب

۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ

ایک جماعت ظاہر شدہ اند تبا کو راحرام گویند ایک جماعت ظاہر ہوئی جس کے لوگ تبا کو حرام اور  
و حقه نوشید راحرام زادہ گویند قول امام و صاحبان  
اتباع نکلند۔  
ایک جماعت ظاہر ہوئی جس کے لوگ تبا کو حرام اور  
ایک جماعت ظاہر ہوئی جس کے لوگ تبا کو حرام اور  
ایک جماعت ظاہر ہوئی جس کے لوگ تبا کو حرام اور

### الجواب

تبا کو خوردن و کشیدن و شمیدن ہمہ رواست  
کما حققناه فی حقۃ المرجان ، وقد قال  
فی غنم العیون منہ یعلم حل شرب  
الدخان و آنکہ حرام زادہ گفت تعدی بر شرع  
کود و ظلم بر مسلمانان عجب ست کہ بمقتضائے  
حدیث حرام زادہ نباشد قال صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم لا یبغی علی الناس الا  
ولد یغی او من فیہ عرق منہ و ہر کہ اتباع  
ائمہ نکلند بری از اتباع نتواں بود متبع شیطان ست

تبا کو کھانا پینا اور سونگھنا سب جائز ہے جیسا کہ  
ہم نے رسالہ "حقۃ المرجان" میں اس کی تحقیق  
کی ہے۔ غفر العیون میں فرمایا کہ اس سے تبا کو نوشی  
کا حلال ہونا معلوم ہوا۔ اور جس نے حرام زادہ کہا  
اس نے شریعت پر زیادتی اور مسلمانوں پر ظلم کیا۔  
عجب نہیں کہ وہ خود حدیث کے تقاضے کے مطابق  
حرام زادہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
نے فرمایا کہ لوگوں کو زنا کار وہی قرار دیتا ہے جو  
ولد زنا ہو یا اس میں زنا کی رگ اور جو ائمہ کرام

لے غفر عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الثالثه اداره القرآن کراچی ۹۸/۱  
لے شعب الایمان حدیث ۶۶۷۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۸۶/۵  
کنز العمال بحوالہ طب عن ابی موسیٰ حدیث ۳۰۴۵۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۹/۱۱

گو تبتع ائمہ مباش - واللہ تعالیٰ اعلم

کی اتباع نہیں کرتا وہ اتباع سے بری نہیں ہوتا ،  
وہ شیطان کی اتباع کر نیواٹا ہوتا ہے اگرچہ ائمہ کی اتباع  
کر نیواٹا نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

- مسئلہ ۲۲۰ از پندول بزرگ ڈاکٹرانہ رائے پور ضلع مظفر پور نعمت پور ہا ۹ محرم ۱۳۳۹ھ
- (۱) کھجور کا رس جو اس کے درخت کو پھیل کر ہنٹنی کے پاس سے نکالتے ہیں اس کا پینا کیسا ہے؟
- (۲) تار کا پھل جس میں رس ہوتا ہے اس رس کو نکال کر تازی پیتے ہیں اور نشہ کی وجہ سے بدست ہو جاتے ہیں لیکن پھل کھانے سے نہیں بدست ہو جانا پھل کا کھانا کیسا ہے؟
- (۳) تازی جو نشہ کی چیز ہے اس کا سرکہ بنا کر کھانا کیسا ہے؟

### الجواب

- (۱) جب تک نشہ نہ لائے جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
- (۲) پھل کھانا جائز ہے اور تازی پینا حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم
- (۳) جب حقیقتہً سرکہ ہو جائے جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
- مسئلہ ۲۲۱ اختر حسین طالب علم مدرسہ منتظر الاسلام بریلی ۳ صفر ۱۳۳۹ھ
- کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ سوائے شراب کے بھنگ، افیون، تازی، چرس کوئی شخص اتنی مقدار میں پے کہ اس سے نشہ نہ آئے وہ شخص حرام کا مرتکب ہوا یا نہیں؟
- بتینا تو جردا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

### الجواب

نشہ بذاتہ حرام ہے، نشہ کی چیزیں پینا جس سے نشہ بازوں کی مشابہت ہو اگرچہ نشہ تک نہ پہنچے یہ بھی گناہ ہے یہاں تک کہ علمائے تصریح فرماتی ہے کہ خالص پانی دو شراب کی طرح پینا بھی حرام ہے ہاں اگر دوا کے لئے کسی مرکب میں افیون یا بھنگ یا چرس کا اتنا جز ڈالا جائے جس کا عقل پر اصلاً اثر نہ ہو حرج نہیں بلکہ افیون میں اس سے بھی بچنا چاہئے کہ اس خبیث کا اثر ہے کہ معدے میں سوراخ کر دیتی ہے جو افیون کے سوا کسی بلا سے نہیں بھرتے تو خواہی نہ خواہی بڑھانی پڑتی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۲ شہر کشتہ قاضی ٹولہ مرسلہ عبدالرحیم تاریخ ۲۱ ماہ شعبان ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک سائل کوچہ و بازار میں



رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ملعون من سأل بوجه الله و ملعون  
من سئل بوجه الله ثم منع  
سائله ما لم يسأل هجرا ،  
رواه الطبرانی في المعجم الكبير  
عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالیٰ  
عنه بسند صحیح -

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ،

مَنْ سَأَلَ بِاللَّهِ فَأَعْطَى كُتِبَ لَهُ  
سَبْعُونَ حَسَنَةً، رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ  
فِي شُعْبَةِ الْإِسْمَاءِ عَنْ

له مجمع الزوائد بحواله الطبرانی كتاب الادعية باب السؤال بوجه الله الحكيم دار الكتاب بيروت ۱۵۳/۱۰

الترغيب والترهيب ترهيب السائل ان يسأل بوجه الله حديثاً ومصطفى البابي مصر ١٠١/

كنز العمال بحواله طب عن ابى موسى حديث ١٩٤٢٥ مؤسسه الرساله بيروت ٥٠٢/٦

٤ " " " ١٦-٤٦ " " " ٣٩٣/٦

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں صحیح سند کے ساتھ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :  
 مَن سَأَلَكَ بِاللَّهِ فَأَعْطُوهُ وَأَبْشَرْتُمْ  
 فِدْعُوهُ - رواه الامام الحکیم الترمذی  
 فی النوادر عن معاذ بن جبل رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ -  
 یعنی جو تم سے خدا کا واسطہ دے کر مانگے اسے  
 دو اور اگر نہ دینا چاہو تو اس کا بھی اختیار ہے  
 (اس کو امام حکیم ترمذی نے نوادر میں حضرت معاذ  
 بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :  
 لَا يَسْأَلُ بَوَاجِہَ اللَّهِ إِلَّا الْجَنَّةَ - رواه  
 ابوداؤد والضیاء عن جابر رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ بسند صحیح -  
 اللہ کے واسطے سے سوائے جنت کے کچھ نہ مانگا جائے  
 (اس کو امام ابوداؤد اور ضیاء نے صحیح سند کے  
 ساتھ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
 روایت کیا۔ (ت)

علمائے کرام نے بعد توفیق و تطبیق احادیث یہ حکم شیخ فرمایا کہ اللہ عز و جل کا واسطہ دے کر سوا اخروی  
 دینی شئی کے کچھ نہ مانگا جائے اور مانگنے والا اگر خدا کا واسطہ دے کر مانگے اور دینے والے کا اس شئی کے  
 دینے میں کوئی حرج دینی یا دنیوی نہ ہو تو مستحب و موکد دینا ہے ورنہ نہ دے بلکہ امام عبد اللہ بن مبارک  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو خدا کا واسطہ دے کر مانگے مجھے یہ خوش آتا ہے کہ اُسے کچھ نہ دیا جائے  
 یعنی تاکہ یہ عادت چھوڑ دے اس تفصیل سے سب سوالات کا جواب واضح ہو گیا۔ جو خدا کا واسطہ  
 دے کر بیٹی مانگے اور اس سے مناکحت کسی دینی یا دنیوی مصلحت کے خلاف ہے یا دوسرا اس سے  
 بہتر ہے تو ہرگز نہ مانا جائے کہ دختر کے لئے صلاح و اصلاح کا لحاظ اُس بیباک سے اہم و اعظم ہے اور  
 روپیہ پیسہ دینے میں اپنی وسعت و حالت اور سائل کے کیفیت و حاجت پر نظر درکار ہے اگر یہ  
 سائل قوی تندرست گدائی کا پیشہ ورجوگوں کی طرح ہے تو ہرگز ایک پیسہ نہ دے کہ اسے سوال  
 حرام ہے اور اسے دینا حرام پر اعانت کرنا ہے دینے والا گناہگار ہو گا اور اگر صاحب حاجت ہے اور

جس سے مانگا اس کا عزیز و قریب بھی عاجز نہ ہے اور اسکے پاس اتنا نہیں کہ دونوں کی مواسات کرے تو اقربا کی تعظیم لازم ہے ورنہ بقدر طاقت و وسعت ضرور دے اور رُوگردانی نہ کرے۔ یہ سوالات کا جواب تھا اور اتنی بات اور گزارش ہے کہ بے ادب سائل ہونا نہ چاہئے، سوال کیا جائے علمائے کرام سے کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین، اور آخر میں یہ ہدایت کی جائے کہ رُو رعایت کسی کی نہ پائی جائے، یہ کھلی دریدہ دہنی ہے علمائے دین و مفتیان شرع متین کو کسی کی رُو رعایت سے کیا تعلق جو احکام الہیہ ہیں بتاتے ہیں جو کسی کی رُو رعایت سے معاذ اللہ قصداً حکم غلط بتائیں وہ علمائے دین کب ہوئے نابینا شیطان ہوئے، عوام پر علمائے دین کا ادب باپ سے زیادہ فرض ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثَلَاثَةٌ لَا يَسْتَحِفُّ بِحَقِّهِمْ إِلَّا الْمَنَافِقُ  
بَيْنَ النِّفَاقِ ذُو الشُّبُهَةِ فِي الْإِسْلَامِ وَالْإِمَامِ  
الْمَقْسُطُ وَمُعَلِّمُ الْخَيْرِ۔ رواہ ابو الشیخ فی  
التَّوْبِیْخِ عَنْ جَابِرٍ وَطَبْرَانِیِّ فِی الْبُکْیْرِ لِیَسْنَدِ حَسَنِ  
عَنْ ابْنِ إِمَامَةِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا۔

تین شخص ہیں جن کے حق کو ہلکانہ جانے گا مگر منافق  
کھلا منافق اگر انجملہ ایک بڑا حاکم مسلمان دوسرا  
عالم کہ مسلمان کو نیک بات بتائے، تیسرا  
بادشاہ مسلمان عادل۔ اس کو ابو الشیخ نے تو بیخ  
میں حضرت جابر سے اور طبرانی نے معجم کبیر میں  
سند حسن کے ساتھ ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے  
روایت کیا۔ ت

پہلے بھی ایک سوال میں یہ تنبیہ و توہین کے کلمات اس سائل نے لکھے تھے اس پر چشم پوشی کی گئی اب یہ  
دوسری بار ہے لہذا اطلاع دی گئی سائل کو اگر ان الفاظ کے لکھنے کی ضرورت ہے ہی تو شروع سوال میں کیا  
فرماتے ہیں علمائے دین مطلق نہ لکھا کرے جس سے توہین علماء پیدا ہو بلکہ خاص اس فقیر کا نام لکھ کر اخیر میں جیسے  
الفاظ چلے گئے واللہ الہادی ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم و علمہ  
جل مجدہ اتم واحکم۔

# کتاب الرهن

(رهن کا بیان)

مسئلہ ۲۲ صفر ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شتی مرہونہ کو اپنے استعمال میں لانا یا اس میں سکونت کرنا کسی طور سے جائز ہے یا نہیں؟ (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

کسی طرح جائز نہیں، حدیث میں ہے:

كل قرض جر منفعة فهو ربواً - أخرجه  
المحارب عن سيدنا علي كرم الله تعالى  
وجهه عن النبي صلى الله تعالى عليه  
وسلم -

یعنی قرض کے ذریعہ سے جو منفعت حاصل  
کی جائے وہ سود ہے (اس کی تحریج حارث  
نے سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے کی اور  
حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے اس کو نبی کریم  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ ت)

علامہ طحاوی پھر علامہ شامی خود شرح درمختار میں فرماتے ہیں:

الغالب من احوال الناس انهم انما يريدون  
عند الدفع الانتفاع ولسولا  
لوگوں کا غالب حال یہ ہے کہ وہ مرہون شتی  
دیتے وقت نفع اٹھانے کا ارادہ رکھتے ہیں

لہ کنز العمال بحوالہ المحارب عن علی الباب الثانی حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲۳۸/۶



لما اعطاه الدرهم وهذا بمنزلة  
الشرط لان المعروف كالمشروط وهو  
مما يعين المنع انتهى اقول ولا شك  
ان هذا بعينه حال اهل الزمان  
يعرفه منهم كل من اختبر ومعلوم  
ان احكام الفقه انما تبني على الكثير  
الشائع ولا تذكر حال شذت و  
ندرت فيه الجوانب كما نص عليه المحقق  
حيث اطلق في فتح القدير وغيره من  
العلماء الكرام فالحكم في زماننا  
هو اطلاق المنع لا يرتاب فيه من  
له الهام بالعلوم والكلام ههنا  
وان كان طويلا فجملة القول ما ذكرنا  
والله تعالى اعلم

اور اگر یہ نفع اٹھانا مطلوب نہ ہو تو وہ قرض کیلئے  
درہم ہی نہ دینگے اور یہ بمنزلہ شرط کے ہو گیا اس  
لئے کہ جو چیز معروف ہو وہ مشروط کی طرح  
ہوتی ہے اور یہ بات ممانعت کو معین کرتی ہے  
انتہی، میں کہتا ہوں کہ بیشک بعینہ ہی حال  
ہمارے زمانہ والوں کا ہے جس کو ہر باخبر شخص  
جانتا ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ فقہی احکام  
کی بنیاد کثرت سے واقع ہونے والے مروج  
حال پر ہوتی ہے اور اس حال کا تذکرہ نہیں  
کیا جاتا جس میں جواز شاذ و نادر ہو۔ جیسا کہ  
اس پر محقق علی الاطلاق نے فتح القدير میں  
اور دیگر علماء کرام نے نص فرمائی ہے۔ چنانچہ  
ہمارے زمانہ میں مرہون سے نفع حاصل کرنے  
کی مطلقاً ممانعت کا حکم ہے، اور اس میں علم  
سے کچھ بھی تعلق رکھنے والے شخص کو شک نہیں ہوگا۔ یہاں گفتگو اگرچہ طویل ہے مگر اجالی بات  
وہی ہے جو ہم نے ذکر کر دی۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲ صفر ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان مثلاً سو روپیہ کو زید نے عمرو کے  
پاس رہن رکھا عمرو نے اس خیال سے کہ مجھ کو مکان مرہونہ میں سکونت نا جاتا ہے بکر ہندو کے  
ہاتھ بعض اسی قدر زر رہن کے رہن کر دیا اور اپنا اتنا ہی روپیہ بلا کسی نفع کے بکر سے لے لیا،  
اب اس مکان میں عمرو کو بکر سے کرایہ پر لے کر سکونت اختیار کرنا جائز ہے یا نہیں اور معاملہ مذکورہ  
شرعاً درست ہو گیا یا نہیں؟ بینوا تو جروا

## الجواب

شرع مطہر نے عقد رہن صرف اس لئے مشروع فرمایا ہے کہ قرض دہندہ کو اپنے رویہ کا اطمینان ہو جائے اور وصول نہ ہونے کا اندیشہ جاتا رہے اس کی مالیت سے ایک حق مرہن کا متعلق ہو جاتا ہے اور عین شئی میں سوا حفظ و حبس کے کوئی استحقاق نہیں ہوتا مرہون کے رہن یا اجارہ کا اسے اختیار نہیں کہ وہ شے اس کی مملوک نہیں صرف اس کے پاس مجبوس ہے۔

فی الدر المختار لہ حبس دھنہ لا الانتفاع بہ مطلقاً لا باستخدامہ ولا سکونی ولا لبس ولا اجارۃ ولا اعارة الخ وفي رد المحتار عن التتارخانیۃ عن شرح الطحاوی لیس للمرتهن ان یرهن الرهن ۲

در مختار میں ہے مرہن کو مرہون کے روک رکھنے کا اختیار ہے اس سے کسی قسم کا نفع اٹھانے کی اجازت نہیں، نہ اس سے خدمت لینے کی نہ سکونت کی، نہ پہننے کی، نہ اجرت پر دینے کی اور نہ عاریت پر دینے کی الخ، رد المختار میں ہے تاتارخانیہ سے بحوالہ شرح الطحاوی منقول ہے کہ مرہن کو یہ اختیار نہیں کہ وہ مرہون کو رہن پر

(مستحق)

یہاں تک کہ اگر بے اذن راہن ان تصرفات کا ارتکاب کرے گا گنہگار ہوگا اور غاصب ٹھہرے گا۔  
 کہا نص علیہ فی غایتہ ولذا الوہدک  
 ھلک بالقیمہ بالغۃ ما بلغت  
 لا بالبدین فی الدر المختار  
 ضمن بایداعہ واعارتہ  
 واجارۃ واستخدامہ  
 وتعدیہ کل قیمتہ ۳  
 وفي الہندیۃ عین  
 الرهن امانۃ فی رد

جیسا کہ غایۃ البیان میں اس پر نص کی گئی۔  
 یہی وجہ ہے کہ اگر مرہون ہلاک ہو جائے تو  
 وہ قیمت کے بدلے میں ہلاک ہو جائے گا چاہے  
 جتنی بھی قیمت ہو جائے نہ کہ قرض کے بدلے میں  
 در مختار میں ہے کہ مرہن مرہون کی کل قیمت کا  
 ضامن ہوگا جبکہ وہ مرہون کو ودیعت رکھے،  
 عاریت پر دے، اجارہ پر دے، اس سے  
 خدمت لے یا تعدی کرے الخ ہندیہ میں ہے

۱۔ الدر المختار کتاب الرهن  
 ۲۔ رد المختار کتاب الرهن باب التصرف فی الرهن دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۲۹/۵  
 ۳۔ الدر المختار کتاب الرهن مطبع مجتبائی دہلی ۲۶۶/۲  
 مطبع مجتبائی دہلی ۲۶۶/۲

المرتہن بمنزلة الوديعة ففي كل  
موضع لو فعل المودع بالوديعة  
لا يغرر فكذا لا اذا فعل  
المرتہن ذلك بالرهن ثم ملقطا  
وہاں رہن میں جب مرتہن کوئی تصرف کرے تو اس پر بھی تاوان لازم نہیں آئے گا (۱) (التقاط)۔ (۲)  
اور اگر باذن راہن واقع ہوں تو یہ تصرفات اگرچہ جائز و نافذ ہوں گے مگر وہ رہن زائل ہو جائیگا  
اور مرتہن مذکور مرتہن نہ رہے گا،

في الدر المختار المجازة والرهن من  
اجنبي اذا باشرها احدهما باذن الآخر  
يخرج عن الرهن ثم لا يعود الا بعقد  
مبتدأ لانها عقود لانزلة بخلاف  
العارية ثم ملخصا۔  
در مختار میں ہے اجنبی شخص سے مرہون کا اجارہ  
یا عقد رہن جبکہ راہن اور مرہون میں سے  
کوئی ایک دوسرے کی اجازت سے اس کا  
مباشر ہو تو وہ رہن سے خارج ہو جاتا ہے  
پھر سوائے نئے عقد کے رہن کی طرف عود  
نہیں کرنا اس لئے کہ مذکورہ بالا عقود لازم  
میں بخلاف عاریت کے (۱) ملخصا (۲)

بہر حال یہ جملہ عمر کو کچھ مفید نہیں کہ اگر زید کا اذن نہ تھا تو یہ عقود مال غیر میں تصرف بجا و  
گناہ ہے نہ اس مکان میں رہنا جائز اور اگر باذن زید واقع ہوئے یا بعد وقوع اس نے جائز  
کر دیئے تو اجارہ صحیح اور مکان میں سکونت حلال بعد اجازت اور جو کرایہ ہو اس کا مالک زید مگر مکان  
رہن سے نکل گیا۔

في شرح الطحاوي ثم التارخانية  
ثم الشامية ان سرهن باذن الراهن  
صح الثاني و بطل الاول ثم  
وفي الهندية ان اجرا المرتهن

شرح الطحاوي الهندية كتاب الرهن الباب الثامن  
الدر المختار " باب التصرف في الرهن  
رد المحتار بحواله التارخانية عن شرح الطحاوي " دار احیاء التراث العربی  
۴۶۵/۵ نورانی کتب خانہ پشاور  
۲۷۴/۲ مطبع مجتہبی دہلی  
۳۲۹/۵

اگر مرتہن نے راہن کے حکم پر مرہون شئی کسی کو  
اجارہ داری پر دی تو وہ راہن سے نکل جائیگی  
اور اجرت راہن کے لئے ہوگی الخ (د)

من اجنبی یا مرال راہن یخرج من  
الرہن وتكون الاجرة للراہن الخ۔

شقوق اس مسئلہ میں بکثرت ہیں،

لان مرہن المرتهن امان یكون باذن  
المرآهنا ولا وعلى الثاني امان یجیز  
اویرة اولاولا فلهذا اربعة وعلى کل  
منهما مثلها فی الاجارة فتكون  
ستة عشر وان جعل الاولات من  
التشقیقین واحدا لاتحاد الحكم  
فان الاجارة اللاحقة کالوكالة  
السابقة كما فی الخیرة فتبقى  
تسعة۔

کیونکہ مرتہن کا مرہون کو رہن رکھنا یا تو راہن  
کی اجازت سے ہو گا یا ایسا نہیں ہو گا،  
بصورت ثانی راہن اجازت دے دے گا  
یا رد کر دے گا یا نہ اجازت دے گا اور نہ ہی  
رد کرے گا تو اس طرح چار صورتیں ہو جائیگی  
پھر ان میں سے ہر ایک میں یوں ہی حار  
صورتیں اجارہ کی بنیں گی، چنانچہ مجموعی احتمالات  
سولہ ہو جائیں گے۔ اور اگر دونوں تشقیقوں کی  
پہلی صورت کو اتحاد حکم کی وجہ سے ایک بنا دیا جائے  
کیونکہ اجازت لاحقہ، وکالات سابقہ کی طرح ہوتی ہے جیسا کہ خیرہ میں ہے، تو باقی نو صورتیں  
بچیں گی۔ (د)

لیکن حاصل حکم اُسی قدر ہے کہ یا تو رہن معدوم یا یہ اجارہ بیجا اور سکونت ناجائز۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲ صفر ۱۳۰۶ھ

مسئلہ ۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرتہن سے مکان مرہون کرایہ پر لینا مالک  
مرہون یا غیر مالک کو مباح ہے یا نہیں؟ بلینا و تو جروا۔

الجواب

مرتہن سے راہن کا شئی مرہون کو کرایہ پر لینا اصلاً وجہ صحت نہیں رکھتا کہ مالک کا اپنی ملک کو



دوسرے سے کرایہ پر لینا محض بے معنی ہے،  
 فی الہندیۃ آجرھا من الراہن لا تصح  
 الاجارۃ لے  
 ہندیہ میں ہے مرنے والے مرہون کی راہن کو اجرت پر دی  
 تو اجارہ صحیح نہیں ہوگا۔ (ت)

اور اجنبی کو بھی مرہون سے اجارہ پر لینا مباح نہیں کہ وہ غیر مالک ہے اور کرایہ پر دینے کا اصل  
 اختیار نہیں رکھتا تو جس طرح مرہون اس فعل سے گناہ گار ہوگا کہ اس نے ملک غیر میں تصرف بجا  
 کیا اس لئے کرایہ اسے حلال نہ ہوگا بلکہ شرع حکم دے گی کہ خیرات کر دے یا راہن کو دے دے  
 اور یہی اولیٰ ہے کہما حققناہ فی تحریر مستقل (جیسا کہ ہم نے مستقل تحریر میں اسکی  
 تحقیق کر دی ہے۔ ت) اسی طرح یہ مستاجر بھی جبکہ جانتا ہو کہ مکان اس کی ملک نہیں بلکہ  
 اس کے پاس بطور رہن ہے اس سے کرایہ پر لے کر قبلاً گناہ ہوگا کہ یہ غیر کے مکان میں بے اس کے  
 اجازت کے رہا اور مرہون کو گناہ پر معاون ہوا،

قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونا علی الاثم  
 والعدوان، ومن القواعد الحقیقیۃ ان  
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور گناہ اور زیادتی پر باہم  
 مدد نہ کرنا اور مسلمہ قواعد میں سے ہے کہ جس  
 چیز کا لینا حرام اس کا دینا بھی حرام  
 ہوتا ہے۔ (ت)

ہاں اگر یہ اجارہ باذن راہن واقع ہو گیا راہن بعد وقوع اجازت دے دے تو بے شک  
 عقد جائز و نافذ اور رہنا حلال و مباح ہو جائے گا مگر اس تقدیر پر درحقیقت راہن سے  
 اجارہ لینا ہوا نہ مرہون سے ولہذا بعد اجازت جو کرایہ آئے گا اس کا مالک راہن ہوگا اور اس  
 صورت میں مکان مرہون رہن سے نکل جائے گا کما فی الہندیۃ وغیرھا (جیسا کہ ہندیہ  
 وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۸۱ از جہان دہر محلہ راستہ بھگوارہ دروازہ مرسلہ میاں شمس الدین شعبان ۱۳۱۰ھ  
 گردی زمین و مکانات سے نفع اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟

۱۔ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الرهن الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۶۳  
 ۲۔ القرآن الکریم ۵/۲  
 ۳۔ الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الرابعة عشر ادارة القرآن کراچی ۱/۱۸۹

## الجواب

اس قسم کے مسائل میں قول منفع و محرر و اصل تحقق و مقرر یہ ہے کہ بر بنائے قرض کسی قسم کا نفع لینا مطلقاً سود و حرام ہے، حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کل قرض جو منفعۃ قہوراً - رواہ المحارث فی مسندہ عن امیر المومنین المرآۃ فی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جو قرض کوئی نفع کھینچ کر لائے وہ سود ہے۔ اس کو حارث نے اپنی مسند میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور اگر اس بنا سے جدا ویسی ہی باہمی سلوک کے طور پر کوئی نفع و انتفاع ہو تو وہ دیون کی مرضی پر ہے اس کے خالص رضا و اذن سے ہو تو روا و نہ حرام، اب یہ بات کہ یہ انتفاع بر بنائے قرض ہے یا بطور سلوک اس کے لئے معیار شرط و قرار داد ہے یعنی اگر قرض اس شرط پر دیا کہ نفع لیں گے تو وہ نفع بر بنائے قرض حرام ہوا، اور اگر قرض میں اس کا کچھ لحاظ نہ تھا پھر آپس کی رضامندی سے کوئی منفعت بطور احسان و مروت حاصل ہوئی تو وہ بر بنائے حسن سلوک ہے نہ بر بنائے قرض تو مدار کار شرط پر ٹھہرا یعنی نفع مشروط سود اور نفع غیر مشروط سود نہیں بلکہ باذن مالک مباح، پھر شرط کی دو صورتیں ہیں: نصاً یعنی بالتصریح قرار داد انتفاع ہو جائے، اور عرفاً کہ زبان سے کچھ نہ کہیں مگر بحکم رسم و رواج قرار داد معلوم اور داد و ستد خود ہی ماخوذ و مفہوم ہو ان دونوں صورتوں میں وہ نفع حرام و سود ہے،

فان المعهود کالمشروط لفظاً (ت) اس لئے کہ بے شک جو عرف کے اعتبار سے معهود ہو مجہول یا سیاہی ہوتا ہے جیسے لفظوں میں مشروط ہو۔ (ت)

در مختار میں ہے،

قالوا اذالم تکف المنفعة مشروطۃ ولا متعارفۃ  
مشائخ نے کہا جو منفعت مشروط نہ ہو اور نہ ہی متعارف ہو تو اس میں کوئی

فتح القدر میں ہے :

فی الفتاوی الصغری وغیرہا انت کان  
النفع مشروطاً فی القرض فهو  
حرام والقرض بہذا الشرط  
فاسد والاجابۃ الاتری انتہ لو  
قضاء احسن مما علیہ لایکثرہ اذا  
لم یکت مشروطاً وقالوا وانما  
یحل ذلک عند عدم الشرط اذا  
لم یکن فیہ عرف ظاہر فان کان  
یعرف انت ذلک یفعل  
لذلک فلا ھ ملخصاً۔

فتاویٰ صغریٰ وغیرہ میں ہے کہ اگر قرض میں نفع  
کی شرط لگائی گئی تو نفع حرام، اور قرض اس  
شرط کے ساتھ فاسد ہوگا، اور اگر شرط  
نہیں لگائی گئی تو جائز ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا  
کہ جس پر قرض ہے اگر وہ قرض سے زیادہ  
بہتر واپس کرے تو یہ مکروہ نہ ہوگا بشرطیکہ  
اس کی شرط نہ لگائی گئی ہو۔ مشائخ نے کہا  
عدم شرط کی صورت میں یہ حلال تب ہوگا جب  
زیادہ واپس کرنے کا عرف ظاہر نہ ہو اور  
اگر یہ معروف ہے تو پھر ایسا کرنا جائز نہیں  
احصاء (ت)

منہ الغفار میں جواہر الفتاوی سے ہے :

اذا کان مشروطاً صار قرضاً فیہ  
منفعة فهو رباً والا فلا باس بہ

جب شرط لگادی گئی تو یہ ایسا قرض ہو گیا  
جس میں نفع ہے لہذا وہ سود ہوا اور  
اگر مشروط نہیں تو کوئی حرج نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

ما فی الجواہر یصلح للتوفیق وھو  
وجیہ و ذکر و انظیرہ فیما لو  
اھدع المستقرض للمقرض

جو کچھ جواہر میں ہے وہ موافقت کی صلاحیت  
رکھتا ہے اور وہ وجیہ ہے۔ اس کی نظیر  
مشائخ نے ذکر کی کہ جب مقروض قرض دہندہ کو

ان کانت بشرط کسرة و الافلاک  
 بدیہ دے تو اگر اس کی شرط لگائی گئی ہے تب  
 تو مکروہ ہے ورنہ نہیں۔ (ت)

جب یہ اصل کی معلوم ہو لی حکم مسئلہ واضح ہو گیا کہ اگر مکان وغیرہ شئی مرہون سے مرہون  
 کا بذریعہ سکونت وغیرہ نفع لینا مشروط ہو چکا ہے جیسا کہ دخی رہن ناموں میں اس کی صاف تصریح  
 ہوئی ہے جب تو اس کا صریح سود حرام ہوتا ظاہر ورنہ غالب عرف و عادت رسم و رواج  
 زمانہ صراحتہ حاکم ابنائے زمانہ اسی نفع کی غرض سے قرض دیتے ہیں اور لینے دینے والے سب  
 بغیر ذکر اسے قرار یافتہ سمجھتے ہیں اگر مرہون جانے کہ مجھے انتفاع نہ ملے گا ہرگز عقد نہ کرے اور رہن  
 بوجہ قرض ہا ہوا نہ ہو تو کبھی مجبوراً اجازت انتفاع نہ دے ولہذا مرہون اس نفع و سود کو اپنا حق واجب  
 جانتے ہیں اور رہن کو اس پر مجبور کرتے ہیں، تو یہ انتفاع اگرچہ لفظاً مشروط نہ ہو عرفاً بیشک مشروط  
 و معہود ہے تو حکم مطلق حرمت و ممانعت ہے۔ علامہ احمد عطاوی پھر علامہ محمد شامی قدس سرہما  
 ایسا ہی حواشی درمیں فرماتے ہیں:

الغالب من احوال الناس انهم انما  
 یزیدون عند الدفع الانتفاع و لولا  
 لہا اعطاء الدراہم و ہذا  
 بمنزلة الشرط لان المعروف كالشرط  
 و هو مما یعین المنع  
 لوگوں کا غالب حال یہ ہے کہ رہن کے وقت  
 وہ مرہون سے نفع اٹھانے کا ارادہ رکھتے ہیں  
 اگر نفع متوقع نہ ہو تو قرض پر درہم  
 ہی نہ دیں گے، اور وہ بمنزلہ شرط کے ہے کیونکہ  
 معروف کا حکم مشروط کے حکم کی مثل ہوتا ہے  
 اور یہ ممانعت کو متعین کرتا ہے۔ (ت)

ہاں اگر مرہون بے لحاظ انتفاع قرض دے اور صرف بغرض وثوق وصول جو تشریع رہن سے  
 مقصود شارع ہے رہن لے اور عاقدین وقت عقد صراحتہ مشروط کر لیں کہ مرہون کسی طرح  
 نفع اٹھانے کا مجاز نہ ہوگا،

وذلك لان ما صار معروفاً  
 لا یصیر مرفوعاً بالسکوت  
 یہ اس لئے ہے کہ جو چیز معروف ہو چکی ہو  
 وہ چُپ رہنے سے مرفوع نہیں ہو جاتی

رد المحتار کتاب الرهن دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۱۱/۵  
 " " " " " " " " ۳۱۱/۵



فلایکفی عدم الشرط بل شرط عدم کے  
یفوق الصریح الدلالة۔  
ہوگی تاکہ صریح دلالت پر فوقیت پا جائے (ت)

پھر راہن اپنی خوشی سے مرتہن کو انتفاع کی اجازت دے اور مرتہن صرف بر بنائے اجازت  
نہ کہ اپنا استحقاق جان کر نفع اٹھائے اور حال یہ ہو کہ اگر راہن اُس وقت روک دے تو فوراً  
رُک جائے یعنی بعد اس شرط عدم انتفاع کے مالک نے برضا نے خود مکان رہن میں رہنے کا اذن دیا  
یہ اگر بیٹھا ہی تھا کہ اس نے منع کیا تو معاً باز رہے اور اصلاً چون و چرا نہ کرے تو ایسا انتفاع  
جب تک رضا نے راہن رہے حلال ہوگا، مگر حاشا ہندوستان میں اس صورت کی صورت کہاں  
اللہ عزوجل مسلمانوں کی اصلاح فرمائے، آمین! واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۹ ۳ رجب ۱۳۱۲ھ

زید نے عمرو سے مبلغ دو ہزار روپیہ بے سود قرض لے ایک موضع اپنا بطور رہن کے عمرو کے قبضہ  
میں دے دیا تو فی اس موضع کی تقریباً تین سو روپیہ ہے اس صورت میں بیعوض حق المحدث تحصیل وصول  
و ادائے سامان حاکم وقت و دیگر کاروبار متعلقہ موضع مذکور کے مبلغ دس روپیہ ماہوار کے حساب سے  
ایک سو بیس روپیہ سالانہ عمرو کو دینا چاہتا ہے، پس لینا اجرت مذکور کا عمرو کو زید سے بحالت مسطورہ  
شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور زید کے کاموں کا انجام دینا اور توفیر وصول کر کے پہنچانا باخذ اجرت  
و حق المحدث درست ہے یا نہیں؟

### الجواب

رہن و اجارہ باہم دو عقد متنافی ہیں کہ شرعاً جمع نہیں ہوتے جو ان میں بوجہ نفاذ دوسرے  
پر وارد ہوگا اسے باطل کر دے گا کے مافض علیہ الکبار فی معتمدات الاسفار (جیسا کہ  
اس پر منعمہ کتابوں میں علماء کبار نے نص فرمائی ہے۔ ت) تو رہن دیہات کا یہ طریقہ کہ زمین مزارعین  
پر کے اجارہ پر رہے اور گاؤں مرتہن کے پاس رہن ہو محض باطل و بے معنی ہے بلکہ یہ رہن  
اجازت مستاجران زمین پر موقوف رہے گا اگر وہ باطل کر دینگے رہن باطل ہو جائے گا اجازت  
دیں گے تو ان کا اجارہ باطل ہو کر ان کی طرف سے استعفاء بقرار پائے گا پھر بعد استعفاء جب  
رہن صحیح ہوا تو اب زمین اجارہ زراعت پر نہیں اٹھ سکتی اگر راہن بے اجازت مرتہن زمین

اٹھائے گا اجازت مرتہی پر موقوف رہے گی، اگر باطل کر دے گا اجارہ زمین باطل ہو جائے گا رہن قائم رہے گا اجازت دے گا تو رہن باطل اجارہ زمین صحیح ہو جائے گا، بہر حال رہن واجب رہے دونوں جمع ہوں یہ ہرگز نہ ہوگا کل ذلك مصرح به في الكتب الفقهية (اس تمام کی تصریح فقہ کی کتابوں میں کر دی گئی ہے۔ ت) پس صورت مستفسرہ میں کہ زید نے اپنا گاؤں عمرو کے پاس رہن رکھنا ظاہر ہے کہ مزارعین وہ سے استعفاء نہ لیا ہوگا کہا ہو المعروف والمعہود فی هذا العہود (جیسا کہ اس زمانے میں مشہور و معروف ہے۔ ت) تو شرعاً وہ رہن صحیح ہی نہ ہوا اور اگر بالفرض استعفاء لے بھی تو اب کہ مزارعوں کے پاس اجارہ پر ہے ضرور ہے کہ یہ اجارہ بعد رہن یا راہن نے کیا اور مرتہن نے اسے جائز رکھا کہ تحصیل زر اجارہ پر نوکر رکھنا چاہتا ہے یا مرتہن نے کیا اور راہن نے اسے جائز کر دیا کہ تحصیل زر اجارہ پر اسے نوکر رکھنا چاہتا ہے بہر حال گاؤں رہن سے نکل گیا اب نہ زید راہن نہ عمرو مرتہن، نوکری کا اختیار پر قرضہ عمرو ذمہ زید جدارہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مشکلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فضلاء شریع متین اس بارے میں کہ ایک مکان پختہ زید کا اور بعد فوت زید کے وہ مکان بیع قبض و دخل دونوں لڑکوں زید کے رہا ایک طفل کلاں کا نام عمرو اور طفل خورد کا نام بکر بیعت تنگدستی کے بکر حصہ اپنا غیر شخص کے ہاتھ مبلغ چار صد روپیہ کو فروخت کرتا تھا عمرو نے ظلم تعدی کر کے مبلغ تین سو روپیہ کو خرید کر لیا اس میں سے مبلغ ایک سو روپیہ نقد بکر کو دیتے اور بالعوض مبلغ صد روپیہ کے مکان سکونت اپنے کا عمرو نے پاس بکر کے رہن دخلی کر دیا بعد وہ مکان بکر ایہ صد روپیہ ماہواری کرایہ پر بکر نے دے دیا وہ کرایہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا تو جروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں بر تقدیر صحت بیع اگر بکر نے مکان مرہون با اجازت عمر کرایہ پر دیا تو رہن باطل ہو گیا اور زید کرایہ عمرو کو ملے گا بکر کا اس میں کچھ حق نہیں اور جو عمرو کی اجازت نہ تھی تو زید کرایہ بکر کا ہے مگر اس کے لئے وہ مال طیب نہیں زید غیث کو اپنے صرف میں نہ لائے مانع اجابت دعا ہوتا ہے کما فی الحدیث (جیسا کہ حدیث میں ہے۔ ت) بلکہ تصدق کر دے یا مالک کو دے دے کہ فی غنم العیون للحموی عن البرازیة و نحوه فی الہندیة عن فتاویٰ قاضی خان (جیسا کہ حموی کی غنم العیون میں بحوالہ برازیہ منقول

ہے اور اسی کی مثل ہند میں فتاویٰ قاضی خان سے منقول ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

### مسئلہ از ریاست رام پور

ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اندرین مسئلہ کہ ہندہ از زید نابالغ کہ دران زمان ہشت سالہ بود قرض گرفت و مکان خود بمیعاد دو ماہ نزد او گرو داشت و ہندہ بدستور دران مکان ساکن بود پس ازان زید آن مکان را بذریعہ مرہنی بجمہر و پسر ہندہ بحساب یازدہ روپیہ چہار آنہ ماہوار بکرایہ داد و در کرایہ گرفتن لفظ عسرو ہم چنین بودہ کہ مکان فلانی از زید بحسبیں اجرت مایانہ بکرایہ گرفتہ و استعارہ میکنم کہ تا انفکاک رہن اجرت ماہ بماہ دہم و یک اقرارنامہ نوشت کہ میان دو ماہ میعاد مندرجہ رہن نامہ موضع یعنی عوض مکان نزد مرہن رہن خواہم کرد و روپیہ کرایہ یکساں بمرہن دہم لیکن عسرو دران مکان یکروزہم سکونت نور زید بمکان مملوک خود کہ ہمدراں محلہ واقع است ساکن ماند نہ آن مکان فارغ بود کہ ہندہ خود در و سکونت میداشت کہ از بس بیازدہ ماہ فلک رہن و تبدیلیش بموضع مینی رونمود زید تا چار و نیم سال از مطالبہ اجرت

کیا ارشاد ہے آپ کا اے علماء کرام، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے آٹھ سالہ نابالغ زید سے قرض لیا اور اپنا مکان دو ماہ کی مدت کے لئے اس کے پاس رہن رکھ دیا، اس کے باوجود ہندہ حسب سابق اس مکان میں مقیم رہی، پھر زید نے وہ مکان بحیثیت مرہن لے کر ہندہ کے بیٹے عمرو کو گیارہ روپے چار آنے کے مایانہ کرائے پر دے دیا، کرائے پر مکان لیتے ہوئے عمرو نے یہ الفاظ کہے کہ میں نے فلاں مکان زید سے اتنے مایانہ کرائے پر لیا اور میں اقرار کرتا ہوں کہ رہن کے چھڑانے تک ہر ماہ کرایہ ادا کرتا رہوں گا، اور ایک اقرارنامہ لکھا کہ رہن نامہ میں مندرجہ دو ماہ کی مدت میں موضع مینی مرہن (زید) کے پاس مکان کے بدلے رہن رکھ دوں گا، اور کرائے کے روپے باقاعدگی سے ادا کرتا رہوں گا، لیکن عمرو نے ایک دن بھی اس مکان میں رہائش اختیار نہیں کی بلکہ اپنے مکان ہی میں رہا جو اسی محلے میں ہے۔ وہ مکان فارغ نہیں تھا کیونکہ خود ہندہ اس مکان میں رہائش پذیر تھی، گیارہ ماہ میں رہن کی واگزاری اور موضع مینی کے ساتھ اس کی تبدیلی رونما ہوئی، زید ساڑھے چار

مہر سکوت بر لب نہاد بعد ایں قدر  
مدت مدید برائے اجرت یافتن استغاثہ  
کرد گویا پائش بوقوع رہن و اجارہ شہادت  
دادہ بیاں می کنند کہ مدعا علیہ پس از تصدیق  
اجارہ نامہ و سپردنش بمدعی قبضہ بر مکان  
کمر و بہ متعلقان خویش در وسکونت و رزید  
بلکہ ہنوز قبضہ مدعا علیہ براں مکان استکانت  
حالا از علمائے دین متین اید ہم اللہ توفیقہ استفسار  
میرود کہ در صورت مذکورہ حکم شرعی چیست  
و رہن و اجارہ مسطورہ صحیح است یا نہ و زر  
کرایہ کل یا بعض بر ذمہ عہدہ و واجب الادا  
ست یا چہ و گواہی مذکورہ صالح استناد  
و شایان اعتماد است یا خیر۔ بنیوا تو جروا۔  
اور کرایہ پورا یا اس کا کچھ حصہ عہدہ کے ذمہ واجب الادا ہے یا نہیں؟ اور مذکورہ گواہی قابل اعتماد  
ہے یا نہیں؟ بنیوا تو جروا۔

### الجواب

رہن مذکورہ ہرگز صحیح نیست و اگر نباشد  
در وجبہ تقرر اجل تا ایں قدر ہم افساد  
را بسند است فی الاشباہ الاجل فی  
الرہن یفسد<sup>۱</sup> ہم چنین آں اجارہ  
نیز وجبہ صحت ندارد کہ تفسیر سوال  
سپید می گوید کہ مدت در پردہ جہالت  
ماند نقص ایجاب و قبول از ذکر اجل  
رہن مذکور ہرگز صحیح نہیں ہے، اگر اس میں  
مدت کے معین کرنے کے علاوہ کچھ نہ ہوتا تو  
یہ بھی رہن کے فاسد کرنے کے لئے کافی تھا  
الاشباہ میں ہے، رہن میں مدت کا مقرر  
کرنا اسے فاسد کر دیتا ہے، اسی طرح اس  
اجارہ (کرائے پر دینے) کے صحیح ہونے کی بھی  
کوئی صورت نہیں ہے، سوال کی عبارت سے



راسا معزول وآں لفظ کہ تا فکاک  
 رہن کرایہ ماہ بہ ماہ دہم وعدہ الیست  
 جداگانہ از نسخ قبول بیگانہ او اگر نہ آنچنان  
 گیریم تا فکاک رہن خود امر لیت تا معین  
 چہ دانی امروزے شود یا در وہ سال  
 و معلوم بہت کہ جہالت مدت در اجارہ  
 فساد آرد فی الدر المختار  
 كل ما افسد البیع  
 یفسدھا کجھالۃ مدۃ  
 ملخصا پس در صورت مستفسرہ  
 بحساب اجبر مثل حدیث باید کرد  
 یعنی یا زدہ روپیہ چار آنہ کل یا بعضا  
 چیزے لازم نیاید بلے اگر انجب سخن  
 مے توان گفت اجبر مثل حدیث باید کرد  
 یعنی آنچہ اجبرت بمحو حنانہ در  
 بمحو جائے در بمحو زمانے باشد بشرطیکہ  
 بر زر مستی نیفراید کما هو  
 حکم الاحباسۃ الفاسدة اذا  
 فسدت لالجمالة المستی  
 لیکن در اجارہ فاسدہ اجر  
 مثل ہم لازم نیاید الا بدو شرط  
 یکے حقیقت انتفاع متاجر  
 بدان چیز متاجر کہ قوۃ تمکن

واضح ہے کہ مدت اجارہ مجہول رہی، محض ایجاب  
 قبول کادمت کے ذکر سے کوئی نہیں ہے،  
 اور یہ کہنا کہ ہر ماہ کرایہ دیتا رہوں گا صرف ایک وعدہ  
 ہے جس کا قبول کرنے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں  
 ہے، اور اگر اس پہلو کو نہ لیا جائے تو رہن  
 کی واگزار می تک یہ خود غیر معین (اور مجہول  
 ہے) کیا پتا آج ہوتا ہے یا دس سال میں  
 اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ اجارہ میں مدت کا مجہول  
 ہونا اسے فاسد کر دیتا ہے، دو مختار میں ہے  
 جو چیز بیع کو فاسد کر دیتی ہے اجارہ کو بھی  
 فاسد کر دے گی جیسے مدت کی جہالت اس  
 تخصیص لہذا جس صورت کے بارے میں سوال  
 کیا گیا ہے اس میں بیان کردہ کرائے یعنی  
 گیارہ روپے اور چار آنے کے حساب سے تمام  
 کرایہ یا اس کا کچھ حصہ لازم نہیں آتا، ہاں  
 اس جگہ اگر بات کی جاسکتی ہے تو "اجر مثل"  
 کی بات کرنی چاہئے، یعنی ایسی جگہ اور ایسے  
 وقت میں ایسے گھر کا جو کرایہ ہو سکتا ہے بشرطیکہ  
 بیان کردہ کرائے سے زیادہ نہ ہو، جیسے کہ  
 اجارہ فاسد کا حکم ہے جبکہ وہ فاسد ہو لیکن  
 بیان کردہ کرائے کی جہالت کی وجہ سے نہ ہو  
 لیکن فاسد اجارے میں اجر مثل بھی تب لازم  
 آتا ہے جب دو شرطیں پائی جائیں: (۱) کرائے

ارتفاع را اینجا برگ و بار نیست فی الاشباہ  
 التمكن من الانتفاع  
 یوجب الاجر الا في  
 مسائل الاولى اذا كانت  
 الاجارة فاسدة فلا یجب  
 الا بحقیقة الانتفاع كما فی  
 فصول العمادی دوم وقوع  
 تسلیم از جانب مواجر بوجہ اجاره  
 كما فی غمز العیون والبصائر  
 عن البزائرية انما یجب  
 الاجر فی الفاسد بحقیقة  
 الاستیفاء اذا وجد التسليم من  
 جهة الاجارة وفي الهندية  
 بعد ما وجب الاستیفاء حقیقة  
 انما یجب الاجر اذا وجد  
 التسليم الى المستاجر من  
 جهة المواجر پس در صورتیکه  
 عمر و مستاجر در آن مکان یکروز  
 هم سکونت نورزیدند آن مکان فاغ  
 بود که خود هتده مالک در سکونت  
 میداشت و اگر بیچ میرکس که مواجرین  
 دهن عقد تا چند سال تناسخ فکر  
 کردند یا فکاک دهن و تبدیل

پر لینے والا کرائے کی چیز سے حقیقہ نفع اٹھائے  
 کیونکہ نفع حاصل کرنے کی قوت کا اس جگہ  
 کوئی اعتبار نہیں ہے۔ الاشباہ میں ہے  
 حقیقہ نفع حاصل کرنے پر قادر ہونا کرائے کو  
 واجب کرتا ہے مگر چند مسائل میں (۱) جب اجارہ  
 فاسد ہو تو اجر صرف اس وقت واجب ہو گا  
 جب حقیقہ نفع حاصل کیا جائے گا جیسے فصول عمادی  
 میں ہے۔ (۲) اجرت پر دینے والا بطور کرایہ  
 کرایہ دار کے سپرد کر دے، جیسے کہ غمز العیون  
 والبصائر میں بزائریہ سے نقل کیا گیا ہے کہ اجارہ  
 فاسدہ میں کرایہ صرف اس وقت واجب  
 ہوتا ہے جب حقیقہ نفع بھر پور نفع حاصل کیا جائے  
 اور بطور کرایہ کرایہ دار کو چیز سپرد کی جائے  
 فتاویٰ ہندیہ (عالمگیری) میں ہے کہ جب  
 حقیقہ نفع بھر پور نفع حاصل کرنا پایا جائے تو  
 کرایہ صرف اس صورت میں واجب ہوگا جب  
 کرایہ پر دینے والا کرائے کی چیز کو کرایہ دار  
 کے سپرد کر دے گا۔ پس جس صورت میں  
 کرائے دار عمر و نے اس مکان میں ایک دن  
 بھی قیام نہیں کیا، نہ ہی وہ مکان خالی تھا، کیونکہ  
 ہتدہ جو اس مکان کی مالک تھی اس مکان میں  
 رہائش پذیر تھی، یہ مت پوچھتے کہ دهن کو بطور  
 کرایہ دینے والوں نے کتنے سال عقد کو فسخ

۱۔ الاشباہ والنظائر القرن الثانی کتاب الاجارات ادارة القرآن کراچی ۵۰/۲

۲۔ غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر ۳۔ الفتاویٰ ہندیہ کتاب الاجاره الباب الثانی فورانی کتب خانہ کراچی ۴۴/۴

مربہوں درجہ قدرت پدید آمد کا نام  
 ماکان وانگے از اجرت بر ذمہ او لازم  
 نیست زیرا کہ چون حقیقت انتفاع  
 پر ہوا ہے عدم کشاید لزوم اجر نیند  
 غنا معاش در گوتمکن ہزار باشد  
 و خود از پنج پیرے پرسی کہ جائے تمکن  
 ہم مفقودست زید را گو کہ از گریبان عمرو  
 دست کوتاہ دارد از شہادت شہدائے  
 زید ہم اینجہ کارے نکشاید و آبے  
 بر روئے کار نیاید کہ از بیان  
 شان بر تقدیر اجتماع شرائط  
 قبول ہیں قدر ثبوت می چونند کہ  
 مدعا علیہ بر اں مکان قبضہ آورد  
 با و ابستگان خویش در وسکونت کرد  
 از کجا کہ مدعی نیند اں مکان را از سامان  
 خود تقصیر یغ نموده بدست مدعا علیہ  
 سپرد و خود با تو گفتہ ایم کہ مجرد سکونت  
 بے تسلیم مواجب بر وجہ اجارہ  
 اینجہ ثمرے ندارد می تواند کہ سکونت  
 عمرو بر سبیل ہماں انبساط معهود  
 کہ در میان اصول و فروع بودہ باشد  
 کہ اولاً را چنانکہ دانی اگرچہ مساکیں  
 جدا گانہ باشد گاہے از سکونت  
 نزد والدین ہم مانع نیست نہ ازین  
 بیان گواہان مدت انتفاع رنگ

کرنے کی فکر کی ہوگی یا رہن کو پھرانے اور رہن  
 رکھی ہوئی چیز کو تبدیل کرنے پر کتنی مدت  
 صرف ہوئی ہوگی؟ بہر صورت عمرو کے ذمہ پر  
 کرایہ لازم نہیں ہے، اس لئے کہ جب  
 حقیقت انتفاع ہوا ہے عدم میں پر کھولتی  
 ہے تو کرائے کا لازم ہونا بھی اپنی لگام پھیر  
 لے گا (یعنی جب حقیقت نفع حاصل نہیں  
 کیا گیا تو کرایہ بھی لازم نہیں ہے ۱۲ مترجم)  
 اگرچہ نفع حاصل کرنے کی قوت ہزار مرتبہ ہو  
 آپ اس جگہ کیا پوچھتے ہیں کہ یہاں تو نفع  
 حاصل کرنے کی قدرت بھی نہیں ہے، زید  
 کو کہیں کہ عمرو کا گریبان چھوڑ دے، زید  
 کے گواہوں کی گواہی سے بھی اس جگہ کوئی  
 کام نہیں بننا اور پانی کا رآمد ثابت نہیں  
 ہوتا، کیونکہ قبولیت کی شرطیں جمع ہونے  
 کی صورت میں بھی ان کے بیان سے صرف  
 یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ مدعا علیہ  
 نے اس مکان پر قبضہ کر لیا اور اپنے  
 متعلقین سمیت اس میں رہائش اختیار  
 کر لی، یہ بات کہاں سے ثابت ہوئی کہ مدعی  
 نے بھی وہ مکان اپنے سامان سے خالی کر کے  
 مدعا علیہ کے سپرد کر دیا۔ ہم اس سے پہلے  
 بیان کر چکے ہیں کہ محض رہائش کا اس جگہ  
 کوئی فائدہ نہیں ہے جب تک کہ مالک  
 بطور کرایہ کرائے دار کے سپرد نہ کرے،

ظہور یافت و قول ایشان کہ بلکہ ہنوز  
 قبضہ مدعا علیہ براں مکان آشکار  
 ست با حقہ کار آید کہ قبضہ انتفاع  
 و تمکن انتفاع را شامل و اینج  
 محض تمکن از ثمر عاقل کما  
 قد القینا علیک سخن گفتنی  
 ماند از افتراء نامہ کہ مدعا علیہ  
 بتحریش پرداخت اگر نیک بنگری  
 ہمانا سراسر لغو و مہل ست و  
 بر بیانش حکم نمی رسد اینکہ محبہ و  
 وعدہ و آلہ ہم بچیزے کہ شرعا  
 وجہ صحت ندارد از حقہ و مواخذہ  
 و مدعی را مطالبہ روا باشد بالجملہ  
 ہر چند در احبارہ ملک غیر  
 بے رخصت شرع مطلقہ اگر پیش از  
 استیفائے منافع اجازتے از مالک  
 و نمایندہ استحقاق اجرت مرعات  
 مواجب رامی باشد شرع  
 فرمائش دہد کہ بصدقہ یا بدامان  
 مالک نہ کما فی منیۃ المفتی  
 و الخانیۃ و الغنم و الہندیۃ  
 وغیرہ اما در صورت مستفسرہ  
 بر بنائے وجہ مذکورہ گردن عمرو  
 از بار اجرت آل فرو می بینم فقیر  
 غفر اللہ تعالیٰ لہ ایں مباحث را

ہو سکتا ہے کہ عمرو کی رہائش اسی معلوم ہے تکلفی  
 پر مبنی ہو جو ماں باپ اور اولاد کے درمیان  
 ہوتی ہے، جیسے کہ آپ جانتے ہیں کہ مسکین  
 اولاد اگرچہ الگ رہتی ہوں کے لئے گاہے بگاہے  
 والدین کے پاس رہنے سے کوئی چیز مانع  
 نہیں ہے، گواہوں کے اس بیان سے  
 نفع حاصل کرنے کی مدت بھی واضح نہیں ہوتی  
 اور ان کا یہ کہنا کہ "ما حال مدعا علیہ کا اس  
 مکان پر قبضہ ظاہر و باہر ہے" کس کام  
 آئے گا؟ کیونکہ قبضہ دونوں صورتوں کو شامل  
 ہے (۱) نفع حاصل کرنے اور (۲) نفع حاصل  
 کرنے کی قوت کو (یعنی بالفعل اور بالقوة نفع  
 حاصل کرنے کو شامل ہے) اور اس جگہ صرف  
 نفع حاصل کرنے کی قوت بے فائدہ ہے،  
 جیسے کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔  
 کہنے والی ایک بات رہ گئی اور وہ یہ کہ مدعا علیہ  
 نے جو اقرار نامہ تحریر کیا وہ بالکل لغو اور  
 مہل ہے، اس کے بیان پر کوئی حکم نہیں  
 لگایا جاسکتا، اس نے صرف ایک وعدہ  
 کیا ہے اور وہ بھی ایسی چیز کا جو شرعاً صحیح  
 نہیں ہے، لہذا نہ تو مواخذہ ہو سکتا ہے  
 اور نہ ہی مدعی کا مطالبہ جائز ہے۔ مختصر  
 یہ کہ غیر کی ملکیت کو شریعت مطہرہ کی اجازت  
 کے بغیر کرائے پر دینے میں اگر منافع کے  
 حاصل کرنے سے پہلے مالک اجازت دے بھی



درفتوی مفصلہ ہرچہ تمام تر رنگ ایضاح واداست  
از انجامی باید گرفت کہ دریں رہ پالغز رفتار  
نهایت ضرر رساں و سخت و دشوار گزار یا راں  
پیشیں را کار چہ بلا دشوار افتادہ است  
کل حزب بہالدیہم فرحون والعلوم  
بالحق عندواہب العلوم عالم کل سر  
مکتوم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا  
محمد البدر و آلہ وصحبہ الاقمار  
والنجوم۔

کرائے کا مستحق وہ ہے جو کرائے کا عقد کرنے والا  
ہے، شریعت مبارکہ کا حکم ہے کہ یا تو صدقہ  
کردے یا پھر مالک کو واپس کر دے جیسے کہ  
فیئہ المفقی، خانہ، غمز العیون، عالمگیری  
وغیرہ میں ہے، جس صورت کے بارے میں  
سوال کیا گیا ہے اس میں وجہ مذکورہ بالا کی  
بنیاد مجھے عمر کی گردن کرائے کے بوجھ سے  
آزاد نظر آتی ہے۔ فقیر، اللہ تعالیٰ اس کی  
معفرت فرمائے، نے ان مباحث کو ایک

تفصیلی فتویٰ میں پوری وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اس کا مطالعہ کیا جائے، کیونکہ اس راستے  
میں لغزش کھانے والا پاؤں بہت نقصان دہ ہے اور یہ راستہ بہت مشکل اور دشوار ہے پہلے  
حضرات کو اس معاملے میں بڑی دشواری پیش آتی ہے ہر گز وہ اپنی رائے پر خوش ہے، حتیٰ کہ  
علم اس کے پاس ہے جو علوم کا دینے والا اور ہر راز کا جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے آقا  
و مولا چودھویں کے چاند محمد مصطفیٰ اور آپ کی آل اور صحابہ کرام ہدایت کے چاندوں اور ستاروں  
پر رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین! (ت)

مسئلہ از قصبہ پارسہ ضلع مین پوری پرگنہ مصطفیٰ آباد مسئلہ محمد صادق علی خاں صاحب

۲۵ ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و عامیان شرع متین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم اس مسئلہ میں کہ مسماۃ زینب نے پانچ بسوہ زمینداری ایک موضع کی بستر ارداد  
مبلغ سالفہ مالیانہ حق مالکانہ کے مستحق خالدہ سے واسطے معاش اپنے کے تادمت گیارہ سال  
رہن دہلی کی اور مرتہن یعنی خالدہ مذکور قابض شعی مرہون ہوا بعد چہند سال مسماۃ زینب راہنہ فوت  
ہوئی تو بعد ازیں بحث مقدمہ اثبات وراثت مسماۃ مریم مدعیہ وراثہ راہنہ حبس میں صوت راہنہ  
اور دوسرا مرتہن حبس آمد مرہون مدعا علیہا مجیب تھے ازرف شرع محمد علیہ الصلوٰات والتسلیم

شے مرہون جزاً یعنی ۱۶ بسوا نسہ ۱۳ کچوا نسہ اور ایک ثلث کچوا نسہ ملکیت حقیقت راہنہ کی اور مدعیہ وارثہ کی ٹھہری اور جزاً شے مرہون یعنی ۳ بسوہ ۳ سوانسہ ۶ کچوا نسہ اور ۱۶ ثلث کچوا نسہ شے مرہون مال غصب اور حقیقت ملکیت شخص ثالث جو فریق مقدمہ مذکور نہ تھا قرار پائی، چنانچہ ۱۶ بسوا نسہ ۳ کچوا نسہ اور ایک ثلث کچوا نسہ مدعیہ وارثہ راہنہ کو ملے اور بعد ازیں فلک راہنہ بھی ہو گئی اور ۳ بسوہ ۳ بسوا نسہ ۶ کچوا نسہ اور دو ثلث کچوا نسہ یعنی بمقدار مال غصب معلق رہے چنانچہ آج تک وہ مال غصب بہ قبضہ رہن قائم مقام مرتہن ہے اور اب وارثہ راہنہ بھی مرہون ہے مگر اس کی اولاد باقی ہے یعنی وارثہ راہنہ کی تو مسئلہ فرماؤ بقید نام و باب کتاب کے جس سے مسئلہ اخذ کرو کہ حق انفکاک رہن مذکورہ بالا کا وارثان وارثہ راہنہ کو ہے یا نہیں؟ اجردے تم کو اللہ صاحب نیک اجر۔

### الجواب

بلاشبہ ہے۔ تقریر سوال و بیان سائل سے واضح کہ یہاں شخص ثالث نہ فریق مقدمہ تھا نہ راہنہ یا اس کے وارث اپنے غصب کے مقر، تو بالائی طور پر غاصب سمجھ لینا ان کے حق فلک کو کیا زائل کر سکے جبکہ علما تصریح فرماتے ہوں کہ راہنہ اگر اقرار بھی کر دے کہ شے مرہون دوسرے کی ملک ہے تاہم اسے یہی حکم دیں گے کہ فلک رہن کر اگر مالک کو واپس دے، درمختار باب التصرف فی الرهن میں ہے:

لورهن شيئا ثم اقر بالرهن لغيره  
لا يصدق في حق الرهن ولو مصلحاً  
الدين وردة الحق المقر له به  
اور راہنہ کو حکم دیا جائے گا قرض کی ادائیگی کا اور مرہون شے مقر لہ کی طرف لوٹانے کا۔ (ت)  
معہذا جب ملک غیر نے اذن غیر کوئی شخص راہنہ کو دے تو راہنہ غاصب اور مرتہن مثل غاصب الغاصب ہوتا ہے۔ ہدایہ باب الرهن الذی یوضع علی ید العدل میں ہے:

ان مات العبد الموهون في  
يد المرتها ثم استحقه رجل  
اگر مرہون غلام مرتہن کے قبضہ میں مر گیا پھر کوئی اور شخص اس کا مستحق نکل آیا تو اس کو

فله الخيار ان شاء ضمن الراهن و  
ان شاء ضمن المرتهن لان كل واحد  
منهما متعد في حقه بالتسليم او  
بالقبض له  
اختیار ہوگا چاہے تو راہن کو ضامن ٹھہرائے  
اور چاہے تو مرہن کو۔ کیونکہ دونوں میں سے  
ہر ایک مستحق کے حق میں تعدی کرنے والا ہے  
بسبب رہن کی سپردگی کے یا بسبب اس  
پر قبضہ کرنے کے۔ (ت)

غایۃ البیان علامہ اتفاقی باب مذکور میں ہے :  
ای متعد فی حق المستحق اما الراهن  
فبتسليم الراهن الى المرتهن و اما  
المرتهن فبالقبض فصار الراهن  
كالغاصب والمرتهن كغاصب  
الغاصب۔  
یعنی مستحق کے حق میں تعدی کرنے والا ہے  
راہن اس لئے کہ اس نے مرہن کو  
مرہن کے سپردگی اور مرہن اس لئے کہ اس  
نے مرہن پر قبضہ کیا لہذا راہن غاصب  
کی مثل اور مرہن غاصب سے غصب کرنے  
والے کی مثل ہو گیا۔ (ت)

راہن جب کہ مالک سے غاصب اور مرہن کا مدیون ہو تو آخر اسے یہی حکم ہوگا کہ مرہن کا  
دین دے اور مالک کو اس کی شے واپس کرے اور جب مرہن اپنا دین پالیتا ہے تو اسے کوئی  
حق حبس نہیں رہتا اور جس سے وہ چیز لی تھی یعنی راہن اگرچہ وہ حقیقتہً غاصب ہی ہوا ہے سپرد  
کردینے سے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ عالمگیری کتاب الغصب باب ثانی عشر میں ہے :  
غاصب الغاصب يرد الى الغاصب الاول  
ليخرج عن العهدة۔  
غاصب سے غصب کرنے والا غاصب اول  
کی طرف مغضوب کو لوٹا دے تاکہ ذمہ داری  
سے نکل جائے۔ (ت)

بالجملہ صورت مستفسرہ میں بعد اداے دین و ارشاد راہنہ کو شے مرہن واپس دینے  
میں مرہن یا اس کے قائم مقام کوئی عذر نہیں ہو سکتا اب اگر حقیقتاً اس میں شخص ثالث کا

۱۔ الہدایۃ کتاب الرهن باب الرهن الذی یوضع علی ید العدل مطبع یوسفی لکھنؤ ۵۳۷/م  
۲۔ غایۃ البیان  
۳۔ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الغصب الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۱۳۸

حصہ ہے تو ورثہ راہبہ پر فرض ہو گا کہ مستحق کو اس کا حق پہنچائیں۔ یہ دوسری بحث ہے جس سے مرہن کو تعلق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۵ رجب المرجب ۱۳۱۵ھ

مسئلہ ۵۳۔ مسئلہ حاجی غلام حضرت  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید کچھ زیور سونے کا عمرو کے پاس لے کر گیا کہ مجھے روپے کی ضرورت ہے زیور رکھ لو اور روپیہ دے دو میں روپیہ دے کر زیور اپنا لے لوں گا عمرو نے کہا اس وقت میرے پاس روپیہ نہیں زید نے کہا تم کسی اور سے یہ کام کر دو عمرو وہ زیور بکر کے پاس لے گیا اور زید کا مقولہ بکر سے کہا بکر نے جواب دیا بیس روپے تولہ کے حساب سے اس زیور کے دام دیتا ہوں اور ایک ماہ تک وعدہ پرواپسی کرتا ہوں یک ماہ تک اگر روپیہ نہ دیا تو میں واپس نہ کروں گا عمرو نے یہ شرط منظور کر کے روپیہ لے لیا۔ زید کاروپیہ عمرو کے پاس قبل وعدہ کے جمع تھا زید نے اپنے زیور کا تقاضا عمرو سے کیا اور کرتا رہا، عمرو اپنے کاروبار میں مصروف تھا بکر سے تقاضا مانگنا وعدہ نہ کر سکا یہاں تک کہ وعدہ سے عرصہ زیادہ ہو گیا اب عمرو نے بکر سے زید کا وہ زیور طلب کیا اور روپیہ دینا چاہا تو بکر نے زیور واپس کرنے سے انکار کیا اور کہا میں نے بعد گزرنے وعدے کے زیور فروخت کر دیا لیکن بدون اطلاع اور بلا اجازت زید و عمرو کے فروخت کیا اور وہ زیور اس قدر روپیہ سے جو زید کو دیا گیا تھا سوائی قیمت سے بھی زائد کا تھا پس صورت مسئلہ میں شرع شریف کا کیا حکم ہے آیا وہ بکر کو وہ زیور واپس کرنا لازم ہے یا نہیں؟ اور اس کے نفع کا مالک اور نقصان کا متحمل زید یا عمرو یا بکر؟ یقیناً توجہ دوا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

### الجواب

یہ صورت بیع الوفا کی ہے اور بیع الوفا مذہب معتمدین محض رہن ہے اور مرہن جب بلا اذن راہن شئی مرہون کو بیع کر دے تو وہ بیع اجازت راہن پر موقوف رہتی ہے بشرطیکہ شئی بیع ہنوز موجود ہو اور اگر مشتری کے پاس ہلاک ہو جائے تو راہن کو اختیار ہوتا ہے کہ مرہن یا مشتری جس سے چاہے اپنی چیز کا تاوان لے لے۔ فتاویٰ خیرہ میں ہے؛  
سئل فی رجل باع سراجاً  
آخر دسرا بشمن معلوم الم  
احل معلوم بیعا معاداً  
ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے  
دوسرے شخص کے ہاتھ معین ثمنوں کے عوض  
مدت معلومہ تک کے لئے گھر بیچا ایسی بیع کے



علیٰ انہ فی شہر کذا یحضر الثمن  
ولیس ترجع الدار ثم مضی الزمان  
المعین بینہما ولم یقدر البائع  
على الثمن الا بعد مدة والثمن دون  
قیمۃ الدار فهل للبائع دفع الثمن  
واسترجاع الدار اجاب یجبوا المشتري  
على قبول الثمن من البائع ورسد  
الدار علیہ والذی علیہ الاکثر  
انہ سہن لا یفترق  
عن الرهن فی حکم من الاحکام  
ملخصاً۔

ساتھ جو لوٹائی جائے گی اس شرط پر کہ  
فایں مہینے بائع ثمن حاضر کر دے گا اور گھر  
واپس لے لے گا۔ پھر ان دونوں کے درمیان  
طے شدہ مدت گزر گئی در آنجا لیکہ بائع  
ثمن حاضر کرنے پر قادر نہ ہوا مگر اس کے کچھ  
عرصہ بعد وہ دینے پر قادر ہوا جبکہ ثمن قیمت  
سے کم ہیں۔ تو کیا بائع کو یہ حق حاصل ہے  
کہ وہ ثمن دے کر گھر واپس لے لے۔ اس کا یہ  
جواب دیا گیا کہ مشتری کو بائع سے ثمن وصول کرنے  
اور گھر واپس لوٹانے پر مجبور کیا جائے گا۔  
اکثر مشائخ اس موقف پر ہیں کہ یہ بیع رہن ہے

کیونکہ اس میں اور رہن میں کسی بھی حکم میں فرق نہیں (ت)  
بواہر الفتاویٰ پھر حاشیہ جامع الفصولین پھر رد المحتار میں ہے :  
حکم الرهن وهو الصحيح۔ اس کا حکم وہی ہے جو رہن کا حکم ہے اور  
وہی صحیح ہے۔ (ت)

اسی طرح جواہر الاخلاص میں ہے کہ اس آیتہ فیہا (جیسا کہ میں نے اس میں دیکھا ہے)۔  
شرح الطحاوی پھر جامع الرموز پھر حاشیہ شامی میں ہے :

توقف علی اجازۃ الراہن بیع المرہن  
فان اجازۃ جائزہ والا فلا ولہ ان یبطلہ  
و یعیدہ سہناً ولو ہلک فی ید المشتري  
قبل الاجازۃ لم تجز الاجازۃ بعدہ و

مرہن اگر مرہون کو بیچ دے تو یہ بیع راہن کی  
اجازت پر موقوف ہوگی۔ اگر راہن نے اجازت  
دے دی تو جائز ورنہ نہیں۔ راہن کو اختیار ہے  
کہ بیع کو باطل کر کے اسے رہن کی طرف لوٹا دے۔

لے الفتاویٰ الخیرۃ کتاب البیوع دار المعرفۃ بیروت ۲۲۵/۱

رد المحتار بجواہر الفتاویٰ باب الصرف دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۴۶/۲



کل قرض جرم منفعة فہوس یا لہ جو قرض منفعت کو کھینچ لائے وہ سود ہے (ت)  
 بہ اجازت رہیں نفع اٹھانے کے یہ معنی تھے کہ قرض کے دباؤ سے نہ ہو اور اس کی اجازت ہی کا پابند  
 رہے جب وہ خوشی سے کہہ دے انتفاع کرے اور جس وقت منع کر دے فوراً باز رہے مثلاً  
 اُس نے اپنی خوشی سے کہہ دیا کہ مکان میں رہو یہ آکر رہا اُسی وقت اُس نے کہہ دیا مجھے منظور نہیں  
 تو فوراً نکل جائے کچھ عذر حیلہ درمیان میں نہ لائے ایسا یہاں ہرگز نہیں ہوتا بلکہ قطعاً دباؤ پر رہتے  
 ہیں اور رہیں دباؤ ہی کے باعث اجازت دیتا ہے اور وہ جسٹری کے کاغذوں میں لکھی جاتی ہے  
 کہ اس کے سبب انتفاع بالجبر کر سکیں اور اگر لاکھ لے کہ نکل جاؤ ہرگز نہ نکلیں گے اور یہی جواب  
 دیں گے کہ پہلے ہمارا قرض دے دو تو جائیں تو یہ صورت اجازت سے اصلاً متعلق نہیں بالاجماع  
 حرام و رہا ہے۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلمہ و علمہ جل مجدہ اتم و احکم

مسئلہ ۵۵ از جائس رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی ابراہیم مرسلہ ولی اللہ صاحب  
 ۲ ربیع الاول شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرہون شئی سے فائدہ اٹھانا مثلاً زمین رہن  
 رکھا اس کو جو مٹتا ہے اور اس میں زراعت ہوتا ہے اور اس کے مینڈھ وغیرہ بندھواتا ہے  
 اس کے نیچے اس کا منافع کھاتا ہے اور اس کو قیاس کرتا ہے بکری اور گھوڑے کے اوپر جارت ہے  
 اس کے منافع کھانا یا نہیں؟ فقط۔

### الجواب

مرہن کو مرہون سے نفع اٹھانا حرام اور نر اسود ہے،  
 کما افادہ العلامة الطحطاوی و  
 العلامة الشامی فی حاشیۃ الدر و  
 حققناہ فی فتاویٰنا، واللہ تعالیٰ اعلم۔  
 جیسا کہ علامہ طحطاوی اور علامہ شامی نے  
 درمختار کے حاشیوں میں افادہ فرمایا ہے  
 ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاویٰ میں کی ہے  
 واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۵۶ از ریاست رامپور متصل کوٹوالی مکان مرحوم مجددی مرسلہ مولوی احمد حسین صاحب

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ

چند شخص نے ایک ملک مشترک اپنے چند شخصوں کے پاس بلا اشتراک رہن کی زر رہن  
 لے کر العمال بحوالہ الحارث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ موسمۃ الرسالہ بیروت ۲۳۸/۶

لے لیا اور ملک پر مرتہنان کو قبضہ دے دیا رہن نامہ میں یہ لکھ دیا کہ ہم نے منافع ملک مرہون مرتہنان کو ہبہ معاف کر دیا اور بخش دیا۔ اکثر راہنان مرگئے اور بعض زندہ ہیں۔ مرتہنان نے بعد موت راہنان متوفی منافع ملک مرہون زندہ از مقدار زر رہن حاصل کریں یہ ارشاد فرمایا جائے کہ منافع مذکورہ حتی جائیداد شرعی مرتہنان کا ہے یا نہیں؟ اور باوجود اس کے کہ مرتہنان نے منافع ملک مرہون بقدر مقدار زر رہن یا زائد از زر رہن خود کا وصول کر لیا پھر بھی وہ مستحق پانے زر رہن کے ہیں یا وراثت راہن زر رہن یافتنی مرتہن کو منافع وصول شدہ میں مجرأ و محسوب کر سکتے ہیں اور بلا ادائے زر دیگر ملک کو چھڑا سکتے ہیں، ہبہ و بخشش زر منافع مذکورہ رہن نامہ عموماً اور بعد موت راہنان خصوصاً کیا اثر رکھتے ہیں۔ بیّنوا لوجروا

### الجواب

صورتِ مستفسرہ میں زر منافع مرہون مرتہنوں کے حق میں ضرور حرام اور سود ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

كل قرض جو منفعة فہو ربا، اخبرہ  
الحادث فی مسئلہ عن امیر المؤمنین  
علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔

جو قرض نفع کو کھینچ لائے وہ سود ہے۔ حادث  
نے اپنی سند میں امیر المؤمنین حضرت علی  
کرم اللہ وجہہ الکریم سے اس کی تخریج کی (ت)

لیس للمرتہن ولا لمرأہن ان یسزع  
الارض ولا یؤاجروھا لانہ لیس لہما  
الانتفاع بالمرہن یشہ

راہن اور مرتہن کو یہ اختیار نہیں کہ وہ مرہون  
زمین میں کاشت کریں کیونکہ انھیں رہن سے  
نفع اٹھانا جائز نہیں۔ (ت)

اشباہ میں ہے،  
مکرہ للمرتہن الانتفاع بالمرہن باذن  
المرہن یشہ

راہن کی اجازت سے مرتہن کو رہن سے  
انتفاع مکروہ ہے۔ (ت)

۱۔ کنز العمال بحوالہ الحارث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ موسستہ الرسالہ بیروت ۲۳۸/۶  
۲۔ العقود الدریۃ کتاب الرهن ارگ بازار قندھار افغانستان ۲۵۸/۲  
۳۔ الاشباہ والنظائر الفن الثالث کتاب الرهن ادارة القرآن کراچی ۱۱۳/۲





راہنوں کو اس پر مجبور کرتے و لہذا دستاویز میں لکھا لیتے ہیں اور اگر بعد تحریر راہن انہیں انتفاع سے منع کریں کبھی باز نہ رہیں گے بلکہ تا ادا تے زبردہن اپنا حق جانیں گے کی نہ ہرگز راہنوں کی طرف سے بطور خود محض احساناً بے دباؤ اپنے ملک کی منفعت جب تک اپنا جی چاہے مباح کرنا ہے نہ مرہنوں کی طرف سے نہ اجنبی طور پر بے کسی دعویٰ بے کسی داب کے صرف اجازت و ہندہ کی خوشی پر جب تک وہ چاہے اس کی ملک سے نفع پاتا ہے بلکہ قطعاً وہی شرط و قرارداد لزومی اور وہ بالاجماع حرام و ربا ہے، طحاوی علی الدر المختار و رد المحتار میں ہے:

الغالب من احوال الناس انهم انما يريدون عند الدفع الانتفاع ولولاہ لہما اعطاه الدس اہم وهذا بمنزلة الشرط لان المعروف كالشرط وهو مما یعین المنع، والله تعالیٰ اعلم۔

لوگوں کا غالب حال یہ ہے کہ وہ مرہنوں کی دیتے وقت نفع حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ورنہ قرض پر درہم ندیں گے اور یہ شرط کی طرح ہو گیا کیونکہ معروف مشروط کی مثل ہوتا ہے اور وہ مانعت کو متعین کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

راہنوں کا منافع مرہنوں کو ہبہ کر دینا محض لغو ہے معنی ہے منافع کہ ہبہ کئے گئے اس وقت موجود نہ تھے اور معدوم کا ہبہ باطل ہے اور باطل کے لئے کوئی اثر نہیں۔ فتاویٰ خیرہ میں ہے:

وبهذا علم عدم صحة هبة ما سیتحصل من محصول القریتین بالاولی لان الواهب نفسه لم یقبضه بعد فکیف یمکنه وهذا ظاہر لہ

اور اسی سے معلوم ہو گیا کہ دونوں قریوں سے اب جو آمدنی حاصل ہوگی اس کا ہبہ بدرجہ اولیٰ صحیح نہیں کیونکہ ہبہ کر نیوالے نے ابھی خود اس پر قبضہ نہیں کیا تو کسی کو اس کا مالک کیسے بنا سکتا ہے اور یہ ظاہر ہے۔ (ت)

**مسئلہ** از شہر متصل کچی سرائے مرسلہ ابو تراب بوساطت محمد عبد الرشید صاحب کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عرصہ تین سال کا ہوا کہ ایک دکان زید نے ماحولہ ۱۲۵ روپیہ پر رہن دخل بمبیعا دیا پانچ سال حسب فتویٰ ایک مولوی صاحب کے لیا تھا (یعنی اس عرصہ میں جو کچھ اس کی مرمت میں صرف ہوا وہ میرا اور کچھ آمدنی اس مدت میں ہوگی وہ میری ہوگی جب روپیہ واپس کرو گے دکان چھوڑ دوں گا) اور تین سال تک اسی طرح کرتا رہا یعنی اس کی مرمت وغیرہ اپنے پاس سے کر کے منافع کو لیتا رہا اب وہی مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حرام ہے اب آپ حضرات سے التجا ہے کہ مولوی صاحب کے ان قولوں میں کون صحیح ہے اگر وہ واقعی حرام ہے تو اس مدت تین سال میں جو کچھ روپیہ مولوی صاحب نے کھلایا اس کا گناہ کن پر ہوگا اور وہ روپیہ کس طرح پاک ہو سکتا ہے؟

### الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ مولوی صاحب مآخوذ و گنہگار ہیں کہ انہوں نے حرام غذا کو حلال بتایا اور ایک مسلمان کو حرام کھانے میں مبتلا کیا اور یہ مسئلہ کوئی ایسا سختی نہ تھا کہ عالم پر مخفی رہتا، رہا زید اس کی دو حالتیں ہیں، وہ مولوی صاحب جس کے فتویٰ پر اس نے عمل کیا کوئی ایسا ہی نام کا مولوی تھا جب تو زید بھی مآخوذ و گنہگار ہے، عوام کو یہ حکم ہے کہ علمائے معتمدین مفتیان مستندین کے فتویٰ پر عمل کریں نہ یہ کہ ہر کس و نا کس سے پوچھ کر، اور اگر وہ عالم معتمد تھا تو جب تک اس فعل کے حرام ہونے پر زید کو اطلاع نہ ہوئی اس کے لئے امید آسانی ہے کہ اس نے ایک عالم معتمد کے فتویٰ پر عمل کیا وہ اسی قدر کر سکتا تھا۔

لا یكلف الله نفساً الا وسعها۔  
والله سبحانه وتعالى اعلم۔  
اللہ تعالیٰ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اسکی طاقت بھر۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم (ت)

**مسئلہ** از شہر ربلی محلہ گندہ نالہ مرسلہ جناب سید حاجی ابوالحسن صاحب پارچہ فروش ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ

زید و عمرو نے ایک جائیداد باہمی خریدی اور نفع نقصان اس کا برابر بٹھرایا اسی جائیداد کا ایک حصہ ایک اور شخص کے پاس رہن تھا مبلغ ۱۰۰ روپے پر، تو اس کو کہا گیا کہ تو ہماری

جائداد و اگر اشت کر دے اُس نے جواب دیا کہ میں مع سود روپیہ لوں گا زید نے ایک دستاویز اسی شخص کے نام ایک دوسرے شخص سے جس کا وہ مقروض تھا خریدی پھر چند مدت تک وہ دستاویز زید کے پاس رہی بعد کو اس سے کہا گیا کہ تو ہماری جائداد کا جز چھوڑ دے اس نے بخوف دستاویز خرید کر وہ کے ہارو پے پر چھوڑ دیا اب زید عمرو سے کہتا ہے کہ مجھے ماضی ۱۲۵ روپے میرے بھے کے دے اب عمرو پر اذرفے شریعت ماضی ۱۲۵ سے دینا لازم ہے یا للعلل ۱۲۵ کہ نصف ۱۲۵ ہے بیعتا تو جروا۔

### الجواب

بیانِ سائل سے معلوم ہوا کہ زید نے سو روپے دے کر فاک رہن کرایا اور کاغذ میں مرقم سے ڈھائی سو روپے پانا لکھ لیا اس صورت میں اُس کا سو اسو روپے مانگنا محض ناجائز ہے صرف بحال روپے لے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
 مسئلہ ۵۹ از ریاست رامپور محلہ گجہ مرسلہ شیخ محمد نور ۳ صفر مظفر ۱۳۲۶ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیع اس مسئلہ کے کہ زید نے ۲۴ اگست ۱۸۹۸ء کو ایک دستاویز زید مضمون بیع نامہ بعض مضمون بیع یا قصہ روپیہ بابت یکمترل دکان ملوکہ خود بنام عمرو تحریر کی ہے جس میں شرط مندرجہ ذیل تحریر ہے:

### مضمون شرط

اگر میں بائع اندر مدت دس سال کے کل زر ثمن یکمشت مشتری کو ادا کروں تو بیع مذکورہ واپس لے لوں ورنہ بعد انقضائے میعاد مذکور کے اسی زر ثمن میں یہی بیع قطعی تصور ہوگی لہذا بیع نامہ بالوفا لکھ دیا گیا کہ سند ہو۔

عمرو فوت ہو گیا زید نے دکان ملوکہ کو پر اپنا قبضہ کر کے دکاندار سے کرایہ دکان کا خود وصول کیا ورثائے عمرو نے اول زید پر عدالت میں دعویٰ دلا پانے وحلی کا باستحقاق رہن کیا عدالت سے ڈگری باستحقاق رہن دلا پانے وحلی کی ہو گئی مگر تاہنوز ورثائے عمرو نے وحلی حاصل نہیں کیا ہے اب ورثائے عمرو بنام زید دعویٰ کرتے ہیں کہ جس قدر کرایہ زید نے ایام قبضہ رہنے میں کرایہ دار سے وصول کیا ہے وہ ہم کو زید سے دلایا جائے، زید پر عذر کرتا ہے کہ ورثائے عمرو شرعاً مجھ سے رقم زر کرایہ جو میں نے اپنی ملوکہ دکان سے وصول کیا ہے مجھ سے دلا پانے مستحق نہیں ہیں شرعاً کیا ہونا چاہیے؟ جواب بحوالہ کتب فقہ تحریر فرمائیے۔



بینوا توجروا فقط سئل زید۔

## الجواب

بیع بالوفاء خالص رہن ہے رہن سے زیادہ کچھ اثر نہیں رکھتی۔

فی رد المحتار عن حاشیۃ جامع  
الفصولین عن جواهر الفتاویٰ  
هذا البیع باطل وهو رہن وحکمہ  
حکم الرهن وهو الصحيح  
خیر یہ میں ہے :

والذی علیہ الاکثر انه رہن  
لا یفترق عن الرهن فی حکم من الاحکام  
قال السید الامام قلت للامام  
الحسن الماتریدی قد قضا هذا  
البیع بین الناس وفیه مقصد  
عظيمة وفتواک انه رہن وانا  
ایضا علی ذلك فالصواب ان  
نجمع الائمة ونتفق علی هذا  
ونظہرہ بین الناس فقال للمعتبر  
الیوم فتوانا وقد ظہر ذلك  
بین الناس فمن خالفنا فیہ  
فلیبرئ نفسه ولیقم دلیلہ

اور اکثر مشائخ اس موقف پر ہیں کہ بے شک  
وہ رہن ہے اور کسی حکم میں رہن سے مختلف  
نہیں ہے۔ سید امام نے کہا کہ میں نے امام  
الحسن ماتریدی سے کہا یہ بیع لوگوں میں پھیل  
چکی ہے اور اس میں فساد عظیم ہے۔ آپ کا  
فتویٰ یہ ہے جس کے ساتھ میں بھی متفق ہوں کہ  
یہ رہن ہے، درست بات یہ ہے کہ ہم ائمہ  
کرام اجماع کر لیں اور اس پر متفق ہو جائیں،  
اس فتویٰ کو لوگوں میں ظاہر کریں، تو انھوں نے  
فرمایا کہ آج کل ہمارا فتویٰ معتبر ہے اور وہ لوگوں  
میں ظاہر ہے۔ لہذا جو ہماری مخالفت کرے  
اس کو چاہئے کہ وہ خود کو ظاہر کرے اور اپنی  
دلیل قائم کرے۔ (ت)

اور شرع مظہر میں رہن و اجارہ دو عقد متنافی ہیں کہ کسی حال میں جمع نہیں ہو سکتے جو چیز

کسی کے اجارہ میں ہے اگر مالک اُسے رہن کرے گا یہ رہن اجازت مستاجر پر موقوف رہے گا اگر وہ جائز کر دے اور اپنا قبضہ چھوڑ کر مرہن کا قبضہ کر دے تو اجارہ جاتا رہے گا رہن پورا ہو جائیگا ورنہ رہن تمام نہ ہوگا اور اجارہ باقی رہے گا اور جو چیز کسی کے رہن ہے اگر مالک اسے اجارہ پر دے یہ اجارہ اجازت مرہن پر موقوف رہے گا اگر وہ جائز کر دے اور اپنا قبضہ مرہن چھوڑ کر قبضہ مستاجر کر دے تو رہن جاتا رہے گا اجارہ نافذ ہو جائے گا اور رد کر دے تو اجارہ باطل ہو جائیگا اور رہن بدستور رہے گا، یہ جو عوام زمانہ میں رائج ہے کہ مکان یا دکان کرایہ پر ہے وہ اجارہ قائم رکھ کر مالک اُسے رہن رکھ دیتا ہے اور روز رہن سے اس کرایہ کا مستحق مرہن سمجھا جاتا ہے محض یہود و بے معنی و حرام ہے اور اصلاً کوئی عقد شرعی نہیں کہ اجارہ میں بھی قبضہ کی حاجت ہے، اذلا يمكن الانتفاع الا به (اس لئے کہ اس کے بغیر نفع اٹھانا ممکن نہیں۔ ت) اور رہن تو بے قبضہ تمام ہی نہیں ہوتا۔ فقال الله تعالى فِرْهُنْ مَقْبُوضَةٌ (تو رہن ہو قبضہ میں لیا ہوا۔ ت) اور شئی واحد وقت واحد میں دو مختلف جہت سے دو قبضوں میں نہیں ہو سکتی۔ فتاویٰ خیرہ میں ہے

اذا كانت البيت مقبوضاً في الرهن  
دون الاجارة اعتبر وكان المرتهن  
احق بماليتها من المستاجر وان كان  
مقبوضاً في الاجارة دون الرهن كان  
المستاجر احق به من المرتهن وان  
اتصل بكل منهما قبض فالعبرة للاسبق  
تاريخاً منهما ما لم يجز صاحب القبض  
السابق العقد المتأخر لا لنفسه  
السابق بالاجارة منه للعقد  
اللاحق به

اگر مکان پر بطور رہن قبضہ ہو نہ کہ بطور اجارہ  
تو رہن معتبر ہوگا اور مرہن اس کی مالیت کا  
بنسبت مستاجر کے زیادہ حقدار ہوگا اور اگر  
قبضہ بطور اجارہ ہے نہ کہ بطور رہن تو مستاجر  
اس کا زیادہ حقدار ہوگا بنسبت مرہن کے،  
اور اگر اس کے ساتھ دونوں کا قبضہ متصل ہو گیا  
تو دونوں میں سے اس کا اعتبار ہوگا جو تاریخ  
میں مقدم ہے جب تک سابق قبضہ والا بعد  
والے عقد کی اجازت نہ دے کیونکہ اس کی طرف  
سے بعد والے عقد کی اجازت سے پہلے والا عقد  
فسخ ہو جائے گا۔ (ت)

بیان سائل سے معلوم ہوا کہ یہ دکان پہلے سے بنیے کے پاس کرایہ پر تھی، اور اب تک کرایہ پر ہے کرایہ دار نے کسی وقت مرہن کے لئے خالی نہ کی نہ اپنا قبضہ چھوڑ کر عمر و کا قبضہ کرایا اس صورت میں یہ مرہن محض ناتمام و بے اثر و بے معنی ہے وارثانِ عمر و کو کوئی دعویٰ و غلیبائی کا نہ پہنچتا تھا حاکم کو ایسا بے اصل دعویٰ سننا بھی نہ تھا نہ کہ ڈگری دینا کہ قبضہ جو مرہن میں شرط ہے کہ باذن راہن ہو نہ یہ کہ قاضی جبراً قبضہ دلا دے عقد کہ ناتمام رہا قاضی کو اس کے تمام کرنے پر جبر کا کیا اختیار، عالمگیر یہ میں ہے،

لا يجوز الرهن الا مقبوضا و شرط  
صحۃ القبض ان يأذن الراهن فان  
قبض بغير اذن الراهن لم يجز  
قبضه الا مختصرا۔  
مرہن جائز نہیں جب تک اس پر قبضہ نہ کیا جائے  
اور اس کے قبضہ کے صحیح ہونے کے لئے شرط  
یہ ہے کہ راہن اجازت دے۔ اگر راہن کی  
اجازت کے بغیر قبضہ کیا تو جائز نہیں ہوا  
اختصاراً۔ (ت)

عقود الدرر میں ہے،

ان ادعى المرتهن الرهن مع القبض  
يقبل بوجهانه عليهما وان ادعى  
الرهن فقط لا يقبل لان مجرد  
العقد ليس بلا تمامية  
اگر مرہن نے وہن کا قبضہ سمیت دعویٰ کیا تو  
اس کے گواہ مرہن اور قبضہ پر قبول کر لئے  
جائیں گے۔ اور اگر فقط مرہن کا دعویٰ کیا تو  
قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ محض عقد سے مرہن

لازم نہیں ہوتا۔ (ت)

اور جب خود عمر و کا کوئی حق اس دکان میں ثابت نہیں تو درناہ عمر و کا کیا حق ثابت ہو سکتا ہے سائل کا کہنا کہ زمین دکان مذکور پر اپنا قبضہ کر کے دکاندار سے کرایہ خود وصول کیا اسی غلط فہمی پر مبنی ہے جو عوام میں پھیلی ہوئی ہے کہ شئی موابر کے مرہن کو بھی باوصف بقائے اجارہ اپنے زعم میں مرہن صحیح و تمام سمجھتے ہیں ورنہ حقیقتہً قبضہ مستاجر کا ہے اور ملک زید کی ہے اور عمر و کی ہونہ مرہن پوری ہوتی نہ اس کا کوئی قبضہ، بالجلہ شک نہیں کہ ذکر کرایہ کا مالک خاص زید ہے عمر و یا وارثانِ عمر و

کا اس میں کچھ حق نہیں یہاں تک کہ اگر کوئی رہن صحیح و تمام ہوا اور مرہن بلا اجازت راہن اسے کرایہ پر دے یا بے اجازت دے اور راہن جائز کر دے تو اس صورت میں بھی کرایہ کا مالک خاص راہن ہوتا ہے اور کرایہ پر اٹھانے سے رہن باطل ہو جاتا ہے۔ عقود الدیہ میں ہے :

امراة باعت دارها من رجل بیع  
وفاء من لا منزلة الرهن ثم ان  
الرجل اجرها باذنها من بعلها باجرة  
معلومة قبضها الرجل ويزعم ان  
الاجرة له تكون الاجرة للراهن  
ويبطل الرهن  
کسی عورت نے اپنا گھر کسی مرد کے ہاتھ بیع و فاء کے طور پر فروخت کیا در انحالیکہ اس کو بمنزلہ رہن کے کیا، پھر مشتری مرد نے وہی مکان اس عورت کے شوہر کو ایک معین اجرت کے عوض اجارہ پر دے دیا اور اجرت پر یہ گمان کرتے ہوئے قبضہ کیا کہ یہ اجرت اس کے لئے ہے تو یہ اجرت راہنہ کے لئے ہوگی اور رہن باطل ہو جائے گا۔ (ت) عالمگیری میں ہے :

واجبة احد هما بغیر اذنه ثم اجازت  
صاحبه صحت الاجارة وبطل الرهن  
وتكون الاجرة للراهن  
جائز قرار دے دیا تو اجارہ صحیح ہو گیا جبکہ رہن باطل ہو گیا اور اجرت راہن کے لئے ہوگی۔ (ت) یہاں کہ رہن سرے سے خود ہی بے قبضہ و ناقص ہے اور کرایہ دینے والا خود زید مالک دکان ہے تو عمر و یا وارثان عمر و کا زر کرایہ میں کوئی حق ہونا محض بے معنی ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۔ از کانپور محلہ پٹکاپور مطبع نظامی مرسلہ مولوی ابوسعید صاحب  
سوم صفر ۱۳۲۶ھ

زید نے اپنی حبانہ اور رہن کر کے کچھ روپیہ عمر و سے قرض لیا، شرائط رہن یہ تھے :  
میعاد اس رہن کی صرف ایک مہینہ ہے اگر بعد میعاد فوراً خاک نہ کرالوں تو یہی دستاویز

لہ العقود الدیہ کتاب الرهن ارگ بازار قندھار افغانستان ۲۵۴/۲  
لہ الفتاوی الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۴۶۵/۵



رہن نامہ بجائے بیعنامہ اور یہی زر رہن بجائے زر ثمن مقرر ہوگا اور جائیداد مرہونہ بیع شدہ سمجھی جائے گی اور اُسی وقت سے قبضہ جائیداد مرہونہ پر مرہن کا مالکانہ ہو جائے گا اور مرہن مثل میرے اُن تمام حقوق کے مالک کامل مشتریانہ ہو جائیں گے جو مجھ کو جائیداد مرہونہ میں اس وقت حاصل ہیں لہذا یہ چند کلمہ بطور دستاویز بیع بالوفاء کے لکھ دیجئے۔ اس رہن کے پہلے سے ایک مکان میں خود راہن رہتا تھا باقی مکانات و دکانات میں کرایہ دار راہن کی طرف سے تھے بعد اس رہن کے راہن نے کرایہ داروں سے کہہ دیا کہ کرایہ عمر و مرہن کو دیا کریں اور جس مکان میں خود راہن رہتا تھا اس کا کرایہ بھی ایک مدت تک راہن ادا کرتا رہا۔ اب حضرات علمائے کرام مدظلہم العالی سے کمال ادب یہ سوال ہے :

(۱) صورت مذکورہ میں شرعاً جائیداد مرہونہ بعد گزرنے ایک ماہ کے رہن رہی یا بیع ہوگئی ؟

(۲) جو کرایہ جائیداد مرہونہ کا کرایہ داروں اور نیز زید راہن سے عمر و مرہن کو وصول ہوتا رہا وہ ملک راہن تھا یا ملک مرہن شرعاً اصل زر رہن میں محسوب ہوتا گیا یا نہیں ؟

(۳) عمر و مرہن کو اب اسی قدر اصل روپیہ رہن کا لینا حلال ہے جو بعد مجرائے کرایہ وصول شدہ کے باقی ہو یا کل زر رہن بدون وضع کرایہ وصول شدہ کے لینا حلال ہے۔

(۴) جس وقت زید راہن اس قدر روپیہ جو بعد وضع کرایہ وصول شدہ کے عمر و مرہن کا اصل زر رہن باقی ہوا داکرے تو عمر و مرہن پر جائیداد مرہونہ چھوڑ دینا واجب ہے یا نہیں ؟

### الجواب

وہ بیع بھی باطل محض اور وہ رہن بھی محض بے معنی، اور مرہن کے لئے وہ زر کرایہ کہ خود راہی یا اور کرایہ داروں سے لیتا رہا حرام محض، اور جبکہ دین بھی روپے تھے اور کرایہ کہ لیا گیا وہ بھی روپے ہیں بسبب اتحاد جنس مقاصد ہو گیا یعنی جس قدر زر کرایہ عمر و کو وصول ہوا دین میں مجرا ہوگا اصل زر رہن میں اس مجرائے کے بعد جو باقی ہے اُسی قدر کا مطالبہ عمر و کو حلال ہے زیادہ حرام ہے اور جائیداد ہنوز کامل مرہون ہوتی ہی نہیں چھوڑنا نہ چھوڑنا کچھ معنی نہیں رکھتا، زید کو اختیار ہے کہ بے ادائے بقیہ زر دین اپنا قبضہ جائیداد پر رکھے عمر و صرف اپنے بقیہ دین کا مطالبہ کر سکے گا جائیداد کے قبضہ پر جبر کا اُسے کوئی اختیار نہیں، بیع تو یوں باطل محض ہے کہ ایک شرط پر معلق کی گئی اور بیع قابل تعلیق نہیں۔ استنباہ میں ہے :

تعلیق التملیکات بالشرط باطل کالبیع  
والشراء<sup>۱</sup> علیہ  
تملیک والے معاملات کو شرط کے ساتھ معلق کرنا  
باطل ہے جیسے بیع اور شراء۔ (ت)

اور رہن یوں بے معنی ہے کہ وہ بے قبضہ تمام نہیں ہوتا۔  
قال اللہ تعالیٰ فرھن مقبوضۃ<sup>۲</sup> اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو رہن ہو قبضہ میں  
لیا ہوا۔ (ت)

قدوری میں ہے:

الرہن یتم بالقبض<sup>۳</sup> رہن کی تکمیل قبضہ سے ہوتی ہے۔ (ت)  
اور جب رہن ہنوز تمام نہیں ہوا تو مرہن کو تحصیل قبضہ پر جبر نہیں پہنچتا، نہ بے اذن راہن  
قبضہ کر سکتا ہے۔ عالمگیری میں ہے:

قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی  
کتاب الرہن لا یجوز الرہن الا  
مقبوضا کذا فی المحيط و  
شرط صحة القبض ان یأذن  
الراهن فان قبض بغیر اذن  
الراهن لم یجز قبضہ<sup>۴</sup>۔ (مختصراً)  
امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الرہن میں فرمایا  
قبضہ کے بغیر رہن جائز نہیں، محیط میں یوں ہے،  
اور قبضہ صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ راہن اجازت  
دے اگر راہن کی اجازت کے بغیر قبضہ  
کیا تو اس کا قبضہ جائز نہ ہوا،  
مختصراً۔ (ت)

راہن کو اختیار ہے کہ بے ادائے دین اپنا قبضہ رکھے۔ عنایہ میں ہے،  
ان قبضہ المرہن علی هذا الوجه  
تم العقد ولزم وان لم یقبضہ  
فان الراهن بالخيار بین التسليم  
اگر مرہن نے مرہون پر رہن کی بنا پر قبضہ  
کر لیا تو عقد تمام اور لازم ہو گا ورنہ  
راہن کو سوچنے اور نہ سوچنے کا اختیار

۱۔ الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الشرط ادارة القرآن کراچی ۲۲۵/۲

۲۔ القواعد آن الکریم ۲۸۳/۲

۳۔ القدوری کتاب الرہن مطبع مجیدی کانپور ص ۱۰۰

۴۔ الفتاویٰ الہندیہ کتاب الرہن الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۴۳۳/۵

وعدمہ

ہوگا۔ (ت)

یہاں کہ تمام اشیائے مرہونہ یا قبضہ مستاجران میں تھیں یا قبضہ خود مالک مکان میں اور بعد  
رہن بھی مالک و مستاجران ہی کا قبضہ رہا تو مرہن کا قبضہ محقق نہ ہوا اور رہن بے اثر و بے معنی  
رہا جو کچھ زر کرایہ عمر و نے وصول کیا محض ناحق تھا اور اصل دین میں بچا ہو کر صرف باقی ذرا اصل کا  
اس کو مطالبہ جائز رہا۔ عقود الدریہ میں ہے :

مرہن خرید داماہ عند عمر و بدین  
ثم اجر عمر و الداماہ من زید  
مدۃ معلومة باجرة معلومة قبضہا من زید  
فلاجرة باطلۃ فلیرجع خرید بما دفع  
ان لم یکن من جنس الدین وان  
کان من جنسہ تقع المقاصۃ

زید نے اپنا گھر قرض کے عوض عمر و کے پاس  
رہن کھا پھر عمر و نے وہی گھر معین مدت کے لئے  
معین اجرت کے بدلے میں زید کو بطور اجارہ  
دے دیا اور زید سے اجرت وصول کر لی تو وہ  
اجرت باطل ہے۔ زید کو چاہئے کہ جو کچھ اس نے  
دیا وہ اس سے واپس لے اگر وہ رہن کی جنس  
سے نہیں ہے۔ اور اگر وہ دین کی جنس سے  
ہے تو وہ قرض میں بچا ہوگا۔ (ت)

اور بالفرض اگر یہ خیال قابل تقسیم ہو سکے کہ زید کا کرایہ داروں اور عمر و کا سامنا کر دینا  
اور ان سب کی اس پر تراضی گویا اس کی مفید ہوتی کہ آج سے عقد اجارہ کہ زید و مستاجران  
میں تھا بر تراضی فریقین طے ہو کر عمر و مستاجرین میں باذن زید عقد اجارہ منعقد ہوا اور اسی قدر کو  
قبضہ مرہن فرض کر لیا جائے تو اب بھی ہمارا آتش در کاسہ (وہ سب کچھ کاسہ میں رہا۔ ت) کا  
مضمون ہوگا مرہن جب باذن راہن شئی مرہون کسی شخص ثالث کو بطور اجارہ دے رہن فوراً باطل  
ہو جاتا ہے اور اجرت کا مالک خاص راہن قرار پاتا ہے تو مرہن نے جو کچھ لیا غصب تھا دین  
سے بچا ہو کر صرف باقی ذرا اصل کا اسے مطالبہ پہنچے گا اور جائیداد اس کی رہن سے نکل گئی باقی  
لے کر چھوڑنا کیا معنی۔ ہندیہ میں ہے :

لو آجر واحد منہما (ای من  
الراہن والموتہن) باذن  
لہ الغایۃ علی الہدایۃ علی ہاشم فتح القدیر  
لہ العقود الدریۃ کتاب الرہن  
اگر ان دونوں (راہن و مرہن) میں سے کسی  
ایک نے دوسرے کی اجازت سے مرہون شئی  
کتاب الرہن مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲۰/۹  
ارگ بازار قندھار افغانستان ۲۵۲/۲

صاحبہ او بغیر اخذ نہ ثم اجاز صاحبہ  
صحت الاجارة وبطل الرهن فتكون  
الاجرة للرهن وكذا لك لو استاجره  
الرهن صحت الاجارة وبطل الرهن  
اذا جدد القبض للاجارة هكذا في  
شرح الطحاوی: واللہ سبحانہ و  
تعالیٰ اعلم۔

اجرت پر دے دی یا دوسرے کی اجازت کے  
بغیر دی پھر دوسرے نے اس کی اجازت  
دے دی تو اجارہ صحیح ہو گیا جبکہ رہن باطل  
ہو گیا اور اجرت راہن کے لئے ہو گی۔ اور  
یونہی اگر مرہن نے مرہون کو اجارہ پر لے لیا  
اجارہ صحیح اور رہن باطل ہو گیا جبکہ احب رہ  
کیلئے نیا قبضہ پایا گیا یونہی شرح الطحاوی  
میں ہے۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

مسئلہ از مقام قصبہ بلرام پور ضلع گونڈہ مرسلہ سید محمد مجمل حسین صاحب ڈاکٹر  
مخدوم و مکرم بندہ حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب بعد سلام علیک کے التماس ہے  
کہ میں نے ایک مکان رہن یا قبضہ لیا تین سو روپے پر اور یہ مکان اور دکان ایک ہندو کا ہے  
اور اسی شخص نے پھر مجھ سے یہ مکان دکان تین سو روپے میں لے کر اسے لے لیا ہے مینے  
دو سال کی ہے مگر شرط یہ بھی ہے کہ اگر اندر دو سال کے مکان دکان نہ چھڑائے  
تو رہن نامہ بجائے مینے اس کے سمجھا جائے مجھ کو یہ علم نہ تھا کہ یہ فعل ناجائز ہے براہ بندہ نوازی اس  
مسئلہ سے مطلع فرمایا ہے کہ جو کرایہ نامہ میں نے لکھا ہے وہ روپے لوں یا نہ لوں؛ جائز ہے لینا  
یا نہیں؛ اور وہ روپیہ کسی غریب یا کسی حاجتمند کو دیا جاسکتا ہے کسی کام میں یہ روپیہ کرایہ کا صرف ہو سکتا ہے  
یا نہیں؛ اگر یہ روپیہ کسی کام میں آسکتا ہے تو خیر، اور اگر کسی کام میں نہیں آسکتا تو اتنے روپیہ کو  
لیا کیا جائے یا بس کے یہ روپیہ ملے اسی کو واپس کیا جائے؛ جو اب صاف مرحمت ہو۔ ایک  
شخص مجھ سے کہتا ہے کہ اگر یہ روپیہ ناجائز ہے اور آپ اپنے صرف میں نہیں لاسکتے ہیں تو میں  
قرضدار ہوں جس کی ادائیگی کے امکان سے باہر ہے مجھ کو دے دیجئے کہ میں قرضہ ادا کروں۔

### الجواب

سید صاحب سلمہ فی الواقع رہن دخلی بھی سود ہے اور شئی مرہون کا راہن کو کرایہ پر  
دینا اور اس سے کرایہ لینا بھی سود ہے اور سود لینا حرام مگر جب کہ وہ شخص ہندو ہے اگر اس  
نے کسی مسلمان سے سود لیا ہو تو اس سے یہ رقم نہ بنیت سود بلکہ اس نیت سے کہ اس نے



جو ناجائز رقم لی تھی وہ اس مسلمان کی اُس پر شرع کی رو سے آتی ہوتی وصول کر کے مستحق کو پہنچاتا ہوں  
 لینا جائز ہے۔ اور اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگوں میں سود خواری سے نام مشہور ہوگا اور جس طرح  
 بُرا کام بُرا ہے بُرا نام بھی پسندیدہ نہیں تو یہ جواز خالص بلا کراہت ہوتا یونہی یہ بھی کہ سود کی  
 نیت نہ کی جاتی بلکہ ایک ناسلم غیر ذمی کا مال طریقِ مجاز قانونی سے لے کر اس محتاج مدیون مسلمان  
 کی مدد کرتے جو آپ سے استمداد کر رہا ہے اور مساکین مسلمین کے صرف میں لاتے کوئی حرج  
 نہ رکھتا غرض ان نیتوں کے ساتھ حرام نہیں بڑے نام کے سبب بچنا چاہتے فقط ، واللہ تعالیٰ اعلم  
 ۱۳۶۲ھ از دھارو پور مرسلہ جناب فوجدار خاں صاحب ۱۴ صفر المظفر ۱۳۳۰ھ

علمائے دین و اتباع شرع متین کیا فرماتے ہیں ان مسائل میں کہ :

(۱) کسی اہل ہندو کی حقیقت اگرچہ رہن دخل رکھی جائے اور اس کی مالگزاری سرکاری سال بسال  
 بموجب بند و بست سرکاری سرکار کو ادا کی جائے تو اس کا منافع جو کچھ اراضی میں ہوگا  
 وہ سود میں شمار کیا جائے گا یا نہیں یا کیا حکم ہے ؟

(۲) اگر کسی اسامی دخل کار کی اراضی موروثی چند سال معین کے لئے رہن رکھی جائے اور  
 اس اراضی مرہونہ کالگان زمین دار کو رہن دار سال بسال ادا کرے تو اس اراضی کے  
 کاشت کرنے سے جو کچھ منافع ہوگا اس کے واسطے کیا حکم ہے ؟ بینوا تو جروا

### الجواب

(۱) ہندو کی حقیقت رہن دخل لینا اور اس سے منافع حاصل کرنا کوئی حرج نہیں مگر شرط  
 یہ ہے کہ اپنے قرض پر نفع لینے یا سود کی نیت کرے بلکہ یہ کہ ہندو کی رضا مندی سے اس کے مال  
 پر قبضہ جائز ہے اور اس مباح سے نفع حاصل کیا جاتا ہے ،

فانہا الاعمال بالنیات وانہا لکل  
 امرء مانوی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔  
 بے شک علموں کا دار و مدار نیتوں پر ہوتا ہے  
 اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے  
 نیت کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۲) دخل کار زمین موروثی کا شرعاً مالک نہیں ہوتا اس پر قبضہ کے بعد اصل مالک یعنی  
 زمین دار سے اس کے کاشت کی اجازت لے کر کالگان زمین دار کو تادمت رہن ادا کرتا رہے

اُس کا منافع حلال طیب ہے یہ خیال نہ کرے کہ دخیل کار کو ہم نے قرض دیا ہے اور اس کی ملک رہن رکھی ہے اور اپنے قرض کا نفع اس سے لیتے ہیں کہ یہ نیت غلط و باطل ہے اور قصہ گناہ سے گناہگار ہوگا بلکہ یہی نیت کرے کہ زمین زمین دار کی ہے دخیل کار سے اتنے دنوں کے لئے مل گئی ہے اور ہم نے مالک سے اجازت لے کر کاشت کی ہے لہذا ہم کو اپنی کاشت کا نفع حلال ہے اس میں حکم یکساں ہے خواہ وہ دخیل کار مسلمان ہو یا ہندو،

لَا نَهَى رَهْنٌ مِّلْكٌ غَيْرُهُ فَالْمَالُ لَكَ اِنْ لَمْ يَقَعْ مِنْهُ اجْبَارَةٌ الرَهْنِ وَاذَنْ لِهَذَا فِي الزَّرْعِ بِالْاَجْرِ الْمَعْهُودِ فَهَذِهِ اجْبَارَةٌ نَافِذَةٌ وَقَدْ كَانَتِ الرَهْنُ مَوْقُوفًا عَلَى اجْبَارَتِهِ وَكُلُّ مَوْقُوفٍ طَرَأَ عَلَيْهِ بَاتٌ بَطُلٌ وَاِنْ فَرَضَ اَنْتَ اجْبَارَتِ الرَهْنِ وَلَوْ دَلَالَةً فَالرَهْنُ اِلَى اجْلِ فَاسِدٍ وَالْفَاسِدُ وَاجِبُ الْفُسْخِ وَيُسْتَبَدُّ بِهِ كُلُّ مَنْهُمَا خَلْمًا اَجْرُ مَنْ هَذَا اَمْلُ الرَهْنِ لَانِ الرَهْنُ وَالْاجْبَارَةُ مَتَشَافِيَتَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ كَمَا صَرَّحُوا بِهِ، وَاللَّهُ تَعَالَى اَعْلَمُ۔

اس لئے کہ یہ ملک غیر کارہن ہے، چنانچہ مالک نے اگر رہن کی اجازت نہ دی اور مرہون زمین میں معین اجرت کے بدلے کاشت کی اجازت دے دی تو یہ اجارہ نافذ ہوگا۔ اور تحقیق رہن اس کی اجازت پر موقوف تھا اور ہر موقوف جب اس پر قطعیت طاری ہو تو وہ باطل ہو جاتا ہے اور اگر فرض کر لیا جائے کہ اس نے رہن کی اجازت دی اگرچہ بطور دلالت ہو تو یہ ایک مدت تک رہن ہوا جو کہ فاسد ہے اور فاسد کا فسخ واجب ہوتا ہے۔ عاقدین میں سے ہر ایک اس کو فسخ کرنے میں مستقل ہوتا ہے کہ جب مالک نے اس کو اجارہ پر دے دیا تو رہن باطل ہو گیا کیونکہ رہن اور اجارہ آپس میں متنافی ہیں جو جمع نہیں ہو سکتے جیسا کہ مشائخ نے اس کی تصریح فرمائی۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

قَالَ فِي رد المحتار فِي مَسْئَلَةِ مَنْ اعَارَ لِرَهْنٍ افْتَى فِي الْحَامِدِيَةِ فِيمَا لَوْ قِيدَ الْعَارِيَةِ بِمُدَّةٍ مَعْلُومَةٍ

رد المحتار میں اس شخص کے بارے میں کہا جس نے کوئی شے بطور عاریت دی تاکہ آ رہن رکھے۔ حامدیہ میں فتویٰ دیا ہے کہ اگر عاریت کو معین مدت کے ساتھ مقید کیا ہے

ومضت المدة بان للمعير اخذها  
من المستعير قال وبه افتى في الخيرية  
والاستعيلية ومثله في فتوى ابن نجيم  
قائلا ، وليس له مطالبة بالرهن  
قبل مضي المدة فاذا مضت وامتنع  
من خلاصه من المرتهن اجبر عليه اه  
اقول ولا يخالفه ما في الذخيرة  
استعارة ليرهنه بدينه فله رهنه  
بمائه الى سنة فللمعير طلبه منه  
وان اعلمه انه يرهنه الى سنة اه  
لان الرهن هنا فاسد لتأجيله كما  
مر وكلامنا في تأجيل العارية تأمل اه  
والله تعالى اعلم۔

اور وہ مدت گزر چکی ہے تو معیر اس کو مستعیر  
سے لے لیتا ہے۔ فرمایا اسی کے ساتھ  
خیر یہ اور اسمعیلیہ میں فتویٰ دیا ہے اور اسی کی  
مثل فتاویٰ ابن نجیم میں ہے کہ معیر کو مدت گزرت  
سے پہلے رہن کے مطالبہ کا اختیار نہیں اور  
جب مدت گزر جائے اور وہ مرتہن سے عاریت  
والی شئی چھڑانے سے انکاری ہو تو اس پر  
جبر کیا جائے کہ اس میں کتا ہوں یہ اس کے مخالف  
نہیں جو کچھ ذخیرہ میں ہے۔ مستعیر نے اس لئے  
عاریت پر لیا کہ وہ اس شئی کو اپنے قرض کے  
بدلے رہن رکھے گا چنانچہ اس نے اس شئی  
کو متورویے کے بدلے میں ایک سال تک  
رہن رکھا تو معیر اس کا مطالبہ کر سکتا

ہے اگرچہ معیر نے اسے بتا دیا ہو کہ وہ سال تک رہن رکھے گا کیونکہ رہن یہاں مدت مقرر کرنے  
کی وجہ سے فاسد ہے جیسا کہ گزر گیا۔ اور ہمارا کلام عاریت کی مدد مقرر کرنے میں ہے غور کر ۱۱  
اور اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۶۴ از ملک کاٹھیاواڑ مسؤلہ حاجی عیسیٰ خان محمد ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۰ھ  
(نوٹ) ادھار خرید اور اطمینان کے لئے پاس زیور رہن رکھا جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب

جائز ہے۔ پھر اگر زیور مرتہن کے پاس تلت ہو جائے تو اگر جنس کے بدلے رہن تھا مثلاً  
نوٹ روپوں کو خرید اور چاندی کا زیور رہن رکھایا یا اشرفیوں کو مول لیا اور سونے کا زیور گرو دی کیا  
جیب تو اس کا وزن معتبر ہوگا، اور اگر خلاف جنس کے بدلے رہن تھا مگر نوٹ روپوں کو خرید  
اور سونے کا زیور رہن رکھایا یا اشرفیوں کو مول لیا اور چاندی کا زیور گرو کیا تو زیور کی قیمت معتبر ہوگی

مثلاً ٹوٹ سوروپے کو مول لیا اور چاندی کا زیور کہ وزن میں سوروپے بھر اور قیمت میں دوسوروپے کا تھا رہن رکھا اور وہ جاتا رہا تو برابر ہو گئے کہ وزن یکساں تھا اور اگر پچاس روپے بھر کا زیور رہن کیا جو قیمت میں سوروپے کا تھا اور تینت ہو گیا تو دین میں سے صرف پچاس سا قسط ہوئے کہ یہاں قیمت میں سوروپے کا تھا رہن رکھا اور وہ ہلاک ہو گیا تو برابر ہو گئے دین سا قسط ہو گیا کہ یہاں قیمت کا اعتبار ہے، درمختار میں ہے :

صح رہن الحجرین والمکیل والموزون  
فات ساهن بخلاف جنسه هلك  
بقیمته وهو ظاهر وان بخنسه  
هلك هلك بمثله وزنا وکیلا لایقمة  
ولا عبیة بالمجودة عند المقابلة  
بالجنس ثم ان تساویا فظا هر  
وان الدین انرید فالنراشد فی  
ذمة الراهن وان الرهن انرید  
فالنراشد امانة دمرر وصدرا الشریعة  
والله سبخنه وتعالی اعلم۔

اور صحیح ہے رہن رکھنا سونے، چاندی اور  
کیل و وزنی چیزوں کا۔ اگر اس نے مذکورہ  
چیزوں کو ان کی جنس کے خلاف کے عوض رہن  
رکھا اور مرہون ہلاک ہو گیا وہ قیمت کے ساتھ  
ہلاک ہوا اور یہ ظاہر ہے۔ اور اگر مذکورہ چیزیں  
ان کی جنس کے مقابل رہن رکھیں اور مرہون  
ہلاک ہو گیا تو وہ اپنی مثل قرض کے مقابل  
ہلاک ہوگا باعتبار وزن یا کیل کے نہ کہ باعتبار  
قیمت کے۔ اور جنس کے ساتھ مقابلہ کے وقت  
مرہون کے کھرے ہونے کا کوئی اعتبار نہیں۔

پھر اگر قرض اور مرہون برابر ہیں تو ظاہر ہے، اور اگر قرض زائد ہے تو وہ زائد راہن کے ذمے ہوگا۔ اور  
اگر مرہون زائد ہے تو وہ زائد امانت ہوگا، درر وصدرا الشریعة۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۶۵ حیدرآباد کن محلہ قاضی پورہ دفتر قادری تفسیر مرسلہ جناب مولوی سید عبد الجبار صاحب  
۱۰ شعبان ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بجز سے زید نے مکان  
رہن لیا اور اب زید اس مکان کے کرایہ سے یا خود رہ کر منفع ہونا چاہتا ہے آیا درست و  
جائز ہے یا نہیں؟ زید کا بیان ہے کہ کچھ خفیف ترمیم یا آہک پاشی میں اپنی ذات سے  
کر لیتا ہوں اس صورت میں کیا انتفاع جائز ہو سکتا ہے؟ بیسوا تو جروا۔





۲۵۹  
 ایک پاشی وغیرہ کا حیلہ مفید نہیں کہ اگر اسے اس جہت ٹھہرائیں تو اول تو رہن و احبارہ دو عقد متنافی ہیں جمع نہیں ہو سکتے اور رہن چھوڑ کر اجارہ مانیں تو اجرت مجہول ہے اور ایسا اجارہ حرام اور عاقدین گنہگار اور دونوں پر اس کا فسخ واجب، اور وہ نہ کریں تو حاکم پر لازم کہ جبراً فسخ کر دے دفعاً للمعصیۃ کما فی الدر المختار وغیرہ (معصیت سے بچتے ہوئے جیسا کہ در مختار وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

۶۶ مسئلہ از بھڑوچ مسئلہ محمد عبدالرشید خاں صاحب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس عمرو نے باغ وزمین گرو رکھا چند عرصہ میں عمرو مع آل اولاد مر گیا اب اس کے باغ وزمین کا واپس لینے والا کوئی نہ رہا وہ باغ وزمین زید ہی کے پاس ہے، اب اگر زید اس باغ وزمین کی آمدنی کے روپے سے خیرات و حج کرے تو از روئے شرع شریف درست ہے یا نہیں؟

### الجواب

اگر وہ باغ وزمین اس کے روپے سے جو اس نے راہن کو دیا تھا زیادہ قیمت کی ہوں جیسا کہ اکثر اشیاء پر مرہون میں یہی ہوتا ہے تو یہ اس سب کا مالک نہیں ہو سکتا بقدر اپنے روپے کے لے سکتا ہے باقی فقراء مسکین کا حصہ ہے جبکہ فی الواقع مالک کا کوئی وارث نہ رہا ہو جس قدر اس کا حصہ ہے اس سے حج کر سکتا ہے اور تصدق سب کا ممکن ہے اپنے حصہ کا باختیار خود اور حصہ فقراء اس طرح کہ وہ انھیں کا مال ہے اور اگر اس کی مالیت اس کے روپے سے کم یا برابر ہو تو اس سب کو اپنے دین میں سے لے سکتا ہے،

علی ما نقل الفتویٰ علیہ فی رد المحتار جیسا کہ اس پر فتویٰ منقول ہے۔ رد المحتار  
 ان فی نہ ماننا اخذ حقہ من میں ہے کہ ہمارے زمانے میں اس کو  
 خلاف جنسہ لے خلاف جنس سے اپنا حق وصول کرنے کا اختیار

ہے۔ (ت)

اُس وقت اُس سے حج و تصدق کا جواز خود ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مسئلہ از قصیدہ دوکانہ خاص پارٹھم ضلع میں پوری مرسلہ حکیم ظہور الدین صاحب  
۱۷ ربیع الآخر ۱۳۱۰ھ

جناب فضیلت تائب فیض اکتساب دام اقبالکم، بعد سلام علیکم آنکہ مشرودہ صحیح پوری مزاج کا  
مدام دعا گو اور جواب با صواب کا آپ کے اسلامی معاملات شہرہ ویکٹائے آفاق ہے منظر مثل  
ماہی بے آب ہوں۔

یہ مسئلہ بذریعہ سوال مندرجہ صدر کے بجواب مندرجہ تحت کہ جس کے نقل منسلک ہوا ہے  
آنجناب نے عرصہ گزرا کہ حل فرمایا تھا تو ہم بسوہ ۳ مسوائسہ ۶ کچوانسہ اور دوثلث کچوانسہ مال غصب  
اس وقت معاق تھا کہ بعدہ جس کا دعویٰ ورثائے شخص ثالث نے باستحقاق مستحقہ مجوزہ عدالت  
بابت دخیابی یا نفکاک الرہن وزیر عدالت کہ جو ۱۳ مئی ۱۸۹۱ء کو بعارض تہادی قانون انگریزی  
ڈسمس ہوا تو اب جو ورثاء راہنہ کو جو ۱۶ سوائسہ ۱۳ کچوانسہ اور ایک ثلث کچوانسہ اور منجملہ پانچ بسوہ  
رہن کردہ مذکورہ کی پانچے ہیں اس ۳ بسوہ ۶ کچوانسہ اور دوثلث کچوانسہ ملکیت مال معاق کو نفک الرہن  
کو ادیں تو اب بھی ہو سکتا ہے یا کہ لوچ اس کے ورثائے شخص ثالث مستحقہ کا دعویٰ ڈسمس ہونے سے  
قائم مقام مرتہن شرعاً مالک اصل ہو گیا اور ورثہ راہنہ غاصبہ کو انفعکاک الرہن کا کوئی حق باقی نہ رہا  
اور اگر شرعاً استحقاق ہے تو اب بصورت استحقاق ورثہ راہنہ نفک الرہن کو ادیں تو اصل مالک  
یہ بھی رہے گی یا کہ ورثائے شخص ثالث کو استحقاق پھر بھی ورثہ راہنہ پر پہنچانے کا رہے گا یا  
کہ کوئی حق ورثائے ثالث کا اب بوجہ اس کے اس کا دعویٰ ڈسمس ہو چکا ہے نہیں رہا امید  
کہ جیسی صورت شرعاً ہو بجواب مفصل صاف صاف بحوالہ کتب بواسطہ خدا و رسول جواباً ارقام  
فرما کر معززہ ممتاز فرمائیں، والسلام

### الجواب

اٹھارہواں سال ہے کہ ذی القعدہ ۱۳۱۳ھ میں یہ مسئلہ یہاں سے لکھا گیا وہی جواب  
اس کا اب بھی ہے جو جب تھا حق انفعکاک و ارثان راہنہ کو ہے ادائے دین مرتہن راہنہ ہی کے  
تذکرہ سے ہوگا جزر معلق کی نسبت اگر ثابت یا وارثان راہنہ کو معلوم ہے کہ وہ شخص ثالث کا ہے  
توان پر فرض ہے کہ بعد انفعکاک و ارثان ثالث کو پہنچا دیں شرع مطہر میں تہادی سے حق نہیں  
جاتا، جوہرہ نیرہ کتاب الطلاق باب اللعان، پھر اشباہ والنظائر فقہ ثانی کتاب القضا  
والشہادت والدعاوی میں ہے،

الحق لا يسقط بتقادم الزمان  
قد فاد قضا و قصاصا و لعانا و  
حقا لعبدیہ  
حق زیادہ زمانہ گزر جانے کے سبب سے ساقط  
نہیں ہوتا چاہے قذف ہو یا قصاص ہو یا  
لعان ہو یا حق عید ہو۔ (ت)

اور اگر نہ ان کو معلوم نہ کوئی ثبوت تو وہ جُز بھی ملک راہنہ سمجھا جائے گا جو اس پر قابض تھی  
اور جس نے بدعویٰ مالکانہ اس کو رہن کیا لان القبض دلیل الملك (کیونکہ قبضہ ملکیت کی  
دلیل ہے۔ ت) اس صورت میں وہ خود وارثان راہنہ کا ہے بہر حال وارثان مرتہن کا کسی طرح  
نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۸ از لکھنؤ نئی سڑک جو تاج بازار پنجاس مرسلہ حاجی قدرت اللہ خاں تاجر حفت پاپوش  
۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

استفتاء مزید (یعنی نسبت مسئلہ آمدہ از کانپور ۳ صفر ۱۳۲۶ھ)  
واقعات مندرجہ استفتاء سابق میں لکھا ہے (بعد اس زمین کے راہن نے کرایہ داروں  
سے کہہ دیا کہ کرایہ عسرو مرتہن کو دیا کریں) اس کی نسبت عمر و مرتہن نے ظاہر کیا ہے کہ صحیح  
واقعہ اس طرح ہے کہ بر بنائے شرط مندرجہ دستاویز ایک ماہ کے بعد راہن نے کرایہ داروں سے  
کہا کہ کرایہ عسرو مرتہن کو دیا کریں، اگر یہ صحیح واقعہ استفتاء میں تحریر ہوتا تو فتویٰ یہ ہوتا کہ  
شرعیاً صحیح ہو گئی اور کرایہ وصول شدہ ملک مرتہن ہے۔ لہذا حضرات علمائے کرام مدظلہم العالی  
کی خدمت والا میں بکمال ادب گزارش ہے کہ عبارت استفتاء منسلکہ (بعد اس رہن کے  
راہن نے کرایہ داروں سے کہہ دیا کہ کرایہ مرتہن کو دیا کریں) عبارت صحیح یہ ہے کہ (بر بنائے  
شرط مندرجہ دستاویز ایک ماہ کے بعد کرایہ داروں سے راہن نے کہہ دیا کہ کرایہ مرتہن کو دیا کریں)  
پس اس تصحیح واقعہ و تبدیل عبارت کے بعد احکام مندرجہ فتویٰ میں کیا تبدیلی ہوگی، اور کیا  
اس صورت میں جائداد بیع ہو جائے گی اور کرایہ وصول شدہ ملک مرتہن ہوگا، بلکہ حفظہ حالات  
مندرجہ استفتاء سابق و تصحیح واقعہ مندرجہ استفتاء مزید لہذا و فتویٰ منسلکہ جواب  
بحوالہ کتب عطا ہو۔



## الجواب

اس تبدیلی سے ایک تغیر ضرور ہوا سوال سابق میں اگر عبارت یوں صاف مصرح ہوتی تو جواب میں بہت تخفیف رہتی، عبارت اولیٰ سے ظاہر یہ تھا کہ رہن کے بعد ہی راہن نے کرایہ داروں سے ایسا کہہ دیا اور جب کہ یہ شرط رہن نامہ نہ تھا کہ اس میں حصول بیع و ملک مرتہن الفقہار میعاد ایک ماہ و عدم فک رہن پر مشروط تھا پیش از میعاد رہن کے اس کہہ دینے سے ناواقف کو وہم ہو سکتا تھا کہ راہن نے کرایہ داروں سے اپنا اجارہ فسخ کر کے مرتہن سے اجارہ کر دیا اور گویا اس طرح رہن پر مرتہن کا قبضہ ہو گیا جس کے دفع کو فتوائے سابقہ میں وہ تقدیر لکھی گئی نیز یہ وہم ہو سکتا تھا کہ جب کہ اجازت قبل میعاد بر بنائے شرط نہیں تو یہ راہن کا مرتہن کو محض احساناً بلا شرط اپنی طرف سے منافع مرہون کی اجازت دینا ہوا تو وہ کرایہ حق مرتہن میں حلال ہونا چاہئے۔ تنویر الابصار میں ہے :

لہ جس سہنہ لا الانتفاع بہ مطلقاً  
الاباذن بہ  
مرتہن کو مرہون کے روک رکھنے کا اختیار  
ہے نہ کہ اس سے کسی قسم کا نفع حاصل  
کرنے کا سوائے اس کے کہ راہن اس کو

اجازت دے دے۔ (ت)

جواب الفتاویٰ پھر منخ الغفار پھر رد المحتار میں ہے :

اذا كان مشروطاً صار قرضاً فیہ  
منفعة وھو سبب والا کلا باس یث  
اگر مرہون سے نفع اٹھانے کی شرط لگا دی گئی  
تو یہ ایسا قرض ہو گیا جس میں منفعت ہے  
اور وہ سود ہے۔ اور اگر شرط نہیں لگائی گئی  
تو کوئی حرج نہیں۔ (ت)

اور اُس جواب کی حاجت ہوتی جسے ہم نے اپنے فتاویٰ میں منع کیا جس کا خلاصہ یہ کہ محض بروجہ تبرع و احسان اجازت انتفاع یہاں لفظ بے معنی و اسم بے ہمتی ہے یقیناً قرض ہی کے دباؤ سے اجازت ہوتی ہے مرتہن اسے اپنا حق سمجھتے ہیں اور معروف مثل مشروط ہے تو وہ

خالص رہا ہی ہے۔ طحاوی علی الدر المختار پھر رد المحتار میں ہے :

والغالب من احوال الناس انهم يريدون عند الدفع الانتفاع ولو لا لما اعطاه الدر اھم وهذا بمنزلة الشرط لان المعروف كالمشروط وهو مما يعین المنع له

لوگوں کا غالب حال یہ ہے کہ وہ دین رکھتے وقت نفع اٹھانے کا ارادہ کرتے ہیں وگرنہ قرض پر درہم ہی نہ دیں گے، اور یہ بمنزلہ شرط کے ہے کیونکہ معروف مشروط کی طرح ہوتا ہے اور وہ ممانعت کو متعین کرتا ہے۔ (ت)

تیزیروہم ہو سکتا تھا کہ شرعاً بوجہ تعلیق وعدم قبضہ نہ یہاں بیع ہوئی نہ دین تمام اور یہ اجازت پیش از میعاد اس قرار داد پر مبنی نہیں کہ کہا جائے جب وہ عقد باطل ہو یا یہ اجازت بھی باطل ہوگی اذا بطل المتضمن بطل المتضمن (جب متضمن باطل ہو گیا تو متضمن بھی باطل ہو گیا) بلکہ یہ ایک اجازت مستقلہ ہے تو اپنا عمل کرے گی لصدورھا عن اھلھا فی محلھا (اس لئے کہ یہ اپنے اہل سے اپنے محل میں صادر ہوئی۔ ت) اور جواب کی حاجت ہوتی ہے کہ دین نہ سہی قرض تو ہے اور اُسی کی وجہ سے یہ اجازت ہے ورنہ راہ چلنے کے لئے کہہ دیتا کہ میری تمام مکانات و کانات کا کرایہ آج سے فلاں کو دیا کرو اور خود اپنے مکان سکونت کا کرایہ دینا اس پر دلیل قاطع ہے تو اجازت اگرچہ مستقلہ ہے اجازت حرام و رہا ہے اور رہا ہندہ کی اجازت سے حلال نہیں ہو سکتا ہے۔ حدیث میں ہے :

كل قرض جرم منفعة فهو ربا، رواه الحارث بن ابی اسامة عن امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

جو قرض نفع کو کھینچ لائے وہ سود ہے۔ اس کو حارث بن ابی اسامہ نے بروایت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ لکرم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

امام عبد اللہ ابن محمد ابن اسلم سمرقندی نے فرمایا :

اذن له في الربا لانه يستوفي راسن كامرتهن كوامرتهن سے نفع اٹھانے کی

دینہ کا ملافت بقیٰ له المنفعة فیکون  
مربا و هذا امر عظیم

اجازت دینا سود کی اجازت ہے کیونکہ وہ اپنا  
قرض مکمل وصول کرتا ہے تو اس کے لئے نفع  
باقی رہا جو کہ سود ہو گیا اور یہ امر عظیم ہے۔ (ت)  
اس پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ یہ فضل رہا نہیں بلکہ فضل مستحق بالعقد اور یہ جبکہ پیش از میعاد و وقت  
قرارداد ہے مستحق بالعقد نہیں اور پھر اسی تنبیہ کی ضرورت ہوتی کہ،

المعہود عرفناک المشروط لفظاً  
جو عرف میں معہود ہو وہ لفظوں میں مشروط کی  
مثل ہے۔ (ت)

غرض اس عبارت سابقہ میں متعدد ادہام اور اس کے دفع کی مونت تھی اب کہ سوال میں  
آپ کی تصریح ہو گئی کہ حسب قرارداد و بعد مرور میعاد اُسی شرط کی بنیاد پر راہن نے یہ اجازت دی  
سب مونتیں اٹھ گئیں اور خود ہی ظاہر ہو گیا کہ یہ اجازت اُسی شرط باطل پر مبنی تھی اور باطل پر جو کچھ  
مبنی ہو باطل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما بال رجال یشرطون شروطاً یست  
فی کتاب اللہ ما کان من شرط لیس فی  
کتاب اللہ فهو باطل ان کان ماثلاً  
شرطاً فقطضاء اللہ احق و شرط اللہ  
اوثق۔ رواہ الشیخان عن امّ المؤمنین  
رضی اللہ عنہا۔  
ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں  
جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں، جو شرط بھی کتاب اللہ  
میں نہ ہو وہ باطل ہے اگرچہ سو شرطیں ہوں پس  
اللہ کا فیصلہ زیادہ حق والا ہے اور اللہ کی شرط  
زیادہ مضبوط ہے۔ اس کو شیخین نے ام المؤمنین  
رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ (ت)

تو اس تبدیل سے احکام فتوائے سابقہ میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی بلکہ اور ان کی تائید و توثیق ہو گئی۔  
واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۔ رد المحتار بحوالہ عبد اللہ ابن محمد بن اسماعیل السمرقندی کتاب الرهن دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۱۰  
۲۔ الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة السادسة ادارة القرآن کراچی ۱/۱۳۱  
۳۔ صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الولاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۴  
۴۔ صحیح مسلم کتاب العتق باب بیان الولاء لمن عتق " " " ۱/۴۹۴

مسئلہ ۶۹ از مقام مذکور ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

حضرت اقدس مدظلہ العالی بعد عرض تسلیم بصدف تعظیم گزارش ہے کہ قبل اس کے دو عریضے خدمت اقدس میں روانہ کئے ہیں مولوی عبد اللہ صاحب ٹونکی افسر مدرس مدرسہ ندوہ کی رائے یہ معلوم ہوئی کہ وہ منافع جائیداد مرہون ملک مرتین بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عالمگیری میں ایک جزیہ موجود ہے، الا ان یا ذن الہاھن (مگر یہ کہ راہن اجازت دے دے۔ ت) براہ دستگیری عاجزان اس کے متعلق جو تحقیق صحیح حضور والا کی رائے میں ہو اس سے آگاہ فرما کے سرفرازی بخشی جائے بعید بندہ نوازی سے نہ ہوگا، زیادہ حدادب۔ عریضہ قدرت اللہ خاں از مکھنوی سڑک جوتا بازار۔

### الجواب

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ! آج چوتھا روز ہے جواب فتویٰ حاضر کر چکا ہوں، غالباً اس کے وصول سے پہلے آپ نے یہ کارڈ لکھا۔ اس فتویٰ میں اس وہم کے تین رد موجود ہیں:

(۱) یہاں رہن ہی نہیں محض قرض ہے اور قرض پر نفع سود اور سود کسی کی اجازت سے حلال نہیں ہو سکتا۔

(۲) اگر رہن بھی مانے تو اجازت راہن جسے شرع اجازت مانتی ہے یہاں عنقا ہے ہرگز محض اسکی اجازت بروجر احسان و تبرع کے طور پر نفع نہیں لیتے بلکہ دین کے دباؤ سے جس پر اس مرتین کا راہن کو دوبارہ کرایہ نوٹس دینا شاہد ہے احسان وغیرہ پر نوٹس نہیں ہوتا لاجرم اُسے اپنا حق سمجھا اور بالجبر حاصل کرنا چاہا پھر اجازت سے ہونا کیسا۔

(۳) ان سب سے قطع نظر ہو تو جب سائل نے تصریح کر دی کہ یہ اجازت بعد انقضاء میعاد بر بنائے قرار داد تھی تو قطعاً نفع کی شرط ہو گئی اور دین پر جو نفع شرط کر لیا جائے بالاجماع ربا و حرام قطعی ہے اسے بہ اجازت راہن لینا نہیں کہہ سکتے بلکہ معاہدہ فاسدہ حرمہ۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی  
العظیم وہو تعالیٰ اعلم۔

بلندی و عظمت والے رب کی توفیق کے بغیر  
ز تو بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی

قوت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا

ہے۔ (ت)



## مسئلہ از ریاست رامپور محلہ زینہ عنایت خاں مرسلہ حامد علی خاں صاحب

۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین از روئے شرع مبین اندرین مسئلہ کہ زید بیک کا مقروض ہے بیک نے زید پر عدالت میں دعویٰ دائر کر کے عدالت سے اپنے وصول کر لینے قرضہ کی ڈگری حاصل کی ہے زید کو ایک جائیداد متروکہ عمر و اپنے مورث اعلیٰ سے منجملہ ۱۶ سهام کے ۶ سهام شرعاً پہنچی جائیداد متروکہ عمر و اس کی حیات سے منجانب عمر و ایک شخص کے پاس رہن دہلی ہے اور کوئی جائیداد تریہ کی سوائے سهام مذکورہ نہیں ہے جس سے وصول ڈگری ہو سکے اندرین صورت بیک حقی و حصہ مرہونہ زید بہ تحفظ حق مرتہنی بیک عدالت سے نیلام کر اگر زید ڈگری اپنا وصول کرنے کا مختار ہے یا نہیں اگر شے مرہونہ مذکورہ شرعاً بغیر انفکاک نیلام نہیں ہو سکتی اور کیا صورت ہو سکتی ہے کہ بیک اپنا زر ڈگری زید سے وصول کر سکے بیک مجبوراً کل زر رہن یا فتنی مرتہن قبض عدالت میں داخل کر کے اور انفکاک کر کے حقی و حصہ زید جائیداد مذکورہ سے نیلام کرادے اور بصورت مذکورہ بیک زر رہن ادا کر دہ خود کو دے کر بیک حصہ داران شرکاء زید سے شرعاً وصول کرنے کا مختار ہو گا یا نہیں؟ فقط۔

### اجواب

بیان سائل سے معلوم ہوا کہ وہ جائیداد گاؤں ہے اور اس کی زمین زمانہ عمر و سے مزاد عوں کو اٹھی ہوئی ہے وہ اس پر بدستور قبض رہے اُن سے زمین نکالی نہ گئی اور اسی حالت پر وہ گاؤں ایک شخص کے پاس دہلی رکھ دیا اور واقعی یہاں پر یہی معمول ہے یوں ہی کرتے ہیں اجارہ مقدم ہوتا ہے رہن مؤخر بلا تخلیک مزاد عین ہرگز نہ زمین سے دست بردار ہوتے ہیں نہ اپنا عقد فسخ کرتے ہیں بلکہ اسی مقبوض فی اجارہ کو محض زبانی و کاغذی باتوں سے معاً مقبوض فی رہن تصور کر لیا جاتا ہے حالانکہ شئی واحد پر وقت واحد میں دو قبضہ مختلف وارد نہیں ہو سکے تو حقیقتہً رہن بے قبضہ و بے اثر رہتا ہے اگرچہ براہ نادانی اسے زمین پر قبضہ ہونا سمجھیں اور رہن حشلی کہیں اعتبار حقائق کا ہے نہ مزعومات عوام کا، لہذا اس صورت میں اصل حکم شرعی یہ ہے رہن سرے سے جائز ہی نہیں، نہ مرتہن کو جائیداد میں کوئی حق ہے اور قرض خواہوں پر مقدم ہو حاکم زید کو حکم دے کہ اپنے سهام بیع کر ڈگری ادا کرے اگر وہ مانے حاکم نیلام کر دے اور حق مرتہنی کوئی نہیں جس کا تحفظ کیا جائے۔ فتاویٰ خیر میں ہے:

الواجب فی ذلک شرعاً النظر فی اس میں شرعی طور پر واجب یہ ہے کہ دونوں

كلا العقدين (الرهن والاجارة)  
فان كان البیت مقبوضاً  
فی الرهن دون الاجارة  
اعتبر وكان المرفس احق  
بمالیته من المتاجرو من  
سائر غرماء المیت وان كان  
مقبوضاً فی الاجارة دون  
الرهن كان المتاجر (ای الذی  
عجل الاجرة) احق من المرفس  
ومن سائر الغرماء (حتى لیستوفی الاجرة  
المعجلة اھ در) وان خلا العقدان  
عن القبض كان جمیع الغرماء اسوة  
فیہ یتقاسمونہ بقدر حقوقہم وان  
اتصل بكل منهما قبض فالعبرة  
للاسبق تاریخاً منہما مالہم یجز صاحب  
القبض العقد المتأخر لا لنفسا  
السابق بالاجارة منہ للعقد اللاحق  
وكل هذه الاحكام صرح بہا  
علمائنا الاعلام اھ مختصراً  
موضحاً بزیادة ما بین  
الاهلة۔

عقدوں یعنی رہن و اجارہ میں نظر کی جائے۔  
اگر اس گھر پر قبضہ بطور رہن ہے نہ کہ بطور اجارہ  
تو وہ معتبر ہوگا اور مرفس مرہون کی مالیت کا  
مستاجر اور میت کے دیگر قرضخواہوں سے  
بڑھ کر حقدار ہوگا، اور اگر قبضہ بطور اجارہ ہے  
نہ کہ بطور رہن تو کرایہ دار (جس نے پیشگی کرایہ  
ادا کر دیا ہے) مرفس اور دیگر قرضخواہوں سے  
بڑھ کر مرہون کی مالیت کا حقدار ہوگا (یہاں  
تک کہ وہ پیشگی ادا کیا ہوا کرایہ پورا وصول  
کر لے اھ در) اور اگر دونوں عقد قبضہ سے  
خالی ہوں تو تمام قرضخواہ اس میں برابر ہونگے  
جو اپنے اپنے حقوق کے مطابق اس کو تقسیم  
کریں گے۔ اور اگر دونوں عقدوں میں سے  
ہر ایک کے ساتھ قبضہ متصل ہے تو جو قبضہ  
تاریخ میں مقدم ہے اس کا اعتبار کیا جائیگا  
جب تک سابق قبضہ والا بعد والے عقد  
کی اجازت نہ دے دے کیونکہ اس کی طرف  
بعد والے عقد کی اجازت کے باعث پہلا  
عقد فسخ ہو جائے گا۔ ان تمام احکام کی ہمارے  
علماء کبار نے ایسی تصریح فرمائی جو مختصر مگر چاند  
سے بڑھ کر واضح ہے۔ (ت)

اور اس کے سوا یہاں ایک اور نکتہ ہے رہن تو شرع میں نہیں ہوتا مگر حنفی،  
قال تعالیٰ فرھن مقبوضۃ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو رہن قبضہ میں کیا ہوا۔ ت)  
لہ الفتاویٰ الخیرۃ کتاب الرهن دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۹۲ و ۱۹۳  
لہ القرآن الکریم ۲/ ۲۸۳

مگر عوام جسے رہن دہلی کہتے ہیں جس میں مرہون سے مرہن کا انتفاع شرط ہوتا ہے جیسے مکان  
رہن میں اس کا رہنا یا دیہہ رہن کی توفیر لینا یہ قطعاً سود اور محض حرام اور مردود ہے کماحقہ فقہاء  
فی فتاویٰ (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاویٰ میں کر دی۔ ت) حدیث میں ہے :  
كل قرض جر منفعة فهو جوف من نفعه کو کھینچ لائے وہ  
سود ہے (ت)

جواہر الفتاویٰ میں ہے :

اذا كانت مشروطاً صار قرضاً فيه  
منفعة فهو رباً  
جب شرط لگادی گئی تو یہ ایسا قرض ہو گیا  
جس میں منفعت ہے اور وہ سود ہے (ت)

اور از آنجا کہ مزارعوں سے عقد کرنے والا راہن ہی ہوا،

لأنه العاقد والمنافع انما تتقوم  
بالعقد  
کیونکہ عقد کرنے والا راہن ہے اور منافع  
عقد کے ساتھ قائم ہوتے ہیں (ت)

تخویر میں ہے :

ما هو بدل عن المنفعة كالکسب و  
الاجرة يكون للراهن  
جو منفعت کا بدل ہے جیسے کسب و اجرت  
وہ راہن کا ہے۔ (ت)

تو راہن نے مرہن نے اتنی توفیر پائی کہ اُس کے تمام و کمال دین کے برابر یا زائد تھی  
اور دین و توفیر ایک جنس ہوں مثلاً روپے قرض دئے تھے اور مزارعوں پر بھی لگان میں روپیہ ہی  
دیا ہے نہ بیانی تو مرہن نے اپنا دین وصول پالیا اور وہ چاہے یا نہ چاہے مقاصد ہو گیا یعنی یہ  
توفیر کہ اس نے لی غصباً لی تو اس قدر راہن کا دین مرہن پر لازم ہوا اور جبکہ یہ اس مقدار  
کو پہنچ گیا تھا جتنا اس کا دین راہن پر تھا دونوں کا معاوضہ ہوا اتنی توفیر کا تاوان مرہن پر سے  
جاتا رہا اور مرہن کا دین راہن پر سے اتر گیا اور جائیداد رہن سے نکل گئی اب اسے اس پر کوئی  
حق و مطالبہ باقی نہیں ہے ڈگری دار بلا مزاحمت اپنا حصہ زید سے وصول کرے، اشیاء والنظار

لے کنز العمال بحوالہ الحارث عن علی حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۲۳۸/۶

لے رد المحتار بحوالہ الجواہر الفتاویٰ کتاب الرہن دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۱۰/۵

لے الدر المختار شرح تنویر الابصار فصل فی مسائل متفرقة مطبع مجتبائی دہلی ۲۷۷/۲





خود مرتہن سے تو بعد کی توفیر کا یہ خود ہی مالک ہوگا،  
 لما قد منان المنافع في الاجارة وتنقوم  
 الابل بالعقد فلا يملكها الا العاقد  
 كما نضمن كان۔  
 ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ منافع کا قیام عقد کے  
 ساتھ ہی ہوتا ہے لہذا سوائے عاقد کے  
 چاہے وہ کوئی ہو مکان کا مالک نہیں  
 ہوتا۔ (ت)

اگرچہ بوجہ رب مالک خبیث و حرام ہے اور اس پر فرض ہے کہ یہ توفیر مالکان جائداد کو دے اور  
 یہی بہتر ہے یا تصدق کر دے کہا حققناہ فی فتاویٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں  
 اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) مگر از انجا کہ ملک حرام ہے اور اولیٰ یہی ہے کہ مالکوں کو دے  
 تو مرتہن کے لئے خیر یہی ہے کہ بعد موت راہن بھی اگر توفیر بقدر دین وصول ہو گئی جائداد سے  
 دست بردار ہو۔ یونہی توفیر اگر روپیہ نہ تھی بلکہ بیٹائی ہے تو اس کا غلہ بھی اگر موت راہن تک  
 یا اس کے بعد آج تک اتنا وصول ہو گیا کہ بازار کے بھاؤ سے اس کی قیمت دین کے برابر ہو جب بھی  
 اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ اسناد دین وصول سمجھے اور جائداد چھوڑ دے بلکہ جتنا روپیہ یا غلہ دین سے  
 زائد آیا ہو مالکان جائداد کو واپس دے۔ عقود الدریۃ میں ہے :

یرد ما قبض علی المالك وهو الاولی  
 ثم سئل أیلزم المستفی للمالك  
 ام للعاقد فقال للعاقد ولا یطیب  
 له بل یردہ علی المالك  
 مرتہن نے جو کچھ قبضہ میں لیا ہے وہ مالک کو  
 لوٹا دے وہی اولیٰ ہے۔ پھر پوچھا گیا کہ  
 مقرر شدہ بدل مالک کے لئے لازم ہو گا یا  
 عاقد کیلئے فرمایا عاقد کیلئے مگر وہ اس کیلئے اچھا نہیں بلکہ  
 وہ مالک کو لوٹا دے۔ (ت)

وجیز کر درمی وغیر العیون میں ہے :  
 أجرة المهرتین المرهن من اجنبی بلا اجازة  
 المرهنت فالغلة للمرتین ویصدق  
 بیہا کالغاصب او یردہا علی المالك  
 مرتہن نے راہن کی اجازت کے بغیر مرہون کو  
 اجارہ پر دے دیا تو آمدن مرتہن کے لئے ہو گی  
 تو وہ غاصب کی طرح اس کو صدقہ کرے یا  
 مالک کو لوٹا دے۔ (ت)

لہ العقود الدریۃ کتاب الاجارة ارگ بازار قندھار افغانستان ۱۱۰/۲  
 لہ غز عیون البصار مع الاشباہ والنظائر کتاب المرهن ادارة القرآن کراچی ۱۱۲-۱۱۳/۲

خیر یہ میں ہے :

والثانی افضل لخروجه من الخلاف  
اختلاف سے نکلنے کے لئے دوسری صورت  
افضل ہے۔ (ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ یہاں رہن تسلیم کر لیں ورنہ ہم ثابت کر چکے کہ سرے سے رہن جائز ہی نہیں بہر حال ان صورتوں میں مرہن کو کوئی مزاحمت پہنچتی ہی نہیں اور اگر ابنائے زمانہ اسے نہ مانیں نہ مجوزین سے اس تجویز کی امید ہو کہ مدت سے نہ صرف کفار بلکہ دنیا بھر کے عامہ حکام نے اپنے تراشیدہ قوانین باطلہ کے آگے شرع مطہر کے احکام حقہ عادلہ کو منسوخ سمجھ رکھا ہے تو بجز فقط اتنا دین کہ حصہ زید پر ہے ادا کر کے اتنا استخلاص کرالے اور اگر یہ ناممکن ہو جب تک کل دین ادا نہ کیا جائے تو مرہن کا سارا مطالبہ ادا کر کے جمیع جائیداد رہن سے چھڑا کر اپنا دین حصہ زید سے وصول کرے اور جو کچھ اس میں سے مرہن کو دینا پڑے وہ تمام و کمال ورنہ عرو سے وصول کرے کہ جو شخص دوسرے کا دین بے اُس کے کہ بطور خود ادا کرے وہ اُس وقت متبرع ٹھہرتا ہے کہ اس کی ادا میں مضطر نہ ہو اور جسے بے اس کے چارہ کار نہ ہو وہ متبرع نہیں اور اُسے اصل دیون سے وصول کرنے کا اختیار دیا جاتا ہے اور اپنے حق تک بے اس کے نہ پہنچ سکتے کی بھی صورت اضطراب ہے جیسا کہ یہاں ہے۔ درمختار میں ہے :

اشتری اثنان شیئاً وغاب واحد منهما  
فللحاضر دفع کل ثمنه و یجب  
البائع علی قبول الكل ودفع الكل للحاضر  
وله قبضه وجسه عن شریکه  
اذا حضر حتی ینقد شریکه الثمن  
حاضر مشتری کو حق حاصل ہے کہ وہ بیع کو اپنے قبضہ میں لے کر دوسرے شریک سے روک  
رکھے یہاں تک کہ وہ شریک سے اس کے ثمن وصول کر لے۔ (ت)  
ردالمحتار میں ہے :

قوله غاب واحد منهما قيد به لانه  
لو كان حاضرا يكون متبرعا بالاجتماع  
لانه لا يكون مضطرا في ايفاء الكل اذ يمكنه  
ان يخاصمه الى القاضى في ان ينقذ  
حصته وليقبض نصيبه فتح يله

ماتن کا قول کہ ”دونوں میں سے ایک غائب ہو جائے“  
یہ قید اس لئے لگائی کہ اگر وہ حاضر ہو تو کل ثمن  
ادا کرنے والا بالاتفاق متبرع ہو گا کیونکہ وہ  
کل ثمنوں کی ادائیگی پر مجبور نہیں۔ اس لئے کہ  
قاضی کے پاس مختصمہ کر کے وہ اپنے حصے  
ثمن دے کر اپنے حصے کا مبیع حاصل کر سکتا  
ہے، فتح۔ (ت)

در مختار میں ہے :

مرهن الاب من مال طفله شيئا بدین  
على نفسه جاز ولو ادرك الابن و  
مات الاب ليس للابن اخذه قبل  
قضاء الدين ويرجم الابن في مال  
الاب ان كان مرهنا لنفسه لانه  
مضطرا كمعير الرهن يله

باپ نے اپنے ذاتی قرض کے عوض اپنے بیٹے  
کی کوئی چیز رہن رکھ دی تو جائز ہے اگر  
بیٹا بالغ ہو گیا اور باپ مر گیا ہے تو قرض کی  
ادائیگی سے پہلے بیٹا مر ہون کو لینے کا حقدار  
نہیں۔ وہ بیٹا باپ کے مال میں رجوع کرے گا  
اگر باپ نے وہ چیز اپنی ذات کے لئے رہن رکھی  
ہو کیونکہ بیٹا اس میں مجبور ہے جیسے رہن کو  
عاریت پر دینے والا۔ (ت)

ردالمحتار سلمہ معیر میں ہے :

لانه يريد بذلك تخلص ملكه فهو  
مضطرا اليه يله

کیونکہ اس عمل سے اس کا مقصد اپنی  
ملکیت کی خلاصی کرانا ہے چنانچہ وہ اس  
میں مجبور ہے۔ (ت)

اور شرعاً اگرچہ یہ مرہن مرہن نہ ہو یا اس کا دین بتمامہ توفیر سے ادا ہو گیا جس کے سبب

۱۔ ردالمحتار کتاب البیوع باب المتفرقات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۱۷۷  
۲۔ الدر المختار کتاب الرهن مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۷۴  
۳۔ ردالمحتار کتاب الرهن باب التصرف فی الرهن الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۳۱

اُس کا مطالبہ شرعاً باطل ہو مگر قانونِ زمانہ کے اعتبار سے اسے بے اس کے دیئے اپنے حق تک وصول ناممکن ہے تو ادا میں مضطر ہوا اور رجوع کا اختیار ملا۔ غرض مدارِ کار اضطرار پر ہے نہ اس مطالبہ کے حق ہونے پر، درمختار میں ہے؛

و کذا التوائب ولو بغیر حق کجایات  
نہ ماننا فانہا فی المطالبۃ کالدیون  
بل فوقہا حتی لو اخذت من الاکاسر  
فلہ الرجوع علی مالک الارض وعلیہ  
الفتویٰ۔  
یونہی شاہی ٹیکسوں کی کفالت صحیح ہے اگرچہ  
وہ ناحق ہوں جیسے ہمارے زمانے میں مظالم  
سلطانیہ کیونکہ وہ مطالبہ میں قرضوں کی طرح  
ہیں بلکہ ان سے بھی برتر ہیں یہاں تک کہ اگر  
مزارع سے وہ مظالم وصول کئے گئے تو وہ زمین  
کے مالک کی طرف رجوع کر سکتا ہے اور اسی  
پر فتویٰ ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے؛

فی اخراجات القنیۃ برمز ظہیر الدین  
السرغینانی وغیرہ المستأجر اذا اخذ  
منہ الجبایۃ الراتبۃ علی الدور  
والمحوانیت يرجع علی الأجر وکذا الاکاسر  
فی الارض وعلیہ الفتویٰ۔ واللہ تعالیٰ  
اعلم۔

مسئلہ مستولہ ظہور الدین صاحب

۲۶ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ؛

(۱) اگر ایک مسلمان کچھ زیور دوسرے مسلمان کے پاس لے کر گیا اور اس سے کچھ روپیہ قرض  
لیا اور زیور اپنا اس کے پاس روپیہ کی ضمانت میں رکھ دیا جس مسلمان کے پاس زیور رکھا گیا ہے  
وہ زیور کا حق حفاظت یا کرایہ حاصل کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر لے تو جائز ہوگا یا نہیں؟



زیور جس کے پاس رکھا گیا وہ بندہ خدا سود سے بچنا چاہتا ہے اور اس طرح سے نفع حاصل کرنا چاہتا ہے۔

(۲) اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے پاس کچھ روپیہ لینے گیا اور اس روپیہ کی ضمانت میں ایک دستاویز لکھا جس میں کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ اس روپیہ کی ضمانت میں تحریر کی اب جس مسلمان نے کہ روپیہ دوسرے مسلمان کو دیا اور اس جائیداد کی حفاظت کرنے کا روپیہ مانگتا ہے لہذا اس کو لینا جائز ہے یا نہیں؟ بیٹو! تو جروا۔

مکڑیہ ہے کہ یہ سنا ہے کہ حضور نے رہن دہلی کی کوئی ایسی صورت نکالی ہے جو جائز ہے امید کہ اس سے بھی مطلع فرمایا جاؤں گا۔

(۳) مکڑیہ کہ شرعی طور پر ایسی کون کون سی چیزیں پیدا ہو سکتی ہیں کہ جن سے مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے یا غیر قوم سے روپیہ کا لین دین کر سکیں اور فائدہ بھی اٹھا سکیں، امید کہ ایک یا دو صورتیں تحریر فرمادی جائیں جو حسب تصریح فقہائے کرام ثابت یا حدیث نبوی میں واقع ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کا اجر دے گا، فقط۔

### الجواب

(۱) زیور کہ روپیہ کی ضمانت میں دیا گیا اس کے معنی بعینہ رہن رکھنے کے ہیں اور رہن کی حفاظت ذمہ مرہن ہے کہ وہ اسی کے حق میں مجبوس ہے اس پر اجرت لینے کے کوئی معنی نہیں اگر لے گا خالص سود ہوگا، یہ نفع جائز نہیں ہو سکتا بلکہ قطعی حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جائیداد ضمانت میں دینا یہاں دو طریقے پر رائج ہے، ایک یہ کہ جائیداد مالک ہی کے پاس رہتی ہے اور وہ دائن کو لکھ دیتا ہے کہ یہ میں نے تیرے دین میں موقوف کی اسے کفالت یا استغراق کہتے ہیں یہ شرعاً محض باطل و مہمل ہے، نہ اس میں کسی حق حفاظت کا وہم ہو سکتا ہے کہ جائیداد مرہن کے قبضے میں دی نہیں جاتی۔ دوسری صورت رہن دہلی کی ہے وہ خود ہی حرام و سود ہے۔ تیسری صورت جو شرعی ہے اور یہاں جاری نہیں وہ یہ کہ جائیداد مرہن کے قبضے میں دی جائے اور مرہن صرف اُس پر قبضہ رکھے کسی طرح کا نفع اس سے حاصل نہ کرے، یہ صورت جائز اور یہی رہن شرعی ہے اور اس کی حفاظت کا وہی حکم ہے جو جواب اول میں گزرا کہ اُس پر کچھ لینا محض سود اور حرام قطعی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) رہن دہلی کے جواز کی یہاں کوئی شکل نہیں، نہ میں نے نکالی ہے نہ کوئی نکال سکتا ہے اُسکے

جواز کی صرف یہ صورت ہے کہ زید نے عمرو کے پاس اپنا مکان رہن رکھا اور کوئی شرط اُس کی سکونت کی قرار نہ پائی، پھر زید نے محض اپنی خوشی سے صرف بطور احسان اُسے سکونت کی اجازت دی اور وہ اُس کی اجازت ہی کی بنا پر اس میں رہنا چاہتا ہے، نہ اُس پر اصرار کرے گا نہ قرض کا بار ڈالے گا یہاں تک کہ اگر اس نے اجازت دی اور یہ مکان میں رہنے کو آیا ایک پاؤں دروازے کے باہر اور ایک اندر ہے کہ اس نے کہا اب میں اجازت نہیں دیتا تو فوراً پاؤں باہر نکال لے ایسا رہنا ہو تو ممکن ہے مگر کیا یہاں ایسی صورت کا احتمال ہے، حاشا ہرگز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مرسلہ محمد سبحان از موضع پورا کوٹھی ڈاکخانہ شمشیر نگر ضلع گیا

۱۶ صفر المظفر ۱۳۳۵ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہماری بستی میں مسلمانوں کی رائے ہے کہ شاہراہ بیچ بستی کے جو عام لوگ کو فائدہ پہنچ سکے ایک کنواں بچتہ تیار کریں اور قیمت چسپم قربانی کا اُس میں خرچ کریں کیونکہ اس بستی میں ایک شخص کو کسی کو لیاقت نہیں جو ایک آدمی کنواں بندھوا سکے پانی پینے کی از حد تکلیف ہے ایسی حالت میں قیمت چسپم قربانی کنویں میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب سے سرفراز فرمایا جائے۔

(۲) ہم نے ایک بگھیہ کھیت گرویں مبلغ چپاس روپے اس شرط پر دے کر لیا کہ تا ادا اُسے روپیہ ہم نے اُس کھیت کو آباد کیا اور اس کی مالگزاری لگان وغیرہ ہر سال ادا کرتے گئے اور پیداوار اُس کی اپنے مصرف میں لائے اس طور کا کھیت لینا جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب

(۱) قربانی کی کھال ہر نیک ثواب کے کام میں صرف ہو سکتی ہے حدیث میں ہے،

كلوا و ادخروا و اتجروا

کھاؤ، ذخیرہ کرو اور کار ثواب میں خرچ کرو۔ (د)

ہاں جس نے دام حاصل کرنے کے لئے بیچی ہو اس پر لازم ہے کہ وہ دام فقیروں ہی کو دے۔ حدیث میں ہے،

من باع حبلہ اضحیۃ

جس نے اپنی قربانی کی کھال فروخت کی

لا اضحیۃ لہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس کی قربانی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)  
 (۲) کاشت کار کھیت کا مالک نہیں ہوتا، نہ اُسے بے اجازت زمین دار رہن کرنے کا اختیار،  
 اور یہاں اگر زمیندار بھی اجازت دے گا تو نہ اس طرح کہ کھیت معطل ہے اور اس کی  
 لگان نہ ملے بلکہ یونہی کہ کھیت تم جو تو اور لگان ادا کرو، یہ اجارہ ہو گا نہ کہ رہن، اس صورت  
 میں اُس نے جو روپیہ اس کاشتکار کو دیا وہ اس کے ذمہ رہا اور کھیت کا مستاجر اس کی جگہ یہ  
 ہو گیا اُسے کھیت سے کوئی تعلق نہ رہا، زمیندار کو اختیار ہے اس کے پاس رکھے خواہ اسے  
 واپس دے، یہ جو کچھ جوتے بوئے اس کا ہے لگان زمین دار کا ہے اور اس کا قرض کاشتکار  
 پر ہے، صورت شرعی تو اس میں یہ ہے، اور اگر یہ سمجھتے ہیں کہ کھیت اسی کاشتکار سابق کے  
 اجارہ میں ہے ہمارے پاس رہن ہے اور زمیندار نے بھی اسے مستاجر نہ بنایا بلکہ اس کو  
 رکھا اور اُس نے اس کا قائم مقام ٹھہر کر لگان لیا تو یہ صورت باطل ہے مرن کو رہن سے نفع  
 لینا جائز نہیں تو امرنا جائز کا قصد کیا اور ناجائز کا قصد بھی گناہ ہے اگرچہ واقع کے خلاف ہو کہ یہ نہ  
 رہن شرعی ہے نہ رہن واجارہ جمع ہو سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۷۰ الف خاں صاحب مجسمہ مدرسہ ابن سلا مینہ سانگو د ریاست کوٹہ راجپوتانہ  
 ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

ایک کاشتکار کی زمین ملکیت سرکاری اُس کا کھاتہ بند ہے اور وہ لگان اُس کافی بیگہ  
 دو روپیہ ماہوار بابت کاشتکار دیتا رہتا ہے یہی زمین اس نے رفع ہونے کی عرض سے  
 مبلغ ایک صد روپے یا اس سے زیادہ کم میں کسی مسلمان کے رہن بالقبض کر دی اب مرن نے  
 اس کو کاشت کیا اور وہی سرکاری زمین کا جو سابق کاشتکار دیا کرتا تھا سرکار نے اس سے  
 وصول کر لیا یا اس نے کسی قدر منافع پر دے کر شخص کو کاشت کرادی تو جو منافع زمین سرکاری  
 سے مرن نے بحالت ادائیگی کھاتہ معہودہ سرکاری حاصل کیا وہ نہ رہن میں مجبوس کر گیا یا کیا؟

### الجواب

رہن واجارہ جمع نہیں ہو سکتے یہ زمین کہ اجارہ میں ہے رہن نہ ہوتی اور ظاہراً  
 یہاں یہ بھی نہیں ہوتا ہے کہ گورنمنٹ اس کی جگہ اس کو مستاجر زمین سمجھے بلکہ مستاجر وہی رہتا ہے

اور یہ مثل ذیلی اور اُس کا اُس زمین سے انتفاع نہیں مگر بنائے قرض اور قرض کے ذریعہ سے جو نفع حاصل کیا جائے جائز نہیں۔ حدیث میں ہے :

كل قرض جر منفعة فهو حرم من نفع لائے وہ سود مر بائے ہے۔ (ت)

لنگان جو مرہن نے گورنمنٹ کو ادا کی خود کاشت کی اور اس کے بدلے دی نہ کہ راہن کی طرف سے، تو اس کا جس طرح راہن سے مطالبہ کوئی وجہ نہیں رکھتا، ہاں اگر راہن کہے کہ میرے ذمہ جو لنگان ہے وہ ادا کیا کر اب وہ اس بنا پر ادا کرتا ہے تو اس کا مطالبہ راہن سے کر سکتا تھا اسی طرح جب کہ اس نے زمین میں کاشت کی تو جو پیداوار ہے اس کا یہی مالک ہے اگرچہ یہ انتفاع اس کو ناجائز تھا اس کے سبب زر رہن سے کچھ ساقط نہ ہوگا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از موہن پور مسئلہ سالار بخش خیاط ۱۲ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلے میں کہ :

(۱) کھیت رہن ۶ بیگہ مبلغ ایک سو روپیہ میں رکھا گیا اور لنگان اس کا ۶ روپیہ ہے اور کاشت خود کرتے ہیں تو جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) زمین داری ۱۲ البسانسی رہن دخلی ۱۲ سو روپیہ میں اور لنگان سرکاری ۳۵ روپیہ ہیں وہ جائز ہے یا نہیں ؟

### الجواب

(۱) صورت مسئلہ میں اگر مورد وثی کھیت و خیل کار آسامی سے بالعوض ایک سو روپے کے رہن رکھا ہے تو اس میں خود کاشت کرنا اُس وقت تک جائز نہیں کہ اصل مالک یعنی زمین دار سے اجازت حاصل کرے و خیل کار آسامی مورد وثی ہونے سے شرعاً مالک نہیں ہوتا، صورت جواز یہ ہے کہ اس پر قبضہ کے بعد اصل مالک یعنی زمین دار سے اُس کے کاشت کی اجازت لے کر لنگان زمین دار کو تادم رہن ادا کرتا رہے اُس کا منافع حلال طیب ہے یہ خیال نہ کرے کہ ہم نے دخل کار کو قرض دیا ہے اور اس کی ملک رہن رکھی ہے اور اپنے قرض کا نفع اس سے



لیتے ہیں کہ یہ نیت غلط و باطل ہے اور قصہ گناہ سے گناہگار ہو گا بلکہ یہی نیت کرے کہ زمین زمیندار کی ہے و خیل کار سے اتنے دنوں کے لئے مل گئی ہے اور ہم نے مالک سے اجازت لے کر کاشت کی ہے لہذا ہم کو اپنی کاشت کا نفع حلال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) مواضعات کا دخل رہن جیسا کہ آج کل رواج ہے قطعی حرام ہے، حدیث میں ارشاد فرمایا:

كل قرض جرم منفعة فهو ربا۔ جو قرض کہ نفع لائے وہ سود ہے۔  
مال مرہونہ سے کسی قسم کا نفع اٹھانا مرتہن کو جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ اودے پور میواڑ مرسلہ احمد خاں وکیل دربار مارواڑ متعینہ  
مورخہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

جناب عالی! عرض ہے کہ زمین داری ۱۲ البسوانسی رہن دخلی ۱۲ سو روپیہ میں اور  
لگان سرکاری ۳۵ روپیہ میں، وہ جائز ہے یا نہیں؟

مواضعات کا دخل رہن جیسا کہ آج کل رواج ہے قطعی حرام ہے، حدیث میں ارشاد فرمایا:

كل قرض جرم منفعة فهو ربا۔ جو قرض کہ نفع لائے وہ سود ہے۔  
مال مرہونہ سے کسی قسم کا نفع اٹھانا مرتہن کو جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از ریاست رام پور مرسلہ مناجاتی ۲۰ صفر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مبلغ ایک ہزار روپیہ پر چند قطعہ دکانات و مکانات اپنے جو قبضہ کرایہ داران زید کی طرف سے تھیں بذریعہ رہن نامہ مصدقہ بکر کے پاس رہن کیں بعد ازاں اُس زید رہن پر مبلغ پانچ سو روپے اور اضافہ کر کے دوسری دستاویز بحوالہ دستاویز سابقہ تصدیق کرا دی دستاویز مذکور میں اقرار تسلیم قبضہ بکر نے تحریر کیا اور یہ بھی دستاویز میں تحریر کیا گیا کہ جو منافع بذریعہ سکونت وغیرہ کرایہ داروں سے مرتہن وصول کرے وہ حق مرتہن ہے چنانچہ مبلغ چار ہزار نو سو پینتالیس روپے بکر نے بذریعہ زید کرایہ داران سے وصول پائے اور حسب مضمون دستاویز و دکانات کو کرایہ پر قائم رکھ کر اس کرایہ کی منفعت بکر نے حاصل کی اس کے بعد پھر بکر نے عدالت میں نالش زر رہن بغرض نیلام جائیداد مرہونہ دائر کی۔

زید مدعا علیہ کو یہ عذرات ہیں :

(۱) قبضہ مرتہن مرہونہ پر نہیں ہوا اس وجہ سے کہ مرہونہ پہلے سے قبضہ کرایہ داران تھی جس کا مرتہن کو خود اقرار ہے اور رہن میں قبضہ واقعہ تسلیم خاص کی ضرورت ہے تصریحات فقہیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ تسلیم و قبضہ کی تحریر کافی نہیں ہے۔ درمختار میں فاذا سلمہ و قبضہ المرتہن (جب راہن مرہون سوچ دے اور مرتہن اس پر قبضہ کر لے۔ ت) یوں نہیں ہے کہ فاذا اکتب تسلیمہ و قبض المرتہن (جب اس کی سپردگی کی تحریر ہو گئی اور مرتہن نے قبضہ کر لیا۔ ت)

(۲) دستاویز میں یہ الفاظ ہیں کہ جو منافع بذریعہ سکونت و کرایہ مرتہن حاصل کرے وہ حق مرتہن ہے یہ اذن راہن برائے اجارہ ہے چنانچہ منافع کرایہ مرتہن نے بذریعہ اجازت راہن کے حاصل کئے اور یہ صورت ہے اجارہ دینے کی مرتہن کا باذن راہن کے اور یہ امر

مبطل رہن رہے یہ مانا کہ نئے دکانداروں کو بکرنے دکان نہ دی لیکن پرانے دکانداروں کو قلم رکھ کر منفعت با اجازت راہن حاصل کی۔

(۳) رہن میں زیادتی فی الدین حضرت امام الائمہ سیدی ابو حنیفہ اکوفی و حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز نہیں حالانکہ پہلے ایک ہزار روپے میں رہن ہونا اس کے بعد پانسو روپے اور لے کر ایک ہزار پانسو میں رہن ہونا خود بک کو تسلیم ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس زیادتی فی الدین کو جائز کہنا حجت نہیں ہے کہ فتویٰ اختلاف کی صورت میں امام صاحب کے قول پر ہوتا ہے چہ جائیکہ ان کے ساتھ امام محمد بھی ہیں۔ درمختار میں ہے،

والاصح کہا فی السراجیۃ وغیرہا انہ اصح یہ ہے کہ سراجیہ وغیرہ میں ہے کہ فتویٰ مطلقاً یفتی بقول الامام علی الاطلاق لے امام اعظم کے قول پر ہے۔ (د ت)

(۴) بکمر متہن نے جو زر کرایہ تعدادی چار ہزار نو سو پینتالیس روپے آٹھ آنے کرایہ داروں سے بذریعہ زید و صول کیا ہے وہ حق راہن یعنی زید ہے چنانچہ

وان باذنه فلما لك كما في درمختار لے اگر اس کی اجازت سے ہے تو اجرت مالک،

وتكون الاجرة للراهن كما في لے ہے جیسا کہ درمختار میں ہے کہ اجرت،

قاضی خاں لے راہن کے لئے ہوگی جیسا کہ فتاویٰ قاضی خاں

میں ہے۔ (د ت)

اس پر تین دلیلیں ہیں (بکرم دعویٰ یہ کہتا ہے)

(۱) اقرار قبضہ جبکہ دستاویز میں تحریر ہے تو ضرورت کسی دیگر ثبوت کی نہیں کیونکہ مکانات مرہون کو راہن نے جب اپنے حقوق سے خالی کر کے مرہون کے حوالے کر دیا جس پر دستاویز شاہد ہے تو مرہون کا قبضہ پورا ہو گیا۔

(۲) دستاویز کے یہ الفاظ کہ جو منافع بذریعہ سکونت و کرا مرہون حاصل کرے وہ حق مرہون ہے اور اس پر بذریعہ راہن مرہون کا عملدرآمد بہ صورت اجارہ باذن رہن اور اجارہ باذن رہن مبطل ہی نہیں ہوتا بلکہ

۱۴/۱	مطبع مجتہبائی دہلی	رسم المفتی	لے الدر المختار
۲۷۸/۲	" " "	فصل فی مسائل متفرقة	لے الدر المختار کتاب الرهن
۸۹۵/۴	نو لکھنؤ	فصل فیما یجوز رہنہ وما لا یجوز الہ	لے فتاویٰ قاضی خاں

دینا مرنے کا باذن راہن مبطل ہوتا ہے یہاں اجارہ دینا مرنے کا ثابت نہیں کیونکہ اس نے دکانات پر نئے دکانداروں کو نہیں بٹھایا۔

(۳) زیادتی فی الدین امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک جائز ہے اور معاملات میں اکثر فتویٰ انھیں کے قول پر ہوتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعاً عذرات مندرجہ بالا بکر کے صحیح ہیں یا اقوال زید کے صحیح ہیں ہر سوال کا جواب بالتفصیل نمبر وار بحوالہ کتب فتنہ عنایت ہو، بیٹنوا بالکتاب توجروا یوم الحساب (کتاب سے بیان کرو اور روز حساب اجر پاؤ۔ ت)

### الجواب

عذرات زید صحیح و مسموع اور شبہات بکر باطل و مدفوع ہیں۔

(۱) رہن اور یہ اجارہ تو دو عقد ہیں جن کا حکم قبضہ کا دست نگر رہن بے قبضہ باطل اور اجارہ بے قبضہ نفاذ سے عاقل۔ بدائع امام ملک العلماء میں ہے،

القبض شرط جوار الرهن لقوله سبحانه  
وتعالى فلهن مقبوضة وصف سبحانه  
وتعالى الرهن بكونه مقبوضاً فيقضي ان  
يكون القبض فيه شرطاً لانه عقد تبرع  
للحال فلا يفيد الحكم بنفسه كسائر  
التبرعات له

عقد تبرع ہے تو باقی تبرعات کی طرح باعتبار اپنی ذات کے حکم کا فائدہ نہیں دیتا۔ (ت)

اسی میں شرائط نفاذ اجارہ میں ہے،

الحكم في الاجارة المطلقة لا يشترط  
بنفس العقد عندنا لان العقد  
في حق الحكم ينعقد على  
حسب حدود المنفعة فكان  
العقد في حق الحكم مضافاً

اجارہ مطلقہ میں ہمارے نزدیک نفس عقد سے  
حکم ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حکم کے حق میں عقد  
اجارہ منفعت کے پیدا ہونے کے مطابق منعقد  
ہوتا ہے۔ چنانچہ حکم کے حق میں عقد منفعت  
کے پیدا ہونے کے وقت کی طرف منسوب ہوتا ہے



الى حين حدوث المنفعة فيثبت حكمه عند ذلك حتى لو انقضت المدة من غير تسليم المستأجر لا يستحق شيئاً من الاجر ولو مضى بعد العقد مدة ثم سلم فلا اجر له فيها مضي لعدم التسليم فيه له

لہذا منفعت کے پیدا ہونے کے وقت حکم ثابت ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر مدت اجارہ گزر گئی اور آجر نے شئی مستاجر کے حوالے نہ کی تو اجرت میں سے کسی شئی کا حقدار نہ ہوگا۔ اور اگر عقد کے بعد کچھ مدت گزر گئی پھر آجر نے وہ شئی مستاجر کے حوالے کی گزری ہوئی مدت

کی اجرت کا حقدار نہیں ہوگا کیونکہ اس میں سپردگی نہیں پائی گئی۔ (ر ت)

رہن قبضہ مرہن چاہتا ہے کہ اس کا مقصود قبضہ ہے اور حبس بے قبضہ ناممکن اور اجارہ قبضہ مستاجر چاہتا ہے کہ اس سے مقصود انتفاع ہے اور انتفاع بے قبضہ ناممکن اور شئی واحد کا وقت واحد میں دو مختلف قبضوں میں ہونا محال، لہذا اگر راہن بہ اجازت مرہن یا مرہن با اجازت راہن شے مرہن شخص ثالث کے اجارہ میں دے یا راہن خود مرہن کو اجارہ دے، یقیناً صورتوں میں رہن باطل ہو جاتا ہے۔ بدائع میں ہے:

ليس له ان يؤجره من اجنبى  
بغير اذن المورثين لان قيام  
ملك الحبس له يمنع الاجارة

وان الاجارة بعقد الانتفاع  
وهو لا يملك الانتفاع به بنفسه  
فكيف يملكه غيره ولو فعل  
وقف على اجارته فان رده  
بطل وان اجارته جازت الاجارة  
وبطل عقد الرهن لان  
الاجارة اذا جازت وانها  
عقد لانهم لا يبقوا الرهن

راہن کے لئے جائز نہیں کہ مرہن کی اجازت کے بغیر مرہن شئی کسی اجنبی کو اجارہ پر دے لے کیونکہ مرہن کا ملک حبس اجارہ سے مانع ہے اور اس لئے بھی کہ اجارہ کی بنیاد انتفاع پر ہے جبکہ راہن خود مرہن سے انتفاع کا مالک نہیں تو کسی غیر کو اس کا مالک کیسے بنا سکتا ہے اور اگر راہن نے ایسا کر دیا تو یہ مرہن کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر مرہن نے اسے رد کر دیا تو باطل ہو جائے گا اور اگر اس نے اجازت دے دی تو اجارہ جائز جبکہ عقد رہن باطل ہو جائے گا کیونکہ اجارہ جب جائز ہو گیا اور وہ عقد لازم ہے



باذن الراهن او استاجرة المرتها۔ سے کسی اجنبی کو اجارہ پر دے دی یا مرنے خود اس کو اس اجرت پر لے لے۔ (ت)

یہاں کہ فریقین کو اقرار ہے کہ دکان و مکان رہن سے پہلے سے منجانب زید کرائے پر ہیں اور جب سے اب تک برابر قبضہ کرایہ اراں میں ہیں کبھی اُن سے خالی نہ کرائی گئیں، تو تخلیہ کہ شرط رہن تھا کبھی نہ ہوا اور رہن سرے سے ناجائز و نامتام رہا۔ عوام عموماً اور آج کل کے قانون دان خصوصاً نئے زبانی یا کاغذ کے تلفظ کو قبضہ کہتے اور سمجھتے ہیں نہ وہ تخلیہ کے معنی سے آگاہ ہیں نہ اس کی

عہ مشی فی الهدایة والملتق و  
التنویر وغیرہا علی ان القبض  
شرط للزوم فلا یتسم الرهن الا  
به قال فی العنایة وهو اختیار  
شیخ الاسلام وهو مخالف  
لروایة العامة قال محمد  
لا یجوز الرهن الا مقبوضاً ومثله  
فی کافی الحاکم الشہید  
و مختصر الطحاوی والکرخانی  
قال الکرخانی انه قول ابی حنیفة  
وابی یوسف ومحمد والحسن بن  
زریاد وصححه فی الذخیرة  
قہستانی، والمجتبی درمختار  
والمحیط ہندیة و بہ جزم

ہدایہ، ملتق اور تنویر وغیرہ میں یہ روش اختیار  
کی ہے کہ رہن میں مہون پر قبضہ کرنا عقد کے  
لازم ہونے کے لئے شرط ہے۔ چنانچہ اسکے  
بغیر عقد تام نہیں ہوتا۔ عنایہ میں کہا اور وہی  
شیخ الاسلام کا مختار ہے اور وہ عام مشائخ  
کی روایت کے مخالف ہے۔ امام محمد نے فرمایا  
کہ مہون پر قبضہ ہوئے بغیر رہن جائز نہیں  
ہوتا اور اسی کی مثل حاکم شہید کی کافی اور  
امام طحاوی کی مختصر اور امام کرخی کی مختصر میں  
ہے الخ کرخی نے کہا کہ یہ امام ابو حنیفہ،  
امام ابو یوسف، امام محمد اور حسن بن زریاد  
کا قول ہے، اس کو ذخیرہ میں صحیح قرار دیا  
(قہستانی) اور مجتبے میں اس کو صحیح قرار دیا (درمختار)  
اور محیط میں اس کو صحیح قرار دیا (ہندیہ)  
(باقی اگلے صفحہ پر)

لہ بدائع الصنائع کتاب الرهن فصل انا بیان ما یخرج بہ المرہون الخ ایچ ایم سعید پبلی کراچی ۱۴/۶  
لہ ہدایہ کتاب الرهن مطبع یوسفی لکھنؤ ۵۱۳/۴  
لہ العنایة علی ہامش فتح القدر کتاب الرهن مکتبہ نورید رضویہ سکھر ۶۶/۹





وعلى هذا يخرج ما ذاهب دارا فيها  
متاع الواهب وسلم الدار اليه  
او سلم الدار مع ما فيها من  
المتاع فانه لا يجوز لاث الفراغ  
شرط صحة التسليم والقبض  
ولم يوجد

اور اسی سے اس صورت کا حکم ظاہر ہو جاتا ہے  
کہ جب کسی نے ایسا گھر ہبہ کیا جس میں واجب  
کا کچھ سلمان موجود ہے اور اس نے وہ گھر  
موجب لے کے حوالے کر دیا یا اس نے وہ گھر  
اس میں پڑے ہوئے اپنے سامان سمیت  
موجب لے کے حوالے کر دیا تو یہ ہبہ جائز نہیں ہوگا  
کیونکہ موجب کو خالی کرنا سپردگی اور قبضہ کے  
صحیح ہونے کے لئے شرط ہے اور وہ یہاں  
نہیں پائی گئی۔ (ت)

دستاویز میں کہ کچھ کو قابض کر دینا مسطور، یقیناً اس سے یہی محاورہ جہال منظور، تو بکر کا اس سے  
استدلال ہمارے مشور، اور اگر فرض کیجئے کہ اسے شرط قبضہ ہی پر محمول رکھیں تو اب دو وجہ سے  
مردود ہے :

اولاً جب یقیناً معلوم کہ کرایہ داروں سے تخلیہ کر کے قبضہ کسی وقت نہ دلایا پہلے سے اب تک  
کرایہ داروں کا قبضہ مستمر ہے اور اوپر بیان ہو چکا کہ شے واحد پر وقت واحد میں دو مختلف قبضے  
محال، تو یہ اقرار بالمحال ہوا اور اقرار بالمحال باطل و نامسموع ہے مثلاً بھائی اقرار کرے اور جبرٹی  
کرادے کہ متروکہ پدری اس میں اور اس کی بہن میں بذریعہ میراث پدر نصف نصف ہے  
یہ اقرار مردود ہے بہن اس سے استدلال نہیں کر سکتی کہ وہ شرعاً محال ہے لہذا ثلث سے  
زیادہ نہ پائے گی۔ یوں ہی یہاں باوصف استمرار قبضہ مستاجران قبضہ مرتہن شرعاً  
محال ہے لہذا اقرار واجب الابطال ہے۔ اشباہ والنظائر میں ہے :

الاقرار بشئ محال باطل کذا  
لو اقر له بامرئ يده التي قطعها  
خمسائة درهم و يداه صحيحتان  
لم يلزمه شئ کذا فی  
محال شئی کا اقرار باطل ہے جیسے کسی کے لئے  
پانچ سو روپے دیت کا اقرار کیا اس کے ہاتھ  
کے بدلے میں جو مقر نے کاٹا ہے حالانکہ اسکے  
دونوں ہاتھ سلامت ہیں تو مقر پر کچھ بھی لازم

التأثر خانية وعلى هذا افتتبت  
ببطلان اقرار النساء بقدر  
من المهر ما لوارث وهو انريد  
من الفريضة الشرعية لكونه  
محالا شرعا مثلا لو مات  
عن ابن وبنت فاقرا الابن  
أن التركة بينهما نصفان  
بالسوية فالأقرار باطل  
لما ذكرناه وقيد السيد  
العلامة نريك مراده في  
حاشيته على الاشباه كما  
رأيت فيها ونقله السيد العلامة  
الحموي في الغرر بلفظه  
قيل واقرا بان يزيد في اقراره  
بالامرات قال اذ يتصور ان  
يكون التركة بينهما نصفين  
الوصية مع الاجازة  
او غيرها من وجوه  
التمليك كما هو ظاهر  
اقول يمكن التنصيف  
بينهما بالامرات ايضا كما  
اذا ماتت عن زوج و

نہیں جیسا کہ تآثر خانہ میں ہے۔ اسی بنیاد پر میں  
نے فتویٰ دیا ہے کہ کسی انسان کا کسی وارث  
کے لئے اس قدر سهام کا اقرار کرنا باطل ہے جو  
اس کے شرعی مقرر حصے سے زائد ہو کیونکہ یہ شرع  
کی رو سے محال ہے مثلاً کوئی شخص ایک بیٹا  
اور ایک بیٹی چھوڑ کر فوت ہوا بیٹے نے اقرار کیا  
کہ ترکہ ان دونوں کے درمیان برابری کے طور  
پر نصف نصف ہے تو یہ اقرار اس دلیل کی  
وجہ سے باطل ہو گا جس کو ہم ذکر کر چکے ہیں الخ  
سید علامہ زیرک زادہ نے اشباہ پر اپنے  
حاشیہ میں اس کو مقید کیا جیسا کہ میں نے اس  
حاشیہ میں دیکھا اور سید علامہ حموی نے غرر میں  
لفظ قیل کے ساتھ نقل کر کے اس کو بقرار  
رکھا مقید بایں صورت کیا کہ مقرر اپنے اقرار میں  
میراث کا ذکر بڑھائے کیونکہ یہ بات متصور ہے  
کہ ترکہ ان دونوں بہن بھائیوں کے درمیان  
وصیت کے سبب سے نصف نصف ہو جائیگا  
وصیت کی اجازت کے ساتھ یا اس کے  
علاوہ دیگر وجوہ تملیک کے ساتھ جیسا کہ ظاہر  
ہے الخ میں کہتا ہوں ان دونوں کے درمیان  
میراث کے اعتبار سے بھی ترکہ نصف نصف  
ہونا ممکن ہے جیسے کوئی خاتون فوت ہوگی

بنت منه وابنت من زوجها الاول ثم مات هذا الزوج ولم يرثه الابنته فلا بد ان يزيد في الاقرار باسمهما عن هذا المورث۔  
 جس کے ورثہ میں اس کا خاوند اور اسی خاوند سے ایک بیٹی اور اپنے پہلے خاوند سے ایک بیٹا ہے پھر یہ خاوند فوت ہو گیا جس کا وارث سوائے اس کی بیٹی کے اور کوئی نہیں لہذا مقرر کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اقرار میں اسی مورث سے ان دونوں کے وارث بننے کی قید کا اضافہ کرے۔ (د ت)

ثانیاً بالفرض زید قبضہ بکر کا مقرر ہے مگر بکر خود اپنے قبضہ سے منکر ہے کہ تسلیم کرتا ہے کہ اب تک قبضہ مستاجر ان مستمر ہے اور مقررہ جب اقرار کی تکذیب کرے اقرار باطل ہو جاتا ہے۔ اشباہ میں ہے،

المقرر له اذا كذب المقبر بطل اقراره الخ واستثنى سبعة اشياء ليس هذا منها۔  
 مقررہ جب مقرر کو جھٹلا دے تو اس کا اقرار باطل ہو جائے گا الخ صاحب اشباہ نے سات حروف کا استثناء کیا ہے اور یہ ان میں سے نہیں ہے۔ (د ت)

اور یہیں نے ظاہر ہوا کہ بکر کا کہنا کہ حقوق سے خالی کر کے مرہن کے حوالے کر دیا صریح غلط ہے۔ (۲) بلاشبہ جب باتفاق فریقین یقیناً ثابت کہ دوکان و مکان پہلے سے کرایہ پر ہیں اور یہ کہ راہن و مرہن دونوں اس اجارے اور اس کی بقا پر راضی مرہن اب تک اس کرایہ سے متمتع ہوتا رہا تو بعد رہن اگر یہ اجارہ از جانب راہن ہے تو مرہن کا اذن ہے اور از جانب مرہن فرض کیجئے تو راہن کا اذن ہے، اور ہم بدائع ملک العلماء سے لکھ آئے کہ دونوں صورتوں میں رہن باطل ہے، نیز فتاویٰ امام قاضی خان و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہ میں ہے،

ان آجر المارہن من اجنبی بامر الراہن یخرج من الراہن وتكون الاجرة للراہن وان آجر الراہن من اجنبی مرہن نے راہن کے حکم پر مرہن کسی اجنبی کو اجارہ پر دے دی وہ رہن سے نکل جائے گی اور اجرت راہن کے لئے ہوگی اور اگر راہن مرہن کے حکم سے اجنبی کو اجرت





معقود علیہ مبتدأ

ہا یہ میں ہے :

الاجارة تنعقد ساعة ف ساعة حسب  
حدوث المنفعة

تبيين الحقائق میں ہے :

رجوان العقد ليس باعتبار ان  
المعدوم جعل موجودا  
حكما وكيف يقال ذلك والموجود  
من المنفعة لا يقبل العقد لانه  
عرض لا يبقو زمانين فلا يتصور  
فيه التسليم بحكم العقد و  
القدرة على التسليم شرط  
لجوان العقد وما لا يتصور  
فيه التسليم لا يكون محلا  
للعقد بل باعتبار ان العين  
التي هي سبب وجود المنفعة  
اقيمت مقام المنفعة في حق  
صحة الايجاب والقبول وفي  
حق وجوب التسليم اذا العين  
هي التي يمكن تسليمها  
دون العرض فانهقد في حقها  
في الحال فوجب عليه تسليمها

نئے سرے سے معقود علیہ بنتی ہے (ت)

اجارہ وقتاً فوقتاً منفعت کے پیدا ہونے کے  
مطابق منعقد ہوتا ہے۔ (ت)

اجارہ کے عقد کا جواز اس اعتبار سے نہیں کہ  
معدوم کو حکمی طور پر موجود بنا دیا گیا ہے اور  
یہ کیسے کہا جاسکتا ہے حالانکہ جو منفعت  
موجود ہو وہ عقد کو قبول نہیں کرتی اس لئے  
کہ وہ عرض ہے جو دو زمانوں میں باقی نہیں  
رہتی، لہذا اس میں عقد کے حکم سے سپردگی  
متصور نہیں جبکہ سپردگی پر قادر ہونا عقد  
کے لئے شرط جواز ہے، اور جس میں سپردگی  
متصور نہیں وہ عقد کا محل نہیں ہو سکتا بلکہ  
اجارہ کے عقد کا جواز اس اعتبار سے ہے  
کہ عین شئی جو کہ وجود منفعت کا سبب ہے  
اس کو ایجاب و قبول کی صحت اور سپردگی کے  
وجوب کے حق میں منفعت کے قائم مقام  
کر دیا گیا ہے اس لئے کہ اس عین ہی کی  
سپردگی ممکن ہے نہ کہ عرض کی، لہذا اس  
عین کے حق میں فی الحال عقد منعقد ہو جائیگا  
اور آج پر اس کی سپردگی واجب ہوگی اور

وصار العقد مضافاً غير منعقد  
للحال في حق المنفعة لأن أقصى  
ما يتصور العقد على المنفعة  
ان يكون العقد مضافاً الى  
وقت حد وثها فينعقد العقد في  
كل جزء من المنفعة على  
حسب وجودها شيئاً فشيئاً  
وهو معنى قولنا ان عقد الاجارة  
في حكم عقود متفرقة يتجدد  
انعقادها على حسب حدوث  
المنافع وانما قامت العين مقام  
المنفعة تصحيحاً للعقد في حق  
الانعقاد والتسليم ضرورة عدم  
تصورهما في المنفعة ولا ضرورة  
في حق الملك في البديل اذا ما ثبت  
للضرورة يثبت بقاءها فلا  
يظهر في حق ملك البديل كما لا يظهر  
في حق ملك المنفعة فيكون العقد  
مضافاً الى وقت حد وثها غير منعقد  
للحال في حقهما انما سقناه لما فيه من  
الفوائد ولا يكفي لنا بعضه  
كما لا يخفى۔

منفعت کے حق میں کہ عقد مضاف ہوگا فی الحال  
منعقد نہیں ہوگا کیونکہ منفعت پر عقد میں  
انہائی تصور یہ ہے کہ عقد منفعت کے پیدا  
ہونے کے وقت کی طرف منسوب ہو۔ چنانچہ  
عقد منفعت کی ہر چیز میں اس کے تدریجاً  
موجود ہونے کے مطابق منعقد ہوگا۔ اور یہی  
معنی ہے ہمارے اس قول کا کہ "اجارہ کا  
عقد متفرق عقود کے حکم میں ہے جن کا انعقاد  
منافع کے پیدا ہونے کے مطابق متجدد  
ہوتا رہتا ہے۔ انعقاد اور سپردگی کے حق  
میں ان دونوں کا تصور معدوم ہے اور بدل  
کے اندر ملک کے حق میں کوئی مجبوری نہیں  
اس لئے کہ جس شے کا ثبوت ضرورت کی  
وجہ سے ہو اس کا ثبوت بقدر ضرورت ہوتا  
ہے، چنانچہ وہ ملک بدل کے حق میں ظاہر  
نہیں ہوگا جیسا کہ ملک منفعت کے حق میں  
ظاہر نہیں ہوتا، وہ عقد منفعت کے پیدا  
ہونے کے وقت کی طرف منسوب ہوگا اور ان  
دونوں کے حق میں فی الحال منعقد نہیں ہوگا اگرچہ  
بے شک ہم نے اس عبارت کو ان فوائد  
کی وجہ سے ذکر کیا ہے جو اس میں موجود ہے  
ورنہ ہمیں اس میں سے بعض عبارت کافی  
ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ (ت)

تو بعد میں جو ساعت آئی اس میں نیا عقد اجارہ ہوایہ اگر مرہن کی طرف سے باذن راہن ہے تو بلاشبہ مرہن نے جدید اجارہ کیا اور اس کے لئے دکانداروں کو جدید ہونا کیا ضرور عقد نیا ہونا چاہئے وہ بے شک حاصل کیا اگر مرہن باذن راہن اسی مستاجر کو دے جسے پہلے راہن نے چکا تھا تو رہن باقی رہے گا دوسرے کو دے تو جاتا رہے گا اس کا قائل نہ ہوگا مگر سخت جاہل، مرہن کے عقد اجارہ باذن راہن کو تمام کتابوں نے بطل رہن رکھا ہے نہ کہ صرف بحال تبدیل مستاجر۔ رہن پر اجارہ نافذہ کا ورو دہی اسے باطل کرتا ہے کہ دوام حتی جس جو شرط رہن ہے زائل ہوتا ہے تعیین مستاجر کو اس میں کیا دخل۔ بدائع میں ہے،

الاجارۃ تبطل الرهن  
اُسی میں ہے،

اخبر الله سبحانه وتعالى ان المرهون  
مقبوض فيقتضى كونه مقبوضا مادام  
مرهونا۔  
اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ مرہون مقبوض ہو۔ یہ خبر اس کے مقبوض ہونے کا تقاضا کرتی ہے جب تک وہ مرہون ہے (ت)

اسی میں ہے :

الرهن في اللغة عبارة عن الحبس  
قال الله تعالى عز وجل كل امرئ  
بما كسب رهين اي حبس فيقتضى ان  
يكون المرهون محبوسا مادام  
مرهونا ولو لم يثبت ملك الحبس  
على الدوام لم يكن محبوسا على  
الدوام فلم يكن مرهونا۔  
رہن لغت میں حبس کا نام ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ہر شخص اپنے کئے میں مرہون یعنی محبوس ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ مرہون جب تک مرہون ہے محبوس ہو اور اگر ملک حبس دائمی طور پر ثابت نہ ہوئی تو وہ دائمی طور پر محبوس نہ ہوا، چنانچہ وہ مرہون نہ ہوا۔ (ت)

اسی سے گزرا :

۱۴۴/۶	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الرهن	لے بدائع الصنائع
۱۴۲/۶	فصل اما الشرائط الا	"	" " "
۱۴۵/۶	واما حكم الرهن	"	" " "

الاجسام اذا اجازت لایبقی الرهن ضروری ہے  
اجارہ جب جائز ہو جائے تو ضروری ہے کہ وہ رہن باقی نہ رہے۔ (ت)

(۳) بے شک زیادت فی الدین ناجائز ہے، یہی مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور اسی پر متون و شروح، اور یہی من حیث الذیل اقویٰ، کما ینظر بمساجعة البدائع والتبیین وغیرہما (جیسا کہ بدائع اور تبیین وغیرہ کی طرف رجوع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ ت) اور بیشک فتویٰ ہمیشہ قول امام پر ہے مگر بضرورت اس بارے میں ہمارا مبسوط رسالہ اجلی الاعلام بان الفتویٰ مطلقاً علی قول الامام طبع ہو چکا ہے بجز کا قول کہ معاملات میں اکثر فتویٰ قول امام ابو یوسف پر ہوتا ہے غلط ہے یہ صرف مسائل متعلقہ وقف و قضا میں کہا جاتا ہے اور وہ بھی کوئی ضابطہ نہیں کہ بے تصحیح صریح اُس سے خلاف قول امام و خلاف متون و شروح تصحیح کر لیں مگر یہ بحث یہاں کوئی نتیجہ خیز نہیں، نہ اُس کی اصلاً حاجت، جبکہ ہم دلائل قاہرہ سے ثابت کر آئے کہ یہ رہن خود ہی باطل محض ہے، پھر بحث زیادت کی کیا گنجائش!

(۴) چار ہزار سو پینتالیس روپے آٹھ آنے کے بکرے کو ایہ داروں سے وصول کئے وہ ضروری زید ہیں بجز کا ان میں کوئی جبر نہیں کہ یہ اجارہ راہن یا ذن مرتن ہے یا علی الترتیل اجارہ مرتن یا ذن راہن مگر ہم کتب معتمدہ بدائع امام ملک العلماء و فتاویٰ امام قاضی خان و فتاویٰ علمگیر سے ثابت کر آئے کہ دونوں صورتوں میں اجر ملک راہن ہے فقط فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں کو ایہ داروں سے کرایہ وصول کرنے کا حق بھی راہن ہی کو ہے، اور دوسری صورت میں مرتن کو کہ وہی عاقد ہے وہی وصول کرے اور راہن کو دے دے خود اُس میں سے کچھ نہیں لے سکتا لہذا بجز پر لازم ہے کہ اپنا قرض پسندہ سو مجرا کر کے تین ہزار چار سو پینتالیس روپے آٹھ آنے زید کو ادا کرے، دستاویز میں زید کا لکھنا کہ جو منافع مرتن وصول کرے حق مرتن ہے باطل و بے اثر ہے کہ تغیر حکم شرع ہے، اور اگر یہ تاویل کی جائے کہ اگر چہ واقع میں عند الشرع وہ حق زید ہے مگر زید کا یہ لکھنا اپنی طرف سے بکر کو اُن منافع کا ہبہ ہے جب بھی باطل ہے کہ منافع بوقت تحریر معدوم تھے اور معدوم کا ہبہ باطل۔ بدائع میں ہے :



لا تجوز هبة ما ليس بموجود وقت  
العقد بان وهب ما يشتر نخله العام  
وما تلد اغنامه السنة ونحو ذلك  
بخلاف الوصية والفرق ان الهبة  
تمليك للحال وتمليك المعدوم مجال  
والوصية تمليك مضاف الى ما بعد  
الموت والاضافة لا تمنع جوازها و  
لا سبيل لتصحيحه بالاضافة الى ما بعد  
نحو مات المحدثات التمليك  
بالهبة مما لا يحتمل الاضافة الى  
الوقت فبطل الله، والله تعالى اعلم۔

جو شئی عقد کے وقت موجود نہ ہو اس کا ہبہ  
جائز نہیں اس کی صورت یہ کہ کوئی شخص ان پھلوں  
کا ہبہ کرے جو اس سال اس کے درختوں پر  
لگیں گے یا اپنی بکریوں کے ان بچوں کا ہبہ کرے  
جو اس سال وہ جنیں گی۔ اور اسی کی مثل دوسری  
اشیاء بخلاف وصیت کے دونوں میں فرق یہ ہے  
کہ ہبہ کے لئے تمليك ہے اور معدوم کی تمليك  
محال ہے اور وصیت ایسی تمليك ہے جو  
موت کے مابعد کی طرف منسوب ہوتی ہے اور  
منسوب ہونا وصیت کے جواز کو منع نہیں کرتا  
زمانہ حدوث کے مابعد کی طرف نسبت کر کے  
ہبہ کو صحیح قرار دینے کا راستہ نہیں کیونکہ ہبہ  
میں تمليك وقت کی طرف نسبت کا احتمال نہیں  
رکھتی لہذا وہ باطل ہے اور اللہ تعالیٰ اعلم (۱)

مسئلہ ۸۳ از ریاست رامپور مرسلہ جناب مفتی عبدالقادر صاحب مفتی کچہری دیوانی ریاست  
۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

مرہونہ پر بعد عقد رہن مرہن کا قبضہ شرعی ہو گیا، اس کے بعد بطور عاریت یا اجارہ یا  
غصب مرہونہ راہن کے قبضہ میں پہنچ گیا تو علمائے محققین سے سوال یہ ہے کہ مذکورہ صورتوں  
میں عقد رہن باطل ہو جائے گا یا وہ علیٰ حالہ باقی رہے گا اور کیا مرہن کو بر بنائے رہن مذکور  
استرداد مرہونہ کا استحقاق شرعاً حاصل ہے۔ بتینوا تو جروا۔

### الجواب

فی الواقع صورت مذکورہ میں عقد رہن باطل نہ ہو گا اور مرہن کو استرداد مرہون کا حق رہے گا  
عاریت و غصب میں تو ظاہر کہ منافی رہن نہیں عقد اجارہ البتہ منافی رہن رہے و لہذا اگر

مرتہن باذن راہن یا راہن باذن مرتہن شخص ثالث کو یا راہن مرتہن کو اجارہ دے تو رہن باطل ہو جائے گا مگر یہاں کہ مرتہن نے راہن کو اجارہ دیا خود اجارہ ہی باطل ہوگا کہ مالک کو اس کی ملک اجارہ دینا کیا معنی، اور جب اجارہ باطل ہو امتناعی رہن نہ پایا گیا اور عقد بجا رہا و المسائل موضح بہا فی البدائع وغیرہا (اور ان مسائل کی بدائع وغیرہ میں تصریح کر دی گئی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۵ از ہورہ محلہ کو کر بھوکا مکان مدار بخش گنیر مرسلہ جان محمد صاحب ۲۸ سوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھیت رہن لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

کھیت کہ زمین دار کی ملک ہو وہ بے اس کے اجازت کے رہن نہیں ہو سکتا اور اگر اس کی اجازت سے ہو یا رہن رکھنے والا خود اس زمین کا مالک ہے تو رہن صحیح ہو جائے گا مگر اس میں کھیتی کرنی ناجائز ہوگی۔ حدیث میں ہے، کل قرض جر منفعة غمہ و ما یلے جو قرض نفع کو کھینچ لائے وہ سود ہے (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۶ از قصبہ نگرام ضلع نکھنہ مرسلہ خضر محمد ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس ملک میں عملداری غیر مسلم کی ہو اور ہر طرح سے انھیں استیلا ہو اور مسلمان باشندے مغلوب ہوں وہاں اگر کوئی غیر مسلم جائیداد کسی مسلمان کے یہاں رکھے اور بخوشی خاطر جائیداد کے منافع کو اس مسلمان کے لئے حلال کر دے تو بقول حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ منافع مسلمان کے لئے سود تو نہ ہوں گے؟ بینوا تو جردا بیان فرمائیے اجر پائیے۔ (ت)

الجواب

صورت مستفسرہ میں سود نہیں، ہاں یہ سود کی نیت سے لے تو اپنی نیت پر گنہ گار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۷ از شہر ربی مدرستہ منظر اسلام مسئلہ مولوی حیم بخش صاحب بنگالی

۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی زمین کو عمر کے پاس رہن رکھا مدت پانچ سال کی عمر اس زمین کو خرچ دے کر تصرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

کاشتکار بے اجازت زمیندار زمین کو رہن نہیں رکھ سکتا اور بآ اجازت زمیندار ہو تو وہ اجارے پر نہ رہے گی اجارہ رکھیں گے کہ خرچ دے اور کاشت کرے تو رہن نہ رہے گا نہ زید کو زمین سے تعلق رہے گا عمر کاشتکار مستقل ہو جائے گا زید پر قرض رہا وہ ادا کرے اور اس کے بعد زمین واپس لینے کا اسے اختیار نہ ہو گا یاں اگر عمر خود چھوڑ دے چھوڑ دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

مسئلہ ۸۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کسی کے پاس کوئی چیز رہن رکھے اور وہ مرتہن اس چیز پر برابر سود لیتا رہے اور قرض کر دے کہ اس نے دو سو روپیہ کا سود لیا اب وہ شخص جس کی وہ چیز ہے رہن چھٹانا چاہتا ہے تو وہ مرتہن یہ کہتا ہے کہ دو سو روپیہ میں سے تم کو پانچ روپیہ واپس دیتا ہوں اس شرط پر کہ تم شریعت کی رو سے جو سود کہ تم نے دیا ہے معاف کرو لیکن مانگ چیز اس خوف سے کہ یہ پانچ روپیہ بھی ہاتھ سے جاتے ہیں معاف کرنے پر راضی ہو جائے تو یہ معافی جائز ہوگی یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو اس کی کیا صورت ہوگی؟ اور ایسی صورت میں مرتہن کو اپنے سود کا کتنا حصہ دینا چاہئے؟

الجواب

مرتہن پر فرض ہے کہ جتنا سود لیا ہے سب راہن کو واپس دے اور یہ اولیٰ ہے یا فقرائے مسلمین پر تصدق کرے اس میں سے اپنے صرف میں ایک جتہ لانا اسے حرام ہے اور اگر صرف کر چکا ہے اس کا معاوضہ راہن یا فقیروں کو دینا فرض ہے راہن کے معاف کئے سے معاف نہ ہو گا کہ یہ اس کا آتا ہوا نہیں جو اس کے چھوڑے سے چھوٹ جائے،

الاتری انہ لا یجب علی الآخذ کیا تو نہیں دیکھتا کہ لینے والے پر واجب نہیں  
مادۃ الیہ انما حکموا علیہ کہ وہ راہن کو واپس کرے۔ مشائخ نے

بالاولویہ - اس کے اوتے ہونے کا فیصلہ دیا ہے (ت)

بلکہ وہ اللہ واحد قہار کے غضب کا خبیث مال ہے کسی حال میں مرتہن کے لئے حلال نہیں ہو سکتا اگر تو یہ بھی کرے گا تو مقبول نہیں جب تک وہ سارا لیا ہوا راہن یا فقر اکونہ دے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۸۹ مسئلہ مرسلہ نیا زالدین احمد ۱۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان صورتوں میں کہ:

- (۱) شئی مرہون میں تصرف جائز ہے یا نہیں؟
- (۲) ہمارے اطراف میں ایک قطعہ زمین اس طور پر لیتے ہیں کہ مثلاً صاحب زمین کو تین سو روپے اس عہد و پیمان و قول پر دیتے ہیں کہ صاحب زمین روپیہ ادا کر سکے تو زمین مرتہن کے قبضہ سے چھوٹ کر راہن کے قبضہ میں آجاتی ہے اس میں بات اتنی ہے کہ مرتہن زمین کا خراج ادا کرتے ہیں اور پیداوار زمین کو خود لیتے ہیں اور جس وقت وہ دیئے ہوئے روپے لے گا وہ سو روپے پورا پورا لے گا۔

(۳) یہ صورت بعینہ دوسری ہے مگر ذرا عیش و کم یہ ہے کہ دلیل اس طور پر لکھتے ہیں کہ اگر راہن مدت معہودہ میں روپیہ ادا نہ کرے تو زمین فروخت ہو کر کے مرتہن کے قبضہ میں ہمیشہ کے لئے آجاتی ہے۔

### الجواب

مرتہن کو مرہون سے انتفاع حرام ہے۔ حدیث میں ہے: کل قرض جرم منفعۃ فہو ربا۔ جو قرض نفع کو کھینچ لائے وہ سہا ہے (ت) زمین رہن رکھنے والا اگر خود مالک زمین ہے جیسے زمین دار معافیہ دار اگرچہ خراج گزشتہ بطور مالگزاری یا ابواب اس پر ہو جب تو یہ وہی صورت مرہون سے انتفاع کی ہے اور حرام ہے، اور اگر رہن رکھنے والا کاشتکار ہے اور خراج وہ لگان ہے کہ زمین دار کو دیا جاتا ہے تو اسے بے اجازت زمیندار نہ رہن رکھنے کا اختیار نہ اُسے رہن لینے کا۔ اب کہ رہن رکھ دی اور مرتہن نے زمیندار کو لگان دیا اور اُس نے قبول کیا یہ عقد اجارہ زمیندار و



مترہن میں ہوا رہن باطل ہو گیا اور پہلا کاشتکار زمین سے بے تعلق ہو گیا یہ مترہن ہی کاشتکار ہو گیا زراعت اسے جائز ہے اور اس کا روپیہ پہلے کاشتکار پر فرض ہے جب وہ روپیہ دے اس پر زمین چھوڑنا لازم نہیں جب تک سال تمام پر زمین دار اس سے نہ چھڑائے اور دوسری صورت جس میں میعاد گزر جانے پر زمین کا فروخت ہو جانا ہے اگر مالک زمین نے زمین رکھی تو رہی ہے اور یہ شرط مردود اور اگر کاشتکار نے رہن رکھی تو زمین فروخت ہو جائے گا بطلان اور بھی ظاہر اسے پرانی زمین بیع کر دینے کا کیا اختیار؟ غرض یہ سب جاہلانہ طریقے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۹۲ مسئلہ

۱۶ رجب ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زمین علی وجہ الرہن خریدنا جائز ہے یا نہ؟

الجواب

علی وجہ الرہن خریدنا بعینہ رہن لینا ہے اس پر تمام احکام رہن کے ہوں گے، خریدار کو اس سے نفع اٹھانا حرام، ورنہ اگرچہ بعد میعاد ملے زمین واپس نہ دینا حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۹۳ مسئلہ از شہر محلہ روہیلی ٹولہ متصل مسجد جہان خاں مسئلہ طالب علم ہنگال

۱۳ شوال ۱۳۳۸ھ

نرید نے بکر سے ایک بیگہ زمین مبلغ ایک صد روپیہ دے کر لے لی اس شرط پر کہ جب تک روپیہ ادا نہیں کریں گے زمین ان کے قبضہ میں رہے گی اور نفع بھی اٹھائیں گے اور اصل روپے میں سے مبلغ عدا ہر سال میں کم ہوتا جائے یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ صورت رہن و اجارہ جمع کرنے کی ہے اور وہ جمع نہیں ہو سکتے رہن یوں باطل ہوا کہ دو روپے سال اجرت منافع زمین رہن ٹھہرے، اجارہ یوں فاسد ہوا کہ مدت مجہول رہی کہ جب تک روپیہ ادا ہو، لہذا یہ شرعاً جائز نہیں گناہ ہے، اس کا فوراً فسخ کرنا دونوں پر واجب ہے زمین فوراً واپس کر دے یا اس اجارہ فاسد کو فسخ کر کے از سر نو صحیح اجارہ متعین مدت کر لے جس میں یہ شرط نہ ہو کہ تا ادا کے قرض زمین پر قبضہ رہے گا، رہا، اس کا قرض ہے اسے اختیار ہے کہ اب وصول کرے یا جب چاہے، قرض کے لئے

کوئی میعاد لازم نہیں ہو سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
**مسئلہ ۹۴** اظہار الحق ساکن چندوسی محلہ کاغذی مکان شیخ عبدالحق صاحب  
 ۱۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مکان کا  
 مرتن ہے اگر وہ اس مکان کو راہن سے عاریتہ لے کر اس میں سکونت اختیار کرے یا اسکو  
 کرائے پر اٹھائے تو یہ فعل اس کا جائز ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب تحریر فرمائیے۔

### الجواب

بہ اجازت راہن عاریتہ رہے کہ جس وقت راہن منع کرے فوراً سکونت چھوڑ دے مقفل  
 کر کے صرف قبضہ رہن رکھے جائز ہے اور کرایہ پر چلانا بے اجازت راہن ہو تو حرام ہے اور با اجازت  
 ہو تو رہن جاتا رہا کرایہ کا مالک راہن ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۹۵** از میران پور کٹرہ ضلع شاہ جہان پور مسئلہ محمد صدیق بیگ صاحب

۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی اہل ہنود سے زمین دخلی رکھ کر پانچ برس  
 کے واسطے اس میں زراعت خود کو کرے یا ان کو بونے پر کسی دوسرے کو دے دے کیسا ہے؟  
 یقیناً توجروا۔

### الجواب

ہنود سے اس عقد کے کرنے میں کوئی حرج نہیں لہذا العقود الفاسدة مع من لیس  
 ذقیماً ولا مستمناً (کیونکہ فاسد عقود ایسے کافروں کے ساتھ جائز ہیں جو ذقی اور مستمن  
 نہ ہوں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۹۶** ازالہ آباد مسئلہ سید سبحان الحسن صاحب ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک فن گاری  
 مبلغ ۲۰۰ روپیہ میں دخلی رہن رکھی راہن نے ہر قسم کی مالکانہ اجازت بخشی دی راہن نے  
 اس کو کرایہ مبلغ ۷ روپیہ ماہوار پر دے دیا یہ کرایہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) دوسری یہ کہ زید نے ایک گھوڑا اپنا اس میں لے کر ڈالا اور کرایہ پر اس شخص کو جس سے  
 دخلی رہن رکھی ہے مبلغ سو روپیہ ماہوار دے دی۔ یقیناً توجروا

## الجواب

- (۱) یہ حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث ہے:  
کل قرض جرم منفعة فہو ربایہ جو قرض نفع کو کھینچ لائے وہ سود ہے (ت)  
(۲) یہ بھی حرام ہے مالک کو اس کی شے کرایہ پر دینا اور بھی بے معنی ہے، ہاں اگر رہن سے  
باز آئے اور اس کی گاڑی اسے واپس دے اور اپنا گھوڑا اسات روپے میں کرایہ پر دے  
تو جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۸ از ضلع رنگپور ڈاک خانہ ممی پور موضع کلقتہ مدرسہ ملک بنگال  
مسئلہ فضل علی صاحب

۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

چرمی فرماید علمائے شرع متین و مفتیان دین  
مبین اندرین مسئلہ کہ شخصی چند بیکہ اراضی  
خود نزد کسے رہن داشتہ بعضش یک صد  
روپیہ قرض گرفت و مرہن بایں شرط کہ  
تا مدت ایفائے زر مقروض از زمین مرہونہ  
بادائے حشر اچ زمینداران بکاشتکاری  
خود خواہد داشت قرض داد پس این چنین  
قرض دادن جائز است یا نہ؟ بیکنوا  
توجروا۔

کیا ذماتے میں علمائے شرع متین و مفتیان  
دین متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے  
اپنی چند بیکہ زمین کسی شخص کے پاس رہن  
رکھی اور اس کے بدلے ایک سو روپیہ قرض  
لیا مرہن لے اس شرط پر قرض دیا کہ مقروض  
سے قرض کی وصولی تک مرہون زمین کا خراج  
زمینداروں کو دینے کے عوض اس زمین میں  
کاشتکاری کرے گا تو کیا ایسا قرض دینا  
جائز ہے یا نہیں؟ بیان کرو اجر پاؤ گے (ت)

## الجواب

قرض دادن رواست و آں شرط فاسد  
و بیجاست و آں رہن باطل و بے معنی  
ست در مختارست کل ماکان  
مبادلۃ مال بمال یفسد بالشرط  
الفاسد کالبیع و ما لا فلا

قرض دینا جائز ہے اور وہ شرط فاسد و  
بے جا ہے اور رہن باطل و بے معنی ہے  
در مختار میں ہے: جس عقد میں مال کا مبادلہ  
مال سے ہو وہ شرط فاسد کے ساتھ فاسد  
ہو جاتا ہے جیسا کہ بیع، اور جو عقد ایسا نہ ہو

کالقرض راہن مالک زمین نبود و نہ از مالک برائے رہن استعارہ نمود کاشتکاری برائے او گذاشت و خراج زمیندار ہم بسرش داشت چون زمیندار اس معنی رضا داد و خراج ازین مقرض گرفت اس عقد اجارہ میان زمین دار و مقرض شد و راہن بر کران ماند و ذلك ان الراهن والاحباسة عقدان متنافيان لا يجتمعان ، والله تعالى اعلم۔

وہ فاسد نہیں ہوتا جیسا کہ قرض۔ راہن زمین کا مالک نہیں تھا اور نہ اس نے مالک سے رہن کے لئے زمین عاریت پر لی، اس نے مرتہن کے لئے کاشتکاری چھوڑی اور زمیندار کا خراج بھی مرتہن کے سر پر رکھ دیا جب زمیندار نے اس پر رضامندی ظاہر کر دی اور زمین کا خراج قرض دہندہ سے لے لیا تو یہ عقد اجارہ زمیندار اور قرض دہندہ کے درمیان ہوا اور راہن ایک طرف رہ گیا۔ اور یہ اس لئے کہ رہن و اجارہ دو متنافی عقد ہیں جو جمع نہیں ہو سکتے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۹۹ از رنگون سکی غٹولی سرپرٹ مکان ۲۱ کمرہ ۱۱۱ مسئلہ محمد ابراہیم خطیب  
۲۰ رمضان ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے اپنی جائیداد عمرو کے پاس رہن رکھی عمرو نے زید کی موجودگی میں مدت رہن ختم ہونے سے پیشتر ہی کوٹ سے اجازت لے کر بے اطلاع اس کی جائیداد مرہونہ کو بیع کر دیا، اب زید اس بیع کو فسخ کرے گا یا نہیں؟ اور ثمن بیع ادا کر کے اپنی جائیداد واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

### الجواب

زید بے شک اس بیع کو فسخ کر سکتا ہے اور نہ ثمن ادا کرنا اس کے ذمہ نہیں، نہ ثمن کا مطالبہ مشتری اس مرتہن سے کرے گا زید کے ذمہ صرف تر رہن ہے۔ رد المحتار میں ہے،  
توقف علی اجابۃ الراہن  
بیع المرتہن فان اجابۃ  
حاضر والا فلا  
مرتہن کی بیع راہن کی اجازت پر موقوف ہوگی  
اگر اس نے اجازت دی تو جائز ورنہ جائز  
نہیں ہوگی راہن کو اختیار ہے کہ وہ بیع کو



یہ بطلہ و یعییدہ سہنا ہے واللہ تعالیٰ باطل کر دے اور اسے رہن کی طرف لوٹا دے۔  
اعلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

**مسئلہ** از آول ضلع رہنگ مستولہ محمد جمال مہتمم مدرسہ رونی الاسلام ۴ شوال ۱۳۴۰ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیع رہن جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا  
ہے کہ جائز ہے اور اس کے لئے کتاب الرهن در مختار مطبع غشی نو لکھنور ص ۵۵۲ کی عبارت  
پیش کرتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ مرہون شئی کا نفع باجائز رہن جائز ہے۔ کیا زید کی  
دلیل صحیح ہے؟ مگر قول ثانی در مختار کہ متقی کے لئے جائز نہیں یہ بھی سود ہے۔ زید کہتا ہے  
کہ اتقانہایت مشکل ہے اور یہ متقی کے لئے ہے مگر عمر و کا جواب ہے کہ ہر مسلمان متقی ہے  
تو کیا عمر و کا جواب صحیح ہے اور کیا ہر مسلمان متقی ہے؟ اور تقویٰ اور فتویٰ میں کچھ فرق ہے یا  
نہیں؟ بینوا تو جبروا۔

### الجواب

تحقیق اس مسئلہ میں یہ ہے کہ مرہن کو رہن سے انتفاع جس طرح رائج ہے قطعاً  
مطلقاً اجماعاً حرام ہے اول تو وہ شرط سے ہوتا ہے رہن نامہ میں لکھا جاتا ہے اور پھر اذن  
بھی حقیقتاً اذن نہیں ہے۔

**مسئلہ** مدرسہ منظر اسلام مدرسہ محمد احمد طالب علم بنگالی مورخہ ۲۴ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے ہزار روپیہ  
لیا اور اپنا مکان بکر کے پاس دخی رہن چھوڑا یعنی جب تک زید وہ روپیہ نہ دے سکے اتنے روز  
بکر کو اختیار خاص ہے چاہے وہ خود اس مکان میں رہے بسے یا دوسرے شخص کے پاس  
کرایہ پر دے کر روپیہ لے آیا اس صورت میں بکر کے لئے ملکیت ثابت ہے اور بکر کا مکان  
سے کرایہ وصول کرنا مطابق شرع شریف سود ہے یا نہیں؟

### الجواب

خود رہنا بھی حرام اور کرایہ لینا بھی سود۔ اگر کرایہ پر دیا تو از آنجا کہ اجازت زید سے تھا  
کرایہ کا مالک زید ہوا اور اب مکان رہن سے نکل گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عہ یہ فتویٰ ناتمام ہے۔ عبدالمبین نعمانی

لے رد المحتار کتاب الرهن باب التصرف فی الرهن دار احياء التراث العربی بیروت ۵/۳۲۴

## باب القسم

(قسم کا بیان)

مسئلہ ۱۰۲ از محلہ بہاری پور بریلی مرسلہ ریاض الدین احمد ۲۹ رجب ۱۳۳۸ھ  
کسی سچی بات کے لئے قرآن پاک کی قسم کھانا یا اس کا اٹھالینا گناہ ہے یا نہیں ؟  
آپ کو تکلیف دینے کی اس وجہ سے ضرورت ہوئی کہ ایک شخص سے کہا گیا کہ اگر تو سچا ہے  
تو قرآن شریف کو اٹھالے۔ اس کا اس نے یہ جواب دیا کہ میں سچائی میں ہوں لیکن میں قرآن شریف  
نہیں اٹھا سکتا کیونکہ قرآن شریف اٹھانا ہر حالت میں گناہ ہے ، دوسرا فریق کہتا ہے کہ سچا  
قرآن شریف اٹھانا گناہ نہیں ہے البتہ جھوٹا قرآن شریف اٹھانا گناہ ہے مہربانی فرما کر مطلع  
فرمائیے کہ ان دونوں باتوں میں کون سی بات سچی ہے ؟

الجواب

جھوٹی بات پر قرآن مجید کی قسم کھانا یا اٹھانا سخت عظیم گناہ کبیرہ ہے اور سچی بات پر  
قرآن عظیم کی قسم کھانے میں حرج نہیں اور ضرورت ہو تو اٹھا بھی سکتا ہے مگر یہ قسم بہت  
سخت کرنا ہے بلا ضرورت خاصہ نہ چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

# کتاب الوصایا

## (وصیتوں کا بیان)

مسئلہ ۱۳۳ از ماہرہ مطہرہ مرحلہ حضرت سیدنا سید ابوالحسن احمد نوری میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ

www.alalim.org

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بزرگان دین قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم العزیزہ سے ایک بزرگ نے اپنے ابا کرام کے سجادہ نشین اور جائداد و قصبہ درگاہ و خانقاہ وقف کردہ امراء اسلام کے متولی تھے بنام اپنے صاحبزادہ حامد اور اپنے نبیرہ احمد بن محمد کے لئے وصیت فرمائی یہ دونوں بعد میرے متولی تمام جائداد و مصارف درگاہ خانقاہ اور جملہ امور متعلقہ ریاست درگاہی و خانقاہی میں شریک مساوی رہیں اور میری جائداد مملوکہ سے احمد بن محمد نبیرہ میرا ثلث حصہ بموجب وصیت شریعہ پائے اور اس وصیت کو ایک کاغذ پر تحریر فرمایا اور جناب ممدوح نے اپنی صاحبزادی کو اس قدر حصہ کہ بعد وفات انھیں پہنچا تصور کیا جاتا خواہ اس سے کم اپنی حیات میں اس شرط پر دے کر قبض و دخل کرا دیا کہ اب ان کے لئے میراث میں حق نہ ہو اور یہ تنہا راجع برضا مندی ان کی واقع ہوا اور صاحبزادی صاحبہ کی طرف سے حکام کے یہاں تصدیق اس مضمون کی گزر گئی کہ میں نے اپنا حصہ پالیا اب مجھے بعد انتقال حضرت مورث کچھ دعویٰ ترکہ میں نہ رہا جناب ممدوح نے یہ مضمون بھی اسی وصیت نامہ میں ذکر فرمایا آیا اس صورت میں وہ وصیت کہ حضرت موصوف نے دربارہ تولیت فرمائی اور وصیت ثلث مال مملوک نسبت احمد بن محمد شرعاً جائز اور نافذ ہے یا نہیں اور یہ تنہا راجع کہ حضرت ممدوح اور صاحبزادی صاحبہ میں واقع ہوا شرعاً معتبر ہے یا نہیں

اگر نامعتبر ہو تو وصیت نامہ مذکورہ میں اس کا ذکر آجائے تا کہ وصیت نامہ کو باطل کر دے گا یا صرف اسی قدر نامعتبر اور باقی وصایائے مذکورہ صحیح اور مقبول رہیں گے اسی طرح اُس کاغذ میں یہ بھی ذکر فرمایا تھا کہ بعد میں اگر اہل خانہ میری زندہ رہیں تو خبر گیری اُن کی جائے اور احمد بن محمد بقدر معتد بہ کرتے رہیں یہ امر اُن دونوں کے ذمہ ہے مگر بی بی صاحبہ مورت کے سامنے ہی گزر گئیں آیا یہ کلمات بھی کچھ منافی صحت وصایائے مذکورہ ہیں یا نہیں اور بی بی صاحبہ اگر بعد کو زندہ رہیں تو عام اس سے کہ یہ فقرہ اُن کی رضا سے تحریر ہے یا بے رضا بہر تقدیر وہ اس تحریر کی بنا پر ترکہ سے محروم رہیں یا نہیں اگر نہ رہیں تو دعویٰ اُن کا حامد پر تھا کہ بعد از فراغ ثلث وصیت کل جائیداد متروکہ پر وہی قابض ہو یا احمد موصیٰ لہ پر بھی کہ ثلث حکم وصیت اس نے پایا یا بعد از وفات حضرت ممدوح کے حامد اور احمد دونوں نے اس وصیت نامہ کو معتبر اور مقبول رکھا اور باہم بطریق مصالحت یہ امر قرار پایا کہ جس طرح جائیداد ملو کہ میں احمد بن محمد کے لئے ثلث ہے یونہی تولیت اوقاف بھی اٹلا شاربہ کے دو ثلث میں حامد اور ایک میں احمد متولی اور متصرف ہوں آیا بر تقدیر و فرض بطلان کلی وصیت نامہ مذکورہ یہ مصالحہ کہ باہم حامد اور احمد میں واقع ہوا معتبر ہے یا نہیں اور در صورت صحت وصیت نامہ اس صلح نامہ کا کیا حکم ہے اور اگر متولی دربارہ اوقاف دو امر کی وصیت کرے کہ ایک اُن میں سے مطابق تعامل قدیم ہے اور دوسرا مخالف تو اس مخالفت کے بطلان سے کل وصیت باطل قرار پائے گی یا صرف یہی امر مخالف اور اگر متولی وقف کسی شخص کے نام تولیت کرے تو یہ وصیت اس کی مطلقاً معتبر رہے گی یا متولیان سابق کا تعامل یہاں بھی دیکھا جائے گا اور اگر اُن میں آج تک وصیت تولیت کا رواج نہ تھا تو متولی حال کی وصیت بسبب مخالفت تعامل باطل ہو جائے گی۔ بیعتوا تو جودا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

### الجواب

در بارہ تولیت اوقاف مذکورہ حامد اور احمد کے نام بزرگ ممدوح کی وصیت کہ دونوں شریک مساوی ہوں صحیح و نافذ ہے اور تولیت محل جریان ارث نہیں جس میں حق وارث کا لحاظ ہو کہ ثلث سے زائد میں وصیت بے اذن و رضاء نافذ نہ پائے۔

فی الوجیزات مات القیم و  
قد اوصی الی احد فوصی القیم بمنزلة  
القیم و فی وقف العلمگیریة عن الحاوی  
وجیز میں ہے اگر متولی مر جائے اور وہ کسی کے لئے  
وصیت کرے تو اس متولی کا وصی متولی کے حکم میں  
ہوتا ہے۔ عالمگیریہ کے باب الوقف میں حاوی



ان مات احد الوصیین وادصى الى  
جماعة لم يتفرد واحد بالتصرف  
ويجعل نصف الغلة في يد الجماعة  
الذين قاموا مقام الوصى  
الهالك اليه

سے منقول ہے اگر دو وصیوں میں سے ایک مر گیا  
اور وہ ایک جماعت کے بارے میں وصیت کر گیا  
تو اکیلے تصرف میں مستقل نہ ہوگا، اور وقف غلہ  
میں سے نصف اس جماعت کے ہاتھ میں دیا جائیگا  
جو مرنے والے کے قائم مقام ہوئی۔ (ت)

پس دونوں صاحب شرعاً متولی اوقاف مذکورہ ہوئے اور ایسے ہوئے کہ ایک بے دوسرے کے  
تصرفات قیامت میں مستقل نہیں ہو سکتا۔

فقد صرحوا في الوقف والوصايا ان القوامه  
والوصاية اذا كانت الى اثنين لم يجز  
ان يتفرد احدهما عن الآخر۔

تحقیق مشائخ نے وقف و وصایا کے بارے میں تصریح  
کی کہ تولیت اور وصیت جب دو شخصوں کے لئے ہو  
تو ان میں سے کسی ایک کا دوسرے سے منفرد ہونا  
جائز نہیں۔ (ت)

اور احمد بن محمد کے نام جائیداد مملوک میں ثلاث کی وصیت تو بدیہی الصحت والنفاذ ہے۔

فلقد قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم  
ان الله تعالى تصدق عليكم  
بثلاث اموالكم في اخرا عماركم او كما قال  
صلى الله تعالى عليه وسلم۔

حقیق نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد  
فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہاری عمروں کے آخر  
میں تمہارے تہائی مال کے ساتھ تم پر صدقہ فرمایا  
یا جیسا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (ت)

نہ احمد بن محمد باوجود حامد وارث نہ وصیت قدر ثلاث سے متجاوز کہ کل یا مقدار زائد میں اجازت  
ورثہ کی احتیاج ہوتی۔

في تنوير الابصار ويجوز بالثلاث للاجنبي  
وان لم يجز الوارث ذلك الخ۔

تنویر الابصار میں ہے کہ اجنبی کے لئے ایک تہائی کی  
وصیت جائز ہے اگرچہ وارث اس کو جائز نہ رکھیں الخ۔ (ت)

لہ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الوقف الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۴۱۰/۲

لہ مجمع الزوائد باب الوصیۃ بالثلاث دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۱۲/۴

لہ الدر المنثور شرح تنویر الابصار کتاب الوصایا مطبع مجتہبی دہلی ۳۱۷/۲

رہا مسئلہ تجارت بحالت مورث کہ بزرگ موصوف نے اپنی حیات میں صاحبزادی صاحبہ کو کچھ عطا فرما کر میراث سے علیحدہ کر دیا اور وہ بھی راضی ہو گئیں کہ میں نے اپنا حصہ پالیا اور بعد انتقال مورث کے ترکہ میں میراثی نہیں، اشباہ میں طبقات علامہ شیخ عبدالقادر سے اس صورت کا جواز نقل کیا اور اسے علامہ ابوالعباس ناظمی پھر جرجانی صاحب خزانہ پھر شیخ عبدالقادر پھر فاضل زین الدین صاحب اشباہ پھر علامہ سید احمد حموی نے مقرر و مسلم رکھا اور فقیہ ابو جعفر محمد بن میمانی نے اس پر فتویٰ دیا اور ایسا ہی فقیہ محدث ابو عمرو طبری اور اصحاب احمد بن ابی الحارث نے روایت کیا۔

کما قال العلامة زين قال الشيخ عبد القادر في الطبقات في باب الهمزة في احمد، قال الجرجاني في الخزانة، قال ابو العباس الناطقي رأيت بخط بعض مشائخنا رحمه الله في رجل جعل لأحد بنيہ داما بنصيبه على ان لا يكون له بعد موت الاب ميراث جائز وافتى به الفقيه ابو جعفر محمد بن اليماني احد اصحاب محمد بن شجاع البلخي وحكى ذلك اصحاب احمد بن ابی الحارث و ابو عمرو والطبري انتهى له قال الفقير المجيب غفر الله تعالى له مستند ذلك الى خط بعض المشائخ وهذا وان لم يرد عليه ان الخط لا يعمل به الا في بعض صوامستثناة كما في عامة الكتب وذلك لان خط المفتي من الصور المستثناة فعند قال العلامة الحموي في شرح احكام

جیسا کہ علامہ زین نے کہا شیخ عبدالقادر نے طبقات کے باب الهمزة میں احمد کے ذکر میں کہا، جرجانی نے خزانہ میں کہا، ابوالعباس ناظمی نے کہا کہ میں نے بعض مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کے خط سے اس شخص کے بارے میں دیکھا جس نے اپنا کوئی مکان اپنے ایک بیٹے کو حصہ کے طور پر دے دیا اس شرط پر کہ وہ باپ کی موت کے بعد وارث نہیں بنے گا تو یہ جائز ہے، اسی کے ساتھ فتویٰ دیا فقیہ ابو جعفر محمد بن میمانی نے جو محمد بن شجاع بلخی کے اصحاب میں سے ہیں۔ اور اسی کی حکایت کی احمد بن ابوالحارث اور ابو عمرو طبری کے اصحاب نے، انتہی۔ فقیر مجیب غفر اللہ تعالیٰ لہ کہتا ہے کہ اس کو بعض مشائخ کے خط کی طرف منسوب کرنے پر اگرچہ یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ خط بعض استثنائی صورتوں کے سوا قابل عمل نہیں ہوتا جیسا کہ عام کتابوں میں ہے کیونکہ مفتی کا خط انہی استثنائی صورتوں میں سے ہے۔ تحقیق علامہ حموی

الکتابۃ من غمر العیون والبصائر یجوز الاعتماد  
 علی خط المفق اخذ امن قولهم  
 یجوز الاعتماد علی اشارته فالکتابۃ  
 اولیٰ لہ انتہی، لکن فیہ جہالۃ  
 الا ان یقال ان المشائخ کلہم ممن  
 یستند بقولہ فلا تضر جہالتہ کما  
 یقال فی کثیر من المسائل  
 قال بعضهم یجوز ول بعضهم لا وان  
 سلم فمعتدنا تقریر تلك  
 الفحول التحاریر اما قول  
 العلامة الحموی فی شرح  
 مانحن فیہ بقولہ علی ان لا یكون  
 لہ بعد موت الاب میراث جائز  
 اے صحہ اقول یتأمل فی وجہ  
 صحۃ ذلك فانه خفی انتہی فاقول  
 هذا کما ترے صریح فی القبول اذا  
 ذعن رحمہ اللہ ان لہ  
 وجہا صحیحًا و لکنہ خفی  
 حرمی بالتامل ولولا ذلك لقول  
 هذا مبالا وجہ لہ فلا یعول  
 علیہ، وهذا مما  
 لا یخفی علی العارف باسالیب

نے شرح احکام الکتابۃ میں بحوالہ غمر العیون والبصائر  
 کہا مفتی کے خط پر اعتماد جائز ہے مشائخ کے اس قول  
 کا اعتبار کرتے ہوئے کہ مفتی کے اشارہ پر اعتماد جائز  
 ہے کیونکہ کتابت اشارہ سے اولیٰ ہوتی ہے انتہی،  
 لیکن اس میں جہالت ہے مگر یہ کہ یوں کہا جائے  
 کہ تمام مشائخ وہ ہیں جن کے قول سے استناد  
 کیا جاتا ہے تو اب جہالت مضر نہ ہوگی جیسا کہ بہت  
 سے مسائل میں کہا جاتا ہے ان میں سے بعض نے  
 کہا کہ جائز ہے اور بعض نے کہا کہ نہیں جائز ہے  
 اگر اس کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو ہمارا معتمد ان  
 جید متبحر علماء کی تقریر ہے۔ رہا ہمارے زیر بحث  
 مسئلہ کی شرح میں علامہ حموی کا فرمان کہ مرئی لے  
 کا یہ کہنا کہ یہ اس شرط پر ہے کہ باپ کی موت کے  
 بعد اس بیٹے کے لئے کوئی میراث نہ ہوگی یہ جائز  
 اور صحیح ہے، تو میں کہتا ہوں اس کی وجہ صحت  
 میں تامل کرنا چاہئے کیونکہ یہ خفی ہے انتہی میں  
 کہتا ہوں جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے یہ قبول میں صریح  
 ہے کیونکہ علامہ حموی رحمۃ اللہ علیہ نے اذعان فرمایا  
 کہ اس کے لئے وجہ صحیح ہے لیکن وہ خفی ہے  
 جو تامل کے لائق ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت علامہ  
 یوں فرماتے کہ اس کے لئے کوئی وجہ نہیں لہذا اس پر  
 اعتماد نہ کیا جائے اور یہ بات کلام کے اسلوبوں کو

جاننے والے پر پوشیدہ نہیں۔ (ت)

پس اس روایت اور ائمہ کی تقریر و افتاء و حکایت کی بنا پر یہ تخارج بھی صحیح اور جائز واقع ہوا اور صاحبزادی صاحبہ کو بعد انتقال مورث کوئی دعویٰ نہیں پہنچتا اور اگر یہ روایت بوجہ قلت شہرت یا عدم ظہور علت پایہ اعتبار سے ساقط مانی جائے تو ضرور یہ تخارج باطل قرار پائے گا مگر اس کے کاغذ وصیت میں مذکور ہونے سے وصایائے مذکور کیوں باطل ہونے لگیں ہذا باطل صریح (یہ واضح طور پر باطل ہے۔ ت) علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اگر ایک شئی کی وارث اور اجنبی کے لئے بالمناصفۃ وصیت کی وہ وصیت وارث کے حق میں باطل اور اجنبی کے نصف میں صحیح اور نافذ رہے گی۔

فقہ تنویر الابصار ولا جنبی و وارثہ او قاتلہ لہ نصف الوصیۃ وبطل وصیتہ للوارث والقاتل انتہی و مثله فی عامۃ الکتب۔

تنویر الابصار میں ہے کہ اجنبی اور وارث یا اجنبی اور قاتل کے لئے وصیت کی تو اجنبی کو وصیت کا نصف ملے گا جبکہ وارث اور قاتل کے بائے میں اس کی وصیت باطل ہوگی انتہی، اور

اسی کی مثل عام کتابوں میں ہے۔ (ت)

بسمان اللہ! جب عقد واحد و لفظ واحد میں کشتی واحد کے دو شخصوں کے نام وصیت کی اور ایک کے لئے شرع نے اجازت نہ دی صرف اُسی کے حق میں باطل ہوئی اور اس بطلان نے نصف باقی تک سرایت نہ کی تو جہاں عقد متعدد و لفظ متعدد و معقود علیہ متعدد اور ایک عقد اُن میں سے باطل ہو اُن دونوں کے ایک کاغذ میں ذکر کر دینے سے کیونکہ اس کا بطلان اُس تک ساری و نافذ ہو جائے گا ایسی بے اصل وجہ سے وصایائے مذکور کا ابطال کوئی عاقل تجویز نہیں کر سکتا اور یہیں سے ظاہر ہو گیا سوال اخیر کا جواب کہ اوقاف صحیحہ شریعہ میں جب بوجہ جہالت شرط و اقف معمول قدیم پر مستقر اعتبار رہے تو جو وصیت اس کے مطابق ہوگی جائز اور جو مخالف ہوگی باطل، اور باطل کا بطلان جائز تک سرایت نہ کرے گا کما وضحاہ مع اسہ کان و اضحا (جیسا کہ ہم نے اس کی وضاحت کر دی باوجودیکہ یہ واضح تھا۔ ت) اور انھیں وجہ سے وہ فقرہ کہ وصیت نامہ میں جناب بی بی صاحبہ کی نسبت تحریر ہوا صحت و صایائے سابقہ میں خلل انداز نہیں ہو سکتا اگرچہ اس کی تحریر بی بی صاحبہ کو بر تقدیر حیات بعد مورث ترکہ سے حاجب نہ تھی گو یہ تحریر اُن کی رضا سے واقع ہوئی،



قلت الامرات سبب ضروری للملك حتى ان  
الوارث يرث ويملك سهمه و لو قال  
الف مرة اني تركت حقى و المسئلة في  
الاشباه و غيرها۔  
اس لئے کہ وارث ہونا ملک کے لئے سبب ضروری  
ہے یہاں تک کہ وارث اپنے حصے کا وارث و  
مالک بن جاتا ہے اگرچہ ہزار بار کہے کہ میں نے اپنا  
حق چھوڑ دیا ہے۔ اور یہ مسئلہ اشباہ وغیرہ میں  
مذکور ہے۔ (ت)

ہاں اگر وہ زندہ رہیں تو ان کا دعویٰ حامد پر تھا جس نے بعد اخراج وصیت کل متروکہ پر قبضہ کیا کہ  
حق ورثہ صرف انہیں دو ٹکٹ میں تھا ثلث وصیت ان کے حق سے جدا ہے تو احمد بن محمد جس نے حکم وصیت  
ثلث پایا بر تقدیر حیات بی بی صاحبہ اور پر تقدیر بطلان تجارت صاحبہ دو نوں کے دعوے سے  
بایں معنی بری ہے کہ ان کے ظہور حصص سے اس کے ٹکٹ میں کمی نہیں آسکتی بلکہ حکم وصیت کل جائداد  
سے ٹکٹ کامل اُسے دینگے اور دو ٹکٹ باقی ماندہ ورثہ بخصص شریعہ تقسیم کر لیں گے،

و ذلك لان الوصية مقدمة على الامرات  
ومعلوم انه لا يزاحم شئ شيئا الا  
اذا كانا في مرتبة واحدة و لو مسلمت  
مزاحمة المتأخر للمقدم لم يبق  
المتقدم مقدما و المتأخر متأخرا هذا  
خلف قنيت ان الموصى له ملك الثالث  
من دون المزاحم الا ترى ان  
الوصية لا تزاحم الديون لتقديم الديون  
عليها فكذلك الميراث لا يزاحم الوصية  
بعين ذلك الوجه وهذا ظاهر جدا۔  
اور یہ اس لئے کہ وصیت میراث پر مقدم ہے اور  
یہ بات معلوم ہے کہ کوئی شئی دوسری شئی کی مزاحمت  
نہیں کر سکتی جب تک وہ دونوں ایک ہی مرتبہ  
میں نہ ہوں۔ اگر متاخر کی مقدم کے لئے مزاحمت  
تسلیم کر لی جائے تو مقدم مقدم نہ رہے گا اور متاخر  
متاخر نہ رہے گا۔ یہ خلاف مفروض ہے۔ لہذا  
ثابت ہو گیا کہ جس کے حق میں وصیت کی گئی وہ  
بغیر کسی مزاحم کے تہائی مال کا مالک ہو گیا۔ کیا تم  
نہیں دیکھتے کہ وصیت قرضوں کی مزاحمت نہیں کرتی  
کیونکہ قرض اس پر مقدم ہیں۔ یوں ہی بعینہ اسی  
وجہ سے میراث وصیت کی مزاحمت نہیں کرتی اور یہ خوب ظاہر ہے۔ (ت)

اب باقی رہا مسئلہ صلحنامہ پر کلام جب وصیت بزرگ موصوف دربارہ تولیت بھی صحیح و سترار پائی  
اور حامد اور احمد دونوں نصف نصف جائداد کے قسیم ٹھہرے تو نظر فقہی اسے مقتضی ہے اگر احمد کے لئے  
تفویض عام اور نقل تولیت کا مطلق اختیار شرط واقف خواہ تعامل قدیم سے ثابت نہ ہو تو یہ صلحنامہ  
وجہ صحت نہیں رکھتا اور احمد اگرچہ لاکھ بار ثلث خواہ ربع خواہ سدس پر مصالحہ کرے شرعاً ہرگز قبول

نہ فرمائے گی، اور اسے نصف کامل کا متولی رکھے گی کہ احمد کی طرف سے یہ صلح اور نصف چھوڑ کر ٹکٹ پر راضی ہونا درحقیقت تولیت سدس سے اپنے نفس کو عزل کرنا ہے اور متولی کو بے علم و اطلاع قاضی عزل نفس کا اختیار نہیں اور اگر ہزار بار عزل کرے گا معزول نہ ہو سکے گا و این القاضی و این العلم (اور کہاں ہے قاضی اور کہاں ہے علم۔ ت) بحر الرائق میں ہے :

اذا عزل نفسه عند القاضی فانه ینصب  
غیرک ولا ینعزل بعزل نفسه مالم ینبغ  
القاضی وبمشله فی اسفار آخر۔  
جب متولی قاضی کے پاس خود کو معزول کر لے تو  
قاضی اس کی جگہ کسی اور کو مقرر کر دے گا۔ اور  
جب تک متولی قاضی تک اطلاع نہ پہنچائے وہ  
خود کو معزول کر لینے سے معزول نہیں ہوگا، اور اسی کی مثل دوسری کتابوں میں مذکور ہے۔ (ت)

اگر بفرض باطل و تقدیر غلط وصیت نامہ کو مکمل و کان لم یکن بٹھرایا جائے تاہم یہ اجازت شرع  
حادثہ اور احمد بن محمد سے جو متولی قرار پائے گا اُسے ترک تولیت بعض برصالحہ صرف بشرط مذکورہ جواز  
بٹھرے گا و الا لایا بجلہ وصیت نامہ صحیح ہو کما ہوا لحتی یا باطل کما فرض بہر طور صحت صلح نامہ و ترک تولیت  
بعض اُسی تفویض عام اور اختیار نام کے ثبوت پر متوقف،

لما تقر من ان النظار اذا لم یکنوا  
مرضی بمرض الموت فہم کمثل الوکلاء  
لیس لہم ان یعزلوا انفسہم الا بخیرۃ  
من الواقف او القاضی او ثبوت  
التفویض العام الیہم کما صرح بہ  
فی الدر المختار و رد المحتار وغیرہما  
من الاسفار و هذا کله واضح عند  
من لہ اجالۃ نظر فی کلمات  
القوم۔  
بسبب اس کے جو ثابت ہو چکا ہے کہ متولی جب  
تک مرض الموت میں مبتلا نہ ہوں وہ وکیلوں کی طرح  
ہیں انہیں یہ اختیار نہیں کہ وہ خود کو معزول کر لیں  
جب تک واقف یا قاضی کی طرف سے انہیں ایسا  
کرنے کا اختیار نہ ہو یا جب تک انہیں تولیت  
کی تفویض عام نہ ہو۔ جیسا کہ در مختار اور رد المحتار  
وغیرہ ضخیم کتب میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے۔  
اور یہ تمام ہر اس شخص پر روشن و واضح ہے جس کی  
نظر قوم کے کلام کے نتائج پر ہے۔ (ت)

اور متولی وقت کو وصیت تولیت کا مطلقاً اختیار ہے خواہ نظار پیش میں ایسی وصیت کا رواج ہو یا نہ ہوتی کہ یکے بعد دیگرے ہزار متولی گزرے اور ان میں کسی نے تولیت کی وصیت نہ کی تاہم متولی حال کو اختیار وصیت حاصل ہے۔ فتح القدر و بزازیہ و والوالجیہ و مجتبے و سراجیہ و خانیہ و تاتارخانیہ و ذخیرہ برہانیہ و اشباہ النظائر و شروح حموی و بیری و درمختار و حواشی طحاوی و شامی و عقود دیریہ و فتاویٰ خیریہ و ہندیہ و غیر ذلک عامہ کتب میں اس مسئلہ کی تصریح اور اس سے بحث کرتے ہیں کوئی تحقیق تعامل کی قید نہیں لگاتا۔

والفتاویٰ الخیریۃ افصح بیانا و اوضح تبیاناً  
لذلک، حیث قال بعد نقل المسئلة  
عن التاتارخانیۃ و البزازیۃ و عزودہ  
الی کثیر من الکتب حتی قال فی الخانیۃ  
و الظہیریۃ و غیرہما و العبارة للخانیۃ  
ولوان الواقف جعل راجلاً متولیا و  
شرط انہ ان مات هذا المتولی  
لیس له ان یوصی الی غیرہ حیث انہ هذا  
الشرط انتہی، والفقہ یمہم من  
هذه العبارة الابلیغیۃ فی اثبات  
الولاية لوصی الناظر السمذکور اذا  
التنصيص علی جواز الشرط لدفع  
توہم یطرا علیہ بعدم الجواز کما  
یدریہ من اکثر من معاشرۃ نقاش ابکار  
عباس اتمہم اذ مثل ذلک یقال فی مثل  
هذه المسائل التي کثر نقلها و دوس انہا  
بینہم حتی کانہا مقررة فی علم کل فقیہ  
فیستغنی عن ذکرہا بذکر  
ما یتفرع علیہا و یتشعب منہا و  
هذه المسئلة كذلك

فتاویٰ خیریہ اس مسئلہ میں زیادہ فصیح بیان اور  
واضح تفصیل والا ہے، جہاں اس نے تاتارخانیہ  
اور بزازیہ سے مسئلہ نقل کرنے کے بعد کہا اور  
اس کو علمائے بہت سی کتابوں کی طرف منسوب  
کیا ہے یہاں تک کہ خانیہ اور ظہیریہ وغیرہ میں جبکہ  
عبارت خانیہ کی ہے کہ اگر واقف نے کسی شخص کو  
متولی بناتے ہوئے شرط لگائی کہ یہ متولی مرتے وقت  
غیر کے لئے ولایت کی وصیت نہیں کر سکتا تو یہ  
شرط جائز ہے، انتہی۔ اور فقیہ اس عبارت سے  
متولی مذکور کے وصی کے لئے اثبات ولایت میں  
مبالغہ سمجھتا ہے اس لئے کہ جواز شرط پر نص کرنا  
اس وہم کے ازالہ کے لئے ہے جو اسکے عدم جواز  
پر طاری ہوتا ہے جیسا کہ عمدہ و نفیس عبارات علماء  
سے زیادہ عمارست رکھنے والا شخص اس کو جانتا ہے  
اور یونہی کہا جاتا ہے اس قسم کے مسائل میں جو علماء  
کے درمیان بکثرت منقول اور دائر ہیں، یہاں تک  
کہ ہر فقیہ کے علم میں وہ اس طرح پختہ ہو گئے ہیں  
ان کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہتی جبکہ ان  
اصول کو ذکر کر دیا جائے جن سے یہ مسائل متفرع  
و مستنبط ہوتے ہیں، اور یہ مسئلہ بھی ایسا ہی ہے

فان كتب المذهب طائفة بهذا الخ۔ کیونکہ ان سے کتابیں بھری پڑی ہیں الخ۔ (د)۔  
تقریر علماء سے واضح کہ اگر شرط واقف اس کے ذکر سے عاری ہوں تاہم یہ اختیار قیم کو حاصل پھر  
عدم تعامل کیا مضر ہو سکتا ہے۔

لان التعامل لا يعتمد عليه الا لكونه مطلق شرط الواقف كما صرح به في الذخيرة  
والخيرية وورد المختار وغيرهما من الاسفار۔ اس لئے کہ تعامل پر اعتماد نہیں کیا جاتا مگر اس لئے  
کہ وہاں شرط واقف پائے جانے کا گمان ہوتا ہے  
جیسا کہ ذخیرہ، خیر یہ اور رد المحتار وغیرہ کتابوں میں  
اس کی تصریح کی گئی ہے۔ (د)۔

بلکہ کلمات علماء موضع کہ یہ اختیار دلالت مشروط ہے گو صراحت مذکور نہ ہو پھر تعامل وعدم تعامل کی کیا حاجت ہے؟  
قال العلامة السيد الطحطاوى في حاشية على الدر المختار وجه الاستحسان  
ان الاول لما وصى اليه فقد علم ان الوصى لا يعيش ابدًا ولم يجب ان تكون  
امورة ضائعة فصار كانه اذن له بان يوصى الى غيره بطريق الدلالة  
وان لم ياذن له بالا فصاح ولو كان اذن له بالا فصاح جازم له ان  
يوصى الى غيره فكذلك اذا اذن له بالدلالة الخ قلت ومعلوم ان المتولى  
كالوصى كما في جامع الفصولين والاشباه وكذا بالعكس كما في  
العقود الدرية والوقف والوصية اخوان يستقيان من مورد واحد  
وينزع مسائل احدهما

لے الفتاویٰ الخیریتہ کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۲۰۲/۱

لے حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الوصایا باب الوصی المکتبۃ العربیۃ کانسی روڈ کوئٹہ ۳۴۰/۴



من الآخر كما في عدة مواضع من الخيرية  
والعقود الدرية في تنقيح الفتاوى  
الحامدية۔  
دوسرے سے اخذ کئے جاتے ہیں جیسا کہ تحریر اور  
عقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ کے متعدد  
مقامات پر مذکور ہے۔ (ت)

اور نظر دیتی حاکم کہ اس نفس وصیت کو مخالفت تعامل سمجھنا ہی محض باطل کہ منافات فعل اور کف  
میں ہے نہ فعل و ترک بمعنی عدم وقوع فعل میں، کما هو المقرر فی اصولنا معشراهل السنة و  
الجماعة (جیسا کہ ہمارے یعنی اہل سنت و جماعت کے اصول میں مقرر ہے۔ ت) یہاں تک کہ ہمارے ائمہ  
كالعلامة المحقق علی الاطلاق کمال الملة والدين محمد بن الهمام والفاضل الشيخ نزيه  
بن نجيم المصري وغيرهما (جیسا کہ علامہ محقق علی الاطلاق کمال الملة والدين محمد بن همام اور عظیم فاضل  
شیخ زین بن نجیم مصری اور ان دونوں کے علاوہ دیگر علماء۔ ت) تصریح فرماتے ہیں کہ ترک بمعنی مذکور  
زیر قدرت عہد داخل نہیں۔

وهذا نص الاشباه في البحث الاول في حد  
النية من القاعدة الثانية بعد ذكر  
معناها اللغوي وفي الشرع كما في  
التلويح قصد الطاعة والتقرب الى  
الله تعالى في ايجاد الفعل انتهى ولا يرد  
عليه النية في التروك لانه كما قدمناه لا يتقرب  
بها الا اذا صار التروك كفا وهو فعل وهو  
المكلف به في النهي لا التروك بمعنى العدم  
لانه ليس داخل تحت القداسة للعبد  
كما في التحريم انتهى۔  
یہ نص ہے اشباہ کی جو بحث اول میں نیت کی  
تعریف کے بارے میں ہے، قاعدہ ثانیہ میں  
نیت کا لغوی معنی بیان کرنے کے بعد مذکور ہے،  
اور اصطلاح شرع میں جیسا کہ تلویح میں ہے  
نیت کہتے ہیں ایجاد فعل میں طاعت اور اللہ تعالیٰ  
کا تقرب حاصل کرنے کا قصد کرنا، اور اس  
تعریف پر ترک فعل کی نیت کے ساتھ اعتراض وارد  
نہیں ہوتا کیونکہ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے کہ اس کے  
ساتھ تقرب حاصل نہیں کیا جاسکتا مگر اس وقت  
جب ترک بمعنی کف یعنی رکا ہو اور وہ فعل ہے  
اور نہی میں بندے کو اسی کے ساتھ مکلف بنایا جاتا ہے نہ کہ ترک بمعنی عدم اس لئے کہ وہ بندے کی  
قدرت میں داخل نہیں جیسا کہ تحریر میں ہے انتہی۔ (ت)

اور جب ایسا ہو تو اس میں اتباع غیر مقدور اور جہاں اتباع ناممکن مخالفت کا کیا محل۔

قلت وبهذا الم يحرم علينا فعل كل ما لم يفعله  
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ولا الاصحاح  
ولا التابعون اذ ليس كل ترك كفا و  
انما التاسي في الكف فالعيار هو القرض  
على قواعد الشرع فما حسنه فهو حسن  
وما قبحه فهو قبيح هكذا ينبغي  
التحقيق والله ولي التوفيق۔

میں کہتا ہوں اس سے ثابت ہوا کہ ہم پر ہر وہ فعل  
حرام نہیں جس کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے  
صحابہ اور تابعین نے نہ کیا ہو کیونکہ ہر ترک کف نہیں  
اور بیشک اقتدار تو کف یعنی منع کرنے میں ہے۔  
چنانچہ معیار قواعد شرع پر انحصار ہے جس چیز کو شرع  
نے حسن قرار دے دیا وہ حسن اور جس کو قبیح قرار دے دیا  
وہ قبیح ہے۔ ایسے ہی تحقیق چاہئے اور اللہ تعالیٰ توفیق  
کاملاً ہے (ت)

ہاں اگر شرط واقف میں تصریح منع ہے کہ متولیوں کو اختیار وصیت نہیں تو بیشک اب وصیت روا نہ رہے گی  
اس لئے کہ صریح دلالت سے برتر ہے جیسا کہ غانیہ  
ظہیر یہ وغیرہ سے گزر چکا۔ میں کہتا ہوں مراد اس سے  
یہ ہے کہ جب وقف شرعی طور پر صحیح ہو اس کی شرطوں  
کی رعایت کرنے کے اعتبار سے، اللہ پاک اور بلند و  
برتر خوب جانتا ہے اس کا علم اتم اور اس کا حکم  
مستحکم ہے۔ اللہ تعالیٰ درود نازل فرماتے ہمارے  
سردار اور آقا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور آپ  
کی آل اور اصحاب پر اور برکت و سلام نازل فرماتے (ت)  
مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فالج ایک سال کے بعد مرض الموت رہتا ہے یا نہیں  
اور بعض کتب میں جو عدم خوف موت کی قید ہے اس کے کیا معنی ہیں؟ بیٹو! توجروا۔

### الجواب

جمہور ائمہ کے نزدیک فالج ودق و سئل وغیرہ امراض مزمنہ جب ایک سال تک تپاؤں کریں مرض الموت  
نہیں رہتے اور ایسے مریض کے تمام تصرفات شرعاً مثل صحیح کے ہیں مختصراً امام مجتہد علامہ ابو جعفر طحاوی اور فتاویٰ  
امام قاضی خاں اور فتویٰ امام ابو العباس شمس اور امام عبد اللہ حرجانی اور امام شمس الامم حلوانی اور

فتاویٰ التمریاتی اور جامع الفتاویٰ اور فصول بنامہ اور درر علامہ شمس اور مفتاح اور منظر العیون علامہ احمد حموی اور مجتبے زہدی اور فتاویٰ خیرہ اور در مختار اور حاشیہ علامہ حلبی اور رد المحتار علامہ شامی اور فتاویٰ حامدیه اور عقود الدریہ اور فتاویٰ ہندیدہ وغیرہ متون و شروح و فتاویٰ میں اس مسئلہ کی تصریح ہے یہاں تک کہ علامہ محمد بن عابدین افندی شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے متون و شروح کے اطلاق و عموم پر نظر فرما کر حاشیہ در مختار میں تصریح کر دی کہ اگر فالج وغیرہ امراض مذکورہ ایک سال کے بعد صاحب فراش بھی کر دیں اور بعض چلنے پھرنے سے معذور مطلق ہو جائے جب بھی اسے مرض موت نہ کہا جائے گا کیونکہ ایک سال تک تطاول ہو گیا،

حيث قال قال في المصباح وسئل صاحب المنظومة عن حد مرض الموت فقال اعتمادنا في ذلك على ان يقدر ان يذهب في حوائج نفسه خاسر الداس اه اقول والظاهر انه مقيد بغير الامراض المنمنمة التي طالت ولم يخف منه الموت كالضاليج ونحوه وان صيرته ذات فراش ومنعته عن الذهاب في حوائجه فلا يخالف ما جرى عليه اصحاب المتون والشرح هنا تامل انتهى ملخصا۔

جہاں فرمایا کہ معراج میں کہا ہے صاحب منظومے سے مرض الموت کی حد کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے کہا ہمارا اعتماد اس مسئلہ میں اس بات پر ہے کہ مریض اپنی حاجات کے لئے گھر سے باہر نہ جاسکے،

میں کہتا ہوں ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم دیر تک رہنے والی بیماریوں کے غیر کے ساتھ مقید ہے جو لمبی ہو جاتی ہیں اور ان میں موت کا خوف نہیں ہوتا جیسے فالج وغیرہ، اگرچہ وہ مریض کو صاحب فراش بنادیں اور اسے حاجات کے لئے نکلنے سے روک دیں۔ یہ بات اس کے مخالف نہیں جس پر اصحاب متون اور شارحین

چلے۔ غور کرو انتہی، تلخیص (ت)

اور وہ جو بعض کتب میں عدم خوف موت کی قید ہے بہت علماء مثل صاحب مفتاح و علامہ احمد حموی شارح اشباہ و علامہ ابراہیم حلبی و علامہ امین الملتہ والدین شامی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ یہ کوئی قید احترازی نہیں بلکہ بعد تطاول ان امراض کے حال کی شرح ہے یعنی جب سال گزر جاتا ہے تو ان امراض سے وہ خوف نہیں رہتا جسے شرع مرض الموت میں اعتبار کرتی ہے۔

قال في الفتاح ان تطاول ذلك فلم يخف منه الموت هذه الجملة مفتاح میں کہا کہ اگر وہ بیماری لمبی ہو جائے تو اس سے موت کا خوف نہیں رہتا۔ یہ آخری جملہ جملہ شرطیہ کیلئے





فرد المحتار عن الكفاية ثم المراد من الخوف  
الغالب منه لا نفس الخوف عليه

اور اس خوف کی امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ غزنی مرقاۃ المفاتیح وغیرہ علماء نے یوں تفسیر کی کہ جب ان امراض سے یہ نوبت پہنچے کہ اپنی حوائج کے لئے گھر سے باہر نہ نکل سکے تو اس وقت خوف موت کہا جائیگا۔  
فی تنویر الابصار من غالب حاله المهلاك  
بمرض او غیرہ بان اضناہ مرض عجز به  
عن اقامۃ مصالح خارج البيت یہ  
تنبیہ الابصار میں ہے کہ غالب حال اس کا ہلاکت  
ہو بیماری سے یا اس کے غیر سے اسی طور پر  
کہ بیماری نے اس کو اسی قدر کمزور کر دیا ہو  
جس سے گھر کے باہر وہ اپنے معاملات و ضروریات  
قائم رکھنے سے عاجز ہو گیا ہو۔ (ت)

درمختار میں ہے :

هو الاصح كعجز الفقيه عن الاتيان  
الى المسجد<sup>۳</sup>

یہی زیادہ صحیح ہے جیسے فقیہ مسجد کی طرف آنے سے  
عاجز ہو جائے۔ (ت)

اور اس قید کے لگانے کے بعد بھی امام شامی فرماتے ہیں :

فان قلت ان مرض الموت هو الذي يتصل به الموت فما فائدة تعريفه بما ذكرنا فائدته ان قد تطول سنة فاكثركم يا نقي فلا يسمى مرض الموت وان اتصل

اگر تو کہے کہ مرض الموت تو وہ ہے جس کے ساتھ موت مقترن ہو۔ پھر موت کی یہ تعریف جو ذکر کی گئی اس کا کیا فائدہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بیماری کبھی سال یا اس سے زائد عرصہ تک لمبی ہو جاتی ہے جیسا کہ آریا ہے تو اس بیماری کو مرض الموت نہیں

۴۲۳/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الوصایا	لہر و المختار
۲۳۵/۱	مطبع مجتبائی دہلی	باب طلاق المریض	الدرد المختار شرح تنویر الابصار
"	"	"	"
"	"	"	"
"	"	"	"
"	"	"	"
"	"	"	"

به الموت <sup>۱</sup> لے  
 اور اس خوف کی دو تمثیلیں درمختار میں یہ لکھیں کہ جہاز پر سوار تھا جہاز ٹوٹ گیا ایک تختہ پر بہتا رہ گیا یا  
 شیر نے حملہ کیا اور اُسے اپنے منہ میں لے لیا تو جب تک اس کے منہ میں ہے وہ وقت اس خوف کا ہے۔  
 حیث قال اذ بقى على لوح السفينة <sup>۲</sup> جہاں فرمایا کہ وہ کشتی کے ایک تختہ پر پڑا رہ گیا یا  
 اذ افرسه سبع وبقى في فيه <sup>۳</sup> کسی درندے نے اس کو اپنے منہ میں لے لیا  
 اور ابھی تک اسی حال میں باقی ہے۔ (ت)

بالجملہ مجرد خوف بالا جماع کافی نہیں بلکہ اس قسم کا خوف ہونا چاہئے جیسے گھڑی ساعت کا نقشہ  
 کہتے ہیں وہ مرض مرض الموت گنا جائے گا اور یہ بات اُسی وقت ہے جب صاحب فراموش ہو جائے یا گھر  
 سے باہر نکلنے کی طاقت نہ رہی مثلاً عالم ہو تو مسجد تک نہ جاسکے، اسی طرح ردالمحتار میں اسمعیلیہ سے نقل  
 کرتے ہیں۔

من به بعض مرض يشتك منه وفي كثير  
 من الاوقات يخرج الى السوق و  
 يقضى مصالحه لا يكون به مريضاً مرض  
 الموت وتعتبر تبرعاته من كل ماله  
 واذا باع لواءه او هبته لا يتوقف على  
 اجازة باقى الوارثة <sup>۴</sup>  
 جس شخص کو کچھ بیماری ہے جس کی شکایت وہ کرتا ہے  
 اور بسا اوقات وہ بازار کی طرف نکلتا ہے اور اپنے  
 اور سر انجام دیتا ہے، اس سے وہ مرض الموت  
 کا مریض نہیں ہوتا، چنانچہ اس کے تمام مال میں  
 اس کے تبرعات معتبر ہوں گے جب وہ کسی  
 وارث سے بیع کرے یا اس کو کچھ ہبہ کرے تو یہ  
 باقی وارثوں کی اجازت پر موقوف نہیں ہوگا (ت)

اور فتاویٰ خیر یہ ہیں :

حيث كانت بالوصف المذكور وهو انه  
 اى المريض لا يمنع الخروج لقضاء  
 حوائجه فهبته لاحد اولاده وبيعه  
 لبقيةهم بالغين مطلقاً صحيح نافذ باجماع علما <sup>۵</sup>  
 جب وہ وصف مذکور سے متصف ہے اور اس کا  
 مرض اسے اپنی ضرورت کی ادائیگی سے نہیں روکتا  
 تو اس کا اپنی اولاد میں سے کسی ایک لئے ہبہ  
 کرنا اور باقیوں کیلئے بیع کرنا مطلقاً بالا جماع صحیح اور

۱۔ ردالمحتار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۲۰ و ۵۲۱  
 ۲۔ الدر المختار کتاب الطلاق باب طلاق المريض مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۳۶  
 ۳۔ ردالمحتار کتاب الاقرار باب اقرار المريض دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۶۱

صرحوا به فی کل مرض یطول کالصدق  
والسل والفاالج۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔  
نافذ ہے۔ علمائے ہر طویل مرض کے بارے میں اس  
حکم کی تصریح فرمائی جیسے وق، سل اور فالج  
وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

### مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کو عارضہ فالج ہوا اور وہ عروض عارضہ کے  
سارے تین برس بعد بیح یا ہیمہ یا کوئی تصرف وارث یا غیر وارث کسی کے نام کرے تو وہ تصرف شرعاً  
جائز رہے گا یا نہیں اور مرض شرعاً مرض الموت قرار پائے گا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

### الجواب

ہمارے ائمہ کرام نے فالج و وق و سل وغیرہ امراض مزمنہ کے مرض الموت ہونے کے لئے سال بھر  
کی حد مقرر فرمائی ہے اگر اس کے اندر موت ہو تو وہ مرض الموت قرار پاتے ہیں اور جب ایک سال سے  
تجاوز ہو جائے تو اس مرض کا حکم شرعاً بعینہ مثل صحیح و تندرست کے ٹھہرتا ہے اور جو کچھ تصرفات بیع خواہ ہیمہ  
خواہ کچھ اور وارث خواہ غیر وارث کسی کے نام کرے مثل تصرفات صحیح کے صحیح و نافذ قرار پاتا ہے۔

فی الفتاویٰ للامام قاضی خاں اذا  
تصرف بعد سنة فهو كالصحيح يعجز  
تصرفاته انتهى، وفي الفتاویٰ العالمگیریہ  
عن فتاویٰ التمرتاشی فتراصحابنا  
التطاول بالسنة فاذا بقى على  
هذه العلة سنة فتصرفه  
بعد سنة كتصرفه حال  
صحته وفي الطحاوی  
فی مختصره وفي العقود  
الدیریة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة للعلامة

امام قاضی خان کے فتاویٰ میں ہے جب مریض نے  
ایک سال بعد تصرف کیا تو وہ صحیح کی مثل ہے اور  
اس کے تصرفات جائز ہیں انتہی۔ فتاویٰ عالمگیریہ  
میں بحوالہ فتاویٰ التمرتاشی مذکور ہے ہمارے علماء  
نے طوالت مرض کی تفسیر ایک سال کے ساتھ  
کی ہے، اگر وہ اس بیماری پر ایک سال قائم رہا  
تو سال کے بعد اس کے تصرفات ایسے ہی ہونگے  
جیسے تصرفات وہ حالت صحت میں کرتا تھا۔ طحاوی  
اس کی مختصر اور علامہ رشامی علیہ الرحمۃ کی تصنیف  
العقود الدیریہ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ میں ہے کہ

۱/۲۲۸ دار المعرفۃ بیروت کتاب البیوت  
۴/۸۴۰ نوکشور لکھنؤ فصل فی مسائل مختلفۃ رجل الخ کتاب الوصایا  
۱/۴۶۳ نورانی کتب خانہ پشاور الباب الخامس لکھ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الطلاق

الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ فسر التطلّی  
 بسنة فلو تصرف بعد سنة من  
 مرضه فهو كتصرفاته حال الصحة هكذا  
 كان شيخنا ابو عبد الله الحبر جاني  
 يقول هذا لفظ الوقعات وبهذا اللفظ  
 اورده في جامع الفتاوى عمادية الخ  
 وفي الفتاوى الخيرية لنفع السبرية  
 المصرح به في غير ما كتاب من  
 كتب ابی حنيفة ان المقعد والمفلوج  
 والمسلول اذا اقصى كل داء منهم  
 بالطول فحكم تصرف كل واحد منهم  
 حكم تصرف الصحيح كما صرح به في  
 الجامع الصغير فكان هو الصحيح فاذا  
 علمت ذلك علمت ان المدة المذكورة  
 فوق ما قد مره اضعا فافات اصحابنا  
 قدسوا والمرضى يطول بعام والمدة  
 سبعة اعوام والاشهر الزوائد وقع  
 تراشدها اليها مضافا لاسيما مع  
 كونه يخرج ويحج في حوائجه  
 ويقضى من ذلك بعض مصالحه  
 فاذا ثبت ذلك لدى الحاكم  
 الشرعي صح جميع ما صدر منه مع  
 تروجه واذا تعارضت بينة

طوالت مرض کی تفسیر ایک سال کے ساتھ کی گئی ہے  
 اگر اس نے سال کے بعد حالت مرض میں تصرف کیا  
 تو وہ اس کے حالت صحت میں کئے ہوئے تصرفات  
 کی مثل ہے۔ ہمارے شیخ ابو عبد اللہ جرجانی یونہی  
 فرماتے تھے یہ لفظ واقعات کے ہیں اور انہی لفظوں  
 کے ساتھ جامع الفتاویٰ عمادیہ میں وارد ہے الخ  
 فتاویٰ خیر یہ میں ہے کہ مخلوق کے نفع کے لئے امام  
 ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی متعدد کتب میں اس کی تصریح  
 کی گئی ہے کہ اپانج، مفلوج اور سہل کا مریض  
 جب لمبی بیماری میں مبتلا ہو جائے تو ان میں سے  
 ہر ایک کا تصرف مستمند شخص کے تصرف کی مثل ہوتا ہے  
 جیسا کہ اس کی تصریح جامع صغیر میں ہے گویا کہ  
 وہ صحت مند ہے۔ جب تو نے یہ جان لیا تو سمجھ لیا  
 ہوگا کہ مدت مذکورہ ہمارے اصحاب کی مقرر کردہ  
 مدت سے کئی گنا زیادہ ہے کیونکہ ہمارے علمائے  
 طوالت مرض کی مدت ایک سال مقرر کی ہے  
 جبکہ مدت مذکورہ سات سال اور کچھ ماہ مزید  
 ہے، یہ زیادتی مدت مذکورہ سے کئی گنا ہے خصوصاً  
 جبکہ مریض گھر سے نکلتا اور اپنی ضروریات کے لئے  
 آتا جاتا ہے اور بعض ضروریات کو ادا کرتا ہے،  
 جب حاکم شرعی کے پاس یہ ثابت ہو گیا تو کچھ  
 معاملہ اس مریض کا اپنی بیوی کے ساتھ صادر ہوا  
 وہ صحیح ہو گیا۔ اگر صحت و مرض کے گواہوں میں



الصحة والمرض فالبينة الصادقة من  
الزوجة بانه كان في صحته مرجحة  
لانهما المدعية والورثة يشكرون و  
البينة للمدعي لا للمتكصر به غير ما واحد  
من علمائنا وحديث طال ما به واتصف  
بما فنها به نفذ جميع تصرفه مع  
الزوجة باتفاق اهل المذهب وائمه  
والنظر الى العمل بعباراة المكلف  
اولى من اهدارها والحاقة بالحيوانات  
وكلامه بجوارها والله اعلم - وفي  
الدرر للعلامة خسرو هذه امراض  
مزمنة فمن عرض له واحد منها  
وتصرف بشئ من التبرعات  
ثم مات قبل تمام سنة مشتملة  
على الفصول الاربعة كان المرض  
مرض الموت فتعتبر تصرفاته من الثلث  
وان مات بعد تمامها  
لم يكن مرض الموت  
لانه اذا سلم في الفصول  
التي كل منها مظنة الهلاك  
صار المرض بمنزلة طبع  
من طبائعه وخرج صاحبه  
من احكام المرض حتى

تعارض ہو تو بیوی کی طرف سے صحت پر پیش کئے گئے  
گواہوں کو ترجیح ہوگی کیونکہ بیوی مدعیہ اور ورثہ منکر  
ہیں جبکہ گواہ مدعی کے ہوتے ہیں نہ کہ منکر کے۔ ہمارے  
مستعد علمائے اس کی تصریح کی ہے۔ جب اس کی  
بیماری طوالت اختیار کر گئی اور وہ سال سے بڑھ گئی  
تو بیوی کے ساتھ اس کے تمام تصرفات نافذ  
ہو گئے۔ اس پر تمام اہل مذہب اور ائمہ مذہب  
کا اتفاق ہے۔ مکلف کی عبارت قابل عمل بنانا  
اس کو لغو قرار دے کر مکلف کو حیوانات اور اس کے  
کلام کو جانوروں کی آواز کے ساتھ ملحق کرنے سے  
اولیٰ ہے، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ علامہ  
خسرو کی دربر میں ہے یہ لمبی بیماریاں ہیں ان میں  
اگر کسی کو کوئی لاحق ہو جائے اور وہ حالت مرض  
میں تبرعات میں کچھ تصرف کرے پھر بیماری کو  
چار مہینوں پر مشتمل سال پورا ہونے سے پہلے  
وہ مر جائے تو اس کی بیماری مرض الموت قرار  
پائے گی اور ایک تنہائی مال میں اس کے تصرفات  
معتبر ہوں گے۔ اور اگر وہ بیماری کو سال پورا ہونے  
کے بعد مرا تو اس کی یہ بیماری مرض الموت نہ ہوگی  
اس لئے کہ جب وہ چاروں مہینوں میں سلامت  
رہا حالانکہ ان میں سے ہر ایک میں ہلاکت کا گمان تھا  
تو گویا یہ بیماری اس کے طبائع میں سے ہو گئی  
چنانچہ اس بیماری والا مرض کے احکام سے

لا یشغل بالتداوی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ خارج ہو گیا یہاں تک کہ اس نے علاج کرانا بھی چھوڑ دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

### مسئلہ ۱۰۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک شخص کو فالج ہو کہ ہاتھ پاؤں بالکل رہ جائیں اور زبان تکلم پر قادر نہ ہو پھر علاج سے دست و پا مطلقاً صحیح ہو جائیں اور زبان بھی تعبیر مطلب سے عاجز نہ ہو اپنی حوائج کے لئے اندر باہر آئے جائے چلے پھر سفر کرے صرف زبان پر بقیہ مرض کے سبب گو نہ ثقل تکلم باقی ہو اور حدوث مرض کو ساڑھے تین برس گزر چکے ہوں ایسی حالت میں وہ کوئی تصرف بیع یا ہبہ یا کچھ اور وارث خواہ غیر وارث کے نام کرے تو وہ تصرف شرعاً صحیح و نافذ قرار پائے گا یا نہیں اور ایک سال گزرنے کے بعد فالج مرض الموت رہتا ہے یا نہیں؟ اور بعض نے جو قید عدم خوف موت کی لگائی ہے اس کے کیا معنی ہیں؟ بیّنوا تو جروا۔

### الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ شخص بالاجماع شرعاً صحیح و تندرست ہے اور اس کے تمام تصرفات کیے ہی ہوں اور کسی کے ساتھ ہوں مثل تصرفات صحیح مطلق صحیح نافذ کہ اول عامہ کتب میں سال گزرنے کے بعد فالج ودق و سئل وغیرہ کو مرض موت قرار ہی نہ دیا اور سائل کہتا ہے کہ یہاں ساڑھے تین برس گزر چکے تھے فی الفتاویٰ الامام قاضیخان اذا تصرف بعد سنة فهو كالصحيح يجبون تصرفاته انتهی، وفي الفتاویٰ العالمگیریہ عن فتاویٰ التمر تاشی فسر اصحابنا التطاول بالسنة فاذا بقى على هذه العلة سنة فتصرفه بعد سنة كتصرفه حال فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے کہ مریض جب سال بعد تصرف کرے تو وہ صحت مند کی طرح ہے اور اس کے تصرفات جائز ہیں، انتہی۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں بحوالہ فتاویٰ تمر تاشی ہے ہمارے علمائے نے طالت مرض کی تفسیر ایک سال کے ساتھ کی ہے۔ جب مریض ایک سال تک بیماری پر قائم رہا تو سال کے بعد اسکے تصرفات اس کی حالت صحت میں کئے ہوئے تصرفات



المدة المذكورة فوق ما قدره اضعافا  
فان اصحابنا قد روا المرض الذي يطول  
بعام والمدة سبعة اعوام والاشهر الزوائد  
وقع نرائد هالها اليها مضافا لاسيما مع كونه  
يخرج ويحيى في حوائجه ويقضى من  
ذلك بعض مصالحه فاذا ثبت ذلك  
لدى الحاكم الشرعي صم جميع ما صدر  
منه مع نزوجه واذا تعارضت بينة  
الصحة والمرض فالبينة الصادقة من  
الزوجة بانه كان في صحة مرجحة لانها  
المدعية والورثة ينكرون والبينة للمدعي  
لا للمتكسر صرح به غير ما واحد من علمائنا  
وحيث طال ما به والتصف بها فلهنا ليد  
نفذ جميع تصرفه مع نزوجه باتفاق  
اهل المذهب والائمة والنظر الى  
العمل بعبارة المكلف اولى من  
اهدائها والحاكمة  
بالحيوانات وكلامه بحوارها  
والله اعلم - وفي الدرر للعلامة  
خسر وهذه امراض  
مزممة فمن عرض له  
واحد منها وتصرف بشئ  
من التبرعات ثم

ہمارے اصحاب کی مقرر کردہ مدت سے کئی گنا زیادہ ہے  
کیونکہ ہمارے علمائے طوالت مرض کی مدت ایک  
سال مقرر کی ہے جبکہ مدت مذکورہ سات سال اور  
کچھ ماہ مزید ہے، یہ زیادتی مدت مذکورہ سے کئی گنا ہے  
خصوصاً جبکہ مریض گھر سے نکلتا اور اپنی ضروریات کیلئے  
آتا جاتا ہے اور بعض ضروریات کو ادا کرتا ہے۔  
جب حاکم شرعی کے پاس یہ ثابت ہو گیا تو کچھ معاملہ  
اس مریض کا اپنی بیوی کے ساتھ صادر ہوا وہ  
صحیح ہو گیا۔ اگر صحت و مرض کے گواہوں میں تعارض  
ہو تو بیوی کی طرف سے صحت پر پیش کئے گئے گواہوں  
کو ترجیح ہو گی کیونکہ بیوی مدعیہ اور ورثاء منکر ہیں  
جبکہ گواہ مدعی کے ہوتے ہیں نہ کہ منکر کے۔ ہمارے  
مشہد علمائے اس کی تصریح کی ہے، جب اسکی  
بیماری طوالت اختیار کر گئی اور وہ سال سے بڑھ  
گئی تو بیوی کے ساتھ اس کے تمام تصرفات  
نافذ ہو گئے۔ اس پر تمام اہل مذہب اور  
ائمہ مذہب کا اتفاق ہے۔ مکلف کی عبارت  
قابل عمل بنانا اس کو لغو قرار دے کر مکلف کو  
جیوانات اور اس کے کلام کو جانوروں کی آواز کے  
ساتھ ملٹی کرنے سے اولیٰ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ  
خوب جانتا ہے۔ اور علامہ خسرو کی درر میں ہے  
یہ لمبی بیماریاں ہیں ان میں سے اگر کوئی کسی کو  
لاحق ہو جائے اور وہ حالت مرض میں تبرعات میں



مات قبل تمام سنة مشتملة على الفصول  
الاربعة كان المرض مرض الموت  
فمعتبر تصرفاته من الثلث مات  
بعد تمامها لم يكن مرض الموت لانه  
اذا سلم في الفصول وفي كل منها مظنة  
الهلاك صاير المرض بمنزلة طبع من  
طبايعه وخبر صاحب من احكام  
المرض حتى لا يشتغل بالتداوي.  
طبايع میں سے ہو گئی چنانچہ اس بیماری والا مرض کے احکام سے خارج ہو گیا یہاں تک کہ اس نے علاج کرانا  
بھی چھوڑ دیا۔ (ت)

یہاں تک کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اطلاق متون و شروح پر نظر کر کے تصریح فرمادی کہ فاج وغیرہ  
کو بعد تطاول و ازمان مرض موت نہ کہنا چاہئے اگرچہ صاحب فراش ہو اور چلنے پھرنے سے معذور کر دیں ،  
حيث قال في المعراج و سئل صاحب المنظومة عن حد مرض الموت فقال  
اعتمادنا في ذلك على ان لا يقدر ان  
يذهب في حوائج نفسه خارج الدار اراه  
اقول والظاهر انه مقيد بغير الامراض  
المزمنة التي طالت ولم يخف  
منها كالفالج ونحوه وان صيرته  
ذاقراش ومنعته عن الذهاب في  
حوائجه فلا يخالف ما جرى عليه اصحاب  
المتون والشرح ههنا تأمل انتهى ملخصاً۔  
دیں لہذا یہ اس کے خلاف نہ ہوا جس پر اصحاب متون و شروح قائم ہیں ، یہاں غور کرو ، انتہی (تلخیص)۔ (ت)

لے الدرر الحکام شرح نذر الحکام کتاب الوصایا میر محمد کتب خانہ کراچی ۴۳۲/۴  
لے رد المحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۲۳/۵



وہ مریض مثل صحیح کے گنا جاتا ہے۔

حيث قال والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تناول ذلك فصار بحال لا يخاف منه فهو كالصحيح حتى تصح هبته من جميع المال واما في اول ما اصابه اذامات عن ذلك في تلك الايام وقد صار صاحب الفرائش فهو مريض يخاف به الهلاك انتهى ملخصا صاحب فرائش تھا تو وہ ایسا مریض ہوتا ہے جس کو موت کا خوف عارض ہوتا ہے انتہی تلخیص (ت) ثانیاً، اگر اسے قید جدید ہی قرار دیں جیسا کہ فاضل قسستانی کا گمان ہے تاہم مجرد خوف اندیشہ سے مرض الموت نہ ہو جائے گا کیونکہ اس قدر سے تو کوئی مفلوج و مدقوق و مسلول خالی کبھی نہیں ہوتے اگرچہ دس برس گزر جائیں بلکہ خوف غالب و اندیشہ شدید درکار ہے۔

فی رد المحتار عن الکفایۃ ثم المراد من الخوف الغالب منه لا نفس الخوف الخوف کا غلبہ ہے نہ کہ نفس خوف۔ (ت) اور اس خوف کو فاضل قسستانی نے یوں تفسیر کیا کہ اگر روز بروز حال اس کا بدتر اور مرض ترقی پذیر ہوتا جائے تو اسے مرض کہیں گے۔

حيث قال وان لم يكن واحد من هاتين لم يطل مدته بان مات قبل سنة او خيف موته بان يزداد يوماً فيوماً انتهى۔ جہاں فرمایا اگر ان مریضوں میں سے کوئی اس حال میں نہ ہو کہ اس کی موت مؤخر ہو گئی ہو بایں طور کہ وہ سال گزرنے سے پہلے مر گیا ہو یا اس کو موت کا خوف لاحق ہو بایں طور دن بدن بیماری بڑھ رہی ہو۔ انتہی (ت)

بالجملہ اگر اطلاق و توجیہ جاہیر علماء کی طرف لحاظ کریں جب تو سارے تین برس گزرنا ہی صحت و نفاذ تصرفات کے لئے پس ہے اور اگر رائے فاضل قسستانی پر عمل کیا جائے تو صورت مستفسرہ

لہ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الوصایا الباب الرابع فصل فی اعتبار حالہ الوصیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۰۹/۱  
لہ رد المحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۳/۵  
لہ جامع الرموز مکتبۃ الاسلامیۃ گنبد قاموس ایران ۶۸۲/۴

میں جو معنی خوف موت کے علمائے قرار دے ہیں ہرگز موجود نہ تھے کہ مرض پہلے سے بہت کم تھا اور اپنے حوائج کیلئے آنا جانا چلنا پھرنا سفر کرنا علاوہ۔

في ردة المحتار عن الاستيعالية من به بعض  
مرض يشتكى منه وفي كثير من الاوقات  
يخرج الى السوق ويقضى مصالحه لا يكون  
به مريضاً مرض الموت وتعتبر تبرعاته من  
ماله واذا باع لوارثه او هبه لا يتوقف على  
اجازة باقي الورثة وفي العقود الدرية كسئل  
في مفلوج تطاول به فلهجه قدر ثلث سنين  
فوهب في هذه الحالة جميع ماله من  
خرید و ارثه وسلمه ذلك ثم مات بعد  
عدة اشهر عنه لا غير فهل الهبة صحيحة  
الجواب نعم والمفلوج الذي لا يسجد  
مرضه كل يوم فهو كالصحيح كما في  
الخاتمة وفي الفتاوى الخيرية حيث كان  
بالوصف المذكور وهو انه اى المرض  
لا يمنع الخروج لقضاء حوائجه فهبته  
لاحد اولاده وبيعه لبقية هم بالغبن  
مطلقاً صحيح نافذ صرحوا به في كل مرض  
يطول كالندق والسل والفالج الخ.

رد المحتار میں اسمعیلیہ سے منقول ہے جو شخص کسی بیماری  
میں مبتلا ہو اور بازار کی طرف جانا ہے اور اپنی حوائج  
کو پورا کرتا ہے تو وہ مرض الموت کا مریض نہیں ہے۔  
اس کے مال میں تبرعات معتبر ہیں۔ جب وہ اپنے  
کسی وارث سے بیع کرے یا ہبہ کرے وہ باقی  
وارثوں کی اجازت پر موقوف نہیں ہوگا۔ عتود دریر  
میں ہے ایسے مفلوج کے بارے میں سوال کیا گیا  
جس کا مرض فالج تین سال تک لمبا ہو گیا۔ اس نے  
اسی حالت میں اپنا تمام مال اپنے ایک وارث  
زید کو ہبہ کر کے اس کے حوالے کر دیا۔ پھر اس کے  
چند ماہ بعد وہ مر گیا تو کیا اس کا یہ ہبہ صحیح ہو گیا۔

جواب یہ ہے کہ ہاں، اور وہ مفلوج جس کا مرض  
ہر روز بڑھ نہ رہا ہو وہ صحت مند کی مثل ہے جیسا کہ  
خاتیر میں ہے۔ فتاویٰ خیرہ میں ہے جب وہ  
وصف مذکور پر ہے اور اس کا مرض ضروریات  
پورا کرنے کے لئے گھر سے نکلنے سے مانع نہیں  
تو اس کا اپنی اولاد میں سے ایک کے لئے ہبہ  
کرنا اور باقیوں کے لئے غبن کے ساتھ بیع  
کرنا مطلقاً صحیح اور نافذ ہے۔ علمائے ہر طویل مرض کے بارے میں اس حکم کی تصریح کی ہے جیسے تپق

سئل اور فالج الخ۔ (ت)

۴۶۱/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	۱ کتاب الاقرار	باب اقرار المریض	۲ رد المحتار
۳۰۴/۲	ارگ بازار قندھار افغانستان	کتاب الوصایا		۳ العقود الدریۃ
۲۲۸/۱	دار المعرفۃ بیروت	کتاب البیوع		۴ الفتاویٰ الخیریۃ



پس باتفاق روایات و باجماع ائمہ صورت مسئلہ میں وہ مرض مرض موت نہ تھا اور وہ تصرفات بیع ہوں  
خواہ ہبہ خواہ کچھ اور وارث کے ساتھ ہوں خواہ غیر وارث کے ساتھ ہوں قطعاً مطلقاً صحیح و نافذ ہیں۔  
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ

۷۸۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنے مرض موت میں ایک مکان اور ایک دکان  
کہ قریب سولہ سو روپیہ کی قیمت کی تھی پھر سو روپیہ کو اپنے شوہر و دختر کے ہاتھ بیع کی بعد پندرہ روز کے  
مرگئی، اس صورت میں یہ بیع جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں بیع صحیح نہیں کہ مرض موت میں کم قیمت کو باتفاق امام اعظم و صاحبین رحمہم اللہ مانا  
ہے اور وارث کے ہاتھ تو برابر قیمت کو بھی بے اجازت دیگر ورثہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک  
جائز نہیں۔

فی التلویح لو باع من احد الورثة عینا من  
اعیان التركة بمثل القیلة فلا یجوز  
عند ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ انتہی  
ملخصاً۔  
تلویح میں ہے اگر کسی وارث کے ہاتھ ترکہ کی کوئی  
میں لکھی اس کی برابر قیمت کے ساتھ بیچی  
تو امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز نہیں  
انتہی، تلخیص۔ (ت)

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنے مرض موت میں کل مہر اپنا شوہر کو بخش دیا  
صرف اس میں سے پانسو روپیہ پانچ دینار کی نسبت کہا کہ اس قدر میں معاف نہیں کرتی اس کے مانگ  
بعد میرے میرے والدین ہیں پس ازاں ہندہ نے زوج و والدین و چار خواہر چھوڑ کر انتقال کیا اب مادر و  
پدر ہندہ معافی مہر اور شوہر ان پانسو روپیہ پانچ دینار کے والدین کو دینے میں کلام کرتا ہے اس صورت  
میں ترکہ ہندہ کس حساب سے تقسیم ہو گا اور اس قدر مہر معاف اور مابقی کی وصیت کہ والدین کو کی تھی  
صحیح ہوتی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

## الجواب

صورتِ مسئلہ میں بہتہ مهر شوہر کو کہ ہندہ سے اس کی مرض موت میں واقع ہوا تھا اور ورثہ باقیین اس کی اجازت نہیں دیتے باطل ہو گیا اسی طرح ان پانسو روپہ پانچ دینار کی وصیت کو والدین کے لئے کی تھی اسی وجہ سے صحیح نہ رہی کہا ہو مصرح فی کتب الفقہ (جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے) پس کل مهر ہندہ ذمہ شوہر لازم اور اس کے ترکہ میں سب وارث مشترک بر تقدیر صدق مستفی وعدم موانع ارث و وارث آخر و تقدیم مقدم کالہین والوصیۃ الصحیحۃ (جیسے قرض اور صحیح وصیت) کل مهر ہندہ اور جو کچھ اس کا ترکہ ہو چھ سہام پر منقسم ہو کر تین سہم زوج اور ایک مادر اور دو پدر کو ملیں گے اور خاہروں کو کچھ نہ پہنچے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

منقولہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص قریب موت کے ایک وارث کو منجملہ اور ورثہ کے زبانی وصیت کر جائے کہ فلاں وارث کو مال میرا ملے اور فلاں وارث کو نہ ملے، یہ وصیت درست ہے یا نہیں؟ یتینوا تو جروا۔

## الجواب

اگر وصیت مذکورہ کو ورثہ میت سے کوئی عاقل بالغ روا نہیں رکھتا تو وہ وصیت اس وارث موصیٰ لہ کے حصہ میں باطل محض ہوگی اور ان وارثوں میں کوئی مجنون یا نابالغ اجازت کو روا رکھتا ہے تو نامعتبر ہے اور جو سب وارث جائز رکھتے ہیں اور وہ سب عاقل بالغ ہیں تو وصیت مذکورہ حتیٰ موصیٰ لہ میں تمام و کمال و جائز و نافذ ہو جائے گی پس بعد ادا کے دیون مقدمہ علی الوصایا اگر ذمہ میت ہوں کل یا بعض جس قدر کی نسبت وصیت کی ہے اس وارث موصیٰ لہ کو دیا جائے گا اور جو ان میں بعض جائز رکھتے اور بعض ناجائز تو جو جائز رکھتے ہیں بشرطیکہ وہ عاقل بالغ ہوں بقدر ان کے حصص کے وصیت نافذ ہو جائے گی اور بقدر حصوں اجازت نہ دینے والوں اور اطفال و مجانین کے اگرچہ وہ جائز بھی رکھیں باطل و کان لہ یکن (گویا کہ ہوئی ہی نہیں۔ ت) تصور کی جائے گی اور میت کا یہ کہنا کہ فلاں وارث کو میرا مال نہ ملے محض لغو و عبث ہے تو ریث و ورثہ حکم شرع ہے کہ کسی کے ابطال سے اس کا بطلان ممکن نہیں۔ حتیٰ کہ خود وارث کو اختیار نہیں کہ حق ارث سے دستبردار ہو کما مصرح بہ العلماء قاطبۃ، واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم (جیسا کہ تمام علماء اس کی تصریح فرما چکے ہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اور اس کا علم اتم اور مستحکم ہے۔ ت)

## مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے کسی قدر روپیہ اپنے برادر حقیقی عمرو کے پاس کسی مقام سے حالت صحت خود مرض الموت میں بطور امانت بھیجا اور بذریعہ خطوط واسطے نگہداشت امانت کے اکثر تاکید کو دم واپس تک کام فرمایا اور دو ایک خط میں عمرو اور بکر برادر زادے اپنے کو یہ بھی لکھا کہ تم دونوں اس روپیہ کو آپس میں تقسیم کر لینا اور اسی طرح حفظ امانت کی تاکید کی۔ اب زید نے انتقال کیا اور سوا عمرو کے کوئی وارث اس کا نہیں پس عند الشرح زرا امانت کس طرح تقسیم کیا جائے۔  
بتینوا تو جروا۔

## الجواب

صورت مستفسرہ میں یہ وصیت بکرو عمرو و دونوں موصی لہما کے حق میں صحیح ہوگی۔  
فی الدس عن ابن الکمال والولوالجیۃ درمیں کمال اور ولوالجیہ کے حوالہ سے منقول ہے  
لو اوصی لنزوجتہ ادھی له ولہ یکن شمة اگر کسی نے اپنی بیوی کے لئے وصیت کی یا بیوی نے اپنے شوہر کیلئے اور کوئی دوسرا وارث موجود نہیں تو  
وامرث اخر تصح الوصیۃ الخ۔  
وصیت صحیح ہے الخ (ت)

پس اگر نصف اس زرا امانت کا کل متروکہ زید کے بعد ادا باقی رہا ہو ثلث سے زائد نہیں یا زائد ہے مگر عمرو اس زیادت کو حق بکر میں جائز رکھتا ہے تو وہ زرا امانت عمرو بکر میں بالمانصفہ تقسیم ہو جائے گا ورنہ اس روپیہ سے بقدر ثلث متروکہ مذکورہ کے بکر کو دیا جائے باقی ماندہ سب عمرو کا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

## مسئلہ

۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے جائداد اور چند اولاد نابالغ اور ایک پسرجوان لائق نیک اطوار چھوڑا جس نے بعد پدر اپنے چھوٹے چھوٹے بہن بھائیوں کو مثل اپنے بچوں کے پرورش کیا اور ان کے مال کی نگہداشت اور ان کی غور و پرداخت میں بجان و دل مصروف رہا مگر زید نے اپنے بچوں یا ان کے مال کی نسبت کسی کو وصیت نہ کی تھی اس صورت میں ہمارے بلاد میں ابن کبیران نابالغوں کے اموال میں دیانت و امانت کے ساتھ تصرفات جائزہ و شرعیہ کا اختیار

رکھے گا اور مثل وصی ماذون و مختار سمجھا جائے گا یا نہیں، اگر نہیں تو اُن اولاد و جائیداد کا اختیار کسے دیا جائیگا؟  
بیّنوا تو جرداً (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

### الجواب

اقول متوكلا على العليم الخبير الكريم  
الاكرم مستجيراً بذیل كرمه عن  
نرایغ البصر و نرلة القدم۔  
میں علیم و خبر اور سب سے بڑھ کر رحم فرمایا  
پر توکل کرتے ہوئے اور آنکھ کی کچی اور قدم کی  
لغزش سے اس کے دامن کرم کی پناہ مانگتے  
ہوئے کہتا ہوں۔ (ت)

ہمارے بلاد میں جبکہ یتیموں پر نہ باپ کا وصی ہو نہ حقیقی دادا نہ دادا کا وصی تو اُن کا حقیقی جوان بھائی  
اگر لائق و امین ہو مثل وصی سمجھا جائے گا، اور امانت و دیانت اور بچوں پر رحمت و شفقت کے ساتھ  
جن تصرفات کا شرعاً وصی کو اختیار ہوتا ہے اسے بھی ہوگا اگرچہ صراحتاً باپ نے اس کو وصی نہ بنایا ہو  
کہ یہاں عرفاً و دلالتاً و صایت ثابت ہے ہمارے بلاد میں عادت فاشیہ جاری ہے کہ باپ کے  
بعد جوان بیٹے اموال و جائیداد میں تصرف کرتے اور اپنے نابالغ بہن بھائیوں کی پرورش و خبر گیری میں مصروف  
رہتے ہیں لوگ اگر نابالغ بچوں کے ساتھ کوئی جوان بیٹا بھی رکھتے ہوں تو بے غم ہوتے ہیں کہ ہمارے بعد  
ان کا خبر گیریاں موجود ہے اور صرف نابالغ ہی بچے ہوں تو محزون و پریشان ہوتے ہیں کہ سرپرستی کون کریگا  
یہ عادت دائرہ سائرہ دلالتاً اذن تعہد و تصرف ہے والٹابت عرفاً کالتابت شوطاً (جو عرف  
کے اعتبار سے ثابت ہو وہ ایسے ہی ہے جیسے شرع کے اعتبار سے ثابت ہو۔ ت) فتاویٰ  
امام قاضیوں میں ہے :

لو ان رجلاً من اهل السكة تصرف  
في مال الميت من البيع و  
الشراء ولم يكن له وارث ولا وصى الا  
ان هذا الرجل يعلم انه لو رفع الامر الى  
القاضي فان القاضي ينصبه وصياً فاخذ  
هذا الرجل المال ولم يرفع الامر  
الى القاضي و افسده حكم عن  
ابي نصر الدبوسي رحمه الله تعالى  
گلی والوں میں سے کوئی شخص میت کے مال میں  
صرف کرتا ہے جبکہ اس میت کا کوئی وارث  
اور وصی نہیں، مگر یہ شخص جانتا ہے کہ اگر معاملہ  
قاضی کے پاس لیجایا جائے تو قاضی اس شخص  
کو میت کا وصی مقرر کر دے گا، چنانچہ اس  
شخص نے میت کا مال لے لیا اور معاملہ  
قاضی کے پاس نہ لے گیا اور مال کو خراب کر دیا  
ابونصر دبو سی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ اس



انہ کان يجوز تصوف هذا الرجل اه  
اقول جواز تصوفه من دون وصايته بناء  
على علمه ان لو رفع الى القاضي لنصبه  
ليس الا اعتماداً على صلاحية الاذن عند  
القاضي مع عدم تحقق الاذن اصلاً فالاعتماد  
على اذن نفس المورث الواقع المتحقق  
دلالة بحكم العادة الفاشية المطردة و  
مقاصد الناس المعروفة المعهودة اولى  
واجدر -

شخص کا تصرف جائز ہے اس میں کہتا ہوں وصی ہے  
کے بغیر اس کے تصرف کا جواز اس بنیاد پر  
ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اگر معاملہ قاضی کے پاس  
لیجایا جاتا تو وہ اسکو متولی مقرر کر دیگا محض قاضی کے  
پاس صلاحیت اذن پر بھروسہ کرتے ہوئے ہے  
باوجودیکہ وہاں بالکل متحقق نہیں، تو پھر خود مورث  
کے اذن پر بھروسہ کرنا جو کہ دلالت واقع و متحقق ہے  
اس عادت کے حکم سے جو لوگوں میں جاری و ساری  
ہے اور ان مقاصد کے حکم سے جو لوگوں میں مشہور و  
معروف ہیں اولیٰ اور زیادہ لائق ہے (ت)

اور بلاشبہ قطعاً معلوم کہ جو لوگ مال و اولاد صغار و بیکار رکھتے ہیں عام حالت دیکھ کر خوب سمجھتے ہیں کہ  
یوں ہی ہمارے بعد بھی ولد بکیر تعہد جائداد پر ورثہ اولاد میں ہمارا قائم مقام ہوگا بلکہ اس امر کی آرزو کرتا  
رکھتے ہیں اور یقیناً اس پر راضی ہوتے ہیں اگر ان سے کہا جائے تمہارے بعد تمہاری جائداد اور چھوٹے چھوٹے  
بچے ان کے شفیق و شفیع یعنی تمہارے بیٹے سے چھین کر ایک اجنبی کو سپرد کر دے جائیں جسے نہ مال کا  
درد ہو نہ بچوں پر ترس تو ہرگز ہرگز اس امر کو قبول نہ کریں گے تو عرفاً و دلالت اذن و تفویض متحقق اور  
بیشک اگر نظر فقہی سے کام لیجئے تو اس وصایت معروفہ کو معتبر رکھنے کی شدید ضرورت ہے جس کے بغیر  
کوئی چارہ نہیں اور اس کے ابطال میں مقاصد شرع کا بالکل خلاف بلکہ عکس مراد و قلب مقصود۔

وذلك لان عامة الناس في بلادنا  
يموتون من دون تصريح بالوصاء  
ويخلفون اموالاً وعقاراً و اولاداً  
صغاراً لا يجد لهم و ربما تكون  
فيهم بنات قاصرات فلوله تعتبر الوصايا  
المعهودة التي يعلم كل احد  
اور یہ اس لئے ہے کہ ہمارے شہروں میں لوگ  
صراحتاً وصیت کئے بغیر فوت ہو جاتے ہیں جو  
اپنے پیچھے مال، جائداد اور چھوٹی نا سمجھ اولاد  
چھوڑ جاتے ہیں انکا وادانہ ہو جن میں بسا اوقات ناواقف  
بچیاں بھی ہوتی ہیں۔ اگر یہ معروف وصیت معتبر  
نہ ہو جس کے بارے میں ہر کوئی جانتا ہے جب

وہ اپنے صحیح وجدان کی طرف رجوع کرے کہ مرتے والا اس پر راضی تھا اور اگر اس سے سوال کیا جاتا تو وہ اس کی تصریح کر دیتا تو اموال و اسباب کا برباد ہونا اور اولاد کا ضائع ہونا لازم آئے گا کیونکہ کوئی ایسا شخص باقی نہ رہا جو حکم شرع ان کے معاملات کا نگران ہو۔ اب یا تو اموال و اولاد کو بغیر نگران و متولی کے چھوڑ دیا جائے تو یہ اس کا ضائع کرنا ہے جو کہ مردود ہے پھر شفیق بھائی سے نگرانی واپس لے کر شکستہ دل اجنبی کو سونپ دی جائے تو مقصود و مراد کے برعکس ہو گیا، لہذا ہمارے قول کی طرف رجوع کرنا اور ولایت اذن

پر اعتماد کرنا ضروری ہے جیسا کہ ہم نے اس پر اعتماد کیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمائے والا ہے۔ (ت)

بلکہ غزیر العیون والبصائر میں ہے :

سروی ان جماعة من اصحاب محمد بن الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجوا فمات واحد فاخذوا ما كانت معه فباعوه فلما وصلوا الى محمد سألهم فذكروا له ذلك فقال لولم تفعلوا ذلك لم تكونوا فقهاء وقرأوا الله يعلم المفسد من المصلح اذ اقول فاذا ساء تصرف احد من الرفقة

مروی ہے کہ امام محمد بن حسن علیہ الرحمہ کے اصحاب نے حج کیا اور ان میں سے ایک ساتھی مر گیا تو انہوں نے اس کا مال و متاع جو اس کے پاس تھا فروخت کر دیا۔ جب وہ امام محمد علیہ الرحمہ کے پاس پہنچے تو امام صاحب نے ان سے پوچھا انہوں نے یہ واقعہ آپ کو بتایا جس پر امام محمد نے فرمایا اگر تم ایسا نہ کرتے تو تم فقہار نہ ہوتے اور امام محمد علیہ الرحمہ نے یہ آیت کوئیہ پڑھی ”اور اللہ تعالیٰ فساد کرنے والے کو سنوارنے والے سے“ اھ۔

لعدم تيسر الرجوع الى القاضى فى  
الطريق فالأخ الماذون له دلالة مع  
انعدام القاضى الشرعى اصلا اولى<sup>ع</sup>  
اور قاضى شرع بھی بالکل معدوم ہے تو اس کو بطریق اولیٰ تصرف کی اجازت ہوگی۔ (ت)  
فتاویٰ کبریٰ پھر فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

اذا تصرف واحد من اهل السكة فى  
مال اليتيم من البيع والشراء  
ولا وصى لليتيم وهو يعلم ان الامر  
لورفع الى القاضى حتى ينصب  
وصيا وانته ياخذ المال  
گلی والوں میں سے کسی نے یتیم کے مال میں بیع و  
شراء وغیرہ تصرف کیا جبکہ یتیم کا کوئی وصی  
نہیں اور وہ محکمہ دار شخص جانتا ہے کہ اگر معاملہ  
قاضی کے پاس لیجا یا جائے تو وہ متولی  
مقرر کر دے گا، تو وہ اس کا مال لے اور خرچ

عہ لکن فی وصایا الانقروی ص ۴۱۸  
مانصله وعن محمد بن قيس مات  
عن ابنين صغير وكبير وترك  
الفا فانفق الكبير على الصغير  
خمسمائة وهوليس بوصى قال هو  
متطوع في ذلك وان كان ترك طعاما وثوبا  
فاطعمه والبسه الكبير لا يضمن الكبير  
استحسانا من وصايا البزازية قبيل  
نوع في تصرف المريض<sup>ع</sup> قلت الجواب  
ان هذا هو حكم الاصل وكلامنا في  
الضرورة كما ترى فافهم ۱۲ منہ۔

کی بحث و صایا) الجواب: میں کہتا ہوں کہ یہ اصل حکم ہے جبکہ ہمارا کلام ضرورت میں جیسا کہ دیکھ لے ہو، سمجھو ۱۲ منہ  
(ت)

ویفسدہ افتی القاضی الدبوسی بان تصرفه جائز للضرورة قال قاضی خان وهذا استحسان وبہ یفتی

کرے قاضی دلبوسی نے فتویٰ دیا ہے کہ بوجہ ضرورت اس کا تصرف جائز ہے۔ قاضی خاں نے کہا یہ استحسان ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے (ت)

فصول عمادی پھر جامع الرموز پھر درمختار میں ہے؛

غیر الوصی التصرف لحوث متغلب وعلیه الفتویٰ

غلبہ خوف کے وقت غیروصی کے لئے تصرف جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (ت)

درمختاری پھر درالمختار میں ہے؛

انما لم یحصر التصرف فی الوصی اشاراً الی جواز تصرف غیرہ کہا اذا خاف من القاضی علی مالہ اعی مال الصغیر فانه یجوز لواحد من اهل السکة ان یتصرف فیہ ضرورة استحسانا وعلیه الفتویٰ اھ اقول فاذا جائز التصرف لواحد من الجیران لمکان الضرورة مع وجود القاضی من دون اذن مورث و لا قاضی اصلاً فلا ینجوز للشقیق الشقیق عند عدم القاضی الشرعی مع تحقق اذن المورث دلالة لکان احرى واجدر واجدی واولی۔

تصرف کو وصی میں منحصر نہ کرنے میں اشارہ ہے کہ وصی کے غیر کا تصرف بھی جائز ہے جیسے قاضی کی طرف سے نابالغ یتیم کے مال پر خوف ہو تو گلی والوں میں سے کسی کو اس کے مال میں بوجہ ضرورت تصرف کرنا بطور استحسان جائز ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے اعلیٰ میں گناہوں جب بوجہ ضرورت مورث اور قاضی کی اجازت کے بغیر ایک پڑوسی کو تصرف کی اجازت ہے باوجودیکہ قاضی موجود ہے تو شقیق بھائی کے لئے قاضی کی عدم موجودگی میں تصرف کا جائز ہونا اولیٰ واسبب ہے، جبکہ مورث کی طرف سے بطور دلالت اجازت بھی تحقق ہے۔ (ت)

غرض فقیر بکول التقدير جزم کرتا ہے کہ ایسی صورت میں ابن کبیر کی صحت تصرف و ثبوت وصیانت بحکم دلالت میں کوئی محمل شبہ نہیں۔

واللہ یعلم المفسد من المصلح اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے

۱۵۵/۶	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب التاسع	لہ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الوصایا
۳۳۸/۲	مطبع مجتہائی دہلی	باب الوصی	لہ درمختار
۴۵۶/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	”	لہ ردالمحتار



ومن لم يعرف اهل زمانه ولم ير اع في  
الفتيا حال مكانه فهو جاهل مبطل في  
قوله وبیانہ وار جوان لوعرض کلامی  
هذا على الفقهاء الفحول نظر واليه  
بعين الرضا و تلقوا طرا بالتحسين و  
القبول والله سبحانه وتعالى اعلم۔

والے سے۔ جو اپنے اہل زمانہ کو نہ پہچانے اور فتویٰ میں  
اس کے مکان کو ملحوظ نہ رکھے وہ جاہل ہے اور اس  
کا قول و بیان باطل ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اگر  
میرا یہ کلام فقہاء کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ اس کو  
پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھیں گے اور تحسین و قبول کے  
ساتھ اس کا استقبال کریں گے۔ واللہ سبحانہ و  
تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۲ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک زوجہ اور ایک پسربالغ اور ایک دختر بالغہ  
اور دو لڑکیاں نابالغہ چھوڑ کر فوت ہوا نابالغ بہنیں اپنے جوان بھائی بکر کی پرورش میں رہیں جب وہ بالغ  
ہوئیں تو بکر نے ان کی شادیاں معمولی خرچ سے کر دیں اور جو بڑی بہن بکر کی تھی اس کی شادی زید نے خود اپنی  
زندگی میں کر دی تھی اس کی پرورش یا شادی کا خرچ بکر کے پاس نہ ہوں صرف دو بہنوں کا خرچ پرورش و  
شادی اپنے مال متروکہ و مشترکہ سے کیا، اس صورت میں یہ خرچ بکر کو ان دونوں چھوٹی بہنوں سے مجرا مل سکتا  
ہے یا نہیں؟ بینوا تو جبروا۔

## الجواب

یہاں تین چیزیں ہیں :

- (۱) خرچ پرورش
- (۲) شادی کے مصارف بالائی یعنی جہیز کے سوا جو اور خرچ ہوتے ہیں جیسے برات کا کھانا خدمتوں  
کا انعام، سمدھیانہ کے جڑے، دولہا کی سلامی، سواریوں کا کرایہ، برات کے پان پھیالہ  
وغیرہ ذلک۔
- (۳) دولہن کا جہیز۔

بتوفیق اللہ ہر ایک کا حکم علیہ مفسر۔

خرچ پرورش : بیشک بکرم دیانت بحالت عدم وصی و ارشان کبیر کو وارشان صغیر کی پرورش کرنا اور  
ان کے کھانے، پہننے وغیرہ ضروریات کی چیزیں ان کے لئے خریدنا اور ان امور میں ان کا مال بے اسراف  
تبذیر ان پر اٹھانا شرعاً جائز ہے جبکہ وہ بچے ان کے پاس ہوں اگرچہ یہ ان پر وصایت و ولایت مالہ

نہ رکھیں۔ تنزیہ الابصار و درمختار و رد المحتار وغیرہ اسفار میں ہے :

جاء شراء مالا بد للصغير منه (كالنفقة والكسوة واستئجار الظئر منه) وبيعه اى بيع مالا بد للصغير منه لآخر وعمره و امره وملتقط هو فى حجرهم اى فى كفهم والا كلاً .

نابالغ کے لئے نفقہ اور لباس و ضروری اشیاء خریدنا، دودھ پلانے والی کو اجرت پر حاصل کرنا (منع) اسی طرح نابالغ کی خاطر ضروری اشیاء فروخت کرنا بھائی، چچا، ماں اور اس کو اٹھانے والے کے لئے جائز ہے بشرطیکہ وہ نابالغ ان کی زیر پرورش اور زیر نگرانی ہو ورنہ نہیں۔ (ت)

علامہ شامی قول درمختار :

لايجوز التصرف فى مال غيره بلا اذنه ولا ولايته الا فى مسائل يله

کی شرح میں ضمن مسائل استثناء ارشاد فرماتے ہیں :

كذلك الموافق بعض اهل المحلة على

مسجد لا متولى له من غلته لخصيص

ونحوه او انفق الورثة الكبار على الصغار

ولا وصى لهم فلا ضمان فى كل ديانة آه

ملخصاً - اقول ولا يخالفه بل ربما

يؤيده ما فى شهادة الاوصياء

عن الطحاوى عن الفصول

حيث قال ورثة صغار وكبار وفى

التركة دين وعقار فهلك بعض المال

وانفق الكبار البعض على

انفسهم وعلى الصغار فما هلك فهو

غير کے مال میں اس کی اجازت و ولایت کے بغیر تصرف کرنا سوائے چند مسائل کے ناجائز ہے (ت)

جیسا کہ بعض اہل محلہ کا ایسی مسجد کے محاصل میں سے اس کی چٹائیوں وغیرہ پر خرچ کرنا جس مسجد کا کوئی متولی نہیں یا بڑے وارثوں کا ایسے چھوٹے وارثوں پر خرچ کرنا جس کا کوئی وصی نہیں۔ ان سب پر از روئے دیانت کوئی ضمان نہیں اہ تلخیص۔ میں کہتا ہوں یہ بات امام کے اس قول کے مخالفت نہیں بلکہ مؤید ہے جو انھوں نے فصول کے حوالے سے شہادت اوصیاء میں فرمایا کہ کسی کے ورثاء چھوٹے بھی ہیں اور بڑے بھی جبکہ ترکہ میں دین اور جائداد ہے۔ پھر کچھ مال ہلاک ہو گیا اور کچھ بڑوں نے چھوٹوں پر خرچ کیا۔ جو ہلاک ہوا وہ تو سب پر ہے

۲۴۶/۲ مطبع مجتبائی دہلی

دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۵۰/۵

مطبع مجتبائی دہلی ۲۰۴/۲

دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۲۷/۵

لہ الدر المختار کتاب المظن والاباحۃ فصل فی البیع

رد المحتار

لہ الدر المختار کتاب الغصب

لہ رد المحتار

على كلهم وما انفقه الكبار ضمنوا حصّة  
الصغار ان كانوا انفقوا بخير امر القاضى  
او الوصى وما انفقوه بامر احد هما حسب  
لهم الى نفقة مثلهم اه فان هذا عند  
وجود الوصى وما مرفع عند عدمه لاسيما  
في بلادنا فافهم -

اور جو بڑوں نے چھوٹوں پر خرچ کیا ہے اگر وہ قاضی یا  
وصی کی اجازت کے بغیر خرچ کیا ہے تو چھوٹوں کے  
حصص کے ضامن ہوں گے اور اگر ان میں سے کسی کی  
اجازت سے خرچ کیا تو ان کے لئے مثلی نفقہ میں  
شمار کر لیا جائے گا اہ بیشک یہ اس صورت میں  
ہے کہ وصی موجود ہو اور جو پہلے گزرا وہ وصی کی  
عدم موجودگی کی صورت میں ہے خصوصاً ہمارے  
ملک میں۔ پس سمجھو (ت)

پس جو کچھ بچنے اُن لڑکیوں کی پرورش میں صرف کیا اگر نفقہ مثلی کا دعویٰ کرے تو بیشک دیانۃ  
مُجراپائے گا۔

فانه كان ما ذوناله في ذلك من جهة  
الشرع فلا يكون ضمينا بل امينا مقبول  
القول ما لم يدع ما يكذب به الظاهر  
الاترى الى ما قد مناعن الفصول  
حيث حكم بالاحتساب الى نفقة  
المثل عند وجود الاذن ممن  
له الاذن كالوصى والقاضى والشرع  
المطهر احق من له الاذن وقد وجد  
منه الاذن في مسئلتنا وان  
لم يوجد من وصى او قاض  
لفقد انهما ههنا اساسا وانت تعلم  
ان المفتى انما يفتى بالديانة بل  
قد اثبتنا عرش التحقيق بتوفيق

کیونکہ وہ اس مسئلہ میں شریعت کی طرف سے ماذون  
تھا۔ لہذا وہ ضامن نہیں بلکہ امین ہوگا۔ اس کا  
قول قبول ہوگا جب تک وہ ایسا دعویٰ نہ کرے  
جس کو ظاہر جھٹکنا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے جو ہم نے  
بحوالہ فصول ذکر کیا ہے۔ اس میں مثلی نفقہ کی  
حد تک شمار کرنے کا فیصلہ دیا گیا جبکہ مالک اذن  
یعنی وصی یا قاضی کی طرف سے اذن موجود ہو حالانکہ  
شرع مطہر مالک اذن ہونے کا زیادہ حقدار ہے  
تو ہمارے اس زیر بحث مسئلہ میں شرع کی طرف  
سے اذن پایا گیا ہے اگرچہ وصی یا قاضی کی طرف سے  
نہیں پایا گیا کیونکہ وہ دونوں یہاں بالکل مفقود  
ہیں۔ اور تو جانتا ہے کہ مفتی دیانت کے ساتھ  
فتویٰ دیتا ہے بلکہ ہم نے مولیٰ سبحنہ و تعالیٰ کی توفیق

سے فتاویٰ رضویہ کی کتاب الوصایا میں ملبس پایہ تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ ہمارے شہروں میں ہمارے اس زمانے میں بڑا بیٹا نابالغ اولاد پر باپ کے وصی کے قائم مقام ہوتا ہے باوجودیکہ اس کے وصی ہونے کی تصریح نہیں ہوتی کیونکہ اس کے لئے اذن و تفویض بطور دلالت موجود ہوتی ہے اس عرف کے حکم سے جو جاری و ساری ہے۔ علاوہ ازیں وہ ضرورت بھی متحقق ہے جو دلالت مذکورہ کا اعتبار کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے۔ جو اپنے اہل زمانہ کو نہیں پہچانتا اور فتویٰ میں اس کے مکان کو ملحوظ نہیں رکھتا وہ جاہل ہے اور اس کا قول و بیان باطل ہے، ہم نے اللہ تعالیٰ قدرت والے کی عطا کردہ قوت سے مسئلہ کو اس قدر وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ اس کی طرف رجوع کرنا متعین ہو گیا۔ اب معاملہ زیادہ ظاہر ہے۔ (ت)

اور نفقہ مثل کے یہ معنی کہ اتنی مدت میں ایسے بچوں پر اتنے مال والوں میں متوسط صرف بے تنگی و اسراف کس قدر ہوتا ہے اتنا مجرا پائے گا۔ عالمگیری میں ہے، نفقۃ المثل ما یكون بیت الاسراف و التقتیر کذا فی المحيط بہ رد المحتار میں ہے، ما ینفق علی مثلہم فی تلك المدة۔ جو خرچ کیا جاتا ہے ان کی مثل پر اس مدت میں (ت)

المولیٰ سبحنہ و تعالیٰ فی کتاب الوصایا من العطا یا النبویة فی الفتاویٰ الرضویة ان الایب الکبیر فی امصارنا ہذہ فی اعصارنا ہذہ یقوم مقام وصی ابیہ علی الاولاد الصغار من دون حاجة الی تصریح بالوصایة لوجود الاذن والتفویض دلالة یحکم العرف الفاشی المطرد مع تحقیق الضرورة الملجئة الی اعتبار تلك الدلالة والله یعلم المفسد من المصلح ومن لم یعرف اهل زمانہ ولم یراع فی الفتیا حال مکانہ فہو جاہل مبطل فی قوله و بیانہ کو قد بینا المسئلة بحول القدیہرجل مجددہ بما یتعین المراجعة الیہ و حیثنذ فالامرا ظہر۔



**مصارف شادی :** عبارت سوال میں مذکور کہ دونوں قاصرہ وقت شادی جوان تھیں اور سائل نے بعد استفسار بذریعہ تحریر اظہار کیا کہ مصارف عروسی و جہیز عروس سب بچہ نے محض اپنی رائے سے کئے والدہ کا انتقال دونوں قاصرہ کی شادی سے پہلے ہوا اور بہنیں ان کی شادیوں میں عام بیگانوں کی طرح شریک ہوئیں، نہ ان سے دربارہ صرف کوئی استفسار ہوا تھا نہ ان کا کوئی اذن تھا نہ ان قاصرات سے کہا گیا کہ ہم یہ صرف تمہارے حصہ سے کرتے یا یہ جہیز تمہارے حصہ میں دیتے ہیں اور واقعی ہمارے بلاد میں مصارف شادی کنواریوں سے پوچھ کر نہیں ہوتے نہ ان سے اس امر میں کوئی اذن لیا جاتا ہے پس اگر بیان مذکور صحیح ہے تو جو کچھ مصارف بالائی جس قاصرہ کی شادی میں ہوئے وہ دہن کے حصہ میں مجرا نہیں ہو سکتے۔

لانا وان قلنا بوصایة بکودلالة کما اشرفنا  
الیہ فقد انقطعت الولاية بالبلوغ۔

اس لئے اگرچہ ہم بطور ولایت بکر کے وصی ہونے کا قول کر چکے ہیں جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے مگر وہ ولایت بالنول کے بلوغ سے منقطع ہو گئی۔ (ت)

ردالمحتار میں غنایہ سے ہے ،

انهم (یعنی الورثة الکبار) اذا كانوا  
حضوراً ليس للوصی التصرف فی التركة  
اصلاً الا اذا كان علی المیت دين الخ۔  
جب بڑے ورثہ حاضر ہوں تو وصی کو ترکہ میں تصرف کا بالکل اختیار نہیں مگر جب میت پر قرض ہو الخ۔ (ت)

توان مصارف میں جو کچھ بچہ نے صرف کیا بہنوں کے ساتھ تبرع و احسان ہوا جیسے کسی سے مجرا یا بیگیا سب صرف اسی کے حصے پر پڑے گا خواہ ضماناً خواہ قصاصاً دوسرے ورثہ جنہوں نے نہ خود صرف کیا نہ صراحتہ اذن دیا یہ بری رہیں گے اگرچہ انہوں نے صرف ہوتے دیکھا وہ خاموش رہے ہوں اذلا ینب الی ساکت قول (چپ رہنے والے کی طرف قول کو منسوب نہیں کیا جاتا۔ ت)۔ استہابہ میں ہے :

لو سأل غیره یتلف ماله  
فسکت لا یكون اذناً  
اگر کسی نے غصب کو اپنا مال تلف کرتے دیکھا اور چپ رہا تو یہ تلف کرنے کا

باتلافہ۔

اذن نہ ہوگا۔ (ت)

خصوصاً اگر اُن میں کوئی اس وقت نابالغ ہو کہ نابالغ کا اذن بھی معتبر نہیں،

فانه ليس من اهل التبوع ولا لاحد ان يتبوع من ماله۔  
اس لئے کہ وہ اہل تبرع میں سے نہیں ہے اور نہ ہی کسی کو یہ اختیار ہے کہ وہ اس کے مال میں تبرع کرے۔ (ت)

بزازیہ و بحر الرائق و رد المحتار و تنویر الابصار و سراج و باج وغیرہ میں ہے،

الہبة والقرض وما كان اتلا فاللهمال  
او تمليکاً من غير عوض فانه لا يجوز  
ما لم يصرح به نصاً اقول هذا  
افادون في شريکی العنان والمفاوضة  
مع ان كلا منهما وكيل عن صاحبه و  
ما ذون التصرف في المال من جانبہ  
فكيف بالشريك شركة العين فانه اجنبی  
صرف عن حصه اخيه ليس  
له التصرف فيه كما نصوا عليه۔  
ہبہ اور قرض اور جس صورت میں مال کو تلف کرنا  
یا بغیر عوض کے مالک بنانا پایا جائے یہ جائز  
نہیں جب تک صراحۃً اس کی اجازت نہ دی گئی  
ہو اھ، میں کہتا ہوں یہ ممانعت شرکت عنان و  
معاوضہ میں ہے باوجودیکہ ان میں ہر ایک دوسرے  
کا وکیل ہوتا ہے اور ہر ایک کو دوسرے کی طرف  
سے تصرف کی اجازت ہوتی ہے تو پھر کیسا حکم  
ہوگا شرکت عین کے شریک کا کیونکہ وہ تو دوسرے  
بھائی کے حق میں محض اجنبی ہوتا ہے اور اسکو  
دوسرے کے حصہ میں تصرف کی اجازت نہیں ہوتی  
جیسا کہ علمائے اس پر نص کی ہے۔ (ت)

حاشیہ طحاوی میں ہے،

التجهيز لا يدخل فيه الجمع والموائد  
فالفاعل لذلك ان كان من الورثة  
يحسب عليه من نصيبه ويكون متبرعاً  
وكذا ان كان اجنبياً اھ ملخصاً۔  
لوگوں کا اجتماع اور ان کے کھانے کا اہتمام تہیز میں  
داخل نہیں، ایسا کر نیوالا اگر وارثوں میں سے ہو  
تو یہ خرچ کرنا خود اس کے اپنے حصے میں شمار کیا جائیگا  
اور وہ اس خرچ میں مبتدع ہوگا، اور ایسا ہی ہوگا  
اگر وہ اجنبی ہو (ملخصاً) (ت)

۱۸۵/۱ لہ الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الثانية عشر ادارة القرآن کراچی  
۳۲۵/۳ رد المحتار کتاب الشركة دار احیاء التراث العربی بیروت  
۳۶۴/۲ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الفرائض المكتبة العربیة کوئٹہ

دولہن کا جہیز : وہ اگر بکچر نے بطور ہبہ نہ دیا بقصد مجرائی دیا تو ہبہ دینا کچھ اثر پیدا نہ کرے گا جبکہ باہم کسی قسم کی کوئی گفتگو نہ آئی کہ یہ اشیاء تیرے فلاں حصہ کے معاوضہ میں دیتے ہیں اس کے بعد کل ترکہ یا ترکہ کی فلاں قسم میں تیرا حصہ نہ ہوگا نہ بالیقین یہ ہوگا کہ اموال منقولہ کی ہر جنس جدا جدا جوڑ کر دولہن کا حصہ نکال کر ہر چیز سے خاص جس قدر اس کے حصہ میں آیا ہے کمی بیشی ایک ذرہ کے اُس کے لئے جدا کر لیا اور وہی اس کے جہیز میں دیا ہو،

فصلاً عن الاقتصاد على المثلثات والتحويلات  
عن الاستبداد في القيميات -  
چہ جائیکہ مثلی اشیاء پر اقتصاد ہونا اور قیمتی چیزوں میں تبدیلی کو ترجیح دینے سے بچنا۔ (ت)  
نہ اجناس مختلفہ میں قسمت جمع بے تراضی ممکن، یہاں تک کہ قاضی کو بھی اس کا اختیار نہیں کما نصوا علیہ فی الکتب جمیعاً (جیسا کہ اس پر تمام کتابوں میں علماء نے نص کی ہے۔ ت)  
تو غایت درجہ اس قدر رہا کہ بکچر نے دیتے وقت اپنے دل میں سمجھ لیا کہ یہ ہم علی الحساب دیتے ہیں جو کچھ جہیز کی لاگت ہے دولہن کے حصہ میں مجرالیں گے صرف اتنا سمجھ لینا کوئی عقد شرعی نہیں ہو سکتا قسمت نہ ہونا تو ظاہر لاء صلیح و تخارج یوں نہیں کہ کل ترکہ یا اس کی قسم سے حصہ دولہن کا ساقط نہ کیا گیا نہ دولہن کے خیال میں ہوگا کہ اب فلاں قسم ترکہ میں میرا کوئی دخل ہی نہ رہا اگرچہ میرا حصہ مقدار جہیز سے زائد نکلے نہ ایسا امر بے تصریح رضامندی فقط ایک طرف کے خیال پر عقد ٹھہر سکتا ہے فان العقد ربط ولا بد فی الربط من شئین معہذا (اس لئے کہ عقد تو ربط کا نام ہے اور ربط کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے) عند الحساب جہیز کی لاگت میں اختلاف پڑنا ممکن بلکہ مظنون تو قطع نزاع جس کے لئے صلیح و تخارج کی وضع ہے حاصل نہ ہوا،

وما من شیء خلا عن مقصوده الا بطل و  
جہالة المصلح عنه انما لا تمنع جواز الصلح اذا لم تفض الى مناعة والا منعت  
نہیں ہے کوئی جو مقصود سے خالی ہو مگر یہ کہ وہ باطل ہے اور جس شیء پر صلیح ہو رہی ہو اس کی بھالت صرف اس وقت جواز صلیح سے مانع نہیں ہوتی جب اس سے کوئی جھگڑا پیدا نہ ہو ورنہ مانع ہوتی ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے :

الصلح شوعا عقد يرفع النزاع و  
يقطع الخصومة  
صلح شرع میں ایسے عقد کو کہتے ہیں جو جھگڑے کو رفع کرے اور خصومت کو ختم کرے۔ (ت)

نہایہ میں ہے :

جہالة تقضى الى المنازعة تمنع جواز الصلح<sup>الحق</sup> اھ ملخصین۔  
ایسی جہالت جو جھگڑے کا باعث ہو وہ جواز صلح سے رکاوٹ ہے اھ ملخص (ت)

رہی بیع وہ اگر تصریح ایجاب و قبول بھی ہوتی مثلاً بکر کتا میں نے یہ جہیز بعوض ان اشیائے متروکہ کے جو بمقدار مالیت جہیز تیرے حصہ میں آئیں بیع کیا اور دھن قبول کرتی تاہم فاسد ہوتی کہ نہ جہیز کی لاگت بیان میں آئی نہ یہ معلوم کہ اس کی مالیت کی کتنی چیزیں اور کیا کیا اشیاء حصہ عروس میں آئیں گی یہاں تک کہ اس قدر بھی نہ ہوا بلکہ کوئی تذکرہ درمیان نہ آیا صرف بکر نے ایک امر سمجھ کر جہیز سپرد کیا یہ بھی خبر نہیں کہ اس وقت قلب عروس میں کیا نیت تھی اسے کیونکہ کوئی عقد شرعی قرار دے سکتے ہیں۔

ومعلوم انه ليس من عقد يتم بالنسيئة بل لابد من شيء يظهر القصد القلبي ويكون دليلا على الرضاء النفسى۔  
اور یہ بات معلوم ہے کہ کوئی عقد محض نیت سے تام نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے کسی ایسی چیز کا ہونا ناگزیر ہے جس سے دلی ارادہ ظاہر ہو اور وہ دلی طور پر رضا مندی کی دلیل ہو۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے :

دكنه الفعل الدال على الرضاء بتبادل المكين من قول او فعل اھ نعم المظهر قد يكون نصا وهو اللفظ المقررا للايجاب والقبول وقد يكون دلالة كالمساومة و اخذ الثمن بعد بيان الثمن في بيع المتعاطى و حديث لاحاجة الى البيات للعرف العام كالحبز مثلا حيث يكون له  
اس کارکن ایسا فعل ہے جو دونوں ملکوں کے باہمی تبادلہ پر رضا مندی کی دلیل ہو چاہے قول سے یا فعل سے اھ ، ہاں اس کو ظاہر کرنے والی چیز کبھی نص ہوتی ہے جیسے وہ لفظ جو ایجاب و قبول کے لئے مقرر ہیں اور کبھی دلالت ہوتی ہے جیسے بھاؤ تاؤ طے کرنا اور دوستی لین دین کی بیع میں ثمن بیان کرنے کے بعد اس کو لے لینا ، اور جہاں عرف عام کی وجہ سے بیان کی حاجت نہ ہو مثلاً روٹی کی قیمت جب معلوم ہو اس میں

لے الفتاویٰ الہندیہ بحوالہ النہایۃ کتاب الصلح الباب الاول فورانی کتب خانہ پشاور ۲۳۱/۴

لے فتح القدیر کتاب البیوع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲۵۵/۵



قيمة معلومة لا تختلف ففتح البائع  
الدكان وجلبه للبيع واعداده  
الخبز لذلك دليل على البيع واخذ  
المشتري على الشراء اما ههنا فان  
فرضت دلالة من بكر فلا دلالة  
اصلاً من قبل العروس ولئن سلمت  
الرضا فالتعاطي ههنا من احد الجانبين  
وهو وان جازر عند البعض وبه يفتي  
وهو ارجح التصحيحين فلا بد فيه  
عند مجيزة من بيان البدل والبدل  
ههنا كما علمت مجهول فلم ينعقد  
البيع اجماعاً.

کوئی اختلاف نہ ہو تو بائع کا دکان کھول کر بیع کیلئے  
بیٹھنا اور روٹی تیار کرنا بیع کی دلیل ہے اور مشتری  
کا اس کو لے لینا خریداری کی دلیل ہے۔ مگر  
یہاں زیر بحث مسئلہ میں اگر بکر کی طرف سے  
دلالت فرض کر بھی لی جائے تو ذہن کی طرف سے  
بالکل دلالت موجود نہیں۔ اگر اسکی رضا مندی کو  
تسلیم کر لیا جائے تو یہاں تعاطی صرف ایک طرف  
سے ہے۔ وہ اگرچہ بعض کے نزدیک جائز ہے،  
اسی کے ساتھ فتویٰ دیا جاتا ہے اور دونوں پھول  
میں سے یہ زیادہ رائج ہے۔ لیکن اس کو جائز  
قرار دینے والے کے نزدیک بدل کا بیان ضروری  
ہے اور یہاں جیسے کہ تو جانتا ہے بدل مجہول ہے  
لہذا بالاجماع بیع منعقد نہ ہوئی۔ (ت)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

الشرط في بيع التعاطي الاعطاء من  
الجانبين عند شمس الأئمة الحلواني  
كذا في الكفاية وعليه أكثر المشائخ  
وفي البزازیة هو المختار كذا في البحر الرائق  
والصحيح ان قبض احد هما كان لنص  
محمد رضي الله تعالى عنه على ان  
بيع التعاطي يثبت بقبض احد البدلين  
وهذا ينتظم الثمن والمبيع كذا  
في النهر الفائق وهذا القائل يشترط  
بيان الثمن لان عقاد هذا البيع  
بتسليم المبيع هكذا حكى فتوى

شمس الأئمة الحلواني کے نزدیک بیع تعاطی میں  
شرط دونوں طرفوں سے دینا ہے، کفایہ میں بھی  
ہے اور اسی پر اکثر مشائخ ہیں، بزازیہ میں ہے  
کہ یہی مختار ہے، ایسا ہی بحر الرائق میں ہے۔  
اور صحیح یہ ہے کہ اگر ایک قبضہ کرے تو کافی  
ہے کیونکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے نص فرمائی کہ بیع  
تعاطی دو میں سے ایک بدل پر قبضہ کر لینے سے  
ثابت ہو جاتی ہے۔ یہ ثمن اور مبیع دونوں کو  
شامل ہے جیسا کہ النہر الفائق میں ہے اور  
یہ قائل شرط قرار دیتا ہے اس بیع کے منعقد ہونے  
کے لئے ثمن کے بیان کرنے اور مبیع کے سونپنے کو۔

الشیخ الامام ابی الفضل الکرمافی کذا اور یونہی منقول ہے شیخ امام ابو الفضل کرمافی کا فی المحيط۔ فتویٰ جیسا کہ محیط میں ہے۔ (ت)

پس واضح ہو کہ جہیز دینے میں کسی عقد شرعی کی حقیقت تو حقیقت صورت بھی نہ تھی تو یہ دینا اصلاً کوئی اثر تبدیل ملک پیدا نہ کرے گا بلکہ وہ مال جس کی ملک تھا بدستور اسی کی ملک پر رہے گا اب معرفت مالک کا کار ہے جو چیزیں عین متروکہ تھیں مثلاً زیور، برتن، کپڑے وغیرہ کہ مورثوں نے چھوڑے بعینہ جہیز میں دے گئے وہ جیسے سب وارثوں میں پہلے مشترک تھیں اب بھی مشترک رہیں گی اور جو اشیاء بکرے خرید کر دیں وہ سب مطلقاً ملک بکر کی تھیں اور اب یہی خاص اُسی کے ملک پر ہونگی اگرچہ مال مشترک سے خریدی ہوں،  
لما علم من ان الشراء اذا وجد نفاذا علی کیونکہ معلوم ہے کہ بیع جب نفاذ پائے تو مشتری الشاری نفذا۔ پر نفاذ ہو جاتی ہے (ت)

غایت یہ کہ مال مشترک سے خریدنے میں بکر باقی ورثہ کے حصص کا ذمہ دار رہے گا کما نقلنا فی مواضع من فتاویٰنا عن مرد المحتار (جیسا کہ ہم رد المحتار کے حوالے سے اپنے فتاویٰ میں متعدد مقامات پر نقل کر چکے ہیں۔ ت) پھر اس قسم یعنی ملکات بکر پر دُلہن کا قبضہ امانت ہو گا لحصولہ بتسلیط المالك (کیونکہ یہ مالک کے مستط کرنے کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ ت) پس جس چیز کو دُلہن نے استہلاک نہ کیا بغیر اُس کے فعل کے چوری وغیرہ سے ہلاک ہو گئی اُس کا تاوان دُلہن پر نہ آئے گا اور جو اُس کے فعل و تعدی سے تلف ہوئی اُس کی قیمت بکر کے لئے دُلہن کے ذمہ واجب ہوگی لان الامین ضمین اذا تعدی (کیونکہ امین جب زیادتی کرے تو وہ ضامن ہوتا ہے۔ ت) اور جو باقی ہو وہ بعینہ بکر کو واپس دے اور قسم اول یعنی عین متروکہ سے جو کچھ جہیز میں دیا گیا اس پر دُلہن کا ہاتھ دست ضمان ہو گا یعنی کسی طرح اسکے پاس ہلاک ہو جائے مطلقاً تاوان آئے گا،

وذلك لان بکرا قد تعدی علی حصص الشراک بتجهیز الاخت من مال مشترك وتسلیمہ الیہا جہان الملبس وتستعمل و بالتصرف تستقل وکل ید مترتبة علی ید ضمان ید ضمان۔ کیونکہ بکر نے شرکار کے حصص میں تعدی کی اس لئے کہ اس نے مال مشترک سے بہن کا جہیز بنا کر اسکے حوالے کر دیا کہ وہ اس کو پہنے، استعمال کرے اور تصرف میں مستقل ہو جائے۔ ہر قبضہ جو دست ضمان پر مرتب ہو وہ دست ضمان ہوتا ہے۔ (ت)

پس باقی ورثہ جنہوں نے اذن نہ دیا مختار رہیں گے کہ جو کچھ ہلاک ہوا چاہیں اپنے حصوں کا تاوان بکر سے لیں لانہ الغاصب (کیونکہ وہ غاصب ہے - ت) چاہیں دلہن سے لانہا کفایہ الغاصب (کیونکہ وہ غاصب سے غضب کرنے والی ہے - ت) فتاویٰ خیرہ میں ہے،

الید المترتبة علی ید الضمان  
ید ضمان قلب البہیمۃ ان یضمن  
من شاء الخ۔  
جو قبضہ دست ضمان پر مرتب ہو وہ دست ضمان ہوتا ہے لہذا چار پائے کے مالک کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے ضمان ٹھہرائے۔ (ت)

اور وہ بکر یا دلہن جس سے ضمان لیں اُسے دوسرے پر دعویٰ نہیں پہنچتا،  
اما بکر فلانہ الغاصب واما قبض العروس  
بتسلیطہ واما العروس فلانہا قبضت  
لنفسہا لا لبکر۔  
بکر پر تو اس لئے کہ وہ غاصب ہے اور دلہن نے اس کے مسلط کرنے سے اس پر قبضہ کیا ہے۔ رہی دلہن تو وہ اس لئے کہ اس نے اپنے لئے قبضہ کیا ہے بکر کے لئے نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں بزازیہ سے ہے،

وہب الغاصب المغصوب او تصدق او  
اعاس وھلک فی ایدہم وضمنوا للمالك  
لا یرجعون بما ضمنوا للمالك علی الغاصب  
لانہم کانوا عاملین فی القبض لانفسہم  
بخلاف السرتھن والمتاجر والمودع  
فانہم یرجعون بما ضمنوا علی الغاصب  
لانہم عملوا لہ الخ۔  
غاصب نے مغصوب چیز کسی کو ہبہ کر دی یا صدقہ کر دی یا عاریت پر دے دی، وہ چاہے ان لوگوں کے ہاتھ میں ہلاک ہو گئی اور وہ اصل مالک کے ضامن ہو گئے تو اب یہ لوگ غاصب پر رجوع نہیں کر سکتے اس تاوان کے بارے میں جو انہوں نے مالک کو دیا کیونکہ وہ مغصوب پر قبضہ میں اپنے لئے عمل کرنے والے ہیں بخلاف مرہن، مستاجر

اور اس شخص کے جس کے پاس غاصب نے مغصوب چیز ودیعت رکھی۔ یہ لوگ اگر بصورت ہلاکت مالک کو تاوان ادا کریں تو اس کے لئے غاصب پر رجوع کر سکتے ہیں کیونکہ انہوں نے غاصب کے لئے عمل کیا (ارت) اور جو کچھ باقی ہوں وہ دلہن سے واپس لے کر فرائض البہیمہ پر تقسیم ہو جائیں یہ سب احکام اُس صورت

میں تھے کہ بکر نے جہیز بطور ہبہ نہ دیا ہوا اور بیشک اس امر میں کہ ہبہ کی نیت تھی یا مجرائی کی بکر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا،

کیونکہ وہ دینے والا ہے لہذا وہ دینے کی جہت کو زیادہ بہتر جانتا ہے جیسا کہ الاشباہ، جامع الفصولین اور فتاویٰ خیرہ وغیرہ کتابوں میں ہے اور علمائے اس پر متعدد مسائل میں نص فرمائی ہے۔ میں کہتا ہوں بھائی جب بہنوں کے لئے جہیز بنائیں جبکہ وہ بہنیں مالدار ہوں اور بھائیوں کے زیر قبضہ ترکہ میں شریک ہوں تو ایسا کوئی عرف ہمارے شہروں میں جاری و ساری نہیں جو اس کو ہبہ قرار دے بخلاف ماں باپ کے۔ تو واجب کے باقی رہتے ہوئے اس کا قصد تبرع ہونا کیسے ظاہر ہوگا بلکہ ظاہر یہاں یہ ہے کہ بھائی اس کو بہنوں کے حصوں میں سے شمار کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ (ت)

اسی طرح اگر بکر نے دل میں نیت ہبہ کی مگر دلہن نے ہبہ جان کر قبضہ نہ کیا بلکہ مثلاً اپنے حصہ کا معاوضہ یا حصے میں مجرائی سمجھ کر لیا تو بھی بعینہ یہی احکام ہونگے کہ اس صورت میں دلہن کی طرف سے قبول ہبہ نہ پایا گیا،

اس لئے کہ قبول فرع ہے علم کی۔ جب اس خاتون نے اس کو ہبہ سمجھا ہی نہیں تو اس کا ہبہ کو قبول کرنا کیسے متصور ہوگا (ت)

لأنه الدافع فهو ادري بجهة الدفع كما في الاشباہ وجامع الفصولين و الفتاوى الخيرية وغير ما كتب وقد نصوا عليه في مسائل كثيرة أقول وليس في تجهيز الاخوة الاخوات اذا كنت ذوات مال شريكات في ما بايدي الاخوة من التركة عرف فاش يقضى بالهبة بخلاف الأباء والامهات في بلادنا وكيف يكون الظاهر قصد التبرع مع بقاء الواجب بل الظاهر ح انهم يريدون الاحتساب عليهم من انصبا ثمير

فان القبول فرع العلم وهي اذا لم تحسبه هبة كيف يتصور انها قبلت الهبة.

بجرائی میں ہے :

یونہی اس کا یہ کہنا کہ میں نے اپنے درختوں کے پھل کے بارے میں تمام لوگوں کو اجازت دے دی ہے تو لوگوں کو خبر پہنچ گئی جس کو کچھ لے لیا وہ اکی کا، ایسا ہی

وكنذا بقوله اذنت الناس جميعا في شمر نخلي من اخذ شيئا فهو له فبلغ الناس من اخذ شيئا



یسلکہ کذا فی المنتقی وظاہرہ ان من  
اخذہ ولم یبلغہ مقالة الواہب  
لا یكون لہ کمالا یخفی لہ ، اقول  
ومثله ما فی الہندیۃ عن الخلاصۃ رجل  
سیتب دابتہ فاصلحہا النساء ثم  
جاء صاحبہا وارا دأخذہا واقرو قال  
قلت حین خلیت سبیلہا من اخذ فہی  
لہ او انکرفا قیست علیہ البینۃ او  
استحلف فتنکل فہی للأخذ  
سواء کانت حاضرہ اسمع ہذہ  
المقالة او غاب فبلغہ الخیر اھ  
ووجہہ ظاہر فانہ اذا  
علم بمقالة الواہب  
فیكون الاخذ علی جہۃ  
الاتہاب و یقوم القبض مقام  
القبول بخلاف ما  
اذا لم یعلم فانتہ لم  
یتحقق القبول قطعاً و  
ہو مدار ثبوت الملک  
للموہوب لہ قطعاً  
سواء جعل ساکناً کما نص  
علیہ فی التحفۃ والولوالجیۃ

منتقی میں ہے۔ اس سے ظاہر یہ ہے کہ جس شخص تک  
واہب کی یہ بات نہیں پہنچی اس نے جو کچھ لیا وہ  
اس کا مالک نہ ہوگا الخ، میں کہتا ہوں اور اس کی  
مثلاً خلاصہ کے حوالے سے ہندیہ میں ہے کہ ایک  
شخص نے اپنے چار پائے کو چھوڑ دیا اور کسی انسان  
نے اس کو پکڑ کر منبجہا لیا پھر اس چار پائے کا  
مالک آیا جو اس کو لینا چاہتا تھا۔ اس نے اقرار  
کیا کہ میں نے اس کو چھوڑنے وقت کہا تھا کہ  
جو اس کو پکڑ لے یہ اُسی کا ہے یا اُس نے انکار کیا  
مگر گواہوں سے یہ ثابت ثابت ہو گئی یا اس کو  
قسم کھانے کا کہا گیا اور اس نے انکار کر دیا۔ ان  
تمام صورتوں میں وہ چار پایہ پکڑنے والے کا ہوگا  
چاہے وہ خود حاضر تھا اور اس نے مالک کی یہ بات  
سنی تھی یا غائب تھا اور اس تک اس کی خبر  
پہنچی اھ۔ اس کی وجہ ظاہر ہے، کیونکہ جب اس کو  
واہب کے اس قول کا علم ہو گیا تو اس کا لینا  
ہبہ کو لینے کے طور پر ہوا اور قبضہ کرنا قبول کے  
قائم مقام ہوگا بخلاف اس کے کہ جب اُسے  
واہب کے اس قول کا علم نہ ہوا ہو، کیونکہ اس  
صورت میں قبول کرنا بالکل مستحق نہیں حالانکہ  
موہوب لہ کے لئے ملک کے ثبوت کا مدار و مدار  
قطعی طور پر قبول کرنے پر ہے۔ چاہے قبول کو رکن

والکافی والكفاية والتبيين. و  
البحر ومجمع الانهر والدر المختار  
وابن السعد وغيرهما من كتب الكبار وهو ظاهر  
المهداية وملتقى الابحر وغيرهما من  
الاسفار الغرا وشرطا كما نص عليه في  
المبسوط والمحيط والمهندية وغيرها و  
افاد في البدائع انه الاستحسان وان  
الاول قول نافر على كل فالتفق  
القولان على انه لا تملك فيها بدون  
القبول وهو الذي نص عليه في الخانية  
وغيرها وقد حققنا المسئلة بتوفيق الله  
تعالى على هامش رد المحتار بالاصيد عليه.

بنایا جائے جیسا کہ تحفہ، ولو الجمیہ، کافی، کفایہ، تبیین،  
بحر، مجمع الانهر، در مختار اور ابوالسعود وغیرہ  
بڑی بڑی کتابوں میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ہدایہ  
اور ملتقى الابحر وغیرہ عظیم کتابوں سے بھی یہی ظاہر  
ہوتا ہے۔ چاہے اس کو شرط بنایا جائے جیسا کہ  
مبسوط، محیط اور مہندیہ وغیرہ میں اس پر نص ہے۔  
بدائع میں افادہ کیا ہے کہ یہ استحسان ہے۔ اور  
پہلا قول امام زفر کا ہے۔ بہر صورت دونوں قول  
اس پر متفق ہیں کہ ہبہ میں قبول کے بغیر ملک ثابت  
نہیں ہوتا اور اسی پر خانیہ وغیرہ میں نص کی گئی ہے۔  
ہم نے رد المحتار کے حاشیہ میں اس مسئلہ کی تحقیق  
کی ہے جس پر اضافہ کی گنجائش نہیں (ت)

تہ اس حالت میں بھی وہ اشیاء بدستور ملک اصل مالک پر آئیں گی خواہ بکر ہو یا سبب شرکار  
اور احکام سابقہ عود کرینگے، یاں اگر بکر کا ارادہ ہبہ قولاً یا فعلاً یا دلالت کسی طرح ظاہر ہو جس کے سبب  
دُلہن نے اُسے ہبہ ہی سمجھ کر قبضہ کیا تو البتہ ایجاب و قبول دونوں متحقق ہونگے۔

فان القبض بوجه الاتهاب قبول وان  
ناقصا كما في مشاع يقسم لاستواء الكل  
في الدلالة على الرضا كما لا يخفى۔  
کیونکہ بطور ہبہ قبضہ کرنا قبول ہے اگرچہ ناقص ہے  
جیسا کہ قابل تقسیم چیز کو بلا تقسیم ہبہ کرنے کی صورت  
میں ہوتا ہے کیونکہ بطور دلالت رضا مندی میں وہ سب  
برابر ہیں، جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ (ت)

ولو الجمیہ میں ہے،

القبض في باب الهبة جار مجرى الركن  
فصار كالقبول۔  
ہبہ کے باب میں قبضہ کرنا رکن کے قاتم مقام ہے  
لہذا یہ قبول کی مثل ہو گیا۔ (ت)

پس جو اشیاء بکر نے خرید کر جہیز میں دیں اگرچہ مال مشترک سے خریدی ہوں دُلہن ان کی مالک

مستقل ہوگئی اور بکر پر اس مال مشترک میں اور ورثہ کے حصص کا تاوان آیا جن کے بے اذن بیع شرار واقع ہوا یہاں تک کہ خود اس دلہن کے حصے کا بھی جس نے جہیز پایا۔

فان البدل وان اليها وصل لكن الشراء  
نفذ على بكر فوقه الملك له وتم الضمان  
ثم العطاء للعروس هبة على حدة من  
مال نفسه فلا يرتفع به ضمان قسط  
العروس۔  
کیونکہ بدل اگرچہ اس دلہن تک پہنچ گیا لیکن شرا کا  
نفاذ بکر پر ہوا چنانچہ اس کے لئے ملک ثابت ہوگئی  
اور ضمان تمام ہوگیا پھر اس کا دلہن کو دینا الگ ہے  
بے جو بکر کے اپنے مال سے ہوا لہذا اس سے دلہن  
کے حصہ کا تاوان ساقط نہیں ہوگا۔ (ت)

اور جو کچھ عین ترکہ سے ہے کہیں تو ہے باقی ورثہ کے حق میں نافذ نہ ہوا۔ اذلا اذن منهم ولا ولاية عليهم  
(اس لئے کہ نہ تو ان کی طرف سے اجازت ہے اور نہ ہی ان پر ولایت ثابت ہے۔ ت) تو ان کے  
حصے تو ہر حال دلہن کے ہاتھ میں مضمون رہے اور ضمان کا وہی حکم کہ انہیں اختیار ہے چاہیں بکر پر ڈالیں یا  
دلہن پر جس پر ڈالیں دوسرے سے مجرا نہ پائے گا۔ کما قد صناعن البزانية (جیسا کہ بزانیہ کے  
حوالے سے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ ت) رہا بکر کا اپنا حصہ جہیز میں جو مال قابل تقسیم تھا یعنی اس کے حصے  
کیجے تو وہی انتفاع اس سے مل سکے جو قبل از تقسیم ملتا تھا۔ جب تو بکر کے حصے  
میں بھی ہے صحیح نہ ہوا لہذا ہبۃ مشاع فیما یقسم (کیونکہ یہ قابل تقسیم چیز میں بلا تقسیم ہے۔ ت)  
اس صورت میں مال مذکور بدستور شرکت جمیع ورثاء پر رہے گا اور جو کچھ دلہن کے ہاتھ میں کسی طرح ہلاک ہوگا  
اس میں حصہ بکر کا تاوان خاص دلہن پر پڑے گا۔ فتاویٰ خیرہ میں ہے،

لا تصح هبة المشاع الذي يحتمل القسمة  
ولا تفيد الملك في ظاهر الرواية قال  
الزيلعي ولو سلمه شائعاً لا يملكه فيكون  
مضموناً عليه الخ ملخصاً وتامه فيها  
وفي رد المحتار۔  
ایسی غیر منقسم چیز کا ہبہ صحیح نہیں جو تقسیم کا احتمال  
رکھتی ہو اور ظاہر الروایہ کے مطابق وہ مفید ملک  
نہ ہوگا۔ امام زیلعی نے کہا اگر غیر منقسم حالت میں  
اس کو سونپ دیا تو ملک ثابت نہ ہوگا چنانچہ  
اس پر ضمان آئے گا الخ تلخیص۔ اس کی مکمل بحث  
فتاویٰ خیرہ اور رد المحتار میں ہے۔ (ت)

اسی طرح اگر مال ناقابل تقسیم ہو مگر دلہن نہ جانے کہ اس میں بکر کا حصہ کس قدر ہے جب بھی ہبہ صحیح نہ ہوگا  
اور بعد ہلاک وہی حکم ہے کہ بکر کا تاوان دلہن پر آئے گا۔ بکر الراتی میں ہے،

ناقابل تقسیم چیز کے غیر منقسم طور پر ہبہ کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس کی مقدار معلوم ہو یہاں تک کہ اگر کوئی غلام میں اپنے حصہ کو ہبہ کر دے حالانکہ اُسے اپنا حصہ معلوم نہیں تو یہ جائز نہیں (ت)

جب مویوب لہ کو واہب کے حصہ کا علم ہو تو امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک اس کو جائز ہونا چاہئے۔ ان دونوں کو فتاویٰ ہند میں نقل کیا ہے۔ (ت)

یشتط فی صحۃ ہبۃ المشاع الذی لا یحتملہا ان یکون قدرا معلوما حتی لو وہب نصیبہ من عبد ولم یعلمہ بہ لم یجزئہ  
محیط امام سرخسی میں ہے،

واذا علم الموهوب لہ نصیب الواہب ینبغی ان تجوز عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نقلہما فی الفتاویٰ الہندیۃ۔

جامع الفضولین میں فتاویٰ امام فضلی سے ہے،

اذا هلك افتیت بالرجوع للواہب ہبۃ فاسدۃ لذی رحم محرم منہ لہ  
فاسدۃ مضمونۃ علی ما مریہ  
اگر وہ ہلاک ہو جائے تو میں ذی رحم محرم کو ہبہ فاسدہ کرنا والے کی طرف رجوع کا فتویٰ دوں گا کیونکہ ہبہ فاسدہ کی صورت میں ضمان آتا ہے جیسا کہ گزر گیا۔ (ت)

اور اگر دہن کو معلوم تھا تو اس قدر میں ہبہ صحیح و نافذ و تام و لازم ہو گیا اور ان اشیاء میں دہن اپنے اور بچہ دونوں کے حصص کی مالک ہو گئی باقی ورثہ کے حصے پر دستور دستِ عدوس میں حکم ضمان پر ہیں جن کا حکم بار بار گزرا اور اول سے آخر تک سب صورتوں میں جو مشترک چیزیں دہن کے ہاتھ میں تلف ہوئیں ان میں دہن اپنے حصے کا تاوان کسی سے نہیں لے سکتی کہ اُس کا مال اُسی کے ہاتھ میں ہلاک ہوا اور بکرنے اُس کے حصے پر کوئی تعدی نہ کی،

فانہ انہا سلم الملك لید من ملك  
کیونکہ اس نے تو ایسے کے ہاتھ میں دے دیا جو

- ۱۔ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب العینۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳۷۸/۲  
بحر الرائی کتاب الہبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۸۶/۷  
۲۔ الفتاویٰ الہندیۃ بحوالہ محیط السرخسی کتاب العینۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳۷۸/۲  
۳۔ جامع الفضولین الفصل الثلاثون فی التصرفات الفاسدۃ الخ اسلامی کتب خانہ کراچی ۵۷/۲



اس کا مالک ہو گیا۔ اب جو دہن کے ہاتھ میں ہلاک ہوا  
 تو اُسی کے ضامن پر ہلاک ہوا۔ یہ سب کچھ رب قدیر  
 کے فیض سے فقیر کے دل میں ڈالا گیا۔ میں نے اس  
 کو بطور تفسیر علماء کرام کے اقوال سے اخذ کیا۔  
 اللہ تعالیٰ قیامت کے روزان کو عظیم اجر عطا  
 فرمائے۔ جو کچھ میں نے درست کہا اس پر اللہ تعالیٰ  
 ہی کے لئے حمد ہے اور جو میں نے غلطی کی تو وہ  
 میرا اپنا قصور ہے۔ میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔  
 وہ اس کو بہت مضبوط بنائے۔ اس لئے کہ  
 ان مسائل کی ضرورت زیادہ واقع ہوتی ہے اس  
 نو بصورت تفصیل کو غنیمت سمجھو۔ اور اللہ تعالیٰ  
 کے فیض جلیل پر تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں۔ واللہ  
 سبحانہ و تعالیٰ اعلم (ت)

فما هلك في يد ما فعل بها هلك هذا كنه  
 من اوله الى آخره مما افيض على قلب  
 الفقير من فيض القدير واخذته تفقهها  
 من كلمات العلماء اعظم الله اجورهم  
 يوم الجزاء فما اصبحت فمن الله تعالى و  
 له الحمد عليه وما اخطأت فمن قصور  
 نفسي وانا اتوب اليه اتقن هذه اتقانا  
 كبريا فان المسائل مما تمس اليه الحاجة  
 كثيرا فاغتنم هذا التفصيل الجميل  
 والحمد لله على فيضه الجليل ، و الله  
 سبحانه و تعالی اعلم۔

۱۱۳۰ھ از شہر کہنہ ۷ ربیع الثانی ۱۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ مجید اللہ خاں ولد کالے خاں  
 ساکن شہر کہنہ نے اپنی جائداد موروٹی دین مہر میں زوجہ کو دی یعنی مسماۃ امیر بیگم کو بعدہ مجید اللہ  
 خاں مذکور کا انتقال ہو گیا بعد ازاں جائداد مرقومہ بالا کا داخل مسماۃ امیر بیگم کے نام بذریعہ گواہاں کے ہوا  
 یہ شخص گواہ تھے عنایت اللہ خاں صاحب ولد کالے خاں صاحب، دیگر گواہ شفیع علی خاں صاحب ولد  
 کالے خاں صاحب، مجید اللہ خاں مرقومہ بالا کی ایک لڑکی تھی امیر بیگم، والدہ دختر نے اس کی شادی کر دی  
 چند عرصہ کے بعد نصف جائداد جو بذریعہ مہر کے شوہر اپنے سے پہنچی تھی دختر مذکورہ کو دے دی اور اُس کا  
 داخل خارج بھی کرا دیا بگو اہی عنایت اللہ خاں صاحب و شفیع علی خاں صاحب اور پٹی بانٹ اس وجہ  
 سے نہیں ہو سکا کہ اُس زمین میں جگہ جگہ غارتھے، دوسرے یہ کہ والدہ اور دختر میں اتفاق بھی بہت تھا  
 حتیٰ کہ تاحیات دختر سے جدا نہیں ہوئی، بعدہ مسماۃ امیر بیگم کی حیات میں دختر جس کے نام نصف  
 جائداد کی تھی فوت ہو گئی مگر مسماۃ امیر بیگم نے وہ جائداد واپس نہیں لی اُس پر قابض اور ذیل داماد رہا  
 اور ہے اور جس وقت امیر بیگم کی علالت تھی اس وقت میں داماد مذکور سے وصیت کی کہ بر خور دار من میری

تیار داری کر داور بعد انتقال کے جو کچھ خرچ ہو اور جو کچھ تیمار داری میں خرچ ہو وہ روپیہ نصف جائیداد باقی ماندہ جو میرے نام ہے اس سے وصول کیجیو ورنہ میں حشر میں دامنگیر ہوں گی اور جو جائیداد میں نے اپنی دختر کے نام کی تھی وہ تم کو بخوشی بخشی چونکہ تم نے میری خدمت مثل فرزند لپٹن کے کی ہے اور کرتے ہو وصیت کے بعد مسماۃ امیر بیگم کا انتقال ہو گیا داماد مذکور نے قرض دام کر کے تجہیز و تکفین کی اور خرچ تیمار داری کیا اب مسماۃ امیر بیگم کو انتقال کے ہوئے عرصہ چند ہوا اور مسماۃ امیر بیگم کے وارث یہ ہیں دو بھائی چچا زاد اور دو شوہر کی ہمیشہ میں یہ جائیداد جس کا ذکر ہے کس طرح پر تقسیم ہوگی اور قرضہ جو داماد مذکور نے خرچ تیمار داری میں اور تجہیز و تکفین میں کیا کس طرح وصول کرے۔ بتیغاً تو جبروا

### الجواب

صورت مسئلہ میں وہ ہبہ کہ امیر بیگم نے بنام اپنی دختر کے کیا بوجہ مشاع وغیرہ منقسم ہونے زمین کے محض باطل ہو گیا۔ تتمۃ الفتاویٰ پھر مشتمل الاحکام پھر فتاویٰ خیرہ میں ہے،

ہبۃ المشاع باطلۃ وهو الاسحیح یلہ غیر منقسم کا ہبہ باطل ہے اور یہی صحیح ہے (ت) اور داخل خارج کہ ایک عقد باطل پر مبنی ہوا خود باطل ہے اثر اسی طرح اُس کا موہوب مذکور کی نسبت اپنے داماد سے کہنا میں نے تجہیز و تکفین بخوشی بخشی کہ وہ بھی ہبہ ہے اور بوجہ شیوع باطل۔

فی الشامی عن الطحطاوی عن المکی عن الامام قاضی خاں وغیرہ ہبۃ المریض ہبۃ حقیقۃ وان کانت وصیۃ حکماً۔  
شامی میں بحوالہ طحاوی، بحوالہ مکی، بحوالہ امام قاضیخان وغیرہ ہے کہ مریض کا ہبہ درحقیقت ہبہ ہے اگرچہ حکماً وصیت ہے۔ (ت)

پس وہ زمین تمام و کمال ملک و ترکہ امیر بیگم ہے جس میں وارثان دختر یا خواہراں شوہر کا اصلاً کچھ حق نہیں صرف امیر بیگم کے دونوں چچا زاد بھائی بر تقدیر عدم موانع ارث و الغدام وارث دیگر اس کے مستحق ہیں کہ بعد اسے دین و وصیت آپس میں نصف نصف کر لیں داماد مورث نے جو کچھ اس پر اس کی بیماری و تیمار داری میں اٹھایا وہ امیر بیگم پر اُس کا قرض ہے کہ ترکہ امیر بیگم سے لے سکتا ہے فاتہ لہما نفق بامرہا وقد افسحت بالرجوع لہیکن متبوعاً (کیونکہ جب

اس نے مرحومہ کے امر سے خرچ کیا اور اس نے رجوع کی تصریح کی تو یہ متبرع نہ ہوا۔ (ت) اسی طرح جو کچھ کفن و دفن بطریق سنت میں صرف کیا ہو وہ بھی اس کا دین ہے بشرطیکہ امیر بیگم کے حال کے مناسب عرف و عادت کے لحاظ سے جس قیمت کا کفن دینا چاہئے تھا اس سے بیش قیمت نہ دیا ہو ورنہ قیمت کفن اصلاً مجاز پائے گا۔ تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے:

لو زاد الوصى على كفن مثله في العدد ضمن الزيادة ای الا اذا اوصى بهما وكانت تخرج من الثلث وفي القيمة وقع الشراء له (لانه متعدد في الزيادة وهي غير متميزة فيكون متبرعا بتكفين الميت به رحمتي)۔  
اگر وصی نے میت کے مثلی کفن میں زیادتی کی باعتبار تعداد کے تو زائد کا ضامن ہوگا (مگر جب اس کو اس کی وصیت کی گئی ہو اور وہ مال کے ایک تہائی سے پوری ہو سکتی ہو) اور اگر باعتبار قیمت کے زیادتی کی تو یہ خریداری وصی کے لئے واقع ہوگی (کیونکہ اس نے قیمت کی زیادتی میں تعدی کی اور وہ زیادتی ممتاز نہیں لہذا وہ میت کے لئے کفن کی خریداری میں متبرع ہوگا۔ رحمتی)۔ (ت)

اسی طرح جو کچھ کفن و دفن کے سوا فاتحہ، درود و سوم، چلم، عورتوں کے جمع ہونے، اُن کے پان چھالے کھانے پینے وغیرہ معمولی باتوں میں صرف ہوا اس کا بھی ایک جہ مجرا نہ ملے گا لوجود کثرت و حسبث (متعدد وجوہات کی وجہ سے اور کچھ اتنا ہی کافی ہے کہ۔ ت) قول امیر بیگم "بعد انتقال کے جو کچھ خرچ ہو" وصیۃ مہملۃ باطلۃ لانفاذ لہا اصلاً (وصیت مہمل و باطل ہے جس کا بالکل نفاذ نہیں۔ ت)

علامہ سبکیؒ نے مسئلہ تنویر الابصار وغیرہ اوصی بان يتخذ الطعام بعد موته للناس ثلثة ایام فالوصیۃ باطلۃ (کسی نے وصیت کی کہ اس کے مرنے کے بعد تین دن لوگوں کے لئے کھانا تیار کیا جائے تو یہ وصیت باطل ہے۔ ت) کی تعلیل میں لکھتے ہیں:

انہما وصیۃ للناس وھم لایحسون کما لو قال اوصیت للمسلمین و لیس فی اللفظ ما یدل علی الحاجة فوقت تعلیقا من مجهول  
کیونکہ یہ وصیت لوگوں کے لئے ہے جن کا شمار نہیں ہو سکتا جیسا کہ اگر وہ کہے کہ میں نے مسلمانوں کے لئے وصیت کی ہے در انحالیکہ لفظوں میں ایسی کوئی چیز نہیں جو حاجت پر دلالت کرے تو یہ مجہول

سہ الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب الوصایا باب الوصی مطبع مجتبائی دہلی ۳۳۷/۲  
ردالمحتار کتاب الوصایا باب الوصی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۵۴/۵  
سہ الدر المختار کتاب الوصایا مطبع مجتبائی دہلی ۳۲۲/۲

فلم تصح اہ ش۔  
 کی تملیک واقع ہوئی ہو لہذا صحیح نہیں اھ۔ (ت)  
 پھر جس قدر دین اس کا ذمہ امیر بیگم ثابت ہوا اسی کے لائق زمین کا مالک امیر بیگم کو اپنا دین وصول کر سکتا  
 ہے یا وارثان امیر بیگم اپنے پاس سے اس کا دین ادا کر کے ترکہ خالص کر لیں۔ رد المحتار کے باب الوصی  
 میں ہے :

إذا كان على الميت دين أو وصية بوصية  
 ولم تقض الورثة الديون ولم ينفذوا  
 الوصية من ماله من فانه يبيع التركة  
 كلها ان كان الدين محيطا وبمقدار  
 الدين ان لم يحيط وله بيع ما زاد على  
 الدين ايضا عند ان حنيفة خلا فالله  
 قال في ادب الاوصياء وبقولهم يفتي  
 كذا في الحافظة والقنية وسائر الكتب اھ  
 ملخصا، والله سبحانه وتعالى اعلم۔

جب میت پر قرض ہو یا اس نے کوئی وصیت کی ہو  
 اور ورثہ نے اس کا قرض اپنے مال سے ادا نہ کیا  
 اور نہ ہی اس کی وصیت کو نافذ کیا تو وصی تمام ترکہ  
 کو بیچ سکتا ہے اگر قرض اس کو محیط ہو اور قرض  
 ترکہ کو محیط نہ ہو تو قرض کے برابر ترکہ میں سے بیچ  
 سکتا ہے۔ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک  
 قرض سے زائد ترکہ کو بھی بیچ سکتا ہے بخلاف  
 صاحبین کے۔ ادب الاوصیاء میں کہا کہ فتویٰ  
 صاحبین کے قول پر دیا جائے گا۔ ایسا ہی حنفیہ،  
 قنیہ اور دیگر کتابوں میں ہے اور اسی کی مثل  
 بزاز میں ہے اھ ملخص (ت) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ از وطن مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خان صاحب ۲ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ  
 چہ می فرماید علماء رحمہم اللہ تعالیٰ در وصت مطلقہ  
 موصی لہم مردوزن باشند تقسیم برایشان مساوی  
 شود یا لذلک ضعف الانثی۔  
 کیا فرماتے ہیں علماء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم وصیت  
 مطلقہ کے بارے میں جو مردوں اور عورتوں کیلئے  
 کی گئی، تو کیا ان سب پر برابر تقسیم ہوگی یا نہ کر کیلئے  
 مؤنث سے دگنا ہوگا؟

### الجواب

چوں صراحتہ و اشارۃً بیہیچ گو نہ تفصیل و تفصیل  
 جب صراحتہ اور اشارۃً کسی قسم کی تفصیل موجود نہیں

لے رد المحتار بحوالہ السانحانی کتاب الوصایا دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۶/۵  
 لے رد المحتار کتاب الوصایا باب الوصی " " " ۲۵۲/۵



اور نہ ہی ایک نوع کی دوسری نوع پر کوئی فضیلت سمجھی جا رہی ہے، لہذا ہر ایک کو برابر برابر حصہ دیں گے کیونکہ فرق نہ ہونے کی وجہ سے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہوگی، لہذا مثال کے طور پر اگر زید کی اولاد کے لئے وصیت کرے اس میں بیٹے اور بیٹیاں سب برابر ہونگے، اور اگر زید کے ورثہ کے لئے وصیت کرے اس صورت میں مذکر کا حصہ دو مؤنثوں کے حصہ کے برابر ہوگا اس لئے کہ لفظ ورثہ کے ساتھ تعبیر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے ورثہ کی حیثیت کو ملحوظ رکھا ہے۔

چنانچہ وہ ورثہ کے حساب سے حصہ پائیں گے۔ پوری تفصیل ردالمحتار کے باب الوصیت للاقارب میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از میرٹھ بازار لال کرتی مرسلہ جناب مولوی محمد علی صاحب ۳ رمضان مبارک ۱۳۱۰ھ  
بخدمت شریف مخدوم و مکرم محقق و مدق جناب مولانا محمد احمد رضا خان صاحب ادا م اللہ فیوضہ و برکاتہ و ضاعف اجورہ و حسناتہ، بعد اتحاف ہر یہ سلام مرفوع برائے خورشید انجلائے باد، اس مسئلہ میں آپ کی رائے دریافت کی جاتی ہے کہ ایک عورت نے وصیت کی تھی کہ ایک شخص کو کہ یہ سو پچاس روپیہ میرا ہے اس کا یہ بندوبست کیجیو کہ جب کوئی موسم کا میوہ چلا کرے میری فاتحہ اس پر دلا کر تقسیم کر دیا کرو، وصی نے ایسا ہی کیا، لیکن ایسا بھی کیا کہ اُس مال مذکور سے کوئی کتاب دینی غریب طالب علم کو دلوادی اور یہ بھی کیا کہ دہم و چہلم کی تاریخ معینہ میں مساکین کو کھانا کھلادیا فاتحہ دلا کر، اور ایک دو خرچ ایسے کئے کہ اس عورت کے مرنے کی خبر سن کر جو دو ایک جگہ سے آدمی آئے تھے اور اس عورت کا کوئی ولی نہ تھا جو ان کی مہمانی کرتا، ان کی مہمانی میں بھی روپیہ مذکورہ سے کچھ صرف ہوا، اب یہ سب اخراجات بقیاس قاعدہ نذر کا اُس میں تعین زمان و مکان و مال و اتفاق کی قید پر نظر رکھنا واجب نہیں ہے جائز ہوئی یا نہیں۔ وصی نے ان سب کو مصرف خیر سمجھ کر صرف کر دیا کہ مقصود فاتحہ میوہ جات سے ایصالِ ثواب ہے ایصالِ ثواب ہو گیا اب

جو دس بیس روپیہ باقی ہے اُس کا ارادہ ہے کہ مدرسہ میں دسے دوں، اب آپ اپنی رائے سے مطلع فرمائیں  
میرا رجحان تو جواز کی طرف ہوتا ہے۔

## الجواب

رائے سامی قرین صواب ہے اس لفظ میں کہ تقسیم کر دیا کیونکہ کسی قوم محصورین کے لئے وصیت ہے  
نہ لفظ منبئی حاجت تو ظاہر بطلان وصیت،

کما هو مقتضى الضابطة المعروفة في  
الوصايا قال في الدر المختار والاصل  
ان الوصية متى وقعت باسم ينبئ عن  
الحاجة كإيتام بنى فلان تصح وان لم  
يحصوا على ما مر لوقوعها لله تعالى  
وهو معلوم وان كان لا ينبئ عن الحاجة  
فان احصوا صحت ويجعل تملیک والا  
بطلت وتماہ فی الاختیار  
واقع ہو جو حاجت کی خبر نہ دیتا ہو تو اس صورت میں جن کے لئے وصیت کی گئی اگر وہ منحصر ہیں تو وصیت  
صحیح ہوگی اور اس وصیت کو تملیک قرار دیا جائے گا اور اگر وہ منحصر نہیں تو وصیت باطل ہوگی۔ اسکی  
پوری تفصیل اختیار میں ہے۔ (ت)

مگر اس کا کہنا "میری فاتحہ دلا کر" یہ بتا رہا ہے کہ تقسیم مساکین پر مقصود تو لفظ میں اشعار  
بحاجت و قربت موجود گویا یوں کہا کہ ہر موسم میں اس کا میوہ خرید کر لوجہ اللہ مساکین پر تقسیم کر دیا کرو  
یہ قطعاً وصیت صحیحہ جائزہ ہے۔

کذا هذافي الهندية عن الخانية  
مرئض قال بالفارسية صد درهم  
از من بخشش کنید قال الشيخ الامام  
ابوبکر محمد بن الفضل رحمه الله تعالى اهی  
یوں ہی ہندیہ میں بحوالہ خانہ منقول ہے کہ ایک  
مرض نے فارسی زبان میں کہا "میری طرف سے  
سودرہم بخشش کر دو" شیخ امام ابوبکر محمد بن  
فضل علیہ الرحمہ نے کہا یہ وصیت باطل ہے







کھانے والوں کو طعام کا مالک نہیں کیا جاتا ہے بلکہ ملک مالک پر اس کے اذن سے تصرف کرتے ہیں، تو بھی ناجائز اور تاوان لازم ہوگا۔

فانه انما كان ماصور بالتصدق ولا تصدق الا بالتملك ولا تملك في الاباحه وكل ذلك ظاهر عند من له المام بالفقه والله سبحانه وتعالى اعلم۔

اس لئے کہ اس کو تو فقط صدقہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور صدقہ تمليك کے بغیر نہیں ہوتا۔ اور اباحت میں کوئی تمليك نہیں۔ یہ سب کچھ اس شخص کے لئے ظاہر ہے جس کو فقہ کے ساتھ کچھ بھی تعلق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

### مسئلہ ۱۱۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے بجاالت شدت مرض میں کہ امید حیات قطع ہو چکی تھی اور طاقت حس و حرکت ہا سکل نہ تھی مگر ہوش و حواس باقی تھے ایک دستاویز ہبہ نامہ اپنی دختر کے نام اس طور پر لکھی کہ اُس میں ایک دکان خاص اپنی ملوکہ اور ایک مکان کہ واقع میں ملوکہ ختر ہی تھا شامل اور اسی حالت میں ایک بیوی اپنی ماں کو بقدر سهام شرعی اُس کے لائق ہوگی ہبہ مکہ دی اور زر ثمن معاف کر دیا اور اپنے خرچ و دفن کے لئے تیس روپیہ اپنی بیوی کے سپرد کر دئے اور وصیت کر دی کہ یہ روپے میری تجیز و تکفین میں خرچ کرنا اگر زیادہ ضرورت ہو تو میرے زیور سے کوئی چیز بیع کر ڈالنا اور ایک دکان جو میرے مال سے باقی ہے اس میں سے ڈھائی سو روپے جو مجھ پر قرض ہیں ادا کرنا اور کچھ مسجد وغیرہ میں خرچ کرنا اور میرے بھائیوں کو دینا اس وقت کسی شخص نے کہا تمہارے بھائی مسکین ہیں اور حاجت مند ہیں اہل کا حق پورا ادا کرنا خرچ مسجد وغیرہ سے اولیٰ ہے تو کہا جو شریعت سے ہو اور بہتر ہو بعدہ ہندہ نے ایک دختر اور تین برادر حقیقی اور ماں چھوڑ کر انتقال کیا اس صورت میں اشیائے منقولہ وغیرہ منقولہ کس طرح تقسیم ہونگی اور ہر ایک کو کتنا کتنا پہنچے گا اور وہ دستاویز جائز یا ناجائز اور بھائیوں کا حق پورا دیا جائیگا یا نہ اور خرچ تجیز و تکفین میں کیا داخل ہے؟ بینوا تو جروا۔

### الجواب

سائل مظهر کہ ہندہ نے اُسی حالت میں دو ایک روز بعد وفات پائی تو صورت مستفسرہ میں وہ

مرض بلا شبهہ مرض الموت تھا،

فی الدرامختار قیل مرض الموت ان  
لا یشخرج لحوادث نفسہ وعلیہ اعتمد فی  
التجربہ بزمانیۃ والمختار انہ ما کان الغالب  
منہ الموت وان لم یکن صاحب فراش  
قہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ۔

در مختار میں ہے کہا گیا ہے کہ مرض الموت یہ ہے کہ  
مریض اپنی حاجتوں کے لئے گھر سے نہ نکل سکے،  
اسی پر اعتماد کیا ہے تجربہ میں (بزازیب)، اور مختار  
یہ ہے کہ اس کے سبب سے غالب موت ہو اگرچہ  
وہ صاحب فراش نہ ہو۔ اور یہ بات قسمانی نے  
ذخیرۃ کے باب الہبہ سے نقل کی۔ (ت)

اگرچہ پوش و حواس بالکل صحیح ہوں کہ اختلال کچھ مرض الموت کے لئے شرط نہیں،

واللہم تکن تبرعاتہ نافذۃ فی الثلث  
موقوفۃ فی الزائد مثلاً بل بطلت عن  
آخرہا کما لا یخفی۔

ورنیوں نہ ہو گا کہ اس کے تبرعات ایک تہائی  
میں نافذ ہوں اور اس سے زائد میں موقوف  
ہوں، بلکہ یہ وصیت سرے سے ہی باطل ہوگی  
جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ (ت)

پس ہندہ نے جو مال اپنا اپنی دختر کو ہبہ کیا بشرطیکہ اپنی زندگی میں دختر کا قبضہ کاملہ کر دیا ہو  
اور جو کچھ اپنی ماں کے ماتھے بیجا اور وہ زر ثمن کہ ماں کو معاف کیا اور دکان باقی ماندہ سے بعد اداۃ قرض  
جو بھائیوں کو کچھ دینا کہا چاروں تصرف اجازت باقی ورثہ پر موقوف ہیں ہبہ بنام دختر میں مادر و برادران  
کی اجازت درکار ہے اور بیع و ہبہ ثمن بنام مادر میں دختر و برادران اور بھائیوں کو کچھ دینے کے باب  
میں مادر و دختر کی اجازت چاہئے جس تصرف کو باقی سبب ورثہ جائز رکھیں گے بشرطیکہ وہ عاقل بالغ ہوں  
پورا نافذ ہو جائے گا جیسے باقی ورثہ سے کوئی اجازت نہ دے بالکل باطل ہو جائے گا اور جسے بعض  
اجازت دیں بعض نہ دیں تو صرف اجازت دہندہ عاقل بالغ کے حصہ میں نفاذ پائے گا باقی کے حصہ  
میں باطل و بے اثر ہوگا تو جس چیز میں باقی سبب ورثہ کی اجازت معتبر شرعیہ ہوگئی وہ تمام و کمال اسی کو  
ملے گی جس کے نام ہندہ نے کر دی دوسری کے ورثہ اس میں سے اصلاً حصہ نہ پائیں گے اور کسی کی  
اجازت نہ ہوئی تو وہ کل ترکہ میں شامل کی جائے گی اور بعض کی ہوئی اور بعض کی نہ ہوئی تو اجازت  
نہ دینے والے اس میں سے حصہ پائیں گے اور دینے والوں کا حصہ اسے جس کے نام وہ چیز کی گئی تھی

اور بھائیوں کے نام وصیت میں کچھ دینا ہے جس کی مقدار ہندہ نے معین نہ کی تو اُن کی تعیین مقدار مادر و  
 دختر کے متعلق ہوگی اگر دونوں اس وصیت کو جائز رکھیں تو دونوں سے کہا جائے گا بنام وصیت جو  
 چاہو بھائیوں کو دے دو ترکہ میں ان کا حصہ شرعیہ الگ رہا اور اگر ایک اجازت دے اور دوسری  
 ناجائز رکھے تو اس دوسری کے حصہ پر اس وصیت کا کچھ اثر نہ ہوگا اجازت دینے والی سے کہا جائیگا  
 تو اپنے حصہ سے جو مناسب سمجھے بنام وصیت انھیں دے، اور ان سب صورتوں میں اجازت وہ  
 معتبر ہوگی جو بعد موت ہندہ واقع ہوئی مثلاً حیات ہندہ میں کسی تصرف کو کوئی وارث تسلیم کر چکا تھا  
 اس کی موت کے بعد اب جائز نہیں رکھتا تو وہ اجازت نہ دینا ہی ٹھہرے گا مگر بعد موت اجازت  
 دے کر پھر نے کا کسی کو اختیار نہیں مثلاً موت ہندہ پر کسی وارث نے اُن میں سے کسی تصرف کی  
 اجازت دے دی تو اس کی طرف سے اجازت ہوگئی اور اس کے حق میں نافذ ہو چکا اب اس سے  
 رجوع نہیں کر سکتا۔ رہی مسجد وغیرہ کے لئے وصیت جبکہ ہندہ نے اسے قائم نہ رکھا بلکہ کہہ دیا جو  
 شریعت میں بہتر ہو تو حکم شرع یہ ہے کہ تنہائی مال سے کم کی وصیت اگرچہ مستحب ہے مگر جب ورثہ  
 محتاج ہوں اور انھیں اس کے سزا کے ہر ایک کو اتنا نہ پہنچا ہو جو اسے غنی کرنے کی تو وصیت کا  
 ترک ہی اولیٰ ہے اور غنی ہونے کی مقدار یہ ہے کہ ہر وارث محتاج کو کم سے کم چار ہزار درہم کے قدر  
 مال پہنچے جو یہاں کے روپے سے گیارہ سو بیس روپے ہوتے ہیں پس اگر ہندہ کا مال جو شرعاً بعد  
 لحاظ مسائل مذکورہ بالا اس کا ترکہ قرار پائے بعد ادا کئے دین و اخراج وصیت دس ہزار اسی روپے  
 کی مالیت کا رہے تو وصیت بنام مسجد وغیرہ نافذ کی جائے گی اور اس کے مقدار کا بیان پانچوں ارثوں  
 کے متعلق ہوگا جو اُن کا بھی چاہے دے دیں جب اتنی مالیت قابل تقسیم ورثہ رہے تو ہر عصبائی کو  
 گیارہ سو بیس کا پہنچے گا جو اسے غنی کر دے گا اور ایسی حالت میں وصیت افضل ہے اور اگر اتنی مالیت  
 نہ بچے تو وصیت بنام مسجد وغیرہ منسوخ ہوگئی کہ اس صورت میں افضل ترک وصیت ہے اور تجہیز و تکفین  
 سے مصارف غسل و کفن و دفن بقدر سنت مراد میں فاتحہ درود کے خرچ اس میں شامل نہیں،

فی الدر المختار اعتاقہ و محاباتہ و ہبتہ و  
 وقفہ و ضمانہ کل ذلک  
 حکمہ حکمہ وصیۃ اللہ  
 و در مختار میں ہے مریض کا آزاد کرنا، بیع میں سہولت  
 برتنا، ہبہ کرنا، وقف کرنا اور اس کا ضامن ہونا  
 ان میں سے ہر ایک کا حکم وصیت کے حکم کی طرح ہے

فی رد المحتار قوله هبته اعم اذا  
اتصل به القبض قبل موته اما  
اذا مات ولم يقبض فتبطل الوصية  
لان هبة المريض هبة حقيقة  
وان كانت وصية حكما كما صرح  
به قاضيان وغيره عن المحکم اهـ -  
وفي الدر لا لوارثه الا باجائزته ورثته  
وهم كبار عقلاء فلم تجز اجائزته  
صغير ومجنون ولو اجابنا  
البعض ورد البعض جائزا على  
المجيز بقدر حصته اهـ  
وفيه وقف بيع المريض  
لو ارشاه على اجائزته الباقي  
وفي رد المحتار ولو بمثل  
القيمة وان مات منه و  
لم تجز الوارثه بطل  
فتح اهـ ، وفي الدر و  
لا تعتبر اجائزتهم حال حياته  
اصلا بل بعد وفاته اهـ

رد المحتار میں ہے کہ ماتن کا قول "اس کا ہبہ کرنا"  
اس کا مطلب یہ ہے کہ موت سے پہلے اس پر قبضہ  
ہو جائے، لیکن اگر وہ مر گیا اور قبضہ نہ کیا تو وصیت  
باطل ہو جائے گی کیونکہ مریض کا ہبہ درحقیقت  
ہبہ ہے اگرچہ حکماً وصیت ہے جیسا کہ قاضیان  
وغیرہ نے مکی کے حوالے سے اس کی تصریح کی الخ  
رد مختار میں ہے کسی وارث کے لئے وصیت جائزہ  
نہیں سوائے دوسرے وارثوں کی اجازت کے  
اس حال میں کہ وہ بالغ اور عاقل ہوں، لہذا  
نابالغ اور مجنون کی اجازت جائزہ نہیں۔ اگر بعض  
وارثوں نے اجازت دی اور بعض نے رد کر دیا  
اجازت دینے والے پر اس کے حصہ کے برابر جائزہ  
ہے اہ اسی میں ہے کہ مریض کی بیع کسی وارث  
کے لئے باقی وارثوں کی اجازت پر موقوف  
ہوگی، رد المحتار میں ہے اگرچہ مثلی قیمت کے  
ساتھ ہو، اگر وہ مر گیا اور وارثوں نے اجازت  
نہیں دی تو وہ بیع باطل ہوگی، فتح اہ۔ رد مختار  
میں ہے کہ اس کی زندگی میں وارثوں کی اجازت  
بالکل معتبر نہیں بلکہ اس کی وفات کے بعد اہ

۴۳۵/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	۱۰ رد المحتار کتاب الوصایا باب العتق فی المرض
۳۱۹/۲	مطبع مجتبائی دہلی	۱۱ الدر المختار
۳۲/۲	" " "	۱۲ کتاب البیوع فصل فی الفضولی
۱۳۹/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	۱۳ رد المحتار
۳۱۴/۲	مطبع مجتبائی دہلی	۱۴ الدر المختار کتاب الوصایا





اربعة آلاف درهم على ماری عن الامام  
اویرث عشرة آلاف درهم على ماری  
عن الفضلی القمستانی عن الظهیریة و  
اقتصرا لاتقانی علی الاول اه وفي الدر  
وللموصی الرجوع عنها بقول صریح او  
فعل الخ وفي الطحاوی علی الدر  
التجهیز لایدخل السبع والصمدیة  
والجمع والموائیلان ذلك لیس من  
الامور اللازمة الخ۔

مستغنی نہ ہونے کی صورت میں وصیت کو ترک کرنا  
مستحب ہے کیونکہ اس صورت میں ترک وصیت  
صلہ رحمی اور صدقہ ہے اھ۔ ردالمحتار میں ہے  
ان کے غنی ہونے کی صورت یہ ہوگی کہ ہر ایک دن  
میں سے چار ہزار درہم کا وارث بنے جیسا کہ  
امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ سے منقول ہے، یا دس ہزار  
درہم کا وارث بنے جیسا کہ امام فضلی قمستانی  
سے بحوالہ ظہیریہ منقول ہے، اتقانی نے قول اول  
پر اقتصار کیا اھ۔ درمختار میں ہے کہ موصی کو وصیت

سے رجوع کا اختیار ہے چاہے صریح قول کے ساتھ رجوع کرے یا فعل کے ساتھ الخ۔ درمختار کے  
حاشیہ طحاوی میں ہے کہ دعا و درود، ختم قل و چلم، لوگوں کا اجتماع اور کھانے کا اہتمام وغیرہ  
تجہیز میں داخل نہیں کیونکہ یہ امور لازم میں سے نہیں الخ۔ (ت)

ان سب مسائل مذکورہ کے بعد جو مترکہ ہندہ ٹھہرے بعد خرج تجہیز و تکفین و ادائے دین و اجزاء وصیت  
پر تقدیر عدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی المذکورین اٹھارہ سهام پر منقسم ہو کر تین سہم مادر اور نو دختر  
اور دو دو ہر برادر کو ملیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ مری اس نے  
اپنی حیات میں وصیت کی کہ میرا جو کچھ ہے وہ سب راہ خدا یعنی تعمیر مسجد وغیرہ میں خرچ کیا جائے۔ اب  
از روئے شرع کے جو حکم ہو وہ کیا جائے اور اس کے وارثوں میں ایک زوج اور دو دختر اور ماں باپ  
اور ایک بہادر اور ایک ہمیشہ اس نے چھوڑی اور زیور ساختہ زوج کا وہ زوج کے پاس ہے کس کا  
حق قرار پائے گا۔ بتینوا تو جروا۔

## الجواب

سائل مظهر کہ ان وارثوں میں دونوں لڑکیاں نابالغ ہیں اور زیور کہ زوج نے بنایا صرف پہننے کو

۱۔ ردالمحتار	کتاب الوصایا	دار احیاء التراث العربی بیروت	۴۱۸/۵
۲۔ الذم المختار	کتاب الوصایا	مطبع مجتہبی دہلی	۳۱۹/۲
۳۔ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار	کتاب القرائض	المکتبۃ العربیہ کوئٹہ	۳۶۶/۴

دیا تھا عورت کو ہبہ نہ کیا تھا نہ وہاں تملیک کا عرف ہے، بلکہ یونہی پہنے کو بنا دیتے ہیں۔ پس صورتِ مستفسرہ میں اگر سب بیان واقعی ہیں تو زیور ساختہ زوج ملک زوج ہے اس میں ورثہ زوجہ کا کچھ حتی نہیں اور مرقہ عورت سے اگر اس پر کوئی دین ہوا دیا جائے اس کے بعد جو باقی بچے اس کا ایک ثلث تعمیر مسجد وغیرہ میں حسب وصیت صرف کر دیں اگرچہ ورثہ راضی نہ ہوں دو ثلث کو باقی رہے اس کی تقسیم بر تقدیر عدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی المذکورین پندرہ سهام میں سے زوج کے تین ماں باپ کے دو دو، ہر دختر کے چار چار اور برادر و خواہر کا کچھ نہیں پھر ایک ثلث میں وصیت نافذ کرنے کے بعد دو ثلث باقی ماندہ سے دونوں بیٹوں کا حصہ تو ضرور ہے دیا جائے گا کہ بوجہ نابالغی ان کے حق میں وصیت کسی طرح عمل نہیں کر سکتی باقی تینوں وارثوں میں جو شخص وصیت کی اجازت نہ دے اس کا حصہ اسے دیا جائے گا اور جو جائز رکھے اس کا حصہ بھی وصیت کے مطابق صرف کر دیا جائیگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۸۔ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمیٰ محبوب علی نے اپنی حالتِ صحت و نفاذِ تصرفات میں اپنی جائیداد کو موقوفہ اپنی زوجہ ہندہ کے نام بعوض اُس کے دین مہر کے منتقل کر دی بعدہ محبوب علی کا انتقال ہوا، اب ہندہ نے اسی حالت میں کہ اُسے مرضِ فالج ہو چکا تھا جسے ایک سال سے زائد گزرا اور اب کوئی حالت اس کی ترقی روزانہ اور اس سے غلبہ خوفِ ہلاک کی نہ تھی بلکہ مزمن ہو چکا تھا وہ جبائداد اپنے شوہر کے بھانجے کو اُس کے حسنِ خدمت کے صلہ میں ہبہ کی اور شرعی اور نیز قانونی تکمیل کر دی، ہندہ ہنوز زندہ ہے، اب زید کہ محبوب علی کے چچ کی اولاد میں اور اس کا عصبہ ہے اس ہبہ پر فرض ہوتاؤ جائیداد میں اپنا حصہ بتاتا ہے اس صورت میں اُس کا یہ دعویٰ مسموع اور ہبہ مذکورہ باطل و مرفوع ہو گا یا نہیں؟ بتینا تو جہر و ا۔

## الجواب

صورتِ مستفسرہ میں ہبہ مذکورہ تام و کامل اور دعویٰ زید نامسموع و باطل، محبوب علی نے جو جائیداد اپنی صحت میں اپنی زوجہ کو بعوض دین مہر دے دی محبوب علی و ورثہ محبوب علی کو اس سے کچھ تعلق نہ رہا، ہندہ اس کی مالک مستقل ہو گئی مالک کو اختیار ہے کہ اپنی صحت میں اپنا مال جسے چاہے دے دے کسی کو اس پر اعتراض نہیں پہنچتا، زید اگرچہ بذریعہ وراثت محبوب علی مدعی ہے تو وراثتِ محبوب علی کو مالِ ہندہ سے کیا علاقہ، اور اگر وہ ہندہ کا بھی وارث شرعی اور اس بنا پر مدعی ہے تاہم حیاتِ مورث میں دعویٰ وراثت کیا معنی، ہاں اگر کوئی شخص مرضِ موت میں اپنا مال کسی کو ہبہ کرے

تو وہ بہرہ بمنزلہ وصیت ہوتا ہے جس کا اثر یہ کہ بعد موت واپس اُس کے ورثہ کو ثلث کو کل مرثوہ واپس کے لحاظ سے اگر بہرہ میں کچھ زیادت ہوئی ہو تو صرف اس مقدار زائد میں اختیار اعتراض ہے زندگی واپس میں یہ اعتراض بھی نہیں پہنچتا کہ ابھی اُس مرض کا مرض ہونا ہی معلوم نہیں، کیا معلوم کہ شفا ہو جائے تو مرض موت نہ رہے کہ مرض موت تو وہ مرض مہلک ہے جس میں موت واقع ہو جائے معہذا حیاتِ مرث میں اس کے ثلث مال کی تعیین بھی ناممکن جس سے خیال کر سکیں کہ یہ بہرہ اُس حد کے اندر یا اس سے زائد ہے، کیا معلوم کہ جو مال اب ہے اس سے زائد اُسے کسی وجہ سے اور حاصل ہو جائے کہ جسے اس وقت ثلث سے زائد تصور کرتے ہیں ثلث سے کم رہ جائے، پھر ہندہ کا مرض مذکور کو مرض موت کی اصل جنس ہی سے خارج کہ جو مرض مزمن ہو جائے وہ مرض موت نہیں رہتا اگرچہ اس میں موت واقع ہو۔ بالجلہ دعویٰ زید اصلاً کسی طرح کوئی وجہ صحت نہیں رکھتا۔ درمختار کتاب الاقرار میں ہے:

تصرفات المريض نافذة وانما تنقض  
بعد الموت ۱۰  
مریض کے تصرفات نافذ ہوتے ہیں البتہ موت کے بعد وہ ختم ہو جاتے ہیں (ت)

ہدایہ میں ہے:

لا معتبر باجازتهم في حال حياته لانها  
قبل ثبوت الحق اذا الحق يثبت  
عند الموت ۱۱  
عالمگیری میں ہے:

يعتبر كونه وارثا او غير وارث وقت الموت  
لا وقت الوصية ۱۲  
وارث ہونے یا نہ ہونے کا اعتبار موت کے وقت ہوتا ہے نہ کہ وصیت کے وقت۔ (ت)

هبة مقعد وفاليج ومسلول من كل  
ماله ان طالت مدته سنة ولم يخف  
مقعد، مفلوج اور بسل کے مریض کا بہرہ کل مال میں نافذ ہوتا ہے جبکہ بیماری سال تک لمبی ہو گئی اور

۱۳۷/۲	مطبع مجتہبی دہلی	باب اقرار المریض	لے الدر المختار
۶۵۱/۲	مطبع یوسفی لکھنؤ	کتاب الوصایا	لے الہدایہ
۹۰/۶	نورانی کتب خانہ پشاور		لے الفتاویٰ الہندیہ



موتہ منہ لانہا امراض مزمنۃ اللہ ملخصاً موت کا خوف اس بیماری سے نہ رہا ہو کیونکہ یہ لمبی بیماریاں ہیں اہل تخصیص (ت)

رد المحتار میں ہے :

المراد من الخوف الغالب منہ لانفس الخوف کفایۃ۔ نفس خوف سے مراد خوف کا غالب ہونا ہے نہ کہ نفس خوف، کفایۃ۔ (ت)

اُسی میں ہے :

المانع من التصرف مرض الموت وهو ما یكون سبباً للموت غالباً وانما یكون كذلك اذا کان بحیث یزداد حالاً فحالا الی ان یكون اخره الموت۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

تصرف سے مانع مرض الموت ہے اور وہ غالباً موت کا سبب ہوتی ہے۔ اور بیشک ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ بیماری دن بدن بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی انتہا موت پر ہوتی ہے۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۹ ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ مرسلہ حلیل احمد صاحب پتلی بھیت محلہ پکریا کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی جائیداد سے بقیہ حیات اپنے عمرو کے واسطے اور بعد انتقال عمرو کی زوجہ کے واسطے مبلغ دو روپیہ مشاہرہ مقرر کیا تھا بقضائے الہی زید اور عمرو نے انتقال کیا اور زوجہ عمرو متوفی موجود ہے اس حالت میں زوجہ مذکورہ اس مشاہرہ مقررہ کی جو زید نے یعنی بقیہ حیات مقرر کیا تھا شرعاً و شرعاً زید سے مستحق پانے کی ہے یا نہیں؟

### الجواب

سائل منظرہ کہ بعد انتقال سے مراد بعد انتقال عمرو ہے تو یہ وصیت نہ ہوئی فان الوصیت انہا تكون مضافۃ الی ما بعد الموت (کیونکہ وصیت تو موت کے مابعد کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ ت) بلکہ صرف اپنی زندگی تک ایک تبرع کا وعدہ تھا ولا جبر علی تبیع ولا علی وفاء وعد (تبرع اور وعدہ پورا کرنے پر جبر نہیں ہوتا۔ ت) اور سائل منظرہ کہ زید نے اپنی حیات تک وعدہ وفا بھی کیا انتقال عمرو

۳۲۰/۲	نورانی کتب خانہ پشاور	کتاب الوصایا	الدر المختار
۴۲۳/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	رد المحتار
۴۲۳/۵	"	"	"

سے پیشتر ہوا، غرض صورت مذکورہ میں خواہ و فائے وعدہ ہو یا نہ ہو ازوجہ عمر و اس مشاہرہ کا مطالبہ نہ ورثائے زید سے کر سکتی ہے نہ ترکہ زید سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲ مسئلہ نواب محمد میاں خاں صاحب ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک موضع کی نسبت وصیت کی کہ میرے باپ کے اور میرے وقت سے جو جو جس جس کا مقرر ہے وہ اس کی توفیر سے ادا ہوتا رہے خالہ نے موضع مذکور کا ٹھیکہ لیا اور تین برس تک حقوق مستحقین کو نگاہ رکھا اب اس نے بالکل بند کر لیا شرعاً خالہ کا زندہ زید کو ایسا اختیار حاصل ہے یا نہیں؟ اور وصیت مذکورۃ الصبر شرعاً درست ہے یا نہیں؟ بیٹنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

وصیت جبکہ ثلث کل متروکہ موصی بعد اداء اسے دین سے زائد نہ ہو تو واجب النفاذ ہے وارث بھی اسے بند نہیں کر سکتے نہ کہ کارندہ یا ٹھیکیدار تو کل موضع مذکور اگر ثلث متروکہ زید سے زائد نہیں تو یہ وصیت بتمامہا ہمیشہ نافذ رہے گی۔

فی التویر تجوز بالثلث للاجنبی وان لم یجوز الوارث ذلك آھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تویر میں ہے اجنبی کے لئے ایک تہائی میں وصیت جائز ہے اگرچہ وارث اس کی اجازت نہ دے

واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۱ از کھنؤ محمود نگر اصح المطابع مسئلہ مولوی محمد عبد العلی صاحب مدراسی ۱۸ صفر ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کچھ روپے اور بعض چیزیں اپنی بہن کو دے کر یہ کہا کہ اسے اپنے پاس رکھو یا تو وقتاً فوقتاً ہم لے لیا کریں گے یا اگر ہمارا انتقال ہو گیا تو تم اس کو ہمارے نام پر صدقہ کر دینا ہم کو تم سے امید ہے کہ تم ہمارے بعد صدقہ کر دو گی بخلاف باپ کے کہ ان سے امید نہیں اس کے بعد وہ شخص کچھ دن پیچھے مر گیا اب وارث اس کی بی بی اور اس کا باپ ہے تو آیا بہن حسب وصیت بھائی کے ان روپوں اور چیزوں کو بلا اطلاع ورثہ صدقہ کرے یا ورثہ کے حوالے کرے خواہ وہ صدقہ کریں یا نہ کریں مگر امید صدقہ کی نہیں پائی جاتی۔ بیٹنوا توجروا۔

## الجواب

اگر وہ مال کل متروکہ شخص نہ ہو بعد ادا کے مہر و دیگر دیون کے ثلث سے زائد نہیں تو وصیت بلا اجازت ورثہ نافذ ہے بہن کہ وصیہ ہے بلا اطلاع ورثہ صدقہ کر سکتی ہے اور اگر زائد ہے تو صرف قدر ثلث تصدق کر سکتی ہے زیادہ میں حاجت اجازت ورثہ ہے اگر اجازت نہ دیں قدر زائد انھیں واپس دے اور اگر مہر یا اور کوئی دین تمام ترکہ کو محیط ہے تو وصیت اصلاً نافذ نہیں سب مال دین میں دیا جائے گا مثلاً مورث نے تین سو روپے کا مال وصیہ کے پاس رکھوایا اور سات سو روپے کا اور متروکہ ہے اور اس پر مہر وغیرہ کوئی دین نہیں تو ظاہر ہے کہ تین سو روپے ہزار روپے کے ثلث سے کم ہیں یا اس صورت میں مثلاً سو روپے کا مہر وغیرہ دین ہے تو ہزار میں سے دین کے تنوں کی کوئی سو روپے یہ تین سو روپے ان کے ثلث سے زائد نہیں ان دونوں صورتوں میں پورا تین سو کا مال بہن تصدق کر دے اور اگر مہر وغیرہ دیون کی مقدار چار سو روپے ہے تو بعد ادا کے دیون چھ سو بچیں گے تین سو میں اس کے ثلث سے سو روپے زائد ہیں لہذا دو سو تصدق کرے اور سو کا تصدق اجازت ورثہ پر موقوف ہے اور اگر ہزار روپے یا اس سے زائد مقدار مہر و دیون ہے تو کچھ تصدق نہ کرے سب ان کی ادا میں صرف کیا جائے۔

والاحکام کلہا واضحة جلیہ معلومة      اور احکام تمام کے تمام واضح، روشن، معلوم اور  
متداولہ فی عامة الكتب الفقہیہ -      فقہ کی عام کتابوں میں موجود ہیں۔ واللہ سبحنہ  
واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔      وتعالیٰ اعلم (ت)

۲۲ صفر ۱۳۱۲ھ

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس ماضی روپے بکری کے جمع ہیں اور بکر مر گیا اور اس کی وارث ایک بی بی ہے کہ اس نے اب دوسرا نکاح کر لیا ہے اور ایک بھائی حقیقی اور دو بھائی چچ زاد ہیں تو ہر ایک کو اس میں سے کس قدر حصہ ملنا چاہئے اور سوائے اس کے ارادہ بکر کا جج کا تھا اور جج اس پر فرض بھی تھا لیکن مرتے وقت کوئی وصیت اس روپے کی بابت نہیں کی تھی سو اس صورت میں زید اگر چاہے تو اس کی طرف سے جج بھی کرا سکتا ہے یا نہیں فقط مکر یہ کہ مرتے وقت بکر کے حواس بھی درست نہیں تھے۔ بینوا تو جبردا

## الجواب

زید کو اس روپے میں کسی تصرف کا اختیار نہیں کہ وہ امانت دار تھا اب اس امانت کے مالک وارثان بکر ہوئے زید پر واجب ہے کہ سب روپے انھیں واپس دے۔

قال الله تعالى ان الله يا مكرم ان تؤدوا الامانات الى اهلها  
(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) بیشک اللہ عزوجل حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچا دو۔

روپے اور جو کچھ ترکہ بکر ہو بر تقدیر عدم موانعات ارث و انحصار ورثہ فی المذکورین و تقدیم دین و مہر و وصیت چار سہم پر منقسم ہو کر ایک سہم اس کی زوجہ اور تین حقیقی بھائی کو پہنچیں گے چھپازاد بھائیوں کا کچھ حق نہیں، نکاح ثانی کر لینا عورت کے مہر یا میراث کو ساقط نہیں کرتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے وقت فوت گواہوں کے روبرو کہا کہ میرا کچھ قرض میری بہنوں پر آتا ہے وہ میں نے بعوض اُن کے حصے کے اپنے ترکہ میں معاف کیا اب وارث میری صرف دو دختر ہیں بعد چاروں وارث اپنے چھوڑ کر فوت ہوا، اس صورت میں ترکہ اس کا کس طرح منقسم ہوگا؟ بتینوا تو جروا۔

### الجواب

تخارج وغیرہ کوئی عقد نسبت ترکہ کہ حیاتِ مورت میں ہو صحیح نہیں تو یہ قول زید کا کائن لہو یکن (نہ ہونے کے برابر ہے۔ ت) اب اگر خواہری اس کی اس بات پر راضی ہو جائیں کہ بدلہ قرضہ کے ترکہ سے دست بردار ہوں تو سب ترکہ زید بالمتا صفہ اس کے دختروں کو پہنچے گا اور خواہروں کو کچھ نہ ملے گا اور اگر نہ راضی ہوں تو کل ترکہ مع اس قرضہ کے جو خواہروں پر ہے بر تقدیر صدقِ مستفتی وعدم موانع ارث و تقدیم امور کا دار الدین و اجراء الوصیہ و انحصار ورثہ فی المذکورین چھ سہام پر منقسم ہو کر دو دو سہم دختروں اور ایک ایک خواہروں کو ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر یتامی کے اولیاء و اوصیاء اُن کے مال سے قدرے شیرینی وغیرہ کوئی چیز ہدیہ کسی کو بھیجیں تو اُسے لینا جائز یا ناجائز؟ اور اگر بغرضِ تالیفِ قلوب و محاببت یا بکبت قرابت رحمی اس شرط پر لے کہ اتنا ہی یا اس سے زیادہ معاوضہ کروں گا تو کیا حکم ہے؟ بتینوا تو جروا۔



## الجواب

وہ ولی جسے مالِ یتیم میں تصرف جائز ہو تین ہیں، باپ کا وصی، دادا اور دادا کا وصی۔ ان کے سوا اور اقارب اگرچہ مادر و برادر و عم و خواہر ہوں انھیں راساً تصرف فی المال کا اختیار نہیں۔  
فی الدر المختار ولیہ احد اربعۃ الاب  
ثم وصیہ ثم الجد ثم وصیہ اھ  
در مختار میں ہے اس کا ولی چار میں سے کوئی ایک ہو گا باپ پھر اس کا وصی۔ داد پھر اس کا وصی اھ تلخیص۔ (ت)

اب رہے اولیائے ثلثہ انھیں بھی یہ مجال نہیں کہ مالِ یتیم کسی کو بخش دیں یا ہدیہ دیں یا کسی طرح کا تبرع اس سے عمل میں لائیں نہ ہمدی الیہ یا مہوب لہ کو اس کا لینا جائز، اگرچہ ہزار قرابت رحمی رکھتا یا تالیف و محابت کا قصد کرتا ہو۔

قال تبارک وتعالیٰ ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلماً انما یاکلون فی بطونہم نارا و سیمولون سعیراً  
(اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا) جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں یونہی کھانے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں اور جلد پٹھیں گے دہکتی آگ میں (ت)  
اور شرط عوض بھی کچھ نافع نہیں کہ ہبہ بشرط العوض اگرچہ انجام میں نہ ہو جاتی ہے مگر ابتداءً ہبہ ہے اور وہ یہاں محض ناجائز، یہاں تک کہ ہمارے امام کے نزدیک باپ کو بھی اختیار نہیں کہ اپنے نابالغ بچے کا مال بشرط عوض کسی کو دے۔

فی الدر المختار من الہبۃ عن الخانیۃ لایجوز ان یرهب شیئاً من مال طفله ولو بعوض لانہا تبوع و فیہ ایضاً لایخفی ان ما هو تبوع ابتداءً ضار فلا یصح باذن ولی الصغیر کقرض اھ۔  
در مختار کے باب الہبہ میں خانیہ سے منقول ہے کہ باپ کو یہ جائز نہیں کہ اپنے نابالغ لڑکے کے مال سے کچھ ہبہ کرے اگرچہ اس پر کچھ بھی لے کیونکہ یہ تبرع ہے۔ اسی میں یہ بھی ہے پوشیدہ نہ رہے کہ جو ابتداءً کے اعتبار سے تبرع ہو وہ ضرر چنانچہ ولی صغیر کی

ابازت صحیح نہیں ہو سکتا جیسے قرض اھ (ت)

۱۶۰/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب الہبہ	۱۱۱۱ المختار
۱۶۰/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب الہبہ	۱۱۱۱۱۱ آن الکریم
۲۰۳/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب الماذون	۱۱۱۱ المختار
			۱۱۱۱

البتہ اگر وصی یتیم مال یتیم کو ان لفظوں سے ہدیہ کر دے کہ میں نے یہ چیز تجھے بعوض اتنے مال کے ہدیہ دی اور اس مال کی تعین و تبیین کرے اور مہدی لہ قبول کرے اور وہ یعنی جسے ہدیہ دیا گیا نہ میت کا وارث ہو نہ اس وصی کا ایسا قریب کہ اس کی گواہی اس کے لئے جائز ہو یعنی اصول و فروع ماں باپ دادا دادی نانا نانی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نو اسانوا سہی، تو یہ صورت جائز ہے بشرطیکہ اس میں غبن فاحش نہ ہو کہ ہبہ بالعوض ابتداءً و انتہاءً ہر طرح بیع ہے اور بیع وصی بشرط مذکورہ روا۔

فی الدر المختار المہبتة بشرط العوض المعین فہمہبتة ابتداءً و بیع انتہاءً و هذا اذا قال و هبتك على ان تعوضني كذا اموال وقال و هبتك بكذا فہو بیع ابتداءً و انتہاءً و قيد العوض بكونه معینا لانه لو كان مجهول بطل اشتراطه فيكون هبة ابتداءً و انتہاءً ملخصاً و فی تنویر الابصار صحیح بیعہ و شراءه من اجنبی بما یتغایب الناس اھ فی رد المختار قوله من اجنبی ای عن المیت وعن الموصی فلو باع ممن لا تقبل شہادته او من وارث المیت لا یجوز۔  
غبن کے ساتھ صحیح ہے جتنا لوگوں میں چلتا ہے اھ، رد المختار میں ماتن کے قول "من اجنبی" کے تحت مذکور ہے یعنی وہ میت اور وصی سے اجنبی ہو۔ اگر ایسے کے ہاتھ بیچا جس کی شہادت وصی کے حق میں مقبول نہیں یا میت کے وارث کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں (ت)

۱۶۴/۲	مطبع مجتبائی دہلی	باب الرجوع فی الہبہ	۱	لہ الدر المختار کتاب الہبہ
۳۳۷/۲	" " "	باب الوصی	۲	لہ کتاب الوصایا
۴۵۳/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	" " "	۳	لہ رد المختار

## مسئلہ ۱۲۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ محمد یوسف کی حیات میں اس کی زوجہ نے انتقال کیا ایک پسر اور ایک دختر وارث چھوڑے، مہر اس کا ذمہ محمد یوسف کے رہا، محمد یوسف نے نکاح ثانی کیا طرفداران زوجہ ثانیہ نے محمد یوسف کے مرض موت میں سب مال و اسباب اُس کا بنام زوجہ ثانیہ محمد یوسف کے لکھوا کر رجسٹری کرادی وہ عورت اب اس پر قابض ہے، اس صورت میں شرعاً وہ تحریر محمد یوسف کی بنام زوجہ ثانیہ جائز ہے یا نہیں اور مہر زوجہ اولیٰ کا ترکہ محمد یوسف سے جس پر زوجہ ثانیہ قابض ہے ادا کیا جائے گا یا نہیں اور اس کے پسر و دختر کو بھی اُس میں سے کچھ ملے گا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

## الجواب

وہ عقد کہ محمد یوسف سے اُس کے مرض موت میں صادر ہوا اگر ہبہ نہیں تو بدون اجازت اور وارثوں کے صحیح نہیں کہ ہبہ مرض موت کا مثل وصیت کے ہے اور وصیت وارث کے لئے وقت وجود دیگر ورثہ کے بلا اجازت اور وارثوں کے نافذ نہیں،

فی فتاویٰ قاضی خان لان حجة المریض  
وصیة والوصیة للوارث باطل یہ  
فتاویٰ قاضی خان میں ہے مرض کا ہبہ کرنا  
وصیت ہے اور وارث کے لئے وصیت  
باطل ہے۔ (ت)

اور اگر بیع ہے تو یا کم قیمت کو ہے پس وارث سے بغیر اجازت اور ورثہ کے اتفاقاً یا قیمت مساوی کو ہے تو مذہب امام اعظم میں خلاف الصالحین جائز نہیں بہر تقدیر جب یہ عقد ناجائز بٹھرا تو اول مہر زوجہ اولیٰ اور اسی طرح ثانیہ کا، اگر ثابت ہو تو ترکہ سے علی السوئے اگر برابر ہوں ورنہ رسدی ادا کیا جائیگا مابقی بر تقدیر عدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی المذكورین و تقدیم باقی امور مقدمہ علی المیراث کا جواز الوصیۃ و ادار الدین چوبیس سہام پر منقسم ہو کر تین سہام زوجہ ثانیہ کو اور چودہ پسر اور سات دختر کو پہنچیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (سوال دستیاب نہ ہوا)

## الجواب

صورت مسئلہ میں اگر محب اللہ کا اپنی بیعتی کے لئے یہ الفاظ کہنا اور وصیت کرنا ثابت ہو تو در صورت عدم اجازت ورثہ بر تقدیر صدق استفتاء و عدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی المذكورین بعد

ادائے قرض و مہر و جہر اگر ذمہ محب اللہ ہوں جو مال باقی بچے گا اس کا تہائی جگا کوٹے گا اور دو تہائی باقی چار سہام منقسم ہو کر ایک سہم العجوبہ اور تین چھدا کو پہنچیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مثلاً ۱۲۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی جائداد سے ایک حقیقت کی بنام اپنی نواسی سلمیٰ بنت لیلیٰ اور ایک حقیقت اور پانچ روپیہ یا ہوا رٹا کرنے کی اپنے پانچ بھتیجیوں کے نام وصیت کی، اور ایک بیٹی لیلیٰ اور پھر پانچ بھتیجے حقیقی اور ایک بھتیجی علاقائی اور بھانج اور بھتیجیاں اور ایک بھائی کہ پہلے سے مفقود الخیر ہے وارث چھوڑ کر انتقال کیا، اس صورت میں ترکہ اُس کا شرعاً کس طرح منقسم ہوگا اور برادر مفقود کے لئے اگر کچھ حصہ امانت رکھا جائے گا تو وہ حصہ اس کی بی بی بیٹی کے قبضہ میں دے دیں گے یا کیا؟ بینوا تو جبروا۔

## الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اول ہندہ پر جو دین ہوا دیا جائے بعدہ جو باقی بچے اس کے تین حصے مساوی کئے جائیں کہ ایک حصہ میں دونوں جائداد موصیٰ مباحین کی وصیت بنام سلمیٰ و خیر لیلیٰ و بنام برادر زادگان ہوئی ہے داخل ہوں اور اس حصہ کا نام ثلاثت وصیت رکھیں دو ثلث باقی ماندہ سے بالفعل ایک ثلث لیلیٰ کو دے دیا جائے اس کا نام "ثلث وراثت" فرض کیجئے تیسرا حصہ کہ باقی رہا اسے "ثلث موقوف" سے نامزد ٹھہرائیے، اب ثلث وصیت ہے کہ حسب اظہار زبانی سائل ان وصایا کے لئے کافی بلکہ زائد ہے جس قدر جائداد کی وصیت بنام سلمیٰ بنت لیلیٰ کی ہے بالفعل اس کا نصف سلمیٰ کو دیا جائے باقی کل جائداد تاں ظہور حیات مفقود کسی ایسے امین دیانتدار کے ہاتھ میں امانت رہے جس سے کسی طرح اس میں تصرف بے جا اور ایک پیسہ ناحق لینے کا گمان نہ ہو۔

قال العلامة البدرا العینی رحمۃ اللہ علیہ  
فی البتایۃ ویوضع علی ید عدل الی  
ان یظہر المستحق ینالہ  
علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا بتایہ میں ہے  
کہ مستحق کے ظاہر ہونے تک اُس کو کسی عادل  
کے قبضہ میں رکھ دیا جائے گا۔ (ت)

اب اس امین کے ہاتھ میں ثلث موقوف تو تمام و کمال ہے اور ثلاث وصیت سے نصف وصیت سلمیٰ بحال کر باقی ماندہ اُس کی امانت میں ہے اس باقی ماندہ کی جائداد تین نواسیوں پر ہے،



ایک تو وصیت سلمیٰ کا نصف ثانی، اسے حصہ نمبر اول کہئے۔

دوسری جائیداد وصیت شدہ بنام برادر زادگان، اسے حصہ نمبر دوم ٹھہرائیے۔

تیسرے پارہ حال تعیین وصیت ہے، اسے حصہ نمبر سوم قرار دیجئے۔

تو امانت امین میں چار قسم کی جائیداد ہوتی، تینوں حصے یہ اور ایک ثلث موقوف بالا شتر اک، اب یہ امین فصل بفصل ان چاروں قسم کی جائیداد کا حساب دخل و خرچ بعد اہل التفصیل وار لکھتا رہے اور ہر حصہ کا خرچ و مالگزاری اُسی کی آمدنی سے نکالے جو پس انداز ہو اسے تفریق سے جمع کرتا رہے یہاں تک کہ مفقود کا حال ظاہر ہو یا شرع اُس کے حق میں کچھ حکم فرمائے اور ظہور حال مفقود کی نسبت دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اس کی زندگی بعد موت ہندہ کے ثابت ہو اگرچہ اس کے بعد ایک آن جی کر انتقال کر گیا یا اب تک زندہ ہو۔

دوسرا یہ کہ ہندہ سے ایک آن پہلے سے اُس کی وفات تحقیق ہو اس قدر زمانہ تک اُس کا کچھ حال مرنے جینے کا نہ کھلے کہ اس کے شہر وطن میں اس کے ہم عمروں سے کوئی زندہ نہ رہے اس وقت ایک شخص کو پنچ قرار دے کہ مقدمہ اس کے حضور پیش کریں اور وہ بوجہ مرور مدت مذکور اُس کی موت کا حکم کر دے (پچھلی صورت میں) تو کچھ وقت نہیں ثلث وصیت کا حصہ نمبر اول اور اُن تک جو اس حصہ کے واصلات ہوں سب سلمیٰ کو دے کہ اس کی وصیت پوری کر دی جائے، اور بھتیجے اس صورت میں حکم وصیت کچھ نہ پائیں گے کہ جب مفقود کا انتقال ہندہ سے پہلے ٹھہرا تو یہ وارث ہوئے اور وارث کے لئے وصیت بے اجازت دیگر ورثہ باطل، پس بعد اداے دین و اخراج وصیت سلمیٰ جس قدر متروکہ ہندہ باقی رہے مع ثلث وراثت و ثلث موقوف و واصلات حصہ ۱ و حصہ ۲ و واصلات ثلث موقوف سب بر تقدیر عدم موانع ارث و انحصار وراثت فی المذکورین دس سہم منقسم ہو کر پانچ سہم لیلیٰ اور ایک ایک بہر برادر زادہ حقیقی کو دیا جائے (اور پہلی صورت پر) یعنی جبکہ بعد ہندہ مفقود کا زندہ رہنا ثابت ہو اس تقدیر ثلث موقوف مع اس کے واصلات کے مفقود یا اس کے ورثہ کو دے دیا جائے اور ثلث وراثت تو لیلیٰ نے پہلے ہی پالیا تھا باقی رہا ثلث وصیت اس میں سے حصہ نمبر دوم مع واصلات اور بھتیجوں کو دے دیا جائے اور حصہ ۱ و ۲ بدستور امین کے ہاتھ میں رہیں اور اُن کی واصلات جمع شدہ سے روز موت ہندہ سے آج تک حساب پانچ روپیہ ماہواری کا لگا کر جو روپیہ حساب سے نکلے بھتیجوں کو دیا جائے اور زر واصلات سے جو باقی بچے دستِ امین میں رہے اور ہمیشہ ان دونوں حصص کی توقیر سے پانچ روپیہ ماہوار بھتیجوں کو دیا کرے اگر کمی پڑے تو واصلات باقی ماندہ سے پورا کرے اور پنچ رہے تو اپنے پاس امانت رکھے

یہاں تک کہ پانچوں اپنی اپنی اجل کو پہنچ کر انتقال کر جائیں اور ان میں سے جو گزرتا جائے اس کا حصہ ماہوار اس کے وارثوں کو نہ ملے بلکہ وہ پورا پانچ روپیہ مشاہرہ باقی ماندہ بھتیجیوں میں بٹا رہے یہاں تک کہ اگر ان میں سے ایک بھی باقی رہے تو وہی پانچ روپیہ بالاستیعاب پاتا رہے جب ان میں سے کوئی باقی نہ رہے تو حصہء اول جو وصیت سہمی میں سے دستِ امین میں امانت تھا اور اس کے واصلات سے کچھ بچا ہو تو وہ بھی سہمی کو دے کہ اس کی وصیت پوری کر دی جائے اور حصہء دوم اس کی واصلات کے اگر کچھ باقی ہو سہمی و مفقود میں نصف نصف منقسم ہو جائے اس وقت امین کا ہاتھ خالی اور ہر ایک اپنے اپنے حق کو پورا پہنچ جائے گا اور بھابھ و ج بھتیجیاں علاقائی بھتیجا ہر صورت میں محروم رہیں گے نہ وہ حصہ جو مفقود کے لئے امانت رکھا گیا ہے اس کو عورت یا دختر اپنے قبضہ میں کر سکتی ہے بلکہ جس طرح ہم نے تفصیل کی اسی طرح امین کے ہاتھ میں رہے گا، یہ ہے حکم شریع کا اور شریع ہی کے لئے حکم ہے والوجه فی ذلک ان التركة اذا انتظرت مفقود الا يعطى منها احد من المستحقين وراثۃ كانوا او موصی لهم الا اقل نصيبه المتیقن به علی کل من حالتی حیاۃ المفقود وراثۃ و امر العصبات اعنی بهم ابناء اخيهما دائرین ان یکون المفقود حیا فیجبہم و لیست حقوا منہ ما اوصی لهم به وان یکون میتا فیرثوا فلا تنفذ لهم الوصیۃ من دون احب انما الوراثۃ الباقین فوصیتهم و وراثتہم کلاهما مشکوک فیہما بالمرۃ فلا یعطوا بالفعل شیئا ولا تسمع دعوی الملک الا بتفسیر

یہاں تک کہ پانچوں اپنی اپنی اجل کو پہنچ کر جائیں اور ان میں سے جو گزرتا جائے اس کا حصہ ماہوار اس کے وارثوں کو نہ ملے بلکہ وہ پورا پانچ روپیہ مشاہرہ باقی ماندہ بھتیجیوں میں بٹا رہے یہاں تک کہ اگر ان میں سے ایک بھی باقی رہے تو وہی پانچ روپیہ بالاستیعاب پاتا رہے جب ان میں سے کوئی باقی نہ رہے تو حصہء اول جو وصیت سہمی میں سے دستِ امین میں امانت تھا اور اس کے واصلات سے کچھ بچا ہو تو وہ بھی سہمی کو دے کہ اس کی وصیت پوری کر دی جائے اور حصہء دوم اس کی واصلات کے اگر کچھ باقی ہو سہمی و مفقود میں نصف نصف منقسم ہو جائے اس وقت امین کا ہاتھ خالی اور ہر ایک اپنے اپنے حق کو پورا پہنچ جائے گا اور بھابھ و ج بھتیجیاں علاقائی بھتیجا ہر صورت میں محروم رہیں گے نہ وہ حصہ جو مفقود کے لئے امانت رکھا گیا ہے اس کو عورت یا دختر اپنے قبضہ میں کر سکتی ہے بلکہ جس طرح ہم نے تفصیل کی اسی طرح امین کے ہاتھ میں رہے گا، یہ ہے حکم شریع کا اور شریع ہی کے لئے حکم ہے والوجه فی ذلک ان التركة اذا انتظرت مفقود الا يعطى منها احد من المستحقين وراثۃ كانوا او موصی لهم الا اقل نصيبه المتیقن به علی کل من حالتی حیاۃ المفقود وراثۃ و امر العصبات اعنی بهم ابناء اخيهما دائرین ان یکون المفقود حیا فیجبہم و لیست حقوا منہ ما اوصی لهم به وان یکون میتا فیرثوا فلا تنفذ لهم الوصیۃ من دون احب انما الوراثۃ الباقین فوصیتهم و وراثتہم کلاهما مشکوک فیہما بالمرۃ فلا یعطوا بالفعل شیئا ولا تسمع دعوی الملک الا بتفسیر

السبب والتفسير غير ممكن فتعين  
التأخير  
متعین ہوگئی۔ (ت)

مسئلہ ۱۲۸

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے انتقال کیا اور دو دختر اور ایک ہمیشہ حقیقی چھوڑی، اور نیز بحالت صحت و ثبات عقل یہ وصیت کی کہ میری جو دختر کلاں میرے سامنے مرگئی ہے اور اس سے ایک پسر اور ایک دختر باقی ہے میری جائداد سے جو حصہ شرعی کہ میری بڑی بیٹی کو پہنچے اس جائداد کے مالک اس مرحومہ کے بچے ہیں اگر اس وصیت میں فرق ہوگا تو بروز حشر دامن گیر ہوں گا۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

صورت مستفسر میں اگر الفاظ وصیت یہی تھے تو وہ باطل و بے اثر ہے کہ وصیت اس حصہ شرعی کی نسبت ہے جو ترکہ موصی سے دختر کلاں کو پہنچے اور صورت واقعہ میں دختر کلاں کو شرعاً کچھ نہیں پہنچتا تو وصیت اصلاً کسی شئی سے متعلق نہ ہوئی اور موصی مہاکا کوئی استحقاق نہ ہوا۔

اوصی بعین او بنوع من مالہ کثلث غنمہ  
فہلک قبل موتہ بطلت الوصیۃ ولا یتعلق  
حق الموصی لہ بشیء کما فی العالمگیریۃ  
وغیرہا لندام ما یتعلق بہ فلیکف اذا  
لم یوجد اصلاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اچنے مال میں سے کسی عین یا نوع کی وصیت کی جیسے بکریوں کے ایک تہائی کے بارے میں وصیت کی، پھر وہ عین یا نوع موصی کی موت سے پہلے ہلاک ہوگئی تو وصیت باطل ہو جائے گی اور اس کے ساتھ وصیت کا حق متعلق نہ ہوگا جیسا کہ عالمگیریہ وغیرہ میں ہے کیونکہ وہ شئی معدوم ہوگئی جس کے ساتھ وصیت متعلق ہوتی پھر کیسے باطل نہ ہوگی اس صورت میں جبکہ سرے سے وہ شئی پائی ہی نہیں گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۹  
(سوال دستیاب نہ ہوا)

الجواب

وصیت زوجہ کے لئے بے اجازت دیگر ورثہ نافذ نہیں البتہ اگر دین مہر واجب الادا ہے تو وہ تقسیم ترکہ سے مقدم ہوگا پس بر تقدیر عدم موانع ارث و وارث آخر چالیس سہام پر منقسم ہوکر

پانچ سہم وکالت بیگم اور چودہ چودہ کریم الدین و نصیر الدین اور سات فضیلت بیگم کو ملیں گے۔ واللہ  
تعالیٰ اعلم  
مسئلہ ۱۳۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سونے نے اپنی جائداد اپنی  
زوجہ الگھانی کے ہاتھ بعوض دین مہر کے بیع کی، پھر الگھانی ورثہ حسب تفصیل ذیل چھوڑ کر فوت ہوئی، اب  
سونے نے اپنی موت کے دو ایک روز پیشتر بحالت علالت ایسی کیفیت میں کہ صاحب فراش ہو گیا تھا  
اور طاقت نشست و برخاست نہ رہی تھی اپنی بیٹی معصومہ کے ہاتھ بیع کی اور مر گیا اور باقی ورثہ بیع  
ثانی کی اجازت نہیں دیتے، اس صورت میں وہ انتقال سونو کا کہ اُس نے اپنی زوجہ کے ہاتھ کیا شرعاً  
صحیح و نافذ ہے یا نہیں؟ اور اس انتقال ثانی کا کیا حکم ہے؟ اور ترکہ الگھانی کا اس کے ورثہ پر کس طرح  
منقسم ہوگا؟ بینوا تو جروا۔

### الجواب

سونے نے کہ اپنی جائداد بعوض دین مہر اپنی زوجہ کے ہاتھ بیع کی اس کی صحت میں شبہ نہیں، بعد  
اس انتقال کے اس جائداد کی مالک الگھانی قرار پائے گی اور وہ اسی کا ترکہ بھڑے گا، پھر اس کی  
وفات کے بعد سونے جو اپنا حصہ اپنی بیٹی کے ہاتھ مرض موت میں بیع کیا اور باقی وارث اسے روا نہیں  
رکھتے تو وہ بیع باطل محض ہوگی اور وہ حصہ بھی حسب فرائض کل ورثہ پر منقسم ہو جائے گا۔

فی الخانیة ومن الموقوفات اذ باع المريض  
فی مرض الموت من وارثه عینا من  
اعیان مالہ ان صح جانبیہ وان  
مات من ذلک المرض ولہ یجز الورثۃ  
بطل البیع۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خانیہ میں ہے اگر مریض نے مرض الموت میں  
اپنے کسی وارث کے ہاتھ اپنے مال میں سے کوئی  
عین شئی فروخت کی تو بیع موقوف رہے گی۔  
اگر وہ صحت مند ہو گیا تو بیع جائز ہو جائیگا۔  
اور اگر اسی بیماری میں مر گیا اور باقی وارثوں نے  
اجازت نہ دی تو بیع باطل ہوگی۔ واللہ  
تعالیٰ اعلم (ت)



## مسئلہ ۱۳۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ نذر علی کے تین زوجہ اور تین پسرا اور تین دختر زوجہ اولیٰ سے ایک پسر ذوالفقار علی اور زوجہ ثانیہ سے دو پسرا اور دو دختر، اور زوجہ ثالثہ سے ایک دختر ذوالفقار علی نے روبرو شیخ نذر علی کے انتقال کیا، ایک زوجہ اور ایک پسر محمد باقر وارث چھوڑے شیخ نذر علی نے اپنی حیات میں روبرو دیگر ورثہ کے محمد باقر پسر ذوالفقار علی کو کہ عند الشرح محبوب تھا عوض دین مہر اپنی زوجہ یعنی والدہ ذوالفقار علی کے جو ترکہ کہ شیخ ذوالفقار علی کو بواجب شرع بعد شیخ نذر علی کے ملتا وہ بنام نہاد محمد باقر کر دیا اور جملہ ورثائے قبول کر لیا حیات شیخ نذر علی میں زوجہ اولیٰ و ثانیہ نے بھی رحلت کی اور بعد انتقال شیخ نذر علی کے ایک زوجہ کے دو پسرتین دختر ایک محمد باقر پسر ذوالفقار علی وارث رہے۔

## الجواب

پسر کے لئے وصیت بشرطیکہ پسر موجود نہ ہو جائز ہے کہ یہ تقدیر و اندازہ ہے نہ وصیت بہال الغیر اذ لا حق لابن مات قبل ابیہ فی ترکۃ ابیہ (اس لئے کہ باپ سے پہلے مر جانوالے بیٹے کا باپ کے ترکہ میں کوئی حق نہیں ہوتا۔ ت) ہدایہ میں ہے :

اذا وصی بنصب ابنہ فالوصیۃ باطلۃ ولو اوصی بمثل نصیب ابنہ جاز لان الاول وصیۃ بہال الغیر لان یب الابن ما یصیبہ بعد الموت والثانی وصیۃ بمثل نصیب الابن و مثل الشئ غیرہ وان کان یتقدربہ فیجوز اذ قلت و قیدۃ الشراح بہا اذا کان الابن موجودا قالوا وان لم یکن

اگر اپنے بیٹے کے حصے کی وصیت کی تو وصیت باطل ہے۔ اور اگر بیٹے کے حصہ کے مثل کی وصیت کی تو جائز ہے، کیونکہ پہلی صورت میں مال غیر کی وصیت ہے کیونکہ بیٹے کا حصہ وہ ہے جو اس کو باپ کی موت کے بعد حاصل ہوگا۔ اور دوسری صورت میں بیٹے کے حصہ کے مثل کی وصیت ہے اور شئی کی مثل شئی کا غیر ہوتی ہے اگرچہ شئی کے ساتھ اس کا اندازہ کیا جاتا ہے چنانچہ یہ جائز ہوگا میں کہتا ہوں شارحین نے اس کے ساتھ قید لگائی یہ کہ جب بیٹا موجود ہو۔ انھوں نے کہا کہ

موجود اصحت الوصیۃ و بہذا التفصیل  
اتی فی الدر المختار معزیا للعنایۃ حاشیۃ  
الہدایۃ و الجوہرۃ و شرح التکملۃ۔  
اگر بیا موجود نہ ہو تو وصیت صحیح ہوگی۔ اور یہی تفصیل  
در مختار میں لائی گئی جس کو ہدایہ کے حاشیہ عنایہ، جوہرہ  
اور شرح التکملہ کی طرف منسوب کیا گیا۔ (ت)

پس بلاشبہ یہ تصرف صحیح اور بوجہ قبول محمد باقر نافذ ہو کر سهام موسیٰ لما بعد محمد باقر کے اس کے ورثہ شرعی  
کی طرف منتقل ہو گئے امام النساء اُن سے اپنے حصہ کی مالک ہوئی اب کہ بوجہ کبر سن و پیرانہ سال اُس کے  
عقل میں قصور اور جو اس میں قور اس درجہ ہو گیا کہ نجاست و طہارت میں تمیز نہیں کرتی اور قلب فہم و  
اختلاط کلام و فساد تدبیر اُسے لازم، تو وہ معتوہ ہے اور کل تصرفات قولیہ سے مجورہ۔

قال الفاضل المحقق محمد بن علی بن  
محمد علاؤ الدین الدمشقی الحصفی  
فی الدر المختار فی تفسیر الحجر هو  
منع من نفاذ تصرف قولی و سببہ  
صغر و جنون یعم القوی و الضعیف  
كما فی المعتوۃ امہ ملتقطا، قال شیخہ  
العلامہ خیر ملة والدين الرهلی فی فتاواہ  
ان کان قلیل الفہم مختلطا فاسد التدبیر  
لکن لا یضرب ولا یشتو فهو المعتوۃ و  
مثله فی العالمگیرۃ وغیرہ۔

فاضل محقق محمد بن علی بن محمد علاؤ الدین دمشقی  
حصفی نے حجر کی تفسیر کرتے ہوئے در مختار میں  
میں فرمایا کہ وہ تصرف قولی کو نفاذ سے روکنا ہے  
اور اس کا سبب نابالغ ہونا اور جنون ہونا ہے  
عام ازیں کہ جنون قوی ہو یا ضعیف جیسا کہ معتوہ میں  
ہوتا ہے الح التھاط، ان کے شیخ علامہ خیر الدین  
رہلی نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ اگر وہ تھوڑی بھول  
گفتگو میں خلط ملط کرنے والا اور فاسد تدبیر والا  
ہے لیکن وہ کسی کو مارتا نہیں اور نہ ہی گالیاں  
دیتا ہے تو وہ معتوہ ہے۔ اور اسی کی مثل  
عالمگیرہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

پس ایسی حالت میں اگر اُس نے کسی کے آمادہ کرنے خواہ اپنی خواہش سے وصیت کی تو ہرگز نافذ  
نہ قرار پائے گی اور توریت ترکہ امام النساء حسب بیان مجیب اول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و  
حکمہ احکم۔

لہ البناۃ فی شرح الہدایۃ کتاب الوصایا بالوصیت ثلث المال المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرّمۃ ۵۹۹/۴  
لہ الدر المختار کتاب الوصایا مطبع مجتہدی دہلی ۳۲۳/۲  
لہ " کتاب الحجر " " " ۱۹۸/۲  
لہ الفتاویٰ الہندیۃ " الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵۴/۵

۱۳۲ھ از نجیب آباد ضلع بخور محلہ رمپورہ مرسلہ شیخ عبد المجید صاحب سب سرور ۱۴ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین نسبت مسائل ذیل کے، زید کی منکوٹہ اولی متوفی سے ایک پسر بزرگ بالغ اور  
منکوٹہ ثانی موجودہ سے دو پسر عمر و سعد نابالغ بعد وفات زید باقی ہیں، زید پر جو قرض تھا بکرنے ادا کیا اور  
نیز واسطے فرج شادی و خورد و نوش نابالغان کے اپنے نام یا بشمول نام مادر قرض لے کر صرف کیا  
اس قرض سے کچھ ادا ہوا کچھ باقی ہے، اب عمر و سعد بھی بالغ ہیں اور در باب تقسیم جائداد و ادائے قرضہ  
سابق و حال تنازع ہے، لہذا علمائے شریعت مطلع فرمائیں کہ مکانات موروثی کس طرح تقسیم ہوں اور  
قرضہ سابق و حال حسب سهام کل شرکار پر چاہیے یا قرضہ سابق و حال میں کچھ تفریق ہے اور جو مکان بکرنے  
اپنے روپے سے خرید اس میں دوسرے برادران کو حصہ پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور منکوٹہ اولی جو زید کے  
حیات میں فوت ہو گئی اس نے اپنی وفات کے وقت زید کو مہر معاف کر دیا تھا اور منکوٹہ ثانیہ نے کہ اب  
زندہ ہے وقت وفات زید مہر معاف کر دیا اور ہماری برادری میں مہروں کا یہی دستور ہے یہ بھی واضح ہو  
کہ بعد وفات زید کھانا جملہ شرکار کا یکجا رہا۔ جب نابالغ بالغ ہوئے علیحدہ ہو گیا۔ بیٹو اتو جروا

### الجواب

قرض مورث کہ بکر پسر بالغ نے ادا کیا تمام و کمال ترکہ مورث سے مجرا پائے گا جبکہ وقت ادا  
تصریح نہ کر دی ہو کہ مجرانہ لوں گا۔

فتاویٰ قاضی خان اور عالمگیریہ وغیرہ میں ہے کسی  
وارث نے میت کا قرض ادا کیا تو اسے میت  
کے مال اور ترکہ کی طرف رجوع کا حق حاصل  
ہے انتہی جامع الفصولین اور اشباہ وغیرہ میں ہے  
اگر دین ترکہ کو محیط ہے تو وارث میراث کے ساتھ  
اس ترکہ کا مالک نہیں بنے گا، مگر یہ کہ قرض خواہ  
میت کو بری کر دے یا میت کے وارث نے  
ادائیگی کے وقت بشرط تبرع قرض ادا کیا ہو لیکن  
اگر اس نے مطلقاً اپنے مال سے قرض ادا کیا ہو

فی فتاویٰ قاضی خان و العالمگیریہ وغیرہا  
بعض الوثقة اذا قضی دین  
المیت کان له الرجوع فی مال  
المیت والترکة انتہی مختصراً۔ وفي جامع الفصولین  
والاشباہ وغیرہا لو استغرقها دین لایملکها  
بإرث الا اذا أبرأ المیت  
غریمہ ادا داء و امثله بشرط  
التبرع وقت الاداء اما  
لو اداه من مال نفسه مطلقاً

بلا شرط تبرع اور رجوع یجب لہ دین  
 علی المیت فتصیر التركة مشغولة  
 بدینہ فلا یملکہا  
 نہ اس میں تبرع کی شرط ہو اور نہ ترکہ میت کی  
 طرف رجوع کی تو میت پر اس کا دین ثابت ہو جائیگا  
 تو ترکہ فترض ادا کرنے والے وارث کے دین  
 کے ساتھ مشغول ہوگا لہذا وہ اس کا مالک نہیں بنے گا۔ (ت)

جو روپیہ بکریا زوہ زید نے قرض لے کر شادی نابالغان میں صرف کیا اس کا مطالبہ صرف اس  
 قرض لینے والے پر ہے نابالغوں کے ساتھ اس کا احسان سمجھا جائے گا اسی طرح جو کچھ قرض لے کر خورد و نوش  
 نابالغان میں اٹھایا وہ بھی ان سے مجرا نہ ملے گا جبکہ یہ قرض لینے والا مورث کی جانب سے ان نابالغوں کا  
 وصی نہ تھا یعنی زید اسے کہ نہ مرا تھا کہ جائداد یا نابالغ اولاد تیری سپردگی میں دیتا ہوں یا ان کی غور و پرداخت  
 تیرے متعلق ہے یا اس کے مثل اور الفاظ جو دلیل وصایت ہوں۔

فی رد المحتار عن الحاوی المختار  
 للفتویٰ مافی وصایا المحيط بروایة ابن سماعۃ  
 عن محمد مات عن ابنین صغیر و  
 کبیر و الف درہم فانفق علی الصغیر  
 خمس مائۃ نفقۃ مثله فہو متطوع  
 اذ الم یکن وصیاً الخ و فی لقطۃ الدر المختار  
 ہو متبرع لقصور ولایتہ آھ و ثمنہ فی  
 رد المحتار عن البحر لات الامر  
 متروک بین الحسبۃ والرجوع فلا یكون  
 دیناً بالشک آھ۔  
 رد المحتار میں حاوی سے منقول ہے۔ فتویٰ کے لئے  
 مختار وہ ہے جو محیط کے کتاب الوصایا میں بروایت  
 ابن سماعہ امام محمد سے منقول ہے کہ کوئی شخص دو  
 بیٹے ایک نابالغ اور ایک بالغ اور ایک بالغ بالغ  
 چھوڑ کر فوت ہوا اور ہزار درہم ترکہ میں چھوڑے  
 پھر بڑے نے چھوٹے پر خلی نفقہ کے ساتھ پانچ سو  
 درہم خرچ کئے تو وہ اپنی طرف سے بطور احسان خرچ  
 کرنے والا ہوگا جبکہ وہ وصی نہ ہو الخ و رد المحتار کے  
 باب لقطہ میں ہے وہ احسان کرنے والا ہے  
 بسبب اس کی ولایت کے قاصر ہونے کے الخ  
 یہاں رد المحتار میں بکھر سے منقول ہے کہ یہ معاملہ اجر و ثواب اور رجوع کے درمیان دائر ہے۔ چنانچہ یہ

۳۲/۲	اسلامی کتب خانہ کراچی	۱	الفصل الثامن والعشرون	جامع الفصولین
۴۵۸/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	۵	فصل فی شہادۃ الاوصیاء و ارجاء التراث العربی بیروت	رد المحتار کتاب الوصایا
۳۶۶/۱	مطبع مجتہبی دہلی	۱	کتاب اللقطۃ	لہ الدر المختار
۳۲۲/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	رد المحتار



بسبب شک کے دین نہیں ہو سکا۔ (ت)

جو مکان بکرنے اپنے روپے سے اپنے نام خرید اس میں سے دوسرے کا کچھ حق نہیں، مہر کہ زوجہ اولیٰ نے اپنے مرتے وقت شوہر کو بخشا اس کی معافی بکرو غیرہ دیگر وارثان زوجہ اولیٰ کی اجازت پر موقوف ہے اگر انہوں نے جائز نہ رکھا تو معاف نہ ہوا اور اس کا مطالبہ ترکہ زید سے ہو سکتا ہے۔

فی العالمگیریہ مریضۃ وھبت صداقہا عالمگیر یہ میں ہے ایک مریض عورت نے اپنا مہر من زوجھا فان کانت مریضۃ مرض الموت من زوجھا فان کانت مریضۃ مرض الموت لا یصح الا باجازۃ الورثۃ۔

بغیر صحیح نہیں ہو سکا۔ (ت)  
یاں زوجہ ثانیہ نے کہ وقت وفات زید اپنا مہر معاف کیا وہ معاف ہو گیا پس صورت مستفسرہ میں ترکہ زید سے قرضہ بکرو (جو بابت ادائے قرضہ سابقہ اس کے لئے ترکہ پر لازم ہوا) اور زوجہ اولیٰ کے مہر سے بعد اسقاط چہارم کہ خود حصہ زید ہوا کل یا بعض (جس قدر بوجہ عدم اجازت وارثان زوجہ زید لازم رہا) اور اسی طرح اور دیون جو زید پر ہوں ادا کر کے شلٹ باقی ہے اس کی وصیتیں اگر کی ہوں) نافذ کر کے جو بچے بر تقدیر عدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی المذکورین چوبیس سہام پر تقسیم کریں تین سہم زوجہ ثانیہ اور سات سات ہر سپر کو دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳ ازینجنا تھ پاڑہ رائے پور مالک متوسطہ مسئلہ شیخ اکبر حسین صاحب متولی مسجد و دبیر مجلس انجمن نعمانیہ ۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فیض النصار بیگم سوتیلی ماں نے خدیجہ بی بی کا نکاح حسام الدین داروغہ جنگل کے ساتھ کیا والدین خدیجہ مرچکے تھے، فیض النصار بیگم بعض اموال اپنے خدیجہ بی بی کے پاس عاریت بتاتی ہے، حسام الدین کہتا ہے کہ خدیجہ بی بی بہت دنوں بیمار رہی تھی بیماری میں میرا ذاتی روپیہ بہت سا خرچ ہوا متوفیہ کا لڑکا متوفیہ کے مرتے وقت زندہ تھا ماں کی جائیداد کا لڑکا مالک ہوا اور بعد مرنے لڑکے کے میں باپ اس کا وارث ہوا متوفیہ کی سوتیلی ماں کا کوئی حق نہیں، لہذا مفتیان شرع متین سے سوال ہے کہ حسب فہرست صرفہ حسام الدین نے وقت بیماری وغیرہ میں جو صرفہ کیا وہ حسام الدین پانے کا حقدار ہے یا نہیں؟ بتینوا توجروا۔

## الجواب

اگر خدیجہ بی کے کوئی اور وارث نہ تھا نہ اس پر اس بیان شوہر کے سوا کسی اور کا ایسا دین ہے جو اس سے ملا کر مقدار ترکہ سے بڑھ جائے نہ اس کے پسر متوفی پر کسی کا اتنا دین آتا ہے کہ ترکہ خدیجہ بی سے دین شوہر وغیرہ ادا کر کے باقی سے جو حصہ پسر کو پہنچے اس کی مقدار سے زائد ہو جب تو یہ شوہر کا دعویٰ محض بے معنی ہے کہ خدیجہ بی کے پاس کا اگر کچھ مال حسب بیان فیض النساء بیگم ملک فیض النساء بیگم ہونا ثابت ہو تو اس میں سے خرچ دوائے خدیجہ بی پلنے کے کوئی معنی نہیں وہ تو فیض النساء بیگم کو واپس دیا جائے گا اور جب خدیجہ کا سوائے پسر و شوہر اور اس پسر کا سوائے پدر کوئی وارث نہ رہا تو جو مال خدیجہ بی کا ٹھہرے اس کا وارث صرف حسام الدین ہے دوسرے کسی دامن کا اگر خدیجہ بی پر کچھ آتا ہو تو جس حالت میں ترکہ اسکے دین کو گھٹا سکے نہ نہ کرنا بڑھا سکے اسی طرح جبکہ ترکہ خدیجہ بی سے دین شوہر وغیرہ ادا کر کے بھی جو بچتا ہے اس میں سے حصہ پسر دین پسر کو کافی ہے تو شوہر کا ترکہ پر دین کا دعویٰ نہ اپنے استحقاق کو بڑھا سکے نہ نہ کرنا گھٹا سکے، بہر حال دعویٰ و عدم دعویٰ ہر صورت میں اس کا استحقاق ایک ہی مقدار پر رہتا ہے خواہ اس پر دین ثابت کر کے قرض میں لے لے یا بے ثابت کئے میراث میں لے لے یا فیاض فضل دعویٰ قابل سماعت نہیں ہوتا ہاں اگر خدیجہ بی کے بعد اس کا کوئی وارث بھی رہا (کہ نظر بقریہ سوال وہ اس کی نانی ہی ہو سکتی ہے) تو دعویٰ شوہر نافع ہے تاکہ میراث سے پہلے یہ بذریعہ دین بعض یا کل متروک لے، یونہی اگر دوسرے دامن کا دین ایسا ہے کہ اس کے دعویٰ سے مل کر مقدار ترکہ سے زائد ہو جائے گا تو نافع ہے کہ ترکہ دونوں دین پر حصہ رسد بیٹ جائے، اسی طرح اگر پسر متوفی پر ویسا دین ہو تو نافع ہے کہ اول شوہر کا دین ترکہ خدیجہ بی سے ادا کیا جائے گا، اگر کچھ نہ بچے گا دامن پسر کچھ نہ پائے گا اور بچے گا تو باقی سے جس قدر حصہ پسر ہے وہ اس میں سے لینے کا مستحق ہوگا اور بے دعویٰ زائد میں سے پاتا و ہذا کله ظاہر باد فی حساب (یہ تمام ادنیٰ حساب کے ساتھ ظاہر ہے۔ ت) ان صورتوں میں دعویٰ شوہر البتہ قابل سماعت ہے اب حکم مسئلہ یہ کہ اگر حسام الدین نے بطور خود اپنی زوجہ کے دوا دار و میں اپنا مال صرف کیا تو دعویٰ باطل ہے اور واپسی کا مستحق نہیں۔

فان من انفق فی امر غیرہ بغیر امرہ  
غیر مضطر الیہ فلا یرجع علیہ اذ لم  
یکن نافذ لتصرف فیما لہ  
کما بان منہ فروع جمہ  
جب کوئی غیر کے معاملے میں اس کی اجازت  
کے بغیر خرچ کرے اور وہ اس خرچ کرنے میں  
مجبور نہ ہو تو اسے رجوع کا حق نہیں اس لئے  
کہ جو کچھ اس کے پاس ہے اس میں اس کا تصرف

مصرح بہا فی کلمات الانہ۔

نافذ نہیں ہے جیسا کہ اس سے پیشتر فروغ ظاہر  
ہیں جن کی ائمہ کرام کے اقوال میں تصریح کی گئی ہے (ت)

بلکہ اگر خریدی جی نے درخواست بھی کی کہ میرا علاج کرو اور اس کے سوا کوئی شرط رجوع و واپسی دریا  
نہ آئی نہ وہاں عرف عام سے ثابت ہو کہ ایسی صورت میں شوہر جو کچھ معاہدہ زوجہ میں اٹھائے اُس سے  
واپس پائے تو بھی حسام الدین کو دعویٰ نہیں پہنچا لعدم مایوجبہا من نص او عرف (کسی نص  
یا عرف کے نہ پائے جانے کی وجہ سے جو اس کو واجب کرے۔ ت) ہمارے بلاد کا تو عرف یہ ہے  
کہ شوہر جو اپنی بی بی کے علاج میں صرف کرتا ہے وہ یا غور ت کسی کے خیال میں واپسی کا وہم بھی نہیں  
گزرتا ہاں اگر خریدی جی سے صراحتہ واپسی کی شرط ہو گئی تھی یا وہاں کے عرف عام کی رو سے استحقاق واپسی  
ثابت ہے تو ضرور اختیار واپسی ہو گا فان المعہود عنہ فاکالہ مشروط لفظاً (کیونکہ جو باعتبار عرف  
کے معہود ہو وہ ایسے ہی ہے جیسے باعتبار لفظ کے اس کی شرط لگائی گئی ہو۔ ت) درمختار میں ہے:

اس میں رجوع نہیں اگرچہ اس کے امر سے خرچ کئے  
مگر کہ جب کئے تو میری طرف سے بدلہ دے  
اس شرط پر کہ میں ضامن ہوں کیونکہ تعویض واجب  
نہیں بخلاف قرض کی ادائیگی کے۔ اور ضابطہ  
یہ ہے کہ جس چیز کا انسان سے حبس و ملازمہ کے  
ساتھ مطالبہ کیا جاتا ہے اس کی ادائیگی کا امر  
رجوع کو ثابت کرنے والا ہے ضمان کی شرط  
لگائے بغیر، اور اگر ایسا نہ ہو تو رجوع ثابت  
نہ ہو گا جب تک ضمان کی شرط نہ لگائے، ظہیر الخیر  
میں کہتا ہوں تو جانتا ہے کہ دوا ان چیزوں میں سے  
جو بالکل واجب نہیں چہ جائیکہ بندے کی طرف  
سے اس کا کوئی مطالبہ کرنے والا ہو اور چہ جائیکہ  
اُس کا مطالبہ حبس و ملازمہ کے ساتھ ہو، لہذا اس میں کسی اصول کی شرط کئے بغیر رجوع کا حق نہ ہو گا۔ (ت)

لا رجوع ولو بامرہ الا اذا قال عوض  
عنی علی انی ضامن لعدم وجوب  
التعویض بخلاف قضاء الدین (و) الاصل  
ان کل ما یطالب بہ الانسان  
بالحبس والملازمة یكون الامر باده  
مشتبا للرجوع من غیر اشتراط الضمان  
وما لا فلا (ا) اذا شرط الضمان ظہیریۃ الخ  
قلت وانت تعلم ان الداء مما لا یجب اصلا  
فضلا عن ان یكون له مطالب من جهة  
العبد فضلا عن ان یكون طلبہ بحبس  
او ملازمة فلا رجوع فیہ من دون شرط  
شیئ من هذه الاصول۔

عقود الدریہ میں ہے :

ما جرى به العرف في الرجوع على الأمر  
يرجع إله أقول هذه مسألة اضطربت  
فيها أقوال العلماء أصلاً وفرعاً فاصلوا  
أصولاً لا تنضبط وفرعوا فرعاً لا تنضم  
وأراد العلامة الشامي تحريرها في العقود  
فلم يتهيأ له إلا الاقتصار على بعض  
فروع نقلت مع طرح جميع الأصول التي  
أصلت وللعبد الضعيف ههنا كلام ذكرته  
فيما علق عليها وهذا الذي اخترته  
هنا واضح جلي لا خفاء به إن شاء الله  
تعالى - والله تعالى أعلم -

جس چیز کا امر پر رجوع کرنے میں عرف جاری ہو  
وہاں رجوع کرے گا اھ۔ میں کہتا ہوں اس  
مسئلہ میں علماء کرام کے اقوال اصول و فروع کے  
اعتبار سے مضطرب ہیں۔ انھوں نے کچھ ایسے  
اصول بنائے جو منضبط نہیں اور کچھ ایسے فروع  
ذکر کئے جو مجتمع و مربوط نہیں۔ علامہ شامی علیہ الرحمہ  
نے عقود میں ان کو تحریر کرنے کا ارادہ فرمایا تو  
ان کو میسر نہ ہوا سوائے بعض فروع پر اقتصار کرنے  
کے جو نقل کئے گئے باوجودیکہ انھوں نے وہ اصول  
چھوڑ دئے جو وضع کئے گئے ہیں۔ اور اس  
عبد ضعیف کا یہاں کچھ کلام ہے جس کو میں نے  
شامی پر اپنی تعلیقات میں ذکر کیا ہے۔ اور وہ جس کو میں نے یہاں اختیار کیا وہ بالکل واضح و روشن  
ہے اس میں ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی پوشیدگی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۲۸ محرم الحرام ۱۳۱۷ھ

مرسلہ

مسئلہ از ریاست

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ۱۲۷۸ ہجری میں انتقال کیا اور اپنے چاروں  
بیٹے محمد زکریا، محمد کحی، محمد عیسیٰ، محمد موسیٰ بالغ و نابالغ اور بیٹی بالغہ اور حافظ محمد عظیم صاحب خسر  
۳۸ سال، ۲۰ سال، ۷ سال، ۱۲ سال

کے سامنے یہ وصیت کی اس وصیت کو سب ورثاء نے تسلیم کیا اور اس پر عملدرآمد کیا اب کحی و  
عیسیٰ اپنا بقیہ ورثہ تقسیم کراتے ہیں اور بڑا بھائی مصروف خورد و نوش و پارچہ و خرچ شادی کحی و  
عیسیٰ جو اس نے اپنے پاس سے زید کے انتقال کے بعد سے ان پر کیا ہے طلب کرتا ہے کحی و عیسیٰ  
یہ غدر کرتے ہیں کہ جو کچھ آپ نے ہم پر صرف کیا تبرعاً و احساناً تنہا یہ ہم سے مجرا نہ ہونا چاہئے و نیز بدقت  
وصیت ہم نابالغ تھے اور قطع نظر اس مسئلہ میں جو تحریر فیما بین برادران ہوئی جس میں محمد کحی نے



آمدنی کا حساب سمجھ کر ۴ روپے ماہوار اپنے حصے کے لئے منظور کئے ہیں اور اب تک لیتے ہیں اور وصیت پر عملدرآمد ہوا تو تم میں کسی نے انکار نہیں کیا بلکہ تسلیم و قبول تحریری موجود ہے چنانچہ نقل وصیت نامہ نقل تحریر دیگر حسب ذیل ہے زید کی جائداد جو الور میں ہے وہ اب تک غیر منقسم اور ایک ہی مکان میں سب ورثاء رہتے ہیں اور اس کی تقسیم بھی چاہتے ہیں ذکر یا تقسیم پر راضی ہے مگر کہتا ہے کہ جولاگت بعد انتقال زید میں نے اپنے پاس سے اس پر لگائی ہے مجھ کو ملنی چاہئے عیسیٰ کہتے ہیں کہ تم نے بلاوجہ پہلی عمارت کو ڈھایا اور نئی عمارت بنائی ہم اس کے ڈھانے کا نقصان تم سے لیں گے نئی عمارت بنانے کا تم کو بلا رضامندی ہمارے اختیار نہ تھا، ذکر یا جواب دیتا ہے کہ بوجہ بوسیدگی تم سب کے سامنے ہنگام شادی محمد عیسیٰ جس میں اب تک وہی رہتا ہے ایک ضلع تمام تھا از سر نو پختہ میں نے اپنے ذاتی روپیہ سے بنایا اور اور ضلع اپنے واسطے پختہ بنایا اس وقت تم میں سے کسی نے انکار نہیں کیا اور اب تک تم ہم سب وہیں رہتے ہیں، از روئے شرع شریف ان سب امور کا جواب مرحمت ہو۔ بنو اتو جردا۔

## نقل وصیت نامہ

والد ماجد حکیم غلام نجم الدین مرحوم نے اپنے انتقال سے ٹھیک اٹھائیس روز پہلے رو بروئے جناب ماموں حافظ محمد عظیم صاحب و برادران عزیز محمد عیسیٰ، محمد عیسیٰ و محمد موسیٰ کہ مجھ کو جو وصیت فرمائی میں اس وقت مضمون وصیت رو بروئے جناب ماموں صاحب موصوف و برادران عزیز مذکور کے بیان کرتا ہوں اگر میرے بیان میں کچھ خلاف ہے تو اصلاح فرمادیں اور اگر میرا بیان صحیح ہے تو اس کا غلط تصدیق کریں فقط۔ میرے والد نے مجھ محمد زکریا سے یہ فرمایا کہ میں نے تمہاری اور تمہاری ہمشیرہ کی شادی کر دی تم دو کے فرض سے میں ادا ہوا محمد عیسیٰ و محمد موسیٰ کی شادی باقی ہیں دہلی کی مجلس اور دیوان خانہ فروخت کر کے ان کی شادی کر دینا اور تمہاری والدہ کا جو زیور ہے وہ ان تینوں کے چڑھاوے میں چڑھا دینا۔ باقی مکانات دہلی کے اور ظروف اور پارچہ وغیرہ جو ہے اس کو بموجب شرع شریف کے تم پانچوں بہن بھائی تقسیم کر لینا فقط۔

مبلغ دو صد روپیہ دو شخصوں کو دے کر ایک کو میرے واسطے اور دوسرے کو اپنی والدہ کے واسطے ج پر بھیجا باقی مکانات اور چاہ اراضی باغ و تنخواہ جو الور میں ہے اس کا تو مختار ہے اگر محمد عیسیٰ و عیسیٰ و موسیٰ تیری تابعداری کریں تو تم فرزندوں کی طرح ان کی پرورش کرتے رہنا اگر تیری تابعداری نہ کریں تو اپنا سرکھائیں فقط ۲۳ ستمبر ۱۸۷۹ء مطابق پانچم شوال ۱۲۹۶ھ ہجری

بقلم بندہ امر او علی۔

یہ نوشتہ میرے سامنے لکھا گیا درست ہے۔ العبد محمد موسیٰ العبد محمد یحییٰ العبد محمد علی  
العبد خدیجہ خانم بقلم محمد عظیم العبد محمد عظیم گواہ نوشتہ محمد عبدالرحمن علی  
جو کچھ مجھ محمد زکریا نے بموجب وصیت والد ماجد کے تعمیل کی اور کرتا رہوں گا وہ مراتب اس صفحے پر  
درج ہیں اور آپ صاحب اس سے رضا مند ہیں تو اس پر اپنے اپنے دستخط کریں۔ فقط مرقوم

۲۳ ستمبر ۱۸۷۹ء مطابق یکم شوال ۱۲۹۶ھ

والدہ ماجدہ کا زیور برادران عزیز محمد یحییٰ و محمد علی و محمد موسیٰ کو میں نے تقسیم کر دیا اور ظروف و پارچہ مجھ محمد زکریا  
و محمد یحییٰ و محمد علی و محمد موسیٰ و ہمیشہ عزیزہ نے حسب وصیت والدہ مغفورہ باہم تقسیم کر لیا اور مجلس اور دیوان خانہ  
کو تو میں نے فروخت نہیں کیا بلکہ اپنے پاس سے عزیز محمد یحییٰ و محمد علی کی تو میں نے شادی کر دی اور محمد موسیٰ  
کا ج ہو گیا اور باقی مکانات واقعہ دہلی بھی حسب وصیت تقسیم کئے جائیں ان شاء اللہ تعالیٰ اور باقی  
مکانات و تہوار و چاہ و اراضی و باغ و تنخواہ الوری جو بلا شرکت غیرے حسب وصیت والدہ ماجدہ میرے  
قبضے میں ہے مگر حویلی میں جس طرح ہم سب بھائی رستے ہیں، اسی طرح میں اور میری اولاد اور وہ اور انکی  
اولاد بدستور ہیں اور کھانے پینے کو جو تھا اچھ کو دے جس طرح آج تک محمد علی و محمد موسیٰ کھاتے پیتے رہے  
ہیں اسی طرح کھلاتا پلاتا رہوں گا، اور محمد یحییٰ کو دو روپیہ اور محمد علی کو ہے اور محمد موسیٰ کو ۱۲ ماہوار دیتا  
رہوں گا، مبلغ دو صد روپیہ جناب ماموں حافظ محمد عظیم صاحب کی معرفت دو شخصوں کو دے کر حج کو بھیج دے  
فقط مرقوم صدر بقلم امر او علی

یہ نوشتہ میرے سامنے لکھا گیا درست ہے۔ العبد محمد علی العبد محمد یحییٰ عفی عنہ العبد محمد موسیٰ عفی  
العبد خدیجہ خانم بقلم محمد عظیم العبد محمد عظیم گواہ شد محمد عبدالرحمن نقل تحریر

سابق میں ۲۳ ستمبر ۱۸۷۹ء مطابق یکم شوال ۱۲۹۶ھ کو جو وصیت نامہ والدہ مرحومہ کا رد و برائے  
جناب ماموں صاحب حاجی حافظ محمد عظیم مرحوم کے تحریر ہوا تھا اس وقت عزیز محمد یحییٰ کو دو روپیہ ماہوار  
دینا تجویز ہوا تھا چنانچہ آج تک دیا گیا، اب پھر عزیز مذکور نے کہا کہ میرا گزارہ اس میں نہیں ہوتا کچھ زیادہ  
مقرر ہو جائے، اس واسطے مجھ زکریا نے اراضی بارانی و چاہ جال والا و چاہ تاج خاں والا کی آمدنی بوقت  
عزیز محمد یحییٰ دو سو ساٹھ روپیہ شخص کرا کو عزیز مذکور کا حصہ للہ ماہوار کا قرار پایا مگر عزیز مذکور نے چار روپیہ  
چار آنے ماہوار اس میں سے لینے منظور کئے بشرط اس کے کہ منجھ سے چاہت کی مرمت وغیرہ کا مصارف  
نہ لیا جائے۔ مجھ محمد زکریا کو یہ بھی منظور ہے کہ میں للہ ماہوار جب تک اراضی عطیہ سرکار ہمارے قبضے میں ہے

خواہ آمدنی میں کمی ہو یا بیشی عزیز محمد کی کو اپنی زیست بھر دیتا رہوں گا اور بعد میرے آمدنی یہ دو چاہات  
مذکورہ داراضی بارانی و باغ یعنی جملہ آمدنی ان مواضع کی و جملہ مصارف شکست ریخت مرمت وغیرہ  
متعلقہ ان کے ہنگی دس حصوں مفصلہ ذیل پر تقسیم ہو جائے اور جو حصہ دار مر جائے تو اس کے حصہ دار اسکے  
وارث یعنی فرزند یا دختر یا زوجہ کو ملتا رہے اور جو حصہ دار بلا وارث فوت ہو اس کا حصہ سب پر تقسیم  
ہو جائے، تفصیل حصص یہ ہے، محمد زکریا، محمد یحییٰ، محمد عیسیٰ، محمد موسیٰ، ہمیشہ عزیزہ، پھوپھی صاحبہ  
ان میں سے دو دو حصے چاروں بھائی لیتے رہیں اور ایک ایک حصہ ہمیشہ عزیزہ اور پھوپھی صاحبہ  
لیتی رہیں فقط۔

بقلم احقر العباد امراد علی مرقومہ ہشتم جمادی الاولیٰ ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۸۸۶ء

العبد محمد زکریا، العبد محمد یحییٰ عفی عنہ، العبد محمد عیسیٰ عفی عنہ، العبد محمد موسیٰ عفی عنہ، العبد محمد فضل حق عفی عنہ، العبد گواہ شد

### الجواب

اول: تنخواہ پر بھائیوں کا دعویٰ محض باطل و بجا ہے کہ وہ اجرت ہے اور اجرت میں غیر اجیر کا  
حق نہیں، عقد اجارہ جو ان کے باپ سے تھا موت پر ختم ہو گیا  
فان الاجارة لامعنی لبقائہا بعد کیونکہ اجیر کے فوت ہو جانے کے بعد اجارہ کے  
هلاک الاجیر۔ باقی رہنے کا کوئی معنی نہیں ہے (ت)

اب کہ برادر سے عقد جدید ہوا اس میں کیا حق، تو ایک ہو سکتا ہے بلکہ اگر اس تنخواہ کو بطور  
منصب ہی فرض کیجئے تو بتصریح علماء منصب و پنشن بھی مورث نہیں بعد فوت، منصبدار، رئیس جس کا  
نام مقرر کر دے وہی مستحق ہے باقی ورثہ کا کچھ حق نہیں۔ فتح القدیر و رد المحتار میں ہے:  
العطاء صلة فلا یورث ویسقط بالموت عطاہ ایک صلہ ہے وراثت نہیں ہے اور موت  
سے پہلے یہ صلہ ختم ہو جاتا ہے (ت)

دوم: محمد زکریا نے جو کچھ محمد کیجئے و محمد عیسیٰ کی شادیوں میں اپنے پاس سے صرف کیا اگر یہ صرف بعد بلوغ  
محمد موسیٰ تھا جبکہ وہ بھی اجازت وصیت شامل ہو لیا تو تمام کمال ترکہ سے مجرا پائے گا کہ ذکر یا وصی تھا  
اور یہ مورث کی وصیت جسے بقیہ ورثہ نے نافذ رکھا اور بوجہ بلوغ ان سب کی تفسیر شرعاً معتبر تھی تو وصیت

کا وارثوں کے لئے ہونا مضر نہیں

لَقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَصِيَّةَ لَوَارِثِ الْأَنْتِ يَجِيزُهَا الْوَرِثَةُ

متفقہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ وارث کے لئے وصیت نہیں مگر اس صورت میں کہ باقی وارث اسے جائز قرار دیں

اور وصیت میں جبکہ اُس کی تنفیذ کسی شئی کو بیچنے کے ساتھ مذکور ہو تو وصی پر اس کا اتباع لازم نہیں اُسے روا ہے کہ وہ شئی نہ بیچے اور دوسرے مال سے وصیت نافذ کرے۔ آداب الاوصیاء میں ہے:

فِي الْحَيْطِ وَالظَّهْرِ وَالْخَلَصَةِ أَوْصَى بَأَنْ يَكْفَنَهُ مِنْ ثَمَنِ هَذِهِ الْعَيْنِ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ لِلْوَصِيِّ أَنْ يَكْفَنَهُ مِنْ ثَمَنِ عَيْنٍ أُخْرَى وَلَا يَبِيعَ تِلْكَ الْعَيْنَ وَتِلْكَ الْعَيْنُ تَكُونُ لِلْوَرِثَةِ وَأَنْ وَجَدَهَا أَوْصَى بِبَيْعِهِ مُشْتَرِيًا وَلَا يَضْمَنُ الْوَصِيُّ

محیط، ظہیر اور خلاصہ میں ہے کسی نے وصیت کی کہ فلاں معین چیز کے ثمن سے اس کو کفن دیا جائے ابوالقاسم نے فرمایا وصی کو اختیار ہے کہ کسی دوسری چیز کے ثمن سے کفن دے اور اس معین چیز کو فروخت نہ کرے اور یہ معین چیز سب ورثہ کی مشترکہ قرار پائے گی اگرچہ جس چیز کو فروخت کرنے کی وصیت تھی اس کا کوئی خریدار بھی موجود ہو، ایسی صورت میں وصی ضامن ہوگا۔ (دست)

اُسی میں ہے:

فِي الْخَاصِّ أَوْصَى بَأَنْ يَتَصَدَّقَ مِنْهُ كَذَا وَكَذَا وَقَرَأَ مِنَ الْخَنْطَةِ وَعَيْنُ لَشْنِ تِلْكَ الْخَنْطَةِ نَوْعًا مِنْ أَمْوَالِهِ كَثْمَنْ دَارَهُ فَبَقِيَ الْوَصِيُّ مِنْ غَيْرِ ذَلِكَ الْمَالِ قَالَ

خاصی میں ہے کسی نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے اتنی اتنی مقدار گندم کی صدقہ کی جائے اور اُس گندم کی قیمت کے لئے اس نے اپنے اموال میں سے کوئی نوع متعین کر دی جیسے اپنے گھر کی قیمت، وصی نے کسی اور مال سے صدقہ



جاء له ذلك الا ان يكون  
فيها عينه دليل على التعيين كان  
يكون ما عينه معروفا بالطيب  
وسائره بالخبث فيخص الطيب  
بالوصية فلا يشترى من  
المال الخبيث

کر دیا تو جائز ہے مگر اس صورت میں کہ جو کچھ موصی  
نے متعین کیا اس میں تعین پر دلیل موجود ہے مثلاً  
جس شے کو اس نے معین کیا وہ پاکیزگی کے ساتھ  
معروف ہے اور دیگر اشیاء خبیث کے ساتھ معروف  
ہیں تو اس صورت میں پاکیزہ شے کو وصیت کے ساتھ  
خاص کیا جائے گا اور وصی خبیث مال سے خریداری  
نہیں کرے گا۔ (ت)

اور قطع نظر اس سے کہ وصی جب اپنے مال سے وصیت نافذ کرے تو قول مضی بہ پر اسے مطلقاً  
حق رجوع واپسی ہے یہاں کہ وصیت عباد کے لئے تھی اور وصی وارث ہے باتفاق علماء اسے  
حق رجوع حاصل ہوا، خانیہ و ہندیہ وغیرہا میں ہے :

وصی انفذ الوصية من مال نفسه قالوا ان  
كان هذا الوصی وارثا يرجع في تركه  
الميت والا فلا يرجع وفيه ان كانت  
الوصية للعباد يرجع لان لهما مطالباً  
من جهة العباد وكان كقضاء الدين  
وان كانت الوصية لله تعالى لا يرجع و  
قيل له ان يرجع في التركة على  
كل حال وعليه الفتوى

وصی نے اپنے مال میں سے وصیت نافذ کر دی  
علماء نے کہا اگر یہ وصی وارث ہے تو ترکہ میت  
میں رجوع کرے گا ورنہ نہیں، اور اسی میں ہے  
اگر وہ وصیت بندوں کے لئے ہے تو رجوع کریگا  
اس لئے کہ اس وصیت کے لئے بندوں کی جہت سے  
کوئی مطالبہ کرنے والا ہے تو یہ دین کی ادائیگی کی  
طرح ہوگی، اور اگر وصیت اللہ تعالیٰ کے لئے  
ہے تو رجوع نہیں کرے گا۔ اور ایک قول یہ ہے  
کہ وہ ہر حال میں ترکہ میت میں رجوع کرے گا۔  
فتویٰ اسی پر ہے۔ (ت)

اور اگر قبل بلوغ محمد موسیٰ ہو تو حصہ محمد موسیٰ اس صرف سے بری رہے گا کہ نابالغ کی اجازت کوئی  
چیز نہیں، نہ اس کی طرف سے کوئی ولی یا وصی خواہ کوئی شخص اسے صرف کی اجازت دے سکتا ہے

لکونہ ضرراً محضاً (اس کے محض نقصان ہونے کی وجہ سے - ت) اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اس صورت میں بعد بلوغ محمد موسیٰ کا اس تصرف گزشتہ پر راضی ہونا بااُسے جائز کرنا بھی بیکار آمد نہ ہوگا۔

لکونہ وقع ولا مجیز وکل تصرف کذا فہو باطل کما فی الدر و غیرہ و الاجازۃ انما تلحق الموقوف لا الباطل کما بیئنا فی الفتح وغیرہ۔

لا حق ہوتی ہے نہ کہ باطل کو، جیسا کہ اس کو فتح وغیرہ نے بیان کیا ہے۔ (ت) مسوم: خورد و نوش برادران میں جو کچھ محمد زکریا نے اپنے پاس سے صرف کیا اس میں سے محمد موسیٰ نابالغ کے مصارف زمانہ نابالغی کے مجرا پائے گا،

فی الخانیۃ والہندیۃ بعد العبارة المذكورة وكذا الوصی اذا اشترى كسوة للصغار او اشترى ما ينفق عليهم من مال نفسه فانه لا يكون متطوعاً۔

اور الغول پر جو صرف کیا اگر بطور خود بے انکے امر کھانا شرط رجوع کر لی تھی جیسا کہ عبارت سوال سے ظاہر ہے تو محمد زکریا کا تبرع و احسان تھا جس کا معاوضہ ان سے نہیں لے سکتا،

لعدم الولاية عليه بالبلوغ ولحم يكت مضطراً فيما فعل ولا امره ولا شرط الرجوع فقيم يرجع وهذا ظاهر جدا عند من خدم نفائس كذا مهم۔

اس شخص کے نزدیک جس نے فقہاء کے عمدہ کلام کی خدمت کی۔ (ت) خانیہ میں ہے:

لو قال انفق من مالك على عيالي اوفى بناء دارك يرجع بما انفق

اگر کہا تو اپنے مال میں سے میری اہل و عیال یا میرے گھر کی تعمیر پر خرچ کر تو اس نے جو کچھ

و کذا لو قال اقض ديني يرجع على كل حال  
ولو قضى نأبة غيره بامره راجع عليه  
وان لم يشترط الرجوع هو الصحيح  
امر پر پوری کر دی تو وہ رجوع کرے گا اگرچہ رجوع کی شرط نہ لگائی گئی ہو، یہی صحیح ہے۔ (ت)  
فصول عمادیہ و فتاویٰ حامدیہ میں ہے،

من قضی دين غیره بغیر امره لا یكون  
له حق الرجوع علیه  
انھیں میں ہے،

المتبرع لا يرجع على غيره كما لو قضى  
دين غيره بغیر امره  
چہارم؛ زیور زوجہ میں موصی کی وصیت اُسی قدر اثر ڈال سکتی تھی جس قدر اُس زیور سے موصی کا حصہ  
شہری ہوتا باقی حصص کو ملک اولاد تھے اُن کی نسبت اس کی وصیت محض بے معنی ہے اذ لا تصون  
لابن آدم فيما لا یملك (اس لئے کہ ابن آدم کو ایسی چیز میں تصرف کا حق نہیں جس کا وہ مالک نہ ہو۔ ت)  
توحی و عیسیٰ و موسیٰ کو وہ کل زیور دے دینا اگرچہ باجائز جملہ ورثہ ہو خود انھیں ورثہ کے حصص میں اصلاً  
مورث نہ ہو گا کہ غایت درجہ اُن کی یہ اجازت اجازت تملیک بلامعاوضہ ہو گی کہ عین ہبہ ہے اور ہبہ مشاع  
باطل اور باطل کی اجازت مہمل۔ ہدایہ میں ہے؛

من اوصى من مال رجل لآخر بالف  
بعينه فاجانب صاحب المال بعد موت  
الموصى فان دفعه فهو جائز وله ان  
يمنع لان هذا تبرع بمال الغير  
فيوقف على اجابته واذا اجابته  
يكون تبرعاً منه ايضاً فله

لہ فتاویٰ قاضی خان کتاب الکفالة فصل فی الکفالة بالمال نوکشتور بکھنؤ ۵۸۹/۳  
لہ فتاویٰ ہندیہ الباب الثانی الفصل الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۳۶۹/۳  
لہ وسمہ العقود الدریۃ بحوالہ عمادیہ کتاب الکفالة ارگ بازار قندھار افغانستان ۳۰۲/۱

ان یعتنم من التسليم  
 کیونکہ غیر کے مال سے تبرع ہے تو یہ اُس غیر کی اجازت  
 پر موقوف ہوگا اور جب اس نے اجازت دے دی تو یہ اس کی طرف سے بھی تبرع و احسان ہوگا لہذا اسے  
 اختیار ہوگا کہ وہ سپردگی سے انکار کر دے (ت)  
 غایۃ البیان میں ہے :

لان العقد الموقوف اذا لحقه الاجازة صار  
 مضافا الى المجيز فاذا اضيف اليه صار  
 ذلك هبة منه والهبة لا تتم الا بالتسليم

کیونکہ موقوف عقد کو جب اجازت لاسی ہوتی ہے تو  
 وہ اجازت دینے والے کی طرف منسوب ہو جاتا ہے  
 جب اس کی طرف منسوب ہو گیا تو یہ اسی کی طرف سے  
 ہبہ ہوا اور ہبہ سپردگی کے بغیر تام نہیں ہوتا (ت)  
 تو محمد زکریا کا خود اپنا حصہ اس کی ملک سے نکال کر خیر بیکم کا حصہ اس کی ملک سے ، اگر زیور باقی ہے تو حصہ  
 شوہری موصی چھوڑ کر سب ورثہ اپنے اپنے حصے اُس سے لے سکتے ہیں ، اور اگر کبھی عیسیٰ و موسیٰ نے ہلاک کر دیا  
 تو باقیوں کے حصص کے تاوان دین رہا موصی کا حصہ شوہری کہ وہی محل نفاذ وصیت تھا نظر کی جائے کہ پڑھاؤ  
 جو دو لھا کی طرف سے دھن کو جاتا ہے وہاں طرف شائع میں دھن کی ملک سمجھا جاتا ہے یا ملک پر دو لھا ہی کے  
 رہتا ہے اور دھن کو پہننے کے لئے دیا جاتا ہے ، اگر دھن کی ملک سمجھا جاتا ہے تو اس حصے میں بھی وصیت  
 باطل ہوتی کہ اب یہ وصیت حقیقہ دھنوں کے لئے تھی اور دھنیں وقت موت موصی تک معدوم نہیں کہ دھن  
 ہونا بعد نکاح صادق ہوتا ہے اور نکاح موت موصی سے ایک مدت کے بعد ہوئے اور معدوم کے لئے  
 وصیت باطل ہے کہ وہ تملیک ہے اور معدوم صالح تملیک نہیں ، لہذا محل کے لئے وصیت میں شرط ہے  
 کہ اُس کا باپ زندہ ہے تو چھ مہینے کے اندر پیدا ہو اور مر گیا یا طلاق بائن دے دی اور عورت عدت میں  
 ہے تو دو برس کے اندر پیدا ہو کہ اس وقت اس کا وجود ہویدا ہوا ۔ تنویر الالبصار و درمختار میں ہے :

ہی تملیک مضاف الی ما بعد الموت  
 بطریق التبوع و شرائطها كون  
 الموصی اهلا للتملیك والموصی  
 له حیاً وقتها تحقیقا  
 وہ تملیک ہے جو بطور تبرع موت کے مابعد کی  
 طرف منسوب ہوتی ہے ۔ اور اسی کی شرائط  
 میں سے ہے کہ موصی تملیک کی اہلیت رکھتا ہو  
 اور جس کے لئے وصیت کی گئی ہے وہ بوقت



او تقدیر الی شل الحمل وصحت للحمل  
ان ولد لاقول من ستة اشهر لو سراج  
الحامل حیا و لو میتا وھی معتدة حیة  
الوصیة فلا قل من سنتین بدلیل ثبوت  
نسبة اختیار و جوهره ملقطاً۔  
ہوگی جب دو سال سے کم مدت میں پیدا ہو اور اس پر دلیل اس مدت میں اس کے نسب کا ثابت  
ہونا ہے، اختیار و جوهرہ ملقطاً۔  
رد المحتار میں ہے :

قوله وقتها اقول فی التاتارخانیة  
الموصی له اذا کان معینا من اهل  
الاستحقاق یعتبر صحة الایجاب  
یوم اوصی و متى کان غیر معین  
یعتبر صحة الایجاب یوم موت  
الموصی فلو اوصی بالثلث لبني فلان  
ولم یسمهم ولم یشر الیهم فھی  
للموجودیت عند موت الموصی  
وان سباهم او اشار  
الیهم فالوصیة لهم  
حتى لو ماتوا بطلت  
الوصیة لان الموصی له  
معین فقتبر صحة الایجاب  
یوم الوصیة، قوله  
لاقل من ستة اشهر، اذ لو

ما تن کا قول "بوقت وصیت" میں کتاب تاتارخانیہ  
میں ہے جس کے لئے وصیت کی گئی ہے اگر وہ  
مستحقین میں سے متعین ہے تو صحت ایجاب کا  
اعتبار وصیت کے دن سے کیا جائے گا اور جب  
وہ غیر متعین ہے تو صحت ایجاب کا اعتبار موت کی  
موت کے دن سے کیا جائیگا، اگر فلاں کے بیٹوں  
کے لئے ایک تنہائی کی وصیت کی اور ان کا نام  
نہیں لیا نہ ہی ان کی طرف اشارہ کیا تو یہ وصیت  
صرف ان کے لئے ہوگی جو موصی کی موت کے وقت  
موجود ہوں گے۔ اور اگر ان کا نام لیا یا ان کی طرف  
اشارہ کیا تو وصیت خاص انہی کے لئے ہوگی۔ اگر  
وہ مر گئے تو وصیت باطل ہو جائیگی کیونکہ جس کے لئے  
وصیت کی گئی وہ متعین ہے۔ لہذا صحت ایجاب  
کا اعتبار وصیت والے دن سے ہوگا۔ ما تن نے  
کہا کہ چھ ماہ سے کم مدت میں حمل پیدا ہو۔ یہ اس لئے

ولدا لستہ اشہر اولاً کثراً حتمی وجودہ وعدہ  
فلا تصح افاذہ الاتقانی قولہ ولو میستا  
مثل الموت الطلاق البائن لہ  
ہے کہ اگر پورے چھ ماہ پر یا اس سے زائد مدت میں  
پیدا ہوا تو بوقت وصیت اس کا وجود و عدم دونوں  
متمثل ہوئے، لہذا وصیت صحیح نہ ہوئی۔ مائت کا قول  
کہ اگر وہ مردہ ہو، طلاق بائن بھی موت کی طرح ہے۔ (ت)

ہند میں ہے:

شرطها کون الموصی اھلاً للتملیک و  
الموصی لہ اھلاً للتملک لہ  
وصیت کے لئے شرط یہ ہے کہ موصی تملیک کا اہل ہو  
اور جس کے لئے وصیت کی گئی ہے وہ مالک بنے  
کا اہل ہو۔ (ت)

ولہذا صحت وصیت کے لئے شرط ہے کہ یا تو اہل حاجت کے لئے واقع ہو جیسے بنی فلاں کے یتیموں یا ہواؤں  
کے لئے کہ اس تقدیر پر وصیت حضرت حق عزوجل کے لئے واقع ہوگی اور وہ معلوم ہے ورنہ وہ لوگ  
معدود قابل شمار ہوں جیسے زید کے بیٹے کہ انھیں تملیک صحیح ہو سکے اور دونوں صورتیں نہ ہوں مثلاً سیدوں  
یا شیخوں کے لئے تو وصیت باطل ہے اور مختار میں ہے

الاصل ان الوصیۃ متی وقعت باسم یتیمی  
عن الحاجة کا یتام بنی فلاں تصح وان  
لم یحصوا علی ما صر لوقوعہا اللہ تعالیٰ و  
ہو معلوم وان کان لا یتیمی عن الحاجة  
فان احصوا صحت ویجعل تملیکاً و الا  
بطلت لہ  
اگر وصیت ایسے اسم کے ساتھ واقع ہو جو حاجت  
کی خبر دے جیسے فلاں قبیلے کے یتیموں کے لئے  
تو وصیت صحیح ہوگی اگر وہ قابل شمار نہ ہوں جیسا کہ  
گزر چکا ہے کیونکہ یہ وصیت اللہ تعالیٰ کے لئے  
واقع ہوئی ہے اور وہ معلوم ہے اور اگر ایسے  
اسم کے ساتھ واقع نہ ہو جو حاجت کی خبر دیتا ہے

تو اس صورت میں جن کے لئے وصیت کی گئی ہے اگر وہ قابل شمار ہیں تب تو وصیت صحیح ہوگی اور اس  
کو تملیک قرار دیا جائے گا ورنہ وصیت باطل ہوگی۔ (ت)

ولہذا اگر وارثان فلاں کے لئے وصیت کی اور فلاں ابھی زندہ ہے تو صحت وصیت کے لئے

۴۱۸/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الوصایا	لہ رد المحتار
۹۰/۶	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الاول	لہ الفتاویٰ المنیۃ
۳۳/۲	مطبع مجتہبی دہلی	باب الوصیۃ للاقارب وغیرہ	لہ الدر المختار

ضروری ہے کہ وہ اس موصی سے پہلے مر جائے تاکہ وارثانِ فلاں کا لفظ صادق آئے ورنہ وصیت باطل ہو جائے گی ایسی جگہ ذاتِ شخص کا وجود کافی نہیں بلکہ ذاتِ مع اس وصف کے وجود ہونا درکار جس وصف کے لحاظ سے وصیت واقع ہوئی ہے۔

فی الدر المختار شرط صحتها في الوصية لورثة فلان وما في معناها لعقب فلان موت الموصي لورثته او لعقبه قبل موت الموصي لان الورثة والعقب انهما يكوّن بعد الموت فلو مات الموصي قبل موت الموصي لورثته او عقبه بطلت الوصية لورثته او عقبه لان الاسم لا يتناولهم الا بعد الموت مقتصراً، وفي رد المحتار قوله لان الاسم لا يتناولهم فكانت وصية لمعدوم۔

در مختار میں ہے فلاں کے وارثوں یا اس کے ہم معنی یعنی فلاں کے پسماندگان کے لئے وصیت کی تو اس وصیت کے صحیح ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ جس کے وارثوں اور پسماندگان کے لئے وصیت کی گئی ہے وہ موصی سے پہلے مرے کیونکہ اس کے مرنے کے بعد ہی وہ لوگ اس کے وارث یا پسماندگان بنیں گے۔ اور اگر موصی اس سے پہلے مر گیا اور جس کے وارثوں اور پسماندگان کیلئے وصیت کی گئی ہے وہ ابھی زندہ ہے تو اس کے وارثوں یا پسماندگان کے لئے وصیت باطل ہو جائے گی کیونکہ ان پر لفظ ورثاء اور پس ماندگان کا اطلاق تو اس کے مرنے کے بعد ہوگا اھ اختصار۔ رد المحتار میں اس کا قول کیونکہ لفظ ورثاء اور پس ماندگان کا ان پر اطلاق نہیں ہوتا، لہذا یہ معدوم کے لئے وصیت ہوتی۔ (ت)

اور اگر حکم عرف پڑھا وادولھا ہی کی ملک ہوتا ہے۔ [یہ جواب نا تمام دستیاب ہوا]

رسالہ

# الشرعة البہیة فی تحدید الوصیة

۱۳

۱۴

(کشاوہ راستہ وصیت کی جامع و مانع تعریف کے بیان میں)

www.alukah.net

مسئلہ ۱۳۵ از رنگون مکان نمبر ۸۵ و ۸۶ گلی نمبر ۳۱ مرسلہ شیخ عبدالعزیز سرکار ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ  
 علمائے دین رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ فی الدنیا والآخرۃ اس میں کیا فرماتے ہیں کہ زید کے دو وطن  
 تھے ایک قدیم اور دوسرا جدید، اور دو ہی بیویاں، ایک وطن قدیم میں شادی کرائی ہوئی دوسری وطن جدید  
 اعمیٰ شہر رنگون میں بطریق شادی مطابق شرع محمدی نکاح میں لائی ہوئی، زید نے بفضلہ تعالیٰ رنگون میں بہت کچھ  
 کمایا پھر یہیں کی کمائی سے وطن قدیم اور رنگون دونوں جگہ میں جائیداد معتبرہ پسیدہ کی لیکن وطن قدیم تخمیناً پانچ ہزار  
 روپیہ سالانہ آمدنی کی کل جائیداد کو بکلیہ اپنے وطن قدیم کی ایک مسجد پر وقف کرنے کے جو کہ دس بارہ روپیہ  
 ماہواری کے خرچ کی حاجت نہیں رکھتی وطن قدیم کی بی بی کی اولاد پر روک دیا اور وقف نامہ میں لکھ دیا کہ متولی  
 اس وقف کے یہی لوگ رہیں جو کچھ مصارف مسجد سے بچے اپنے کام میں لائیں۔ رنگون کی بیوی کے بطن کی  
 اولاد کو اس میں سے ایک جتہ نہیں دیا اور رنگونی جائیداد میں سے وطن قدیم والی اولاد کو حصہ بھی دیا اور اس  
 جائیداد کے نفع سے کئی ہزار روپیہ لوگوں کو دینے کی اور پچاس روپیہ ماہواری اس مسجد وطن قدیم پر خرچ کرنے  
 کی وصیت بھی کی چنانچہ یہ امر نقل وصیت نامہ مرسل مع استغفار سے بخوبی واضح ہو گا، پس چونکہ زید کی یہ وصیت  
 رنگونی ورثہ کی مضرت یعنی حق تلفی اور وطن قدیم کے ورثہ کی منفعت کے لئے ہے، لہذا چند باتیں عرض کرتا ہوں



**اول:** علی مافی کتب الفقہ، موصی کو تو وصیت کرنا مستحب ہے لیکن ورثہ پر اس کا ادا کرنا واجب ہے کہ اگر نہ کریں گے تو ماخوذ ہوں گے یا کیا؟

**دوم:** زید کی یہ وصیت بکیفیت و عبارت کذا یتین (یعنی مجموعہ ترکہ کے نفع سے نہ اس کے کسی جزو معین کے نفع سے اور بایں عبارت کہ اس قدر روپیہ میری تجمیز و تکفین کے لئے رکھیں اور اتنا روپیہ میرے ملک کے لئے غبار کے لئے رکھیں) شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

**سوم:** زید کے قول (اور میں خصوصاً اپنے پسران مذکور کو اس طرح فرمان وصیت کرتا ہوں کہ بعد میرے مرنے کے کاروبار کا رخا نہ لکڑی جاری رکھیں اور منافع کاروبار مذکورہ کرایہ مکانات و اراضی سے تمام سرکاری و میونسپل کے خزانہ وغیرہ ادا کیا کریں اور مبلغ ایک ہزار روپیہ برائے میری تجمیز و تکفین کے جمع رکھیں الی قولہ اور ماہ بماء مبلغ فتنہ روپیہ موضع سالو لا میرا پارہ کی مسجد کے اخراجات کے لئے دیا کریں) کا خلاصہ مضمون یہ ہے یا نہیں کہ لکڑی کی تجارت کے نفع اور مکانات و اراضی کے کرایہ سے سوا مبلغ ٹیکس میونسپل و خزانہ سرکاری کے باقی ماندہ مبالغ سے اتنا لیں کریں اور اتنا لیں کریں یعنی زید کا یہ قول متضمن استثنائے مبالغ معلومہ کو ہے یا نہیں؟

**چہارم:** وصیت از قبیل معاملات ہے یا نہیں؟  
**پنجم:** بر تقدیر زید کے قول مذکور کے متضمن استثنائے مبالغ معلومہ اور وصیت کے از قبیل معاملات ہونے کے جیسے کہ بقول معتبر؛

لا يجوز ان يبيع ثمرة وليستثنى منها اطلاق معلومة  
 یہ جائز نہیں کہ وہ پھل فروخت کرے اور اس میں سے کچھ معین رطل مستثنیٰ کر لے۔ (ت)

بیع ثمرہ باشتنائے اطلاق معلومہ بوجہ احتمال عدم وجود ما سوائے اطلاق مستثناة کے جائز نہیں ایسے ہی اس کے قیاس پر بجامع تملیک وصیت در اہم باشتنائے در اہم معلومہ بوجہ مذکور نا جائز ہوگی یا نہیں؟ اور یہ امر ظاہر ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ سوا ٹیکس میونسپل و خزانہ سرکاری کے مکانات و اراضی و تجارتات سے وصول نہیں ہوتا بلکہ کبھی اس میں بھی کمی ہو جاتی ہے۔

**ششم:** زید کی یہ وصیت متضمن مضرت ہے اور بعض شارحین مشکوٰۃ شریف حدیث مرفوعہ ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے؛



وصیت مکروہہ لاہل فسوق کی صحت کی اللہم سے آخر تک کی ہے اس کے صحیح ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے۔

ہم تقسیم موصی کے وطن قدیم والی اولاد نے صرف اپنے فائدہ کی وصیتوں پر عمل کیا اور اس کی ان دو وصیتوں پر عمل نہیں کیا؛

(۱) اور میری وصیت ان کو (یعنی وصیان مذکور) کرتا ہوں کہ جو کچھ جملگی و ہنگی میری یا فتنی و مطالبات

موجودہ اور مطالبات و یا فتنی آئندہ کی بابت کرایہ مکانات یا اراضی بنام میرے وصول کریں۔

(۲) اور میں خصوصاً اپنے پسران مذکور کو اس طرح فرمان اور وصیت کرتا ہوں کہ بعد میرے مرنے کے

کاروبار کارخانہ لکڑی جاری رکھیں پس موصی کی چند وصایا میں سے بعض پر عمل نہ کرنے اور بعض پر

کرنے سے کل وصایا میں کچھ خلل آئے گا یا نہیں۔

مستثنیٰ موصی کی وصیت (اور میں نیز میرے وصیان مذکور کو اختیار دیتا ہوں کہ میرے جمیع نابالغ ورثہ کے

امین اور حامی ہو رہیں الیٰ قولہ مطابق شرع محمدی تقسیم کر دیں) کی رؤسے وصیوں پر ورثہ صغار کے کل سهام کو

بعینہ رکھنا لازم ہو گا ان میں بلا وجہ کسی وجہ سے تصرف بیع وغیرہ کرنے کے مجاز ہوں گے ان سب باتوں کا جواب

مفصل و مدلل مرحمت فرمائیں اور اجر اللہ سے پائیں عرض ضرور ہے۔

رنگون کے چند علماء کو وصیت کے بارے میں حکم بنایا گیا تھا انھوں نے اس کی صحت کا حکم دیا اور وجہ

یہ بیان فرمائی کہ یہ وصیت بالمتافع ہے اور وصیت بالمتافع جائز لہذا یہ بھی جائز ہے۔ اب براجازت انھیں

علماء کے آپ حضرات سے اس کی اپیل کی گئی ہے خوب غور فرما کر جواب باصواب سے ممنون فرمائیں۔

## نقل ترجمہ وصیت نامہ از زبان انگریزی

میکہ شیخ حاجی محمد بھولو سرکار لائق ساکن ۳۱ گلی شہر رنگون مالک مکانات و کارخانہ ہائے ظاہر کرتا ہوں

کہ جو کچھ تحریرات سابق اس کے بجانب میری ہو سب کی سب کو غریب و منسوخ کر کے یہ میری وصیت صحیح کے

کرتا ہوں اور بحالت صحت ذات نفس اور ثبات عقل اظہار کرتا ہوں کہ بایں وصیت نامہ میں اپنے داماد

میاں رحیم بخش اور فرزند ان خود شیخ میاں عبدالعزیز لائق اور شیخ میاں عبدالغنی لائق الحال ساکنان شہر رنگون

مذکور الفوق کو اور شیخ میاں عبدالواحد لائق الحال ساکن موضع سالمولامیر پارہ ضلع بردوان اور ملا مقصد صاحب

تاج لکڑی الحال شہر رنگون کو اپنی وصیان و امانت بنایا ہوں اور میری یہ وصیت اُن کو کرتا ہوں کہ جو کچھ جملگی و ہنگی

عہ گدافی الاصل ۱۲ ازہری غفرلہ

میری یافتنی و مطالبات موجودہ اور مطالبات و یافتنی آئندہ کے بابت کرایہ مکانات یا سکینات یا اراضی بنام میرے وصول کریں اور میں خصوصاً اپنے پسران مذکور کو اس طرح فرمان اور وصیت کرتا ہوں کہ میرے بعد میری موت کے کاروبار کا رخانہ لکڑی جاری رکھیں اور منافع کاروبار مذکور کو کرایہ مکانات و اراضی سے تمام سرکاری و میونسپل کے خزانہ وغیرہ ادا کیا کریں اور مبلغ ایک ہزار روپیہ برائے میری تجہیز و تکفین جمع رکھیں اور مبلغ پانسو روپیہ میرے وطن میں غریبوں کے خیرات کے لئے رکھیں اور میرے داماد مذکور میاں رحیم بخش کو مبلغ دو ہزار روپیہ دیں اور میرے برادر زادہ شیخ حاجی محمد اسحاق لائی کو مبلغ دو سو روپیہ دیں اور مبلغ ایک سو روپیہ بنو بی بی زوجہ برادر مرحوم خود کو دیں اور نثار بنو بی بی زوجہ برادر مرحوم خود کو مبلغ ایک سو روپیہ دیں اور دھنوبی بی کو مبلغ ایک سو روپیہ دیں اور ماہ ماہ مبلغ پچاس روپیہ موضع سالو لا میرا پڑھ کی مسجد کے اخراجات کے لئے دیا کریں اور میں نیز اپنے وصیان مذکور کو ایک یا جملہ مکانات جو کہ قسم خود میں معروف یعنی پانچواں درجہ لاٹ نمبر ۲۱ و ۲۲ بلاک ایچ اے پر واقع ہیں اگر ان کا فروخت کرنا مناسب سمجھیں اور اس زرفروختگی سے کچھ مال غیر منقولہ میرے ورثہ کی منفعت کے لئے خرید کریں اور میں نیز میرے وصیان مذکور کو اختیار دیتا ہوں کہ میرے جمیع نابالغ ورثہ کے امین اور حامی ہو رہیں اور آپ کے حقوق کو جو میری جائداد میں ہیں محافظت کریں تا وقتیکہ ورثہ نابالغ مذکور اپنے سن بلوغ کو پہنچیں اور جب ہر ایک اپنے سن بلوغت کو پہنچ جائیں ان کے حقوق جو میری جائداد میں ہیں مطابق شرع محمدی کے تقسیم کر دیں اور میں اپنی وصیان مذکور کو نیز اختیار دیتا ہوں کہ بایں امر کہ میرے وطن میں ہر ماہ محتاجوں اور مسکینوں کو اس قدر خیرات دیا کریں کہ جو صاحبان موصوف کی نظر میں مناسب آئیں۔ لہذا ان چند کلمات کو بطور سند لکھ دیا ہوں کہ عند الحاجة کام آئے۔

رنگون مورخہ ۱۵ ماہ مئی ۱۸۹۲ء دستخط حاجی محمد بھولو سرکار بزبان سبکدہ

ایں وصیت نامہ دستخط شدہ و اعلان نمودہ و اظہار کردہ شدہ بحضورات شاہدین مرقوم الذیل:

منشی مراد بخش، شیخ محمد اسحق، لعل محمد و شیخ سخاوت حسین

نقل مطابق اصل نمودہ شد معین الدین غفرلہ

الجواب

اللہم ہدایۃ الحق والصواب (اے اللہ! حق اور درستگی کی ہدایت عطا فرما۔ ت)

جواب سوال اول: وصیت نافذہ شرعیہ اگرچہ فی نفسہ واجبہ نہ ہو اپنے حد نفاذ تک کہ ثلث مال باقی بعد اداء الدین سے محدود ہے واجب التسلیم ہے جس طرح وقف کہ واقف پر اس کی انشاء واجب نہیں اور بعد انشاء لازم و واجب العمل ہے بلکہ نفس وقف درکنار شرائط واقف مثل نص شارع



واجب الاتباع ہیں کما نصوا علیہ بشرائطہ (جس طرح فقہائے شرائط سے متعلق نص فرمائی ہے۔ ت) ورثہ اگر وصیت کو روکیں رو کریں گنہگار ہوں گے اور دوسرے کے حق پر ظالم و ستمگار، قرآن عظیم نے ورثہ کا حق وصیت سے تو فرما رکھا ہے :

من بعد وصیة توصون بها جو وصیت تم کو جاؤ اور متعرض نکالنے کے  
او دینا ہے بعد - (ت)

یہی آیت ثبوت ایجاب میں بس ہے کہ ورثہ کو ان کا حق پہنچانا ضرورۃً فرض ہے اور وہ بنفس قرآن تعظیم وصیت پر محمول ،

وما لایتأتی الواجب الا به وجب ان یحکم بايجابہ ۔ جس کے بغیر واجب حاصل نہ ہو تو اس کے ایجاب کا حکم واجب ہے ۔ (ت)

بالجملہ اس کی تسلیم اور اس میں ترک مزاحمت ورثہ پر قطعاً واجب ہے اگرچہ تنفیذ واداء وصی پر یہی حال جملہ تبرعات مالیکہ ہے کہ مالک پر واجب نہیں اور بعد وقوع وتمامی دوسرا ان میں مزاحمت نہیں کر سکتا، لاجرم علمائے ایجاب کو نفس حقیقت وصیت میں داخل مانا اس کی تعریف ہی یوں کی :

الوصیة ما اوجبه الموصی فی ماله بعد موته وصیت وہ ہے جس کا ایجاب موصی اپنے مال میں  
او مرضه الذی مات فیہ کما فی کرے ، موت کے بعد یا اس بیماری میں جس میں  
نتائج الافکار عن النہایة عن الایضاح ۔ وہ مرا ۔ جیسا کہ نتائج الافکار میں نہایہ سے بحوالہ  
ایضاح منقول ہے ۔ (ت)

یا یوں ہے :

ایجاب بعد الموت کما فی الوقایة والنقایة ایجاب میں ہے ۔ میں کہتا ہوں اس کی انتہائی  
قلت و سیأتیک غایة التحقیق فانتظر ۔ تحقیق عنقریب آ رہی ہے ۔ انتظار کر ۔ (ت)

جواب سوال دوم : وصیت کو کسی خاص جز معین کی تعیین ضروری نہیں خواہ وصیت

لہ القرآن الکریم ۴/۱۱

لہ نتائج الافکار (وہ مکملۃ فتح القدر) بحوالہ النہایة کتاب الوصایا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳۴۱/۹  
لہ النقایة مختصر الوقایة کتاب الوصایا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۹۳

بالمنافع ہو مثل غلہ و کرا یہ خواہ بالا جزاء مثل ثلث و ربع خواہ بدر اہم و سکہ مثل ہزار و پانصد و صد روپیہ  
 کما تواترت بہ المسائل و سیأتیک انت  
 الجہالة لا تمنع الوصیة حتی لو اوصی  
 بجزء مجهول من ماله و لم یبین  
 مقدار نفسه فضلا عن تعیین مایقع  
 فیہ صح و یكون البیان الح الورثة  
 یقال لہم اعطوہ ما شئتم و ہذا کلد واضح  
 عند من لہ ادنی الامام بالعلم۔

چاہو اس کو دے دو۔ یہ تمام واضح ہے ہر اس شخص کے لئے جس کو علم کے ساتھ معمولی سا تعلق ہے (ت)  
 یوں ہی پانسو روپیہ غربائے وطن پر خیرات کی وصیت بھی بدیہی الصحتہ محاورہ ہندی میں غریب و فقرا  
 کو کہتے ہیں اور فقرا و شہر فلاں کے لئے وصیت جائز اگرچہ مذہب مفتی بر میں انھیں فقرا کی تخصیص لازم نہیں  
 ہر جگہ کے فقیروں کو دے سکتے ہیں یا افضل انھیں کو دینا ہے،

فی الدر المختار فی المجتبی اوصی بثلث  
 ماله للکعبة جائز و یصرف لفقراء الکعبة  
 لا غیر و کذا للمسجد و للقدس و فی  
 الوصیة لفقراء الکوفة جائز لغيرہم لے  
 بیت المقدس کے لئے وصیت کا ہے، اور فقرا و کوفہ کے لئے وصیت کی صورت میں ان کے  
 غیر پر خرچ کرنا بھی جائز ہے۔ (ت)  
 رد المحتار میں ہے،

قال فی الخلاصة الافضل  
 ان یصرف الیہم وان اعطی  
 غیرہم جائز و ہذا قول ابی یوسف  
 و بہ یفتی و قال محمد  
 خلاصہ میں کہا ہے کہ افضل فقرا و کوفہ پر ہی خرچ  
 کرنا ہے، اگر ان کے غیر کو دے دیا تب بھی  
 جائز ہے۔ یہ امام ابو یوسف کا قول ہے  
 اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ امام محمد رحمہ

لا یجوز لہ

نے فرمایا کہ یہ جائز نہیں ہے۔ (ت)  
اور اگر وہاں مغرب اپنے معنی اصلی یعنی مسافر ہی کے لئے بولا جاتا ہے تو مسافروں کے لئے بھی وصیت صحیح ہے کہ یہ لفظ بھی حاجتمندی سے خبر دیتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ انما الصدقات للفقراء و  
المسکین الی قوله تعالیٰ وابن السبیل  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: صدقات فقیروں کے لئے  
اور مسکینوں کے لئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے قول  
ابن السبیل یعنی مسافر تک۔ (ت)

اور وصیت جب غیر محصور لوگوں کے لئے ہے تو اس کا مناط صحت یہی دلالت حاجت ہے۔

فی الدر المختار الاصل ان الوصیۃ متى  
وقعت باسم ینبئ عن الحاجة کایتام  
بنی فلان تصح وان لم یحصوا علی  
ما مر لوقوعها لله تعالیٰ وهو معلوم و  
ان کان لا ینبئ عن الحاجة فان احصوا  
صحت و یجعل تعلیکما والابطلت۔  
در مختار میں ہے وصیت میں اصل یہ ہے کہ جب  
وہ ایسے اسم کے ساتھ واقع ہو جو حاجت کی خبر  
دیتا ہے جیسے فلاں قبیلے کے یتیموں کے لئے  
تو وصیت صحیح ہوگی، اگرچہ اس قبیلے کے یتیم  
قابل شمار نہ ہوں، جیسا کہ گزر چکا، کیونکہ یہ وصیت  
اللہ تعالیٰ کے لئے واقع ہوئی اور وہ معلوم ہے

اور اگر وصیت ایسے اسم کے ساتھ واقع نہ ہو تو پھر جن کے لئے وصیت کی گئی اگر وہ قابل شمار ہیں تو وصیت صحیح ہے اور اگر تمہیک قرار دیا جائے گا اور اگر وہ قابل شمار نہیں تو وصیت باطل ہے۔ (ت)  
ہاں مستحق یہاں بھی فقراء مسافریں ہونگے نہ اغنیاء۔

فی وجیز الامام النکوردی نوع من  
الفصل الثانی من کتاب الوصایا  
اوصی لاهل السجون او الیستامی  
او الاما مل او ابناء السبیل او الغارمین  
او الزمئی یعطی فقراء هم لا غنیاء هم  
امام کردری کی وجیز میں کتاب الوصایا، فصل ثانی  
کی ایک نوع میں ہے کسی شخص نے قیدیوں یا  
یتیموں یا بیواؤں یا مسافروں یا مقروضوں یا یتیموں  
کے لئے وصیت کی تو ان کے فقراء کو دیا جائے گا  
نہ کہ ان کے مالداروں کو الخ، اور اسی کی مثل کافی

۱۔ رد المحتار کتاب الوصایا دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۶۶/۵  
۲۔ القرآن الکریم ۶۰/۹ ۳۔ الدر المختار کتاب الوصایا مجتبیٰ دہلی ۳۳۰/۲  
۴۔ الفتاویٰ البنزازیۃ علی ہاشم الفتاویٰ السنیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴۳۸/۶

ومثله فی سادس وصایا الہندیۃ عن  
الکافی۔ کے حوالہ سے ہندیہ کے وصایا کی فصل سادس  
میں ہے۔ (ت)

رہی تجہیز و تکفین کے لئے وصیت وہ صرف حد مسنون و کفن متوسط تک مقبول ہے اس سے  
زیادہ میں باطل و نامعمول مثلاً سو روپیہ میں تجہیز بقدر سنت و کفن میاں ہو سکتی تھی اور اس کے لئے ہزار  
روپے کی وصیت کی تو ۹۰۰ روپیہ میں وصیت باطل ہے۔ فتاویٰ القرویہ میں ہے :

لو اوصی الرجل بان یکفن هو بعشرة آلاف  
فانه یکفن بکفن الوسط من غیر سرف  
ولا تقیر قاضی خان فیما تجوز وصیتہ  
من کتاب الوصایا و فی المنیۃ الوصیۃ  
بالاسراف فی الکفن باطلۃ۔  
اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ اسے دس ہزار درہم  
کا کفن پہنایا جائے گا جس میں نہ تو فضول خرچی  
ہوگی اور نہ کمی کی جائے گی۔ یہ بات قاضی خاں کی  
کتاب الوصایا باب فیما تجوز وصیتہ میں مذکور ہے  
اور غیہ میں ہے کہ کفن میں اسراف کی وصیت

باطل ہے۔ (ت)

**جواب سوال سوم :** زید کا یہ قول ان کاموں کے شمار میں ہے جو اس نے اپنے اوصیاء کو سپرد کئے  
جس طرح ایک کام یہ بتایا کہ جملگی میری یافتنی و مطالبات موجودہ و آئندہ وصول کریں۔ یونہی ایک کام یہ تفویض  
کیا کہ کارخانہ جاری رکھیں اور منافع سے خزانہ وغیرہ ادا کیا کریں اسے استثناء قرار دینے سے مستثنیٰ و مستثنیٰ منہ  
میں ایک جملہ اجنبیہ مستقلہ بے گانہ فاصل ہونا لازم آئے گا کہ اس کے متصل یہ لفظ ہیں ”ہزار روپے برائے  
تجہیز و تکفین جمع رکھیں“ اس سے ہرگز وہ روپیہ مراد نہیں ہو سکتا جو بعد موت موصیٰ کارخانہ جاری رہ کر اس کے  
منافع سے آئندہ وصول ہونا متوقع سمجھا جائے کہ حاجت تجہیز و تکفین بعد موت فوری ہے نہ کہ بعد بقاء  
کارخانہ منافع مشکوکہ آئندہ پر محمول و هذا ظاہر جداً (اور یہ خوب ظاہر ہے۔ ت) معنی  
اس عبارت میں کہ ”ہزار روپے تجہیز کو رکھیں اور پانسو غریار کو خیرات کے لئے اور فلاں کو دو ہزار دینا اور  
فلاں کو دو سو اور فلاں و فلاں کو سو سو روپے دیں“ اس شخص سے کوئی دلیل نہیں کہ یہ روپے منافع  
آئندہ سے دئے جائیں، و ما لا دلیل علیہ لا مصیر الیہ (اور جس پر دلیل نہ ہو اس کی طرف رجوع  
نہیں ہوتا۔ ت)، لاجرم جملہ اولیٰ وہی ایک کام کی سپردگی ہے اور جملہ مابعد میں وصیت تکفین سے  
یہاں تک کوئی جملہ وصیت بالمنافع نہیں بلکہ وصیت بدراہم مرسلہ ہیں جس کا اصلی حکم یہ ہوتا ہے کہ اگر



اتنے روپے بوجہ عدم تجاوز حد شرعی وصیت کے مجموعہ وصایا کے لئے ثلث باقی بعد ادا الدین ہے تمام وکمال قابل نفاذ تو اگر فی الحال ترکہ میں موجود ہیں سب ابھی دے دے جائیں ورنہ ان کے لائق حصہ جائیداد بیچ کر ادا ہوں

فی رد المحتار عن المنع عن السراج ، اذا اوصی بدرہم مرسلة ثم مات تعطى للموصی له لو حاضرة والاتباع التركة و يعطى منها تلك الدرہم

رد المحتار میں منہ سے بجا الہ سراج منقول ہے کہ جب کسی نے مطلق درہموں کی وصیت کی پھر مر گیا تو وہ درہم اس شخص کو دے جائیں گے جس کے لئے وصیت کی گئی ہے، اگر درہم حاضر ہیں ورنہ ترکہ بیچ کر اس میں سے وہ درہم دے جائیں گے (ت)

مگر یہاں وصیت ثلث درکنار جمع مال کے دو چند سے بھی متجاوز ہے کہ تنہا مسجد کے لئے ماہوار کی وصیت کل مال کی وصیت تو وہی ہوگی باقی تین ہزار روپے کی وصایا کے مذکورہ معینہ علاوہ رہیں،

فی الہندیۃ اوصی بان ینفق علی فلان خمسة کل شہر ما عاش و علی فلان و فلان عشرة کل شہر ما عاش و الجازت الورثة یقسم المال بین الموصی له بخمسة و الموصی لہما بعشرة نصفین فیوقف نصف المال علی صاحب الخمسة و النصف علی صاحبی العشرة لان الموصی له بالخمسة موصی له بجمیع المال وصیة واحدة و الموصی لہما بجمیع المال وصیة واحدة فکانہ اوصی لہذا بجمیع المال ولہما بجمیع المال فینقسم المال بینہم نصفین عند الكل وان لم تجز الورثة یقسم الثلث نصفین عند الكل کذا فی المحیط اھ مختصراً

ہندیہ میں ہے کسی شخص نے وصیت کی کہ فلاں شخص پر جب تک وہ زندہ رہے پانچ درہم ماہانہ خسریج کئے جائیں اور فلاں اور فلاں شخص پر جب تک وہ دونوں زندہ رہیں دس درہم ماہانہ خسریج کئے جائیں اور وارثوں نے اس کی اجازت لے دی تو مال اس شخص کے درمیان جس کے لئے پانچ درہم کی وصیت کی گئی اور ان دونوں کے درمیان جن کے لئے دس درہم کی وصیت کی گئی نصف نصف تقسیم کیا جائے گا، چنانچہ نصف مال پانچ درہم والے کے لئے اور نصف دس درہم والوں کیلئے موقوف رکھا جائے گا، اس لئے کہ جس کے لئے پانچ درہم ماہانہ کی وصیت کی گئی اس کے لئے تمام مال کے ساتھ ایک وصیت کی گئی اور جن دو کیلئے دس درہم

ماہانہ کی وصیت کی گئی ان کے لئے بھی تمام مال کے ساتھ ایک وصیت کی گئی گویا کہ موصی نے اس کیلئے تمام

رد المحتار کتاب الوصایا باب الوصیۃ بثلث المال و ارجاء التراث العربی بیروت ۵/۳۱

لہ الفتاویٰ الہندیۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۱۲۹

مال کی وصیت کی اور ان دونوں کے لئے بھی تمام مال کی وصیت کی۔ لہذا تمام ائمہ کے نزدیک ان کے درمیان مال نصف نصف تقسیم ہوگا۔ اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو تمام ائمہ کے نزدیک تہائی مال ان کے درمیان نصف نصف تقسیم کیا جائیگا۔ محیط میں یونہی ہے (اختصار) (ت)

صرف تین ہزار اس لئے کہ تجیز و تکفین تو حاجات اصلیہ سے ہے اور دین مہر بھی مقدم تو ان کے نصایا کے مرتبے میں بھی تین ہزار رہے۔

العقود الدریہ میں ہے مجھ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے ہزار درہم کی وصیت کی کہ اس میں سے اس کی تجیز و تکفین کا خرچ نکالا جائے اور باقی نیک کاموں پر خرچ کیا جائے، اور اسی نے زید کے لئے پانچ سو درہم اور فلاح مسجد کی تعمیر کے لئے پانچ سو درہم اور مزید فلاح مسجد کی تعمیر کے لئے بھی پانچ سو درہم کی وصیت کی۔ اور اس کا ایک غلام تھا اس کی قیمت بھی پانچ سو درہم تھی جس کو اس نے اپنی مرض موت میں بطور تجیز آزاد کر دیا اور اس کے لئے ایک ہزار پانچ سو پچاس درہم کی وصیت کی، اور اس کے ترکہ کا تہائی حصہ تین ہزار اٹھ سو تک پہنچا اور اس کی تجیز و تکفین کا خرچ تین سو تک پہنچا تو اب اس کی وصیت کیسے تقسیم کی جائیگی؟ میں نے اس کا جواب دیا شرعی تجیز و تکفین کا خرچ اصل مال سے ہوگا گویا اس نے ہزار میں سے اس کو مستثنیٰ کیا ہے تو اس طرح نیک کاموں پر خرچ کرنے کے لئے ہزار میں سے سات سو درہم باقی بچے، اور اس کی وصیت کا مجموعہ چار ہزار دو سو پچاس ہوا جو ترکہ کے تہائی حصہ میں سے نہیں نکل سکتا۔ چنانچہ وصیت صرف مال

فی العقود الدریۃ سئل عن رجل اوصى بالالف یخرج منها تجهیزہ و تکفینہ والباقی منها لعمل میراث و اوصى بخمس مائة لزید و بمثلها لعمارة مسجد کذا و بمثلہ لعمارة مسجد کذا ایضا وله مملوک قیمتہ خمس مائة ایضا اعتقه من جزائی مرض موتہ و اوصى له بالالف و خمس مائة وخمسين و بلغ اثا ترکته ثلثة الاف و ثمان مائة و بلغت نفقة تجهیزہ و ثلث مائة فکیف تقسم فاجبت کلفة التجهیز الشرعی من اصل المال فکانہ استثناء من الالف فیکون الباقي من الالف لعمل المیراث سبع مائة و تصیر جملة الوصیة اربعة الاف و مائتین وخمسين وقد ضاق الثلث

عنها فينفذ الثلث فقط الخ۔

کے تہائی حصہ میں نافذ کی جائیگی فقط (ت)  
پھر سب میں پھلی وصیت ہے کہ وصیان مذکور ہر ماہ محتاجوں کو اس قدر خیرات دیا کریں جو فطر میں  
مناسب آئے دوبارہ کل مال کی وصیت ہے کہ اس کی تعیین مقدار میں اگرچہ اوصیاء کو اختیار دیا ہے اور یہ  
اختیار صحیح اور ایسی وصیت جائز ہے۔

کما اذا وصی بجزء او سهم من ماله  
فالبيان الى الورثة يقال لهم اعطوه ما شئتم  
كما في البدل المختار وعامة الاسفار  
وفي رد المختار عن التبيين لانه مجهول  
يتناول القليل والكثير والوصية لا تمتنع  
بالجهالة والورثة قاضون مقام الموصي  
فكان اليهم بيانه اه قلت فالوصي  
المفوض اليه بنص الموصي اولى بذلك  
كما لا يخفى۔

جیسے کسی شخص نے اپنے مال میں سے ایک جز یا  
ایک سهم کی وصیت کی تو اس کا بیان وارثوں کے  
ذمے ہوگا انھیں کہا جائے گا کہ جو کچھ تم چاہو  
اس کو دے دو جیسا کہ رد مختار اور عام کتابوں  
میں ہے۔ رد المختار میں تبیین کے حوالے سے بقول  
ہے کیونکہ وہ مجهول ہے قلیل و کثیر دونوں کو شامل  
ہے اور وصیت بسبب جہالت کے ممنوع نہیں  
ہوتی اور وارث موصی کے قائم مقام ہوتے ہیں لہذا  
اس کا بیان انھیں کو سونپا جائے گا الخ میں کہتا ہوں

کہ وہ وصی اس کا زیادہ حقدار ہے جس کے سپرد معاملہ موصی کی نص سے ہوا ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں (ت)  
مگر یہ کوئی مقدار تجویز کریں آخر کچھ نہ کچھ ماہوار کی وصیت ہوگی اور وہ بلا تفرقہ کثیر و قلیل مطلقاً جمیع  
مال کی وصیت ہے،

كما علمت انفا عن العلمگیویة  
وفيها ايضا عن المبسوط لو وصی  
بان ينفق عليه خمسة دراهم  
كل شهر فانه يحبس  
جميع الثلث لينفق عليه منه كل

جیسا کہ عالمگیریہ کے حوالہ سے ابھی ابھی توجان چکا  
ہے، اسی میں بحوالہ مبسوط ہے کہ اگر کسی وصیت  
کی کہ اس کے مال میں سے فلاں پر پانچ درہم  
ماہانہ خرچ کئے جائیں تو اس کے ترکہ کا ایک تہائی  
حصہ فوراً روک لیا جائیگا تاکہ اس میں سے موصی

شهر خمسة كما اوجب الموصى و  
 يستوى ان امر بان ينفق عليه في  
 كل شهر منه درهمان او عشرة  
 دراهم اه والسرفيه ان الوصية بشئ  
 للفقراء كل شهر مؤبدة لانها ية الى  
 اخرا الدهر والغلال بمعرض  
 الزوال ومعتور التبدل بالتكث  
 والتقل فلا يدري متى تفتى ومتى تحصل  
 ومتى تقل والى ما تفصل فوجب  
 ابقاء جميع الثلث مصونا لها قال  
 فى الهندية متصلا بما مرقبله  
 اوصى بعشرين درهما من غلته  
 كل سنة لرجل فاغل  
 سنة قليلا وسنة كثيرا فله  
 ثلث الغلة كل سنة  
 يجبر وينفق عليه كل  
 سنة من ذلك عشرون  
 درهما ما عاش هكذا  
 اوجب الموصى و ربها لا تحصل  
 الغلة فى بعض السنين  
 فلهذا يجبر ثلث  
 الغلة على حقه اه  
 قلت و اطلقوه فشم

کی وصیت کے مطابق ہر مہینے پانچ درہم خرچ  
 کئے جائیں، اور اس میں حکم برابر ہوگا اگر وہ ایک  
 درہم یا دس درہم ماہانہ خرچ کرنے کا حکم دے الخ  
 اس میں راز یہ ہے کہ فقیروں کے لئے ماہانہ کچھ خرچ  
 کرنے کی وصیت دائمی ہوتی ہے اور آخر تک کی  
 انتہا نہیں ہوتی جبکہ محاصل معرض زوال میں ہوتے  
 ہیں اور ان میں زیادتی اور کمی کے ساتھ تغیر و تبدل  
 ہوتا رہتا ہے معلوم نہیں کب تک ختم ہو جائیں اور  
 کب حاصل ہوں اور کب ختم ہو جائیں اور وہ کب  
 کہاں تک پہنچے۔ لہذا پورے تہائی کو وصیت کیلئے  
 محفوظ رکھنا واجب ہے۔ ہندیہ میں مذکورہ بالا جملہ  
 سے ما قبل قریب ہی کہا ہے کہ کسی شخص نے کسی  
 دوسرے شخص کے لئے اپنی جائیداد کی پیدوار  
 میں سے بیس درہم سالانہ کی وصیت کی اور چونکہ  
 پیدوار کسی سال تھوڑی اور کسی سال زیادہ ہوتی  
 ہے لہذا اس کے لئے ہر سال پیدوار کا تہائی حصہ  
 روک رکھا جائے گا اور سالانہ اس پر جس کیلئے وصیت  
 کی گئی ہے بیس درہم خرچ کئے جاتے رہیں گے  
 جب تک وہ زندہ ہے۔ اسی طرح موصی نے ایجاب  
 کیا ہے۔ اور بسا اوقات بعض سالوں میں پیدوار  
 حاصل نہیں ہوتی اسی لئے اس شخص کے حق میں جس  
 کے لئے وصیت کی گئی پیدوار کا تہائی حصہ  
 روک رکھا جاتا ہے الخ میں کہتا ہوں انہوں نے



ما اغل مما کثرا و قل مع ان الوصیة محدودة بسنین معدودة قدرا ما عسی ان یعیش الموصی له فکیف یجہمة لا انقطاع لہا۔  
 اس کو مطلق رکھا کہ یہ شامل ہے جب تک پیداوار حاصل ہوتی رہے گی چاہے وہ پیداوار کثیر ہو یا قلیل باوجودیکہ وصیت چند محدود سالوں کی حد تک محدود ہے یعنی جب تک وہ شخص زندہ رہے گا جس کے لئے وصیت کی گئی ہے تو پھر یہ وصیت ایسی جہت سے کیسے ہوئی جس کے لئے انقطاع نہیں۔ (ت)

تو حاصل یہ ٹھہرا کہ زید نے اپنے کل مال کی وصیت اس مسجد کے لئے کی اور نیز کل کی وصیت فقرا کو ماہوار کے لئے اور ان کے علاوہ پانسو روپے مطلقاً فقرا یا خاص فقرا مسافریں کو اور دینے کے لئے اور ڈھائی ہزار ان اشخاص معلومین کو وصیت دیئے جملہ اموال و صایا دو بار جمع مال اور تین ہزار روپے ہوئے پُر ظاہر کہ کل مال بھی ان و صایا کے نصف کی بھی گنجائش نہیں رکھتا تو اب اس کے دریافت کی حاجت ہوگی کہ ان میں کون کون وصیت کس کس حد پر نفاذ پائے گی کتنا کتنا ہر وصیت میں دیا جائے گا کون سی وصیت بوجہ از حجت تقسیم پائے گی کونسی مرحوج ٹھہر کر تاخیر کر دی جائیگی اس کا حساب صحیح بتانے کے لئے یہ جاننا ضرور کہ کل مال بعد تجہیز و تکفین مسنون وادائے دیون کی مقدار کس قدر ہے میت نے ترکہ میں زر نقد کتنا چھوڑا جائداد منقولہ وغیرہ منقولہ متروکہ خالصہ یعنی بعد تجہیز و تکفین و قضائے دیون کی قیمت بازار کے بھاؤ سے کیا ہے وارثوں میں بالغ کتنے ہیں ان میں کون کون کس کس وصیت کو کس حد تک جائز رکھتا کون کون اجاز نہیں دیتا ہے ان امور سے سوال میں کچھ مذکور نہیں نہ سائل نے اس بحث سے استفسار کیا لہذا ہم بھی مطوی و ملتوی رکھیں اگر دریافت منظور ہو امور مسطورہ بتفصیل تمام بتا کر سوال کیا جاسکتا ہے۔

**جواب سوال چہارم:** تقسیم عبادات و معاملات میں عبادات سے مطلقاً حقوق اللہ مراد ہوتے ہیں خواہ عبادات محض ہوں جیسے ارکان اربعہ یا قربات محض جیسے عقی و وقف حتیٰ کہ نکاح بھی خواہ عبادت یا قربت مع معنی عقوبت جیسے کفارات اور معاملات حقوق العباد ہیں مثل بیع و اجارہ و ہبہ و اعارہ وغیرہ اور یہاں نظر مقصود اصل کی طرف ہے اصل مقصود تقرب الی اللہ ہے تو عبادت ہے یا مصالح عباد تو معاملہ

فاجتماعہما کما فی النکاح لا یقدح فی التقسیم وقد تکفل ببیان کل ذلک فی سرد المحتار صدہ  
 ان دونوں کا اجتماع جیسا کہ نکاح میں ہے تقسیم میں مانع نہیں، تحقیق اس تمام کے بیان کی ردالمحتار میں کتاب البیوع کے آغاز پر تفصیلات

کتاب البیوع۔ کی گئی ہے (ت)

پھر وصیت دو قسم ہے، ایک تملیک مثلاً زید یا عمرو یا ابنائے فلاں وغیرہم معین و محصور اشخاص کے لئے یہ صورت اغنیاء و فقراء سب کے لئے ہو سکتی ہے، صورت اولی معاملات سے ہے مثل ہبہ اور ثمانیہ عبادات سے مثل صدقہ، دوسری قربت بلا تملیک مثل وصیت بوقف و عقی و دیگر اعمال پھر وصیت برائے ارباب حاجت غیر محصورین بوجہ عدم انحصار تملیک نہیں ہو سکتی یہ صرف قربت و از قبیل عبادات ہے۔

یرشدك الى هذا ما قد مناعن الدار  
من الاصل في الوصية الخ وفي  
الهندية عن المحيط عن فتاوى الامام  
ابى الليث فيما لو اوصى بثلاث ماله  
لاعمال البر ان كل ما ليس فيه  
تمليك فهو من اعمال البر حتى  
يجوز صرفه الى عمارة المسجد و  
سراجہ دون تزینة الخ و مسائل  
الباب اکثر من ان تحصى۔  
اقول و به ظہرات ما ذکر  
فی عامة الكتب فی حد الوصية  
انها تمليك مضاف الى ما بعد  
الموت على وجه التبوع  
فهو تحدد يد له باعتبار  
احد نوعيه والمحدد الجامع  
ما قد مناعن النتائج  
عن النهاية عن

اس کی طرف تیری راہنمائی کرتی ہے وہ بات جو  
در کے حوالے سے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں یعنی  
وصیت میں اصل یہ ہے الخ اور ہنزیہ میں بحوالہ  
فتاویٰ امام ابواللیث محیط سے منقول ہے  
اس صورت کے بارے میں کہ اگر کسی نے نیک  
کاموں کے لئے اپنے مال کے تہائی کی وصیت  
کی یہ کہ جس میں تملیک نہ ہو وہ نیک کاموں میں  
سے ہے یہاں تک کہ اسے مسجد کی تعمیر اور چراغ  
کے لئے خرچ کرنا جائز ہے نہ کہ اس کی زیب و  
زینت کے لئے الخ اس باب کے مسائل شمار سے  
زائد ہیں۔ میں کہتا ہوں اور اس سے ظاہر ہو گیا  
وہ جو عام کتابوں میں وصیت کی حد یعنی تعریف  
کے بارے میں مذکور ہے کہ بے شک وصیت  
ایسی تملیک ہے جو موت کے مابعد کی طرف بطور  
تبرع منسوب ہوتی ہے، یہ وصیت کی تعریف  
اس کی دو نوعوں میں سے ایک کے اعتبار سے  
ہوتی اور جامع تعریف وہ ہے جسے ہم نتائج سے

الایضاح، والاولی ما اسلفنا عن الوقایة  
والنقایة لعدم تقييده بالمال  
فیعم ما اذا اوصى بان  
یدفنت فی مقبرة کذا  
بشوب فلان الزاهد  
فقد قال فی الخلاصة و  
البرازیة والشربلایة ورد المختار  
و غیرها یراعى شرائطه ان  
لم یلزم مؤنة الحمل فی التركة انه  
قلت والمراد بالموت ما یعم  
الحکمی وهو مرض الموت والاولی  
التصریح به لکن هذا الابد  
من تخصیصه بالمال فان الایجابات  
الغیر المالیه کامره اجبیره او  
ابنه ان اسقنى او اخذ منى لا تعد  
وصیة وان كانت فی مرض  
الموت بخلاف المضاف الی ما بعده کما  
لا یخفى فاذا احتق ما یقال فی حدها  
ایجاب مضاف الی ما بعد الموت او  
المنجز فی مرض  
الموت فاحفظه - و الله  
التوفیق -

بکوالہ نہایہ بکوالہ ایضاح پہلے نقل کر چکے ہیں۔ اور  
اولیٰ تعریف وہ ہے جسے ہم بکوالہ وقایہ و نقایہ پہلے ذکر  
کر چکے کیونکہ اس میں مال کی قید نہیں لگائی گئی، لہذا  
وہ شامل ہو گئی اس صورت کو کہ جب کسی نے وصیت  
کی کہ اس کو فلاں قبرستان میں فلاں زاہد کے  
کپڑوں میں دفن کیا جائے۔ خلاصہ، برازیہ، شربلایہ  
اور رد المختار وغیرہ میں کہا ہے وصیت کی شرائط کا  
لحاظ کیا جائے گا اگر ترکہ میں بار برداری کا خرچہ  
لازم نہ آئے الخ۔ میں کہتا ہوں موت سے مراد وہ ہے  
جو موت حکمی کو شامل ہے اور وہ مرض الموت ہے،  
اور اس کی تصریح کرنا اولیٰ ہے، لیکن اس میں مال کی  
تخصیص ضروری ہے اس لئے کہ ایجابات غیر الیہ  
جیسے کسی شخص کا اپنے اجیر یا بیٹے کو حکم دینا کہ مجھے پانی  
لا کر پلاؤ یا میری خدمت کرو۔ ان کا شمار وصیت  
میں نہیں ہوتا اگرچہ یہ مرض الموت میں ہوں بخلاف  
اس کے کہ وہ موت کے مابعد کی طرف منسوب  
ہو، جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ تو اس صورت میں  
وصیت کی تعریف یوں کرنا اولیٰ و انسب ہے  
کہ وہ ایسا ایجاب ہے جو موت کے مابعد کی  
طرف منسوب ہو یا اس کی طرف منسوب ہو جس  
کی تجزیہ مرض الموت میں کی گئی ہے۔ اس کو محفوظ  
کر لے۔ اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق حاصل  
ہوتی ہے۔ (ت)

بالجملہ مطلق وصیت نہ عبادات سے ہے نہ معاملات سے بلکہ دونوں میں داخل دونوں کو شامل۔

لے الفتاویٰ البرازیة علی ہامش الفتاویٰ الہندیة کتاب الوصایا نورانی کتب خانہ پشاور ۴۴۰/۶

**جواب سوال پنجم :** وجہ مذکور سے وصیت پر کوئی اثر عدم جواز کا نہیں پڑ سکتا اُس وجہ کی نہ بنا صحیح ہے نہ مبنی درست ، نہ وصیت کا بیع پر قیاس مقبول ۔

اؤ گلا جواب سوال سوم میں معلوم ہو گیا کہ یہاں سرے سے استثنائے بیع نہیں ۔  
ثانیاً ہو بھی تو قول صحیح و معتد ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ ارطال معلومہ کا استثنائے بیع میں بھی روا ۔ ہدایہ میں بعد عبارت مذکورہ سوال ہے :

لان الباقي بعد الاستثناء مجهول  
قال رضي الله تعالى عنه قالوا هذا  
سرواية المحسن وهو قول الطحاوي اما  
على ظاهر الرواية ينبغي ان يجوز  
لان الاصل ان ما يجوز ايراد العقد  
عليه بانفراد يجوز استثناء من العقد  
وبيع فقير من صبرة جائز فكذا  
استثناءه بخلاف استثناء الحمل  
واطراف الحيوان لانه لا يجوز بيعه  
فكذا استثناءه اه باختصار ۔

کیونکہ استثنائے بیع کے بعد باقی مجهول ہے مصنف  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا علماء نے کہا ہے کہ یہ  
روایت امام حسن کی ہے اور وہی طحاوی کا قول  
ہے لیکن ظاہر الروایۃ پر اس کو جائز ہونا چاہیے  
اس لئے کہ ضابطہ یہ ہے جس شے پر بطور انفراد  
عقد کا وارد ہونا جائز ہو عقد سے اس کا استثناء  
بھی جائز ہوتا ہے ۔ ڈھیر میں سے ایک پوری کی  
بیع جائز ہے تو اسی طرح اس کا استثنائے بیع  
جائز ہوگا بخلاف حمل اور جانور کے اجزاء کے  
کیونکہ ان کی بیع جائز نہیں ، اسی طرح ان کا استثناء  
بھی جائز نہیں اھ (اختصار) (ت)

تنویر الابصار میں ہے :

ما جاز ايراد العقد عليه بانفراده  
صح استثناءه منه فصح استثناء  
ارطال معلومة من بيع ثمر نخلة ۔  
جس پر بطور انفراد عقد کا وارد کرنا جائز ہے اس کا  
استثنائے بیع بھی عقد سے جائز ہے ۔ چنانچہ  
درخت کے پھل کی بیع سے معین رطلوں کا استثناء  
صح ہے ۔ (ت)

در مختار میں ہے :



لصحة اياد العقد عليها ولو الشمر  
على رؤس النخل على الظاهر  
رد المحتار میں ہے :

قوله (على الظاهر متعلق بقوله فصحة  
ومقابل ظاهر الرواية الحسن عن  
الامام انه لا يجوز واختار الطحاوی  
والقدوري لان الباقي بعد الاستثناء  
مجهول

کیونکہ اس پر عقد کو وارد کرنا صحیح ہے اگرچہ ظاہر  
روایت کے مطابق جو پھل درختوں کے اوپر ہوتا ہے

ما تن کا قول "على الظاهر" اس کے قول "فصحة"  
سے متعلق ہے اور ظاہر الروایت کے مقابلے  
میں حسن کا قول ہے جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ  
سے منقول ہے کہ یہ استثناء جائز نہیں ہے۔  
اسی کو اختیار کیا ہے امام طحاوی اور قدوری نے  
کیونکہ استثناء کے بعد جو بچتا ہے وہ مجہول ہے (ت)

ثالثاً بیع میں عدم جواز ہی معتد سہی تو اس کا دائرہ بہت تنگ ہے اور وصیت کا باب  
نہایت وسیع۔ ابھی سن چکے کہ بیع حل ناجائز ہے اور وصیت بالحل قطعاً روا۔

فی الدرر صحت للحمل و به كقوله او وصیت  
بحمل جائز و اد ابی هذه لفلان  
در میں ہے کہ حمل کے لئے وصیت اور حمل کے  
ساتھ وصیت صحیح ہے جیسے مرضی کا یوں کہنا کہ  
میں نے اپنی اس لونڈی یا اس جانور کے حمل کی فلاں  
شخص کے لئے وصیت کی۔ (ت)

بیع شرط فاسد سے فاسد ہو جاتی ہے اور وصیت پر ان کا کچھ اثر نہیں، لہذا بیع کینز سے استثناء  
حمل روا نہیں اور وصیت سے صحیح۔

فی الهدایة اشتری جاریة الاحملها  
قال بیع فاسد لانه بمنزلة اطراف  
الحيوان لاتصاله به خلقة  
وبیع الاصل يتناولها فالاستثناء  
ہدایہ میں ہے کسی شخص نے لونڈی خریدی مگر اس کا  
حمل نہ خریدا تو بیع فاسد ہے کیونکہ حمل حیوان کے  
اعضائے کی مثل ہے اس لئے کہ حمل خلقی طور پر حیوان  
کے ساتھ متصل ہے اور اصل کی بیع اس کو

يكون على خلاف الموجب فيصير شرطاً  
فاسداً والبيع يبطل به والهبّة  
والصدقة والنكاح لا تبطل بل يبطل  
الاستثناء وكذا الوصية لا تبطل لكن  
يصح الاستثناء لان الوصية اخت  
الميراث والميراث يجزى فيما  
في البطن له اھ ملخصاً۔

شامل ہے، تو یہ استثناء موجب کے خلاف ہونے  
کی وجہ سے شرط فاسد ہوا اور بیع شرط فاسد  
کے ساتھ باطل ہو جاتی ہے۔ ہبہ، صدقہ اور  
نکاح باطل نہیں ہوتے بلکہ استثناء باطل  
ہو جاتا ہے۔ یونہی وصیت باطل نہیں ہوتی لیکن  
اس میں استثناء صحیح ہوتا ہے اس لئے کہ  
وصیت میراث کی بہن ہے اور میراث اس میں  
جاری ہو جاتی ہے جو بیٹ میں ہے اھ (تلخیص) (ت)

جہالت بیع میں مفسد ہے اور وصیت کو مضر نہیں کہا قد مناعن الشامي عن الزيلعي  
(جیسا کہ ہم شامی سے بحوالہ زیلعی پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ ت) اور بیع میں استثنائے ابطال معلومہ  
روایت فساد کی علت یہی جہالت تھی کما سمعت عن الھدایۃ و سرمد المحتار و مثله فی الفتح  
وغیرہ (جیسا کہ توہداریہ اور رد المحتار سے سن چکا ہے، اور اسی کی مثل فتح وغیرہ میں ہے۔ ت)  
تو وصیت کا اس پر قیاس کھلا مع الفارق ہے۔  
مرا بعداً علت منع یہی سہی کہ شاید اتنے ہی رطل پیدا ہوں تو یہ بھی وصیت میں اصلاً خلل انداز  
نہیں،

کما اسلفنا عن الھندیۃ عن المحيط  
من قوله و ربما لا تحصل الغلة فی  
بعض السنین۔

جیسا کہ ہم ہندیہ سے بحوالہ محیط اس کا یہ قول ذکر  
کر چکے ہیں کہ بسا اوقات بعض سالوں میں پیداوار  
حاصل نہیں ہوتی (ت)

خامساً وقت محاصل و غلہ قری و بساتین وغیرہ کی صحت و وصیت میں شبہ نہیں کتب فقہ  
میں اس کے لئے باب جداگانہ موضوع اور شک نہیں کہ ان اشیاء پر جو محصول جانب سلطنت سے  
معین ہوتا ہے وہ عرفاً معلوم الادا و محمود الاستثناء ہے والمعہود عرفاً کالمشروط لفظاً (جو عرف  
کے اعتبار سے محمود ہو وہ اس کی مثل ہوتا ہے جو لفظ کے اعتبار سے مشروط ہو۔ ت) تو جو استثناء  
بے ذکر کئے خود ہی مذکور ہے اس کی تصریح کیا مفسد ہو سکتی ہے وھذا ظاہر جداً (اور یہ خوب ظاہر ہے۔ ت)۔

**جواب سوال ششم :** بطلان وصیت کے لئے تقریر مذکور اصلاً صحیح نہیں ، اور اگر زرا کہ وصیت دو قسم ہے : تملیک و قربت ۔ وانا اقول وباللہ التوفیق ( اور میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی ہے ۔ ت ) کراہت منافی تملیک ہرگز نہیں ہو سکتی ،

الاتی ان البیوع الفاسدة محرمة  
وتفید الملك فاذا جامع الملك المحرمة  
فما بالک بالکراہة۔

کیا تو نہیں دیکھتا کہ بیوع فاسدہ حرام ہیں اور ملک کا فائدہ دیتی ہیں ۔ جب ملک حرمت کے ساتھ جمع ہو گیا تو کراہت کے ساتھ جمع ہونے میں تیرا کیا خیال ہے ۔ ( ت )

اور منافی قربت بھی صرف اس صورت میں ہے کہ شئی فی نفسہ مکروہ ہو اور یہ جہی ہو گا کہ وہ اصلاً نوع قربت سے نہ ہو ،

فان النداب والکراہة متنافیان لایسوغ  
اجتماعهما من جهة واحدة۔

کیونکہ نداب اور کراہت آپس میں متنافی ہیں لہذا ایک ہی جہت سے ان کا اجتماع جائز نہیں ( ت ) بخلاف کراہت عارضی کہ زہار منافی قربت نہیں مزارعہ ہوتا ہے کہ شئی فی نفسہ قربت ہو اور اسے خارج سے کراہت عارض جیسے آستین چڑھائے ہوئے نماز پڑھنا ، علماء نے کراہت و معصیت سے بطلان وصیت پر صرف دو صورت خاصہ میں استثناء کیا ہے جہاں تملیک نہیں اور فعل فی نفسہ مکروہ ہے ، حاصل استدلال یہ کہ یہاں تملیک نہ ہونا تو ظاہر اور اس ظہور ہی کے باعث یہ مقدمہ مطوی فرما جاتے ہیں ، رہی قربت وہ یوں نہیں ہو سکتی کہ فعل خود مکروہ ہے اور ایسا مکروہ قربت نہیں ہو سکتا تو دونوں نوع وصیت ملتی ہوئیں اور بطلان لازم آیا ،

فان انتفاء الاقسام باسرها قاضی  
بانتفاء المقسم سرا۔

تمام اقسام کا منقہ ہونا مقسم کے منقہ ہونے کا نقضاً کرتا ہے ۔ ( ت )

بخلاف دو صورت باقی اعنی صورت تملیک و صورت قربت ذاتی و کراہت عارضی کہ ان میں ہرگز کراہت سے بطلان پر حجت نہیں پاتے بلکہ صراحتہ صحت و وصیت ارشاد فرماتے ہیں تینوں صورتوں کے شواہد لیجئے :

**صورت اولیٰ** کی دو مثالیں یہی ضرب قبہ و تطہین قبر ہیں یعنی جب بہ نیت تزئین ہو کہ اپنی قبر کو مزین کرنا فی نفسہ نوع قربت سے نہیں بخلاف اس صورت کے کہ بقائے نشان مقصود ہو کہ یہ فعل شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معہود۔

کما فعل بقبر عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ و وضع حجر الیتعرف بہا قبرہ و یدفن الیہ من مات من اہلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما اخرجہ ابو داؤد فی سننہ بسند جید۔

جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر پتھر نصب فرمایا تاکہ اس پتھر کے سبب قبر کی پہچان رہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان مبارک سے وصال فرمانے والے افراد کو اس قبر کے قریب دفن کیا جائے، جیسا کہ امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں جید سند کے ساتھ اسکی تخریج کی ہے (ت)

اس سے نفع و انتفاع میت زائرین حاصل یہ مقصد محمود ہے اور ہر مقصد محمود قربات میں معدود۔ درمختار میں زیر عبارت مذکورہ سوال ہے :

قد منافی الکراہیۃ انہ لایکرہ تطییۃ القبور فی المختار الخ من آد فیہا و فی الجنائز عن السراجیۃ لا بأس بالکتابة ان احتج الیہا حتی لا یدھب الاثر ولا یمتھن ینہ

ہم باب الکراہیۃ میں ذکر کر چکے ہیں کہ قول مختار میں قبروں کی لپائی مکروہ نہیں الخ اسی کے باب الجنائز میں بحوالہ سراجیۃ یہ اضافہ کیا کہ قبر پر لکھنے کی اگر ضرورت ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں تاکہ اس کا نشان نہ مٹے اور اس کی توہین نہ کی جائے۔ (ت)

خانیہ میں ہے :

اوصی بعمارة قبرہ للتزیینۃ فہی باطلۃ ینہ

زینت کے لئے قبر پر عمارت کی وصیت کی تو یہ وصیت باطل ہے۔ (ت)

ہندیہ میں محیط سے ہے :

لہ سنن ابی داؤد کتاب الجنائز باب فی جمع الموتی فی قبرہ والقبر یعلم آفتاب عالم پر س لاہور ۱۰۱/۲  
لہ الدر المختار کتاب الوصایا باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم مطبع مجتبائی دہلی ۳۳۰/۲  
لہ الدر المختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۵-۲۶/۱  
الفتاویٰ السراجیۃ کتاب الجنائز باب الدفن مطبع نوکشور لکھنؤ ۲۴  
لہ فتاویٰ قاضیخان کتاب الوصایا فصل فی ما یكون وصیۃ ۸۳۶/۴



کسی نے وصیت کی کہ اس کی قبر کی پائی کی جائے  
اور اس پر گنبد بنایا جائے تو وصیت باطل ہوگی۔  
مگر یہ کہ وہ ایسی جگہ ہو جہاں اس کی ضرورت ہے  
تو مکروہ نہیں۔ مثلاً وہاں کسی درندے وغیرہ کا  
خوف ہو۔ ابو القاسم سے اس شخص کے بارے  
میں سوال کیا گیا جس نے اپنی بیٹی کو بیماری کی حالت  
میں پچاس درہم دے کر کہا اگر میں مر جاؤں تو  
میری قبر تعمیر کرانا اور پانچ درہم نیزے ہیں باقی  
سے گندم خرید کر اسے صدقہ کر دینا۔ ابو القاسم  
نے کہا کہ بیٹی کے لئے پانچ درہموں کی وصیت  
جائز نہیں۔ اور قبر کو دیکھا جائے گا اگر وہاں قبر  
کی حفاظت کے لئے عمارت کی محتاجی ہے تو  
بقدر حاجت وہ تعمیر کرانے لیکن زینت کے لئے  
جائز نہیں اور جو باقی بچے وہ فقراء پر صدقہ  
کرے۔ اگر موصی نے قدر حاجت سے زائد عمارت کا حکم  
دیا تو اس کی وصیت باطل ہوگی۔ (ت)

إذا وصی بان یطین قبورہ او یوضع علی  
قبرہ قبة فالوصیة باطلۃ الا ان  
یکون فی موضع یحتاج الی التطیین  
بخوف سبع او نحوه سئل ابو القاسم  
عن من دفع الی ابنتہ خمسین درهما  
فی مرضہ وقال ان مت فاعمری  
قبری وخمسة دراهم لك واشتری  
بالباقی حنطة وتصدق فیہا قال الخمسة  
لہا لا تجوز وینظر الی القبر الذی امر  
بعمارتہ فان کانت یحتاج الی العمارة  
للتحصین لا للزینة عمرت بقدر  
ذلک والباقی تنصدق بہ علی الفقراء  
وان کان امر بعمارة فضلت علی الحاجة  
الذی لا بد منها فوصیة باطلۃ۔  
کرمے۔ اگر موصی نے قدر حاجت سے زائد عمارت کا حکم  
دیا تو اس کی وصیت باطل ہوگی۔ (ت)

قبر کی عمارت اگر حفاظت کے لئے ہے تو وصیت  
جائز ہے اور اگر زیبائش کے لئے ہے تو  
ناجائز و باطل ہے۔ لہذا وہ سب مال فقراء  
پر خرچ کیا جائے گا۔ (ت)

عمارة القبران لتحصین یجوز وان  
لتزیین فالوصیة ایضا باطلۃ ویصرف  
الکل الی الفقراء۔

مثال سوم وصیت کی کہ اُسے ٹاٹ، کافن دیں اور گلے میں طوق پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر دفن کریں  
یہ امر نامشروع کی وصیت ہے مقبول نہ ہوگی اور بطور مشروع دفن کریں گے۔



الوصية انما صححت باعتبار التملك لهم  
یہ وصیت تو محض ان کے لئے تملیک کے اعتبار  
سے صحیح ہے۔ (ت)

یہ کیسے نصوص صریح ہیں کہ وصایائے تملیک اگرچہ معصیت ہوں صحیح ہیں۔ سند سوم کافر حربی کے لئے  
وصیت باوصف ممانعت صحیح و نافذ ہے۔

مطلقاً علی ما اختارہ الاثمة الجبلۃ  
طاہر بن عبد الرشید البخاری و  
الامام السغنائی اول شراح الہدایۃ  
والامام النسفی صاحب الكنز والوافی  
والامام حافظ الدین البزازی او بشرط  
الاستیمان علی ما مشی علیہ فی الغرر  
الدرر والتنویر والدرو جعلہ فی الخانیۃ  
اجماعاً و فی المقام تحقیق انتق اتیناہ  
فیما علقنا علی رد المحتار لو لا غرابۃ  
المقام لا سعفنا بہ۔

بغیر کسی شرط کے جیسا کہ بزرگ ائمہ کرام یعنی طاہر بن  
عبد الرشید بخاری، ہدایہ کے شارح اول امام سغنائی  
کنز ووافی کے مصنف امام نسفی اور امام حافظ الدین  
بزاز نے اختیار کیا، یا مستامن ہونے کی شرط  
کے ساتھ جیسا کہ غرر درر، تنویر اور در میں اسکو  
اپنایا ہے اور خانیہ میں اس کو اجماع قرار  
دیا ہے۔ اس مقام پر نہایت عمدہ تحقیق ہے جس کو  
ہم نے رد المحتار پر اپنی تعلیق میں ذکر کیا ہے۔  
اگر مقام کی اجنبیت نہ ہوتی تو ہم اس کو یہاں  
ذکر کرتے۔ (ت)

خلاصہ و نہایہ و کافی و وجیز میں ہے :  
واللفظ للاول الوصیۃ لاهل الحرب  
باطلة و فی السیر الکبیر ما یدل علی  
الجواز والتوفیق بینہما انہ لا یتبعی ان  
یفعل ولو فعل یشبہ الملک لہ

اور لفظ پہلی کتاب کے ہیں کہ اہل حرب کے لئے  
وصیت باطل ہے اور سیر کبیر کی عبارت جواز  
پر دلالت کرتی ہے۔ ان دونوں کے درمیان  
تطبیق یوں ہوگی کہ اہل حرب کے لئے وصیت  
نہ کرنی چاہئے لیکن اگر کرے تو ملک ثابت ہو جائیگا۔

صورت ثانیہ یعنی وصیت قربت صحیح ہے اگرچہ نظر بخارج کراہت ہو اس کے دلائل وہ تمام  
مسائل ہیں جن میں قربت کے لئے ثلث سے زائد وصیت کو صحیح مانا اور ورثہ اجازت دیں تو پوری مقدار

میں نافذ جانا، پر ظاہر کہ ہنگام قیام و رشتہ مثلاً کل مال کی وصیت ممنوع ہے وہی بعض شراح مشکوٰۃ اعنی علامہ ابن فرشتہ اسی حدیث کے نیچے اسی قول میں فرماتے ہیں،

فیضاران الوصیۃ ای یوصلان الضرر  
الی الوارث بسبب الوصیۃ للاجنبی باکثر  
من الثلث الخ۔  
وہ دونوں وصیت میں ضرر پہنچائیں یعنی اجنبی کے  
حق میں تہائی سے زائد کی وصیت کر کے وارث  
کو نقصان پہنچائیں الخ (ت)

جلالین میں زیر آیت ہے :

(واشما) بان تعتمد ذلك بالزيادة علی  
الثلث او تخصیص غنی مثلاً یلہ  
مگر از انجا کہ فعل فی نفسہ قربت اور منع بوجہ عارضی یعنی تعلق حق و رشتہ ہے باطل نہ ہوتی ورنہ اجازت  
ورشتہ سے بھی نافذ نہ ہو سکتی۔

فان الباطل لا وجود له والمعدوم  
لا ینفذ بالتنفیذ۔  
میں این و آن سے استدلال کرتا ہوں قرآن عظیم دلیل اکبر ہے کہ وصیت باوصف ظلم و معصیت  
صحیح و معتبر ہے۔

قال الله عز وجل فمن خاف من  
موص جنفا واشما فاصلح بینہم  
فلا اثم علیہ ان الله غفور رحیم۔  
(اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا) جو کسی کی وصیت  
میں ظلم یا گناہ پر اطلاع پائے پس وڑا اور موصی لہم  
میں صلح کرادے تو اس پر گناہ نہیں ہے شک  
اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (ت)

وصیت بحال کراہت اگر باطل ہوتی تو باطل پر صلح کے کیا معنی تھے اور وہ موصی لہم کیوں قرار  
پاتے۔ معالَم میں ہے :

قال الاخرون انه امراد به انه دوسروں نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جب



اذا اخطأ الميت في وصيته او حبا  
معتمدا فلا حرج على وليه او وصيه او  
والی امور المسلمین ان یصلح بعد موتہ  
بین ورثتہ و بین الموصی لہم ویرث الوصیۃ  
الی العدل والحق ۛ

میت نے وصیت میں خطا کی یا جان بوجھ کر ظلم کیا تو  
ولی یا وصی یا مسلمانوں کے امور کے والی کے لئے  
کوئی حرج نہیں کہ وہ موصی کی موت کے بعد اس کے  
وارثوں اور وصیت والوں کے درمیان صلح کر دیں  
اور وصیت کو عدل و حق کی طرف لوٹا دیں۔ (ت)

ثم اقول وبالله التوفیق (پھر میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) سراسر میں یہ ہے  
کہ شرع مطہر کسی حرکت لغو و بے معنی کو مشروع و مقرر نہیں فرماتی تمام عقود و افعال و معاملات کی صحت  
فائدے پر اعتماد رکھتی ہے فائدہ خواہ دوسرے کا ہو اگرچہ محض دنیوی خواہ اپنا اگرچہ صرف اخروی اور  
جو عبث محض ہے ہرگز صحیح نہیں ولہذا ایک روپیہ اُسی کے مثل و ہمسر دوسرے روپے کے بدلے بیچنا  
یا مکان کے مساوی شرکائے مشاع کا اپنا حصہ دوسرے کے حصہ سے بدلنا یا کسی کی سکونت کو سکونت  
کے عوض اجارہ میں دینا صحیح نہ ہوا۔ درمختار میں ہے،

خرج بفید ما لا یفید فلا یصح بیع  
درہم بدرہم استویا و نہ نا و صفة  
ولا مقایضة احد الشریکین حصۃ  
دارہ بحصۃ الآخر (صیرفیہ) و  
لا اجارۃ السکنی بالسکنی اشباہ ۛ

مفید کی قید سے غیر مفید نکل گئی چنانچہ وزن و  
صفت میں برابر ایک درہم کی دوسرے درہم کے  
بدلے بیع صحیح نہیں، اور نہ ہی ایک مکان کے  
دو برابر شریکوں میں سے ایک کا دوسرے سے  
اپنے حصے کا تبادلہ صحیح ہے (صیرفیہ)، اور  
سکونت کے بدلے سکونت کو اجارہ پر دینا صحیح نہیں (اشباہ)۔ (ت)

خصوصاً وہ عقود جو برخلاف قیاس بنظر حاجات ناس مشروع ہوئے وہ تو حاجت پر ہی اعتماد  
کیا جاتے ہیں، ولہذا ناقابل سواری بچھڑے کا سواری کے لئے اجارہ جائز نہ ہوا کہ قیاس جواز اصل  
اجارہ کا نافی اور داعی جواز یعنی حاجت بوجہ عدم قابلیت یہاں غلطی۔

فی الفتح ص ۛ باب العنین  
لسم یجوز استئجار الحجل للحمل

فتح کے باب العنین میں ہے سواری کی صلاحیت  
نہ رکھنے والے بچھڑے کو سواری اور بار برداری

والرکوب لہ

کے لئے کرانے پر لینا جائز نہیں (ت)

وصیت بھی انہیں عقود مجوزہ للماجر سے ہے۔

فی الهدایۃ القیاس یابی جوازہا لانہ تملیک

مضاف الی حال زوال مالکیتہ ولو

اضیف الی حال قیامہا بان قیل

ملکتک غداکان باطلا فہذا الاولی الا

انا استحسنۃ لحاجة الناس الیہما الخ۔

ہدایہ میں ہے قیاس تو اس کے جواز سے مانع ہے

کیونکہ وصیت ایسی تملیک ہے جو موصی کی مالکیت

کے حال زوال کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ اگر

اس کی نسبت اس حالت کی طرف کی جائے جب

مالکیت قائم ہوتی ہے یعنی یوں کہا جائے میں نے

تجھے آئندہ کل اسی کا مالک کر دیا تو یہ باطل ہوگی۔ چنانچہ بطلان مالکیت والی حالت میں اس کا بطلان

بدرجہ اولی ہوگا مگر ہم نے بطور استحسان اس کو جائز قرار دیا کیونکہ لوگوں کو اس کی حاجت ہے (الذات)

تو بے فائدہ محض اس کی تشریع معقول نہیں حالت تملیک و افعال قربت میں حصول فائدہ

ظاہر اور معصیت عارضہ غایت یہ کہ مثل بیع وقت اذان جمعہ یا نماز عصر وقت زردی فرض کر دے

منافی صحت نہیں ہو سکتی بخلاف اس صورت کے کہ نہ تملیک نہ مہرب سے قربت، ایسی ہی جگہ

کہا جائے گا کہ وصیت امر مکروہ و نامشروع کی ہے، لہذا صحیح نہیں کہ موجب صحت یعنی حاجت معدوم

ہے معذرا ہم اوپر واضح کر آئے کہ وصیت ایجاب ہے اور ایجاب لمحق وغیرہ ہو جیسے تملیک میں یا

لمحق نفسہ جیسے قربات میں جہاں کوئی نفع نہیں ایجاب کیوں ہونے لگا۔

فی الہندیۃ عن المحیط لو اوصی بان یباع

عبدہ ولم یسم المشتري لا یجوز

الا ان یقول وتصدقوا بثمانہ او یقول

بیعوا نسیتہ ویحط الی الثلاث

عن المشتري الخ وفيہا عن المبسوط

اوصی بعبدہ ان یباع ولم یزد علی

ہندیہ میں محیط سے منقول ہے اگر کسی نے وصیت

کی کہ اس کا غلام بیچ دیا جائے اور خریدار کو متعین

نہیں کیا تو جائز نہیں مگر یہ کہ یوں کہے کہ اس کی

قیمت کو صدقہ کر دو یا کہے کہ اس کو ادھار بیچ دو

اور مشتری سے تہائی تک قیمت کم کر دے الخ

اور اسی میں بحوالہ مبسوط ہے کسی نے اپنے غلام کے

لہ فتح القدیر

باب العنین

مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۱۳۵/۴

لہ الہدایۃ

کتاب الوصایا

مطبع یوسفی لکھنؤ

۶۵۰/۴

لہ الفتاوی النبیۃ

کتاب الوصایا

نورانی کتب خانہ پشاور

۹۶/۶

الباب الثانی

ذٰلِكَ وَاَوْصٰى بِاَنْ يَّبَاعَ بِقِيَمَتِهِ فَبُيِّنَ بِالْبَاطِلِ  
لَا اَنْهٗ لَيْسَ فِيْ هٰذِهِ الْوَصِيَّةِ مَعْنٰى الْقَرِيْبَةِ  
لِيَجِبَ تَنْفِيْذُهَا لِحَقِّ الْمَوْصِيِّ عَلَيْهِ  
کہ اس وصیت میں قربت کا معنی موجود نہیں تاکہ موصی کے حق کے لئے اس کو نافذ کرنا واجب ہوتا۔ (ت)  
بجہ اللہ اس تحقیق انبی نے کوئی دقیقہ تدقیق فرودگذاشت نہ کیا۔ علامہ شامی کا کلام مذکور بھی بطرف  
خفی اسی تقریر منیر کی طرف مشیر۔

حَيْثُ قَالَ اللَّهُمَّ اِلَّا اَنْ يَّفْرُقَ بَيْنَ الْوَصِيَّةِ  
اِمَّا صِلَةً اَوْ قَرِيْبَةً وَّلَيْسَتْ هٰذِهِ وَاحِدَةً  
مِنْهُمَا فَبُطِّلَتْ بِخِلَافِ الْوَصِيَّةِ لِفَاسِقٍ  
فَاَنْهٰ صِلَةً لَهَا مَطْلَبٌ مِنَ الْعِبَادِ  
فَصَحَحَتْ وَاِنْ لَمْ تَكُنْ قَرِيْبَةً كَالْوَصِيَّةِ  
لَعَنِي لَانْهٰ مَبَاحَةٌ وَّلَيْسَتْ قَرِيْبَةً اَلَمْ  
موجود ہے چنانچہ وہ صحیح ہوگی اگرچہ وہ قربت نہیں جیسے غنی کے لئے وصیت، کیونکہ وہ مباح ہے اور  
قربت نہیں ہے الخ (ت)۔

اب مانحن فیہ کو دیکھئے تو اس میں وصایا ئے تملیک ہیں یا وصایا ئے قربت کوئی وصیت  
ایسی نہیں جو فی نفسہ ان دونوں سے خالی ہو تو درجہ مذکور سے اس کے بطلان پر استدلال باطل و عاقل  
ہکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق (ایسے ہی تحقیق چاہئے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا  
مالک ہے۔ ت)

جواب سوال سہفتم : اوصیاء کا بعض وصایا بجا نہ لانا وصیت میں کیا خلل ڈال سکتا ہے  
تفہیم وصیت حق موصی لہ یا صرف حق موصی ہے اور وہ ان کے گناہ سے بری۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالٰی فَمَتَّ بَدَلَهُ بَعْدَ  
مَا سَمِعَهُ فَانْهٰ اَتَمَّهُ عَلَى الذِّیْنِ  
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا : تو جو وصیت کو  
سن سنا کہ بدل دے اس کا گناہ انھیں بدلنے

یبدلونه ان الله سميع عليم  
**جواب سوال ہشتم**؛ ہاں بعد تجہیز و تکفین و ادائے دیون و انفاذ وصایا جو سهام و رشتہ نایانین کو پہنچیں گے وصی بلا وجہ شرعی ان کی بیع و تبدیل اور کسی فعل مخالف حفظ کا مجاز نہیں کہ وصی محافظ ہے نہ متلف و لہذا ان کی جائیداد منقولہ کو بیچ سکتا ہے کہ اس کی بیع از قبیل حفظ ہے جبکہ تنیم کا اس میں ضرر نہ ہو اور غیر منقولہ کو ہرگز نہیں بیچ سکتا مگر چند صورت استثنائے میں۔

فی الہندیۃ للوصی ان یبیع کل شیء التركة  
 من المتاع والعروض والعقار اذا  
 كانت المورثة صغارا ما بیع ما سوى  
 العقار فلان ما سوى العقار يحتاج الى الحفظ و  
 علی ان یکون حفظ الثمن ایسر  
 و بیع العقار ایضا فی جواب  
 الکتاب ، قال شمس الائمة  
 الحلوانی رحمہ اللہ ما قال  
 فی الکتاب قول السلف کذا  
 فی فتاوی قاضی خات و جواب  
 المتأخرین انه انما یجوز بیع عقار  
 الصغیر اذا کان علی المیت  
 دین لا وفاء له الا من ثمن العقار  
 او یکون للصغیر حاجة الی ثمن العقار او  
 یرغب المشتري فی شرائه بضعف القيمة  
 و علیہ الفتوی کذا  
 فی الکافی ۱۷ و فی الدما

ہندیہ میں ہے وصی کو اختیار ہے کہ وہ ترکہ کی ہر شیء کو  
 فروخت کرے چاہے وہ اسباب و سامان کے  
 قبیلہ سے ہو یا غیر منقول جائیداد جبکہ ورثہ نایانین  
 ہوں۔ غیر منقولہ جائیداد کے ماسوا کی بیع تو اس لئے  
 جائز ہے کہ اس کی حفاظت کی خاطر اس کی ضرورت  
 ہے۔ ممکن ہے کہ ثمن کی حفاظت زیادہ آسان  
 ہو اور کتاب کے حکم کے مطابق غیر منقولہ جائیداد  
 کی بیع بھی جائز ہے۔ شمس الائمہ حلوانی علیہ الرحمہ نے  
 کہا کہ کتاب میں جو کہا ہے وہ اسلاف کا قول ہے  
 یونہی فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور متأخرین نے  
 اس کا حکم یہ بیان کیا ہے کہ نایانین کی غیر منقول  
 جائیداد کو فروخت کرنا صرف اس صورت میں جائز  
 ہے جب میت پر اس قدر قرض ہو کہ وہ اس  
 جائیداد کی قیمت کے بغیر پورا نہیں ہوتا یا نایانین  
 کو اس جائیداد کی قیمت کی محتاجی ہو یا خریدار  
 اس جائیداد کو گنی قیمت پر خریدنے کی رغبت رکھتا ہے  
 فتویٰ اسی پر ہے جیسا کہ کافی میں ہے الخ، درمیں ہے



جانہ بیعہ عقار صغیر من اجنبی لا من  
نفسہ بضعف قیمتہ اولنفقة الصغیر  
اودین المیت اودصیة مرسلۃ لانفاذ  
لہا الامتہ او کونہ غلاتہ لا تزید علی  
مؤنتہ او خوف خرابہ او نقصانہ او  
کونہ فی ید متغلب دسرر و اشباہ  
ملخصا قلت و ہذا الوالبا ئع وصییا  
لامن قبل ام او اخ فانہما لا یملکان  
بیع العقار مطلقاً الخ وفي الشامیة  
عن الرہلی عن الخانیة فی مسئلة بیع  
المنقول لنسیئۃ ان کان یتضرر بہ  
الیتیم بان کان الاجل فاحشاً لا یجوز  
واللہ تعالی اعلم۔

اور شامیہ میں بحوالہ خانیہ رملی سے منقول ہے کہ منقول جائداد کی ادھار پر بیع اگر یتیم کے لئے نقصان  
ہو بایں صورت کہ ادھار کی مدت بہت زیادہ ہو تو جائز نہیں الخ۔ واللہ تعالی اعلم (ت)

## رسالہ

## الشرعة البہیة فی تحدید الوصیة

۱۳

۱۴

ختم ہوا

مسئلہ ۱۳۶ ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۹ھ مرسلہ حافظ محمود حسین صاحب تلمیذ و مرید گنگوہی صاحب  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مہاجر ہندی مدنی نے کہ اُس کی جائداد  
ہندوستان میں واقع ہے اس طرح وصیت کی تھی کہ میری جائداد کا منافع ایک ثلث یہاں مدینہ منورہ  
علیٰ صاحبہ افضل تسلیم والتیمہ بھیج دیا جائے اور صورت یہ ہے کہ ہندوستان میں اس کے بعض  
اقارب قریبہ بلکہ ذی رحم محرم حاجتمند و مفلس موجود ہیں کہ اس درجہ قریب رشتہ دار مدینہ منورہ میں موصیہ  
کے نہیں ہیں، پس اس صورت میں اگر اس کی وصیت کا روپیہ یہاں ہندوستان میں اس کے اقربائے  
قریبہ حاجتمند و مفلس کو دیا جائے تو وصیت ادا ہوگی یا نہیں؟ اور کیا افضل ہے مدینہ منورہ بھیجنا یا  
یہاں قریب ذی رحم حاجتمند و مفلس کو دینا۔ بتیوا تو جبروا۔

### الجواب

جہاں کے فقرا کو دیں گے وصیت ادا ہو جائے گی کچھ خاص مدینہ منورہ ہی بھیجنا ضروری نہیں ہر جگہ  
کے فقرا کو دینا جائز ہے۔ خلاصہ پھر شربلالیہ پھر در مختار میں ہے :  
لو اوصی لفقراء بلخ فاعطی غیرہم جائز  
عند ابی یوسف وعلیہ الفتویٰ  
اگر کسی نے وصیت کی بلخ کے فقیروں کے لئے۔ اور  
وصی نے ان کے غیر کو دے دیا تو امام ابو یوسف  
علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (ت)

شرح القدوری للزاہدی میں ہے :

فی الوصیۃ لفقراء الکوفۃ جائز لغيرہم۔

کوفہ کے فقیروں کے لئے وصیت کی صورت  
میں ان کے غیر کو دینا جائز ہے (ت)

فانسی خان پھر ہندیہ میں ہے :

سراجہ اوصی بات یتصدق بشئ  
من مالہ علی فقراء الحاج  
ہل یجوز ان یتصدق علی غیرہم  
من الفقراء قال الشیخ الامام ابو نصر رحمہ اللہ

کسی شخص نے وصیت کی کہ اس کے مال میں سے  
کچھ حاجی فقرا پر صدقہ کیا جائے تو کیا انکے  
غیر پر صدقہ کرنا جائز ہے؟ شیخ امام ابو نصر  
علیہ الرحمہ نے کہا کہ جائز ہے کیونکہ امام ابو یوسف

تعالیٰ یجوز ذلك لماروی عن ابی یوسف  
 رحمہ اللہ تعالیٰ فی رجل اوصی بان  
 یتصدق علی فقرا مئة قال یجوز  
 ان یتصدق علی غیرهم من الفقر ایہ  
 ہاں افضل یہی ہے کہ مدینہ منورہ بھیجیں اتباعاً للوصیۃ وخروجاً عن الخلاف (وصیت کی اتباع کیلئے  
 اور اختلاف سے بچنے کے لئے۔ ت) ردالمحتار میں ہے :

قال فی الخلاصة الا فضل ان یصرف الیہم  
 وان اعطی غیرہم جائز وهذا قول ابی یوسف  
 وبہ یفتی وقال محمد لا یجوز اھ  
 قلت والاول موافق لقولہم فی النذر  
 بالغاء تعیین الزمان والمكان والدرهم  
 والفقیر۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
 زمان ، مکان ، درهم اور فقیر کی تعیین کو لغو قرار دینے سے متعلق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)  
 مسئلہ ۱۳۱۹ جمادی الاول ۱۳۱۹ھ از انجمن اسلامیہ بریلی

چند سوال متعلقہ انتظام یتیم خانہ مسلمانان پیش کئے جاتے ہیں بموجب شرع شریف جواب مرت  
 ہوں خدا اس کا اجر عطا فرمائے :

پہلا سوال : بعض لوگ میت وغیرہ کے استعمال کی کڑے ایسے بھیج دیتے ہیں جو ایٹام کے جسم پر  
 درست نہیں آتے یا ان کے استعمال کے لائق نہیں ہوتے ، پس نادرست کو بعد قطع برید درست کر کے  
 ایٹام کے استعمال میں لانا اور ناقابل استعمال کو فروخت کر کے یتیموں کی پرورش میں صرف کرنا کیسا ہے ؟  
 دوسرا سوال : بعض لوگ کلام مجید جدید وغیرہ مستعمل متعدد اور بعض میت کے تلاوت کا یتیم خانے

عہ الجواب : اُس عورت کی وصیت پر عمل واجب ہے اور وہ ثلاث مدینہ منورہ ہی بھیجنا ضروری ہے گو ہندوستان  
 کے فقراء اس جگہ کے فقراء سے زیادہ ضرورت مند ہوں۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

لہ فتاویٰ قاضی خان کتاب الوصایا فصل فی مسائل مختلفہ مطبع نوکشتور لکھنؤ ۸۴۳/۴  
 لہ ردالمحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۸۲۶/۵

میں عطا کرتے ہیں اور ان سب کی تعداد یتیموں کی تعداد سے زیادہ ہو جاتی ہے دینے والے بعض یہ کہہ دیتے ہیں کہ اگر ضرورت سے زیادہ ہوں ہدیہ کر کے قیمت پر ورکش ایٹام میں صرف کی جائے مگر بعض بدون کسی بیان کے بھیج دیتے ہیں پس قسم آخر کو در حالیکہ ضرورت سے زیادہ ہوں ہدیہ کر کے قیمت کو ایٹام کے مصارف میں لاسکتے ہیں اور نیز یہ ہی قسم کسی غیر ایٹام کو تلاوت کے واسطے دے سکتے ہیں یا نہیں؟

**تیسرا سوال:** یتیم خانہ میں بعض لوگ میت کے استعمال کا پلنگ نواڑ وغیرہ کا جو یتیموں کی معمولی چارپائیوں سے بہت زیادہ قیمتی اور عمدہ ہوتا ہے بدون کسی بیان کے بھیج دیتے ہیں اگر وہ بعض ایٹام کے کام میں لایا جائے تو دوسروں کی دل شکنی ہوتی ہے لہذا اس کو فروخت کر کے قیمت دیگر مصارف ایٹام میں دی جائے یا قیمت سے معمولی چارپائیاں یتیموں کے واسطے بنوا دی جائیں تو کیسا ہے؟

**چوتھا سوال:** جو چندہ کہ یتیموں کے مصارف کے لئے آتا ہے اُسی سے یتیم لڑکوں کی رسم ختنہ اور یتیمات کی رسم نکاح کی جاتی ہے پس نکاح میں جو براقی دُلہا کی طرف سے آتے ہیں ان کو کھانا کھلانا زبرد کورہ سے کیسا ہے؟

### الجواب

مصنف شریف کپڑے، پلنگ وغیرہ جو کچھ لوگ یتیموں کو بھیجتے ہیں ظاہر ہے کہ اُس سے مقصود تصدق ہوتا ہے اور تصدق تملیک ہے۔

وہبة المشاع فيما لا يقسم صحيحة وقبض من يعولهم يكتفى عن قبضهم كما نصوا عليه وجماعة المسلمين حيث لا ولاية ولا قضاة من الاسلام كالقضاة في النظر للایتام و امثال ذلك من المهام كما صرحوا به في غير ما مقام۔

ناقابل تقسیم شی کا غیر منقسم طور پر بہہ صحیح ہے، اور یتیموں کے کفیلوں کا قبضہ ان کی طرف سے کافی ہے جیسا کہ اس پر مشائخ نے نص فرمائی، جہاں یتیموں کے ولی اور قاضی اسلام موجود نہ ہوں تو وہاں یتیموں کی دیکھ بھال اور اس قسم کے دیگر اہم امور کے لئے مسلمانوں کی جماعت قاضیوں

کے قائم مقام ہوتی ہے جیسا کہ مشائخ نے متعدد مقامات پر اس کی تصریح فرمائی۔ (ت)

تو جماعت مسلمین کو کہ اس کام پر معین ہیں روا ہے کہ کپڑے قطع برید کر کے مصارف یتیمانی میں لائیں یا ناقابل استعمال ملبوس اور پلنگ اور حاجت سے زائد مصاحف شریفہ ہدیہ و بیع کر کے زکوٰۃ کا ریتامی میں خرچ کریں مگر مال یتیمیاں دوسرے کو عاریتہ نہیں دے سکتے اگرچہ تلاوت کیلئے قرآن مجید فانہ تبرع ولا ولاية في التبوع (کیونکہ یہ تبرع ہے اور تبرع میں ولایت نہیں ہوتی۔ بت)



زیرِ چنہ سے یتیموں کا ختنہ کر سکتے ہیں اور برائیوں کو معمولی کھانا دینا بھی جائز بشرطیکہ اسراف نہ ہو صرف بقدر کفایت ہو۔

رد المحتار میں بحوالہ قنیہ منقول ہے یتیم لڑکے اور یتیم لڑکی وغیرہ کی شادی کے موقع پر دولہا و دولہن کے جوڑوں، عادت کے مطابق دعوتوں، عرف کے مطابق تحائف اور ختنہ کے موقع پر عزیز و اقارب اور پڑوسیوں کی دعوت میں جو کچھ خرچ کیا جائے اس پر تاوان لازم نہیں آتا جب تک اس میں فضول خرچی نہ کی جائے اھ مختصراً (ت)

فی رد المحتار عن القنیۃ لا یضمن ما انفق فی المصاہرات بین الیتیم والیتیمۃ وغیرہما فی خلع المخاطب او الخطیبۃ و فی الضیقات المعتادۃ و المہدایا المعہودۃ و فی اتخاذ ضیافۃ لختنۃ للاقارب و المجیران ما لم یسرف فیہ اھ مختصراً۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۸ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا مکان و دوکان اپنی زوجہ کے نام بیع کر دیا تھا زوجہ نے انتقال کیا۔ زید کے تین بچے نابالغ اپنی ماں کے وارث ہیں۔ اب زید کے پاس کچھ نہیں کہ اُس سے اپنا اور ان نابالغوں کا کھانا پینا چلے۔ زید نیک چلن ہے مال برباد کرنے والا نہیں وہ نیک نیتی سے چاہتا ہے کہ اپنا اور اپنے نابالغ بچوں کا حصہ بیع کر تجارت کرے جس سے اُن سب کا رزق پیدا ہو۔ اس صورت میں زید ان حصوں کے بیچنے کا اختیار رکھتا ہے یا نہیں؟ بیتوا تو جدوا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

### الجواب

فی الواقع صورت مستفسرہ میں اگر زید نیک چلن ہے اولاد کا مال برباد کرنے کا اُس پر اندیشہ نہیں اور بیع مناسب اور معقول قیمت کو ہو تو اُسے اُن حصوں کے بیچنے کا اختیار ہے، عقود الدرر میں فصول عمادی سے ہے،

الحاصل ان بیع الاب عقار الصغیر بمثل القیمۃ یجوز اذا کان محمودا او مستورا و اذا کان مفسدا خلاصہ یہ کہ باپ کا نابالغ کی غیر منقولہ جائیداد کو مثل قیمت کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے جبکہ وہ نیک چلن یا پوشیدہ مال والا ہو نہ اور اگر

الايجوز الا بضعف القیمة یلہ و اللہ  
تعالیٰ اعلم۔  
وہ بدچلن اور فساد ی ہے تو پھر سوائے دگنی قیمت کے  
اسے فروخت کرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ (۱) ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حاجی محمد کفایت اللہ کی دو زوجہ، زوجہ اولیٰ  
نجم النساء کے بطن سے حافظ عبدالحق، احسان الحق دو لیسر اور عجائب النساء، لطیف النساء،  
حبیب النساء، جمیل النساء چار دختر سب بالغ اور زوجہ ثانیہ حمیدہ النساء عرف تنہی کے بطن سے  
فضل حق، ضیاء الحق، ریاض الحق تین لیسر اور احمدی بیگم ایک دختر سب نابالغ، اور تنہی کی ایک  
دختر بالغہ کریم النساء ہے جسے دیگر ورثہ نطفہ حاجی کفایت اللہ سے نہیں بناتے بلکہ ربیبہ کہتے ہیں حمیدہ النساء  
حیات شوہر میں انتقال کر گئی حاجی کفایت اللہ نے اپنے مرض الموت میں بشمول نجم النساء ایک وصیت نامہ  
سات امر پر مشتمل لکھا۔ اول ظاہر کیا ہے کہ جائداد مندرجہ وصیت نامہ ہر دو کاتبان کی ہے ابتداء  
کام نقدی و جائداد و کاتبہ نمبر ۲ سے شروع ہوا اور اضافہ و ترقی ہوتی رہی اور وہ جز حصہ شہتی زوجیت  
دین مہر کاتبہ کا جائداد مصرعہ تحت میں شامل ہے جائداد و نقدی ایسی مخلوط ہے جس کو علیحدہ دکھانا  
بلا ضرورت ہے خاص کر جب ہر دو کاتبان کا شادلی یہ ہے کہ جائداد مصرعہ تحت تمام اولاد مصرعہ  
ذیل پر حسب شرع شریف بلا استثناء کسی جز کے تقسیم ہو جائے اور کسی اولاد کے ساتھ کوئی خاص  
رعایت نہ دکھائی جائے تو ایسی حالت میں جائداد تمام اولاد پر حسب شرع شریف تقسیم مطابق وصیت نامہ  
ہذا ہوگی۔ کاتب نمبر ۱ نے تیاری تحریر وصیت نامہ ہذا کی تھی کاتبہ نمبر ۲ نے بھی کاتب نمبر ۱ سے خواہش  
کی کہ کاتب نمبر ۱ کی جائداد عین کاتبہ نمبر ۲ کی جائداد کی ہے تمام اولاد پر بذریعہ وصیت نامہ ہذا منتقل  
ہو ہر دو کاتبان نے اپنی خوشی سے وصیت نامہ ہذا تمام اولاد مندرجہ تحت کے نام تحریر کیا کہ جائداد  
بحیثیت موجودہ بعد ہمارے ہم لوگوں کی اولاد کے قبضہ میں رہے اور ہماری اولاد کو پوری واقفیت ہو جائے کہ  
کون جز جائداد کا ان کی ملکیت میں رہے گا۔

دوم، حاجی کفایت اللہ نے کچھ دیہات و دکان و مکان اپنی تندرستی میں احسان الحق و فضل الحق و  
کریمین کے نام کر دیئے تھے اس وصیت میں وہ بھی شامل کئے اور لکھا وصیت نامہ کی یہ بھی ضرورت ہوئی  
کہ اکثر جائداد فرضی بعض اولاد کے نام تھی اس کی بابت احتمال تھا کہ کوئی تحریر نہ ہو تو وہ اولاد تنہا اپنی

ملکت سمجھے۔

سوم : تحریر کیا جاتا ہے کہ کاتب نمبر ۱ کی زوجہ ثانی حمید النساء کا مہر ایک سو پندرہ روپے کا تھا وہ ان کی حیات میں ادا کر دیا گیا۔

چہارم : نابالغان مذکورین پر ولایت کا یہ انتظام لکھا کہ ولی جائداد حافظ عبدالحق و احسان الحق نابالغان کے رہیں گے ولی ذات نابالغان اللہ جلانی والدہ کاتب و صاحب النساء ہمیشہ کاتب رہیں گی انکی سرپرستی و نگرانی و حفاظت میں ان کے ساتھ نابالغ رہیں گے ولی جائداد آمدنی نابالغان سے لے کر روپیہ ماہوار سپرد ہر دو ولی ذات بنام پرورش نابالغان کرے گا عقد و تعلیم حسب رائے ہر دو ولی ذات ہوگی۔

پنجم : کچھ جائداد حاجی کفایت اللہ نے مصارف خیر کے لئے بحال تندرستی پہلے وقف کی تھی اس کی تفصیل بھی اسی وصیت نامہ میں بغرض یادگار درج کی اور ایک ہنگامہ نمبری ۱۶۷ قیامت دس ہزار روپے جدید وقف اس وصیت نامہ میں کیا ہے مقدار ثلث متروکہ سے بدرجہا کم ہے اور یہ سب اوقاف تمام ورثہ کو تسلیم ہیں۔

ششم : تمام اولاد مذکورین گیارہ اشخاص کے نام جدا جدا تفصیل جائداد غیر منقولہ لکھی ان میں کریم النساء کا نام بھی ہر جگہ بزمۂ اولاد لکھا اور اس کے لئے بھی دیگر دختروں کے برابر حصہ جدا گانہ مشخص کیا اگرچہ مکان اور ایک مکان کہ اول سے اس کے نام تھی وہ بھی شامل حصہ کی جس طرح ایک موضع کہ احسان الحق اور ایک موضع ایک مکان کہ فضل حق کے نام اول سے تھے ان کے حصص میں داخل کئے اور لکھا کہ ہم لوگوں نے اپنی تمام اولاد کو یکجا کر کے وصیت نامہ بنوا لکھا اور جو جائداد اولاد کے نام درج ہے ان کی رضا سے تحریر ہوئی کوئی کمی بیشی جائداد میں نہیں نیز لکھا جس جائداد کے محاذ میں جس وارث اولاد کا نام ہے وہ اس جائداد کا مالک ہوگا۔ عنوان فہرست تقسیم میں لکھا جو جائداد غیر منقولہ اولاد کے قبضے میں آئے گی وہ ہر اولاد کے نام کے مقابل درج کی جاتی ہے جس کو تمام اولاد بالغ و ولی نابالغان نے بقدر حصہ شرعی حساب لگا کر قبول و منظور کیا ہے۔

ہفتم : حاجی کفایت اللہ نے اپنی والدہ اللہ جلانی کو جائداد سے کچھ نہ دیا مگر آخر میں اتنا لکھا ہے کہ کاتب نمبر ۱ عرصہ سے لے کر ماہواری اپنی والدہ اور ان کی دختر صاحب النساء کے اخراجات کے واسطے دیتا رہا ہے میری خواہش تمام اولاد ذکور و اناث سے ہے کہ مثل میرے مبلغان مذکورہ اپنی جائداد کی آمدنی سے ذکور دو ہر حصہ اناث اکہرا جملہ ۵۰ کے رقم والدہ و صاحب النساء کو تان کی حیات

دیتے رہیں۔ ۹ دسمبر ۱۹۲۷ء کو یہ وصیت نامہ تحریر ہوا اور ۱۳ دسمبر ۱۹۲۷ء کو حاجی کفایت اللہ موسیٰ نے وفات پائی جسٹری اس کی بعد موت موسیٰ ۱۸ دسمبر کو معرفت حافظ عبدالحق لیسرکلاں کے ہوئی بعد فوت موسیٰ والدہ موسیٰ اللہ جلالی اپنے حصہ شرعی سس کی طالب ہوئی نجم النساء اور اس کی اولاد لطنی نے باستاند وصیت نامہ حصہ دینے سے انکار کیا، ۲۷ مئی ۱۹۲۸ء کو اللہ جلالی نے نجم النساء و جملہ اولاد یازدہ گنا کو مدعا علیہ بنا کر نالش دائر کی اور عرضی دعوت میں نسبت وصیت نامہ لکھا دستاویز مظہر مدعا علیہم کا مدعیہ کو کوئی علم نہیں تاریخ مظہر مدعی علیہم کے قبل اور بعد حاجی کفایت اللہ میں قابلیت اظہار ارادہ اور تحریر اور سمجھنے مضمون کی نہ تھی نجم النساء نے اپنے بیان تحریری میں لکھا کہ حاجی کفایت اللہ بہت کم مایہ شخص تھے مدعا علیہا کے سرمایہ سے حاجی کفایت اللہ نے تجارتیں کر کے نفع کثیر حاصل کیا اور حسب داد خریدیں واقعی مالک جائداد کی مدعا علیہا ہے، مدعا علیہا نے حسب خواہش شوہر و بنظر رفع نزاع باہم و رثاء بلا لیا ملکیت جائداد خود اور دین مہر یافتنی اپنا برضا مندی جملہ و رثاء مدعا علیہا اور شوہر مدعا علیہا نے وصیت نامہ تحریر کیا جملہ و رثاء اور نیز کریم النساء نے وصیت نامہ تسلیم کر کے موافق حصص مندرجہ وصیت نامہ اپنا اپنا قبضہ جائداد پر کیا اور کاغذات مال میں اپنا نام درج کرایا بیان مدعیہ کا بابت نادرستی حواس حاجی کفایت اللہ کے محض غلط ہے جبکہ مشورہ بابت تحریر وصیت نامہ کے ہوا تھا اس وقت بھی مدعیہ نے کہا میرے واسطے کچھ جائداد نہ چاہتے تھے، ماہوار مجھ کو کافی ہے اب مدعیہ کو استحقاق دعویٰ جائداد کا نہیں در حالیکہ تمام جائداد سرمایہ مدعا علیہا سے کفایت اللہ نے پیدا کی تو واقعی جملہ مالک جائداد مدعا علیہا ہے کفایت اللہ کا اس میں کچھ حق نہیں اگر جائداد میں کوئی جز متروکہ حاجی کفایت اللہ قرار پائے اور وصیت نامہ ناجائز ٹھہرے تو بلا ادائے مبلغ ۵۰۰ ہزار دین مہر یافتنی ذمگی حاجی کفایت اللہ شرعاً وراثت جاری نہیں ہو سکتی ہنوز تنقیح نہ ہوئی تھی کہ جملہ تیرہ اشخاص فریقین بالغوں کی طرف سے اصالت اور تالبالغوں کی جانب سے ولایت اقرار نامہ ثالثی ۱۳ اگست ۱۹۲۷ء کو تحریر ہوا جس میں لکھا گیا کہ ہم مقران کے تنازع بابت تقسیم ترکہ حاجی کفایت اللہ کے ہے ہم سب کی خواہش ہے کہ ثالثان جائداد منقولہ وغیر منقولہ مفصلہ ذیل ترکہ حاجی کفایت اللہ کی تقسیم حسب احکام شرع شریف باہم مقران کر دیں۔ زرد ادنی مفصلہ ذیل جو ذمہ حاجی کفایت اللہ مرحوم واجب الادا ہے اس کو منجملہ مقران کے صرف حافظ عبدالحق ادا کریں گے۔

بیون لال

صراف کاتپور

سید عبدالستار

معہ

ماصہ

مار



علاوہ اس کے اور کوئی داد فی نہیں۔ مثالاً ان جو فیصلہ جوازی یا ناجوازی وصیت نامہ مناسب سمجھیں کہیں ثالثی میں نجم النساء کی درخواست بایں مضمون گزری کہ درواقع مالک جائداد کی مدعا علیہا ہے اگر کوئی جز جائداد متروکہ حاجی کفایت اللہ قرار پائے اور وصیت نامہ ناجائز ہو تو بلا ادا حصے دین مہر یا فتنی مدعا علیہا وراثت جاری نہیں ہو سکتی بہ نسبت عذرات مذکورہ تنقیح قائم کی جائے۔ مثالوں میں اس پر اختلاف ہوا ہر دو کی رائے میں یہ درخواست ناقابل سماعت ہوتی کہ مہر نجم النساء کی بحث امور مفوضہ سے نہیں ایک کی رائے اس کے خلاف ہے کہ اقرار نامہ میں تقسیم حسب احکام شرع شریف کی درخواست نہیں اور تقسیم مہر حکم شرع شریف ہے، اب حضرات علماء کرام سے امور ذیل کا استفسار ہے:

(۱) کیا وصیت نامہ مذکورہ کلایا جزو قابل نفاذ ہے؟  
 (۲) اگر وصیت نامہ باطل قرار پائے تو جائداد حسب بیان نجم النساء مملوکہ نجم النساء بٹھرے گی حالانکہ اس کے نام کوئی جزئی جائداد نہ تھی یا تمام وکمال ترکہ حاجی کفایت اللہ ہو کر تقسیم ہوگی۔

(۳) کیا نسبت نادرستی حواس حاجی کفایت اللہ اللہ جلالتی کا دعوی قابل سماعت ہے؟  
 (۴) جائداد میں کہ حالت نادرستی حاجی کفایت اللہ سے احسان الحق و فضل حق و کریم کے نام تھیں وہ انہیں کی بٹھرے گی یا حسب بیان وصیت نامہ ان کے نام فرضی قرار پا کر شامل تقسیم ہونگی؟  
 (۵) کیا حمید النساء کا مہر با حصہ ہونا اور یہ کہ وہ حیات حمید النساء میں ادا کر دیا گیا حسب تصریح وصیت نامہ مانا جائے گا۔

(۶) کیا کریم النساء دختر کفایت اللہ قرار پائے گی یا حسب بیان نجم النساء وغیرہ رہیہ۔  
 (۷) کیا نجم النساء کی درخواست مذکورہ قابل سماعت ہے ثالثی میں اس کی نسبت کوئی تنقیح قائم کی جائے؟

(۸) کیا نابالغوں پر ولایت ذات و مال حسب بیان وصیت نامہ رہے گی یا کس طرح؟  
 (۹) کیا اللہ جلالتی کا دعوی نسبت ششم حصہ شرعی صحیح ہے یا ماہوار کے سوا اس کا استحقاق نہیں؟

(۱۰) زیور طلانی و نفرتی مندرجہ نمبر ۴۴ فہرست اقرار نامہ جسے لکھا ہے کہ بنگال بینک کا پنور میں مورث نے امانت رکھا ہے، مگر بموجب مشہور حالت کے وہ زیور متروکہ حمید النساء ہے کس کا قرار پائے گا اور تقسیم مال میں شامل ہو گا یا بختی نابالغان اولاد حمید النساء محفوظ رہے گا۔

(۱۱) ذر مجموع شملہ بینک مذکور نمبر ۴۴ فہرست اقرار نامہ کی نسبت بینک مذکور کے بھیجے حساب سے معلوم ہوا ہے کہ ۱۱ دسمبر ۱۹۴۷ء کو فوت حاجی کفایت اللہ سے دو روز پہلے اُس میں سے بارہ ہزار پانسو بارہ روپے حافظ عبدالحق کی معرفت آئے۔ حافظ عبدالحق نے روپے نشان لانا اُس روپے کا مانا اور کہا میں نے اپنے باپ کو لاکر دے دیا مگر اُس روپے کا ذکر نہ وصیت نامہ میں ہے نہ کوئی وارث اسے قبول کرتا ہے نہ موسیٰ کا کسی کو دینا ظاہر ہوتا ہے اور نہ اس وقت کی حالت موسیٰ کی اس قدر ذر کثیر و تصرف کرنے کے معلوم ہوتی ہے یہ رقم کس حساب میں درج ہوگی۔ بینوا تو جبراً کاغذات نقول وصیت نامہ و عرضی دعویٰ و بیان تحریری نجم النصار و اقرار نامہ و درخواست نجم النصار بغرض ملاحظہ حاضر ہیں۔

۳ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ (ب) مسئلہ (۱۳۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقدمہ مذکورہ ترکہ حاجی کفایت اللہ میں چند جملے نشان کے قائم ہوئے لیکن بجائے اس کے کوئی امر متنازعہ کا تصفیہ عمل میں آئے تنازعوں کی بحثوں نے روز بروز ترقی پکڑ لی جس کے دیکھنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مقدمہ نچایت سے طے نہ ہوگا اور عدالت کے جھگڑوں میں یہ سب جائداد برباد اور تلف ہو جائے گی اور فریقین تباہ ہوں خاص کر نابالغین بے زبان اور بے قصور باوجود بروئے ترکہ صاحب جائداد ہونے کے خرچہ معینہ ان کا نہیں ملتا خرچہ کی وجہ سے سخت تکلیفیں اٹھا رہے ہیں نہ کوئی تعلیم کا ان کی انتظام ہے اگر اب بھی کوئی انتظام ان کی جائداد کے تحفظ کا ہوا اور یہ جھگڑے طے نہ ہوئے تو یہ مظلوم خالی ہاتھ رہ جائیں گے۔ ان وجوہات پر غور کر کے بعض فریق مقدمہ نے سبقت کی اس امر میں کہ فیما بین کہ مصالحت سے بعض سے چٹا کر یا بعض کو دلا کر امور متنازعہ کا قلع قمع کر کے آئندہ جھگڑوں کا باب مسدود کرنے کا قصد کیا، چونکہ بالغین مختار ہیں اپنے اپنے حقوق چھوڑنے کے اور کمی و بیشی یعنی دینے کی چونکہ ایسی صورت میں کمی بیشی آنے سے جس کی بعض حصص میں کمی واقع ہوتی رہی اس کا اثر نابالغوں پر ہی پڑتا رہا جس کا اثر ہر شریک مقدمہ کے حق میں موجب وبال ہے، اور عند اللہ ماخوذی ہے، لیکن انجام کار کی مصلحتوں پر غور کرنے سے ظاہر حال دلالت کرتا ہے کہ اگر مجوزین بلا لحاظ اپنے منافع ذاتی اور اغراض نفسانی کے محض بغرض دفع فساد و رفع نزاع باہمی مسلمانوں کے اور نیز بے جا ضائع ہونے مسلمانوں کے مال کے بالخصوص تحفظ جائداد نابالغان کے تصفیہ باہمی میں کوشش کریں اور آئندہ جھگڑے پیدا ہونے والوں کو بچانے کی غرض سے جو نقصان بظاہر حال نابالغوں کے حصہ جائداد میں واقع ہوتے ہیں حسب ذیل ہیں :

( ۱ ) یہ کہ جائیداد پہلی بھیت کے دکانات و مکانات جو از روئے قیمت کے باعتبار زمانہ زیادہ اور آمدنی کم ہے لیکن مدعیہ کو اپنی سکونت پہلی بھیت کی وجہ سے نافع ہے اور اس کی خواہش کے موافق دی گئی۔

( ۲ ) مہر مہرۃ النصار زوجہ مورث کا باوجود اقرار نامہ اور وصیت نامہ میں درج نہ ہونے کے دلایا گیا۔

( ۳ ) فریق ثالثات ہر دو فریق کا از روئے بیان خلفی ہر فریق کہ جس قدر بیان کریں جملہ جائیداد سے اول منہا ہو مابقی جائیداد از روئے حصص شرعی تقسیم کی جائیگی اور تقریر قیمت اور حصص اس قاعدہ سے قرار پایا ہے جیسا کہ اس سے کچھ زمانہ قبل سب مشرکار کے آپس کی رضامندی سے ایک فہرست تیار کی تھی اور اس وقت بسبب نہ طے پانے بعض نزاع کے ملتوی ہو گیا تھا نفاذ اس کا۔

( ۴ ) جو جائیداد از قسم دھات و دکان و مکان بنام محض ورثاء مسمیان احسان الحق و کریم النساء بالغان و فضل حق نابالغ مورث نے اپنی حالت صحت میں نامزد کر دیا تھا اور ان کی تحریرات بھی باضا بطہ ان کے ناموں سے ہو چکی تھی مگر وصیت نامہ اور نیز اقرار نامہ ثالثی میں ان کے مالکوں نے اور فضل حق نابالغ کی طرف سے بولایت شیخ عبدالعزیز کے جن کی ولایت بعض ورثاء کی جانب سے قرار دی گئی ہے بشمول جملہ جائیداد کی جملہ ورثاء پر تقسیم کر دینا قبول و منظور کیا ہے۔

( ۵ ) زر مجتمع شملہ بینک جو نمبری ۴۴ اقرار نامہ کے تحت میں بلا تعداد لکھے بھی اور حساب بینک مذکور کے آنے سے تعدادی بارہ ہزار پانسو بارہ روپیہ حافظ عبدالحق کا لانا دو روز قبل وفات مورث کے معلوم ہوا لیکن حافظ عبدالحق اس مجرا دیتے سے انکار کرتے ہیں اس بنا پر کہ بوقت دستخط کرنے اقرار نامہ ثالثی کے اس میں سے بعض وارث احسان الحق وغیرہ کو کوئی جز دلانے کے بعد مابقی کا مطالبہ نہ کرنا بعض ورثاء نے بوعہ زبانی یا کسی خاص تحریری رقعہ کے ذریعہ سے قبول و منظور کر لیا ہے آیا اس رقعہ کا بار بخت نابالغان بھی پڑے بخیر، مصلحت مرقوم بالا کے تو کیا حکم رکھتا ہے۔

( ۶ ) بمذ ۳۱ اقرار نامہ کے زیور طلائی و نقرئی بنگال بینک میں امانت رکھنا لکھا ہے اور بموجب بیانات مشہورہ کے نابالغان کی والدہ متوفی حمیدن کا زیور واسطے نابالغوں کے بینک میں رکھنا یا تھا اس کی

تقسیم بھی بشمول جملہ ترکہ ہوگی یا بقی نابلغان امانت رہے گا۔  
 (۷) علاوہ مدت مرقومہ صدر کے اور کسی قسم کا بھی نزاع کا تصفیہ بغرض دفع نزاع کیا جائے جس میں نابلغان کا کسی قسم کا نقصان مقصور ہو اور نیز ہر شش دفعات مذکورہ بالا کے بموجب کرنا بغرض دفع نزاع اور تحفظ اموال کے قاعدہ شرعیہ کے خلاف ہو گا یا موافق اور نیز اس میں سعی کرنے والے ماجر ہوں گے یا گنہگار؟ بیان فرمائیے ثواب پائیے۔

### الجواب

نابلغوں خصوصاً یتیموں کا مال آگ ہے انھیں نقصان دینے والا سخت کبیرہ شدید کا مرتکب ہے اُن کا مال یا اُن کے مال میں سے ایک ذرہ دیدہ و دانستہ خود غصب کرنے والا اگرچہ کسی فیصلہ کے زور سے ہو یا دوسرے کو دے دینے یا دلا دینے والا یا اُن کی ادنیٰ حق تلفی پر راضی ہونے والا سب شدید عذاب جہنم کے مستحق ہیں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ قرآن عظیم میں فرماتا ہے:

ان الذین یاکلون اموال الیتیمی ظلماً انما  
 یاکلون فی بطونہم نارا و سیصلون  
 سعیرا لہ

ان الذین جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب بھڑکنے دوزخ میں غرق ہوں گے۔

کاغذات مقدمہ ملاحظہ ہوئے امور ذیل معلوم رہیں:

اولاً جو جائدادیں احسان الحق و کریم النساء کے نام صحت مورث میں ہو چکی تھیں وہ اب ضرور اُن کی نہ رہیں بلکہ ترکہ حاجی کفایت اللہ ہیں کہ وصیت نامہ میں ان کا نام فرضی ہونا لکھا اور انھوں نے تسلیم کیا اور اقرار نامہ میں صراحتاً اُن کا ترکہ حاجی کفایت اللہ ہونا مان لیا۔ فضل حق اگر بالغ ہوتا اور اسی طرح قبول کرتا اس کا بھی یہی حال ہوتا مگر وہ نابلغ ہے اور کوئی ولی کوئی وصی کوئی حاکم نابلغ کے مال میں اس کا نام فرضی ہونا مان لینے کا اختیار نہیں رکھتا وصیت نامہ میں حاجی کفایت اللہ کا لکھنا اصلاً قابل التفات نہیں، کیا کوئی شخص کوئی جائداد ہب یا بیع کر کے مدعی ہو کہ یہ انتقال فرضی تھا تو صرف اس کے کہنے سے مان لیا جائے گا ہرگز نہیں۔ اور یہ شبہ کہ روپیہ حاجی کفایت اللہ کا تھا اس نے خرید کر اپنے پس نابلغ کے نام جائداد کی جب تک چاہا دی اب نہیں دیتا محض مہمل و بے معنی ہے اگر اس کا ثبوت مان بھی لیا کہ روپیہ درحقیقت حاجی متوفی کا تھا نابلغ کو اس کی ماں یا اور کسی سے



پہنچا تھا تو اس سے جائیداد مذکور بھی متوفی کا ہوتا کیونکہ لازم آیا۔ فتاویٰ خیرہ میں ہے :  
 لا يلزم من الشراء من مال الاب باپ کے مال سے خریداری سے لازم نہیں آتا کہ  
 ان يكون المبيع للاب بیع باپ کے لئے ہو۔ (ت)  
 باپ جو چیز اپنے نابالغ بچے کے نام خریدے وہ اس کے لئے ہبہ ہوتی ہے اور باپ  
 ہی کے قبضہ سے نابالغ کی ملک ہو جاتی ہے۔

ردالمحتار جلد ۴ ص ۷۷۴ :

الاب اشتري لها في صغرها وبعد ما كبرت وسلم اليها وذلك في صحة فلا سبيل للورثة عليه ويكون للبنت خاصة اھ منھ۔  
 باپ نے اپنی بچی کے لئے اس کی صغریٰ میں یا  
 اس کے بالغ ہونے کے بعد کچھ خریدی اور اس کے  
 سپرد کر دیا اور یہ کام اس نے اپنی صحت کے  
 زمانے میں کیا تو دیگر وارثوں کا اس پر کوئی حق  
 نہیں وہ بیٹی کے لئے خاص ہوگا اھ منھ (ت)

عقود الدریر ج ۲ ص ۲۸۰ و ۲۸۱ :

ذكر في الذخيرة والتجسس امرأة اشترت ضيعة لولدها الصغیر من مالها وقع الشراء للام لانها لا تملك الشراء للولد وتكون الضيعة للولد لان الام تصير واهبة والام تملك ذلك ويقع قبضاعنه احكام الصغار من البيوع۔  
 ذخیرہ اور تجسس میں مذکور ہے کسی عورت نے  
 نابالغ بیٹے کے لئے اپنے مال سے جائیداد خریدی  
 تو وہ خریداری ماں کے لئے واقع ہوگی کیونکہ وہ  
 اولاد کے لئے خریداری کی مالک نہیں اور جائیداد  
 بیٹے کے لئے ہوگی کیونکہ ماں ہبہ کرنے والی ہوگی اور  
 وہ اس کی مالک ہے اور جائیداد پر قبضہ بیٹے  
 کی طرف سے واقع ہوگا، احکام الصغار من  
 البيوع۔ (ت)

توضیح و مکان جو متوفی نے فضل حق نابالغ کے نام خریدی اگرچہ روپیہ متوفی ہی کا تھا فضل حق کی

۲۱۹/۱	دارالمعرفۃ بیروت	۱۔ الفتاویٰ الخیریۃ	کتاب البيوع
۵۰۶/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	۲۔ ردالمحتار	کتاب العاریۃ
۳۳۷/۲	ارگ بازار قندھار افغانستان	۳۔ العقود الدریۃ	کتاب الوصایا باب الوصی

بلکہ ہو گیا اب اس کا نام فرضی بتانا اس سہیہ سے رجوع کرنا ہے اور اولاد کو ہیہ کر کے رجوع باطل محض و نامسموع۔ درمختار جلد ۳ ص ۷۹۱ :

لو وہب لذی سر حرم محرم منہ نسبا  
ولو ذمیا او مستامنا لا یرجع۔

اگر کسی نے اپنے نسبی ذی رحم کو ہبہ کیا اگرچہ  
وہ ذمی یا مستامن ہو تو اب رجوع نہیں  
کر سکتا۔ (ت)

درمختار جلد ۴ ص ۷۹۲ :

لوکانا ای العبد و مولاء ذارحم محرم  
من الواهب فلا رجوع اتفاقاً

اگر وہ دونوں یعنی غلام اور اس کا مالک و اہب  
کے ذی رحم محرم ہوں تو بالاتفاق رجوع نہیں  
ہو سکتا۔ (ت)

پس فرض ہے کہ جو موضع و مکان فضل حق کے نام تھے وہ خاص اس کے سمجھے جائیں اور اس تقسیم سے جدا رہیں اور وہ باقی تمام متروکہ کفایت اللہ میں برابر کا حصہ دیا جائے۔

ثانیاً نچم النساء اقرار نامہ میں صراحۃً مان چکی ہے کہ ان تین رقوم مصرعہ اقرار نامہ کے سوا اور کوئی دادنی ذمہ حاجی کفایت اللہ نہیں تو اس کا دعویٰ مہر سا قضا ہو گیا بالغین اختیار رکھتے ہیں کہ باوصف سقوط دعویٰ بھی اس کا بار اپنے سر لیں مگر کسی نایاب پر اس کا بار ڈالنا اپنے سر عذاب الہی کا وبال لینا ہے۔

ثالثاً اس سوال میں سائل نے مہر حمید النساء والدۃ نابالغان کا ذکر نہ کیا۔ سوال اول میں اس کا تذکرہ تھا اور ملاحظہ وصیت نامہ سے ظاہر ہوا کہ حاجی کفایت اللہ نے اس کا مہر ماضی کا ظاہر کیا اور یہ کہ وہ ان کی حیات میں ادا کر دیا گیا، مگر کبھی مدیون کا قول خفت مقدار دین یا اُس کے ادا کر دینے کے بارے میں مقبول نہیں ہو سکتا اگر گوایان عادل شرعی سے حمید النساء کا مہر ادا ہو جانا ثابت ہے فیہا ورنہ لازم کہ مہر مثل تک حمید النساء کا مہر قائم اور اس میں سے چہارم حصہ شوہر اور ایک حصہ کریم النساء بالغہ (جبکہ وصیت نامہ کو تسلیم کر چکی ہو) ساقط کر کے باقی اولاد نابالغان حمید النساء کے حصے ان نابالغوں کو دئے جائیں۔

سابعاً زر شملہ بنک کی نسبت اگر گواہان و اول شرعی سے ثابت ہو کہ یہ روپیہ بنک سے لانے کیلئے حاجی کفایت اللہ نے حافظ عبدالحق کو مامور کیا تھا جب تو حافظ عبدالحق کا بیان کہ میں نے اپنے والد کو لاکر دے دیا حلف کے ساتھ قبول کر لیا جائے گا کہ اب وہ وکیل ہوا اور وکیل امین ہے اور امین کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے ورنہ اس میں سے بھی حصہ نابالغان ہرگز نہیں چھوٹ سکتا بلکہ اس تحریر کے دوسرے جلسے میں حافظ عبدالحق نے اقرار کیا کہ وہ روپیہ شملہ بنک سے لایا اپنے نام سے بنک میں جمع کر دیا تو وہ اس روپے کا متغلب ہوا بقیہ ورثہ کا حصہ اس کے ذمے عائد ہے بالغوں کو چھوڑ دینے کا اختیار ہے، یتیموں کا حق کوئی نہیں چھوڑ سکتا، اس کا بیان کہ ساڑھے تین ہزار والد نے اس کا قرضہ ادا کرنے کو اسے دے ہرگز مقبول نہیں بلکہ بالفرض اگر گواہان شرعی سے ثابت بھی ہو جائے کہ حاجی کفایت اللہ نے اپنے مرض مذکور میں اتنے ہزار حافظ عبدالحق کو دے دئے کہ اپنا قرضہ ادا کر لو جب بھی بالغوں کا حصہ اور نیز ان بالغوں کا جو اس دینے کو جائز نہ رکھیں دینا آئے گا کہ بہر مرض میں وصیت ہے اور وارث کے لئے وصیت بے اجازت و ورثہ نافذ نہیں ہو سکتی وارث موصی لہ جو کچھ قبل موت موصی تصرف میں لا چکتا ہے بعد موت موصی جو ورثہ اجازت نہ دیں ان کا حصہ واپس دینا پڑتا ہے، درمختار جلد پنجم ص ۶۶۷

اعتاقہ و محاباتہ و ہبتہ و وقفہ و صمانہ  
کل ذلک مکہ کحکم وصیۃ لہ  
مرض الموت کے مریض کا آزاد کرنا، کم قیمت پر بیچنا،  
ہبہ کرنا، وقف اور ضمان سب کا حکم وصیت  
کے حکم کی مثل ہے۔ (دست)

ایضاً ص ۶۴۴ :

لا لوارثہ الا باجارتہ و رثتہ لقولہ علیہ  
الصلوۃ والسلام لا وصیۃ لوارث الا  
ان یجیزھا الوارثۃ لہ  
وارث کے لئے وصیت نہیں سوائے دیگر وارثوں  
کی اجازت کے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ وارث کیلئے وصیت  
نہیں مگر یہ کہ دیگر ورثاء اس کی اجازت سے دیں۔

عالمگیری جلد چہارم ص ۱۴۱ :

مریض و ہب غلاماً لامراتہ فقبطتہ  
مریض نے اپنی بیوی کو غلام ہبہ کر دیا بیوی نے اس پر

واعتقته ثم مات المريض فاعتق نافذ وتضمن القيمة كذا في خزنة المفتين

قبضہ کیا اور آزاد کر دیا۔ پھر مریض مر گیا تو عتق نافذ ہوگا اور بیوی اس کی قیمت کی ضامن ہوگی۔ یوں ہی خزائنہ المفتین میں ہے۔ (د ت)

در مختار جلد ۴ ص ۱۱۲ :

اقر في مرض موته لوارثه يؤصف الحال بتسليمه الى الوارث فاذا مات يوده، بزازية، وفي القنية تصرفات المريض نافذة وانما تنقض بعد الموت

مریض نے اپنی مرض الموت میں کسی وارث کے لئے کچھ اقرار کیا تو اسی وقت وہ شئی وارث کے سپرد کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ پھر جب مریض مر گیا تو وارث وہ شئی واپس لوٹائے گا (بزازیہ) اور قنیہ میں ہے کہ مریض کے تصرفات نافذ ہوتے ہیں البتہ اس کے مرنے کے بعد ٹوٹ جاتے ہیں۔ (د ت)

کفن دفن بقدر مسنون میں جو روپیہ صرف کیا وہ ضرور مجرا ہوگا باقی فاتحہ درود خیرات سوم وغیرہ کے مصارف صرف اس صرف کرنے والے پر پڑیں گے اجازت نہ دینے والے ورثہ پر نہ آئیں گے خصوصاً یتیم بچے کہ ان کے حصے مطلقاً محفوظ ہیں نہ ان کی طرف سے کوئی اجازت دے سکتا ہے۔ طحاوی حاشیہ در مختار جلد چہارم :

التجهيز لا يدخل فيه السبع والصدية والجمع والموائد لان ذلك ليس من الاموال اللازمة فالفاعل لذلك ان كان من الورثة يحسب عليه من نصيبه ويكون متبرعا وكذا لو كان اجنبيا

تجهیز میں فاتحہ، درود و خیرات، لوگوں کو جمع کرنا اور کھانے کا اہتمام وغیرہ داخل نہیں ہیں کیونکہ یہ ضروری امور میں سے نہیں ہیں لہذا یہ امور بجالانے والا اگر وارثوں میں سے ہے تو اس کے حصہ سے مجرا ہوگا اور اس میں احسان کرنیوالا ہوگا۔ ایسا ہی حکم اجنبی کا بھی ہے (د ت)

توصرف بقیہ چھ ہزار سے حصہ نابالغان دینا کافی نہیں بلکہ کفن دفن بقدر سنت میں جو دس بیس روپے صرف ہوں مجرا کر کے باقی پورے بارہ ہزار یا سو بارہ ہیں کامل حصص نابالغان دیا جانا لازم ہے

۱۔ الفتاویٰ الہندیہ کتاب الجہد الباب العاشر نورانی کتب خانہ پشاور ۴۰۲/۴  
۲۔ الدر المختار کتاب الاقرار باب اقرار المریض مطبع مجتہائی دہلی ۱۳۷/۲  
۳۔ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب القرائن المکتبۃ الجیبیہ کوئٹہ ۳۶۷/۴



شیخ حبیب اللہ کا مطالبہ جانے اور حافظ عبدالحق، وعدہ کرنے اور خط لکھنے والے جانیں اور حافظ عبدالحق، یتیموں پر ان باتوں کا کچھ اثر نہیں پڑ سکتا۔ احسان الحق کو اگر ہزار پہنچے ہیں وہ اس کے حصے میں مجرا ہوں گے، شیخ حبیب اللہ کا مطالبہ ترک کر رہیں۔

خامساً زیورمانت بنگال بینک کا معاملہ شہادت عادلہ پر ہے اگر ثابت ہو کہ وہ ملک حمید الفسار تھا تو اس میں نابالغوں کے حصے کچھ نابالغان محفوظ رکھے جائیں گے اور اگر ملک حاجی کفایت اللہ ثابت ہو تو سب ورثہ پر تقسیم ہوگا۔

سادساً خرچہ نالشات بقدر ضروری و معمولی جو کچھ نابالغوں کی طرف سے ان کے کسی ولی یا وصی شرعی نے بلا اسراف اٹھایا ہے وہ ضرور نابالغوں پر پڑے گا اس سے زائد ایک پیسہ ان پر ڈالنا حرام ہے نابالغین مختار ہیں کہ آپس میں اپنے حقوق کا جس طرح چاہیں فیصلہ کر لیں۔

سابعاً تشخیص قیمت جائیداد و تعیین حصص وغیرہ کسی امر میں کوئی نقصان نابالغوں کی طرف رکھنا محض حرام قطعی ہے اور اللہ واحد قہار ان کی طرف سے حساب لینے والا ہے اصل احکام شرعیہ یہ ہیں بانیہمہ اگر ولی نابالغان اور ان کے حقیقی خیر خواہ اہل ایمان یقینی قطعی طور پر بلا شک و شبہہ و بلا مکر و حیلہ جانیں کہ یہ تصنیہ ہی نابالغوں کے حق میں خیر ہے اور اس میں جو نقصان ان بیکس مظلوموں کو پہنچتا ہے وہ اس نقصان عظیم سے ہلکا ہے جو بحال عدم تصفیہ یقیناً انھیں پہنچنے والا ہے تو شریعت مطہرہ کا قاعدہ ہے کہ:

مَنْ ابْتَلَى بِلَيْتَيْنِ اخْتَارَ اَهْوَاؤَهُمَا۔  
جو شخص دو بلاؤں میں مبتلا ہو ان میں سے ہلکی کو اختیار کرے۔

ایسی صورت محض مجبوری و ضرورت میں جو نابالغوں کی اصلاح چاہے گا اور وہ ایسا ہوگا جیسا آکلہ پیدا ہونے پر ہاتھ یا پاؤں کاٹ دینا کہ یہ معاملہ بالغ و نابالغ سب کے ساتھ روا ہے کہ فساد عظیم کا فساد قلیل سے دفع ہے۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمَفْسَدَ مِنَ الْمَصْلَحَةِ  
اللہ خوب جانتا ہے کہ کون مفسد ہے اور کون اصلاح چاہتا ہے۔



هو قول ابن سلمة وهو استحسان  
وعن الفقيه ابی الليث عن ابی یوسف  
رحمه الله انه كان يجيز للاوصياء  
المصانعة في اموال اليتامى  
واختیار ابن سلمة موافق لقول  
ابی یوسف و به یفتی والیه اشار  
فی کتاب الله تعالیٰ (اما السفینة  
فكانت لمسکین یعملون فی  
البحر فاردت ان اعیبها) اجابنا  
العیب فی مال الیتیم مخافة  
اخذ المتغلب ذکوة قاضی خان  
فی وصایا فتاویہ، و فیہا ایضا  
وصی النفق علی باب القاضی  
من مال الیتیم فاعطی علی  
وجه الاجارمة لا یضمن قال محمد  
بن الفضل رحمہ الله لا یضمن  
مقدار اجر المثل والغبن الیسیر  
وما اعطی علی الرشوة کان ضامنا  
وفیہا رجل مات و اوصی الی  
امراته وترك ورثة صغارا فنزل  
سلطات جاثودا ہم فقیل  
لہا ان لم تعطہ  
شیئا استولی علی  
الدار والعقار فاعطتہ  
شیئا من العقار قالوا

وہ ہی قول ابن سلمہ کا ہے اور وہ استحسان ہے۔  
فقہ ابو اللیث سے بحوالہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ  
منقول ہے کہ وہ یتیموں کے مال میں زمی اختیار  
کرنے کی وصیوں کو اجازت دیتے تھے۔ ابن سلمہ  
کا مختار امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول سے موافقت  
رکھتا ہے اور اسی کے ساتھ فتویٰ دیا جاتا ہے۔  
اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اسی کی طرف اشارہ  
ہے "وہ جو کشتی تھی وہ کچھ محتاجوں کی تھی کہ دریا میں  
کام کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اس کو عیب دار  
نہ دوں" اس میں کسی جابر کے قبضہ کے ڈر سے  
یتیم کے مال کو عیب دار کرنے کی اجازت ہے۔  
اس کو قاضی خان نے اپنے فتاویٰ کی کتاب الوصایا  
میں ذکر کیا ہے۔ اُسی میں یہ بھی ہے کہ وصی نے  
قاضی کی کچھری میں یتیم کا مال خرچ کیا۔ اگر بطور  
اجارہ دیا ہے تو ضامن نہیں ہوگا۔ محمد بن فضل  
علیہ الرحمہ نے کہا کہ مثلی اُجرت اور غبن الیسیر کی  
حد تک ضامن نہیں ہوگا۔ لیکن اگر اس نے یتیم کا  
مال بطور رشوت دیا ہے تو ضامن ہوگا۔ اُسی  
میں ہے کہ ایک مرد فوت ہوا اور اس نے اپنی  
بیوی کو وصی مقرر کیا اور چھوٹے ورثہ بھی چھوڑے  
پھر کوئی جابر بادشاہ ان کے گھر میں اترا اور  
اس عورت کو کہا گیا کہ اگر تو نے بادشاہ کو  
کچھ نہ دیا تو وہ پورے گھر اور جائیداد پر جبراً قبضہ  
کر لے گا۔ چنانچہ عورت نے جائیداد  
میں سے کچھ بادشاہ کو دے دیا تو مشائخ نے

يجوز مصانعتها ۱۰

کہا کہ اس کی یہ نرمی جائز ہے۔ (ت)

یہ اُسی حالت میں ہے جبکہ نہ ماننے میں اس سے عظیم تر نقصان پہنچنے کا یقین ہو فقط موبہوم ضرر کے لئے موجود ضرر مان لینا حلال نہیں۔ پھر بھی فرض قطعی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو عرق ریزی کی جائے کہ یہ ظلم اُن بیکسوں پر سے دفع ہو جتنا کم ہو سکے کم ہو۔ پھر بھی یہ جواز صرف ادھر سے رہے گا وہ ظالمین جو اس طرح دبا کر تکیوں کا حق لیں گے اُن کے لئے وہ خالص آتش جہنم ہے وہ سخت عذاب الہی کے لئے مستعد رہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

**جواب سوال ششم:** کریم النساء کا جبکہ کسی اور شخص کی دختر ہونا معروف و مشہور و ثابت نہیں اور وہ اپنے آپ کو دختر حاجی کفایت اللہ کہتی ہے اور اس کی عمر اس کی قابلیت رکھتی ہے تو ایسی حالت میں قطع نظر تمام تحریرات و خطوط کفایت اللہ کے صرف یہ وصیت نامہ جسے یہ لوگ جو کریم النساء کے نسب پر معترض ہیں تسلیم کر رہے ہیں دلیل کافی و حجت وافی تھا جس کے بعد معترضین کا اعتراض ہرگز مسموع نہ ہوتا اور وہ ضرور دختر حاجی کفایت اللہ قرار پاتی کہ وصیت نامہ میں جایا اولاد اپنی اولاد ہماری اولاد لکھ کر انہیں کے نام کی فہرست میں کریم النساء کو بھی مثل دیگر دختران داخل کیا اور سب کو حصہ شرعی بلا کم و بیش پہنچا لکھا۔ در مختار میں ہے:

وان اقر لغلام مجهول النسب في مولده  
في بلد هو فيها وهما في السن بحديث  
يولد مثله لمثله انه ابنه وصدق  
الغلام لو مہیزا و الا لم يحتج لتصدقه  
كما مرجح عند ثبت نسبه ولو المقر  
مریضا و اذا ثبت شامرك الغلام الورثة ۱۰  
اور نہ اس کی تصدیق کی ضرورت نہیں، جیسا کہ گزر چکا ہے، چنانچہ صورت مذکورہ میں اس کا نسب ثابت ہو جائے گا اگر اقرار کرنے والا مر فیض ہو جب نسب ثابت ہو گیا تو وہ لڑکا باقی وارثوں کا شریک ہوگا۔ (ت)



ذکر خود سب معترضین وغیر معترضین اقرار نامہ میں بالاتفاق اُسے بنت حاجی کفایت لکھ چکے تو اب اس کے دختر کفایت اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں وہ مثل دیگر دختران نہ بذریعہ وصیت بلکہ بوجہ وراثت حصہ پائے گی۔

**جواب سوال ششم:** وصیت نامہ جہاں تک نابالغوں یا ان وارثوں کے حقوق پر جو اُسے جائز نہیں رکھتے اثر رساں ہے مردود و باطل ہے جو بالغ وارث اسے مان رہے ہیں صرف ان کے باہمی حقوق پر اس کا اثر مقبول ہو سکتا ہے۔ درمختار میں ہے:

لم تجز اجازة صغير ومجنون ولو نابالغ اور مجنون کی اجازت جائز نہیں۔ اگر بعض اجازت البعض و مرد البعض جائز علی المجیز بقدر حصته لے  
نابالغ اور مجنون کی اجازت جائز نہیں۔ اگر بعض وارثوں نے اجازت دی اور بعض نے انکار کیا تو اجازت دینے والے پر اس کے حصہ کی مقدار میں جائز ہے۔ (ت)

وصیت نامہ میں ماں کو حصہ مادی اصلاً نہ دیا اور وہ اس پر راضی نہیں نابالغ کا موضع و مکان اسم فرضی ٹھہرا کر تقسیم میں شامل کر لیا اور یوں اسی کے مال سے اس کا حصہ پورا کیا اور یہ محض ظلم ہے نابالغوں کے مال کا ہر ایک خفیہ مقدار بتا کر وہ بھی ادا ہو جانا لکھا یہ ہرگز بے یقینہ عاقلہ مقبول نہیں لہذا تقسیم وصیت نامہ واجب الرد ہے بلکہ فضل حق کا موضع و مکان خالصاً اُسی کو دے۔ حمید النساء کا مہر ادا ہو جانا گواہان عادل شرعی سے ثابت نہ ہو تو مہر مثل تک ادا کرے پھر جو کچھ متروکہ حاجی کفایت اللہ منقول وغیر منقول ہے سب سے اس کی ماں کو چھٹا اور نچم النساء کو آٹھواں دیکر باقی سب بیٹوں اور مع کریم النساء سب دختروں پر للذکر مثل حظ الانثیین (نذکر کا حصہ دو متوتوں کے حصے کے برابر ہے۔ ت) از سر نو تقسیم کریں نابالغوں کے حصے بلا تقسیم یک جا رہیں نابالغوں کے حصے کا انھیں اختیار ہے جس طرح چاہیں باہم تصفیہ کر لیں۔ واللہ سحنے وتعالیٰ علم

**مسئلہ** از پٹنہ محلہ لودی کٹرہ مرسلہ جناب قاضی عبدالوہید صاحب ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متبیین اس مسئلہ میں کہ مرض الموت میں جو چیز ہبہ کی جائے اس پر احکام ہبہ کے ہوں گے یا وصیت کے؟

## الجواب

ہے اگرچہ مرض الموت میں ہو حقیقتہً ہیہ ہے تمام شرائط ہیہ درکار ہوں گی بلا قبضہ تمام نہ ہوگا مشاع ناجائز ہوگا وایہب اگر قبل قبضہ کاملہ مہربوب لہ انتقال کر جائے ہیہ باطل ہو جائے گا غرض وہ بہرہ وجود ہیہ ہے اور اسی کے احکام رکھتا ہے۔ مرض الموت میں ہونے کا صرف اتنا اثر ہے کہ وارث کے لئے مطلقاً اور اجنبی کے واسطے ثلث باقی بعد ادائے دیوں سے زیادہ میں بے اجازت دیگر ورثہ نافذ نہ ہوگا اجازت وارث عاقل بالغ نافذ نافذ التصرف کی بعد وفات مورث درکار ہے اس کی حیات میں اجازت دینی نہ دینی بیکار ہے۔ پس اگر مورث مثلاً اپنے پسر کو اپنے مرض الموت میں کوئی شئی ہیہ کرے اور قبضہ بھی پورا کرادے اور اس کے انتقال کے بعد دیگر ورثہ اسے نہ مانیں وہ یکسر باطل ہو جائے گا اور بعض مانیں اور بعض نہ مانیں تو اس نہ ماننے والے کے حصے کے لائق باطل قرار پائے گا۔ تنویر الایضاً ودر مختار میں ہے :

ہبتہ ووقفہ وضمنانہ کو صیۃ فی معتبر  
من الثلث یلہ  
مرضی کا ہیہ، وقت اور ضمان اس کی وصیت کی  
مثل ہے، لہذا ایک تہائی میں سے معتبر  
ہوں گے۔ (ت)

رد المحتار علی الدر المختار میں ہے :

قوله وہبتہ ای اذا انفصل بہا القبض  
قبل موته أما اذا مات ولم یقبض  
فتبطل الوصیۃ لان ہبۃ المریض ہبۃ  
حقیقۃ وان کانت وصیۃ حکما کما صرح  
بہ قاضیخان وغیرہ اھ طحاوی عن  
المکئ قوله حکمہ کحکم وصیۃ ای  
من حیث الاعتبار من الثلث  
لاحقیقۃ الوصیۃ لان الوصیۃ  
ایجاب بعد الموت وھذہ

ما تین کا قول "اور اس کا ہیہ" اس سے مراد  
یہ ہے کہ وایہب کی موت سے پہلے قبضہ اسکے  
ساتھ مقرر ہو جائے لیکن اگر وہ مر گیا اور اس  
پر قبضہ نہ ہوا تو وصیت باطل ہو جائے گی  
اس لئے کہ مرضی کا ہیہ درحقیقت ہیہ ہی ہے  
اگرچہ باعتبار حکم کے وصیت ہے، جیسا کہ  
قاضیخان وغیرہ نے اس کی تصریح فرمائی اھ  
طحاوی میں بحوالہ کی منقول ہے کہ ما تین کا قول  
"اس کا حکم وصیت کے حکم کی مثل ہے" یعنی



المیم موت احد العناقدین بعد التسليم  
فلوقبله بطل

میم سے مراد یہ ہے کہ سپردگی کے بعد واہب اور  
موہوب لمی میں سے کسی ایک کا مرجانا، اگر سپردگی  
سے پہلے مر گیا تو عقد ہبہ باطل ہو گیا۔ (ت)

اور اگر حیات واسب میں باذن واہب قبضہ کاملہ یا شئی غیر قابل تقسیم پر مشاعاً قبضہ ہو لیا تو  
اب اس ہبہ کا نفاذ موت واہب کے بعد اجازت صحیحہ باقی ورثہ پر موقوف ہے صحت اجازت کے لئے  
اجازت دہندہ کا عاقل بالغ ہونا ضرور ہے اگر باقی وارث سب عاقل بالغ ہیں اور سب نے بعد موت  
مورث اس ہبہ کو جائز رکھا تمام وکمال نافذ ہو جائے گا اور اگر بعض نے اجازت دی اور بعض نے  
نہ مانا یا بعض اجازت دہندہ نابالغ یا مجنون تھے تو صرف اسی عاقل بالغ مجیز کے حصے کے قدر نفاذ پائیگا  
باقی نافذ نہ ہوگا اور ہبہ شیوع کہ بعض ورثہ کی عدم اجازت سے پیدا ہوا باقی میں نفاذ ہبہ کو منع نہ کرے گا کہ  
شیوع وہ بطل ہبہ ہے جو ابتدا سے ہونہ شیوع طاری کہ بعد کو لاحق ہو۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصل میں کہا کہ  
مریض کا ہبہ اور صدقہ جائز نہیں مگر اس وقت  
جبکہ اس پر قبضہ کر لیا گیا ہو پس اگر اس پر قبضہ  
ہو گیا تو ایک تہائی میں جائز ہوگا، اور اگر واہب  
سپردگی سے پہلے مر جائے تو ہبہ باطل ہو جائے گا۔  
یہ جاننا ضروری ہے کہ مریض کا ہبہ عقد کے اعتبار  
سے ہبہ ہے وصیت نہیں ہے۔ اور اس کا  
ایک تہائی سے اعتبار کرنا اس وجہ سے نہیں کہ  
وہ باعتبار معنی کے وصیت ہے بلکہ اس وجہ  
سے ہے کہ وارثوں کا حق مریض کے مال کے ساتھ  
وابستہ ہو گیا ہے اور مریض نے ہبہ کے ساتھ  
تبرع کیا ہے تو اس کا تبرع صرف اسی حد تک  
لازم ہوگا جو شرع نے اس کے لئے مقرر کی ہے

قال (ای محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فی  
الاصل ولا تجوز هبة المريض ولا صدقة  
الامقبوضة فاذا قبضت جائزات من الثلث  
واذا مات الواهب قبل التسليم بطلت  
يجب ان يعلم بان هبة المريض هبة  
عقد وليست بوصية واعتبارها من  
الثلث ما كانت لانها وصية معنى لان  
حق الورثة يتعلق بمال المريض و  
قد تبرع بالهبة فيلزم تبرعه بقدر  
ما جعل الشرع له وهو الثلث  
واذا كانت هذا التصرف هبة  
عقد اشترط له سائر شرائط  
الهبة ومن جملة شرائطها





ردالمحتار میں ہے :

قوله لا طائفة لي اقول منه ما لو وهب داراً  
في مرضه وليس له سواها ثم مات و  
لم يجز الوارثة الهبة بقيت الهبة في  
ثلثها وتبطل في الثلثين كما صرح به  
في الخاتمة ، والله تعالى اعلم۔  
ماتن کا قول کہ اس پر طاری نہ ہو“ میں کہتا ہوں اگر  
کسی نے مرض الموت میں اپنا مکان ہبہ کر دیا اور  
سوائے اس مکان کے اس کی ملکیت میں کچھ نہیں  
پھر وہ مر گیا اور وارثوں نے ہبہ کی اجازت نہ دی  
تو ہبہ اس کے ایک تہائی میں باقی رہے گا جبکہ  
دو تہائی میں باطل ہو جائے گا، جیسا کہ خانیہ میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مرض الموت کی کیا تعریف ہے  
اور کس کس مرض پر اس کا اطلاق ہوتا ہے اور کب تک اس کی مدت مقرر ہے کہ قبل اس کے مرض الموت  
نہ کہا جاسکے۔

## الجواب

شرعاً کسی مرض کے مرض الموت ہونے کے لئے دو باتیں درکار ہیں کہ وہ دونوں جمع ہوں تو  
مرض الموت ہے اور ان میں ایک بھی کم ہو تو نہیں۔

(۱) اس مرض میں خوف ہلاک و اندیشہ موت قوت و غلبہ کے ساتھ ہو اگر اصلاً خوف موت  
نہیں یا ہے تو ضعیف و مغلوب ہے تو مرض موت نہیں اگرچہ اتفاقاً موت واقع ہو جائے۔

(۲) اس غلبہ خوف کی حالت میں اُس کے ساتھ موت متصل ہو اگرچہ اس مرض سے نہ مرے  
موت کا سبب کوئی اور ہو جائے مثلاً زید کو سیضہ یا طاعون ہو اور ابھی اسے انخطاط کافی نہ ہوا تھا  
خوف ہلاک غالب تھا کہ سانپ نے کاٹا مر گیا یا کسی نے قتل کر دیا تو اس مرض میں جو تصرفات کئے وہ  
مرض الموت میں تھے اگرچہ موت اس مرض سے نہ ہوتی اور اگر انخطاط کافی ہو گیا تھا کہ غلبہ خوف ہلاک جاتا رہا  
اور اب اتفاقاً اُسی مرض خواہ دوسرے سبب سے مر گیا تو وہ تصرفات مرض کے نہ تھے اگرچہ حال اشتداد  
ہی میں کئے ہوں کہ انخطاط مرض و زوال خوف نے اُسے مرض الموت نہ رکھایوں ہی اگر بحال انخطاط و  
عدم خوف تصرفات کئے اور اُن کے بعد پھر اشتداد ہو کر خوف غالب اور ہلاک واقع ہوا تو یہ تصرفات

حالات مرض کے نہ ہوں گے کہ بحال غلبہ خوف نہ تھے اگرچہ اُن سے قبل و بعد غلبہ تھا۔ رد المحتار میں ہے،  
 فی نور العین قال ابواللیث کونہ صاحب  
 فراش لیس بشرط لکونہ مریضا مرض  
 الموت بل العبرة للغلبة والغالب من  
 هذا المرض فهو مرض الموت وان کان  
 یخرج من البیت وبہ کان یفتی الصدر  
 الشہید ثم نقل عن صاحب المہیط انہ  
 ذکر محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی  
 الاصل مسائل تدل ان الشرط  
 خوف الهلاک غالباً لا کونہ صاحب  
 فراش اھ۔

نور العین میں ہے ابواللیث نے کہا کہ مریض کا  
 صاحب فراش ہونا اس کے مرض الموت کے  
 مریض ہونے کے لئے شرط نہیں بلکہ اعتبار غلبہ کا  
 ہے، اور اس بیماری سے غالب گمان موت کا  
 ہو تو وہ مرض الموت ہوگی اگرچہ وہ گھر سے نکلتا ہو  
 اور اسی کے ساتھ صدر الشہید فتویٰ دیتے تھے۔  
 پھر صاحب محیط سے منقول ہے کہ بشیک امام محمد  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصل میں کچھ ایسے مسائل  
 ذکر فرمائے ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں  
 اس بیماری میں ہلاکت کے خوف کا غالب ہونا  
 شرط ہے نہ کہ مریض کا صاحب فراش ہونا اھ (ت)

### تبیین الحقائق میں ہے،

ان صار صاحب فراش بعد التطاول  
 فهو کمرض حادث حتی تعتبر تصرفاته  
 من الثلث اھ۔

اگر وہ بیماری کے لمبا ہونے کے بعد صاحب فراش  
 ہوا تو وہ نوپید بیماری کی مثل ہے یہاں تک  
 کہ تہائی مال میں اس کے تصرفات معتبر  
 ہوں گے اھ (ت)

### رد المحتار میں ہے،

حاصلہ انہ ان صار قدیماً بان تطاول  
 سنة ولم یحصل فیہ ان دیافہو صحیحہم  
 اما لومات حالة الان دیافہ الواقع قبل  
 التطاول او بعدہ فهو مریض لہ

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر بیماری پرانی ہوگئی بایں صحت  
 کہ سال کو محیط ہوگئی اور اس میں بیماری کی شدت  
 حاصل نہیں ہوتی تو وہ صحت مند ہوگا۔ لیکن اگر  
 وہ بیماری کی شدت کی حالت میں مر گیا چاہے وہ

شدت بیماری کی طوالت سے پہلے واقع ہوئی یا اسکے بعد تو وہ مریض قرار پائے گا۔ (ت)

۱۔ رد المحتار کتاب الطلاق باب طلاق المرضی دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۲۰/۲  
 ۲۔ رد المحتار بحوالہ الزمعی کتاب الوصایا " " " " ۴۲۳/۵  
 ۳۔ رد المحتار کتاب الطلاق باب طلاق المرضی " " " " ۵۲۱/۲

در مختار میں ہے :

مات فيه بذلك السبب او بغيرة كان  
يقتل المريض او يموت لجهمة اخرى۔  
وہ اس بیماری میں مر اسی بیماری کے سبب سے  
یا کسی اور سبب سے مثلاً اس مریض کو قتل

کر دیا یا وہ کسی اور وجہ سے مر جائے (ت)

۱۳۳۱ھ از شہر کھنہ محلہ ۳ سو اتنی ٹولہ ۱۰ صفر ۱۳۲۳ھ از مکان سید فرزند علی مرحوم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں کہ مسمی زید نے بعد فوت ہونے کے  
ایک منکوحہ اور دو لڑکے اور دو دختر چھوڑے، مسمی بکر پسیر زید نے بعد فوت ہونے زید کے کل اخراجات  
خانگی اور پرورش نابالغان کا اپنے ذمہ لیا حتی کہ بکر نے بذریعہ معاش نوکری کی پرورش حتی الوسعت  
کے بعد اس کے ایک لڑکی جو حد سن بلوغ تک پہنچی اس کا نکاح بقانون شرع متین کے کر دیا  
اور مسمی بکر بوجہ نکاح کرنے دختر زید کے مقروض ہو گیا تا ہنوز قرضہ ادا نہیں ہوا اب ایک لڑکا زید  
کا جو نابالغ تھا سن بلوغ پہنچ کر آمادہ اس بات پر ہے کہ جو چیز زید کی ہے اس کا مالک میں ہوں  
اور بکر سے کہا کہ تو نے اپنا حصہ فروخت کر کے اس پر صرف نہیں کیا اب تیرا کچھ نہ رہا زید نے فوت ہونے کے  
بعد اپنی ملکیت میں ایک منزل جو علی بختہ اور تین درخت اہلی اور ایک درخت جامن کا اور ایک نیب  
کا اور اہلی بردنے علاوہ جو علی بختہ کے اور ایک قطعہ باغ تخمیناً دو بیگھہ کا چھوڑا، مسمی بکر پسیر زید  
چند مدت بیکار رہا اور دو درخت اہلی اور ایک درخت جامن برائے خورد و نوش نابالغان کے  
فروخت کر کے خوب سرمے کی اور قطعہ باغ کو فروخت کر کے نکاح دختر زید فوت شدہ کے صرف کیا۔  
ایک درخت اہلی اور ایک درخت نیب کا اور اہلی بردنے اور ایک منزل جو علی بختہ کل اہلی بردنے  
اور جو علی کے تخمیناً دو بیگھہ ہوا اب ششی موجودہ میں زید کا بموجب حصص رشد شرعی کے کس طرح  
حصہ ہونا چاہئے۔ تعداد اولاد زید چار اولاد، دو لڑکے دو دختر، بیوہ منکوحہ ایک، ایک دختر  
نکاح شدہ شامل ہے فقط۔

### الجواب

بیان سائل سے واضح ہوا کہ دو درخت اہلی کا اور ایک جامن کا بیچ کر دونوں بھائیوں اور

علہ وعلہ وعلہ کذا فی الاصل ۱۲ از ہری غفرلہ

لہ الدر المختار کتاب الطلاق باب طلاق المریض مطبع مجتبائی دہلی ۲۳۶/۲



نابالغہ بہن اور ماں کے خورد و نوش میں صرف ہوئے خواہر کتخہ اس صفت سے علیحدہ تھی اور باغ بیچ کر صرف اُس خواہر کتخہ کی شادی میں صرف ہوا اور اس سے بھی کام نہ چل سکتا کہ وہ صرف اسی روپے کو بکا اس میں سے اُس کا جہاز اور معمولی ضروری مصارف نہ ہو سکتے تھے اس کے لئے بکرنے قرض لیا اور قرض میں اس سے مجرا لینے کی تیت نہیں اور نکاح میں ضرورت خرچ سے زیادہ نہ اٹھایا اور زید نے اپنے انتقال سے تھوڑی دیر پہلے اپنی زوجہ ان بچوں کی ماں سے کہا تم فکر نہ کرو بکر ایسا نہیں کہ تمھیں تکلیف پہنچے دے اسے میں چھوڑے جاتا ہوں یہ تم کو کسی وقت دغا نہ دے گا اگر یہ یہاں ثابت ہو جب تو ظاہر ہے کہ زید نے اپنے بڑے بیٹے بکر کو اپنی اولاد و جائیداد پر وصی کر دیا اور ان سے ان تمام تصرفات کا جو وصی کے لئے ثابت ہوتے ہیں اختیار ملا اور اگر یہ ثابت نہ بھی ہو جب بھی ہمارے بلاد میں ایسی صورت میں بڑا بیٹا لائق ہو نہار حکماً وصی ہوتا ہے۔

هذا هو الثابت دلالة والثابت دلالة  
کالثابت لفظاً وقد حققناه بتوفيق الله  
تعالیٰ فی فتاؤنا بما لا مزيد علیه۔  
کی توفیق سے ہم نے اپنے فتاویٰ میں کر دی ہے جس پر اضافہ کی گنجائش نہیں۔ (ت)  
فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے،

لو ان رجلاً من اهل السكة تصرف في  
مال الميت في البيع والشراء ولم يكن  
له وارث ولا وصی الا ان هذا الرجل  
يعلم انه لو رفع الامر الى القاضي ينصبه  
وصياً فاخذ هذا الرجل المال ولم يرفع  
الامر الى القاضي وافسده حكي عن ابی نصر  
الدبوسی رحمه الله تعالى انه كان يجوز تصرف  
هذا الرجل به

اگر اہل محلہ میں سے کسی شخص نے میت کے مال میں  
بیع و شراء وغیرہ کا تصرف کیا جبکہ اس میت کا  
نہ تو کوئی وارث ہے اور نہ ہی وصی، لیکن وہ  
شخص جانتا ہے کہ اگر معاملہ قاضی کے پاس  
لے جائے تو قاضی اس کو وصی مقرر کر دے گا  
اس شخص نے میت کا مال لے لیا اور قاضی کے پاس  
معاملہ نہ لے گیا اور اس مال کو برباد کر دیا۔ امام  
ابونصر دہلوی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ وہ اس  
شخص کے تصرف کو جائز قرار دیتے تھے (ت)

عے یعنی جمیز ۱۲ ازہری غفرلہ

لے فتاویٰ قاضی خاں کتاب الوصایا فصل فی تصرفات الوصی فی مال الیتیم نوکسور کھنؤ ۴/۵۵۴

فتاویٰ کبریٰ و فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

افتی القاضی الدبوسی بان تصرفه جائز  
للضرورة قال قاضی خان وهذا استحسان  
وبہ یفتی ۱۵  
قاضی الدبوسی نے فتویٰ دیا کہ اس کا تصرف  
ضرورت کے لئے جائز ہے۔ امام قاضی خان نے  
کہا یہ استحسان ہے اور اسی کے ساتھ فتویٰ  
دیا جائے گا۔ (ت)

پس بیعیں کہ بکرنے کیں جائز ہوں، درختوں کا روپیہ جن جن کے صرف میں آیا انہیں پر پڑے گا،  
کتختہ لڑائی اس سے جدا رہے گی اور باغ کا روپیہ تنہا اسی لڑائی پر پڑے گا، اگر یہ اس کے تمام حصے  
کے برابر تھا تو اس نے اپنا تمام پورا حصہ پایا اور اگر کم تھا تو جتنا باقی اتنا پائے گا اور اگر زیادہ تھا  
تو جس قدر زائد گیا وہ بکرنے کے اپنے حصے پر پڑے گا یا مال کی اجازت تھی تو وہ بھی اس کے۔ ان میں  
شریک ہو کر باقی ورثہ بری رہیں گے کل جائیداد زید جس قدر اس نے وقت انتقال چھوڑی تھی ہر ادائے  
مہر و دیگر دیون و انفاذ وصایا اڑتا لیس حصے ہو کر چھ سہم بیوہ زید کے ہوں اور چودہ چودہ ہر ہر پسر اور  
سات سات ہر دختر کے اور ان میں سے وہ اشیاء جو یک کر کتختہ کے صرف میں الگ اس کے حصے  
مجاہدوں اور جو ادروں کے صرف میں آئیں ان کے حصے سے مجراہوں جو باقی رہیں ان میں جس جس کا جس  
قدر باقی رہا اس حساب سے تقسیم ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۴

کیا فرائض میں علمائے دین ان مسائل میں :

(۱) یہ کہ مسماۃ ہمنندہ لاولد فوت ہوئی اور شوہر والد والدہ و ہمیشہ اور چار بھائی

حسب ذیل وارث چھوڑے :

شوہر	والد	والدہ	ہمیشہ	بھائی	بھائی	بھائی	بھائی
خالہ	زید	کبریٰ	صغریٰ	بکر	حامد	محمود	مسعود

(۲) یہ کہ ہندہ مرحومہ نے دو روز قبل از فوت اپنی حالت مرض الموت میں اپنے والد زید سے  
وصیت کی کہ میں نے کچھ روپیہ بنیت حج چھوڑا تھا مگر مجھ کو موقع بسبب نہ دستیاب ہونے محرم  
فرلہ سفر کے میسر نہیں ہوا اور دوسروں کے ذریعہ سے حج کرانے میں بسبب کمیابی امانت دار کے  
عہ کذا فی الاصل دہو کر کماتری ۱۲ ازہری عفرلہ

۱۵۵/۶ نورانی کتب خانہ پشاور

الباب التاسع

لہ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الوصایا

مجھ کو اطمینان حاصل نہیں لہذا وہ روپیہ حامد اور محمود کے پاس جمع ہے اور جو کچھ زیور میرا میرے گھر میں ہے اس جملہ مالیت میں ہے حق وراثت میرے شوہر کا ادا کیا جائے اس وجہ سے کہ ان کو حاجت رہتی ہے بعد اس کے جو کچھ زری مالیت باقی رہے اس کو میرے والد زید اپنی رائے کے موافق تعمیر چاہ و غیبرہ خیرات و صدقات میں صرف کر دے اس واسطے کہ مرحومہ کے گمان میں باقی ورثہ کا حق لینا خیال میں نہ تھا اور یہ بھی وصیت کی کہ نور روزہ رمضان کے فوت شدہ کی میرے ذمہ قضا ہے اس کا فدیہ بھی دیا جائے اس کے بعد اس کے والد زید نے سوال کیا کہ کچھ نمازوں کی بھی قضا ہمارے ذمہ ہے جواب دیا کہ میں نے ہمیشہ نماز ادا کی ہے لیکن مجھ کو یاد نہیں شاید ابتداءے عمر میں کوئی نمازیں قضا ہوئی ہوں پس اس وصیت کے بعد مرحومہ نے قضا کی۔

(۳) یہ کہ بروز قضا قبل از دفن اس کے والد زید نے چند دیگر اشخاص معززین کی موجودگی میں شوہر خالد و بعض ورثہ ذکور کو بلا کر اس وصیت کا اظہار کر کے یہ ظاہر کیا کہ میری رائے میں قبل صدقات نافلہ کے تحقیق کر کے اس کے ذمہ نمازوں کی فوت اگر کچھ ثابت ہو تو ہمراہ فدیہ صوم کے فدیہ نمازوں کا بھی ادا کیا جائے، چنانچہ اسی بنا پر اس کی سسرال کی بوڑھی مستورات سے دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ ہمارے یہاں غیر بلوغت کی حالت میں بیاہ کر آئی تھی اور نمازیں ادا کرتی تھی مگر ہم یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ حسب رواج جیسا کہ نئی عروسوں کو حیا دامنگیر ہوتی ہے ایسی حالت میں شاید کوئی نمازیں قضا ہوئی ہوں اس بنا پر بعض حاضرین جلسہ نے تین ماہ اور بعض نے چھ ماہ کی قضا نمازوں کے فدیہ ادا کرنے کا تخمینہ کیا ازاں بعد وارثان موجودہ مرقومہ بالا سے دریافت کیا گیا کہ تم اپنا حق وراثت لیتے ہو اس کے جواب میں شوہر خالد نے بے ساختہ کہا کہ مجھ کو نہیں چاہئے ہے اس کے ذمہ کے حقوق اور فدیہ وغیرہ ادا کر دو اور اس کے صدقات میں صرف کرو اگر اس میں کسی قدر کمی دس پانچ روپیہ کی باقی رہے تو اور مجھ سے لے لو چونکہ وقت میں گنجائش نہ تھی اس کی تکفین کی عجلت تھی بایں وجہ دوسرے وقت پر اس قلیل کو ملتی رکھا گیا قبل از دفن صرف نور روزہ کا فدیہ ادا کر دیا گیا۔

(۴) یہ کہ ایسی حالت میں کیا احتیاطی نمازوں کا فدیہ ادا کیا جائے گا اور اگر فدیہ احتیاطی نمازوں کا ادا کیا جائے گا تو کس قدر زمانہ کی نمازوں کا ادا کیا جائے گا یا مالیت مرقومہ الصدر نفقات میں زیورات شامل کرنے سے جو مقدار سفر حج کو کافی ہو سکتا ہے ادا ہے اس کے ذمہ وضع ہوتا رہے گا تو کیا قضا ہے حج دوسرے شخص کو بھیج کر واجب ہوگی اور کیا دیگر صدقات نافلہ

پر مقدم متصور ہوگا یا بموجب وصیت متوفیہ کے صرف مٹروکہ کا دیگر صدقات نافلہ میں کرنا لازم ہوگا۔  
(۵) یہ کہ زید مرحومہ کا والد ان صورتوں مرقومہ بالا میں کس طرح اپنے ذمہ کے حقوق وصیت کو ادا کر کے گلو خلاصی حاصل کرے، بیان فرمائے ثواب پائیے۔

### الجواب

صورت مستفسرہ میں ہندہ کے صرف تین وارث شرعی ہیں؛ شوہر، ماں، باپ۔ باپ کے ہوتے بہن بھائیوں کا کوئی استحقاق نہیں، ترکہ میں حق شوہر نصف ہے، اس کے اخراج کے بعد جمیع نصف باقی کی نسبت اس کی وصیت ہے کہ حسب رائے پدر تعمیر چاہ وغیرہ خیرات میں صرف کیا جائے باپ اس وصیت کو نافذ کر چکا اور زبانی اظہار سائل سے معلوم ہوا کہ ماں ہنوز ساکت ہے نہ اس نے انکار کیا نہ اجازت دی پس اگر ماں بھی اجازت دے دے تو نصف مٹروکہ شوہر کو دیں اور نصف حسب رائے پدر امور مذکورہ میں صرف ہو تعمیر چاہ جس کا اس نے خاص نام لیا کی جائے اور باقی صدقات و خیرات میں صرف کیا جائے ان صدقات میں پدر کو روا ہے کہ ہندہ کی نمازوں کے فدیہ کی نیت کر لے کہ یہ نیت نہ مانع صدقہ ہے نہ مخالف وصیت۔ یہ اندازہ کہ اس کے ذمہ کتنی نمازوں کا فدیہ ہوگا یہاں نہیں ہو سکتا اس کے اعزہ ہی اس کا حال جانتے ہوں گے، جب اس پر کسی نماز کی قضا لازم رہتی معلوم نہیں اور وہ ہمیشہ سے پابندی نماز بھی تو فدیہ نماز لازم نہیں اور شبہہ کے لئے احتیاط کرے تو بعد تعمیر چاہ جو کچھ دے سب میں فدیہ نماز کی نیت سے کوئی مانع نہیں اگر واقع میں کوئی نماز قضا تھی امید ہے کہ اس کا فدیہ ہو جائے ورنہ صدقہ بہر حال ہے، مگر حج میں اسے صرف نہ کرے کہ وہ حراتہ حج کرانے سے انکار کر چکی کہ مجھے کسی پر اطمینان نہیں اور لفظ خیرات

ہمارے عرف میں حج بدل پر صادق نہیں، اور اگر ماں بھی اجازت نہ دے تو کل ترکہ کے اٹھارہ حصے فرے نو حصے شوہر کو دئے جائیں اور ایک حصہ ماں کو، باقی آٹھ حصے وصیت مذکورہ میں صرف کر دیں

وذلك لان الوصية وان كانت تقدم على الامهات لكنها انما لاحقت ههنا النصف الباقي بعد اخراج نصيب الزوج ففهم هذا تنفذ بقدر الثلث كل المال لعدم الدين من دون حاجة الى اجازة الوالدين فاذا خرج النصف و الثلث بقى السدس فثلثه اور یہ اس لئے ہے کہ وصیت اگرچہ میراث سے مقدم ہوتی ہے مگر یہاں وہ شوہر کا حصہ نکالنے کے بعد باقی بچنے والے نصف کو لاحق ہوتی چنانچہ اسی نصف باقی میں کل مال کے ثلث کے برابر وصیت نافذ کی جائے گی کیونکہ قرض میت پر نہیں ہے اور والدین سے اجازت کی ضرورت نہیں، جب کل مال میں سے نصف اور ایک تہائی نکل گیا باقی کل مال کا چھٹا حصہ



للام وهو الجزء الواحد من ثمانية عشر جزء وثلاثة في الوصية بحکم التنفیذ من الاب۔

بچا چنانچہ اس چھٹے حصے کا تہائی مال کو دیا جائیگا جو کہ کل مال کے اٹھارہ حصوں میں سے ایک ہے اور اس چھٹے حصے کے باقی دو ثلث وصیت میں

دے دیئے جائیں گے اس لئے کہ باپ کی طرف سے وصیت کو نافذ کرنے کا حکم ہو چکا ہے (ت) یہ نصف کہ شوہر کو پہنچا اس کی نسبت اگرچہ وہ کہہ چکا ہے کہ مجھ کو نہیں چاہئے اس کے ذمہ کے حقوق و فدیہ و صدقات میں صرف کر و مگر ارث سا قسط کے ساقط نہیں ہوتی لاندہ جبری کہا فی الاشباہ وغیرہ (اس لئے کہ میراث جبری ہے) (اختیاری نہیں) جیسا کہ اشباہ وغیرہ میں ہے۔ (ت) اور اس نصف کی نسبت وصیت نہ تھی کہ اس کا یہ قول وصیت کی اجازت قرار پائے اور اس کو اختیار نہ رہے، لاجرم وہ مختار ہے اگر حصہ لینا چاہے تو لے سکتا ہے اور اگر ہندہ کے لئے صرف کر دینا چاہے تو یہ بھی کر سکتا ہے اور اس پر وہ پابندی نہیں جو وصیت ہندہ میں تھی اور اس قدر میں شک نہیں کہ اجازت دے کر اپنے قول سے پھر جانے میں اگرچہ حکماً اس پر جبر نہیں لاندہ متبرع ولا جبر علی متبرع (کیونکہ وہ متبرع ہے اور متبرع پر جبر نہیں ہوتا۔ ت) مگر قول سے پھر جانا شرعاً بھی مذموم ہے تو وہ اگر ثابت قدمی چاہے تو مناسب یہ ہے کہ اس نصف سے ہندہ کی جانب سے جج بدل کرادے کہ یہ فرض اس پر رہ گیا ہے حق صحبت اُسی کو چاہتا ہے کہ اس دین شدید سے اس کی گلو خلاصی کرادے اور اگر اس کا نصف جج کے لئے کافی نہ ہوتا ہو اور ماں نے ہنوز اجازت وصیت نہ دی اور دینا چاہتی ہے تو مناسب یہ ہے کہ وہ بھی وصیت کی اجازت نہ دے بلکہ اپنا حصہ کہ کل مال کا اٹھارہواں ہے اُسی نصف شوہر میں شامل کرے پھر بھی کچھ کمی رہے تو حسب وعدہ شوہر اپنے پاس سے دس پانچ اور ملا دے باقی باپ پورا کرے غرض جس طرح ممکن ہو اس کی طرف سے جج بدل میں سعی جمیل بجالائیں کہ یہ اس پر سے سختی کا ٹالنا ہوگا، اور جو کسی مسلمان پر سے سختی دور کرے گا اللہ تعالیٰ روز قیامت اس پر سے سختیاں دور فرمائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من فترج عن مسلم کربة فرج الله عنه کربات يوم القيامة له والله سبحانه وتعالى اعلم۔

جس نے کسی مسلمان سے ایک سختی کو دور کیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے کئی سختیوں کو دور فرمائے گا۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم (ت)

لے صحیح البخاری ابواب المظالم والقصاص باب لا یظلم المسلم الا قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۳۰/۱

## مسئلہ ۱۲۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر وارثان مذکور حاضرین جلسہ مرقومہ استفسار نمبر اول مندرجہ سوال سوم جو اپنا حق وراثت لینے سے انکار کر چکے ہیں اور اس کو ادا لے فدیات و صدقات کرنے کی اجازت دے چکے ہیں اگر وہ اپنے قول سے رجوع کر کے اپنا حق وراثت لینے کی خواہش کریں تو ایسی شکل میں کیا وہ اپنا حق وراثت پانے کے مستحق ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

## الجواب

جواب سوال اول میں معلوم ہو لیا کہ بہن بھائیوں کا اس میں کوئی حق نہیں اور باپ اپنی اجازت سے نہیں پھر سکتا کہ وہ وصیت کی اجازت تھی اور وارث جب بعد موت مورث وصیت کو جائز کر دے اس سے پھر رجوع کرنے اور اپنا حق وراثت مانگنے کا اختیار نہیں رکھتا شوہر رجوع کر سکتا ہے کہ اس کے حق کے متعلق وصیت نہ تھی وہ اجازت اس کی اپنی خوشی سے تھی جس پر قائم رہے تو محبوب و مندوب ہے ورنہ جبر نہیں۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

## مسئلہ ۱۲۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسلمان ہے دنیا نے ناپائیدار سے رحلت کی اور پندرہ اشرفی قیمتی دو سو پچیس روپے کی صندوقچی میں سے بعد مردن کے برآمد ہوئیں اور اس کے برادر حقیقی نے اپنے پاس رکھیں کہ متوفی کے سالنے کی بی بی نے ظاہر کیا کہ متوفی نے اس روپیہ کے بارہ میں مجھ سے وصیت کی ہے کہ دفع مذکورہ میرے فوت کے بعد حسب تفصیل ذیل خرچ کر دینا کہ مبلغ دس روپیہ ہر نوچندی جمعرات کو دس جمعرات تک بقدر دستور روپیہ کے فاتحہ میں میری صفت کر دینا بالقصہ مبلغ ایک سو پچیس کہ کسی مرد مسلمانوں کو دے کر واسطے حج بدل کے بھیج دینا یہ رقم برآمد شدہ مجھ کو دے دو چنانچہ حوالے بی بی بی موصوفہ کے وہ روپیہ کر دے گئے اب سوائے بی بی موصوفہ کے وصیت کا کوئی گواہ مرد یا عورت نہیں ہے دوسری ایک بات قابل ظاہر کرنے کی اور ہے ایک وصیت نامہ جو کہ متوفی نے اپنی حیات میں مع سارے سات روپیہ کے بنام اراکین برادری کے تحریر کیا ہے اس میں بھی کچھ ذکر بی بی صاحبہ کی وصیت کا نہیں ہے اب وہ رقم مذکورہ بی بی صاحبہ موصوفہ کو حوالہ ورثہ کر دینا جائز ہے یا نہیں اور وراثت اس رقم کو لے سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا حکم شرع شریعت کا ہے، خلاصہ دعویٰ ورثہ متوفی بی بی صاحبہ موصوفہ غیر کفر ناخواندہ ہیں جدی نہیں ہیں، تنہا عورت کا بیان قابل یقین ہے یا نہیں، بی بی صاحبہ بیوہ ہیں وراثت سے کوئی تعلق نہیں، وصیت نامہ میں کوئی ذکر وصیت بی بی صاحبہ کا نہیں ہے۔

## الجواب

تنہا عورت کا بیان حجت نہیں ورثاء بالغین کو اختیار ہے اگر چاہیں اس کی بات پر اعتبار کر کے خواہ اس احتیاط سے کہ شاید میت نے یہ وصیت بھی کی اسے جائز و جاری کر دیں اور چاہیں نہ مانیں اور مان سکتے ہوں تو ماننا بہتر ہے اس لئے کہ وہ عورت کوئی اپنے نفع کی بات نہیں کہتی عورت کو اگر خوب تحقیق صحیح یاد ہے کہ اس نے وصیت مذکورہ کی ہے اور وہ مورث کے ثلث ترکہ بعد اوائے دین سے کم ہو تو اسے ضرور ہے کہ وہ وصیت میں حسب وصیت اسے لگا دے وارثوں کو با اختیار خود ہرگز واپس نہ دے مگر وارثوں کو اختیار ہے کہ اگر اس وصیت کا سوا بیان عورت کے کوئی ثبوت نہیں تو تسلیم نہ کریں اور جبراً وہ روپیہ کہ اب خود ان کی ملک ہو گیا عورت سے لے لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ غلام علی ساکن بریلی علاقہ ترائی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شریعہ؟ میں اس بارے میں کہ ایک شخص فوت ہو گیا اور اس کے وارثوں میں ایک حقیقی بھانجی ہے جس کو مرتے وقت اس نے ۸ لاکھ ۵۰ روپے اور تین جاموس مادہ دینے کی وصیت کی ان کے سوا اس کے باقی مال متروکہ کا جو دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو وارث قرار دیتے ہیں وہ یہ لوگ ہیں: ماموں زاد بھائی، چچا زاد بھائی، چچا زاد بہن۔ ان لوگوں میں کون کون وارث جائز اور مستحق ترکہ پانے کا اور کس کس کا کتنا کتنا حصہ ہے اور کس طرح تقسیم ہونا چاہئے از روئے علم فرائض کے؟ بیٹھا تو جروا

## الجواب

اس صورت میں صرف اس کے چار چچا زاد بھائی وارث ہیں باقی کوئی وارث نہیں ہے یہ اٹھائیس لاکھ، پانچ بھنیسیں اگر بعد اوائے دین اس کے تہائی ترکہ کی مقدار تک یا اس سے کم ہوں تو یہ دونوں وصیتیں تمام و کمال پوری کبریٰ جائیں مثلاً ان ۳۳ جانوروں کی قیمت اگر تین سو روپیہ کی ہو اور متوفی پر کچھ دین آتا ہو تو اسے ادا کر کے جو باقی بچا وہ فوسور و پیر یا زیادہ کا ہے مع ان چاروں کے جب تو یہ سب جانور جس طرح اس نے وصیت کی ہے اس کے بھانجی اور پھوپھی زاد دونوں کی وصیت سے حصہ رسد کم کر لیں باقی وصیت بے اجازت چچا زاد بھائیوں کے نافذ نہ ہوگی یہ عام حکم ہے اور خاص طور پر اس کا حساب چاہیں تو اتنی باتیں بنانے پر ہو سکتا ہے:

(۱) زید کا کل مال جانور، زمین، مکان، زر نقد، گھر کا اسباب وغیرہ کتنی مالیت کا ہے۔

(۲) زید پر کوئی قرض یا کسی کا دین یا عورت کا مہر آتا تھا یا نہیں، اگر آتا تھا تو کس قدر۔

(۳) ان سب جانوروں میں ہر ایک کی قیمت کتنی ہے۔  
 (۴) چاروں چپ زاد بھائی اس وصیت کو پورا کرنے پر راضی ہیں یا سب ناراض ہیں یا کون کون راضی ہے کون کون ناراض۔

(۵) جو راضی ہیں وہ دونوں شخصوں کے لئے وصیت کامل پر راضی ہیں یا فقط ایک کے لئے، اگر فقط ایک کے لئے راضی ہیں تو بھانجی کے واسطے یا پھوپھی زاد بھائی کے لئے، ان باتوں کا ٹھیک ٹھیک معلوم ہونے پر صحیح حساب بتایا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸ از پرانا شہر حملہ فراموشی ٹولہ مسئلہ جناب کفایت اللہ صاحب  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید سے بکر نے ایک دفعہ چھ سو چھیانوے روپیہ دستگردان قرض لئے زید نے بارہا تقاضا کیا بکر نے اقرار دینے کا کیا زید نے اپنے انتقال سے پیشتر ایک وصیت نامہ لکھا وصیت نامہ میں وہ روپیہ اپنی زوجہ کے دین مہر میں لکھا کہ بکر سے روپیہ وصول ہو کر میری زوجہ کو دے دو، جب بکر بھی فوت ہو گیا وصیت نامہ مصدقہ حکام مدینہ طیبہ موجود ہے یہ مہر کا روپیہ شرعاً بکر کے وارثوں کے ذمہ ہے یا نہیں؟ مینوا توجروا

### الجواب

بکر نے اگر کچھ ترکہ چھوڑا تو یہ روپیہ اور اگر ذمہ بکر کچھ اور قرض و دین ہو تو وہ بھی اس ترکہ پر لازم ہے اور اس میں سے کل (بحال تنگی متروکہ و زیادت و بلون) حصہ رسد ادا کیا جانا واجب ہے اگر بکر نے کچھ ترکہ نہ چھوڑا تو وارثان بکر پر کچھ مطالبہ نہیں۔ یوں ہی اگر ترکہ چھوڑا تو جتنا وصول ہو سکے وصول ہو باقی کا مطالبہ بکر پر آخرت کے لئے رہا وارثوں پر مواخذہ نہیں۔ پھر یہ جو وصیت زید نے اپنی زوجہ کے لئے کی اگر گواہوں سے ثابت ہو کہ اس کا مہر اتنا یا اس سے زائد ہے یا زید نے اپنی تندرستی میں اس مقدار یا زائد کا اقرار مہر کیا ہو یا یہ مقدار خواہ اس سے زائد عورت کا مہر مثل ہو یا یہ بھی نہیں تو بقیہ ورثہ زید کا قتل بالغ اس زیادت پر راضی ہوں تو یہ رقم پوری زوجہ زید کو اس کے مہر میں دی جائے گی اور اگر نہ گواہوں سے ثابت کہ مہر اس قدر یا اس سے زائد بندھا ہے اور یہ رقم عورت کے مہر مثل سے زائد ہے اور بقیہ ورثہ زید اس پر راضی نہیں تو عورت کو صرف مہر مثل تک دیا جائے گا زیادہ حسب قرآن زوجہ زید و دیگر وارثان زید پر تقسیم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم



مسئلہ ۱۲۹ از جواہر پور ڈاک خانہ شیر گڑھ ضلع بریلی مرسلہ خان صاحب دلاور حسین قاسمی قادری برکاتی  
۲۹ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

قبلہ ایمانیاں و کعبہ روحانیاں و جان ایمان بخش ایں بیجان مقبول بارگاہ صحت مولانا و مرشدنا  
اعلیٰ حضرت ادام اللہ تعالیٰ برکاتہم و افضالہم ، بعد بجا آوری مراسم سرافکندگی و آداب دست بستہ  
کے گزارش خدمت کفش برداران حضور میں یہ ہے جو کہ ترکہ متوفیہ کثیرہ حضور میں اس کے دو نابالغ  
لڑکے حضور کے غلام زادہ اور ایک پدر اور ایک شوھر ہیں اور متاع ترک مختلف طور پر ہے زیور و  
پارچہائے پوشیدنی و برتن و اثاث البیت اس کی تقسیم میں نہایت تفکر ہے اس میں سے قریب  
چار سو روپے کے زیور فروخت ہو گیا جس کا روپیہ موجود ہے اور پانسو روپے کے قدر اور اسباب و  
زیور باقی ہے جس کا فروخت ہونا نہیں معلوم اور بہت زمرہ میں ہیں اور کم قیمت پر اب چونکہ نابالغ شریک  
ہیں اس کی فروخت میں بھی خوف ہے پھر اس کی حفاظت اپنی طبیعت قطعی اس بار کو نہیں اٹھاتی دنیا کے  
مال و متاع اور فرزندان حتیٰ کہ مادر و پدر سے بھی دلچسپی نہیں اگر اطاعت والدین اور تعلیم سرزدان  
فرض نہ ہوتی تو کسی طرح یہ بار پسند نہ ہوتا حضور ہی کے قدموں پر یہ زندگی کافی مستعار بسر کی جاتی اور  
اس امر کی حضور سے التجا ہے کہ ایسا نصیب ہو ، یہ امر یقینی ہے کہ حضور کسی وقت اپنے سگد و افتادہ  
کو توجہ باطنی سے فراموش نہ فرماتے ہونگے اگر حضور کا تصرف باطنی معاذ اللہ ایک دم کو جدا ہو جائے  
تو یہ اند و بگیں طالب طلب حضور از حضور مسلمان نہ رہے اور جان سے بیکار ہو جائے اس مال میں سے  
اپنا حصہ لینے کا قصد بیت اللہ شریف کے قصد سے ہے اور کوئی سبیل بظاہر نہیں معلوم ہوتی ورنہ  
لڑکوں اور پدر کے نام با آسانی تقسیم ہو جاتا اگر ایسے ممکن ہو کہ بقیہ اسباب تخفیف سے تقسیم کر لیا جائے اور  
روپیہ حساب سے پدر کا حصہ پدر کو دے دیا جائے اور لڑکوں کا حصہ مع زرقہ کے خرید لیا جائے اور  
یہ ان کے حصے کے روپے بطور قرض میرے پاس رہیں جب وہ بالغ ہوں تو ادا کر دے جائیں اس وقت  
مجھ کو ان کے تصرف کا اختیار حاصل ہو جائے تو اس میں بہت آسانی ہو جائے کیونکہ بہت چیزیں ایسی ہیں  
کہ فروخت بھی نہیں ہو سکتیں مثل پارچہائے پوشیدنی زمانہ اور ان کا بیچنا بھی معیوب معلوم ہوتا ہے جبکہ  
یہ احقر غلامان اس پر شریعت کی رو سے قابض ہو جائے گا تو اختیار خدا کی راہ میں دے دیے گا ہو جائیگا  
ورنہ وہ رکھے رکھے بیکار ہو جائیں گے یا اپنے میں مشغول کریں گے جس سے طبیعت عاری ہے جیسا ارشاد  
ہو تعمیل کی جائے ، اور کیا یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے باپ اس میں سے کچھ لے لیں اور بقیہ کو معاف کر دیں  
یا بلا تقسیم کچھ نقد لے کر میرے ہاتھ فروخت کر دیں جیسا کہ حضور نے فرمایا تھا کہ اپنی خوشی سے اس کے

عوض ایک رو مال لے لیں تو بھی عمدہ برائی ہو سکتی ہے اور ایسی حالت میں یہ رو مال دے کر راضی ہوئے  
میں لفظ معافی کی ضرورت ہوگی یا یہ رو مال صرف اس کی قیمت ہو جائے گا۔

تکلیف وہی کی معافی فرمائیں اور اپنی محبت عطا۔ عریفیہ ادب سنگ بارگاہ دلاور حسین

### الجواب

۷۸۶  
۹۳

بملاحظہ محب خدا غلام بارگاہ مصطفیٰ جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جوان صالح سعید خاں  
صاحب محمد دلاور حسین خاں صاحب قادری برکاتی حفظہ اللہ تعالیٰ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و  
برکاتہ۔

حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کو اپنی اور اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کاملہ  
میں ابد الابد تک سرشار رکھے اور اپنی مرضیات کی توفیق دے۔ والدین کی خدمت بچوں کی تربیت یہ بھی  
عین کار دین و رضائے رب العالمین ہے۔ ریاضت و مجاہدہ نام کا کلمہ اسی کا کہ رضائے الہی میں اپنی  
خواہش کے خلاف کرنا۔ خدمت والدین و تربیت اولاد رضائے رب العزت ہے اور اب کہ آپ کی  
طبیعت ان تعلقات سے بھاگتی ہے رضائے الہی کے لئے اس کا خلاف کیجئے یہی ریاضت ہوگی تعلقات  
سے نفرت وہ محمود ہوتی ہے جس میں حقوق شرعیہ تلف نہ ہوں ورنہ وہ بے تعلقی نفس کا دھوکا ہوتا ہے  
کہ اپنی تن آسانی کے لئے شرعی تکالیف سے بچنا چاہتا ہے اور اسے دنیا سے جدائی کے پیرایہ میں  
آدمی پر ظاہر کرتا ہے۔ فقیر دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا کر لے اور ہمیشہ اپنے پسندیدہ کاموں  
کی توفیق بخشے اور آپ کے طفیل میں اس نالائق تنگ خلعت کی بھی اصلاح قلب و اعمال و تحسین احوال  
افعال و تحصیل مرادات و آمال فرمائے اعدائے دین پر مظفر و منصور رکھے خاتم ایمان و سنت پر  
کرے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علی آلہ و اصحابہ و ابنہ و احزابہ اجمعین آمین  
والحمد للہ رب العالمین۔

مشترک مال تقسیم کر کے نابالغوں کا حصہ جدا کرنے کا ان کے باپ کو مطلقاً اختیار ہوتا ہے اور  
ایسی تقسیم تو وہی کو بھی روا ہے کہ وارثان بالغین حاضرین کا حصہ جدا کر کے ان کو دے دے اور  
نابالغوں کے حصے بلا تقسیم الگ کر لے تو آپ کو بدرجہ اولیٰ جائز ہے کہ بچوں کے نانا کے ساتھ تقسیم  
کر کے بچوں کا حصہ جدا کر لیجئے نیز باپ کو جبکہ فاسق و فاسد نہ ہو جائز ہے کہ ان کے ایسے اموال بازار کے  
بھاؤ پر خود خرید لے بازار کے بھاؤ میں چیز کی اصل لاگت نہیں دیکھی جاتی بلکہ یہ اس حالت موجودہ پر

بازار میں بیچیں تو کیا دام اٹھیں گے۔ پہننے کے کپڑوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ نیا تازہ جوڑا اسی وقت بازار میں بیچے تو ہرگز اُدھے دام بھی نہیں گتے نہ کہ استعمالی پہنے ہوئے نہ کہ ایسا مال جس کا بکنا دشوار اور رکھے رکھے بیکار ہو جائے گا اندیشہ اسے خرید لینے میں تو بچوں کا سہرا نہ نفع ہے نیز اس کو روپہ کہ بچوں کا مال قرضوں خرید لے یعنی قیمت فی الحال نہ دی جائے گی بلکہ اتنے دنوں کے وعدہ پر مگر روپہ بیع نہیں ہو سکتا ہاں باپ اپنی حاجت مندی کی حالت میں اس میں سے بقدر ضرورت خرچ کر سکتا ہے اور اُن کا روپہ خود بطور قرض لے لینے کا بھی باپ کو اختیار ہے یا نہیں اس میں علماء مختلف ہیں بہت کتابیں جواز کی طرف ہیں باپ اگر دین دار متدین خدا ترس ہو تو اس کے لئے جواز پر فتویٰ دینے میں کچھ باک نہیں آپ بفضلہ تعالیٰ ان صفات کے جامع ہیں پھر جو کچھ اُن کے مال سے قرض لیجئے یا قرضوں ایک میعاد معین پر خریدیئے اس کا کاغذ لکھ دینا چاہئے کہ کسی وقت بچوں کو ضرر نہ پہنچے اور اس سب سے بہتر اور خالص بے دغدغہ یہ صورت ہے اگر ممکن ہو کہ اس ترکہ میں نابالغوں کا جتنا حصہ ہے مثلاً اگر سب ترکہ نو سو روپے کی مالیت کا ہے تو بچوں کا حصہ سو پانچ سو روپے ہو اس کے عوض اتنے یا اس سے کچھ خفیف زیادہ مالیت کی اپنی جائیداد زمین یا مکان یا دکان یا گاؤں میں سے بچوں کے نام بیع کر دیجئے اور کاغذ لکھ دیجئے کہ باپ برابر قیمت کو بھی اپنا مال بچوں کے ہاتھ بیچ سکتا ہے یوں ترکہ میں جس قدر ان کا حصہ اور زیور و اسباب میں ہے سب آپ کا ہو جائے گا جو چاہئے کیجئے پھر وہ جائیداد کہ جو بچوں کے نام آپ بیچیں گے اس کی حفظ و نگہداشت و غور پر داخت و تحصیل و تصرف کا اختیار بھی بچوں کے بالغ ہونے تک آپ ہی کو ہوگا، اور اگر آپ کے پاس اور مال نہ ہو تو اس کی آمدنی سے آپ بقدر کفایت اپنے کھانے پہننے کا بھی صرف کر سکیں گے جس میں بچوں کا ضرر نہ ہوگا اور اگر آپ خود اس کے کام اہتمام سے بچنا چاہیں تو یہ بھی روا ہوگا کہ کسی ہوشیار کار گزار دیندار دیانتدار کو کارکن بنائیں یوں ہی ہر طرح سبکدوشی ہو سکتی ہے۔ رہا نانا کا حصہ، وہ اگر یونہی آپ کو معاف کر دیں تو معاف نہ ہوگا یا قبل تقسیم آپ کو ہبہ کر دیں تو جائز نہ ہوگا بلکہ تقسیم کر کے اُن کو سپرد کر دیجئے پھر وہ چاہیں تو آپ کو ہبہ کر دیں یا بلا تقسیم اپنا حصہ آپ کے ہاتھ بیچ کر زرخش معاف کر دیں اور اس صورت میں ضرور ہوگا کہ زرخش اتنا ٹھہرے جس کا وزن اُس قدر چاندی کے چھٹے حصہ سے زائد ہو جو ترکہ کے نفع و زیور وغیرہ میں ہے کہ یہی چھٹا حصہ مرحومہ کے باپ کا ہے یا یوں کریں کہ اپنا حصہ مثلاً ایک کتاب کے عوض آپ کے ہاتھ بیع کر دیں وہ کتاب ہی اس کا معاوضہ ہو جائے گی اور پھر معافی کی کوئی حاجت نہ رہے گی اگر چہ کتاب چار ہی ورق کی ہو یونہی اُن کے تمام حصے کے عوض

ایک رومال دے کر بھی بیع ہو سکتی ہے فقط باہمی رضادرکار ہے۔ ہندیہ میں محیط سے ہے،  
لوکان الوصى قسم بين الورثة و عزل نصيب كل انسان فهذا على خمسة اوجه الاول ان تكون الورثة صغارا كلهم ليس فيهم كبير وفي هذا الوجه لا تجوز قسمته اصلا وهذا بخلاف الاب اذا قسم مال اولاده الصغار وليس فيهم كبير فانه يجوز (ثم قال) الرابع اذا كانوا صغارا وكبارا فعزل نصيب الكبار وهم حضرة فدفعه اليهم وعزل نصيب الصغار جملة ولم يفرز نصيب كل واحد من الصغار جائز ہے۔

اگر وصی نے وارثوں میں میراث تقسیم کی اور ہر وارث کا حصہ الگ کر دیا تو اس میں پانچ صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ تمام وارث نابالغ ہوں ان میں سے کوئی بھی بالغ نہ ہو۔ ایسی صورت میں اس کی تقسیم بالکل جائز نہیں بخلاف باپ کے کہ اگر وہ اپنی نابالغ اولاد کا مال تقسیم کر دے جن میں کوئی بالغ نہ ہو تو جائز ہے (پھر فرمایا) چوتھی صورت یہ ہے کہ وارثوں میں بالغ بھی ہوں اور نابالغ بھی ہوں پھر اس نے بالغوں کا حصہ الگ کر کے ان کو دے دیا جبکہ تمام بالغ ورثا حاضر ہیں اور نابالغوں میں سے ہر ایک کا حصہ الگ الگ نہ کیا تو جائز ہے۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے :

بیع الاب مال صغیر من نفسه جائز بمثل القيمة و بما يتغابن فيه ۛ

باپ اگر نابالغ کے مال کی بیع اپنی ذات سے کرے تو مثلی قیمت کے ساتھ اور معمولی غبن کے ساتھ جائز ہے۔ (ت)

وللأجیه وجامع الفضولین وادب الادبیاء میں ہے :

لاب شراء مال طفله بیسیر الغبن لا بفاحشة ۛ

باپ کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے نابالغ بیٹے کا مال تھوڑے سے غبن کے ساتھ خرید لے نہ کہ زیادہ غبن کے ساتھ۔ (ت)

۱۔ الفتاویٰ الہندیہ کتاب الوصایا الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۱۴۳/۶  
۲۔ الدر المختار شرح تنویر الابصار ۛ باب الوصی مطبع مجتہبی دہلی ۳۳۴/۲  
۳۔ آداب الادبیاء علی ہامش جامع الفضولین فصل فی الایاق اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۳۲/۲







قدس ما یصیر مؤدیا منہ دینہ و مثله  
فی هذا کله الوصی (ملخصاً)

رکھے پھر اگر وہ رہن ہلاک ہو گیا تو یہ اس کا ضامن  
بنے گا، اور ان سب صورتوں میں وصی باپ  
کی مثل ہے (ملخصاً)۔ (ت)

اسی میں ہے :

فی الخلاصة و من القوائسی و مختارات  
النوازل لو باع الوصی مال الصبی  
او الاب من غریم نفسه تقع العقاسة  
بینهما ویضمن الصبی الثمن عند  
الطرفین ولا یقع عند ابی یوسف و کذا  
الحکم فی بیع الاب یله

خلاصہ، رہن القوائسی اور مختارات النوازل  
میں ہے اگر وصی یا باپ نے مال صغیر کو اپنے  
قرض خواہ کے ہاتھ بیچ دیا تو ثمن اس قرض کا  
بدل واقع ہوگا، اور وہ وصی یا باپ صغیر کے لئے  
ثمن کے ضامن ہوں گے۔ یہ طرفین کے نزدیک  
ہے۔ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک  
وہ بدل واقع نہیں ہوگا، یہی حکم باپ کی بیع کی صورت

میں ہے (ت)

اسی میں ہے :

فی فتاویٰ الدیناری الوصی اذا باع مال  
الیتیم یا جمل جائز و مثله الاب و  
فی الخلاصة و المنیة للوصی البیع  
بالنسیئة ان لم یخف تلفه  
بالحجود والانکار و لا المنع عند  
حصول الاجل و انقضائه و لم  
یکن الاجل بعید افاحشا ذکره  
فی کل من الولوالجیة  
والخانیة اھ اقول و بما مر

فتاویٰ دیناری میں ہے کہ وصی اگر مال یتیم کو  
ایک مدت تک ادھار پر بیچ دے تو جائز  
ہے اور باپ بھی اسی کی مثل ہے۔ خلاصہ اور  
منیہ میں ہے وصی کو ادھار پر بیع کرنا جائز ہے  
اگر یہ خوف نہ ہو کہ مال بسبب انکار کے ضائع  
ہو جائے گا اور نہ یہ دور ہو کہ مدت گزر جانے کے  
باوجود مشتری ثمن نہیں دے گا اور نہ ہی وہ  
مدت بہت زیادہ لمبی ہوگی۔ یہ تمام ولوالجیہ  
اور خانیہ سے منقول ہے اھ میں کہتا ہوں

فصل فی الایاق اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۲۰/۲

۱۳۳/۲ " " " "

۱۳۴/۲ " " " "

لہ آداب الادویار علی ہامش جامع الفصولین

۱ " " " "

۲ " " " "

ماقبل میں مذکور بدل واقع ہونے والی فرع سے اور  
اسیجاہی کی اس نص سے کہ ”وصی مثل باپ  
کے ہے“ وہ دعویٰ اجماع گدلا ہو جاتا ہے جو  
بحوالہ عدہ گزرا ہے، اور اس کو وہ بات بھی  
مخرج کرتی ہے جو غزالیوں کے باب الفرائض  
کے آخر میں صاحب محیط کے فوائد سے منقول  
ہے کہ وصی اگر مال یتیم کو قرض پر لے تو کیا وہ امام  
ابو حنیفہ کے قول کے مطابق صحیح ہوگا اس میں  
مشائخ کا اختلاف ہوا ان میں سے بعض نے کہا  
اگر وصی مالدار ہے تو اس کو ایسا کرنے کا اختیار  
ہے ورنہ نہیں، اور اصح یہ ہے کہ اس کو  
ایسا کرنے کا اختیار نہیں اہ آداب الاوصیاء  
کے باب القرض اور نوادر ہشام میں ہے میں نے  
امام محمد علیہ الرحمہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ امام ابو حنیفہ  
علیہ الرحمہ کے نزدیک وصی کو مال یتیم قرض پر لینے  
کا اختیار نہیں لیکن میں اس میں کوئی حرج نہیں  
سمجھتا، اگر اس نے ایسا کیا اور اس کے پاس  
اس قرض کو ادا کرنے کے لئے مال موجود ہو تو حرج  
نہیں اور اسی کی مثل غنتقی، عتابیہ اور خانیہ  
میں ہے الخ اور اس کی مکمل بحث آداب الاوصیاء  
میں ہے، ہاں زیادہ ظاہر اور زیادہ محتاط  
منع ہی ہے، کیسے نہ ہو جبکہ وہ امام ابو حنیفہ

من فرع المقاصة ومن نص الاسبيجاني  
ان الوصي فيه كالا ب يعكوي على دعوى الاجماع  
المارعت العدة ويقدر فيها ايضا  
ما في غمر العيون اخر الفرائض  
عن فوائد صاحب المحيط اذا استقرض  
(اي الوصي) مال اليتيم هل يصح  
في قول الامام لا يملك وقد  
اختلف المشائخ فقال بعضهم ان  
كان الوصي مليا يملك والا فلا  
والاصح انه لا يملك اه وفي  
قرض ادب الاوصياء وفي  
نوادر هشام سمعت محمدا  
يقول ليس للوصي ان  
يستقرض مال اليتيم عند  
ابي حنيفة واما انا فلا  
امر به باسان فعل  
ذلك وله وفاء بما استقرض  
ومثله في المنتقى والعتابية  
والخانية الخ وتمامه  
فيه نعم الاظهر احوط  
هو المتمتع كيف وهو  
مذهب الامام اقول

۱۔ غزالیوں البصائر مع الاشباه والنظائر الفن الثاني كتاب الفرائض ادارة القرآن کراچی ۱۳۱/۲  
۲۔ آداب الاوصیاء علی ہاشم جامع الفضولین فصل فی الفرائض اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۳۲/۲-۱۴۲



علیہ الرحمہ کا مذہب ہے۔ میں کہتا ہوں تو رہن مالی  
 فرع کا جواب یوں دے سکتا ہے کہ وہ نہ تو ملک  
 ہے اور نہ ہلاک کرنا، لہذا اس پر قرض لینے اور  
 مالِ صغیر سے اپنا قرض ادا کرنے کو قیاس نہیں  
 کیا جاسکتا۔ رہا رہن میں ضمان کا لازم ہونا تو وہ  
 ہلاکِ عارض کا حکم ہے اور بدل واقع ہونے والی  
 صورت میں بھی بیع تو اس سے اس حال میں صادر  
 ہوئی کہ وہ اس کے لئے جائز تھی اور غنم کا قرض  
 کے لئے بدل واقع ہونا اس لئے ہے کہ حقوق  
 بائع کی طرف لوٹتے ہیں اور بہت سی اشیاء ضمانتاً  
 ثابت ہوتی ہیں اور قصداً ثابت نہیں ہوتیں۔ واللہ  
 تعالیٰ اعلم (ت)

ولک ان تجیب عن فرع الرهن بانہ  
 ليس تملك ولا اهلاكاً فلا يقاس عليه  
 الاستقراض ولا اداء دين نفسه من  
 مال الصبي اما لزوم الضمان في  
 الرهن فحكم الرهناك العارض و  
 في صورة المقاصة ايضا انما  
 صدر منه البيع وهو سائغ له والمقاصة  
 وقعت لان الحقوق ترجع اليه وكم  
 من شئ يثبت ضماناً ولا يثبت  
 قصداً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

منتقی میں ہے وصی کے لئے جائز ہے کہ وہ  
 مالِ یتیم کو اپنے لئے خریدے یا اپنا مال یتیم  
 پر نیچے پھر جب یہ معاملہ قاضی کے پاس پہنچے  
 تو اگر وہ اس میں بھلائی دیکھے تو اس کو پکا اور  
 لازم کر دے ورنہ اس کو فسخ کر دے، اور  
 اسی کی مثل باپ کی خرید و فروخت ہے، اگر وہ  
 یتیم بیٹے کے حق میں خیر نہ ہو تو قاضی اس کو  
 فسخ کرنے کا اختیار رکھتا ہے لیکن باپ کی صورت  
 میں خیر کا نہ ہونا تب ہوگا کہ جب وہ خرید و فروخت  
 ثمنِ مثلی سے اس قدر کم ہو جس قدر کمی کا غبن لوگوں میں رائج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

نیز آداب الاوصیاء فصل اباقی میں ہے :  
 فی المنتقی يجوز للوصی شراء مال الیتیم  
 لنفسه وبيعہ مال نفسه من الیتیم  
 فاذا ارفع ذلك الى القاضي ان  
 رأى خيراً ابرمه والزمه والافسخه و  
 نقضه قال ومثله ببيع الاب وشراءه  
 حيث يكون للقاضي فسخه ان لم يكن  
 خيراً للیتیم یعنی الابن لكن عدم الخيرية  
 في الاب كونه ناقصاً عن ثمن العثل  
 نقصاً لا يتغابن فيه الناس۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
 ثمن مثلی سے اس قدر کم ہو جس قدر کمی کا غبن لوگوں میں رائج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۰۔ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ زید نے ایک مکان بحالت مرض الموت بی بی کے کھنے سے بی بی کے نام بعض دوسو روپے مہر کے منتقل کر دیا حالانکہ قبل اس کے بی بی نے مہر معاف کر دیا تھا اور بی بی نے اس غرض سے مکان منتقل کرایا تھا کہ قرضہ سے بچ جائے۔

زید اس تحریر کے تیسرے روز مر گیا اور ایک لڑکا ایک لڑکی اور بی بی چھوڑے، اول بی بی نے سو اسو روپے میں رہن رکھا اور اب فروخت کرتی ہے اور لڑکا لڑکی بدستور قابض و خیل ہیں ایسی صورت میں کس قدر حصہ پا سکتے ہیں اور یہ انتقال زید کا کیا حکم رکھتا ہے؟

مینواتوجروا۔

### الجواب

انتقال کی یہ غرض اگر ثابت بھی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ انتقال فرضی ہو اور جب زید اقرار کر رہا ہے کہ اس پر زوجہ کا مہر باقی ہے اور اس کے عوض میں یہ جائیداد دیتا ہے تو اس کے وارثوں کا دعویٰ کہ عورت پہلے اپنا مہر معاف کر چکی تھی مسموع نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ما جلا اقر لا مرأته بمهر الف درهم  
فی مرض موته ومات ثم اقامت  
الورثة البینة ان المرأة وهبت مهرها  
تزوجها فی حیاة الزوج لا تقبل  
والعمر لا نمام باقر امره وكذا فی  
الخلاصة

کسی شخص نے مرض الموت میں اپنی بیوی کے لئے ایک ہزار درہم مہر کا اقرار کیا اور وہ مر گیا۔ پھر اس بات پر گواہ قائم ہو گئے کہ عورت نے شوہر کی زندگی میں اپنا مہر شوہر کو ہبہ کر دیا تھا تو یہ گواہ قبول نہیں کئے جائیں گے اور شوہر کے اقرار کی وجہ سے مہر لازم ہوگا۔ خلاصہ میں یونہی ہے۔

مگر جبکہ مہر روپے تھے ان کے عوض مکان دینا بیع ہے اور زید کو مرض الموت تھا اور عورت اس کی وارث ہے اور وارث کے ہاتھ مرض کا کوئی چیز جیتا اگرچہ برابر قیمت کو ہو بے اجازت دیگر ورثہ کے باطل ہے۔ عالمگیری میں ہے:

اذا باع المريض فی مرض الموت من وارثه  
مريض نے مرض الموت میں اپنے وارث کا ہاتھ

عینا من اعیان مالہ ان صحیح جاز بیعہ  
وان مات من ذلک المرض ولم تجز  
الورثۃ بطل البیع

اپنے مال سے کوئی خاص شے فروخت کی، پھر اگر  
وہ مریض صحت مند ہو گیا تو اس کی بیع جائز  
ہوگی اور اگر وہ کسی بیماری سے مر گیا اور وارثوں نے

بیع کی اجازت نہ دی تو بیع باطل ہو جائیگی (دست)  
پس اگر دیگر ورثہ اس انتقال کو جائز نہیں رکھتے تو یہ بیع باطل ہوگی مکان بدستور متروکہ زید ہوا  
البتہ دوسروں کے دینے سے بعد اوائے مہر دیگر دیون مکان دیگر متروکہ زید حسب شرائط منہ الف  
پڑھیں سهام ہو کر تین سہم زوجہ چودہ سپرسات دختر کو ملیں، تنہا عورت کو اس کی بیع کا اختیار نہیں۔  
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱ مسلہ حافظ محمد ایاز از قصبہ نجیب آباد ۲۸ جمادی الآخرہ ۱۳۲۹ھ

بچہ نے اپنے ترکہ میں دو لڑکے زید، عمرو اور ایک مکان مسکونی چھوڑا۔ چند مدت کے بعد بڑے  
بھائی زید کا انتقال ہو گیا اس کی بیوی اور ایک لڑکا رہ گیا، اس متوفی کی جانب سے ایک شخص شریک  
اور مختار کل کاروبار تھا۔ بچہ کے دوسرے لڑکے عمرو نے نصف حصہ مکان اپنے بھائی متوفی کا متجانب  
پسربا بلغ متوفی معرفت مختار متوفی پچاس روپے کو بیع خرید کر بیعنامہ مختار سے لکھایا کہ جس پر مختار نے  
پسرب متوفی کے تحت اپنے ہاتھ سے کر دیئے اور ایک دستخط اپنے خود کر دیئے لیکن رجسٹری نہیں ہوئی اور  
گو ایمان حاشیہ بھی سب فوت ہو چکے بعد تحریر وغیرہ کے ایک مکان یا زمین جو زیر دیوار مکان بیع مذکور  
کے تھی اسی پچاس روپے سے جو اوپر دے چکے تھے پسرب متوفی و بیوہ متوفی مذکور کو بکر کے چھوٹے لڑکے عمرو  
نے خرید دی اور اس کا بیعنامہ پسرب متوفی یعنی اپنے برادر زادہ کے نام تحریر کرا دیا جس کی عمر ۳، ۴ برس  
کی تھی پس اس وقت بیوہ متوفی زید اپنے پسربا بلغ کو لے کر اس مکان میں چلی گئی جو ان کو خرید دیا تھا،  
اب وہ مکان متروکہ بکر باکل سارا اس کے چھوٹے لڑکے عمرو کے پاس رہا مکان متروکہ بکر کچھ بختہ و  
کچھ خام تھا عمرو نے اپنی وگت سے اس خام کو بھی بختہ کر لیا قریب ماض روپے کے اس میں صرف ہوئے  
اور عرصہ ۳۲ برس سے برابر اس عمرو کی اس میں سکونت و دخل ہے اب عرصہ دو تین برس کے عرصہ کے  
برادر زادہ نے اس مکان ترکہ بکر میں اپنے باپ متوفی زید کا نصف حصہ طلب کیا ہے اور اس برادر زادہ  
کی عمر اس وقت قریب ۳۸ برس کی ہے جب سے یا بلغ ہوا تھا جب سے کوئی جھگڑا انہیں کیا تھا اب

کرتا ہے اور برادر زادہ یہ بیان کرتا ہے کہ وہ پچاس روپے جس سے مجھ کو مکان چھپا عمر و نے خرید کر دیا تھا وہ میں نے ۷ برس ہوئے کہ واپس چچا صاحب کو دے دیئے ہیں اور چچا یہ کہتے ہیں کہ ہم نے واپس نہ لئے تھے اور اس امر کا طرفین سے کوئی گواہ دیدہ موجود نہیں ہے شہیدہ معتبر نہیں۔ اب یہ معاملہ پنچایت میں پیش ہے، اب دریافت طلب یہ امر ہیں:

- (۱) جو بیعنامہ مختار نے نابالغ کی طرف سے کر دیا وہ بیع درست ہوتی یا نہیں؟
- (۲) اگر بیع درست نہ ہوتی تو نصف حصہ چچا و نصف حصہ برادر زادہ کا ہوگا یا نہیں؟
- (۳) جو چچا نے بعد خرید لینے مکان متروکہ کے ماحصہ کی تعمیر اپنی لاگت سے کی وہ اس کو ملنا چاہئے یا نہیں؟

(۴) ۳۲ برس سے جو چچا صاحب نے اس مکان متروکہ میں خالص سکونت کی ان کا کرایہ نصف کا حقدار برادر زادہ ہے یا نہیں؟

(۵) جو برادر زادہ بیان کرتا ہے کہ میں نے چچا کو پچاس روپیہ واپس دے دیئے ہیں اگر چچا حلف اٹھالیں تو میں مکان سے دست بردار ہوتا ہوں ورنہ میں حلف اٹھاتا ہوں اس صورت میں کس کا حلف معتبر ہے اور کس کو حلف دلایا جائے؟

(۶) اگر بیعنامہ مذکورہ ناجائز تسلیم ہو اور برادر زادہ نے پچاس روپے کا حلف کیا ہو تو اس کو پچاس روپے ہی دلانے جائیں گے یا کیا ہوگا کیونکہ جب مکان کی بیع ناجائز ہو چکی ہو؟

(۷) اگر مکان کی بیع ناجائز ہے تو بعد حلف برادر زادہ کے نصف حصہ مکان برادر زادہ کا قرار پائیگا یا نہیں اور بابت لاگت اور کرایہ مکان کیا عمل درآمد ہوگا؟

مسائل متذکرہ بالا میں نہایت جھگڑے اور فساد واقع ہیں لہذا موافق شرع شریف ارشاد فرمادیکجے اجر عظیم و ثواب دارین ہوگا۔

## الجواب

اللهم هداية الحق والصواب (اے اللہ! حق اور درستگی کی ہدایت عطا فرما۔ ت)

مکان ۳۲ برس سے عمر و کے قبض و تصرف میں ہے اور پسر زید کو نابالغ ہوئے بھی بیس برس سے زیادہ زمانہ گزرا اور وہ اتنی مدت مدید تک ساکت رہا یہ اگرچہ اسے مستلزم ہوتا کہ اب پسر زید کا دعویٰ نہ سنا جاتا مگر جبکہ عمر و تسلیم کرتا ہے کہ واقعی یہ نصف مکان پسر زید کی ملک کا اقرار اور اس سے اپنی طرف انتقال ملک کا دعویٰ ہوا اور کوئی دعویٰ بے دلیل مقبول نہیں اور ہر مقرر اپنے اقتدار پر



ماخوذ ہے اور بعد اقرار کوئی تہادی عمل نہیں ہوتی، اگر سو برس کے بعد کوئی اقرار کرے کہ یہ شئی فلاں کی ملک ہے تو وہ اقرار اس مقررہ جہت ہوگا اور سو برس گزر جانا کچھ غلط نہ ڈالے گا۔ علامہ خیر الدین رملی استاد صاحب در مختار رحمہما اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ خیر میں ہے:

دعویٰ تلقی الملك من المورث اقرار بالملك  
له ودعوى الانتقال منه اليه فيحتاج  
المدعى عليه الى بينة وصار المدعى عليه  
مدعيا وكل مدع محتاج الى بينة  
يتوسر بهما دعواه ولا ينفعد وضع البينة  
المدة المذكورة مع الاقرار المذكور  
وليس من باب ترك الدعوى بيل من  
باب المواخذة بالاقرار من اقرب لشيء  
لغيره اخذ باقراره ولو كان في يده احتقانا  
كثيرة لاتعدا وهذا اما لا يتوقف فيه  
اس کے اقرار کے سبب سے وہ شئی اس سے لے لی جائیگی اگرچہ وہ بے شمار اس کے قبضے میں رہی ہو  
اور یہ ایسا مسئلہ ہے جس پر توقف نہیں کیا جاتا۔ (ت)

ذریعہ انتقال جو عمر و نے بتایا کہ مختار پر سے بیعنامہ کر لیا محض باطل و بے اثر ہے اول ترزید کی  
زندگی میں اس کا مختار ہونا ترزید کے بعد اس کی اولاد پر وصی ہونا نہیں ترزید کے مرتے ہی وکالت ختم  
ہوگئی۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

ينعزل الوكيل بموت احد هما  
دونوں میں سے کسی ایک کی موت کے سبب سے  
وکیل معزول ہو جاتا ہے (ت)

اور اگر ثابت بھی ہو کہ یہ مختار وصی بھی تھا تو اگر یہ بچا پس روپے اس نصف مکان کی واقعی قیمت کے

پورے دو نے یا دو نے سے بھی زائد نہ تھے جیسا کہ یہی ظاہر ہے تو صورت مذکورہ میں اسے بیع مکان کا اختیار اصلاً نہ تھا وھی نابالغ کی جائیداد غیر منقولہ دو چند قیمت سے کم کو تو صرف معدود صورت ضرورت میں بیچ سکتا ہے میت پر کوئی دین ایسا ہو کہ بغیر اس کے بیچے ادا نہ ہو سکے گا یا اُس نے کچھ روپوں کی ایسی وصیت کی کہ اسے بیچ ہی کر پوری ہو سکے گی یا مکان گرا جاتا خراب ہو جاتا ہے اور مرمت کے لئے کچھ پاس نہیں یا کسی ظالم نے دبا لیا ہے کہ نہ بیچے تو مفت ہاتھ سے جائے یا نابالغ کے کھانے پینے کو اس کے سوا کچھ نہیں وہ جائیداد یا کرایہ و محصول کی چیز ہے اور اس کی آمدنی اسی کو لگ جاتی ہے۔ درمختار میں ہے :

وجانز بیعہ عقار صغیر بضعف قیمتہ  
اولنفقة الصغیر او دین المیت او وصیۃ مرسلۃ  
لانفاذ لہا الامنہ او لکونہ غلاتہ لاتزید  
علی مؤنتہ او خوف خرابہ او نقصانہ  
او کونہ فی بید متغلب، درر و اشباہ ملخصاً  
نہیں ہو سکتا نیز اس جائیداد کی پیداوار اس پر خرچ سے زائد ہو یا اس جائیداد کے ویران ہونے  
یا ناقص ہونے یا کسی جابر کے ہاتھ لگ جانے کا ڈر ہو تو بھی اس کو بیچ سکتا ہے، درر و اشباہ (ملخصاً)  
ظاہر ہے کہ یہاں اُن صورتوں میں سے کچھ نہ تھا ان بلاد میں نہ ہرگز یہ امید ہے کہ نصف مکان جس  
میں نچتہ عمارت بھی ہے صرف پچیس روپے یا اس سے بھی کم ہو تو نظر بظاہر ہو کہ غرو نے اپنا نفع  
خیال کیا اپنے لئے مکان خالص کر لینا چاہا اور جو قیمت اپنی خواہش کے موافق چاہی اُس پر ایک  
اجنبی سے جسے یم کا کیا درد ہوتا فیصلہ کر لیا اور اس کے عوض دوسرا مکان یم کو خرید دیا غرض  
صور مذکورہ میں مختار کو اس بیع کا کچھ اختیار نہ تھا تو یہ بیع فضولی ہوئی اور وقت عقد اس کا کوئی اجازت  
دینے والا نہ تھا کہ اُن چند عذروں کے سوا جب خود وھی کو اختیار بیع نہیں تو غیر وھی بدرجہ اولیٰ کہ  
فضولی جو ایسا عقد کرے جس کا نافذ کرنا اس وقت کسی کا منصب نہ ہو وہ عقد محض باطل ہوتا ہے۔  
درمختار باب الفضولی میں ہے :

کل تصرف صدر منہ ولہ مجیز ہر تصرف جو فضولی سے صادر ہو دران حالیکہ

حال وقوعہ انعقد موقوفاً و مالاً مجیزاً  
حالة العقد لا ینعقد اصلاً  
اور جس کی اجازت دینے والا بوقت عقد کوئی نہ ہو وہ بالکل منعقد نہیں ہوگا۔ (ت)

رد المحتار میں جامع الفصولین سے ہے،

بطلان او وهب مالہ او تصدق بہ او باع  
مالہ محایاة فاحشۃ او شری شینا باکثر  
من قیمتہ فاحشاً او عقد عقداً مالم لو فعلہ  
ولیہ فی صباہ لم یجز علیہ فہذا کلہا باطلۃ  
وان اجازتھا الصبی بعد بلوغہ لم تجز  
لانہ لا مجیز لہا وقت العقد۔

اور اگر نابالغ نے بالغ ہونے کے بعد ان کی اجازت سے دی تو وہ جائز نہیں ہوں گے اس لئے  
کہ وہ وقت عقد ان کی اجازت دینے والا کوئی نہیں تھا۔ (ت)

فتاویٰ خیرہ میں ہے،

یتیم باع جدہ عقارہ بغیر مسوغ  
صرح فی التارخانیۃ عن المنتق  
انہ باطل۔

اور جب بیع باطل ہوئی تو پچاس روپے جو قیمت کے قرار دیئے تھے وہ بھی ملک عمرو سے  
نہ نکلے کیلایجتمع البدلات فی ملک واحد (تاکہ ملک واحد میں دونوں بدل جمع  
نہ ہوں۔ ت) اگر عمرو نے یہ روپے پسر زید کو نہ دیئے تھے جب تو ظاہر کہ اس کی ملک اس کے  
پاس تھی اور اگر دے دیئے تھے اور پھر دوسرا مکان خریدنے کے لئے اس سے لے کر یا بے مکان  
دوم کو دیئے تھے تو جس وقت پسر زید سے واپس لے عمرو کے روپے عمرو کو پہنچ گئے اور پسر زید  
پر ان کا مطالبہ نہ رہا۔ در مختار میں ہے،

لہ الدر المختار کتاب البیوع فصل فی الفضولی مطبع مجتبائی دہلی ۳۱/۲  
لہ رد المحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۶/۴  
لہ الفتاویٰ الخیرۃ کتاب الوصایا دار المعرفۃ بیروت ۲۱۴/۲

والاصل ان المستحق بجهة اذا وصل  
الى المستحق بجهة اخرى اعتبار واصلا  
بجهة مستحقه ان وصل اليه  
من المستحق عليه والا فلا وتامه في  
جامع الفصولين اليه

جس پر استحقاق ثابت ہو اور نہ یہ حکم نہیں ہوگا۔ اس کی مکمل بحث جامع الفصولین میں ہے (ت)  
پھر جبکہ عمرو نے بھتیجے کو دوسرا مکان خرید دیا اور اس کی قیمت اس روپے سے ادا کی جو عمرو  
ہی کی ملک تھا تو یہ مکان عمرو کی طرف سے اس کو ہبہ ہو ا قیمت کا مطالبہ پسرزید سے نہ ہوگا۔  
احکام الصغار پھر عمرو در یہ میں ذخیرہ و بکنیس سے ہے،

امراة اشتوت ضيعة لولدها الصغير من مالها  
وقم الشراء للام لانها لا تملك الشراء للولد تكون  
الضيعة للولد لان الام تصير واهية  
مالک نہیں اور وہ جائیداد اولاد کے لئے ہوگی کیونکہ ماں ہبہ کرنے والی ہوئی۔ (ت)

پسرزید جو بچا پس روپے عمرو کو واپس کرنے کا دعویٰ کرتا ہے جب تک شہادت شرعیہ سے ثبوت  
نہ ہو مقبول نہیں، باب اگر گواہان عادل سے ثابت ہو جائے یا پسرزید حاکم کے یہاں گواہ نہ دے اور  
عمرو سے حلف مانگے اس پر عمرو حلف سے انکار کر دے تو یہ بچا پس روپے عمرو پر ثابت ہو جائیں گے اور  
از انجا کہ پسرزید نے اس گمان سے دیئے کہ یہ حق عمرو میں ان کی واپسی شرعاً مجہد پر لازم ہے حالانکہ واقع  
میں ایسا نہ تھا تو یہ روپے بھی عمرو پسرزید کو واپس دے گا۔ خیر یہ پھر حامد یہ میں ہے :

في شرح النظم الوهباني لشيخ الاسلام  
عبد البرزاف من دفع شيئا ليس  
بواجب فله استرداده الا اذا دفعه  
على وجه الهبة واستهلكه

لے الدر المختار کتاب البیوع باب البیع الفاسد مطبع مجتبائی دہلی ۲۸/۲  
سکة العقود والدرية کتاب الوصایا باب الوصی ارگ بازار فندھار افغانستان ۳۳۶/۲



القابض اہ وقد صرحوا بان من ظن ان عليه دینا فبان خلافہ يرجع بما ادى ولو كان قد استهلكه سرجع ببطلانہ  
اس نے وہ شئی بطور مہبہ دی اور اس پر قبضہ کر لیا نے اسے ہلاک کر دیا الخ تحقیق مشائخ نے تصریح فرمائی کہ کسی کو گمان ہوا کہ اس پر کسی کا قرض ہے پھر اس کے خلاف ظاہر ہوا تو جو کچھ اس نے ادا کیا اس میں رجوع کر سکتا ہے، اور اگر اسکو وصول کرنے والے نے ہلاک کر دیا ہو تو اس کے بدل کے ساتھ رجوع کرے گا۔ (ت)

ان روپوں کے دعویٰ میں علف چچا پر ہے پسر زید کا حلف معتبر نہیں، اور اگر چچا علف کرے تو یہ روپے اس پر لازم نہ آئیں گے مکان پر اس کا اثر نہ ہو گا پسر زید کا کہنا کہ چچا علف کر لیں تو میں مکان سے دستبردار ہوتا ہوں مہمل و باطل ہے کہ دستبرداری اُن اشیاء سے نہیں جن کو کسی شرط پر معلق کر سکیں۔ ردالمحتار میں ہے :

علق فی الخلاصة لعدم صحة تعلیق الرجعة بالشرط بانہ انما یحتمل التعلیق بالشرط ما یجوز ان یحلف بہ ولا یحلف بالرجعة اھ معنی انہ لا یقال انت فعلت کذا اعلی انت اس اجمع نہ وجتی کما یقال فعلی حجب او عمرة او غیرہما صما یحلف بہ۔  
رجوع کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرنے کی عدم صحت کے بارے میں خلاصہ میں یہ تعلیل بیان کی کہ شرط کے ساتھ معلق کرنے کا احتمال وہ چیز رکھتی ہے جس پر علف جائز ہو جبکہ رجوع کا حلف جائز نہیں ہے معنی یہ ہے کہ یوں نہیں کہا جائے گا اگر میں نے ایسا کیا تو مجھ پر لازم ہے کہ میں اپنی بیوی سے رجوع کروں جیسا کہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ اگر میں ایسا کروں تو مجھ پر حج یا عمرہ وغیرہ لازم ہو گا یعنی ایسی چیز کا ذکر کیا جس کے ساتھ علف جائز ہے۔ (ت)

اسی میں ہے :

وعزل الوکیل (ای لا یصح تعلیقہ) بان قال عزلتک علی انت تہدی المت مثیلا و انت قدم فلان لاندیس صما یحلف بہ فلا یجوز  
اور وکیل کو معزول کرنے کی تعلیق صحیح نہیں، اس کی صورت یہ ہے کہ یوں کہے کہ اگر تو مجھے کوئی شئی ہدیہ دے یا اگر فلاں شخص آئے تو میں نے تجھے معزول کیا اس لئے کہ یہ چیزیں ایسی نہیں

لہ المعتقد الدریۃ کتاب الوقف الباب الثالث ارگ بازار قنہ ہار افغانستان ۲۲۶/۱

لہ ردالمحتار کتاب المیوع مایبطل بالشرط الفاسد ویصح تعلیقہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۵/۴

تعلیقہ بالشرط عیننیؒ

جن کے ساتھ حلف جائز ہو لہذا ان کو کسی شرط کے  
ساتھ معلق کرنا جائز نہیں ہوگا۔ (ت)

پھر جب نصف مکان پسر زید کا ٹھہرا اور اس میں عمرو نے اپنے روپے سے عمارت جدید بنائی  
مکان تقسیم کیا جائے جتنی عمارت عمرو حصہ پسر زید میں آئے عمرو پر لازم ہے کہ اپنی عمارت اس کے حصے سے  
اکھیر کر خالی کر دے اور اگر اس میں زمین پسر زید کو نقصان کثیر پہنچے تو پسر زید کو اختیار ہوگا کہ وہ عمارت  
خود لے لے اور اس کی اتنی قیمت عمرو کو دے دے جو اکھیر لے ہوئے عملہ کی ہوتی ہے اور اس میں سے  
اس کے اکھیر لے کی اجرت بجا کر لے مثلاً عمارت حالت موجودہ پر زرخ رائج سے ساٹھ روپے کی ہوتی ہے  
اور اکھیر لی جائے تو ٹوٹا ہوا عملہ تیس روپے کا رہ جائے اور دو روپے اس کے اکھیر لے کی مزدوری  
میں صرف ہوئے تو پسر زید اٹھائیس روپے عمرو کو دے اور عمارت اپنی ملک کر لے۔ تنویر الابصار  
میں ہے :

من بنی او غریب فی ارض غیره بغیر کسی شخص نے دوسرے کی زمین میں اس کی اجازت  
اذنہ امور بالقلع والہرہ وللہا لک العتق کے بغیر بنادی یا درخت لگا دئے تو اس کو  
یضمن له قیمة بناء او شجر امر درخت اکھاڑنے اور زمین واپس کرنے کا حکم  
بقلعه ان نقصت الارض به لے دیا جائے گا اور زمین کے مالک کو اختیار ہے  
کہ وہ اس عمارت یا درخت جس کو اکھاڑنے کا حکم دیا گیا ہے کی قیمت کا ضمان دے دے اگر اکھاڑنے  
سے زمین کو نقصان ہوتا ہو۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

وهی اقل من قیمتہ مقلوعا مقدار اجرة وہی اقل من قیمتہ مقلوعا مقدار اجرة  
القلع فان كانت قیمة الارض مائة و القلع فان كانت قیمة الارض مائة و  
قیمة الشجر المقلوع عشرة واجرة القلع قیمة الشجر المقلوع عشرة واجرة القلع  
درہم بقیت تسعة درہم درہم بقیت تسعة درہم  
فالارض مع هذا الشجر ہو جبکہ اکھاڑنے کی اجرت ایک درہم ہو تو اس

لہ رد المحتار کتاب البیوع ما یبطل بالشرط الفاسد الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۶/۴

لہ الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب الغصب مطبع مجتہبی دہلی ۲۰۴/۲

تقوم بمائة وتسعة دراهم فیض من المالك التسع منحه۔

ایک درہم کو نکال کے درخت کی قیمت نو درہم بچی لہذا اس درخت کی قیمت سمیت ایک سو نو درہم میں بڑی تو مالک نو درہم ضمان دے گا، منح۔ (ت)

اور جبکہ نصف مکان بدستور پسر زید کی ملک ٹھہر اور وہ اس وقت یتیم تھا تو جس دن کہ کل مکان پر عمرو نے قبضہ کیا اس وقت سے پسر زید کے بالغ ہونے تک جتنی مدت گزری کہ زیادہ سے زیادہ گیارہ برس اور کم سے کم آٹھ برس ہوگی اس مدت میں ملک زید کا کرایہ مثل عمرو کے ذمہ واجب الادا ہے جب تک عمرو نے عمارت جدید نہ بنائی تھی اس حیثیت موجودہ پر نرخ عام سے جو اس مکان کا کرایہ ہوتا ہے کا نصف دینا آئے گا اور جس نے عمارت جدید بنائی اگر عمارت قدیم بھی قائم رکھی تو اتنا ہی واجب رہے گا جو قبل عمارت جدید کے تھا اور اگر عمارت قدیم منہدم کر دی تو جو کچھ اس میں قابل تاوان تھا اس کا تاوان عمرو پر آئے گا اور اس کے بعد سے جو خالی زمین کا کرایہ مثل ہو زمان بلوغ تک وہ واجب آئے گا کہ یہ مال یتیم کا تھا اور مال یتیم پر قبضہ کرنے سے بلا عقد اجارہ اجرت مطلق لازم آتی ہے اگرچہ تصرف کرنے والا یتیم کا شریک ہو خواہ بدعویٰ غریبہ یا ری وغیرہ تصرف کرے۔ در مختار میں ہے :

منافع الغصب استوفاهَا او عطلها لا تضمن الا في ثلث فيجب اجر المثل ان يكون المغصوب وقفا او مال اليتيم فعلى المعتمد تجب الاجرة على الشريك وبه افتي ابن نجيم او معد الاستغلال الا في المعد اذا سكن بتاويل ملك كبيت سكنه احد الشركاء او عقد كبيت الرهنت سكنه المرتها

غصب کے منافع پر ضمان نہیں چاہیے غاصب نے ان منافع کو حاصل کیا ہو یا انہیں معطل رکھا ہو سوائے تین صورتوں کے کہ ان میں غصب کے منافع پر مثلی اجرت واجب ہوتی ہے وہ یہ ہیں کہ مغصوب وقف ہو یا مغصوب یتیم کا مال ہو تو معتد مذہب کی بنیاد پر شریک پر اجرت واجب ہوگی اور اسی کے ساتھ فتویٰ دیا ابن نجیم نے، یا وہ مغصوب کرایہ حاصل کرنے کے لئے تیار کیا گیا ہو سوائے اس مغصوب کے جسے کرایہ حاصل کرنے کے لئے تیار کیا گیا ہو مگر غاصب اس میں ملک کی تاویل کے ساتھ

سکنت المرتہن ثم بان للغير معدا للاجارة فلا شئ عليه اه ملتقطا۔  
 سکونت پذیر ہوا ہو جیسے وہ گھر جس میں اس کے شرکار میں سے کوئی ایک سکونت اختیار کرے یا عقد کی تاویل کے ساتھ اس میں رہائش پذیر ہو جیسے رہن کا مکان جس میں مرتہن نے سکونت اختیار کی پھر ظاہر ہوا کہ وہ مکان کسی غیر شخص کا ہے جو اجارہ کے لئے بنایا گیا ہے تو اس پر کچھ بھی ضمان نہیں ہوگا (اللقاط)۔ (ت)  
 رد المحتار میں ہے :

قوله الا في المعد افاد ان الاستثناء من قوله او معد فقط وانت الوقت ومال اليتيم يجب فيه الاجر على كل حال ولذا قدم الشارح انه لو شرع داسرا وسكنها فظهرت وقفا او لصغير لزمه الاجر صيانة لهما وقد منا انه المختار مع انه سكنها بتاويل ملك او عقد فاحفظه فقد يخفى على كثير۔  
 ماتن کے قول "الا في المعد" (مگر یہ اس کو بنایا گیا ہو) نے اس بات کا فائدہ دیا ہے کہ استثناء فقط ماتن کے قول "معدا" سے ہے اور یہ کہ بے شک وقف اور مال یتیم کسی صورت میں ہو بہر حال اجرت واجب ہوگی اسی واسطے شارح پہلے بیان کر چکے ہیں کہ کسی کوئی گھر خرید اس میں سکونت اختیار کی پھر ظاہر ہوا کہ وہ وقف ہے یا کسی نابالغ کا ہے تو اس پر اجرت لازم ہوگی ان دونوں کی حفاظت کے لئے۔ اور ہم نے پہلے بیان کیا کہ بیشک یہی مختار ہے حالانکہ وہ ملک یا عقد کی تاویل کے ساتھ اس گھر میں سکونت پذیر ہوا۔ اس کو یاد کر لے۔ تحقیق یہ بہت سے افراد پر مخفی ہے۔ (ت)  
 اسی میں ہے :

لزمه اجر المثل قال الحموي هو مبني على تصحيح المحيط و هو الذي ينبغي اعتماده وقال الشيخ شرف الدين  
 اسے مثلی اجرت لازم ہے۔ حموی نے کہا کہ وہ محیط کی تصحیح پر مبنی ہے اور وہ وہی ہے جس پر اعتماد چاہئے۔ شیخ شرف الدین نے کہا وہی



هوالمختار كما في التجنيس والسزید  
قلت وهو ما اعتد به في وقف البحر  
ومشی علیه الشارح وافتی به فی  
الخیریه وغیرها فلیحفظ  
مختار ہے، جیسا کہ تجنيس اور مزید میں ہے۔ میں  
کہتا ہوں اسی پر حجر کے باب الوقف میں اعتماد  
کیا ہے اور اسی پر شارح علیہ الرحمہ چلے ہیں  
اور اسی کے ساتھ خیریه وغیرہ میں فتویٰ دیا گیا،  
اسے یاد رکھنا چاہئے۔ (ت)

اُسی کے آخر کتاب الشکرہ میں ہے:  
ولو كان وقفا او مال یتیم یلزمه  
اجرة شریکہ علی ما اختارہ المختارون  
وهو المعتمد علیہ

یہ سب اس کا نتیجہ ہے کہ یتیم کے مال میں بے احتیاطی برتی۔ ہاں اگر گواہان عادل سے ثابت  
ہو جائے کہ مختار زید نے عمرو کے ہاتھ پسر زید کا حصہ بیع کیا اور وہ مختار زید کا وصی تھا اور اس  
وقت یہ نصف مکان مع اس وقت کی عمارت کے پچیس روپے یا اس سے بھی کم قیمت کا تھا تو  
البتہ عمر و اس دعویٰ سے بری ہو جائے گا پھر اس صورت بعید از قیاس میں کہ بیع مذکور جائز ٹھہرے  
پچاس روپے واپس دینے پر جس کا دعویٰ پسر زید کرتا ہے اس سے حلف نہ لیا جائے گا بلکہ  
وہی حکم ہے کہ پسر زید اس واپسی کے گواہ دے اور نہ دے سکے تو عمرو کا حلف چاہئے تو عمرو سے  
حلف لیں اگر حلف کر لے پسر زید کا دعویٰ واپسی باطل ہو اور عمرو حلف سے انکار کر دے تو پچاس  
روپے پسر زید کو دے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۲ مستولہ بنکالی ۲۶ رجب ۱۳۲۹ھ

- (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک یتیم نے کنویں میں سے پانی اپنے واسطے یا  
دوسرے شخص کے واسطے بھرا اور اس پانی کو یتیم نے بکھریا اپنی خوشی سے پھر کنویں میں ڈال دیا  
ان دونوں صورتوں میں اس کنویں کا پانی قابل استعمال رہا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔
- (۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نابالغ نے کنویں سے پانی اپنے یا کسی

دوسرے شخص کے واسطے بھرا اس پانی سے یا بلع شخص کو وضو کرنا پینا وغیرہ جائز ہوگا یا نہیں؟  
اور ہر شے نابالغ کی خریدی ہوئی یا لائی ہوئی کا شخص بالغ کو استعمال جائز ہوگا یا نہیں؟  
اور وہ نابالغ خود اپنی اولاد ہو یا غیر، سب کا ایک حکم ہے یا نہیں؟ بیوا تو جردا

### الجواب

(۱) نابالغ جس پانی کا مالک ہو خواہ یوں کہ اس نے اپنے یا کسی کے لئے کنویں سے  
بھرا اور کنویں کی حد سے باہر نکال لیا یا اس کے پاس برتن میں اپنی ملک پانی اس کنویں سے جدا تھا  
اور وہ خود اس نے بخوشی یا بکھر کنویں میں ڈال دیا یا کسی اور نے اس کی اجازت سے خواہ بے اجازت  
کنویں میں الٹ دیا غرض کسی طرح نابالغ کی ملک پانی کنویں میں لی گیا تو اب جب تک اس میں وہ  
پانی رہے گا اس بچہ کے سوا کوئی کسی طرح اس کا پانی استعمال نہیں کر سکتا، اُس میں بچہ کی ملک  
ملی ہوئی ہے اس کے ہیہ یا مباح کر دینے کا کسی کو اختیار نہیں، نہ اس کی بیع ممکن کہ بیع میں تسلیم  
پر قدرت شرط ہے اور اس پر قبضہ دلانا ممکن نہیں۔ اشباہ میں ہے:

ملا الصبی کو نما من حوض ثم صبه فيه  
لم يحل لاحد ان يشرب منه  
نابالغ بچے نے حوض سے کوزہ بھرا پھر اسی میں  
اندھیل دیا تو کسی کے لئے حلال نہیں کہ  
اس سے پانی پئے۔ (ت)

اس کا چارہ کاریہ ہے کہ جتنا پانی اس نے کنویں میں ڈالا اتنا یا اس سے زائد بھر کر  
اُس نابالغ کو دے دیا جائے یا وہ خود بھر لے اس کے بعد باقی پانی مباح ہو جائے گا کا حقیقتہ  
علیٰ ہا مش الغنیۃ (جیسا کہ غنیہ کے حاشیے میں ہم نے اس کی تحقیق کر دی ہے۔ ت) والله  
تعالیٰ اعلم۔

(۲) کنویں کی من سے جب پانی باہر نکلتا ہے بھرنے والے کی ملک ہو جاتا ہے، نابالغ  
کی ملک میں کسی کو تصرف کا اختیار نہیں، ہاں ماں باپ کے فقیر ہوں بقدر حاجت تصرف کر سکتے ہیں، یہ  
کلیہ ہے جو چیز نابالغ کی ملک ہو خواہ خرید کی ہوئی یا کسی طرح کی لائی ہوئی اس میں فقیر والدین کے  
سوا کوئی تصرف نہیں کر سکتا اور اس کی ملک نہ ہو تو مالک کی اجازت سے تصرف ہو سکتا ہے۔  
فی غمزا العیون عن شرح المجموع غزانیوں میں بحوالہ ذخیرہ شرح الجمع سے

عن الذخيرة اذا جاء صبي بالكوثر من ماء مباح لا يحل لابويه ان يشربا منه اذا كانا غنيين لان الماء صاغر مملو كاله ولا يحل لهما الا كل من ماله بغير حاجة - والله تعالى اعلم -

منقول ہے اگر بچہ مباح پانی سے کوثرہ پھر لائے تو اس بچے کے والدین یا باپ کے لئے حلال نہیں کہ وہ اس کو ترے سے پانی پیئیں کیونکہ وہ پانی اس بچے کی ملکیت ہو گیا اور ماں باپ کو حاجت کے بغیر بچے کا مال کھانا حلال نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۴ از شہر کہند قاضی ٹولہ مرسلہ قاضی محمد عیوض صاحب ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ لادلد نے بحالت مرض سوروپے زید کے پاس امانت جمع کئے اور وصیت کی کہ تندرست ہو گئی تو یہ روپیہ لے کر حج کو جاؤں گی اور اگر مر گئی تو تم کو اختیار ہے کہ کسی کارِ خیر میں صرف کر دینا اس میں سے میرے کسی رشتہ دار کو ایک جہز نہ دیا جائے، دوبارہ اس ماہ کے بعد سوروپے اور زید کے پاس جمع کئے اور وصیت کی کہ یہ رقم دوبارہ جمع شدہ بعد میرے مرنے کے تجہیز و تکفین اور ایک سال تک میری فاتحہ و رو میں خرچ ہوں اور رقم سالی جس کی وصیت کر چکی ہوں اس کارِ خیر میں اٹھائی جائے اب وصیت سے ایک ماہ بعد مسماۃ کا انتقال ہو گیا للہ اس کی تجہیز و تکفین فاتحہ میں صرف ہوئے جس کو ابھی سال نہ ہوا ماسے باقی ہیں اور پہلی رقم بجنسہ موجود ہے کل ماسے باقی ہیں ہندہ کی ایک ہمشیرہ حقیقی دوسری بھتیجی جس کا باپ بیس سال سے مفقود الخیر ہے اور ایک ہندہ کے شوہر ثانی کی لڑکی ہے وہ ہندہ کی دختر نہیں اب کس طرح تقسیم ہو؟ یسوا تو جو دار۔

### الجواب

ہندہ کی بہن کے بیان سے واضح ہوا کہ ہندہ نے ان روپوں کے سوا اتنی چیزیں اور چھوڑیں چوڑیاں (ص)، توڑا (ص)، بالی پتے (ص)، کڑے (ص)، پانچ برتن و زنی ٹخنیاں سویرے ان میں چوڑیاں اپنی موت سے اٹھ دن پہلے اپنے جیلڈ کی فواسی کو دے دیں اور توڑے اور بالی پتوں کی بھی اسی کے لئے وصیت کی، کڑوں اور برتنوں میں کوئی وصیت نہ کی، اس کی تجہیز و تکفین میں بیس روپے اٹھے اور چالیس روپے کے کھانے پکوانے کو صرف مساکین دئے ہندہ کا؛ فی جس وقت مفقود ہوا اس کی عمر چالیس سال تھی اور ہندہ پر کوئی قرض نہیں بر تقدیر صدق جملہ بیانات مذکور بیس روپے کہ

تہیز تکفین میں صرف ہوئے وہ تو حاجتِ اصلہ میں اُنٹے شامل وصایا نہیں، وصیت گویا ان روپوں میں ایک سواستی کی ہے اور پندرہ کی اس فراسی کے لئے کل وصیت ایک سو پچانوے کی ہے اور جملہ متروکہ دو سو آٹھ روپے، اس کی تہائی انتہر روپے پانچ آٹے چار پائی، یہاں تک بے اجازت ورثہ نافذ ہوگی اور ثلث جب وصایا پرنگی کرے تو اس کا قاعدہ یہ ہے کہ جو وصیت ثلث کو مجموعہ وصایا سے ہے اُسی نسبت سے ہر وصیت نفاذ پائے گی مثلاً ثلث اگر مجموعہ وصایا کا نصف ہے تو ہر وصیت اپنے نصف میں نافذ ہوگی اور تہائی تو تہائی، و علیٰ ہذا القیاس۔ غایۃ البیان میں شرح الطحاوی للامام الاسیجیابی سے ہے:

الوجه فی ذلک ان تجمع الوصایا کلہا وینظر الیہا والی الثلث والی نقصانہ من الوصایا فان کان النقصان مثل نصف الوصایا ینقص من کل وصیۃ نصفہا وان کان النقصان مثل ثلثہا ینقص من کل وصیۃ ثلثہا نحو ما اذا بلغت الوصایا الف درہم لاحدہم مائۃ وللآخر مائتان وللآخر ثلثمائۃ وللآخر اربعمائۃ وثلث مالہ خمس مائۃ فالنقصان من خمس مائۃ الی مبلغ الوصایا مثل نصفہا خمس مائۃ فینقص من کل وصیۃ نصفہا لصاحب المائۃ خمس مائۃ و لصاحب المئتين مائۃ و علیٰ

اس میں توجہ یہ ہے تمام وصیتوں کو جمع کر کے ان وصیتوں اور میت کے مال کی ایک تہائی کو دیکھا جائے گا کہ وہ تہائی مال وصیتوں کے مجموعہ سے کتنا کم ہے اگر وہ کمی وصیتوں کے نصف کے برابر ہے تو ہر وصیت سے اس کا نصف کم کر دیا جائے گا، اور اگر کمی وصیتوں کے مجموعہ کی تہائی کے برابر ہے تو ہر وصیت میں سے اس وصیت کا تیسرا حصہ کم کر دیا جائیگا جیسے کسی شخص نے مجموعی طور پر ہزار درہموں کی وصیت کی یعنی ایک شخص کے لئے سو درہم، دوسرے کے لئے دو سو درہم، ایک اور شخص کے لئے تین سو درہم، اور مزید ایک شخص کیلئے چار سو درہم کی وصیت کی جبکہ اس کے مال کا تہائی حصہ پانچ سو درہم ہے، تو اس طرح وصیتوں کے مجموعہ سے کمی نصف کے برابر ہوئی یعنی پانچ سو درہم کم ہیں چنانچہ ہر وصیت میں سے نصف کم کر دیا جائے گا یعنی سو کی وصیت والے کو پچاس اور دو سو والے کو سو درہم دیں گے اور اسی پر دیگر کو قیاس



هذا القياس -

کرو - (ت)

اقول (میں کہتا ہوں - ت) یا یوں کریں کہ ہر وصیت کو جو نسبت مجموعہ وصایا سے ہے ہر ایک کے لئے اتنا ہی حصہ ثلث سے دیں جو وصیت مجموعہ وصایا کی نصف ہو اس کے لئے ثلث کا نصف دیں اور جو ربع ہو اس کے لئے ربع، و قس علیہ، دونوں طریقوں کا حاصل ایک ہے اگر ثلث کا حصہ دریافت کرنا ہو کہ اس میں سے فلاں وصیت کو کیا ملے گا تو یہ طریقہ کہ فقیر نے ذکر کیا عمل میں لائیں، اور اگر وصیت کسی عین مثلاً گنے یا برتن یا مکان وغیرہ کی ہے اور معلوم کرنا چاہیں کہ اس عین کا کتنا حصہ دیا جائے گا تو وہ پہلا طریقہ برتن مثلاً پہلے طریقہ پر جو نسبت لے کر کو مائع یا دوسواٹھ کو پانچ سو پچاسی بلکہ سولہ کو پچاس لیس سے ہے اسی نسبت پر ہر وصیت دی جائے گی یعنی ہر وصیت سے  $\frac{1}{5}$  نافذ کریں گے، چوڑیاں اور توڑا اور بالی پتے ہر ایک سے اتنا ہی حصہ جھٹھ کی نو اسی کا ہے اور ہر ایک سے  $\frac{2}{5}$  وارثوں کا، اگر ان تینوں چیزوں کی قیمت  $\frac{1}{5}$  ہے تو ان میں سے وصیت کا حصہ پانچ روپیہ پانچ آنے چار پائی ہوگی، اور دوسرے طریقہ پر جبکہ ان کی قیمت  $\frac{1}{5}$  ہے اور مجموعہ وصایا ۱۹۵ تو یہ وصیت اس مجموعہ کا تیرھواں حصہ ہوتی تو ثلث یعنی لے کر  $\frac{1}{3}$  پائی کا تیرھواں حصہ اس کا نصیب ہوگا جس کے وہی حصہ  $\frac{1}{3}$  پائی ہوئے

یوں ہی دونوں حسابوں پر کارخیر کے لئے سو روپوں کی وصیت تھی اُس کا حصہ پینتیس روپے پونے نو آنے ایک صحیح دو تہائی پائی جسے  $\frac{1}{2}$  پائی آئے گا اور فاتحہ کی وصیت اسی روپے میں رہی تھی اس کا حصہ اٹھائیس روپے سات آنے ایک صحیح ایک تہائی پائی جسے  $\frac{1}{3}$  پائی فاتحہ میں اس کے حصہ سے زائد اٹھائیے مگر فاتحہ بھی جبکہ صرف مساکین پر صرف کی گئی کارخیر ہے اور مجموعہ ان دونوں وصیتوں کے حصول کا جو کارخیر فاتحہ کے لئے تھیں چونتیس روپے ہوئے اُن میں سے چوالیس اٹھ گئے اور اس نے سال بھر میں اٹھانے کو کہا تھا وہ سال سے پہلے ہی اٹھا دئے اس میں بھی کچھ عرج نہ ہوا بلکہ حبلہ ہی ہی بہتر تھی،

فی الہندیۃ عن الخانیۃ عن	ہندیہ میں بحوالہ جامع وغانیہ سے منقول ہے
الجامع اذا وصی بثلث	اگر کسی نے اپنا مال مسکینوں کو دینے کی
مثالہ للمساکین یتصدق منه	وصیت کی اس طور پر کہ ہر سال اسکے تہائی مال

کل سنة ثمانية دراهم او قال اوصيت  
بان يتصدق من ثلثي كل سنة  
مائة درهم فالوصي يتصدق بجميع  
الثلث في السنة لا ولي ولا يوزع على  
السنة

سے ہر سال سو درہم صدقہ کئے جائیں، تو اس صورت میں وصی پورے تہائی مال کو پہلے ہی سال صدقہ  
کر دے اور اس کو سالوں پر تقسیم نہ کرے۔ (د ت)

تواب فقط بیس روپے کا رخیہ میں اور خرچ کر دیں اور اتنا حصہ چڑیوں، توڑے، بالی پتوں کا  
یعنی ہر ایک میں سے  $\frac{1}{16}$  اس وصیت کا حصہ ہوا باقی ان تین گھنوں میں ہر ایک کا  $\frac{2}{9}$  اور کرے اور  
برتن پورے اور ایک سو سو روپے۔ یہ سب حق ورثہ رہے، بھتیجی یا شوہر شافی کی لڑکی تو اصل وارث نہیں  
صرف بہن وارث ہے اور وہ مفقود الخیر بھائی، لہذا وہ جسے ہندہ نے امین و وصی کیا تھا بیس روپے  
کا رخیہ میں خرچ کرے، بہن اور جیٹھ کی نو اسی تقسیم چاہیں تو ان تینوں گھنوں کے  $\frac{1}{16}$  جیٹھ کی نو اسی کو  
دے دے اور ان کے  $\frac{1}{16}$  اور کرے اور برتن اور ۱۱۶ روپے سب میں سے ایک تہائی بہن کو دے دے  
اور ہر ایک کی دو تہائی بھائی کے لئے اٹھار کے یہاں تک کہ اس مفقود کی عمر سے ستر برس گزر جائیں  
اگر یہ صحیح ہے کہ چالیس برس کی عمر میں مفقود ہوا تھا اور مفقود ہوئے بیس برس گزرے تو دس برس اور  
انتظار کریں اگر اس دس برس میں وہ زندہ ظاہر ہو تو یہ دو تہائی اسے دے دیں، اور اگر معلوم ہو کہ  
وہ ہندہ کے بعد مر گیا تو یہ دو تہائی اس کی بیٹی وغیرہ اس کے ورثہ کو دے دیں جو مفقود کی موت کے وقت  
اس کے وارث تھے، اگر یہی بہن بیٹی اس کے وارث تھے تو ان دو تہائی کا نصف مفقود کی بیٹی کو دیں  
اور نصف بہن کو، اور اگر معلوم ہو کہ وہ ہندہ سے پہلے مر گیا یا اس کی عمر سے ستر برس گزر جائیں اور اس کی  
موت حیات کا کچھ حال نہ معلوم ہو تو یہ دو تہائی بھی ہندہ کی بہن ہی کو دے دیں۔ ادب الاوصیاء میں ہے،  
ذكر في الذخيرة والخانية والخلصة  
والحافظية أن قسمة الأب و  
وصيه ولو بمراتب حاشزة على  
ذخيره، خانيه، خلاصه اور حافظية میں مذکور ہے  
کہ باپ اور وصی کی تقسیم نابالغ پر ہر شئی میں  
جائز ہے اگرچہ کئی مرحلوں میں ہو جب تک کہ

غبنِ فاحش کے ساتھ نہ ہو یونہی جہِ صحیح اور اس کے وصی کی تقسیم جبکہ باپ اور اس کا وصی نہ ہو۔ اسی طرح مذکورہ بالا حضرات کی تقسیم بالغ غائب پر اس کی منقولہ جائیداد میں جائز ہے یونہی ماں کے وصی کی تقسیم اس حصہ میں جو نابالغ کو ماں کی طرف سے ملا۔ یہی حکم چچا، اس کے بیٹے، بھائی اور اس کے بیٹے کے وصی کی تقسیم کا ہوگا جب کہ وہ تقسیم ترکہ موصی کے سامان میں جاری ہو اور وہاں ان سے اقویٰ کوئی وصی موجود نہ ہو (اختصار)۔ (ت)

اگر وہ وارث یا بیع ہوں تمام یا بعض غائب ہوں  
اور وصی حاضرین کی رضا مندی سے ان میں میراث  
تقسیم کر دے اور جو غائب ہیں ان کے حصے  
روک لے تو یہ تقسیم جائز ہوگی۔ (ت)

جامع الصغیر میں ہے کہ جب وصی اس شخص کے لئے ثلث مال کا مقاسمہ کر لے جس کے لئے وصیت کی گئی پھر اگر تمام ورثہ نابالغ ہیں یا تمام غائب ہیں تو اس نے مقاسمہ کر کے تنہائی مال وصیت والے کو دے دیا اور دو تہائی وارثوں کے لئے روک لیا تو اس کا مقاسمہ جائز ہے۔

اُسی میں ہے :  
 فی جامع الصغیر اذا قاسم (ای  
 الوسی) للموصی له بالثلث فان  
 كانت الورثة صغیرا کلهم او  
 غائبین فقا سمہ واعطاه الثلث  
 وامسک الثلثین للورثة  
 حیار مقاسمتہ وان کان

بعضہم صغاراً او غائباً تجوز مقاسمۃ الوصى فیما سوى عقار الغائبین اما لو قاسم للورثة علی الموصی له بان کان الموصی له هو الغائب و امسک له الثلث لم تجز مقاسمته و مثله فی الولو الجیۃ و استدلال بان الوصى قائم مقام الموصی و الورثة خلف عن الموصی فكانت الوصى قائماً مقام الورثة فتصح مقاسمته للموصی له عن الورثة و الموصی له لیس بخلف عن الموصی فلا یقوم الوصى مقامه فلا تجوز مقاسمته للورثة عن الموصی له و هذا معنی ما فی الجامع الصغیر و الهدایۃ و السراجیۃ و الخلاصۃ و المنیۃ و الغنیۃ و البنیۃ و غیرہا <sup>آلہ مختصراً</sup>

اور اگر ان میں سے بعض نابالغ یا غائب ہیں تو وصی کا مقاسمہ غائب وارثوں کی غیر منقول جائیداد کے ماسوا میں جائز ہوگا، اور اگر اس نے وارثوں کے لئے وصیت والے شخص پر مقاسمہ کیا یا اس صورت کہ وہ وصیت والا شخص غائب تھا اور وصی نے اس کے لئے تہائی مال روک لیا تو اس کا مقاسمہ جائز نہیں، اور اسی کی مثل ولو الجیۃ میں ہے، اور استدلال یوں کیا گیا ہے کہ وصی موصی کے قائم مقام ہے اور ورثہ موصی کے پسماندگان ہیں تو گویا وصی وارثوں کے قائم مقام ہو گیا لہذا وصیت والے شخص کے لئے اس کا وارثوں سے مقاسمہ کرنا صحیح ہے، اور وصیت والا شخص موصی کا جائز نہیں لہذا وصی اس کے قائم مقام نہیں ہوگا تو وصیت والے شخص سے وارثوں کے لئے اس کا مقاسمہ جائز نہیں

ہوگا، اور یہی معنی ہے اس کا جو کچھ جامع صغیر، ہدایہ، سراجیہ، خلاصہ، منیۃ، غنیۃ اور بنیۃ وغیرہ میں ہے الخ (اختصاراً) - (ت)

مسئلہ ۱۵۵ از مجلس ضلع رائے بریلی محلہ غوریانہ خورو مرسلہ عبد الحمید صاحب معرفت حافظ علی بخش صاحب ساکن بریلی محلہ بہاری پور ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مرحومہ نے اپنے دم واپس اپنے زیورات کے بارہ میں یہ وصیت کی کہ اس کو فروخت کر کے میرے نام کا ایک چاہ بنوایا جائے کہ جس میں مجھے کو ثواب ملے لیکن یہاں جامع مسجد میں جب کثرت نمازیوں کی ہوتی ہے تو صحن مسجد میں بھی دو ایک صفیں نمازیوں کی ہو جایا کرتی ہیں ایام گرما میں بوجہ تمازت آفتاب زمین بھی نہایت گرم رہتی ہے اور اوپر کی دھوپ اور بھی ان نمازیوں کے لئے جو صحن میں ہوتے ہیں

لے آداب الادبیۃ علی ہاشم جامع الفصولین فصل فی القسمۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۵۶-۲۵۶



باعث تکلیف ہوتی ہے پس ایسی صورت میں اگر مرحوم کی وصیت کو نہ خیال کیا جائے اور بجائے تعمیر چاہ کے صحن مسجد میں ایک سائبان ٹین کا تعمیر کرایا جائے کہ جس سے نمازیوں کو آرام ملے تو وصیت مرحوم کی وجہ سے کسی قسم کا نقص شریعت کی رو سے تو نہیں ہے کیونکہ مرحوم کی وصیت چاہ کے بارے میں ہوئی ہے۔ بینوا تو جبروا۔

## الجواب

وصیت میں ایسی تبدیلی جائز نہیں،

لان حفرة البئر قربہ مقصودہ فلا تغیر  
كما حققناه في ما على رد المحتار  
علقناه - والله تعالى اعلم۔

اس لئے کہ کنواں کھودنا قربت مقصودہ ہے  
لہذا اسے غیرت بدلنا جائیگا جیسا کہ ہم نے اس کی  
تحقیق رد المحتار پر اپنی تعلیق میں کر دی ہے۔  
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از سبلی بھیت مرسلہ مولوی عبدالرب صاحب ساکن درتیس برہ  
۱۶ شعبان المعظم ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی کل جائداد اپنے بیٹے عمرو کے نام  
ہبہ کر دی اور قرضہ تام کر دیا بعد کو عمرو کا انتقال ہو گیا اور عمرو نے دو لڑکے نابالغ اور ایک لڑکی  
نابالغہ اور ایک زوہرہ اور والدین چھوڑے، ان میں سے ہر ایک کو موافق فرائض کے حصص پہنچے اور  
کاغذات مال میں عملدرآمد ہو گیا، اس کے بعد لڑکی کا بھی انتقال ہو گیا اس نے ایک دادا اور دادی  
اور ایک دختر اور شوہر چھوڑے ان کو اس کی جائداد سے حصص شرعی پہنچے اور کاغذات مال میں تکمیل  
ہو گئی لیکن چونکہ اس گھر میں ذکور میں سے عاقل و بالغ کوئی سوائے زید کے نہ رہا لہذا زید ہی سب کی  
طرف سے کل حصص کا کارکن و منتظم رہا بالغان کی طرف سے باجائز اور نابالغان کی طرف سے بولایت  
اور کسی کا حساب و روپیہ اپنی حیات بھر علیحدہ نہ کیا اور نہ کسی کی آمدنی اس کے قبضہ میں دی بلکہ اپنی او  
سب کی آمدنی مخلوط اپنے ہی پاس رکھی اور جہاں چاہا محض اپنی رائے سے اس مشترک آمدنی سے  
صرف کرتا رہا یعنی سب شرکار کے ضروری اخراجات علاوہ خیرات و میراث مثل بنارس مسجد و چاہ و پل  
اور جائداد خرید کر وقف کرنا اور روپیہ غریباً عرب و عجم کو تقسیم کرنا اور حج کے واسطے ضرورت سے زائد  
ہمراہ لے جانا اور اپنے دوست و احباب و رعایا کو قرض اتنا دینا جس کی امید وصول نہیں اور ان  
امور میں سے کچھ نہ کسی شریک بالغ یا نابالغ کی اجازت سے تھا اور نہ ان میں کوئی راضی تھا بلکہ نابالغوں

نے بعد بلوغ اور بالغان نے جب یہ حالت دیکھی تو ان کو شاق گزرا مگر چونکہ زید سب کا بزرگ اور ذی عیب  
 شخص تھا اس واسطے کوئی اس سے تاحین حیات نہ اپنا حساب اور نہ اپنی آمدنی طلب کر سکا اور  
 نہ اپنا حصہ اس کے قبضہ سے نکال کر خود قابض ہو سکا البتہ زید نے اول حصہ جائیداد کا جو ترکہ پسر سے  
 اس کو پہنچا تھا ہر دو نبیرگان کے نام بیع کر کے امین باز زرمن یہ الفاظ تحریر کر کے کل زرمن ہم نے  
 بوجہ محبت قسملی مشترکان کو بخش دیا اور دوسری حصہ جائیداد کا جو ترکہ دختر پسر سے پہنچا تھا دونوں نبیروں  
 کے نام بیعنامہ لکھا اور اس میں یہ لکھا کہ زرمن تمام و کمال وصول پایا زید نے اس کے بعد اس مشترکہ  
 آمدنی سے اپنے نام سے خرید کی اور زید کا ایک مکان بھی ذاتی تھا اس نے اس جائیداد اور مکان کا  
 بیعنامہ بھی نبیرگان مذکور کے نام کر دیا اور اس میں بھی کل زرمن کی وصولیائی تحریر کر دی مگر یہ دونوں  
 وصولیائیاں فرضی تھیں اور اس سے بھی زرمن کا معاف کرنا مقصود تھا پہلے اور دوسرے بیعنامہ کے  
 وقت ایک نبیرہ بالغ اور دوسرا نابالغ تھا اور تیسرے بیعنامے کے وقت دونوں بالغ تھے ان بیعناموں  
 میں کسی سے قبل زبانی کوئی بیع نہ ہوتی تھی نہ کسی طرف سے کوئی ایجاب یا قبول ہوا سوائے اس کے کہ  
 زید نے تحریر بیعنامہ سے پہلے اپنے مکان پر نبیروں سے کہا ہم چہرا غ سحر ہی میں ہم چاہتے ہیں کہ اپنی جائیداد  
 تم دونوں کے نام نصف نصف کر دیں کہ ہمارے بعد بھگوانہ ہو۔ نبیروں نے کہا بہت اچھا۔ اس کے بعد  
 شہر جا کر انھوں نے یہ بیعنامے تحریر کر دیئے اور اس کی تکمیل کو نبیروں نے قبول رکھا اور جس قدر زرمن  
 بیعناموں میں لکھا گیا کسی وقت وہ اس مال کی قدر نہ تھا جو زید اول مصارف بالائی میں بلا رضا و اجازت  
 نبیرگان صرف کرتا رہا وہ مال زرمن سے ہمیشہ زائد تھا اب زید کا انتقال ہو گیا اس نے آمدنی مشترکہ  
 سے کچھ زرفقہ اور اثاث البیت چھوڑا اور کچھ اپنا ذاتی روپیہ چھوڑا اور اشخاص مذکورین مشارکین المحصص  
 میں سے یہ یہ ورثہ چھوڑے دو نبیرگان ایک زوجہ علاوہ ازیں ایک زوجہ مع دختر اپنی چھوڑی کہ مذکورین  
 سابق سے نہ تھی، اب امر دریافت طلب یہ ہے کہ اس جائیداد کا زید منظم و کارکن تھا اور زید نے  
 بلا رضا مندی مالکان تصرفات مذکورہ بالا کئے وہ زید پر قرضہ ہو گا یا نہیں؟ در صورت قرضہ قرار پانے  
 جو زرفقہ ملک زید تھا وہ قرضہ میں دیا جائے گا یا ترک تقسیم ہو گا اور جو جائیداد زید نے اپنے نبیرگان  
 کے نام بیعنامہ بصورت مختلف مذکورہ بالا بیع کی وہ یا زرمن معاف شدہ قرضہ میں مجرا ہو گا یا نہیں؟  
 اور مشترکہ روپیہ اور اثاث البیت کس طرح تقسیم ہو گا؟ بیضا تو جروا۔

### الجواب

صورت مستفسرہ میں مال مشترک سے جس قدر روپیہ زید نے خیرات و مبرات مذکورہ میں

صرف کیا اس میں سے حصہ نابالغ کا تاوان اس پر لازم ہونا تو ظاہر ہے لانه لا يملك التسبوع  
بمالهم (اس لئے کہ وہ نابالغوں کے مال میں تصرف کا مالک نہیں۔ ت) یونہی قرض مذکورہ کہ وہ  
بھی تبرع ہے۔ ادب الاوصیاء میں عمدہ و ولوالحیہ و قنیہ و خلاصہ سے ہے؛

لا یقرض الاب ولا وصیہ مال باپ اور وصی یتیم کے مال کو قرض پر نہیں  
الیتیم لے دے سکتے۔ (ت)

یوں ہی جبکہ بالغوں کی بھی رضا و اجازت نہ تھی تو ان کا بھی تاوان زید پر عائد اگرچہ انھوں نے زید  
کو صرف کرتے دیکھا اور اس کے رب سے کچھ نہ کہہ سکے۔ اشباہ میں ہے؛

لو رأی غیرہ ی تلف ماله فسکت لایکون اگر کوئی شخص کسی کو اپنا مال برباد کرتے دیکھ کر  
اذنابا تلافی لے چپ رہا تو یہ اس کی طرف سے برباد کرنے کی  
اجازت نہیں ہوگی۔ (ت)

ظاہر ہے کہ زرقہ یا جو ترکہ زید نے چھوڑا اس سے ادا کے دیون تقسیم ترکہ پر مقدم ہے اور یہ  
تاوان بھی زید پر دین ہیں تو سب تک ادا نہ ہو سکیں ورنہ زید کو ترکہ نہ پہنچے گا جائداد کہ زید نے  
اپنے نام خریدی اسی کی ملک ہوئی اگرچہ اس کی قیمت زید مشترک سے ادا کی اس سے شرکار کا حباد  
خرید کردہ میں حصہ نہیں ہو جاتا ہاں فریض کہ مال مشترک سے دیا ہے ہر شریک کا اس میں جتنا حصہ تھا  
اُس نے کا تاوان زید پر آیا کہ یہ بھی اگلے تاوانوں میں شامل ہوگا۔ رد المحتار میں ہے؛

ما اشتراه احدہم لنفسہ یکون له شرکار میں سے اگر کسی نے کوئی چیز اپنی ذات  
ولیفمن حصۃ شرکائہ من ثمنہ کے لئے خریدی تو وہ اُسی کی ہوگی اور وہ ثمن  
اذا دفعه من المال المشترك لیکے میں سے دیگر شرکار کے حصوں کا ضامن ہوگا  
جبکہ اُس نے ادائیگی مال مشترک سے کی ہو (ت)

تو ظاہر ہو کہ تینوں بیعنا صحیح ہوئے ہر ایک میں زید نے اپنی ہی ملک نبیران کے نام بیع کی  
اور نبیرے اُن سب بیعوں کے مالک ہو گئے۔

لے آداب الاوصیاء علی ہامش جامع الفضلین فصل فی القرض اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۴۲/۲  
لے الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الثانیۃ عشر ادارة القرآن کراچی ۱۸۵/۱  
لے رد المحتار کتاب الشریکۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۳۸/۳

بہا، دونوں بیعوں میں اگرچہ تفریق صفتہ لازم ہے  
کیونکہ جن دو اشیاؤں کے نام بیع کی گئی ان میں سے  
ایک نابالغ ہے، پھر اس نابالغ کے حق میں  
بیع فقط ایجاب سے ہوئی اور دوسرا چونکہ بالغ  
ہے لہذا اس کے حق میں بیع اس کے قبول کرنے  
پر موقوف ہوگئی لیکن صفتہ میں یہ تفریق بالغ پر  
لازم نہیں آئی بلکہ اس کی طرف سے لازم آئی  
چنانچہ یہ نقصان دہ نہیں۔ اس لئے کہ مانعت  
تو اس کے حق کی وجہ سے تھی جب وہ اس پر  
راضی ہے تو کوئی حرج نہیں جیسے کسی نے گندم کا  
ڈھیر بچا کہ ہر بوری ایک درہم کی ہے تو یہ بیع  
ایک بوری میں جائز ہوگئی اور چونکہ مشتری پر  
صفتہ کا متفرق ہونا لازم آیا ہے لہذا اس کو  
اختیار ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے بالغ کو اختیار نہیں ملے گا اگرچہ اس پر بھی صفتہ کا متفرق ہونا لازم آیا ہے  
کیونکہ یہ متفرق ہونا اس کی طرف سے لازم آیا ہے تو اس طرح وہ اس پر راضی ہوا، جیسا کہ ہدایہ  
میں ہے۔ (ت)

والبیان الاولان وان لزم فیہما تفریق  
الصفقة لان احدا المبیع منہما کانت  
صغیرا ثم البیع فی حقہ بمجرد  
الایجاب والاخر بالغاً تاخر فی  
حقہ الی قبولہ لکنہ لیس تفریقاً  
علی البائع بل منہ فلا یضر لانه  
انما کان یمنع لحقہ فاذا رضی بہ  
فلا حرج کما باع صبرة طعام  
کل فقیز بدہم جائز البیع فی  
فقیز واحد وللمشتري الخيار لتفرق  
الصفقة علیہ کما فی الہدایۃ لا للبائع  
وان تفرقت علیہ ایضاً لان التفرق جاء  
منہ فیکون راضیاً بہ کما فی البینایۃ  
اختیار ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے بالغ کو اختیار نہیں ملے گا اگرچہ اس پر بھی صفتہ کا متفرق ہونا لازم آیا ہے  
کیونکہ یہ متفرق ہونا اس کی طرف سے لازم آیا ہے تو اس طرح وہ اس پر راضی ہوا، جیسا کہ ہدایہ  
میں ہے۔ (ت)

تو یہ جائز ادیس اس تناوان کی زیر پا نہیں ہو سکتیں۔ رہے ان کے زر ثمن پچھلے دونوں بیعنامے  
جن میں زر ثمن کا فرضی وصول لکھ دیا ان کا مطالبہ بلیروں پر سے ساقط نہ ہوا اگرچہ اس سے مقصود  
یہی ہو کہ زر ثمن مشتریوں کو معاف ہو جائے کہ شرع میں دربارہ عقود و معاملات معافی الفاظ پر  
نظر ہے، نہ مقاصد و اغراض پر، ورنہ حیل شرعیہ یکسر باطل ہو جائیں وقد حققنا فی  
کاسر السفیہ الواہم (اور اس کی تحقیق ہم نے رسالہ کاسر السفیہ الواہم میں  
کے دی ہے۔ یہاں لفظ اقرار وصول ہے اور وہ نہ مہید ہے نہ ابرا بلکہ ایک غلط خبر تو مجرد



نیت سے دین ساقط نہ ہو جائے گا اقرار کاذب و دیانہ تو باطل و محض بے اثر ہے اور قضاء بھی جبکہ اس کا راضی ہونا ثابت ہو گیا کہ یہاں ہے کہ خود نبیوں کو اس کے فرضی ہونے کا اقرار ہے بلکہ یہاں جبکہ زید پر نبیوں کا مطالبہ تاوان حقیقتہً موجود تھا تو اقرار وصول کو فرضی ٹھہرانے کی بھی کوئی وجہ نہیں کہ اپنا مطالبہ ثمن اُن کے مطالبہ تاوان کی مجرائی سے وصول پانا مراد ہو سکتا ہے اور منہی صحیح و صادق بنتے ہوئے اقرار غلط و کاذب پر محمول نہ کرینگے ہاں پہلا بیعنا مرہ جس میں ہبہ ثمن لکھا ہے یہ ہبہ نبیرہ نابالغ کے لئے صحیح ہو گیا اور بالغ کے حق میں صحیح نہیں کہ باپ یا دادا جب اپنے نابالغ بچہ کے نام بیع کریں تو بیع کتے ہی بیع تمام ہو جاتی ہے اور یہی ایک لفظ ایجاب قبول دونوں فترار پاتا ہے۔ درمختار میں ہے :

وینعقد ایضاً بلفظ واحد کما فی بیع القاضی والوصی والاب من طفله و شرائه منه فانه لو فوراً شفقتہ جعلت عبارتہ کعبارة ثین لہ

۱۳۱۲ الفعا دایک ہی لفظ کے ساتھ بھی ہو جاتا ہے جیسے کہ قاضی اور وصی کی بیع۔ اور باپ کی بیع و شرار اپنے نابالغ بیٹے کے لئے، اس لئے کہ کمال شفقت کی وجہ سے اس کی عبارت دو عبارتوں کی طرح بنا دی گئی ہے۔ (د ت)

ادب الادویا میں ہے :

فی شرح الطحاوی الجبد الصحیح کالاب فی ذلک یعنی عند عد مہ

شرح طحاوی میں ہے کہ اس مسئلہ میں جدید بھی باپ کی طرح ہے یعنی باپ کی عدم موجودگی میں۔ (د ت)

اور شک نہیں کہ بیعناموں میں پہلے شئی کی بیع کرنا لکھا جاتا ہے اس کے بعد ثمن ہبہ کرنا تو یہ ہبہ حق نابالغ میں بعد تمامی بیع واقع ہوا اور صحیح ہو گیا تو اس بیعنامہ کے نصف ثمن کو جو نبیرہ نابالغ کے لئے ہبہ ہوا اس نابالغ کے آتے ہوئے تاوانوں میں مجرائہ کریں گے کہ ہبہ تملیک بلا عوض ہے اور مجرا ہونا معاوضہ تو خلاف تصریح زید اسے معاوضہ نہیں کہہ سکتے۔ عالمگیری میں ہے :

من علیہ الدین اذا وهب مالا جس شخص پر قرض ہو اگر وہ کچھ مال قرض کے

من سرب الدين يملكه سرب الدين  
بالهبة لا بالدين كذا في المحيط۔

مالک کو بطور ہبہ دے دے تو وہ بطور ہبہ اس کا مالک بن جائے گا نہ کہ بطور قرض کی وصولی کے۔

محیط میں یوں نہیں ہے۔ (ت)

مگر نصف ثمن کہ دوسرے نمبرۃ نابالغ کو ہبہ کیا یہ ہبہ باطل ہوا کہ حسب تصریح مسائل یہاں کوئی بیع پہلے نہ ہوئی تھی یہی بیعنامہ ایجاب بیع تھا اور اس میں ہبہ ثمن لکھا گیا اور حق بالغ میں نفس ایجاب سے بیع تمام نہ ہوئی اور ثمن واجب نہیں ہوتا جب تک بیع کے دونوں رکن ایجاب و قبول متحقق نہ ہوں تو یہ ہبہ اس وقت ہوا کہ ابھی ثمن اس نمبرۃ بالغ پر واجب ہی نہ ہوا تھا اور ہبہ قبل وجوب باطل ہے۔ فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے :

لو قال بعتك هذا الشيء بعشرة دراهم  
ووهبت لك العشرة ثم قبل المشتري  
البيع جاز البیع ولا یبرء المشتري  
عن الثمن لأن الثمن لا یجب الا بعد  
قبول البیع فاذا ابرأعت الثمن قبل  
القبول كان ابرأ قبل السبب فلا یصح

اگر کسی شخص نے کہا یہ شے میں نے تیرے ہاتھ

دس درہم کے عوض فروخت کر دی اور دس

درہم تجھے ہبہ کر دئے پھر مشتری نے قبول کر لیا

تو بیعت جائز ہو گئی اور مشتری ثمنوں سے بری

نہ ہو گا کیونکہ ثمن قبول بیع کے بعد واجب ہوتے ہیں

تو جب اس نے قبول سے پہلے ثمنوں سے مشتری

کو بری قرار دے دیا تو یہ بری کرنا سبب سے پہلے ہوا لہذا صحیح نہیں ہو گا۔ (ت)

مشترک روپے اور اثاث البیت سے اس زوجہ اور بنیران کے ذاتی حصے الگ کر لئے جائیں گے

جو اس میں شریک تھے اور جب کوئی ذریعہ تمیز نہ ہو تو زید اور یتیموں اس زرواثاث میں حصہ

مساوی شریک مانے جائیں گے،

کما هو حکم شركة الملك المنصوص

عليه في الخيرية وسد المختار وغيرهما۔

جیسا کہ شرکت ملک کا حکم ہے جس پر فتاویٰ

خیرہ اور رد المختار وغیرہ میں اس پر نص

کی گئی ہے۔ (ت)

(تو حاصل یہ ٹھہرا کہ) زوجہ اور دونوں نمبرۃ کے اس جائیداد میں شریک تھے جن کا کارکن زید تھا

ان تینوں کی آمدنیاں حساب کی جائیں پھر ہر ایک کا خرچ اس سے مقرر کیا جائے باقی کہ زید نے مصارف مذکورہ خیرات و مبرات و قرض مردہ و خریداری جائداد بنام خود میں صرف کر دیا اس حصہ میں حصہ رسد زوجہ اور ہر بنیہ کا تاوان زید پر آیا، اب زوجہ کا یہ تاوان تو پورا واجب الادا ہے اور دونوں بنیہوں کے تاوانوں سے ہر دو بیعنامہ اخیر کے زرگین مقرر دیئے جائیں اور بنیہ کہ وقت بیع اول بالغ تھا اس کے تاوان سے بیعنامہ اول کا نصف زرگین بھی ساقط کیا جائے جو جو باقی رہے وہ ان دونوں کا تاوان ہے، اب زید پر دونوں زوجہ سے جس جس کا جتنا مہر واجب الادا ہوا اور ان کے سوا اگر کوئی اور دین زید پر آتا ہو وہ سب ان تینوں تاوانوں کے ساتھ ملا کر یہ مجموعہ دین ترکہ زید سے حصہ رسد ادا کئے جائیں خواہ وہ اس کا ذاتی روپیہ ہو یا اس زرواثاث البیت مشترک کا حصہ اگر ان کے ادا سے کچھ نہ بچے کوئی وارث وراثت کچھ نہ پائے ورنہ باقی حسب شرائط فرائض سولہ سهام ہو کر ایک ایک سهم ہر زوجہ اور آٹھ سهم دختر اور تین تین ہر بنیہ کو ملیں گے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ مجید گنج مرسلہ محمد حسین ولد مولیٰ بخش ۲۰ شوال ۱۳۳۰ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے بھائی اور بہنوں کی جائداد بطریقہ جائزہ خرید کر اپنی زوجہ کے نام لکھا دی اب اس شخص کے دو بیٹے ہیں (ایک بیٹی بھی تھی جس کا انتقال ہو گیا اور اب اس کی جانب سے کوئی دعویٰ در نہیں مگر اس کا شوہر ہے آیا وہ شرعاً حقدار ہے یا نہیں) شخص مذکور نے اپنے انتقال سے پیشتر اپنے حصہ کی جائداد اور نیز نئی خرید کردہ جائداد جو بی بی کے نام لکھ دی تھی اپنے دونوں بیٹوں میں کسی طرح تقسیم نہ کی اب اس شخص کی بی بی نے ایک کاغذ بنوا کر باقی جائداد بھی بعوض مہر اپنے نام کرائی اور مشہور کر دیا کہ یہ کاغذ میرے خاوند کے سامنے لکھا ہوا ہے مگر یہ بات محلہ میں مشہور ہے کہ یہ کاغذ جعل سازی سے تیار کیا گیا ہے اور بات بھی یہی ہے اس شخص کے بڑے بیٹے نے اپنے والد کے حین حیات اس وجہ سے تنگ آ کر کہ ساس بہو میں اکثر لڑائی رہتی ہے اپنا مکان تبدیل کر لیا تھا اب والد کے انتقال پر جب وہ بالکل مختار ہو گئیں تو محلہ کی مستورات اور چھوٹے بیٹے کی لگائی بھائی سے ان کی بخش اور بڑھ گئی اور مرنے سے اچھڑا ہوا تمام جائداد اُسی چھوٹے بیٹے کے نام ہیہ کرادی، ہیہ سے چند روز پیشتر بڑے بیٹے نے تمام اہل برادری کو اپنی والدہ کے سامنے جمع کیا اور اپنی خطا ہوئی ہو اور جب نہ ہوئی ہو جب معاف کرائی اور انھوں نے معاف کی پھر بھی پندرہ بیس روز بعد انھوں نے تمام جائداد کا ہیہ نامہ چھوٹے بیٹے کے نام کر دیا میں دیوانی میں اپنے بھائی پر اپنے حصے کی نالش کی ہے کیا میں اس جائداد میں حقدار ہوں یا نہیں؟

## الجواب

مجرد تحریر اگرچہ رجسٹری شدہ ہو کوئی چیز نہیں جب تک گواہان شرعی سے ثابت نہ ہو پس اگر دو گواہ عادل موجود ہوں کہ شخص مذکور نے اپنی صحت میں وہ جائیداد بعوض مہر بنام زوجہ کر دی تو دیگر دلائل کا اس میں کچھ حق نہ رہا عورت نے کہ اپنے چھوٹے بیٹے کو ہبہ کر دی اگر قبضہ تامہ اپنی حیات میں دلا دیا تو چھوٹا بیٹا اس کا مالک مستقل ہو گیا ہاں اگر قبضہ کامل نہ دلا یا اور عورت کا انتقال ہو گیا تو ہبہ باطل ہو گیا اور اب وہ جائیداد متروکہ زن قرار پا کر اس کے وارثوں میں تقسیم ہوگی جس میں سے بڑا بیٹا بھی اپنا حصہ شرعی پائے گا اور اگر گواہان شرعی سے مہر میں دینے کا ثبوت نہیں تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ مہر کچھ باقی تھا یا سب معاف یا ادا ہو گیا تھا اگر کچھ باقی نہ تھا یا جتنا باقی تھا وہ اس جائیداد کی قیمت سے جو شوہر کے نام تھی کم تھا تو عورت کو کوئی استحقاق نہ تھا کہ وہ سب جائیداد بعوض مہر اپنے نام کر لیتی اور اب جو اس نے اس جائیداد کا چھوٹے بیٹے کے نام ہبہ کیا محض باطل ہوا اگرچہ قبضہ دلا دیا ہو لانها ہیبة مشاع وھی باطلۃ حتی لا تملک اس لئے کہ وہ غیر مقسوم کا ہبہ ہے اور وہ باطل بالقبض فی الصحیح -

ثابت نہیں ہوتا، یہ صحیح قول کے مطابق ہے (ت) اس تقدیر پر بعد ادا کئے مہر وغیرہ دیون و نفاذ وصایا جو وارثان شخص مذکور ہوں ان پر حسب فرائض تقسیم ہوگی، دختر اگر باپ کے بعد زندہ رہی ہو تو وہ بھی حصہ پائے گی اور اگر پہلے مر گئی تو اس کا کچھ حق نہیں اس کے شوہر کا دعویٰ باطل ہے ہاں اگر مہر کل یا جتنا باقی تھا اس جائیداد کی قیمت کے برابر یا زائد تھا تو ایک فتویٰ اقطع کی بناء پر عورت اسے اپنے مہر میں لے سکتی تھی اور اب کہ وہ مالک ہوگی اس کا حکم وہی پہلی صورت کا ہو گیا کہ چھوٹے بیٹے کے نام اس کا ہبہ صحیح ہو گیا اگر قبضہ دلا دیا اور باقی وارثوں کا کچھ حق نہ رہا اور قبضہ کامل نہ ہوا تو جائیداد متروکہ زن ٹھہر کر وارثان زن پر تقسیم ہوگی جن میں بڑا بیٹا بھی ہے اور اس صورت میں پسر کلاں خواہ کسی وارث کو اس پر دعویٰ بیکار ہے مگر یہ کہ مہر اپنے پاس سے ادا کر دے تو حسب اصل مذہب جائیداد سے اپنا حصہ لے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۵۸ از کچہ ی چیف کورٹ ریاست بہاولپور مرسلہ محمد دین صاحب نج

۲۳ رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ

(۱) آج یہ مسئلہ پیش ہوئے فتاویٰ مصدراہ میں جو سوال زیر بحث اکثر طے ہو چکے ہیں



اُن کے اس حکم درمیانی میں تفصیل کے ساتھ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ذیل میں اُن سوالات کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں :

(۱) ابھی تک اطمینان کی ضرورت ہے موصی اگر دو شخصوں کے حق میں وصیت کرے جن میں سے کچھ مال وارث کے نام اور دوسرا کچھ مال ایک شخص اجنبی کے نام جیسا کہ اس مقدمہ کی صورت ہے تو کیا ایسی وصیتیں جائز اور قابل نفاذ ہیں اگر سوال اول کا جواب جواز و صایا متعدد ہو تو پھر یہ دیکھنا ہے کہ پہلے کون سی وصیت کو نافذ کرنا چاہئے، آیا اس وصیت کو جو ایک وارث کے حق میں کی گئی یا اس وصیت کو جو ایک اجنبی شخص کے حق میں کی گئی ہے اجنبی شخص کے حق میں چونکہ وصیت زائد علی ثلث المال ہے اس لئے وارث کے اعتراض پر اس وصیت کا نفاذ ثلث المال تک محدود کرنا پڑے گا یا کس طرح ایسی صورت میں اگر بکئی الارث ناقابل نفاذ قرار دی جائے یا اس کا نفاذ نفاذ وصیت بکئی وارث سے مقدم قرار دیا جائے تو ثلث المال میں جمیع مال موصی کا ثلث نفاذ وصیت کے لئے شمار کیا جائے گا یا زیورات کو جن کی نسبت متوفی نے شاہ محمد کے نام کوئی وصیت نہیں کی علیحدہ رکھ کر باقی ماندہ کے ثلث پر وصیت نافذ ہوگی دونوں صورتوں میں جو جائز قرار دی جائے اس کی سند ہونی چاہئے بعد نفاذ و صایا اور ادائے فرض و شمار کے جو مال باقی رہے متوفی کا بیچ رہے اس کی تقسیم میں علماء میں بحث اور اختلاف ہے اس کا اقتباس یہ ہے :

(۱) باقی ماندہ مال اس اصول پر کہ نفاذ وصیت لزم اند علی ثلث المال (ایک تہائی سے زائد مال کی - ت) کا اب کوئی مزاحم نہیں رہا اب موصی لہ بزائد علی ثلث المال کو ملنا چاہئے۔  
(۲) باقی ماندہ مال کا اب چونکہ کوئی حقدار نہیں رہا اور زوجہ موجود ہے اس لئے رد علی الزوجین کے فتویٰ کے مطابق زوجہ کو دیا جائے۔

(۳) باقی ماندہ کی تقسیم بعد ادائے فرائض و دیون و فرائض و صایا کی جو ترتیب ہو سکتی ہے وہ حسب ذیل مستحق بالترتیب ہوں گے :

ذوئی الفرائض ، عصبیات ، مرد ذوی الارحام ، مقررہ ،  
موصی لہ ، بمانہ اد علی الثلث ، مرد علی الزوجین ،  
بیت المال ۔

اس ترتیب کی رو سے بمانہ اد علی الثلث کو دیا جائے۔

فقہرہ بالاد کی صورت ۱ و ۲ میں علماء کا



عطر دان ایک قیمتی مبلغ سے باز و بند نقرہ ایک جوڑہ قیمتی سے کنگن نقرہ دان وال ایک جوڑہ قیمتی مبلغ سے کل جملہ مبلغ سماع سے کے زیورات مندرجہ بالا اپنی زوجہ مسماۃ عالم خاتون کو ملے گا ان زیورات سے کسی کا تعلق اور واسطہ نہ ہوگا میری زوجہ مسماۃ عالم خاتون مذکورہ بالا کے ہیں اور ما سوائے اس کے میری جائیداد وغیرہ منقولہ از قسم مکانات رہائش بمقام نوشہرہ ہیں اور وہ پیدا کردہ منظر کے ہیں ان کا انتظام اس طور پر رہے گا کہ وہ مکانات زیر حفاظت شاہ محمد خاں ولد مسکرخاں ذات نانپوچی سکھ خان پور کے اور مالک بھی یہی رہے گا اگر منظر کی عورت منظر کے حق میں رہ کر گزارہ کرے تو اس کو فقط حق آسائش کا حاصل رہے گا وہ یعنی تا حق منظر آباد رہے گی رہن اور بیع مسماۃ عالم خاتون زوجہ ام کو اختیار ہرگز نہ ہوگا اور اگر وہ کسی دوسری جگہ اپنا عقد نکاح کرا دے یا جدید خاوند کرے تو اس کے ساتھ اس کا کوئی تعلق اور واسطہ نہ ہوگا مالک اور قابض شاہ محمد خاں مذکور رہے اور اس کو اختیار رہے کہ اس کو فروخت کرے یا رہن کرے بعد فروخت یا رہن زیر رہن یا زیر بیع میری تجہیز و تکفین اور میری ارواح پر بخش دیا یعنی غرض کہ مالک شاہ محمد خاں مکانات وغیرہ کا ہے اور علاوہ اس کے اسباب خانہ داری از قسم برتن لگی و مسی و کٹ وغیرہ و گچہ ہا مسی و تھالی کلاں مسی و کٹورہ کٹ و چار پائی ہائے وغیرہ جملہ سامان خانہ داری کا مالک بھی شاہ محمد خاں رہے گا بموقع محفل امامین شہیدین شریفین شاہ محمد خاں جملہ برتن ہائے میں سے کلیم دری کلاں وغیرہ لے جائے اور استعمال کرے سب کچھ شاہ محمد خاں کے اختیار میں ہو گا زوجہ ام مسماۃ عالم خاتون کو ضرورت استعمال کے لئے دیئے جائیں گے بشرطیکہ وہ فروخت یا بیع روپوش نہ کرے ورنہ کلیم اشیا مندرجہ بالا کا مالک شاہ محمد خاں ہے جس نے میری خدمت گزاری اور وفاداری از حد کی ہے بعد انتقال میری بھی تجہیز و تکفین کا انتظام کرے گا اور میری منزلت احسن کو پورا انجام دے گا۔ یہ جملہ شرائط بعد میرے قابل تعمیل ہوں گی جب تک میں حیات موجود ہوں کسی کا تعلق نہیں بعد میں بموجب بالا تقسیم ہونگے اور قابل عمل ہوں گی لہذا اس چند حرف بطور وصیت نامہ لکھ دیتا ہوں کہ سند رہے اور وقت حاجت کے کام آئے۔

المرقوم ۲۲ صفر ۱۳۳۱ھ مطابق ۲۳ فروری ۱۹۱۱ء

## استفتاء

مسمیٰ واحد بخش مرگیا ہے صراحت مسماۃ عالم خاتون چھوڑ گیلیے دیگر کوئی اسکا وار نہیں مرنے سے قریب ایک دو ماہ یا پندرہ یوم وہ چار پائی بند ہو گیا اس کو تپ و ق کی بیماری تھی اسی بیماری میں وہ فوت ہوا ہوش اس کو آخر تک رہی، مرنے سے ایک ہفتہ پہلے اس کے معالج نے یہ کہہ دیا تھا کہ وہ اب نہ بچے گا اور اس

لئے اس کا علاج کرنا بھی چھوڑ دیا تھا مرنے سے قریب تین چار یوم پہلے ۲۳ فروری ۱۳۱۱ھ کو واحد بخش مذکور نے ایک وصیت تحریری تکمیل کی اس وصیت کی ایک فقل شامل ہذا کی جاتی ہے یہ شاہ محمد موصی کا نہر شتر دار نہم قوم ہے متوفی ایک نو مسلم تھا جو اپنے آپ کو وصیت میں شیخ نو مسلم پیشہ نان بائی لکھتا ہے اسی شاہ محمد کے گھر میں وہ مراجس نے اس کی تجیز و تکفین وغیرہ کی، اب دعویٰ جائداد متوفی کا باہم اس شاہ محمد کے اور عالم خاتون بیوہ موصی کے ہے موصوف الذکر مدعیہ ہے وہ مانتی ہے کہ شاہ محمد مدعا علیہ نے پاس اس کو زیورات قیمتی سماء عیسے (جس کا ذکر وصیت میں ہے) بعد وفات موصی دے دیئے ہیں لیکن وہ کہتی ہے کہ شاہ محمد مدعا علیہ کے پاس دیگر زیورات و اثاث البیت ظروف وغیرہ مالیت مالا عیسے اور دو منزل مکانات قیمت آٹھ سو روپے از ترکہ شوہر شس مذکور موجود ہیں وہ بھی شرعاً تنہا مدعیہ کو ملنا چاہئے مدعا علیہ کا کوئی حق نہیں وصیت کی تکمیل اور جوازی دونوں کو وہ تسلیم نہیں کرتی جو زیورات قیمتی سماء عیسے و شرع مدعیہ کو ملے ہیں ان کی نسبت وہ یہ کہتی ہے کہ مجھ کو حق مہر میں شوہر دے گیا ہے شاہ محمد مدعا علیہ کو وصیت کی تعمیل پر اقرار ہے وہ کہتا ہے کہ وصیت جائز ہے اور یہ کہ مدعیہ حرام کاری کرتی ہے اس لئے بروئے وصیت مکانات میں نشیبت کی بھی حقدار نہیں رہی اور یہ کہ وصیت کو مدعیہ نے وصیت اور نیز بعد وفات شوہر خود قبول کیا تھا سوال یہ ہیں :

(۱) کیا بروئے شرع شریف یہ وصیت مرض الموت میں ہوئی اور اگر ہوئی تو اس سے جوازی وصیت پر کیا اثر پڑتا ہے ؟

(۲) چونکہ شاہ محمد مدعا علیہ بالکل اجنبی ہے اور وصیت اس کے حق میں ہے ایسی وصیت مدعیہ کے اعتراض پر کس حد تک جائز رہ سکتی ہے یعنی جائداد متوفی میں مدعیہ کو کیا حصہ ملنا چاہئے ؟

(۳) جو خاص زیورات قیمتی سماء عیسے بروئے وصیت مدعیہ کو دلائے گئے ہیں کیا ان میں سے مدعا علیہ کو کوئی حصہ بروئے وصیت مل سکتا ہے یا یہ کہ ان زیورات کو چھوڑ کر باقی جائداد میں ہر دو فریق کو وہ حصص ملیں گے جو بروئے سوال عا ان کے پائے جائیں۔

(۴) جو اثراجات تجیز و تکفین مدعا علیہ نے کئے ہوں مدعا علیہ کو علاوہ ملیں گے یا کہ اس کے اپنے حصے پر چارج ہوں گے یعنی یا یہ کہ مدعا علیہ کے حصہ پر ان کا بار ہوگا ؟

(۵) مکان میں جو بصورت حق متوفی میں رہنے کے مدعیہ کو حق رہائش دیا گیا ہے کیا وہ شرعاً جائز ہے اور اثر پذیر ہے جبکہ مدعیہ کے اعتراض پر اسی کو بروئے سوال عا ایک حصہ مکان تملیک قطعی دے دیا جائے۔



(۶) حق متوفی میں رہنے کی شرط پر مدعیہ کے نفوذ وغیرہ کا بھی دیا جانا درج وصیت ہے کیا یہ جائز ہے اور بلحاظ سوال ۱ اثر پذیر ہو سکتا ہے ؟

(۷) جو حصہ جائیداد متوفی میں ہر دو فریق کا سوال ۱۱ قرار پائے وہ مکانات میں اور جائیداد منقولہ میں جدا جدا دیا جاسکتا ہے یا کہ بالکل جائیداد منقولہ غیر منقولہ کی قیمت مقرر کر کے صرف نقدی رقم بموجب حصہ کے مدعیہ کو دلائی جاسکتی ہے ۔ ۱۷ جنوری

سوال ۲ : زید اس طرح وصیت کر کے مر گیا ہے کہ بعد مرنے میرے کے میری جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کا مالک عمرو ہے میری تجہیز و تکفین بھی کرے گا اور اللہ میری ارواح کو بھی دے گا بعد وراثت زید کے عمرو نے وصیت مذکورہ کو قبول کر کے ایف اے امورات میں لگ گیا متوفی کا وارث بجز ایک زوجہ اور کوئی نہیں ہے اب زوجہ متوفی کہتی ہے کہ یہ تمام مال متروکہ شوہر خود صرف میرا ہی حق ہے میں دوسرے شخص کو دینا نہیں چاہتی ، پس شرع شریف میں یہ وصیت جائز ہے یا کسی طرح اور ، زوجہ کا حق مال متروکہ میں کیا ہے اور وصیت کا حصہ کیا ہے ؟ بینوا تو جروا

## نفل جواب ۱

مندرجہ سوال حالات میں مسمی واحد بخش کی متروکہ جائیداد میں سے پہلے اس کی تجہیز و تکفین شرعی کا جس میں رواجی صدقات و خیرات شامل نہیں ہیں خرچ ادا کرنے کے بعد اس کی بیوہ مسماۃ عالم خاتون کا حق مہر جس قدر عدالت کی رائے میں ثابت ہو ادا کریں گے اس حق مہر ادا کرنے کے بعد جس قدر جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ باقی بچے اس کے تین حصے کر کے دو حصہ مسماۃ عالم خاتون بیوہ واحد بخش کو اور ایک حصہ شاہ محمد خاں کو دیں گے۔ اس مختصر جواب کے بعد عدالت کے سوالات کا نمبر ۱ جواب دیا جاتا ہے :

(۱) یہ وصیت مرض الموت میں ہوئی اور شرعاً جائز ہے۔

(۲) عالم خاتون مدعیہ کے اعتراض کرنے پر جائیداد متروکہ کے جبکہ اس میں سے واحد بخش کی شرعی تجہیز و تکفین کا خرچ اور عالم خاتون کے حق مہر کی رقم نکالی جا چکی باقی کے تیسرے حصہ میں جائز ہوگی اس سے زائد میں جائز نہیں ہوگی اس لئے اس باقی ماندہ جائیداد میں سے دو حصے عالم خاتون کو اور ایک حصہ شاہ محمد خاں کو دیں گے۔

(۳) زیورات قیمتی سمانے کی بابت اگر یہ ثابت ہو جائے کہ یہ زیورات عالم خاتون کے حق مہر کے عوض میں دئے گئے ہیں تو پھر ان میں شاہ محمد خاں کا کچھ بھی حق نہیں ہے لیکن اگر ان تمام زیورات کے

تیسرے حصے میں اور دوسری صورت میں باقی ماندہ زیورات کے تیسرے حصے میں شاہ محمد خاں کا حق ہوگا اور دونوں صورتوں میں باقی دو حصے عالم خاتون کے حق ہوں گے۔

(۴) تجیز و تکفین کا خرچ پہلے ہی سے نکال لیا جائے گا اس کا بار کسی فریق کے حصے پر نہیں پڑے گا۔

(۵) مسماۃ عالم خاتون کو رہائش کا حق شرعاً حاصل نہیں ہے اس بات میں واحد بخش کی وصیت لغو اور بے اثر رہے گی۔

(۶) ظروف وغیرہ کی تقسیم کی بھی یہی صورت ہوگی کہ ان کے تیسرے حصے میں شاہ محمد خاں کا حق ہے اور دو حصے مسماۃ عالم خاتون کا حق ہے لیکن یہ مناسب ہوگا کہ تمام ظروف شاہ محمد خاں کو دے دیے جائیں اور عالم خاتون کا حق جو ان ظروف میں ہے وہ واحد بخش کی جائیداد غیر منقولہ سے پورا کر دیا جائے۔

(۷) فریقین یعنی عالم خاتون اور شاہ محمد خاں کا اصل حق تو موجودہ جائیداد متروکہ واحد بخش ہی میں ہے لیکن اگر کوئی فریق اپنے حصے کے بدلے اس کی قیمت لینے پر رضامند ہو جائے تو عدالت کو لازم ہوگا کہ اس فریق کو قیمت دے دے لیکن کسی فریق کو خواہ وہ عالم خاتون ہو یا شاہ محمد خاں اس کے حصے کی قیمت لینے پر مجبور نہ رہا شرعاً عدالت کے اختیار سے باہر ہے۔

نوٹ : متوفی کی اولاد نہ ہونے کی صورت میں بعد ادا کرنے خرچ تجیز و تکفین اور ادا کرنے حق تہر یا ایسی ہی اور قرضوں کے جس قدر باقی بچے اس باقی ماندہ ترکہ کے تیسرے حصے میں سے وصیت ادا کرنے کے بعد جو باقی بچے اس میں سے چارم حصہ بیوہ کا حق ہوتا ہے۔ لیکن اگر متوفی کا کوئی بھی قریبی یا بعید رشتہ دار موجود نہ ہو جیسا کہ موجودہ سوال کی صورت میں ہے تو بعد ادا کے خرچ تجیز و تکفین اور ادائے حق تہر و دیگر قرضوں اور ادائے حصہ وصیت کے جس قدر باقی بچے وہ سب بیوہ کا حق ہوتا ہے جیسا کہ کتاب در مختار رد المحتار وغیرہ میں صاف لکھا ہوا ہے ہذا واللہ اعلم بالصواب۔

## نقل جواب ۲

### نقل فتویٰ مولوی صاحب براندہ مولویان

هوالمہم بالحق والصواب (یہ حق اور درستگی کے ساتھ الہام لیا گیا۔ ت)  
شرعیہ وصیت صحیح اور نافذ ہے کیونکہ وصیت کنندہ عاقل بالغ ہے اور زوجہ کا حق مال متروکہ متوفی سے سدس ہے اور باقی عمر و موصی لہ کا ہے اور نہ اسباب خیر میں بھی صرف کرے مثلاً تعمیر مسجد کی کراے یا پل تیار کرا دے یا طلبائے علم دین اس اہم کو دے، روایات کتب معتبرہ اس پر دال صریح الدلالت

اور واضح البیان ہے۔

شواہد:

فَفَتَاوَى النَوَاحِلِ أَوْصَى لِرَجُلٍ  
بِكُلِّ مَالِهِ وَصَاتٍ وَلَمْ  
يَتْرِكْ وَارِثًا إِلَّا امْرَأَتَهُ  
فَإِنْ لَمْ تَجْزِ  
فَلَهَا السُّدُسُ وَالْبَاقِي  
لِلْمَوْصِي لَهُ لَانِ لَهُ  
الثَّلَاثُ بِإِجْمَاعٍ فَيَبْقَى  
الثَّلَاثُ فَلَهَا رُبْعُهُمَا  
وَهُوَ سُدُسُ الْكُلِّ وَرِثَتُهُ قَوْلُهُ  
فَلَهَا رُبْعُهُمَا لَانِ الْإِمْرَأَةُ  
بَعْدَ الْوَصِيَّةِ فَفَرَضَهَا  
رُبْعَ الثَّلَاثَيْنِ الْبَاقِيَيْنِ  
شَامِلَيْنِ كَذَلِكَ  
لَوْ صَاتِ الرَّجُلُ عَمَّتَ  
امْرَأَتَهُ وَأَوْصَى بِمَالِهِ  
كُلَّهُ لِاجْتِنَابِ وَلَمْ تَجْزِ الْمَرْأَةُ فَلِلْمَرْأَةِ  
السُّدُسُ وَخُمُسُ السُّدُسِ لِلْمَوْصِي  
لَهُ لَانِ الثَّلَاثُ صَارَ  
مُسْتَحَقًّا بِالْوَصِيَّةِ بِقِيَّتِ  
الشَّرَكَةِ فِي ثَلَاثِ الْمَالِ

والاثر:

فتاویٰ نوازل میں ہے ایک شخص نے اپنے تمام  
مال کی کسی مرد کے لئے وصیت کی اور مر گیا در انحالیکہ  
سوائے ایک بیوی کے اس نے کوئی وارث نہیں  
چھوڑا پھر اگر بیوی نے اجازت نہ دی تو اس بیوی  
کو کل مال کا چھٹا حصہ اور باقی اس شخص کو ملے گا  
جس کے لئے وصیت کی گئی اس لئے کہ وصیت  
والے مرد کو ایک تہائی تو بلا اجازت ملے گا باقی  
دو تہائی بچا تو بس بیوی کو دو تہائی میں سے چوتھا  
حصہ ملے گا اور وہ کل مال کا چھٹا حصہ بنتا ہے  
(در مختار)۔ مآتن کا قول کہ "بیوی کو دو تہائی کا  
چوتھا حصہ ملے گا" وہ اس لئے ہے کہ میراث وصیت  
کے بعد ہوتی ہے چنانچہ بیوی کا فرضی حصہ باقی بچنے  
والے دو تہائی میں سے چوتھا ہوگا (شامی)۔ اسی  
طرح اگر کوئی شخص ایک بیوی چھوڑ کر مر اور تمام  
مال کی وصیت کسی اجنبی کے لئے کر گیا اور عورت  
نے وصیت کی اجازت نہیں دی تو اس صورت  
میں عورت کو کل مال کا چھٹا (۱/۶) ملے گا اور  
باقی پانچ حصے (۵/۶) وصیت والے شخص کو  
ملیں گے اس لئے کہ وہ شخص وصیت کے سبب  
سے ایک تہائی مال کا مستحق ہو گیا اور دو تہائی

فللمرأة سبعة ذلك و الباقي للموصی  
له لان الوصیة مقدمة  
على بیت المال فتاوی عالمگیری۔  
\_\_\_\_\_ وكذلك في الفتاوی  
الخلاصة، اوصی بثلاث ماله الله  
تعالی فهمی باطله وقال محمد  
رحمه الله تصرف لوجوه البر و مختار۔  
\_\_\_\_\_ قوله وقال محمد رحمه الله  
تصرف لوجوه البر قد منا  
عن الظهيرية انه المفتی  
به اى لانه وان كان  
كل شئ لله تعالى لكن المراد  
التصدق لوجهه تعالى تصحيحا  
لكلامه بقريضة الحال شامی،  
\_\_\_\_\_ ولو اوصی بالثلث في  
وجوه الخير يصرف الى القنطرة  
او بناء المسجد او طلبه العلم كذا في  
تاتارخانية فتاوی عالمگیری،  
وهكذا في فتاوی خلاصة،  
ولا من صبی غیر مهین اصلا و لو فی  
وجوه الخير خلاف لا مشافعی

مال میں شرکت باقی رہی، چنانچہ عورت کو اسی کا  
چوتھا حصہ ملے گا اور باقی وصیت والے شخص کو  
ملے گا کیونکہ وصیت بیت المال پر مقدم ہے (فتاوی  
عالمگیری)۔ اسی طرح فتاوی خلاصہ میں ہے  
اگر کسی نے اپنے تہائی مال کی اللہ تعالیٰ کے لئے  
وصیت کی تو وہ باطل ہے۔ امام محمد علیہ الرحمہ  
نے فرمایا کہ اس کو نیکی کے کاموں میں خرچ  
کیا جائے گا (در مختار)۔ ماتن کا قول کہ امام محمد  
علیہ الرحمہ نے فرمایا اسے نیکی کے کاموں میں خرچ  
کیا جائے گا، ہم بحوالہ ظہیر یہ پہلے ذکر کر چکے ہیں  
کہ بیشک فتویٰ اسی پر ہے اس لئے کہ اگرچہ  
میرشتی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے لیکن اس سے  
مراد اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صدقہ کرنا ہے تاکہ  
قرینہ عالیہ کی وجہ سے موصی کا کلام صحیح قرار  
دیا جاسکے (شامی)۔ اور اگر نیکی کے کاموں میں  
تہائی مال کی وصیت کی تو وہ مال پبل، مسجد کی  
تعمیر اور طالب علموں پر خرچ کیا جائے گا، یونہی  
تاتارخانیہ میں ہے (فتاوی عالمگیری)۔ ایسا  
ہی فتاوی خلاصہ میں ہے اور نابالغ تمیز نہ رکھنے  
والے بچے کی وصیت بالکل نافذ نہیں ہوتی اگرچہ  
نیکی کے کاموں کے لئے ہو بخلاف امام شافعی

۱۰۵/۶	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الثالث	لہ الفتاوی النہیۃ کتاب الوصایا
۳۲۲/۲	مطبع مجتہدانی دہلی	"	لہ الدر المختار
۲۲۶/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	لہ رد المختار
۹۴/۶	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الثانی	لہ الفتاوی النہیۃ



و کذا لا تصح من مہیزا لا فی تجهیزہ امر  
دفندہ و علیہ تحمل اجازۃ عمر رضی اللہ  
عنہ الوصیۃ یا فع رضی اللہ عنہ یعنی  
المراسق و در مختار علی حسب اظہار  
السائل - واللہ تعالیٰ اعلم -

علیہ الرحمہ کے۔ اسی طرح تمیز رکھنے والے نابالغ کی  
وصیت بھی صحیح نہیں مگر تجہیز و تدفین میں اسکی وصیت  
صحیح ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا  
قریب البلوغ لڑکے کی وصیت کو جائز قرار دینا  
اسی تجہیز و تدفین پر محمول ہے (در مختار)۔ یہ  
حکم سائل کے اظہار کے مطابق ہے۔ واللہ تعالیٰ

اعلم (ت)

بحقیقۃ الحال و صدق المقال (ہم) مستحق نے بعد تکمیل استفتاء ہذا کے بیان کیا کہ متوفی نے  
چند زیورات معدودہ شخصہ معہودہ کی بابت اپنی زوجہ کے واسطے بھی وصیت کر گیا تھا یعنی کہہ گیا تھا کہ بعد  
وفات میری کے ان زیورات مذکورات کی مالک میری زوجہ ہے، پس اس کا جواب شرعیہ ہے  
کہ جس چیز کی نسبت متوفی نے اپنی زوجہ کے واسطے وصیت کی ہے وہ چیز سہل الم متوفی کی زوجہ کی  
حقیقت ہے جو بذریعہ وصیت کے اپنے خاوند سے لے سکتی ہے،

والشاهد فیہ لراوی لن و جتہ اوھی  
لہ و لم یکن نذۃ و ارث آخر تصح  
الوصیۃ ابن کمال در مختار، ہذا  
ما عندی و لعل عند غیری ابلغ من ہذا۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ اگر مرد نے اپنی بیوی کے لئے  
یا بیوی نے اپنے شوہر کے لئے وصیت کی  
در انحالیکہ وہاں کوئی اور وارث نہیں تو وصیت  
صحیح ہے، ابن کمال (در مختار)، یہ وہ ہے

جو میرے پاس ہے ہو سکتا ہے میرے غیر کے پاس اس سے بڑھ کر موجود ہو۔ (ت)

استفتاء: ما قولکم رحمکم اللہ رحمہما کیا ارشاد ہے؟ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ (ت)  
اندریں صورت ایک شخص مسمی واحد بخش جو عرصہ سے مریض تھا اپنے مرض الموت میں مرنے سے  
دو دن پہلے بدین مضمون وصیت کی کہ چونکہ میں بیمار ہوں اور حیات ناپائیدار پر اعتبار نہیں ازاں بعد  
میں وصیت کرتا ہوں کہ فلاں فلاں زیورات قیمتی سماعت میرے مرنے کے بعد میری زوجہ سہامۃ عالم خاتون  
کو بعوض حق المہر دیئے جائیں اور ما سوائے اس کے کل جائیداد میری کا مالک مسمی شاہ محمد خاں ہوگا

بعد کرنے اس وصیت کے فوت ہو گیا اور واضح رہے کہ واحد بخش متوفی وصیت کنندہ کا بغیر عالم خاتون کے جو اس کی زوجہ ہے اور کوئی وارث نہیں شاہ محمد موصیٰ لہ ایک اجنبی آدمی ہے، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ شرعاً ایسی وصیت کو کیا حکم ملتا ہے، بوقت موجودگی وارث دیگر اجنبی کے واسطے وصیت جائز ہے یا نہ؟ اگر جائز ہے تو جمع مال سے یا ثلث میں عورت کو شرعاً اس کے متروکہ سے کچھ حصہ ملے گا یا نہ؟ اور اگر ملے گا تو کیا؟ بتیو اتوجروا۔

### نقل جواباً وبالله التوفیق

شرعاً بوقت موجودگی ورثہ وصیت یکجمع مال نافذ نہیں ہو سکتی ثلث سے جاری ہوگی ثلث یعنی مال متروکہ سے تیسرے حصہ سے زیادہ وصیت کرنا ناجائز ہے جن جن زیورات کے بارہ میں مسمیٰ واحد بخش متوفی بعوض حق المهر مسماۃ عالم خاتون زوجہ خود کے دینے کی وصیت کر گیا ہے وہ اس کا فرض تھا اور اس کا ادا کرنا اس کو فرض تھا،

ویبدأ من ترکة الميت بتجهیزه ثم دینہ۔ کنز الدقائق لہ  
ترکہ میت میں سے ابتداً اس کی تجہیز و تکفین سے کی جائے گی پھر اس کا قرض ادا کیا جائے گا (کنز الدقائق)۔ (ت)

اس کے ماسوا باقی ماندہ اشیاء منقولہ وغیرہ منقولہ متروکہ واحد بخش متوفی موصیٰ میں سے ثلث یعنی تیسرا حصہ شاہ محمد موصیٰ لہ کو شرعاً دیا جائے گا،

ولا تصح بمانا اد علی الثلث ۱۲ کنز الدقائق لہ  
تہائی مال سے زائد پر وصیت صحیح نہیں، (کنز الدقائق)۔ (ت)

ولا تجوز بمانا اد علی الثلث لانه حق الورثة ۱۲ ہدایہ لہ  
وہ وارثوں کا حق ہے ۱۲ (ہدایہ) (ت)

وتجوز بالثلث للاجنبی عند عدم المانع وان لم یجز الوارث ذلك لا الزیادة لہ کنز الدقائق  
اجنبی کے لئے تہائی مال کی وصیت جائز ہے جبکہ کوئی مانع موجود نہ ہو اگرچہ وارث اس کی اجازت نہ دے۔ تہائی سے زائد کی وصیت

۱۲ کنز الدقائق کتاب الفرائض  
۱۳ ہدایہ کتاب الوصایا  
۱۴ مطبع یوسفی مکتبہ  
۱۵ ص ۴۳۳ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی  
۱۶ ص ۴۱۴  
۱۷ ۶۵۱/۲

علیہ ۱۲ الدر المختار۔

جائز نہیں ۱۲ الدر المختار۔ (ت)

اور باقی اس کی زوجہ مسماۃ عالم خاتون کو دیا جائے گا کیونکہ ربع اس کو بالفرض ملتا ہے،  
فللزوجات حالات الرابع بلا ولد  
والثمن مع الولد ۱۲ الدر المختار۔

والرابع للزوجات اذا لم يكن ولد و  
ولد ابن ۱۲ جوہرۃ نیرۃ۔  
اور باقی بھی مسماۃ عالم خاتون کو بار ملتا ہے یعنی بوقت نہ ہونے دیگر ورثہ کے اس پر یعنی زوجہ پر

رُویا جائے گا،

قلت وفي الاشباه انه يرد عليهما في  
نحو ما نال فساد بيت المال وقد مناه في  
الولاء، الدر المختار۔

قوله وفي الاشباه قال في القنية و

يفتي بالرد على الزوجين في

نحو ما نال فساد بيت المال و

في التزليعي عن النهاية ما فضل

عن فرض احد الزوجين

يؤد عليه وكذا البنت والابن

من الرضا اع يصرف اليهم ما

لے الدر المختار کتاب الوسايا

۲/ ۳۱۰ مطبع مجتبیٰ دہلی

۲/ ۳۵۵ کتاب الفرائض

۲/ ۲۰۹ مکتبہ امدادیہ ملتان

۲/ ۳۶۱ مطبع مجتبیٰ دہلی باب العول

وقال في المستصفى والفتوى اليوم بالرد  
على الزوجين وهو قول المتأخرين  
من علمائنا وقال المحمدي الفتوى  
اليوم بالرد على الزوجين وقال المحقق  
احمد بن يحيى ابن سعد التفتازاني افاق  
كثير من المشائخ بالرد عليهما اذا  
لم يكن من الاقارب سواهما  
لفساد الامام - رد المختار شرح الدر المختار

لوٹا جائے گا۔ اور مستصفیٰ میں کہا آج کے دور میں  
فتویٰ زوجین پر رد کرنے کے ساتھ ہے۔ یہی قول  
ہمارے متأخر علماء کا ہے۔ حمادی نے کہا کہ  
آج کل فتویٰ زوجین پر رد کرنے کے ساتھ ہے۔  
احمد بن یحییٰ بن سعد تفتازانی نے کہا بہت سارے  
مشائخ نے زوجین پر رد کا فتویٰ دیا جبکہ ان کے  
علاوہ عزیز واقارب میں سے کوئی موجود نہ ہو کیونکہ  
حکم ان بگڑ چکے ہیں رد المختار شرح الدر المختار (۱)

عبارت کتب معتبرہ مرقمۃ الفوق سے ظاہر ہے کہ جمیع مال سے ایک ثلث  
مستحق شہادہ محمد خاں موصی لہ لے گا اور دو ثلث مسماۃ عالم خاتون زوجہ متوفی کو ملیں گے۔ واللہ اعلم بالہدایہ  
عندہ ام الكتاب - ۲۰ رجب المرجب ۱۳۲۹ھ - (مستحق مولوی محمد عابد صاحب لاہوری نے تحریر فرمایا ہے)  
مگر اگر متاخرین یہ فرماتے ہیں کہ بچا ہوا ترکہ جس طرح پہلی قسم کے حصے داران پر حصہ رسی رد ہو سکتا ہے  
اسی طرح دوسری قسم کے حصہ داران پر بھی رد ہو سکتا ہے اگر متوفی کا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو تو جو کچھ  
بچا ہوا ترکہ ہو وہ احد الزوجین کو دے دیں گے یعنی موصی لہ بکل المال کو نہ دیں گے انتہی خلاصہ دو ورق  
کا یہ دو سطریں ہیں

### نقل جواب ۴

#### (تردید بنجانب علمائے ریاست بہاولپور)

ہمارے بھی علم اور مابعدیہ العمل یہی قول متاخرین کا ہے جو اليوم رد علی الزوجین (آج کل زوجین پر  
رد - ت) پر فتویٰ ہے اور سیّدنا امیر المومنین عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اور  
ان سے بیان وجہ رد علی الزوجین کا اگرچہ در مختار میں اس کا مابعدیہ اور شامی میں اس سے جواب  
نقل عن سادہ الشروح کمال الموضوح (روح الشرح سے کامل وضاحت کے ساتھ نقل  
کرتے ہوئے - ت) کے مبین ہے تاہم مع قطع النظر ان دونوں امور کے ہم کو بالراس والبعین  
منظور ہے مگر تا سفت اس کم توجہی مفتی صاحب پر ہے کہ رد علی الزوجین کا محل الوقوع اور موقع  
ملفوظ ذکرنا اور بلا تامل اس کے موصی بجمیع المال سے مقدم رکھنا خلاف عقل اور نقل ہے اور سراسر  
تحکم و تعسف اور دعویٰ بلا دلیل ہے فقہاء نے رد علی الزوجین کی علت مراد یہ بیان فرمائی ہے



کہ لفساد بیت المال (بیت المال کے فاسد ہونے کی وجہ سے - ت) چنانچہ مفتی صاحب نے بھی خود تحریر کیا ہے اور یہ تو ایک دفعہ بھی نہیں لکھا کہ لفساد الوصیۃ لجميع المال (کل مال کی وصیت کے فاسد ہونے کی وجہ سے - ت) اس سے صاف ظاہر ہے کہ رد علی الزوجین جو بنا علی مذہب المتاحسین قول مفتی بر ہے اس کا درجہ صرف بیت المال سے مقدم ہے چنانچہ بنات المعق و ذوی الارحامہ والبنات والابن من الرضاع (معتق کی بیٹیوں، اس کے ذوی الارحام، اس کی رضاعی بیٹی اور اس کے رضاعی بیٹے - ت) کو بیت المال سے تقدیم ہے،

کما حققه الشامی رحمہ اللہ تحت قوله جیسا کہ اس کی تحقیق علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے فی الاشباہ ونقل عن معراج الدراية مصنف کے قول فی الاشباہ کے تحت معراج الدراية سے نقل فرمائی ہے - (ت)

نہ کہ رد علی الزوجین کو مستحقین پر تقدیم ہے بلکہ رد علی ذوی الفروض النسبیہ و ذوی الارحام موصی لہ بکل المال (نسبی ذوا الفروض پر رد، ذوی الارحام اور وہ جس کے حق میں تمام مال کی وصیت کی گئی - ت) حوالہ استحقاق ہے سارے قرنی رد علی الزوجین سے مقدم ہیں اب جسز فی صریح اس امر کی کہ:

الموصی لہ بجميع المال مقدم علی الرد علی الزوجین - جس کے لئے کل مال کی وصیت کی گئی وہ زوجین پر رد سے مقدم ہے - (ت) ہدیہ ناظرین ہے -

وفی السراجی ثم الموصی لہ بجميع المال ثم بیت المال ان لم یکن احد المذکورین فالمال کله للموصی لہ لامت منعه عن زیادة الثلث کان للمضرة بالسورثة وقد انتفی بہا سراجی میں ہے پھر وہ جس کے لئے کل مال کی وصیت کی گئی پھر بیت المال، اگر ان میں سے کوئی موجود نہ ہو جن کا ذکر کیا گیا ہے تو سارا مال اس شخص کو دیں گے جس کے لئے کل مال کی وصیت کی گئی، اس لئے کہ اس کے لئے تنہائی مال سے زائد کی ممانعت وارثوں کے



سارے فرقی رد علی الزوج سے مقدم ہیں۔  
 ثم رد علی ذوی الفروض النسبية بقدر  
 حقوقهم ثم ذوی الارحام  
 ثم بعدہم مولی الموالاة کما مر  
 فی کتاب الولاء وله الباقي بعد فرض  
 احد الزوجین ثم المقر له  
 بنسب علی غیرہ لم یثبت فلو ثبت  
 حقیقۃ و نہ احم الورثة ثم بعدہم  
 الموصی له بما نزل علی الثلث  
 و یو بالکل ثم یوضع فی  
 بیت المال ۱۲ در مختار۔

پھر نسبی ذوی الفروض پر ان کے حقوق کے مطابق  
 رد کرنا پھر ذوی الارحام پھر ان کے بعد  
 مولی الموالاة۔ جیسا کہ کتاب الولاء میں گزرا۔  
 اور اس کو زوجین میں سے ایک کا فرضی حصہ  
 نکالنے کے بعد جو باقی بچے گا وہ ملے گا پھر وہ  
 شخص جس کے لئے کسی غیر پر نسب کا اقرار  
 کیا گیا ہو اور نسب ثابت نہ ہوا اور اگر حقیقۃً  
 اس کا نسب ثابت ہو گیا تو وہ وارثوں میں  
 شریک ہو جائے گا۔ پھر ان کے بعد وہ شخص  
 جس کے لئے تہائی سے زائد کی وصیت کی گئی ہو  
 اگرچہ کل مال کی ہو پھر بیت المال میں رکھا  
 جائے گا۔ (رد المحتار)۔ (ت)

ما تن کا قول ”پھر ذوی الارحام“ اس کا مطلب  
 یہ ہے کہ ذوی الارحام سے ابتداء ہوگی جبکہ  
 نسبی ذوی الفروض اور عصبیات نہ ہوں تو  
 وہ ذوی الارحام کل مال لیں گے یا وہ مال  
 لیں گے جو زوجین میں سے ایک کے فرضی

حصہ وصول کرنے کے بعد باقی رہ جائے کیونکہ زوجین پر رد نہیں ہوتا ۱۲ شامی (ت)  
 ما تن کا قول کہ ”اس کے لئے باقی ہے“ یعنی اگر  
 ماقبل میں مذکور افراد میں سے کوئی موجود  
 نہ ہو تو کل مال اُسی کا ہے مگر جب زوجین میں

قوله ثم ذوی الارحام ای یبدأ  
 بہم عند عدم ذوی الفروض النسبية  
 والعصبیات فی اخذون کل المال او ما بقی  
 عن احد الزوجین لعدم الرد  
 علیہما ۱۲ شامی

قوله وله الباقي ای ان لم یوجد  
 احد ممن تقدم فله کل المال  
 الا ان وجد احد الزوجین

فله الباقي عن فرضه ۱۲ شامی<sup>۱</sup>۔

کوئی موجود ہو تو اس کے فرضی حصہ کے بعد باقی بچے گا وہ اس کو ملے گا ۱۲ شامی (ت) ماتن کا قول کہ ”پھر وہ جس کے لئے غیر بنسب کا اقرار کیا گیا ہے“ یعنی اس کو کل مال دیا جائیگا مگر جب زوجین میں سے کوئی ایک موجود ہو تو اس کے فرض حصہ کے بعد جو باقی بچا وہ اس کو ملے گا ۱۲ شامی (ت)

قوله ثم المقر له بنسب على غيره فيعطى كل المال الا اذا كانت احد الزوجين فيعطى ما فضل بعد فرضه ۱۲ شامی<sup>۲</sup>۔

ماتن کا قول کہ ”نسب ثابت نہیں ہوا“ یعنی یہ اقرار باعتبار معنی کے وصیت ہے اسی لئے اُس سے رجوع کرنا صحیح ہے اور یہ اقرار نہ تو مقر له کی فرع کی طرف منتقل ہوگا اور نہ ہی اس کی اصل کی طرف ۱۲ شامی (ت)

قوله لم يثبت اى يكون هذا الاقرار وصية معنئى ولذا صح رجوعه عنه ولا ينتقل الى فرع المقر له و لا اصله ۱۲ شامی<sup>۳</sup>۔

ماتن کا قول ”پھر ان کے بعد“ یعنی مقدم الذکر تمام مفقود ہوں تو ابتداء اس شخص سے کی جائے گی جس کے لئے تمام مال کی وصیت کی گئی ہے اور اس کے لئے وصیت کی تکمیل ہوگی کیونکہ تہائی مال سے زائد کی وصیت وارثوں کی وجہ سے ممنوع تھی، جب ورثا میں کوئی ایک بھی موجود نہیں تو ہمارے نزدیک وہ تمام وصیت والے کو دیں گے جس کا تعین موصی نے اس کے لئے کیا ہے (سید) اور

(قوله ثم بعد هم) اى اذا عدم من تقدم ذكره يبدأ بمن اوصى له بجميع المال فيكمل له وصيته لان منعه عما مراد على الثلث كان لاجل الورثة فان لم يوجد احد منهم فله عندنا ما عيت له كملا سيد ولا يخفى ان المراد انه

دار احياء التراث العربی بیروت ۵/۲۸۷

کتاب الفرائض

لے رد المحتار

دار احياء التراث العربی بیروت ۵/۲۸۸

”

”





رد علی الزوجین مقدم ہے بیت المال پر اور الیوم فی نہ ماننا هذا مفتی بہ (اور آج کے ہمارے زمانے میں اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ ت) یہ قول ہے اور ہمارا مسلک بھی یہی ہے اور عمل ہمارا بھی اس پر ہے۔

وفي القنیة ویفتی بالرد علی الزوجین فی  
نہ ماننا لفساد بیت المال ۱۲ شامی  
فقہ میں ہے ہمارے زمانے میں بیت المال کے  
فاسد ہونے کی وجہ سے زوجین پر رد کا فتویٰ  
دیا جائیگا ۱۲ شامی (ت)

صاف ظاہر ہے کہ رد علی الزوجین مقابل اور مربوط بیت المال سے ہے نہ کہ وصیت بکل المال سے و ہدایۃ الانصاف من اللہ المہادی (اور انصاف کی ہدایت ہدایت دینے والے اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ ت) بڑے تعجب کی بات ہے کہ اتنے دراز عرصہ تک علمائے لاہور نے اپنے دعویٰ الرد علی الزوجین مقدم علی الوصیۃ لجمیع المال (زوجین پر رد اس شخص پر مقدم ہے جس کے لئے کل مال کی وصیت کی گئی۔ ت) کی ضعیف جزئی بھی ثابت نہ کی صرف نکی تطویل سے اور اقل کچھ کر تفسیع اوقات عزیزہ کی فرمائی صرف رد علیہما کے مسئلہ معروف کو لکھ کر بھیجا جن کا انکار بھی کسی کو نہ تھا سو وہ مسئلہ ایسا بے موقعہ فرمایا جس کی تردید سے کتب ملو و مشحون میں علمایان ریاست نے اپنے دعویٰ الوصیۃ بکل المال مقدم علی الزوجین (تمام مال کی وصیت مقدم ہے زوجین پر رد کرنے سے۔ ت) پر، پہلے ابتدائے مسئلہ میں اور اب اس تردید کے ضمن میں کیا صاف صاف واضح جزئیات اظہار من لشمس ہدیہ ناظرین کے ہیں انصاف فرمایا جائے۔

تذیل ۱ ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ جن مفتی صاحبان لاہور نے پہلے استفتاء بھیجا تھا اب ہماری تردید پہلے کو ملاحظہ فرما کر وہ صاحبان موصوفہ تو بنظر الانصاف خیر الاوصاف لب لبوت ہو رہے ہیں اب اس دوسری مرتبہ مولوی مفتی محمد مجید صاحب کو اشتہال آیا تو انھوں نے قلم اٹھایا اب یقین ہے کہ اس جواب کو ملاحظہ فرما کر وہ بھی تسلیم فرمائیں گے اور تحسین کا تحفہ ہم داعیان بالخیر کی طرف ارزانی فرمائیں گے خداوند کریم کرے کہ ان کا شعلہ اس پانی سے مطفی ہو اور بجھ جائے،

ورجاء القبول والثواب من اللہ تعالیٰ قبول و ثواب کی امید تعالیٰ سے ہے درستی کو خوب  
وہو اعلم و احکم بالصواب۔ جاننے والا اور مضبوط و بہتر حکم والا ہے۔ (ت)

محرمہ بتاریخ ۱۶ اگست ۱۲۰۶

لے رد المحتار کتاب الفرائض باب العول دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۰۲/۵

**نقل جواب:** متوفی کے اقرار نامہ میں یہ الفاظ ہیں مالک اور قابض شاہ محمد خاں مذکور ہے یعنی غرض کہ مالک شاہ محمد خاں مکانات وغیرہ کا ہے یہ جملہ شرائط میرے قابل قبول ہوں گے جب تک میں حیات میں موجود ہوں کسی کا تعلق نہیں بعد میں بموجب بالا تقسیم ہوں گی، ان لفظوں سے تمہیک بعد الموت جس کو وصیت کہتے ہیں ثابت نہیں ہوئی تو شرعاً اس کا کیا نام ہے بیان کیجئے۔

## سوالات عدالت

- (۱) کیا بروئے شرع شریف یہ وصیت مرض الموت میں ہوئی، اور اگر ہوئی تو اس سے جوازی پر کیا اثر پڑتا ہے؟
- (۲) چونکہ شاہ محمد مدعا علیہ بالکل اجنبی ہے اور وصیت مدعیہ اس کے حق میں ہے ایسی وصیت مدعیہ کے اعتراض پر کس حد تک جائز رہ سکتی ہے یعنی جائداد مدعیہ کو کیا حصہ ملنا چاہئے اور مدعا علیہ کو کیا حصہ ملنا چاہئے؟
- (۳) جو خاص زیورات قیمتی سامان بروئے وصیت مدعیہ کو دلائے گئے ہیں اس میں سے مدعا علیہ کو کوئی حصہ بروئے وصیت مل سکتا ہے یا کہ ان زیورات کو حصہ بنا کر باقی جائداد میں ہر دو فریق کو وہ حصص ملیں گے جو بروئے سوال عدالت اس کے پائے جائیں۔
- (۴) اخراجات تجہیز و تکفین مدعا علیہ نے کئے ہوں وہ مدعا علیہ کو علاوہ ملیں گے یا کہ اس کے اپنے حصہ میں چارج ہوں گے یا کہ مدعا علیہ کے حصہ پر ان کا بار ہوگا؟
- (۵) مکان میں جو بصورت حق متوفی میں رہنے کے مدعیہ کو حق رہائش دیا گیا وہ شرعاً جائز ہے اور اثر پذیر ہے جبکہ مدعیہ کے اعتراض پر اس کو بروئے سوال عدالت ایک حصہ مکان تمہیک قطعی دیدیا جائے؟
- (۶) حق متوفی میں رہنے کی شرط پر مدعیہ کو کسی ظروف وغیرہ کا بھی دیا جانا درج وصیت ہے کیا یہ جائز ہے اور بلحاظ سوال عدالت اثر پذیر ہو سکتا ہے؟
- (۷) جو حصہ جائداد متوفی میں ہر دو فریق کا بروئے سوال عدالت قرار پائے وہ مکانات میں اور جائداد منقولہ عدالت وغیرہ منقولہ کی قیمت مقرر کر کے صرف نقدی رقم بموجب حصہ کے مدعیہ کو دلائی جاسکتی ہیں۔

## جواب شرع شریف

شرعاً یہ وصیت مرض الموت میں ہوئی اور اس سے جوازی وصیت پر یہ اثر پیدا ہوا کہ حق الارث

شرعی مدعیہ کے ماسوائے مدعا علیہ کو ملے جو موصیٰ لہ ہے جیسا کہ جواب سوال ۷۱ میں ہر ایک کا حق ظاہر کیا جائے گا مدعیہ نے اس وصیت پر اعتراض کیا اس پر شرعاً جائداد متوفی میں سے مدعیہ وارث شرعیہ کو ۱/۴ حصہ ملنا چاہئے مدعیہ وارث شرعی ہے اس کے حق میں وصیت نہ سمجھی جائے اس لئے کہ وارث شرعی کے واسطے وصیت ناجائز ہے بلکہ یہ زیورات حق مہر کے عوض سمجھے جائیں جیسا کہ خود مدعیہ کا قول ہے اور خود عبارت وصیت نامہ کا متحمل قوی یہ ہے اور حق مہر دین ہوتا ہے اس لئے وصیت اور وارث دونوں سے مقدم ہے مدعا علیہ موصیٰ لہ کا تعلق ان زیورات کے ساتھ نہ سمجھا جائے ماسوائے زیورات کے کل جائداد میں ہر فریق کو اپنا اپنا حصہ ملے گا جیسا کہ بالا قشریح ہو چکی ہے اغراجات تہنیر و تکفین کا بار حصہ مدعا علیہ پر جو اس نے اپنے اختیار سے اپنے مال سے خرچ کیا ہے صرف خرچ کرنے دفن میت کا چھ سات روپیہ تک آفرودل روپیہ تک اس کا بار فریقین پر ہے اس قدر سے زیادہ خرچ کا بار خرچ کرنے والے پر ہے بعد وفات متوفی کے مدعیہ کا حق سوائے چارم بالمقی من الدین والوصیۃ کے کوئی حق رہائش مکان و نان نفقہ وغیرہ کا نہیں ہے صورت تنانہ میں مال متوفی منقولہ وغیرہ منقولہ سے اگر مدعیہ کو ۱/۴ حصہ تقسیم کر کے بطور تملیک قطعی دے دیا جائے تو حق سے اس کے پورے سوچے اس میں کوئی اثر نہیں ہے۔

شرعاً ظروف وغیرہ کا بھی بلحاظ سوال ۷۱ ۱/۴ حصہ مدعیہ کو تقسیم کر کے دیا جائے فوت بمعنی متوفی کے بعد مال متروکہ متوفی کا علی حسب حصص شرعی جبراً تملیک و رثاء باقی ماندہ کے ہو جاتا ہے بعد فوتیگی صرف تقسیم کرنے متروکہ کے حاجت ہوتی ہے اس صورت میں مدعیہ کو اختیار ہے اگر چاہے ہر حصہ سے ۱/۴ حصہ بجنسہ لے سکتی ہے اگر با اختیار خود اپنے حصہ ۱/۴ فریق ثانی سے لے لے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

الآن نكتب الروایات الفقهیۃ عن  
المعتبرات الخفیۃ وفي فتاوی النوازل  
اوصی لرجل بكل ماله ومات  
ولم یترك وارثاً الا امرأته فان  
لہ تجز فلها السدس والباقي  
للموصی لہ لان لہ الثلث  
بلا احباز انما فبقی الثلثان  
فلها ربعهما وهو  
سدس الكل در مختار

اب ہم احاف کی معتبر کتابوں سے فقہی روایات تحریر کرتے ہیں۔ فتاویٰ نوازل میں ہے کوئی شخص کل مال کی وصیت کسی مرد کے لئے کر کے مر گیا اور سوائے بیوی کے کوئی وارث نہیں چھوڑا اگر بیوی نے اس وصیت کی اجازت نہ دی تو اس کو کل مال کا چھٹا حصہ ملے گا اور باقی موصیٰ لہ کو ملے گا کیونکہ وہ ثلث کا بغیر اجابت حقدار ہے باقی دو ثلث بچے جن میں سے بیوی چوتھائی کی حقدار ہے جبکہ یہ چوتھائی کل کا چھٹا حصہ ہے در مختار



وعلى هذا اذا ترك  
نروجة لا وارث له غيرهما ووصى لرجل بجميع  
ماله كان له اسدس وللوصى له خمسة  
اسداس لانها لا تستحق من الميراث شيئا  
حتى يخرج الثلث للوصية فاذا اخرج  
الثلث استحققت رابع الباقي وما بقى بعد  
ذلك يكون للموصى له بالجميع واصله من  
اثني عشر للموصى له اربعة وهو الثلث  
يبقى الثلثان ثمانية للزوجة ربعها اثنان  
يبقى ستة تعود للموصى له فيكون له  
عشرة من اثني عشر وذلك خمسة اسداسها  
جوهرة النيرة شرح قدوري  
وهكذا في فتاوى الهندية  
ورد المختار والدر المختار وهذه الكتب  
من معتبرات الحنفية وان لم تجز و  
اوصى لها ايضا اولا فقد اوضحه في  
الجوهرية فراجعها رد المختار في قوله لا الزيادة  
عليه الخ -

اسی بنیاد پر اگر کسی نے بیوی کے علاوہ کوئی وارث  
نہ چھوڑا اور کسی مرد کے لئے کل مال کی وصیت  
کر گیا تو بیوی کو کل مال کا چھٹا (۱/۶) حصہ اور  
وصیت والے مرد کو باقی پانچ چھٹے (۵/۶) ملیں گے  
اس لئے کہ جب تک کل مال سے تہائی حصہ بطور  
وصیت نہ نکال لیا جائے اس وقت تک بیوی  
میراث میں سے کسی شئی کی مستحق نہیں اور جب  
تہائی حصہ نکال لیا گیا تو باقی کے چوتھائی کی مستحق  
ہوگی، پھر جو باقی بچ گیا وہ کل مال کی وصیت والے  
شخص کو ملے گا، اس کی اصل بارہ سے ہے یعنی  
کل مال کے بارہ حصے بنائے جائیں گے جن سے  
ایک تہائی یعنی چار حصے بطور وصیت وصیت والے  
شخص کو ملیں گے باقی دو تہائی یعنی دو حصے بیوی کو  
ملیں گے پھر جو چھ باقی بچ گئے وہ وصیت والے  
شخص کی طرف لوٹ جائیں گے تو اس طرح وصیت  
والے شخص کو بارہ میں سے دس حصے مل گئے جو کہ  
چھ میں سے پانچ (۵/۶) ہوئے (جوہرہ نیرہ شرح  
قدوری) ایسا ہی فتاویٰ ہند، رد المختار اور

رد مختار میں ہے جو کہ فقہ حنفی کی معتبر کتابیں ہیں، اور اگر بیوی نے اجازت نہ دی جبکہ اس نے پہلے اس  
کے لئے بھی وصیت کی تھی اس کی وضاحت جوہرہ میں ہے اسی کی طرف رجوع کرنا چاہئے، یہ بات شامی  
میں مائتھن کے قول "لا الزیادة علیہ" کے تحت مذکور ہے الخ (ت)

اور صاحبان النجمن مستشار العلماء لاہور نے جو اس صورت موجودہ ۱۲ ۱/۶ حصہ یعنی سوم حصہ  
مدعا علیہ کا بتایا جو موصی لہ تھا اور ۲/۳ حصہ یعنی دو ثلث حصہ مدعیہ کا بتایا یہ اثر بے غوری اور کمال بے توجہی  
سلف الجوہرۃ النیرۃ کتاب الوصایا مکتبہ امدادیہ ملتان ۳۹۰/۴  
۵/۱۶ رد المختار دار احیاء التراث العربی بیروت

صاحبان کا ہے اور محض رائے اپنی لکھ دی اور اس بارہ میں روایت نذارد واصل مسئلہ شرعی اس طور پر نہیں ہے بلکہ مسئلہ شرعی اس طور پر ہے جو مولوی صاحبان خانپور نے لکھا ہے یعنی  $\frac{1}{4}$  حصہ مدعیہ وارثہ کا ہے اور  $\frac{3}{4}$  حصہ مدعیہ موصیٰ لہ کا ہے اور اسی مطلب پر روایات کتب معتبرہ مذہب حنفیہ ناظرہ ہیں اور میراجی اتفاق ان صاحبان سے ہے اور وجہ غلطی صاحبان انجن کی یہ ہے کہ انھوں نے یہ قول دیکھا ہے کہ فی زماننا مذہب متاخرین کی ایک صورت خاص ہے اور صورت متنازعہ مغائر اس کے ہے یعنی صورت خاص یہ ہے کہ متوفی کے حقداروں میں سے صرف ایک زوجہ اس کی موجود ہے اور ماسوائے اس کے کوئی حقدار نہ ہوئے اور صورت متنازعہ میں زوجہ کے سوائے دوسرے حقدار بھی موجود ہے جو موصیٰ لہ بکلیع المال ہے تو اس صورت خاص میں  $\frac{1}{4}$  یعنی چارم حصہ ارثی یعنی سہ ربع باقی ماندہ زوجہ کو بالرد ملنا چاہئے کیونکہ اگر سہ ربع باقی ماندہ اس کو نہ دیئے جائیں تو مذہب متقدمین کے مطابق بیت المال کے سوائے دوسری جگہ نہیں ہے سو بسبب فاسد ہونے بیت المال کے فتویٰ متاخرین کا یہ ہے کہ یہ سہ ربع باقی ماندہ بھی زوجہ متوفی پر رد کئے جائیں کہ وہ وارث شرعی ہے اور بیت المال سے قاتی ہے اور یہ فتویٰ متاخرین کا عند کل مسلم ہے اگرچہ آج تک اس کا رد عمل نہیں ہوا، الا ما نحن فیہ میں جاری نہیں ہو سکتا،

جیسا کہ گزر چکا ہے محقق احمد بن یحییٰ بن سعد تغلبازی نے کہا کہ اکثر مشائخ نے زوجین پر رد کا فتویٰ دیا ہے جبکہ ان کے علاوہ دیگر اقارب معدوم ہوں کیونکہ ہمارے زمانے میں پیشوا خراب اور حکام ظالم ہو چکے وہ بیت المال کو صحیح مصرف میں حصر چ نہیں کرتے اھ اقول (میں کہتا ہوں) ہم نے یہ بھی نہیں سنا کہ ہمارے زمانے میں کسی نے ایسا فتویٰ دیا ہے شاید اس کے مخالف متون ہونے کی وجہ سے۔ تو اس میں تامل چاہئے۔ یہ بات رد المحتار کے کتاب الفرائض، بیان الرد باب العول میں ماتن کے قول "وفی الاشباہ والنظائر" کے تحت

کہ ما رو قال المحقق احمد بن یحییٰ بن سعد التغلبازی افقی کشیر من المشائخ بالرد علیہما اذا لم یکن من الاقارب سواہما لفساد الامام وظلم الحکام فی هذه الايام اھ وفی المستصفی والفتویٰ الیوم علی الرد علی الزوجین عند عدم المستحق لعدم بیت المال اذا الظلمة لا یصرفونہ الی مصرفہ اھ اقول ولم نسمع ایضا فی زماننا من افقی بشئ من ذلك ولعلہ لمخالفته للمتون فلیستأمل مراد المحتار فی قولہ وفی الاشباہ والنظائر

رد المحتار کتاب الفرائض باب العول وادحیاء التراث العربی بیروت ۵۰۲/۵

فی کتاب الفرائض فی بیان الرد فی باب  
العول قال علماؤنا رحمہم اللہ تعالیٰ  
تتعلق بترکة الیت حقوق اربعہ مرتبہ  
الاول یبدأ بتکفینہ و تجهیزہ بلا تبذیر  
ولا تقطیر ثم تنفی دیونہ من جمیع ما بقی  
من مالہ ثم تنفذ وصایا من ثلث  
ما بقی بعد الدین ثم یقسم الباقی بین  
ورثتہ بالکتاب والسنة واجماع الامة  
سراجی — ولا لو ارثتہ وقائلہ مباشرة  
لا تسببا کما مر الا باجازة ورثتہ لقوله علیہ  
السلام ولا وصیة لو ارث الا ان یجیزها  
الورثة یعنی عند وجود وارث آخر کما  
یفیدہ آخر الحدیث و سنحقة ۱۲ در مختار

مذکور ہے۔ ہمارے علماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے فرمایا  
کہ میت کے ترکہ کے ساتھ بالترتیب چار حقوق  
والبتہ ہوتے ہیں سب سے پہلے میت کے مال سے  
زیادتی یا کمی کے بغیر تجیز و تکفین کا اہتمام کیا جائیگا  
پھر باقی بچے ہوئے تمام مال سے میت کے قرضے  
ادا کئے جائیں گے۔ پھر قرض کی ادائیگی سے بچ  
جانے والے مال کے تہائی سے اس کی وصیت  
نافذ کی جائے گی۔ پھر جو باقی بچ گیا اسے کتاب اللہ  
سنت اور اجماع کے مطابق وارثوں میں تقسیم  
کیا جائیگا (سراجی)۔ وارث اور قاتل بالمباشرة  
نہ کہ بالسبب کے لئے وصیت جائز نہیں مگر  
یہ کہ دیگر ورثاء اس کی اجازت دے دیں جیسا کہ  
گزر چکا، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس  
ارشاد کی وجہ سے کہ وارث کے لئے وصیت نہیں

مگر یہ کہ دوسرے ورثاء اس کی اجازت دے دیں یعنی جب کوئی دوسرا وارث موجود ہو جیسا کہ حدیث کا آخر  
اس کا فائدہ دیتا ہے۔ ہم عنقریب اس کی تحقیق کریں گے (در مختار)۔ (ت)

### نقل جواب ۶

یہ فقہ کا مسلم الثبوت ہے کہ مصارف تجیز و تکفین شرعی اور ادا کئے قرض کے بعد جس قدر جائیداد  
منقولہ غیر منقولہ باقی بچے اس کے تیسرے حصہ میں وصیت جاری اور نافذ ہو سکتی ہے اور اگر متوفی  
نے تیسرے حصے سے زیادہ کی وصیت کی تھی تو اس زائد علی الثلث نافذ ہونا وارثوں کی اجازت پر  
موقوف رہتا ہے یعنی اگر وہ نفاذ کی اجازت دیں تو نافذ ہوگی ورنہ نافذ نہ ہوگی، کتاب ہدایہ میں ہے:  
ولا تجوز بمانراد علی الثلث الا تہائی مال سے زائد کی وصیت جائز نہیں مگر

ان یجیزھا الورثۃ بعد موتہ وھم کبار لان الامتناع لحقہم وھم اسقطوہ <sup>یہ</sup>  
 یہ کہ دیگر ورثہ موصی کی موت کے بعد اسکی اجازت دے دیں اور وہ ورثہ بالغ ہوں کیونکہ ممانعت ان کے حق کی وجہ سے ہے اور انھوں نے اپنا حق ساقط کر دیا ہے۔ (ت)

چونکہ مسئلہ زیر کتب زیر بحث میں متوفی واحد بخش کی بیوہ موجود ہے جو اس کی وارث ہے اس لئے جس قدر وصیت ترکہ کے  $\frac{1}{4}$  حصہ سے زیادہ ہے بغیر اجازت عالم خاتون بیوہ متوفی کے نافذ نہیں ہو سکتی اداۓ وصیت کے بعد جس قدر جائیداد بچے اس میں سے  $\frac{1}{4}$  حصہ یعنی چارم حصہ کی جو اصلی ترکہ کا  $\frac{1}{4}$  یعنی چھٹا حصہ ہوتا ہے، عالم خاتون بیوہ واحد بخش کا حق ہے کتاب سراجی میں ہے :

یبد اُبتکفینہ وتجهیزہ بلا تبذیر و لا تقیرثم تقضی دیونہ من جمیع ما بقی من مالہ ثم تنفذ وصایا <sup>ثمن ثلث ما بقی بعد الدین ثم</sup>  
 ابدا ۃ میت کی تجہیز و تکفین سے کی جائے گی نہ تو اس میں فضول خرچی اور نہ ہی ضرورت سے کمی کی جائے گی، پھر جو باقی بچا اس تمام سے میت کے قرضے ادا کئے جائیں گے۔ پھر قرض کی ادائیگی کے بعد بچ جانے والے مال کی تہائی سے میت کی وصیتیں نافذ کی جائیں گی، پھر جو باقی بچا اسے کتاب وسنت اور اجماع کے مطابق وارثوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ (ت)  
 نیز کتاب مذکور میں ہے :

للزوجات حالتان الرابع للواحدة فصاعدا عند عدم الولد او ولد الابن وان سفل <sup>یہ</sup>  
 بیویوں کی دو حالتیں ہیں، اگر مرحوم خاوند کی اولاد یا اس بیٹے کی اولاد نیچے تک کوئی نہ ہو تو ان کو کل مال کا چوتھائی حصہ ملتا ہے چاہے ایک بیوی ہو یا متعدد۔ (ت)

جب ترکہ میں سے  $\frac{1}{4}$  حصہ یعنی تیسرے حصہ من حیث الوصیۃ اور  $\frac{1}{4}$  یعنی چھٹا حصہ عالم خاتون



کے من حیث الارث دے دیا گیا تو اب واحد بخش کے ترکہ میں سے  $\frac{1}{2}$  یعنی آدھا ترکہ باقی رہ جاتا ہے اب سوال یہ ہے کہ باقی ترکہ کس کو دیا جائے، شاہ محمد کو یا عالم خاتون کو؟

مسئلہ الثبوت مسئلہ ہے کہ اگر حصہ داروں کو جس میں کوئی عصبہ نہ ہو ان کے مقرری حصہ دینے کے بعد ترکہ میں سے کچھ بچ جائے تو وہ بھی حصہ داران پر بکھیر دیا جائے لیکن حصہ دار کو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ حصہ دار جو متوفی کے برابر کی برادری کے ہیں مثلاً متوفی کی دختر، اس کی ماں، اس کی ہمیشہ وغیرہ۔ دوسرے وہ حصہ دار ہیں کہ جن سے صرف نکاح کا تعلق ہے یعنی وہ متوفی کا شوہر ہے اگر متوفی عورت ہو یا وہ متوفی کی بیوہ ہو اگر متوفی مرد ہو ائمہ متقدمین کا یہ مذہب ہے کہ وہ بچا ہوا ترکہ پہلے ہی قسم کے حصہ داران پر رد کیا جائے گا اور دوسرے قسم کے حصہ داران پر یعنی شوہر یا بیوہ پر اس کا رد نہیں ہوگا اور در صورتیکہ صرف دوسرے ہی قسم کے حصہ دار ہوں گے اور بچا ہوا ترکہ بہ ترتیب ان کو دے دیا جائیگا جو رد کے درجہ کے بعد والے ہیں مثلاً ذوی الارحام کو اور ذوی الارحام بھی نہ ہوں تو مولی الموالات اور مولی الموالات بھی نہ ہوں تو مقررہ النسب پر غصہ کو مقررہ النسب پر غصہ بھی نہ ہوں تو موصی لہ بالزائد علی الثلث کو موصی لہ بالزائد علی الثلث بھی نہ ہو یا اسے دے کر بھی کچھ بچ رہے تو بیت المال کو دیں گے، علمائے علاقہ بہاولپور نے بڑا میں جو نقل فرمائے ہیں وہ اس مذہب متقدمین کے موافق ہیں مگر ائمہ متاخرین یہ فرماتے ہیں کہ بچا ہوا ترکہ جس طرح پہلے قسم کے حصہ داران پر بکھیر دیا جاتا ہے اسی طرح دوسرے قسم کے حصہ داران پر بھی رد ہو سکتا ہے اور اگر متوفی کا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو تو جو کچھ بچا ہوا ترکہ ہو وہ احد الزوجین یعنی شوہر کو در صورتیکہ متوفی عورت ہو یا عورت کو در صورتیکہ متوفی مرد ہو دے دیں گے۔ یہی قول حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے اور اسی قول متاخرین پر فتویٰ دیا گیا ہے، پس اس مفتی بہ قول کے موافق واحد بخش متوفی کے ترکہ میں سے جو  $\frac{1}{2}$  یعنی آدھی جائیداد عالم خاتون کو بحیثیت زو کے ملے گی اور  $\frac{1}{2}$  اس کو بحیثیت میراث کے پہلے ہی مل چکی ہے تو ظاہر ہے کہ عالم خاتون کو اس کے شوہر کے ترکہ میں سے  $\frac{1}{2}$  یا  $\frac{1}{4}$  مل جائے گی اور شاہ محمد موصی لہ صرف وصیت کی حیثیت سے  $\frac{1}{4}$  حقدار رہے گا،

ایم جہدہ ایسٹس نقل کئے دیتے ہیں جن سے متاخرین کے رد علی الزوجین کا قائل ہونا ہو اور پھر اس کا مفتی بہ ہونا ثابت ہو۔ کتاب در مختار میں ہے:

ان فی فضل عنہا ای عن الفروض

والمحال انہ لا عصبۃ ثمة یرد

اگر میت کا ترکہ فروض سے بچ جائے ورنہ ایسا کہ کوئی عصبہ موجود نہ ہو تو وہ بچا ہوا مال پھر

ذوی الفروض پر ان کے حصوں کے مطابق  
 ٹھادیا جائے گا کیونکہ بیت المال میں فساد آچکا  
 ہے، مگر زوجین پر رد نہیں کیا جائے گا۔ عثمان  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ زوجین پر بھی رد  
 کیا جائیگا۔ مصنف وغیرہ نے یونہی کہا ہے،  
 میں کہتا ہوں اختیار میں یقین کیا ہے کہ یہ راوی  
 کا وہم ہے تو اس کی طرف رجوع کر۔ میں کہتا ہوں  
 اشباہ میں ہے کہ ہمارے زمانے میں بیت المال  
 کے فاسد ہو جانے کی وجہ سے زوجین پر رد کیا  
 جائے گا۔ (ت)

مصنف کا قول "الاشباہ میں ہے" قنہ میں کہا  
 کہ ہمارے زمانے میں بیت المال کے فساد کی  
 وجہ سے زوجین پر رد کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔  
 زیلعی میں نہایت سے منقول ہے کہ زوجین میں ایک  
 کے فرضی حصہ قبول کرنے کے بعد جو کچھ جائے  
 وہ اسی پر رد کر دیا جائیگا۔ یونہی رضاعی بیٹی اور  
 رضاعی بیٹے کی طرف رد کیا جائے گا۔ مستصفیٰ  
 میں کہا کہ آج کے دور میں زوجین پر رد کا فتویٰ  
 ہے اور یہ ہی ہمارے متاخرین علماء کا قول ہے  
 حدادی نے کہا آج کے دور میں زوجین پر رد کا  
 فتویٰ ہے۔ محقق احمد بن یحییٰ بن سعد  
 قسازانی نے کہا کہ بہت سے مشائخ نے

ذلك الفاضل عليهم بقدر سهمهم  
 اجماعاً لفساد بيت المال الاعلى الزوجين  
 فلا يرد عليهما وقال عثمان رضي الله  
 عنه يرد عليهما ايضا قاله المصنف  
 وغيره قلت وجزم في الاختيار بان  
 هذا وهم من الراوي فراجع  
 قلت وفي الاشباہ انه يرد عليهما في  
 زماننا لفساد بيت المال

کتاب رد المختار میں ہے :

قوله وفي الاشباہ الخ قال في القنية  
 ويفتم بالرد على الزوجين في زماننا  
 لفساد بيت المال وفي الزيلعي عن  
 النهاية ما فضل عن فرض احد  
 الزوجين يرد عليه وكذا  
 البنت والابن من الرضاع  
 يصرف اليهما وقال في  
 المستصفى والفتوى اليوم بالرد  
 على الزوجين وهو قول المتأخرين  
 من علمائنا وقال الحدادی الفتوى اليوم  
 بالرد على الزوجين وقال المحقق  
 احمد بن يحيى بن سعد التفتازاني افق

کثیر من المشائخ بالرد علیہما اذا لم یکن صحت الاقارب سواہما  
زوجین پر رد کا فتویٰ دیا ہے جبکہ ان کے علاوہ دیگر اقارب معدوم ہوں۔ (ت)

مندرجہ بالا روایتوں سے رد علی الزوجین کا مذہب متاخرین نیز اسی کا مفتی بر ہونا بوضاحت ثابت ہو گیا اور اب معلوم ہو گیا کہ علماء علاقہ بہاولپور کی منقولہ روایتیں متقدمین کے مذہب کے موافق ہیں مگر مفتی بہ متاخرین کا قول ہے اگر اکین مستشد العلماء کو معلوم تھا کہ عام اور مشہور قول عدم الرد علی الزوجین کے موافق عالم خاتون کو صرف ۱۰ حصہ مل سکتا ہے لیکن کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ ایک عام اور مشہور قول کے واسطے قول بالرد علی الزوجین کو جس پر فتویٰ بھی دیا گیا ہے چھوڑ دیں اور خاص کر جبکہ وہ بالکل معقول بھی ہو کیونکہ بعض صورتوں میں جبکہ تمام حصے داروں کے مقرری حصے دینے سے متوفی کا ترکہ قاصر ہو جس کو علم الفرائض کی اصطلاح میں عول کہتے ہیں تو سب حصہ داروں کے حصوں میں سے رسی طور پر کم کر لیتے ہیں اور اس میں زوجین کو مستثنیٰ کرتے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ جب متوفی کے ترکہ میں سے کچھ بچ جائے تو اس بچے ہوئے کے دینے سے زوجین کو مستثنیٰ کر دیں اور ان کو کچھ بھی نہ دیں خاص کر جبکہ متوفی کا کوئی رشتہ دار بھی موجود نہ ہو غرض قول بالرد علی الزوجین کو چر معقول بھی ہے اور مفتی بہ بھی ہے جیسا کہ مندرجہ بالا روایتوں سے ثابت ہوتا ہے چھوڑ دینا اور قول بعدم الرد علی الزوجین پر عمل کرنا خصوصاً جبکہ متوفی کا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو روایت اور درایت دونوں کے برخلاف ہے۔

**نوٹ :** وصیت نامہ پر غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ واحد بخش متوفی نے شاہ محمد خاں کے حق میں کچھ بھی وصیت نہیں کی ہے بلکہ اس کو صرف اپنا کارپرداز اور وصی مقرر کیا ہے چنانچہ وہ اسی وصیت نامہ میں لکھتا ہے کہ بعد فروخت یا کہ دین زر رہن یا زر بیع میرے تجہیز و تکفین اور میری ارواح پر بخش دے گا اب اگر وصیت بحق شاہ محمد ہوگی تو واحد بخش کا یہ کہنا کہ بعد فروخت یا دین زر رہن یا زر بیع میری تجہیز و تکفین اور میری ارواح پر بخش دے گا بے معنی ہو جاتا ہے کیونکہ اگر شاہ محمد خاں موصی ہوتا تو وہ وصیت کا خود مالک ہوتا اور جو چاہتا وہ کرتا اس لئے شاہ محمد خاں کو بحیثیت وصیت کے تیسرا حصہ جائداد کا ملے گا وہ اس لئے ملے گا کہ وہ بحق واحد بخش کر دے یا نہ اس لئے کہ وہ خود اس کا مالک بن جائے ہذا واللہ اعلم بالصواب۔

## نقل جواب ۷

حائے وصیائیں نے کاغذ مندرجہ مسل مقدمہ استفتاء عدالت وصیت نامہ فتویٰ علمائے لاہور، فتویٰ علمائے ریاست دیکھے جواب استفتاء چند مقدمات کی تمہید پر موقوف ہے جو مسلم فقہ میں مہین و مہربن ہے۔ تمہید، میت کے ترکہ میں سے سب سے مقدم جمیع مال سے خرچ تجہیز و تکفین ہے اس کے بعد باقی میں سے ادائے دیون اس کے بعد باقی میں سے تنفیذ وصیت بالثلث اس کے بعد باقی کی تقسیم علیٰ فرض اللہ، وصیت زائد علی الثلث اس وقت ناجائز ہے جبکہ متضمن ابطال حق ورثہ ہو، اور اگر ورثہ مال متروکہ کے متعلق نہ ہو مثلاً کوئی وارث موجود نہ ہو یا وارث موجود ہو اور ابطال حق نہ ہو، یا ورثہ اپنے اضرار اور ابطال حق کو قبول کر لیں تو وہ وصیت زائد علی الثلث جائز و نافذ ہوگی۔

جوہرہ میں کہا اس لئے کہ ممانعت وارثوں کے حق کی وجہ سے ہے لہذا ان کی اجازت سے جائز ہو جائے گی۔ علامہ ابوالسعود نے کہا اگر کوئی وارث موجود نہ ہو ————— اگرچہ حکمی طور پر تو کل مال کے ساتھ وصیت صحیح ہوگی کیونکہ صحیح ہونے سے رکاوٹ تو حق وارث کا اس سے متعلق ہونا ہے۔ فتح القدر میں کہا تہائی سے زائد کی وصیت وارثوں کے حقوق کے ابطال کو متضمن ہے اور وہ ان کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔ (ت)

قال فی الجوہرۃ لان الامتناع لحقہم فیجوز باجائزہم، وقال العلامة ابوالسعود فلولم یکن وارث ولو حکما صحت الوصیۃ بالکل لان المانع من الصحۃ تعلق حق الوارث، وقال فی فتح القدر فالوصیۃ بالزیادۃ علی الثلث تتضمن ابطال حقہم و ذلک لایجوز من غیر اجائزہم

اگر زائد علی الثلث اجنبی کو وصیت کی اور صرف احد الزوجین وارث موجود ہے اور اس نے اس وصیت کو قبول نہ کیا تو اس کا اثر صرف اسی قدر ہوگا کہ اول ثلث بطور وصیت نکال کر باقی ماندہ

۳۸۹/۲	مکتبہ امدادیہ ملتان	کتاب الوصایا	لہ الجوہرۃ النیرۃ
۵۲۸/۲	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	"	۲ فتح المعین
۳۲۶/۹	المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر	"	۳ نتائج الافکار (تکلمہ فتح القدر)



تمام مال میں سے ربح یا نصف حصہ احد الزوجین نکالا جائے گا اور باقی بعد احد الزوجین کل یا جس نہ  
موصی کو بقدر وصیت دیا جائے گا اور بعد ازاں اگر کچھ باقی رہے گا تو بیت المال میں داخل کیا جائے گا  
تو وصیت ثلث المال اس مال کی وصیت سے مقدم ہے جو مال ثلث کے بعد باقی رہا ہے اور  
اس کی بھی یہی وصیت کی گئی ہے زوجین کے لئے عدم جواز وصیت کا بھی مشروط بایں شرط ہے کہ کوئی  
دوسرا وارث موجود ہو۔ اور اگر دوسرا کوئی وارث موجود نہ ہو تو احد الزوجین کی وصیت للاخر صحیح و  
نافذ ہے، حاصل یہ کہ زوجین کی وصیت سے مانع مراثت حق ورثہ ہے اگر یہ نہ ہو تو پھر کوئی مانع نہیں  
خواہ وہ وصیت بالرقبہ ہو یا بالمنفعت۔

قال فی رد المحتار والالتصاح کمالو رد المحتار میں کہا ورنہ صحیح ہے جیسا کہ خاوند بیری  
اوصی احد الزوجین للاخر ولا وارث میں سے کوئی ایک دوسرے کے لئے وصیت  
غیرہ یلہ کرے اور اس کے علاوہ کوئی اور وارث  
موجود نہ ہو۔ (ت)

رد علی الزوجین کا حق بیت المال سے اضعف ہے لفساد بیت المال۔ اشباہ میں ہے  
انہ یرد علیہما فی نہ ماننا لفساد بیت المال یلہ ہمارے زمانے میں بیت المال کے فساد  
ہو جانے کی وجہ سے زوجین پر رد کیا جائیگا۔ (ت)  
رد المحتار میں ہے :

قال فی القنیۃ ولیفتی بالرد علی الزوجین قنیۃ میں کہا کہ ہمارے زمانے میں بیت المال کے  
فی نہ ماننا لفساد بیت المال یلہ فساد کی وجہ سے زوجین پر رد کا فتویٰ دیا جائیگا۔  
پس اگر بیت منتظم ہے تو مستحقین سے باقی ماندہ مال بیت المال میں داخل کیا جائے گا، اور  
اگر بیت المال نہیں ہے یا ہے اور منتظم نہیں ہے اور اندیشہ ہے کہ وکیل بیت المال سے اس  
مال کو بیت المال میں داخل نہ کرے اور اپنے اور اپنے خدام کے صرف میں لائے تو اس صورت میں  
ضرورت زوجین پر حسب فتویٰ متاخرین رد کیا جائیگا اور بعد تمہید مقدمہ مذکورہ اس استفتاء کا صحیح جواب

۱۔ رد المحتار کتاب الوصایا دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۱۶  
۲۔ الدر المختار بحوالہ الاشباہ کتاب الفرائض باب العول مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۶۱  
۳۔ رد المحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۵۰۲

یہ ہے کہ واحد بخش متوفی کے جمیع مال متروکہ میں سے سب سے اول اس کی تجیز و تکفین کا خرچ نکال جائیگا جس میں رواجی صدقات و خیرات داخل نہیں بشرطیکہ مدعا علیہ نے یہ خرچ اپنے ذاتی مال میں سے بلا اجازت مدعیہ کو نہ کیا ہو، اور اگر ایسا کیا ہو تو تبرع ہو کر اس کا بار اس کی ذات پر رہے گا، نہ مدعیہ پر، بعد ازاں اگر متوفی نے مدعیہ کو دین مہر میں زیورات کی وصیت کی ہے چنانچہ اس کا اعتراف ہے اور مدعا علیہ نے بھی زیورات اس کو تسلیم کر کے قبول کر لیا ہے تو زیورات اس کو دین مہر میں دیئے جائیں گے اور اگر بالفرض دین مہر میں نہیں دیئے بلکہ محض وصیت کی تو اس صورت میں باقی ماندہ تمام مال میں سے دین مہر زوجہ ادا کیا جائے گا بعد ازاں وصیت جاری کی جائے گی صورت موجودہ میں واحد بخش نے تین وصیتیں کی ہیں جو اس کے تمام مال کو مستغرق ہیں ایک وصیت زوجہ کو کی ہے جو صرف زیورات کے متعلق ہے خواہ یہ وصیت محض ہو یا وصیت ادا دین مہر کے لئے ہو جیسا کہ زوجہ کا اقرار ہے اور دوسری وصیت زوجہ کو ہے جو مکان کے سکنی اور ظروف کے استعمال کے متعلق ہے اور تیسری وصیت باقی ماندہ تمام مال کی شاہ محمد خاں کو کی ہے جس کو مدعیہ نے قبول نہیں کیا ہے اور وہ وصیت ثلث مال سے زائد کی ہے پس صورت موجودہ میں بعد خرچ تجیز و تکفین و ادائے دین مہر اس طرح نفاذ وصیت کیا جائے گا کہ اگر دین مہر تمام زیورات سے حسب اقرار زوجہ ادا ہوا ہے تو زیورات پر ذکر باقی ماندہ خواہ مکانات ہیں یا ظرف وغیرہ ایک ثلث یعنی  $\frac{1}{3}$  اول شاہ محمد کو دیا جائے گا اور باقی ماندہ میں سے چوتھائی حصہ  $\frac{1}{4}$  جو زوجہ کا ہے یعنی سدس کل  $\frac{2}{3}$  اس کو دیا جائے گا پھر باقی ماندہ  $\frac{1}{3}$  بھی بعد المزاحم شاہ محمد کو دیا جائے گا اور تصحیح سہامات کی بارہ سے ہوگی تمام جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ علاوہ زیورات بارہ سہام ہو کر، اول چار سہام بحکم وصیت بالثلث شاہ محمد کو دیئے جائیں گے بعد ازاں باقی ماندہ آٹھ سہام میں سے دو سہام جو ربع مابقی ہے اور سدس کل ہے عالم خاتون زوجہ کو دیئے جائیں گے، بعد ازاں چھ سہام باقی ماندہ بحکم وصیت زائد علی الثلث لعدم المزاحم شاہ محمد کو دیئے جائیں گے، پس شاہ محمد کو اس مال میں سے  $\frac{1}{3}$  سہام ملیں گے اور عالم خاتون زوجہ کو اس مال میں سے جس کی وصیت شاہ محمد کو کی ہے  $\frac{1}{3}$  سہام دئے جائیں گے۔ روایات ذیل ملاحظہ ہوں :

قال العلامة السعودی فی فتح المعین  
ولو اوصت بكل مالها للزوجها کان  
الکل له نصفه بطریق الامراث  
ونصفه بطریق الوصیة قہستانی  
عن قاضیخان وکذا یستحق الزوج الکل اذا  
علامہ ابوالسعود نے فتح المعین میں فرمایا اگر عورت  
نے اپنے شوہر کے لئے کل مال کی وصیت کی تو  
تمام مال شوہر کا ہوگا نصف بطور میراث اور  
نصف بطور وصیت۔ قہستانی میں بحوالہ قاضیخان  
منقول ہے یونہی خاوند کل مال کا مستحق ہوگا جبکہ

اوصت له بالنصف ثم قال و انما  
 قيدوا بالنزوحين لان غيرهما  
 لا يحتاج للوصية لانه يرث الكل  
 برد اور حسم ، قال العلامة  
 ابن عابدین فی رد المحتار  
 فاذا اوصى بما نراد على الثلث  
 ولم يكت الا و ارث يرد عليه  
 واجابناها فالبقية له و ان  
 اجابنا من لا يرد عليه فقرضه  
 في البقية و باقیها  
 لبیت المال فلو اوصى  
 بثلاثی ماله واجابنا  
 الزوجة فلها ربع  
 الثلث واحد من اثني  
 عشر مخرج الثلثين  
 و ربع الباقي و لبیت المال  
 ثلثة و لزيد ثمانیه  
 و ان لم تجز و اوصى لها  
 ايضا اولا فقد اوضحه  
 في الجوهرة فراجعها  
 قال في الجوهرة في  
 شرحه و لا يجوز ما نراد

عورت نے اس کے لئے نصف مال کی وصیت  
 کی ہو، پھر کہا کہ مشائخ نے زوجین کے ساتھ قید  
 لگائی ہے کیونکہ ان دونوں کے علاوہ جو ورثہ میں  
 انھیں وصیت کی محتاجی نہیں اس لئے وہ رد یا  
 رشتہ داری کی وجہ سے کل کے وارث بن جاتے  
 ہیں۔ علامہ ابن عابدین نے رد المحتار میں کہا  
 اگر تہائی سے زائد کی وصیت کی اور اس کا صرف  
 ایک ایسا وارث موجود ہے جس پر رد کیا جاتا ہے  
 اور اس نے وصیت کی اجازت دے دی تو  
 باقی مال اس کا ہے۔ اور اگر ایسے وارث نے  
 اجازت دی جس پر رد نہیں کیا جاتا تو اس کا  
 فرضی حصہ باقی سے نکال کر جو بیع گیا وہ بیت المال  
 میں رکھا جائے گا۔ اگر کسی نے دو تہائی مال کی  
 وصیت کی اور اس کی بیوی نے اجازت دیدی  
 تو بیوی کو ایک تہائی کا چوتھا حصہ ملے گا جو کہ  
 بارہ میں سے ایک بنتا ہے اور بارہ مخرج ہے  
 دو تہائی اور باقی کی چوتھائی کا چنانچہ بارہ میں سے  
 بیت المال کے لئے تین اور زید جس کے لئے  
 وصیت کی گئی تھی کے لئے آٹھ حصے ہوں گے۔  
 اور اگر بیوی نے اجازت نہ دی حالانکہ یہ پہلے  
 اس کے لئے بھی وصیت کر چکا ہے تو اس کو  
 جوہرہ میں خوب واضح کیا ہے اسی کی طرف رجوع کرو۔

بجہ میں اس کی شرح میں کہا تھا فی مال سے  
 زائد کی وصیت جائز نہیں اگر وہاں کوئی ایسا  
 وارث موجود ہو جو کل مال کا وارث بن سکتا ہے لیکن کل مال کا مستحق  
 نہیں بن سکتا جیسے خاوند اور بیوی تو وہ تہائی  
 مال سے زائد کی وصیت کر سکتا ہے۔ اور زوجین  
 جس حصہ میراث کے مستحق ہیں وہ اس سے  
 مانع نہیں کیونکہ وہ میراث کے ایک خاص حصہ  
 کے وارث ہوتے ہیں اس پر کسی حال میں اضافہ  
 نہیں ہوتا، جو اس سے زائد ہے وہ مریض کا  
 مال ہے اس میں کسی کا حق نہیں لہذا جائز ہے  
 کہ وہ اس کی وصیت کر جائے۔ امام محمد علیہ الرحمۃ  
 نے فرمایا اگر کوئی عورت خاوند کے علاوہ کوئی  
 وارث نہ چھوڑے اور کسی اجنبی شخص کے لئے  
 نصف مال کی وصیت کر جائے تو وصیت جائز  
 ہوگی۔ اس صورت میں شوہر کو ایک تہائی  
 اور وصیت والے شخص کو نصف ملے گا۔ باقی رہا  
 چھٹا حصہ وہ بیت المال کا ہے۔ اور شوہر کے لئے  
 کل کا تہائی حصہ اس لئے ملے گا کہ شوہر وصیت کا  
 مال نکالنے کے بعد ہی میراث کا مستحق ہوگا۔  
 چنانچہ پہلے وصیت والے شخص کے لئے کل مال  
 سے تہائی حصہ بطور وصیت نکالنے کی ضرورت  
 ہے کیونکہ وہ شخص ہر حال میں اس کا مستحق ہے  
 باقی دو تہائی مال بچا تو شوہر اس دو تہائی  
 میں سے نصف یعنی ایک تہائی کا بطور میراث  
 مستحق ہوگا۔ باقی ایک ٹلٹ بچ گیا اس میں سے

على الثلث یعنی اذا كان هناك وارث  
 یجوز ان یتحقق جمیع  
 المیراث اما اذا كان لا یتحقق  
 جمیع المال كالزوج والزوجة  
 فانه یجوز ان یوصی بما اراد  
 على ذلك ولا یمنع من ذلك  
 استحقاقهما ما یرثانه لانهما  
 یتحققان سہما من المیراث  
 لا یزاد علیہ بحال فما اراد  
 على ذلك فهو مال المریض  
 لاحق فیہ لاحد فجاز ان یوصی بہ و  
 على هذا قال محمد رحمہ الله  
 اذا تركت المرأة زوجا و لہ  
 ترك وارثا غیرہ و اوصت لاجنبی  
 بنصف مالہا فالوصیة جائزۃ و  
 یكون للزوج ثلث المال و للموصی  
 لہ النصف و یقی السدس لبیت المال  
 و انما كانت للزوج الثلث لانه لا یتحقق  
 المیراث الا بعد اخراج الوصیة  
 فیحتاج الى ان یخرج الثلث  
 اولاً للموصی لہ لانه یتحققہ  
 بكل حال فیبقى الثلثان  
 یتحقق الزوج نصفہ میراثا  
 یتقی الثلث السدس للموصی  
 لہ تکملة للنصف و یتقی السدس



لا يستحق له فيكون لبيت المال  
وكذا اذا وصت بذلك لزوجها كان  
المال كله له نصفه ميراثا  
ونصفه وصية لانه لا يستحق  
الوصية قبل الميراث  
بخلاف الاجنبى لان الزوج  
وارث وانما جازت له  
الوصية لانه لا وارث لها  
تقف صحة الوصية على  
اجازته وعلى ذلك اذا  
ترك نروجة لا وارث له  
غيرها ووصى لرجل بجميع  
ماله كان لها الثلث  
وللموصى له خمسة اشداس  
لانها لا تستحق من الميراث  
شيئا حتى يخرج الثلث  
للوصية فاذا خرج الثلث  
استحقت ربع الباقي وما  
بقى بعد ذلك يكون للموصى  
له بالجميع واصله من  
اثني عشر للموصى له اربعة  
وهو الثلث يبقى الثلثان  
ثمانية للزوجة وربعها  
اثان يبقى ستة تعود للموصى  
له فيكون له عشرة

وصيت والى شخص کو چھا حصہ دیں گے تاکہ کل کا نصف  
مکمل ہو جائے اور ایک چھا حصہ باقی بچا جس کا  
کوئی مستحق نہیں لہذا وہ بیت المال کا ہے یونہی  
اگر اس عورت نے شوہر کے لئے نصف مال کی  
وصیت کی تو تمام مال شوہر کا ہو جائے گا نصف  
بطور میراث اور نصف بطور وصیت، کیونکہ شوہر  
میراث سے پہلے وصیت کا مستحق نہیں ہوتا بخلاف  
اجنبی کے اس لئے کہ شوہر وارث ہے۔ بیشک  
شوہر کے لئے یہ وصیت جائز ہے کیونکہ کوئی ایسا  
وارث موجود نہیں جس کی اجازت پر وصیت کا  
صحیح ہونا موقوف ہو۔ اور اسی کی بنیاد پر اگر  
کسی کا بیوی کے سوا کوئی وارث نہ ہو اور وہ  
اجنبی شخص کے لئے اپنے کل مال کی وصیت کر جائے  
تو بیوی کو چھا حصہ (۱/۲) ملے اور جس کیلئے وصیت  
کی گئی اس کو پانچ حصے (۵/۶) ملیں گے کیونکہ بیوی  
میراث میں سے کسی شے کی اس وقت تک مستحق  
نہیں ہوگی جب تک وصیت کیلئے ایک تہائی  
مال ترکہ سے نکال نہ لیا جائے جب ایک تہائی  
مال نکل گیا تو بیوی باقی (جو کہ دو تہائی ہے) کے  
چوتھے حصے کی مستحق ہوگی، پھر بیوی کے حصہ کے  
بعد جو بچ گیا وہ اس شخص کو دے دیا جائے گا  
جس کے لئے کل مال کی وصیت کی گئی ہے اس  
میں کل مال کے بارہ حصے بنائے جائیں گے جن  
میں سے وصیت والے کو ایک تہائی یعنی چار حصے  
دیں گے باقی دو تہائی یعنی آٹھ حصے بچے جن کا

من اشفی عشر و ذلك خمسة  
اسد اسہما۔

چوتھائی یعنی دو حصے بیوی کے ہیں باقی چھ حصے  
وصیت والے شخص کی طرف لوٹ جائیں تو اس  
طرح اس کے کل حصے بارہ میں سے دس ہو جائیں گے جو کہ چھ میں پانچ (۵/۶) بنتے ہیں۔ (ت)  
بعد ازاں سوالات عدالت کا نمبر اور جواب تفصیل ہے یہ وصیت مرض الموت میں ہوئی ہے اور  
موافق اس تفصیل کے جو محمل جواب میں گزر چکی ہے شرعاً صحیح و نافذ ہے وصیت بحق شاہ محمد زائد علی الثلث  
ہے عالم خاتون زوجہ نے اگر اس کو قبول نہیں کیا تو اس کا نفاذ حسب ذیل تقسیم ہو کر ہوگا۔ زیورات  
اگر متوفی نے مہر میں دیئے ہوں تو زیورات پر وصیت کا بار ہوگا بلکہ تمام زیورات اس کو ملیں گے

در زیورات میں سے مدعیہ کو  $\frac{2}{3}$  سهام مدعا علیہ کو  $\frac{1}{3}$  سهام اور دیگر جائداد و مکانات و  
ظروف وغیرہ میں سے مدعیہ کو  $\frac{1}{3}$  اور مدعا علیہ کو  $\frac{2}{3}$  سهام ملیں گے کیونکہ اول ثلث اس کا بطور وصیت  
مدعا علیہ کو ملے گا پھر ربع باقی ماندہ  $\frac{1}{4}$  یعنی سدس کل  $\frac{1}{4}$  مدعیہ کو ملے گا بعد ازاں باقی ماندہ یعنی نصف  
 $\frac{1}{2}$  مدعا علیہ کو ملے گا جو زیورات قیمتی سماعت بروئے وصیت مدعیہ کو دیئے گئے ہیں اگر وہ مہر میں  
دیئے گئے ہیں تو ان میں مدعا علیہ کا بروئے وصیت کچھ حق نہیں ہے اور اگر محض بطور وصیت دیئے گئے  
ہیں تو ان میں مدعا علیہ کا بروئے وصیت بالثلث حق ثلث ہوگا اور اس صورت میں تمام زیورات میں  $\frac{1}{3}$  سهام  
مدعا علیہ کو اور  $\frac{2}{3}$  مدعیہ کو ملیں گے لیکن اس شرط ثانی پر نفاذ وصیت سے پیشتر مدعیہ کا مہر کل مال سے  
ادا کیا جائے گا اگر مدعا علیہ نے تجمیز و تکفین متوفی کی اپنے مال سے بلا اطلاع و بلا اجازت مدعیہ کی ہے چونکہ  
یہ صرف تبرع ہے لہذا اس فیوج کا بار صرف مدعا علیہ کے مال پر ہے اور مدعیہ پر اس کا مطلق بار نہ ہوگا اور اگر  
باجازت مدعیہ اپنے مال سے تجمیز و تکفین کی ہے یا متوفی کے ترکہ میں سے تو اس کا بار متوفی کے تمام ترکہ پر  
ہوگا جو ہر دو مدعا علیہ اور مدعیہ کے متعلق ہوگا۔ حق سکنی مکانات اور حق استعمال ظروف وغیرہ کے جو  
موصی نے عالم خاتون زوجہ کو وصیت کی ہے اس وصیت کے بار سے ثلث مال جو بطور وصیت شاہ محمد کو  
اول ملے گا بری رہے گا البتہ علاوہ ثلث مال کے جو شاہ محمد کو بعد اخراج ثلث ملے گا اس میں مدعیہ کو تانکاح ثانی  
حسب وصیت حاصل ہے کیونکہ زوجہ کی وصیت اجنبی کی وصیت بالثلث کے مزاحم نہیں ہو سکتی یاں زائد  
علی الثلث کے مساوی ہے لہذا زائد علی الثلث یعنی  $\frac{1}{3}$  میں اس کا نفاذ اس طرح ہوگا کہ رقبہ کی  
وصیت شاہ محمد کے لئے اور منفعت کی وصیت مدعیہ کے لئے قرار دی جائے گی جو حصہ مدعیہ کا اور مدعا علیہ کا  
جائداد منقولہ یا غیر منقولہ میں ہے اس کے متعلق ہر ایک فریق کو اختیار ہے کہ وہ فریق ثانی سے بشرطیکہ

وہ رضامند بھی ہو قیمت لے ورنہ حسب سہامات مذکور تقسیم کرالے شرعاً قیمت لینے کے متعلق کسی فریق پر جبر نہیں ہو سکتا۔

الحاصل تعین حصص مدعیہ و مدعی کے متعلق جواب علمائے ریاست صحیح ہے اور مستشار العلماء لاہور صحیح نہیں ہے زیورات کے متعلق شرعی بایں تفصیل ہے کہ متوفی نے زیورات مذکورہ اگر مدعیہ کو مرض الموت سے پہلے تملیک کا دے دیے ہیں اور وصیت نامہ کی تحریر اس کا بیان ہے تو وہ زیورات متوفی کے ترکہ سے خارج ہیں اُن پر کوئی بار حتیٰ کہ تجیز و تکفین اور وصیت کا بھی نہیں ہوگا اور اگر مرض موت میں وصیت کی ہے تو اگر بعوض دین مہر ہو تو البتہ اس صورت میں تجیز و تکفین کے بار سے حسب حصہ زیورات مستثنیٰ نہ ہوں گے بشرطیکہ مدعا علیہ نے بلا اجازت مدعیہ اپنے مال سے خرچ نہ کیا ہو لیکن وصیت بالثلث کے بار سے مستثنیٰ ہوں گے یعنی بعد حشر چ تجیز و تکفین باقی ماندہ مال سے تمام زیورات مدعیہ کو ملیں گے اور اگر بعوض دین مہر نہ ہو تو بعد تجیز و تکفین اول دین مہر ادا کیا جائیگا، بعد ازاں بحکم وصیت بالثلث زیورات میں سے بھی  $\frac{1}{3}$  یعنی  $\frac{1}{3}$  ثلث مدعا علیہ کو ملے گا باقی ماندہ  $\frac{2}{3}$  حصہ زیورات مدعیہ کو ملیں گے، پس حکم عدم جواز وصیت صحیح نہیں اور نیز حکم بعدم جواز وصیت بالمنفعت بھی صحیح نہیں بلکہ اس کا نفاذ علاوہ ثلث کے ہوگا، صورت موجودہ میں علماء انجمن مستشار العلماء کا دعویٰ بطلان وصیت اور جواز رد علی الزوجین کے متعلق صحیح نہیں ہے کیونکہ رد علی الزوجین کا تعلق اس صورت کے ساتھ جس جگہ حقوق مقدمہ سے باقی ماندہ کو بیت المال کے لئے قرار دیا ہے اور جس صورت میں حقوق تمام ترکہ کو مستغرق ہوں اور بیت المال تک نوبت نہ پہنچے جیسا کہ وہاں بیت المال کے لئے کچھ نہیں باقی رہا تو رد علی الزوجین کا حکم ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ حکم مقدمہ خامسہ رد علی الزوجین کے جواز کا حکم ہرگز نہیں ہو سکتا بیت المال کے فساد کے ساتھ مشروط ہے اگر بیت المال منظم موجود ہو تو رد علی الزوجین نہیں ہو سکتا لہذا حکم رد علی الزوجین حکم تفویض بیت المال سے بھی مؤخر ہوا صورت موجودہ میں اور فرض زوجہ تمام باقی ماندہ ترکہ کو مستغرق ہیں باقی ماندہ ترکہ کا کوئی فرد ان حقوق مقدمہ کے بعد باقی نہیں رہتا، پس نہ تفویض بیت المال کا حکم ہو سکتا ہے نہ رد علی الزوجین کا۔ پس یہ بحث اس جگہ نہایت تعجب انگیز ہے، چنانچہ اس کی تشریح اور تردید اپنی تحریر مندرجہ مسئلہ کافی طور پر کر دی ہے اپنی دوسری تحریر میں ایک نوٹ لکھتے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ واحد بخش نے شاہ محمد کو حفاظت جائداد کی وصیت کی ہے نہ تملیک کی، لہذا وہ وصی ہے نہ موصی لہٰذا چونکہ اس کی تردید علمائے ریاست نے کافی طور پر فرمائی ہے لہذا ہم کو اس کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے فقط واللہ اعلم و علمہ

## نقل جواب ۸

میں نے حضرات علمائے کرام کے فتاویٰ منع کا غذات متعلقہ مسل مقدمہ کو غور سے پڑھا اور بار بار بغرض تنقیح امر متنازعہ فیہ حوالہ جات کتب فقہ میں تدبر کیا چنانچہ حسب ذیل فیصلہ پر آگاہ ہوا، بتوفیقہ تعالیٰ اس میں تو کلام نہیں کہ رد علی الزوجین میں فقہائے متاخرین کا اختلاف ہے یعنی فقہائے متقدمین قطعاً رد علی الزوجین کے قائل نہیں ہیں اور فقہائے متاخرین رد مذکور کے قائل ہیں نیز اس میں کلام نہیں کہ فتویٰ متاخرین کے قول پر ہے چنانچہ صاحب رد المختار فرماتے ہیں :

قال في القنية ويفتي بالرد على الزوجين في زماننا لفساد بيت المال وفي الزيلعي عن النهاية ما فضل عن فرض احد الزوجين يرد عليه وكذا البند والابن من الرضاع يصرف اليهما وقال في المستصفى الفتوى اليوم بالرد على الزوجين وقال المحقق احمد بن يحيى بن سعد التفتازاني افتى كثير من المشائخ بالرد عليهما اذ لم يكن من الاقارب سواهما لفساد الامام وظلم الحكام في هذه الايام الخ اخره۔

فقہ میں کہا کہ ہمارے زمانے میں بیت المال کے فساد کی وجہ سے زوجین پر رد کا فتویٰ دیا جائیگا زبلی میں نہایت سے منقول ہے کہ زوجین میں سے کسی ایک کے فرضی حصہ کو وصول کرنے کے بعد جو کچھ بچ جائے وہ اسی پر رد کر دیا جائیگا یوں ہی رضاعی بیٹی اور رضاعی بیٹے کی طرف لوٹایا جائے گا۔ مستصفیٰ میں کہا آج کے زمانے میں فتویٰ زوجین پر رد کرنے کے ساتھ ہے محقق احمد بن یحییٰ بن سعد تفتازانی نے کہا بہت سے مشائخ نے فتویٰ دیا ہے کہ زوجین پر رد کیا جائے گا جبکہ ان کے علاوہ اقارب

میں سے کوئی موجود نہ ہو، کیونکہ ان دنوں میں پیشوا خراب اور حکام ظالم ہو چکے ہیں الخ۔ (ت) اب بحث طلب بات رہ جاتی ہے کہ فقہائے متاخرین جن کے قول پر فتویٰ ہے ذوی الارحام مولیٰ المولات مقررہ بالنسب علی الغیر موصیٰ لہ بجمیع المال ان چاروں کے نہ ہونے کی صورت میں رد مذکور کے قائل ہیں، صاحب در مختار کی عبارت مندرجہ ذیل سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ متاخرین رد علی ذوی الفروض النسبیہ ہی کے درجہ میں اور انھیں کے ساتھ رد علی احد الزوجین کے



قائل ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں :

والرد ضدہ (ای ضد العول) کہا مر  
و حینئذ فان فضل عنہا اع  
الفروض والحال انه لا عصبۃ ثمة یرد  
الفاضل علیہم بقدر سہما مہم اجماعا  
لفساد بیت المال الاعلى الزوجین  
فلا یرد علیہما وقال عثمان رضی اللہ  
عنہ یرد علیہما ایضا قالہ المصنف  
وغیرہ قلت وجزم فی الاختیار  
بان هذا وہم من الراوی فراجعہ  
قلت و فی الاشباہ انه یرد علیہما فی  
زماننا لفساد بیت المال وقد منہا  
فی الولاء

رد ضد ہے عول کی، جیسا کہ گزرا، تو اب جب  
فروض سے کچھ بچ جائے ورنہ ایسا کہ کوئی عصبہ  
وہاں موجود نہ ہو تو وہ بچا ہوا مال بالاعتفاق  
ذوی الفروض پر ان کے حصوں کے مطابق رد  
کیا جائیگا سو ازوجین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ نے فرمایا کہ زوجین پر بھی رد کیا جائے گا،  
ایسا ہی مصنف وغیرہ نے کہا ہے۔ میں کہتا ہوں  
اختیار میں جزم کیا ہے کہ یہ راوی کا وہم ہے تو  
تم اسی کی طرف رجوع کرو۔ میں کہتا ہوں اشباہ  
میں ہے ہمارے زمانے میں بیت المال کے  
فساد کی وجہ سے زوجین پر رد کیا جائے گا۔ اسکا  
ذکر پہلے ہم کتاب الولاء میں کر آئے ہیں (ت)

اگر فقہائے متاخرین کے نزدیک رد علی الزوجین کا درجہ موصیٰ لہ بجمع المال کے بعد ہوتا تو  
حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مصنف صاحب اشباہ کے اختلاف کو یہاں یعنی رد علی ذوی الفروض  
النسبیہ کے ساتھ ملا کر بیان کی کیا ضرورت تھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر جو دلیل  
کتاب روح الشروح سے منقول ہے اس سے یہی صاف ظاہر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ رد علی الزوجین اور رد علی ذوی الفروض النسبیہ ایک ہی درجہ پر رکھتے ہیں کیونکہ اس میں رد کو  
عول پر قیاس کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ عول میں ذوی الفروض النسبیہ اور احد الزوجین برابر ہیں  
تو پھر رد میں بھی ان کو برابر ہونا چاہئے متاخرین کی طرف سے رد علی الزوجین کی دلیل میں فساد  
بیت المال بیان کیا جاتا ہے اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب ترکہ کے بیت المال میں جلنے کا  
موقعہ ہو تو اس کے فاسد ہو جانے کے باعث رد علی الزوجین ہونا چاہئے اور جب بیت المال  
میں جانے کا موقعہ موصیٰ لہ بجمع المال کے بعد ہے تو رد علی الزوجین بھی موصیٰ لہ بجمع المال کے بعد

ہونا چاہئے لیکن درمختار کی عبارت مسطورہ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں رد علی ذوی الفروض  
النسبہ کی دلیل سے ہی فساد بیت المال ہی کو پیش کیا ہے تو چاہئے کہ رد علی ذوی الفروض النسبہ  
بھی موصی لہ بجمع المال کے بعد ہی ہو اور اس کا تو کوئی قائل بھی نہیں ہے۔ حاشیہ ضیاء السراج  
وغیرہ سے جو جزئیات علماء نے نقل کئے ہیں وہ سب متقدمین کے مذہب پر مبنی ہیں جو زیادہ تر  
مروج اور مشہور ہے، اسی لئے ردالمختار میں فرماتے ہیں :

اقول ولم نسمع ایضا فی نہ ماننا من  
افقی بثنی من ذلك ولعله لمخالفتہ  
للمتون فلیتأمل لکن لا یخفی ان  
المتون موضوعۃ لنقل ما هو المذہب  
وهذه المسئلة مما افقی بہا المتأخرون  
على خلاف اصل المذہب لہ  
میں کتا ہوں ہم نے اپنے زمانے میں سنا بھی نہیں  
کہ کسی نے ایسا فتویٰ دیا ہو شاید متون سے  
اس کے مخالف ہونے کی وجہ سے۔ پس تأمل  
چاہئے، لیکن پوشیدہ نہیں کہ متون نقل مذہب  
کے لئے وضع کئے گئے ہیں، اور یہ مسئلہ ان  
مسائل میں سے ہے جن میں متاخرین نے  
اصل مذہب کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔ (ت)

بہر کیف اگر کسی صاحب کو کوئی ایسی طرح روایت مل جائے کہ فقہائے متاخرین موصی لہ  
بجمع المال کے نہ ہونے کی صورت میں رد علی الزوجین کے قائل ہیں تو خاکسار اور دیگر اراکین مستشار  
العلماء کو اپنی رائے بدل دینے میں کوئی عذر نہیں ہو سکتا لیکن حضرات مفتیان نے ابھی تک اس  
امر کو پایہ ثبوت تک نہیں پہنچا یا وہ روایات و جزئیات جن سے معلوم ہوتا ہے کہ موصی لہ بجمع المال  
کے ہوتے ہوئے رد علی الزوجین نہیں ہوگا وہ تمام فقہائے متقدمین کے قول پر مبنی نہیں ہے  
اور اس قول کے موافق اگر موصی لہ بجمع المال موجود نہ ہو تو بھی رد علی الزوجین نہیں ہو سکتا مجھے  
کسی ایسی روایت کا علم نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ موصی لہ بجمع المال موجود نہ ہو تو رد علی الزوجین  
ہوگا ورنہ نہیں، اور میرے خیال میں یہ کسی کا بھی مذہب نہیں، بہر صورت جزئیات مندرجہ فتاویٰ متعلقہ  
مسئلہ ہذا جن سے موصی لہ بجمع المال کو رد علی الزوجین پر مقدم رکھا گیا ہے وہ مذہب متقدمین  
پر مبنی ہیں نہ متاخرین پر جو مفتی بہ مذہب ہے اور اگر یہ امر قطعاً ثابت ہو جائے کہ وہ مذہب  
متاخرین پر مبنی ہیں تو حضرات علماء ریاست کا فتویٰ صحیح ہے مگر بنظر امعان صاف معلوم ہوتا ہے

کہ اس امر کو کسی مفتی نے صاف نہیں کیا لہذا خاکسار کا فیصلہ اس مسئلہ میں وہی ہے جس کو کچھ مستشار العلماء لاہور نے اپنے فتویٰ میں لکھ دیا ہے اور جس کے ساتھ یہی متفق ہیں اس مسئلہ میں اس سے زیادہ بحث فضول ہے اور فیصلہ عدالت کے لئے کافی ہے فقط واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ فقط

## الجواب

(جواب امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين وبه تسم  
برسوله نستعين صلى الله تعالى عليه  
وسلم وبارك عليه وعلى آله وصحبه  
اجمعين۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو کل جہانوں  
کا پروردگار ہے اور اسی سے پھر اس کے رسول  
سے ہم مدد چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے رسول  
پر درود، سلام اور برکتیں فرمائے اور آپ کی تمام آل و اصحاب پر۔ (ت)  
الحمد للہ یہاں فتویٰ پرفیس نہیں لی جاتی ان اجری الاعلیٰ رب العالمین (میرا اجر تو اسی پر  
ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ ت) منی آرڈر واپس کر دیا، سوالات اور ان کے متعلق آٹھ  
فتوے ملاحظہ ہوئے، مفتیوں کے نام نہ لکھنا عجب نہ تھا ایک کے فتویٰ میں دوسرے کا جو ذکر تھا وہ  
لکھ کر محو کر دیا گیا یا بیاض چھوڑی ہے یہاں اس سے کوئی بحث نہیں بلکہ عز وجل تحقیق حق سے کام ہے  
مگر اتنی گزارش مناسب ہے بحمدہ تعالیٰ یہاں مسائل میں نہ کسی دوست کی رعایت ہے، ہمارے رب  
عز و علا نے نہ فرمایا:

يا ايها الذين آمنوا كونوا قوامين بالقسط  
شهداء الله ولوعلى انفسكم  
اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ  
اللہ کے لئے گواہی دیتے ہوئے چاہے اس  
میں تمہارا اپنا نقصان ہو۔ (ت)

نہ کسی مخالفت سے ضد اور نفسانیت۔ کیا ہمارے مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے نہ فرمایا :  
 لا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس پر نہ ابھارے  
 اعدلوا ہوا قرب للفقویٰ کہ انصاف نہ کرو، انصاف کرو وہ پرہیزگاری سے

زیادہ قریب ہے۔ (ت)

مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ کی عنایت پھر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعانت سے امید واثق ہے  
 کہ لایخافون لومة لائم سے بہرہ وافی عطا فرمایا ہے، واللہ الحمد، اسی بنا پر بہت افسوس کے ساتھ گزارش  
 کہ آٹھوں فتوؤں میں اصلاً ایک بھی صحیح نہیں اکثر سرپا غلط ہیں اور بعض مشکل برا غلط۔ اب  
 ہم توفیق اللہ تعالیٰ اولاً کچھ مسائل کا افادہ کریں اور ہر افادہ پر جو فائدہ متفرع ہوئے اس کے ساتھ  
 لکھیں جن سے وضوح احکام کے ضمن میں یہ بھی واضح ہو کہ ان فتوؤں نے کہاں کہاں کیا غلطیاں کیں  
 اور ان کے علاوہ کیا ضروری باتیں ان کی نظر سے رہ گئیں۔ مفتی صاحبوں نے انصاف فرمایا تو یہ  
 امر باعث ناراضی نہ ہوگا بلکہ وجہ شکر کہ مقصود بیان حق و اظہار احکام ہے نہ کہ کسی کے طعن و الزام،  
 اور یہ امر قدیم سے معمول علمائے اسلام۔

ثانیاً پانچوں سوالات حال کے جواب دیں۔

ثالثاً ساتوں سوالات سابق کے جواب لکھیں جو ان مفتیوں سے کئے گئے اور جواب  
 غلط و ناقص ہے، اس لئے کہ حکم قضا نے جن امور کی نسبت تحریر فرمادیا ہے کہ فتاویٰ مصدرہ میں  
 جو سوالیہ زیر بحث آکر طے ہو چکے ہیں ان کے ذکر کی ضرورت نہیں ان میں بھی اظہار حق ہو کہ قابل اطمینان  
 پاس ساف نہ ہوتی تھی اس کا حق ہمیں خود ہی تھا اور اس تحریر دار القضا کے بعد بدرجہ اولیٰ کہ علاوہ  
 امور مستفسرہ کے اگر کوئی اور امر بھی قابل اصدار فتویٰ معلوم ہو تو اطلاع بخشیں۔

سابعاً حکم اخیر لکھیں کہ اس مقدمہ میں دار القضا کو کیا کرنا چاہئے۔ وہما توفیق  
 الہ باللہ علیہ توکلت والیہ انیب (اور میری توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ میں نے  
 اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ ت)



## الافادات و التفریعات (افادے اور تفریعیں)

### افادۂ اولیٰ

شاہ محمد خاں مکانات واثاث البیت کا ضرور موصیٰ ہے آغاز وصیت نامہ میں ہے وہ مکانات زیر حفاظت شاہ محمد خاں کے رہیں گے اور مالک بھی یہی رہے گا اگر صرف زیر حفاظت کہنا شاہ محمد خاں وصی ہوتا مگر اس فقرہ نے کہ مالک بھی رہے گا ظاہر کر دیا کہ مقصود وصیت ہے نہ کہ وصایت۔ پھر کہا مالک و قابض شاہ محمد خاں مذکور ہے، پھر کہا غرضکہ مالک شاہ محمد خاں مکانات وغیرہ کہے اس وغیرہ کی یوں تصریح کی ہے علاوہ اس کے اسباب خانہ داری از قسم برتن وغیرہ جملہ سامان خانہ داری کا مالک بھی شاہ محمد خاں رہے گا۔ پھر کہا کل اشیاء مندرجہ بالا کا مالک شاہ محمد خاں ہے۔ غرض جا بجا تملیک کی تصریح کی اور پُر ظاہر کہ یہ تملیک بلا معاوضہ و تبرع و احسان ہے اور آخر میں کہا یہ جملہ شراط بعد میرے قابل تعمیل ہونگے جب تک میں حیات ہوں کسی کا تعلق نہیں بعد میں بموجب بالا تقسیم ہونگے، صاف واضح کر دیا کہ یہ تملیک مضاف الیہ مابعد الموت ہے تو قطعاً وصیت ہوئی۔ امام اکمل الدین بابر قی عنایہ میں فرماتے ہیں:

الوصیۃ فی الشریعۃ تملیک مضاف  
الح مابعد الموت بطریق التبرع  
وصیت شریعت میں ایسی تملیک کو کہتے ہیں جو  
بطور تبرع موت کے مابعد کی طرف منسوب  
ہوتی ہے۔ (ت)

ہاں وصیت نامہ میں مالک و قابض شاہ محمد خاں مذکور ہے کے بعد یہ لکھا ہے کہ اس کو اختیار ہے کہ اس کو فروخت کرے یا رہن کرے بعد فروخت یا رہن یا زریع میری تجیز و تکفین اور میری ارواح پر بخش دے گا اسے منافی تملیک سمجھنا صریح غلط ہے وہ خود اس کے متصل ہی کہتا ہے یعنی غرضکہ مالک شاہ محمد خاں مکانات وغیرہ کا ہے خود اسی کلام کی تفسیر تملیک سے کر رہا ہے تو اسے تملیک سے جدا کرنا توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ (قول کی ایسی توجیہ کرنا جس پر قائل

راضی نہ ہو۔ ت) ہے اور جب مالک شاہ محمد خاں ہوا تو جملہ مذکورہ کسی طرح وصایت یعنی اُسے وصی بنانے کا مفید نہیں ہو سکتا کہ وصی وہ ہے جسے موصی مال مرضی میں تصرف کا اختیار دے نہ وہ جسے ایک مال کا مالک کر کے پھر اس سے درخواست کرے کہ وہ اپنا مال بیچ کر اس کے کام میں خرچ کر دے یہ سوال ہوا کہ ایسا ظاہر ہے کہ وصایت مثل وکالت دوسرے کو اپنی جگہ قائم کرنا ہے بلکہ وصایت عین وکالت ہے فرق اس قدر کہ وکالت حیات میں ہوتی ہے اور وصایت بعد موت۔ خانیہ پھر ردالمحتار میں ہے :

انت وکیل بعد موتی یكون وصيا انت وصی  
فی حیاتی یكون وکیلا لان کلا منہما  
اقامة للغیر مقام نفسه فینعقد کل  
منہما بعبارۃ الآخریہ  
تو میرے مرنے کے بعد میرا وکیل ہے تو وہ وصی بن جائے گا۔ اور تو میری زندگی میں میرا وصی ہے تو اس سے وہ وکیل بن جائے گا کیونکہ ان دونوں میں ہر ایک کسی غیر کو اپنا قائم مقام بنانا ہے لہذا

ان میں سے ہر ایک دوسرے کی عبارت کے ساتھ منعقد ہو جائے گا۔ (ت)  
مال اگر اپنی ملک پر رکھ کر اُس سے کسی تصرف کے لئے کہتا تو ضرور اسے اپنی جگہ قائم کرتا ہوتا اور جب مال اس کی ملک کر چکا تو اب موصی کا اس میں کیا مقام رہا جس پر اسے قائم کرتا ہے ولوجہ اجلی وصایت باب ولایات واطلاقات سے ہے یعنی دوسرے کو اختیار دینا اُسے نافذ التصرف بنانا، ولوالجہ پھر ادب الاوصیاء میں ہے :

ایضاً المیت نقل الولاية الى الوصی  
میت کا وصیت کرنا اپنی ولایت کو وصی کی طرف منتقل کرنا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

ان فی الوكالة والاذن للعید اطلاقاً  
عماکانا ممنوعین عنه من التصرف فی  
مال المؤکل والمولی  
اس لئے کہ وکالت اور اپنے غلام کو اذن دینے میں اس چیز کی اجازت دینا ہے جس سے پہلے اس کے لئے ممانعت تھی یعنی مؤکل اور مولا کے مال میں تصرف کرنا۔ (ت)

۱۔ ردالمحتار کتاب الوصایا باب الوصی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۴۶/۵  
۲۔ آداب الاوصیاء علی ہاشم جامع الفصولین فصل فی الاوصیاء اسلامی کتب خانہ کراچی ۸۶/۲  
۳۔ ردالمحتار کتاب البیوع ما یبطل بالشروط الفاسد الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۳۲-۲۳/۴

توضیح: کہ اس کے اختیار دینے سے اُسے اختیار ملے اور جس مال کا آدمی خود مالک ہو گیا اس کا اختیار خود اس کی مالیت اُسے دے گی اگرچہ شے کی مالیت دوسرے کے دیئے سے ہو جیسے بہرہ کہ موہوب لہ بعد ملک جو اس میں تصرفات کرے گا اپنے اختیار ذاتی سے کریگا نہ کہ واہب کی نیابت سے اگرچہ موہوب لہ پر ملک واہب کے دیئے سے ملی تو جس طرح تملیک عین بلا عوض فی الحیاۃ یعنی بہرہ سے حصول اختیارات کے باعث موہوب لہ واہب کا وکیل نہ ہو جائے گا یوں ہی تملیک عین بلا عوض بعد المات یعنی وصیت مال سے حصول اختیارات کے سبب موصی لہ موصی کا وصی نہیں ہو سکتا۔ وھذا ظاہر جدا (اور یہ خوب ظاہر ہے۔ ت۔)

و بوجہ اختصیہ تملیک ہے اور کوئی اطلاق تملیک نہیں تو یہ اطلاق نہیں اور ہر وصایت اطلاق ہے تو یہ وصایت نہیں وھو المطلوب قیاس ثانی کا صغری پہلے کا نتیجہ ہے اور کبری کا ثبوت ردالمختار سے گزرا اور قیاس اول کا صغری بدیہی ہے اور کبری کا ثبوت اس عبارت درمختار سے ہے:

کل ما كان من التملیکات او التقیدات جو کچھ تملیکات و تقیدات میں سے ہے وہ اسکی یبطل تعلیقہ بالشروط والاصح لکن فی تعلیق شرط کے ساتھ باطل ہے ورنہ صحیح ہے،

استقاطات والتزامات یحلف بہا لیکن استقاطات والتزامات جن پر قسم کھائی جاتی یصح مطلقاً و فی اطلاقات و ولایات و ہے ان میں شرط کے ساتھ تعلیق مطلقاً صحیح ہے جبکہ اطلاقات، ولایات اور ترغیبات میں بشرط تحریرات بالملائم بزمانیہ لہ

مناسب جائز ہے، بزازیرہ۔ (ت)

تنبیہ: قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ اگر مملک بالکسر کہ تملیک بلا عوض کے ساتھ مملک بالفتح کی کسی مصلحت میں خرچ یا استعمال کرنا ذکر کرے تو اُسے مشورہ ٹھہراتے ہیں مملک پر اس کی پابندی ضرور نہیں ہوتی کہ جب وہ مالک ہو گیا اُسے اختیار ہے جہاں چاہے اٹھائے مثلاً یہ کپڑا میں نے تجھے دیا کہ تو اسے پہنے یا یہ مکان تجھے بہرہ کیا کہ تو اس میں سکونت کرے۔ تنویر الابصار میں ہے:

تصح بايجاب کو هبت ونحلت واطعمتك یہ ایجاب سے صحیح ہو جاتا ہے جیسے کہا کہ میں نے هذا الطعام وداري لك هبة تسكن بها بہرہ کیا، میں نے بخوشی بخشا، میں نے یہ طعام تجھے دے دیا اور میرا گھر تیرے لئے بہرہ ہے کہ تو اس میں رہا قش رکھے۔ (ت)

درمختار میں ہے :

لان قوله تسكنها مشورة فقد اشار عليه  
في ملكه بان يسكنه فان شاء  
قبل مشورة وان شاء لم يقبل له  
کیونکہ اس کا قول کہ "تو اس میں رہائش رکھے"  
ایک مشورہ ہے جو واجب نے موہوب لہ کی  
ملکیت میں دیا اگر چاہے تو مشورہ قبول کر لے  
ورنہ نہ کرے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

كقوله هذا الطعام لك تاكله او هذا  
الشوب لك تلبسه ، بحر .  
جیسے واجب کا قول کہ یہ کھانا تیرے لئے ہے  
کہ تو اس کو کھائے یا یہ کپڑا تیرے لئے ہے کہ  
تو اس کو پہنے ، بحر۔ (ت)

اور اگر خود اپنی یا اس چیز یا صالح استحقاق شخص ثالث کی کوئی مصلحت ذکر کرے تو اسے  
شرط فاسد قرار دے کر تملیک کو صحیح اور شرط کو باطل کرتے ہیں ، مثلاً یہ غلام میں نے تجھے ہبہ کیا اس  
شرط پر کہ مہینہ بھر میری یا زید کی خدمت کرے ، یا اس شرط پر کہ تو اسے آزاد کر دے ۔ درمختار  
میں ہے :

حكمها انها لا تبطل بالشروط الفاسدة  
فهبة عبد على ان يعتقه تصح و  
تبطل الشرط .  
ہبہ کا حکم یہ ہے کہ وہ شرط فاسدہ سے باطل  
نہیں ہوتا ، چنانچہ غلام کا ہبہ اس شرط پر کہ  
موہوب لہ اس کو آزاد کر دے صحیح ہے اور شرط  
باطل ہو جائے گی۔ (ت)

نہ یہ کہ جب اپنی مصلحت ذکر کرے تو سرے سے تملیک ہی اڑا دیں اور اسی ذکر مصلحت کو اس کے  
بطلان کا قرینہ ٹھہرا دیں۔ یوں ہوتا تو یہ کہنا کہ میں نے زید کو اس غلام کا مالک کیا اس شرط پر کہ  
مہینہ بھر بعد مجھے واپس کر دے ہبہ نہ ہوتا عاریت قرار پاتا حالانکہ یہ باجماع ائمہ حنفیہ باطل ہے۔  
عالمگیریہ میں ہے :

۱۵۹/۲	مطبع مجتہاتی دہلی	کتاب الہبہ	۱۵۹/۲	لہ الدر المختار
۵۰۹/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۵۰۹/۴	۲ رد المختار
۱۵۸/۲	مطبع مجتہاتی دہلی	"	۱۵۸/۲	۳ الدر المختار



قال اصحابنا جميعا رحمهم الله تعالى  
اذا وهب هبة و شرط فيها شرطا  
فاسدا فالهبة جائزة والشرط باطل  
كمن وهب لرجل امة فاشترط عليه  
ان يردھا عليه بعد شهر كذا في  
السراج الوهاج يله

ہمارے تمام اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ  
جب کسی نے ہبہ کیا اور اس میں کوئی فاسد شرط  
لگا دی تو ہبہ جائز اور شرط باطل ہے۔ جیسے  
کسی نے لونڈی اس شرط پر ہبہ کی کہ ایک ماہ  
بعد موہوب لے وہ لونڈی واپس کو لوٹا دے گا  
سراج و ہاج میں یوں ہی ہے۔ (ت)

### افادہ ثانیہ

جس طرح الفاظ مذکورہ سے شاہ محمد خاں کو وصی سمجھنا باطل ہے یوں ہی ان مکاتوں کی وصیت  
تجزیہ و تکفین و ایصالِ ثواب کے لئے ٹھہرانا حلیہ و اسباب سے عاری و عاقل ہے وہ تو مکانات  
کو شاہ محمد خاں کی ملک کر چکا اور اختیار بیع و رہن کا ملک پر متفرع ہونا بدیہی۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ  
شاہ محمد پر لازم ہے کہ ان کو بیع یا رہن کر کے روپیہ میری تجزیہ و تکفین فاتحہ میں نکلا دے بلکہ یہ کہتا ہے کہ  
شاہ محمد انکا ملک ہے اسے بیع و رہن کا اختیار ہے ان اگر بیع یا رہن کرے تو اس صورت میں کہتا ہے  
کہ روپیہ میری ارواح پر بخش دے گا۔ اس جملہ کو اگر اس کے ظاہر پر رکھیں تو خبر ہے جس کا حاصل  
شاہ محمد خاں اور موصی کی دوستی کا بیان ہے کہ مجھے اس سے یہ امید ہے و لہذا میں اسی کو اپنے  
مال کا مالک کرنا چاہتا ہوں جس طرح آخر میں کہا کہ کل اشیائے مندرجہ بالا کا مالک شاہ محمد خاں ہے  
جس نے میری خدمت از حد کی ہے بعد انتقال میری تجزیہ و تکفین کا انتظام کرے گا اور میری منزلت  
اخیر کو پورا انجام دے گا اور اگر خبر بمعنی امر لیں تو حاصل یہ ہوگا کہ شاہ محمد خاں اگر بیع یا رہن کرے  
تو روپیہ میری ارواح پر بخش دے یہ ایصالِ ثواب کی وصیت نہیں ہو سکتا بعد اس کے کہ مکانات  
ملک موصی لہ کر چکا پرائی ملک میں اسے وصیت کا کیا اختیار رہا تو وصیت ایجاب ہے اور ملک غیر  
میں اس کے لئے کوئی بات واجب نہیں ہو سکتی مالک کو اختیار ہے کہ مانے یا نہ مانے  
ایضاح پھر نہایت شرح ہدایہ پھر نتائج الافکار میں ہے،

الوصیۃ ما وجبھا الموصی فی مالہ بعد موتہ او مرضہ  
وصیت وہ ہے کہ موصی اپنے مال میں اس کا  
ایجاب کرے اس کی موت کے بعد یا ایسی

## تفریعات

(۱) فتویٰ ۶ کا ادعا کہ وصیت نامہ پر غور سے معلوم ہوتا ہے کہ متوفی نے شاہ محمد کے حق میں کچھ بھی وصیت نہ کی بلکہ صرف اپنا وصی مقرر کیا ہے، محض باطل ہے۔

(۲) فتویٰ ۶ کا اس ادعا پر جملہ مذکورہ میری ارواح پر بخش دے گا سے استدلال کہ وصیت بقی شاہ محمد متوفی ہوتی تو یہ کہنا بے معنی ہو جاتا خود بے معنی اور صحیح و باطل کا قلب کر دینا ہے جیسا کہ تنبیہ میں واضح ہوا۔ اس نے مطلقاً کہا ہے کہ مالک محمد شاہ خاں مذکور ہے اور اس کے بعد وہ الفاظ کہ بعد فروخت یا رہن الخ جملہ مستقلہ ہیں کہ اُس جملہ کی قید و شرط نہیں ہو سکتے۔ بحر الرائق متفرقات البیوع جلد ۶ میں ہے :

بیوع ذخیرہ میں ہے کسی نے ایک قریہ میں ایندھن خریدنا صحیح خریداری کے ساتھ۔ پھر اس سے متصل بلا شرط کہا اس کو میرے گھر تک لے چلو تو عقد فاسد نہ ہوگا کیونکہ یہ بیع میں شرط نہیں بلکہ بیع مکمل ہو جانے کے بعد نیا کلام ہے جو موجب فساد نہیں اور اسی پر مبنی ہے یہ مسئلہ کہ کسی نے زراعت کے لئے دیہات یا زمین کرایہ پر لی پھر بیع کے مکمل ہونے کے بعد کہا کہ کاشت کرنا کرایہ دار کے ذمہ ہوگا تو اجارہ فاسد نہ ہوگا ، کیونکہ یہ اجارہ میں شرط نہیں وہ تو تب ہوتی کہ یوں کہتا اس شرط پر کہ کاشتکاری کرایہ دار کے ذمہ ہوگی ، اس کو محفوظ کر لینا چاہئے کیونکہ اس سے بہت سے مسائل کی تخریج ہو سکتی ہے اور اگر بفرض غلط اس کے معنی یہ قرار دے لیجئے کہ شاہ محمد کی تملیک کو اس شرط سے مشروط

فی بیوع الذخیرۃ اشتری خطبا فی قریۃ شراء صحیحا وقال موصولا بالشراء من غیر شرط فی الشراء، احملة الی منزلی لا یفسد العقد لان هذا البیس بشرط فی البیع بل هو کلام مبتدأ بعد تمام البیع فلا یوجب فسادا اھ فعلى هذا لو استاجر قریۃ او ارضا للزراعة ثم قال بعد تمامها ان المحرث علی المستأجر لا تفسد لانه لم یکن شرطاً فیہا وانما یكون شرطاً لو قال علی ان المحرث علیہ فلیحفظ هذا فانه یمخرج علیہ کثیر من المسائل

کرتا ہے یعنی میں نے شاہ محمد خاں کو وصیت ان مکانات کا مالک کیا اس شرط پر کہ اگر وہ بیع یا رہن کرے تو روپیہ میری فاتحہ میں اٹھائے، تو اولاً ہم ثابت کر چکے کہ تملیک بلا عوض میں ایسی شرط باجماع ائمہ حنفیہ باطل ہوگی۔

ثانیاً ہم پوچھتے ہیں اس صورت میں بعد موت موصی کے مکانات ملک موصی سے خارج ہو گئے ملک موصی لہ میں داخل ہوئے یا نہیں، اگر کہتے ہو ہاں تو مقصود حاصل کہ مالک پر اس کی ملک میں جبر کیا معنی، اور اگر کہتے ہو نہیں تو کیوں حالانکہ موصی نے وصیت کی اور موصی لہ قبول کر چکا اور وصیت بعد قبول ناقول ملک ہے۔ اشباہ میں ہے :

الموصی لہ یملک الموصی بہ بالقبول جس کے لئے وصیت کی گئی وہ وصیت والی چیز کو قبول کرنے سے اس کا مالک ہو جاتا ہے (ت)

اور یہ کہنا محض نادانی ہو گا کہ وصیت تو مشروط تھی جب تک شرط نہ پائی جائے گی یہ شرط فی الوصیۃ بالشرط اور تعلیق الوصیۃ بالشرط میں فرق نہ کرنے سے ناشی ہو گا یہاں اگر ہے تو اول ہے نہ ثانی کہ سہرے سے مبطل وصیت ہے کہ وصیت تملیک ہے اور تملیکات تعلیق بالخطر قبول نہیں کرتیں درمختار میں ہے :

کل ما کان من التملیکات او التقیدات جو کچھ تملیکات یا تقیدات میں سے ہے اس میں بطل تعلیقہ بالشرط ہے کو شرط کے ساتھ معلق کرنا باطل ہے (ت)

معہذا وہ کیا شرط تھی کہ نہ پائی گئی آیا روپیہ صرف فاتحہ کرنا نہ ہو تو یہ تو بحال بیع و رہن شرط تھا بیع و رہن خود ہی نہ پائے گئے، رہا بیع و رہن کرنا تو یہ شرط ہی نہ کئے گئے تھے شرط لازم کی جاتی ہے اور بیع و رہن کا اس نے اختیار بتایا ہے نہ کہ ایجاب۔

(۳) فتویٰ کا قول کہ اس لئے شاہ محمد خاں کو بحقیقت وصیت تیسرا حصہ جائیداد کا ملے گا اس لئے کہ بقی و احد بخش خیرات کر دے نہ اس لئے کہ وہ خود اس کا مالک بن جائے بنائے فاسد علی الفاسد ہے بلکہ بلاشبہ وہ وصیت بقی شاہ محمد ہے اس لئے کہ وہ خود اس کا مالک کر چکا

موصی نے جا بجا جس کی صریح تصریح کی مگر فتویٰ کہتا ہے کہ موصی خود اپنی مراد نہ سمجھا مراد یہ ہے جو ہم کہتے ہیں۔  
 (۴) بفرض باطل ایسا ہوتا بھی تو یہ الفاظ کہ میری ارجح کو بخش دے گا موصی نے صرف مکانات کی نسبت لکھے ہیں باقی وصیت کی نسبت نہیں فتویٰ ۶ کا تو مطلقاً سب جائیداد پر یہی حکم لگا دینا اور پورا ثلث خیرات کے لئے ٹھہرا دینا صریح ظلم یا عدم فہم ہے نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور عافیت مانگتے ہیں۔ ت)

(۵) یہی خطا فتویٰ ۲ کو اڑے آئی کہ لکھا زوجہ کا حق متروکہ متوفی سے سدس ہے باقی موصی لہ کا ہے اور لہ اسباب خیر میں صرف کرے جب باقی موصی لہ کا ہو چکا پھر وجہ خیر میں صرف کرنے کا اس پر ایجاب کیا معنی، اگر وہ کرے گا تبرع ہوگا اور تبرع پر جبر نہیں ما علی المحسنین من سبیل (احسان کرنے والوں پر کوئی راہ نہیں۔ ت)

(۶) بلکہ فتویٰ ۲ کی غلطی فتویٰ ۶ سے بڑھ کر ہے اس نے تو شاہ محمد کے لئے وصیت مافی ہی نہ تھی تو اسے گنجائش ملی کہ خیرات کے لئے وصیت ٹھہرا دے اگرچہ یہ سرتاپا غلط تھا اس نے اس سے عجیب تر راہ اختیار کی کہ تمام باقی بعد فرض الزوجہ کی وصیت شاہ محمد کے لئے مافی پھر اُسی پر خیرات کا حکم لگا دیا یعنی شئی واحد کی وصیت عمرو کے لئے بھی ہے اور بعینہ اس شئی کی وصیت اللہ عزوجل کے لئے بھی ہے حالانکہ یہ بدابہت محال ہے۔

(۷) فتویٰ ۲ نے اس مطلب پر عبارات یہ نقل کیں :  
 (۱) اوصی بثلث مالہ للہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اس نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی (ت)

(۲) لو اوصی بالثلث وجوہ الخیر۔ اگر اس نے نیکی کے کاموں کے لئے تہائی مال کی وصیت کی (ت)

(۳) لا تصح من ممیز الا فی تجهیزہ۔ با تمیز صغیر کی وصیت صحیح نہیں مگر صرف اسکی تجہیز میں۔ (ت)

اور نہ دیکھا کہ جب میں باقی کی وصیت عمرو کے لئے مان چکا تو ان عبارات کا کیا محل رہا۔ نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔



## افادہ ثالثہ

عالم خاتون بھی ضرور موصیٰ لہا ہے مکانات و اثاث البیت کے باب میں اس کیلئے وصیت المنفعتہ ہونا تو بدیہی اور نظر برسیاق و سباق وصیت نامہ اس زیور کی بھی اُس کے لئے وصیت ہے ابتداء وصیت نامہ میں ہے مجھ کو اپنی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کا انتظام ضروری ہے کہ پس ماندگان میں تکرار نہ ہو اس کا انتظام یہ ہے کہ زیورات ذیل زوجہ کو ملے گا الخ پھر مکانات و اثاث البیت کے وصیت بنام شاہ محمد خاں کی جس کا حاصل تقسیم ہوئی کہ وہ زیور عالم خاتون کے اور مکانات و اثاث البیت شاہ محمد خاں کے۔ آخر میں لکھا یہ جملہ شرائط بعد میرے قابل تعمیل ہونگے جب تک میں حیات ہوں کسی کا تعلق نہیں بعد میں بموجب بالا تقسیم ہونگے صاف واضح ہو گیا کہ دونوں کے لئے تملیک بعد الموت کر رہا ہے تو اس کا زیور مذکور کی نسبت کہنا میری زوجہ کے ہیں ایسا ہی ہے جیسا مکانات کو کہا مالک شاہ محمد خاں ہے اور وارث کے لئے وصیت بلاشبہ جائز ہے جبکہ اور کوئی وارث نہ ہو، ردالمحتار بیان شرائط وصیت میں ہے :

وكونه غير وارث اي ان كان ثمة وارث  
آخر والا تصح كمالواوصى احد الزوجين  
للاخر ولا وارث غيره  
اور اس کا غیر وارث ہونا، یعنی جب وہاں کوئی اور وارث ہو ورنہ صحیح ہے، جیسا کہ زوجین میں ایک دوسرے کے لئے وصیت کرے اور اسکے علاوہ کوئی اور وارث نہ ہو (ت)

در مختار میں ہے :

لاوارثه الا باجازه ورثته اولم يكن  
له وارث سواه كما في الخانية حتى لو  
اوصى لمن وجته او هي له ولم يكن ثمة وارث  
آخر تصح الوصية ابن كمال  
وارث کے لئے وصیت جائز نہیں مگر اس وقت دیگر ورثاء اجازت دے دیں یا کوئی اور وارث موجود ہی نہ ہو جیسا کہ خانہ میں ہے، یہاں تک اگر خاوند نے بیوی کے لئے یا بیوی نے خاوند کے لئے وصیت کی اور وہاں کوئی دوسرا وارث موجود نہیں تو وصیت صحیح ہوگی، ابن کمال۔ (ت)

## تفریعات

(۸) فتویٰ کا قول مدعیہ وارث شرعی ہے اس کے حق میں وصیت نہ سمجھی جائے اس لئے کہ وارث کے واسطے وصیت جائز ہے مسئلہ وارث واحد کے حکم سے غفلت ہے۔

(۹) طرزیہ کہ خود فتویٰ ۵ نے سند میں عبارت در مختار لا لوارثہ الخ (وارث کے لئے جائز نہیں۔ ت) نقل کی جس کے آخر میں موجود یعنی عند وجود وارث آخر (دوسرے وارث کی موجودگی میں۔ ت)

(۱۰) زیور بعد موت عوض مہر میں دیئے جانے کو لکھنا بھی وصیت ہوا لکن نہ ایجاباً بعد الموت (موت کے بعد ایجاب ہونے کی بنا پر) تو فتویٰ ۵ کا کہنا کہ بلکہ یہ زیورات حق مہر کے عوض سمجھے جائیں اور اسے منافی وصیت جانتا عجیب ہے۔

(۱۱) استفتاء مرتبہ ڈسٹرکٹ ججی خانپور کے سوال میں آتا ہے کہ جو زیورات مدعیہ کو ملے ہیں ان کی نسبت وہ کہتی ہے کہ مجھ کو حق مہر میں شوہر دے گیا ان سے بھی ہرگز مفہوم نہ ہوا کہ یہ دیا جانا صحت میں تملیک فی الحال تھا جب وہ لکھ گیا کہ میرے بعد یہ زیور میری زوجہ کے ہیں تو ضرور وصیت ہی ہوئی اگرچہ بعض مہر دینا مراد ہو اور اس صورت میں عورت کا کہنا کہ مجھ کو حق مہر میں شوہر دے گیا بلاشبہ صادق ہے تو فتویٰ ۵ کا قول کہ بلکہ زیورات مہر کے عوض سمجھے جائیں جیسا کہ خود مدعیہ کا قول ہے محض نامفید مقصود ہے۔

(۱۲) ہم واضح کر چکے ہیں کہ وصیت نامہ کا صریح مفاد تملیک بعد الموت ہے وہ نص کر چکا کہ جب تک میں حیات ہوں کسی کا تعلق نہیں بعد میں تقسیم ہوں گے تو فتویٰ ۵ کا قول کہ خود عیارت وصیت نامہ کا محمل قوی یہ ہے عجیب ہے۔

## افادہ رابعہ

وصیت جس طرح رقبہ ششی کی صحیح ہے یوں ہی تنہا منفعت کی 'یونہی یہ بھی کہ ایک کے لئے رقبہ کی وصیت کرے دوسرے کے لئے منفعت کی پہلی صورت میں مترکہ ملک ورثہ ہوگا اور اس کی

منفعت ملک موصی لہ اور دوسری صورت میں پہلا موصی لہ رقبہ ششی کا مالک ہوگا۔ اور دوسرا اسکی  
منفعت کا۔ بہر حال وہ ششی بغرض انتفاع موصی لہ بالمنفعة کے قبضہ میں رہے گی ورنہ یا موصی لہ بالرقبہ  
کو اس کی بیع کا اختیار نہ ہوگا جب تک موصی لہ بالمنفعة کو اس سے انتفاع کا حق باقی رہے مثلاً سال بھر  
کے لئے وصیت منافع کی تو سال بھر تک اور موصی لہ کی زندگی تک تو اس کی حیات تک۔ ہدایہ  
میں ہے:

اپنے غلام کی خدمت اور اپنے گھر کی سکونت کی  
وصیت معین سالوں کے لئے جائز ہے اور دائمی  
وصیت بھی جائز ہے، پھر اگر غلام کی گردن یعنی  
اس کی قیمت موصی کے تہائی مال سے نکل سکتی ہے  
تو غلام موصی لہ کو سونپ دیا جائے گا تاکہ اسکی  
خدمت کرے، اور اگر موصی کا سوائے اس غلام  
کے کوئی اور مال نہیں تو وہ غلام دو دن وارثوں  
کی اور ایک دن موصی لہ کی خدمت کریگا بخلاف  
گھر کی سکونت سے متعلق وصیت کے کہ اگر گھر  
تہائی مال سے نہیں نکل سکتا تو اس سے نفع  
اٹھانے کے لئے تہائیوں کے اعتبار سے خود  
گھر کو تقسیم کر لیا جائے گا کیونکہ گھر کے اجزاء  
کی تقسیم ممکن ہے اور یہ تقسیم زمان و ذات کے  
اعتبار سے زیادہ عدل پر مبنی ہے، اور اگر  
انہوں نے باریوں کے اعتبار سے تقسیم کر لیا تب  
بھی جائز ہے کیونکہ یہ ان کا اپنا حق ہے وارثوں  
کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنے زیر قبضہ دو تہائی  
گھر کو فروخت کریں کیونکہ موصی لہ کے لئے تمام گھر  
میں سکونت کا حق ثابت ہے، جب موصی لہ کے  
زیر قبضہ تہائی حصہ خراب ہو جائے تو اس کو وارثوں

تجوز الوصیة بخدمة عبده و سکنی  
داره ستین معلومة و تجوز بذالك ايدافاً  
خروج رقبۃ العبد من الثلث  
یسلم الیہ لیخدمہ وان کان  
لا مال لہ غیرہ خدام الورثة  
یومین و الموصی لہ یوما بخلاف  
الوصیة بسکنی الدار اذا کانت لا تخرج  
من الثلث حیث تقسم عین الدار  
اشلاثاً للانتفاع لانه يمكن القسمة  
بالاجزاء وهو اعدل للتسوية بينهما  
من مانا و ذاتا و لو اقتسموا  
الدار مہایاة تجوز  
ایضالات الحق لہم، و  
لیس للورثة ان یبیعوا  
ما فی ایدیہم من  
ثلث الدار لان حق  
الموصی لہ ثابت فی  
سکن جمیع الدار و لہ  
حق المناحمة فیما فی  
ایدیہم اذا خرب ما فی

یداء والبیع یتضمن ابطال ذلك  
فمنعوا عنه (ملخصاً)

کے زیر قبضہ دو تہائی مکان میں مزاحمت کا حق ہے  
جبکہ بیع اس حق کے ابطال کو متضمن ہے لہذا  
دارثوں کو اس سے روکا جائے گا۔ (ملخصاً) (ت)

اسی میں ہے :

ولو اوصى له بخدمة عبده و لأخر  
برقبته وهو يخرج من الثلث  
فالرقبة لصاحب الرقبة والخدمة  
عليها لصاحب الخدمة لانه اوجب  
لكل منها شيئاً معلوماً لما صحت  
الوصية لصاحب الخدمة فلو لم  
يوص في الرقبة بشئ لصارت  
الرقبة ميراثاً للورثة مع كون  
الخدمة للموصى له فكذا اذا وصى  
بالرقبة لانسان اخرا اذا الوصية  
اخذت الميراث من حيث ان الملك  
يثبت فيهما بعد الموت (ملخصاً)

اگر ایک شخص کے لئے غلام کی خدمت اور دوسرے  
کے لئے اس کے رقبہ کی وصیت کی در آنحالیکہ  
وہ تہائی مال سے نکل سکتا ہے تو رقبہ صاحب رقبہ  
کے لئے جبکہ اس پر خدمت صاحب خدمت  
کے لئے ہوگی کیونکہ موصی نے ہر ایک کیلئے وصیت  
میں کچھ معین شئی ثابت کر دی پھر جب  
صاحب خدمت کے لئے وصیت صحیح ہو جائے  
اور رقبہ میں وہ کسی کے لئے وصیت نہ کرے تو  
رقبہ دارثوں کی میراث ہوگا باوجودیکہ خدمت  
موصی لئے کے لئے ہوگی۔ اور یہی حکم ہوگا اگر اس  
نے رقبہ کی وصیت کسی دوسرے انسان کیلئے  
کر دی کیونکہ وصیت میراث کی بہن ہے اس  
حیثیت سے کہ ان دونوں میں ملک موت کے  
بعد ثابت ہوتی ہے۔ (ملخصاً) (ت)

اسی طرح اور کتب جلیلہ میں ہے اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اگر دو یا دس مکانوں کے سکنی کی زید  
کے لئے وصیت کی تو اگرچہ وہ اُن میں سے ایک ہی میں سکونت کرے گا جس کا اُسے اختیار ہوگا  
کہ اُن میں سے جس مکان میں چاہے رہے مگر وہ سب مکان اس کے حق کے لئے مدستہ حق  
تک مجبوس رہیں گے ورثہ یا موصی لہ بالرقبہ کو اُن کی بیع کا اختیار نہ ہوگا کہ اُس کا حق ہر مکان میں



ثابت ہے اور ہر مکان کی نسبت محمل ہے وہی باقی رہے اور سب کسی آفت سے منہدم ہو جائیں تو اگر اُن میں بعض کو مالکان رقبہ بیچ سکیں تو موصیٰ لہ بالمنفعة کا حق ضائع ہونے کا احتمال ہے۔

وانظر الى قول الهداية حق المزا حمة      ہدایہ کے قول پر نظر کرو کہ موصیٰ لہ کو وارثوں کے فیما فی ایدہم وثم لم تبث له الوصية      زیر قبضہ گھر میں مزاحمت کا حق ہے اور پھر الا فی الثلث فکیف وقد اوصی له بكل۔      نہیں ثابت ہوئی اس کے لئے وصیت مگر تہائی

مال میں تو کیسا حال ہوگا جبکہ اس نے کل مال کی وصیت کر دی ہے۔ (ت)  
اور اس کے لئے ہرگز شرط نہیں کہ وہ اپنی ملک میں کوئی شے ایسی نہ رکھتا ہو جس سے منفعت حاصل کر کے جو اپنا ذاتی مکان رکھتا ہو اس کے لئے وصیت یا سکھنے کی ممانعت نہیں نہ یہ امر مانع نفاذ وصیت ہو، و هذا ظاهر جدا (اور یہ خوب ظاہر ہے۔ ت)۔

## تفریعات

(۱۳) یہیں سے ظاہر کہ فتویٰ ۷ کہ اس احتمال کی کہ متوفی نے زیورات مذکورہ اگر مدعیہ کو مرض الموت سے پہلے تملیک کا دے دیئے ہیں اور وصیت نامہ کی تحریر اس کا بیان ہے تو وہ زیورات متوفی کے ترکہ سے خارج ہیں یہاں کوئی گنجائش نہیں۔

(۱۴) تملیک مضاف الی ما بعد الموت اگرچہ حالت صحت میں ہو وصیت ہے کہ فتویٰ ۷ کا یہاں مطلق تملیک کہنا اور شق مقابل کو اگر مرض الموت میں وصیت کی ہے مرض سے مقید کرنا ضیق بیان ہے ہدایہ میں فرمایا،

كل ما اوجبه بعد الموت فهو من الثلث      ہر وہ تملیک جس کا ایجاب موت کے بعد کیا ہو  
وان اوجبه في حال صحته اعتبارا      تو وہ تہائی مال میں نافذ ہوگی اگرچہ اس کا  
بحال الاضافة دون حال العقد      ایجاب حالت صحت میں کیا ہو حالت اضافت

کا اعتبار کرتے ہوئے نہ کہ حال عقد کا۔ (ت)

(۱۵) فتویٰ ۵ کا قول بعد وفات متوفی کے مدعیہ کا کوئی حق رہائش مکان و نان نفقہ وغیرہ کا

نہیں۔ نہ فقط وصیت نامہ بلکہ سوال سائل کو بھی نہ سمجھنے پر مبنی ہے سائل نے یہ نہ پوچھا تھا کہ جس طرح حیات میں زوجہ کا نفقہ و سکنی شوہر پر ہے آیا بعد وفات شوہر بھی یہ حق باقی رہتے ہیں جس کا جواب نفی میں دیا جائے وہ تو اس حق سکنی کو پوچھتا ہے جس کی اس کے لئے موصی نے وصیت کی ہے اس کا انکار کرنا اور اپنی طرف سے اس میں نان نفقہ و ملا دینا کیا معنی رکھتا ہے۔

(۱۶) یوں ہی مستفتی نے وصیت مذکورہ دربارہ ظروف کو دریافت کیا تھا کہ زوجہ کے لئے جائز اور اپنا حصہ پانے کے بعد بھی نافذ ہے یا نہیں فتویٰ ۵ نے وصیت نامہ و سوال سائل و مسئلہ وصیت بالمنفعہ سب سے ذہول فرما کر لکھ دیا کہ اس میں کوئی اثر نہیں۔

(۱۷) اس سے عجیب تر فتویٰ ۱ کا قول ہے کہ عالم خاتون کو رہائش کا حق حاصل نہیں اس باب میں واحد بخش کی وصیت لغو و بے اثر رہے گی، فتویٰ ۵ نے تو وصیت سے ذہول کیا حیات کے نفقہ و سکنی کے مثل کسی حق بعد الوفا سے استفسار سمجھا مگر فتویٰ اولیٰ نے صراحتہ وصیت مان کر محض بلاوجہ شرعی اُسے لغو و بے اثر کر دیا یہ عجیب منطق ہے کیا شرعاً وصیت بالسکنی باطل ہے یا خاص زوجہ تنہا وارثہ کے لئے باطل ہے اور جب کچھ نہیں تو اسے لغو کہنا ہی لغو نہیں صریح باطل ہے۔

(۱۸) سوال ۶ کو فتویٰ ۱ بھی مثل فتویٰ ۵ نہ سمجھا کہ استفسار اس وصیت کے جواز سے ہے جس کا جواب اثبات میں دینا واجب تھا یا یہاں بھی اپنی اُسی منطق کی بنا پر وصیت کو لغو ٹھہرایا ہے۔  
فسأل الله العفو والعافية (ہم اللہ تعالیٰ نے معافی اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔ ت)

### افادہ خامسہ جلیلیہ مشتمل بر فوائد جزئیہ

فائدہ اول یہ ہے کہ ترکہ میں تجیز و تکفین کے بعد سب سے مقدم دین ہے پھر اجنبی کے لئے ثلث تک وصیت پھر وارث کی میراث پھر وارث متفرد کے لئے وصیت اور اجنبی کے لئے ثلث سے زائد کی وصیت ہے یہ دونوں مرتبہ واحدہ میں ہیں ثلثہ پیشین کی تقدیم اور باہم ترتیب معروف و مشہور ہے اور میراث کا وصیتہ للوارث اور مافوق الثلث وصیتہ للاجنبی پر تقدم ہے اگر وہ وارث کل مال بذریعہ ارث پاسکتا ہے تو ثلث وصیت کے بعد کل میراث ہی ٹھہرے گا اس کی وصیت اپنے نفاذ کا عمل ہی پائے گی یونہی اجنبی کی وصیت قدر زائد علی الثلث میں معطل رہ جائے گی یعنی جبکہ وارث اجازت نہ دے ورنہ وصیت ثلث کے مثل ارث تجیز پر تقدم پائیگی اور اگر بذریعہ میراث صرف بعض کا مستحق ہے اور وہ نہیں مگر زوجین کہ ربع یا نصف سے زائد کے مستحق نہیں تو ثلث و صایا کے بعد

باقی کا ربع یا نصف انھیں ارثا پہنچے گا پھر جو بچا اس میں ان کی وصیت اور اجنبی کی زیادہ از ثلث وصیت حصہ رسد نفاذ پائیگی اگرچہ انکے خاواہ اجنبی خواہ ہر ایک کے لئے کل مال کی وصیت ہو بالجملہ وصیت زائد للاجنبی حصہ میراث میں نافذ نہ ہوگی اور وصیت للوارث نہ اس میں نافذ ہر نہ ثلث اجنبی میں اس مراعات ترجیح پر ہر ایک کی وصیت ملحوظ رہے گی یہ ہے ان دونوں کی باہم تساوی اور میراث کا ان پر تقدم۔ مثلاً میت نے صرف ایک زوجہ وارث چھوڑی اور کل مال کی وصیت اس کے لئے جد اکی اور زید کے لئے جدا کہ ہر ایک موصی لہ بجمیع المال ہو اس صورت میں ترکہ بارہ سہم ہو کر پانچ سہم زوجہ کو ملیں گے اور سات زید کو۔ اس لئے کہ اولاً زید کو ثلث دیا کہ میراث پر مقدم ہے ۴ ہو کر باقی ۸ کا ربع یعنی ۲ زوجہ نے ارثا لئے ۶ بچے زید کی وصیت کل مال یعنی پورے ۱۲ سہام کی تھی وہ حصہ میراث ۱۲ میں نافذ نہیں ۱۲ بچے جن میں سے ۳ پانچکا ہے باقی ۹ رہے اور زوجہ کی وصیت بھی پورے ۱۲ سہام کی تھی وہ نہ اس ۳ میں جاری ہو سکتی ہے جو زید نے ابتداءً پائے نہ ان ۹ میں جو خود زوجہ نے ارثا لئے تو اس کی وصیت بھی ۳ رہی دونوں برابر ہوئے تو ۶ باقی ان میں نصف نصف ہو کر زوجہ کے ۵ زید کے ۱ ہوئے، قس علیہ۔

اقول ولعل السرفی تقدیم ارث الوارث  
على الوصية له ان الارث جبري  
فبمجرد مامات المورث او في  
آخر جزء من اجزاء حياته على  
القوليت فيه لمشاخ بلخ والعراق  
انتقل الملك في قدر الميراث  
الى الوارث غير متوقف على شئ  
بخلاف الوصية فانها متوقف على  
قبوله فنفاذها يعقب القبول وقبوله  
يعقب الموت والارث يقارن الموت ويتقدّمه  
فتاخرت ضرورة اما الوصية للاجنبى  
فالمال باق فيها الى الثلث على ملك  
الموصى نظرا له من الشارع كما نصوا

میں کہتا ہوں شاید وارث کی میراث کو اس کے  
حق میں وصیت سے مقدم کرنے میں راز یہ ہے  
کہ میراث جبری ہے، محض مورث کی موت یا  
اس کی زندگی کے آخری جزو میں جیسا کہ مشائخ  
بلخ و عراق کے قول ہیں بقدر میراث ملک وارث  
کی طرف منتقل ہو جاتی ہے بخلاف وصیت کے  
کہ وہ قبول پر موقوف رہتی ہے چنانچہ وصیت کا  
نفاذ قبول اور قبول موت کے بعد ہوتا ہے  
جبکہ میراث موت کے ساتھ مقرر یا اس سے  
مقدم ہوتی ہے تو وصیت میراث سے بداہتہ  
مؤخر ہوئی۔ رہی اجنبی کے لئے وصیت تو اس میں  
مال ایک تہائی تک شارع کی طرف موصی کی  
ملک پر باقی رہتا ہے جیسا کہ اس پر مشائخ نے

عليه واشار اليه في الهداية فلا يجرى فيه الارث ما لم يرد الموصي له فاذا قبل فقد تقدم وملكه مندون ان يلحقه ملك الوارث -

نص کی ہے اور اسی کی طرف ہدایہ نے اشارہ فرمایا ہے تو اس میں اس وقت تک میراث جاری نہیں ہوگی جب تک موصی نے اس کو رد نہ کر دے اگر وہ اس وصیت کو قبول کر لے تو اس کی ملکیت مقدم ہوگی بغیر اس کے اس کے ساتھ کسی وارث کا حق ملتی ہو۔ (ت)

ورمختار کتاب الاقرار میں ہے :  
لولو يكن وارث آخر او وصي لزوجته او هي له صحت الوصية واما غيرهما فيرث الكل فرضا او مردا فلا يحتاج لوصية شربلاية -

اگر کوئی اور وارث موجود نہ ہو خاوندی بیوی کیلئے یا بیوی خاوند کے لئے وصیت کرے تو یہ وصیت صحیح ہوگی، لیکن جو ان دونوں کا غیر ہے وہ بطور فرض یا بطور رد کل مال کا وارث ہو جائیگا لہذا وہ وصیت کا محتاج نہیں، شربلائیہ (ت)

اُسی کے وصایا میں ہے :  
وانما قيد و بالتر و جين لان غيرهما لا يحتاج الى الوصية لانه يرث الكل برد او مرحم -

زوجین کی قید مشائخ نے اس لئے لگائی کہ ان کا غیر وصیت کا محتاج نہیں ہوتا کیونکہ وہ بطور رد یا بطور رشتہ داری کل مال کا وارث بن جاتا ہے۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :  
ترك امرأة و اوصى لها بالنصف و لاجنبى بالنصف يعطى للاجنبى اولا الثلث وللمرأة سابع الباقي ارثا

کسی شخص نے بیوی چھوڑ دی اور اس کے لئے اپنے نصف مال کی وصیت کی جبکہ نصف مال کی وصیت کسی اجنبی کے لئے کی تو پہلے اجنبی کو



والباقی یقسم بینہما علی قدر حقو قہما  
تاتار خانیتہ لہ

تہائی مال دیں گے پھر باقی سے چوتھا حصہ بیوی کو  
میراث دیا جائے گا اور جو باقی بچا وہ ان دونوں میں  
میں ان کے حقوق کے مطابق تقسیم کیا جائیگا تاتار خانیتہ

فتاویٰ خانیتہ و فتاویٰ ہندیہ میں ہے :

اذا مات الرجل وترك امرأة وليس  
لہ وارث غیرہا و اوصی للاجنبي  
بجميع ماله و لامرأته بجميع  
ماله ياخذ الاجنبی ثلث المال بلامنازعة  
وللمرأة رابع ما بقى و هو  
السدس بحكم الميراث و يبقى  
نصف المال يكون بينهما و بين الاجنبی  
نصفين لہ

اگر کوئی مرد مرا اور ایک بیوی چھوڑی جس کے  
علاوہ کوئی اور وارث موجود نہیں، اور اس نے  
ایک اجنبی شخص کے لئے کل مال کی وصیت کی  
اور بیوی کے لئے بھی کل مال کی وصیت کی تو اجنبی  
شخص تہائی مال بغیر کسی منازعت کے لے گا  
پھر باقی میں سے چوتھا حصہ بیوی کو بطور میراث  
جو کل کا چھٹا حصہ بنتا ہے باقی کل نصف بچ گیا  
جو بیوی اور اجنبی پر برابر برابر تقسیم ہوگا۔ (ت)

امام اجل سنی کافی شرح والی کتاب الوصایا باب المتفرقات میں زوج موصی لہا کی نسبت

فرماتے ہیں :

ما كان مستحقا لہا بحكم الارساث  
لاستحقاقہ بحكم الوصیة لہ

جس حصہ کی مستحق وہ بطور میراث ہے اس کی  
مستحق بطور وصیت نہیں ہوگی۔ (ت)

اُس کے ایک ورق بعد زوج موصی لہ کی نسبت فرمایا :

حق الزوج كان في النصف ايضا  
بالوصیة و لكن بطل في السدس  
لانه اخذ الثلث بحكم الادرث  
شائعاً فخرج السدس عن محل

خاوند کا حق نصف میں بھی بطور وصیت تھا لیکن  
وہ چھٹے حصے میں باطل ہو گیا کیونکہ وہ ایک تہائی  
بطور میراث مشترکہ مال میں سے لے چکا ہے  
لہذا وہ چھٹا حصہ وصیت کے محل سے نکل گیا تو

لہ رد المحتار کتاب الوصایا دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۱-۲۲۰  
لہ الفتاویٰ الہندیہ کتاب الوصایا الباب السادس نورانی کتب خانہ کراچی ۶/۱۱۷  
لہ الکافی شرح الوافی باب المتفرقات

اس میں سب کے نزدیک ضرب واستحقاق کے اعتبار سے وصیت باطل ہوگی لہذا اس کا حق تہائی میں باقی رہا۔ (ت)

اگر بیوی اور اجنبی میں سے ہر ایک کے لئے اپنے کل مال کی وصیت کی تو اجنبی کے لئے سات اور بیوی کے لئے پانچ حصے ہونگے کیونکہ اجنبی کے لئے وصیت میراث سے مقدم ہوتی ہے، چنانچہ اس کو چھ میں سے ایک تہائی دیا جائیگا پھر بیوی کو باقی کا چوتھائی بطور میراث ملے گا باقی تین بچے جو ان دونوں کے درمیان امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک نصف نصف ہونگے کیونکہ اجنبی کا حق کل مال میں تھا جبکہ وہ دو حصے وصول کر چکا ہے تو اب ان کو وہ شامل نہیں کریگا اور اس کو بھی شامل نہیں کیا جائے گا جو بیوی بطور میراث لے چکی جو کہ ایک حصہ ہے چنانچہ وہ فقط تین حصوں میں شریک ہوگا اور عورت اس تہائی میں شریک نہ ہوگی جو اجنبی پہلے لے چکا ہے کیونکہ وصیت تہائی مال تک اجنبی شخص کیلئے مضبوط وصیت ہے لہذا عورت کی وصیت اتنی مقدار میں باطل ہو جائے گی چنانچہ عورت نہ تو اس حصہ میں شراکت کرے گی اور نہ اس حصہ میں جس کو بطور میراث حاصل کر چکی شراکت

الوصیۃ فیطلت وصیتہ فی ذلک ضرباً و استحقاقاً عند الكل فبقی حقہ فی الثلث لہ

نیز اسی میں عبارت اولی کے بعد فرمایا :  
ان اوصی لكل واحد من الزوجۃ والاجنبی بكل مالہ لہ سبعة و لہا خمسة لان الوصیۃ للاجنبی یقدم علی الامراث فیعطی لہ الثلث من ستة و لہا ربع ما بقی بحکم الامراث بقی ثلاثة بینہما نصفان عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ فحق الاجنبی کانت فی کل المال و قد استوفی سہمیت فلا یضرب بذلک ولا یضرب ایضاً بما اخذت بحکم الامراث و ذلک سہم فانما یضرب بثلاثة والمرأة لا تضرب بالثلث الذی اخذ الاجنبی اولاً لان الوصیۃ للاجنبی بقدر الثلث وصیۃ قویۃ فتبطل وصیتہا بذلک القدر فلا تضرب المرأة بذلک ولا بالسہم الذی اخذت امراثا و انما یضرب بثلاثة فاستویا

في الضرب في الثلاثة الباقية فتخرج  
المسئلة من اثني عشر  
صرف تین حصوں میں رہ گئی لہذا ان تین باقی حصوں  
میں وہ دونوں برابر کے شریک ہیں اس لئے  
مسئلہ بارہ سے بنے گا۔ (ت)

فائدہ ۲: جب ایک شخص کے لئے وصیت رقبہ اور اس کے بعد متصلاً خواہ برسوں کے فصل  
سے وصیت منفعت کی جائے تو موصیٰ لہ اول صرف مالک رقبہ ہوتا ہے اور اسی قدر میں اُس کے لئے  
وصیت مستفاد ہوتی ہے منفعت میں اس کا کوئی حق نہیں ہوتا مثلاً مکان کی وصیت زید کے لئے  
اور اس کے دس برس بعد سکونت مکان مذکور کی وصیت عمرو کے لئے کر دی تو زید صرف رقبہ مکان  
پائے گا سکونت تا حیات عمرو یا جب تک کے لئے موصیٰ نے کہا صرف حق عمرور ہے گی اور یہ ٹھہریگا  
کہ زید کے لئے خالی رقبہ مکان کی وصیت تھی۔ پھر آئیں فرمایا:

اسم الرقبة لا يتناول الخدمة وانما  
يستخدمه الموصي له بحكم  
المنفعة حصلت على ملكه فاذا اوجب  
الخدمة لغيره لا يبقى للموصي له  
فيه حق  
رقبہ کا اسم خدمت کو شامل نہیں۔ موصیٰ لہ تو  
اس سے خدمت اس وجہ سے لینا ہے کہ  
منفعت اس کی ملکیت پر حاصل ہے، پس  
جب خدمت اُس نے کسی اور کے لئے ثابت  
کر دی تو اب موصیٰ لہ کے لئے اس میں کوئی حق  
نہ رہا۔ (ت)

اسی طرح کافی میں فرمایا اور اتنا اور بڑھایا:  
وكذا اسم الدار لا يتناول السكنى  
واسم النخيل لا يتناول الثمرة  
عناية میں فرمایا:

وصية الرقبة والخدمة فان الموصول والمفصول  
فيهما في الحكم سواء  
خدمت و رقبہ کی وصیت چاہے اکٹھے  
ہو یا الگ الگ ہو وہ حکم میں برابر ہے (ت)

لہ الکافی شرح الوافی کتاب الوصایا باب المتفرقات  
لہ الہدایۃ کتاب الوصایا باب الوصیۃ بالسکنی الخ مطبع یوسفی لکھنؤ ۶۸۳/۴  
لہ الکافی شرح الوافی  
لہ العناية علی ما مش فتح القدر کتاب الوصایا باب السکنی الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶۱۳/۹

فائدہ ۳: وصیت شئی اگرچہ وضعاً تملیک منفعت شے نہیں مگر الزاماً ضرور مفید تملیک منفعت شے ہے ولہذا اگر پہلے عمر کے لئے وصیت منفعت کی اس کے بعد شئی کی وصیت زید کے لئے کی اگر دونوں وصیتیں متصلاً کیں جب تو منفعت والے منفعت اور رقبہ والے کو رقبہ کہ ایسا کلام متصل دلیل توزیع و تقسیم ہوتا ہے ولہذا اگر کہا کہ یہ انگشتری زید کو دینا اور اس کا ننگ عمر کو یا یہ مکان زید کو دیں اور اس کا عملہ عمر کو تو بالاتفاق صاحبین زید کے لئے خالی انگشتری بے ننگ اور زمین بلا عمارت ہوگی اور عملہ اور ننگ تنہا عمر کو کا حالانکہ انگشتری ننگ کو بھی شامل تھی اور مکان میں عملہ بھی داخل تھا، کافی میں ہے:

ان اوصی بھذہ الامۃ لفلان وبحملہا  
لاخر او بھذہ الدار لفلان وبینائہا  
لاخر او بھذہ الخاتم لفلان و  
بقصہ لاخر فان وصل فلکل واحد  
ما اوصی (الی قولہ) لان ذلک بمنزلۃ  
دلیل التخصیص والاستثناء فیلبین  
بہ انہ اوجب لصاحب الخاتم الحلقۃ  
خاصۃ دون الفص الاثرع انہ  
لو اوصی بالجاریۃ واستثنی حملاً صح  
الاستثناء علیہ

اگر یوں وصیت کی لونڈی فلاں کے لئے اور اسکا  
عمل فلاں کے لئے یا یہ مکان فلاں کے لئے  
اور اس کی عمارت فلاں کے لئے یا یہ انگوٹھی  
فلاں کے لئے اور اس کا ننگینہ فلاں کے لئے ہے  
اگر یہ وصیتیں متصلاً کیں تو ہر ایک کو وہی ملیگا  
جس کی وصیت اس کے لئے کی ہے (ایسے  
اس قول تک) اس لئے کہ تخصیص و استثناء  
کی دلیل ہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ موصی نے  
انگوٹھی والے کے لئے حلقہ خاص کیا ہے بغیر ننگینہ  
کے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر لونڈی کی وصیت  
کی اور حمل کو مستثنیٰ کر دیا تو استثناء صحیح ہے (ت)

اور اگر وصیت رقبہ وصیت منفعت کے بعد کلام مفصول میں کی اور اس میں منفعت کا  
نام نہ بھی لیا جب بھی مالک رقبہ زید ہوگا اور منفعت عمر و زید میں نصف نصف ہو جائے گی۔  
بدائع امام مالک العلماء مسعود پھر عالمگیری میں ہے:

لو ابتدأ بالتبیع فی ہذہ المسائل  
ثم بالاصل بان اوصی بخدمۃ  
اگر ان مسائل میں ابتداء تابع سے کی پھر اصل  
کی وصیت کی مثلاً پہلے خدمت کی وصیت کسی



العبد لانسان ثم بالعبد لأخرا أو وصى  
 بسكنى هذه الدار لانسان ثم بالدار  
 لأخرا وبالثمرة لانسان ثم بالشجرة  
 لأخرا فان ذكر موصولا فلكل واحد منهما  
 ما سعى له به وان ذكر مفصولا فالاصل  
 للموصى له بالاصل والتبع بينهما نصفان  
 توہر ایک کو وہی ملے گا جس کا اس نے نام لیا اور اگر دونوں وصیتوں کے ذکر میں فاصلہ کیا  
 تو پھر جس کے لئے اصل کی وصیت ہے اس کو اصل ملے گا اور تابع ان دونوں میں نصف نصف  
 تقسیم ہوگا۔ (ت)

تو اگر وصیت رقبہ اصلاً مفید بنی ایک منفعت نہ ہوتی تو بحال فصل تنصیف منفعت کی  
 وجہ نہ تھی ہاں وصیت رقبہ کے بعد دوسرے کے لئے وصیت منفعت اول کے لئے استحقاق  
 منفعت کے لئے مانع ہو کر اس کے لئے تملیک مجرور رقبہ رہ جاتی ہے اور جب مانع نہ ہوگا  
 دونوں ثابت ہوں گی یہ وضعاً اور وہ الزاماً، کافی میں عبارت مذکورہ انفا کے بعد فرمایا :  
 وانما تستحق هذه الاشياء بملك  
 الاصل اذا لم يوجد المانع  
 وهنا وجد المانع وهو الوصية  
 للشاني  
 ان تمام اشیاء میں ملکہ اصل کا استحقاق  
 تب ہوگا جب کوئی مانع نہ ہو اور یہاں  
 مانع موجود ہے اور وہ ہے دوسرے کے لئے  
 وصیت۔ (ت)

قائدہ ۴ : وصیت منفعت بمنزلہ وصیت رقبہ ہے جس شئی کی منفعت کسی کیلئے وصیت  
 قرار دی گویا اسے خود وہ شئی اس کی حیات یا ایک زمانہ مہینہ تک وصیت دی اور اگر ایک شئی  
 کا رقبہ زید اور منفعت عمرو کے لئے رکھی تو گویا اس شئی کی دونوں کے لئے وصیت کی زید کے لئے  
 مطلق اور عمرو کے لئے وقت محدود انتفاع تک ولہذا صاحب منفعت حساب ثلث و ضرب  
 حصص میں صاحب رقبہ کا ہمسر ہوتا ہے اور تنگی ثلث کے وقت اس کا مزاحم ہو کر اس کی وصیت کو

گھٹاتا ہے جب اس کی مدت ختم ہو جاتی ہے صاحبِ رقبہ اس وقت اپنی وصیت کی تکمیل پاتا ہے کافی میں فرمایا:

الوصیۃ بالخدمة مالم یستوف الموصی له  
کمال حقہ بمنزلة الوصیۃ بالرقیۃ  
جب تک خدمت کا موصیٰ لہ اپنا حق پورا وصول  
نہیں کر لیتا اس وقت تک وہ بمنزلہ رقبہ کی  
وصیت کے ہے۔ (ت)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

لوکان له ثلاثة اعبدا فوصی برقبۃ  
احد هم لرجل وقيمتہ ثلثمائة و  
وبخدا مة الشافى لآخر وقيمتہ  
خمسائة وقيمة الثالث الف  
جانز لكل واحد ثلثة ارباع وصيته  
يعطى لصاحب الرقبۃ ثلثة ارباعها  
ويخدم لصاحب الخدمة  
ثلثة ايام و للورثة  
يومان الوصايا  
جاوزت الثلث لان  
ثلث المال ستمائة والوصايا  
كانت ثمانمائة وكاف  
ثلث المال ثلثة ارباع  
الوصايا كذا في محيط  
السرخسي، واذا مات  
صاحب الخدمة استكمل  
صاحب الرقبۃ عبدا كله

اگر کسی شخص کے تین غلام ہیں، اس نے ایک  
غلام کے رقبہ کی ایک شخص کے لئے وصیت کی  
جس کی قیمت تین سو درہم ہے، اور دوسرے  
غلام کی خدمت کی وصیت کسی اور شخص کیلئے کی  
جس کی قیمت پانچ سو درہم ہے جبکہ تیسرے غلام  
کی قیمت ایک ہزار درہم ہے تو دونوں میں سے  
ہر ایک کے لئے تین چوتھائی (۷۵٪) وصیت جائز  
ہوگی چنانچہ پہلے موصیٰ لہ کو اس کی وصیت کے  
غلام کا تین چوتھائی ملے گا اور صاحبِ خدمت  
کی وصیت کا غلام تین روز اس کی اور ایک  
روز وارثوں کی خدمت کرے گا کیونکہ وصیتیں تنہائی  
مال سے بڑھ گئیں، تنہائی مال تو فقط چھ سو درہم  
ہے جبکہ وصیتیں آٹھ سو درہم ہو چکی ہیں تو اس طرح  
کل مال کا تنہائی حصہ وصیتوں کا تین چوتھائی (۷۵٪)  
ہو گیا۔ محیط میں یوں ہی ہے۔ اگر صاحبِ خدمت  
مر گیا تو صاحبِ رقبہ اپنا وصیت کا غلام پورا  
لے لے گا۔ اسی طرح اگر وہ غلام مر جائے جو

وَكذلك ان مات العبد الذي كان  
يخدمه ولو كانت قيمة العبيد سواء  
كان لصاحب الخدمة نصف خدمة  
العبد ولصاحب الرقبة نصف رقبة  
الأخر كذا في المبسوط عليه

خدمت کرتا ہے تب بھی یہی حکم ہوگا۔ اگر  
غلاموں کی قیمت برابر ہو تو صاحب خدمت  
کے لئے نصف خدمت اور صاحب رقبتہ کے لئے  
نصف رقبتہ ہوگا۔ مبسوط میں یوں ہی ہے۔  
(ت)

فائدہ ۵ : یہیں سے ظاہر ہوا کہ جس کے لئے وصیت رقبتہ ہو اسے وصیت منفعت کی حاجت  
نہیں کہ وہ بحکم ملک مختار انتفاع ہوگا اس کے ساتھ مطلقاً یا کسی وقت خاص میں اختیار انتفاع کا  
ذکر اسی لازم کا اظہار ہوگا نہ کہ اُس کے لئے وصیت بالمنفعة جو بوجہ عدم حاجت لغو و بے اثر ہے  
جس طرح تنہا وارث غیر زوجین کے لئے وصیت کما تقدم عن الدر المختار و عن غنية  
ذوی الاحکام (جیسا کہ در مختار اور غنیہ ذوی الاحکام کے حوالے سے گزر چکا ہے۔ ت)  
فائدہ ۶ : وصیت میں مقصد موصی پر نظر لازم ہے۔ ہدایہ و کافی میں دربارہ موصی لہ بخدمت  
العبد ہے :

ليس للموصي له ان يخرج العبد من  
الكوفة الا ان يكون الموصي له واهله  
في غير الكوفة فيخرجه الى اهله  
للخدمة هنالك اذا كان يخرج من  
الثلث لان الوصية انما تنفذ على  
ما يعرف من مقصود الموصي فاذا  
كانوا في مصره فمقصوده ان يمكنه  
من خدمته فيه بدون ان يلزمه مشقة  
السفر واذا كانوا في غيره فمقصوده ان  
يحصل العبد الى اهله ليخدمهم

موصی لہ کو یہ اختیار نہیں کہ وہ غلام کو کوفہ سے نکالے  
یاں اگر موصی لہ اور اس کے اہل خانہ غیر کوفہ  
میں رہتے ہیں تو غلام کو نکال کر لے جاسکتا ہے  
کیونکہ وصیت اس مقصود پر نافذ ہوتی ہے  
جو موصی سے معلوم ہو۔ اگر موصی لہ اور اس کے  
اہل خانہ موصی کے شہر میں رہتے ہیں تو اب  
موصی لہ کا مقصود یہ ہے کہ وہ سفر کی مشقت  
کے لزوم کے بغیر اس کی خدمت کر سکے اور اگر  
وہ اُس شہر کے غیر میں رہتے ہیں تو اب مقصود  
یہ ہوگا کہ موصی لہ اس غلام کو وہاں اپنے اہل خانہ  
کے پاس لے جائے تاکہ یہ ان کی خدمت کر سکے۔ (ت)

لہ الفتاویٰ النہیۃ کتاب الوصایا الباب السابع ذرا فی کتب خانہ کراچی ۱۲۶/۶  
لہ الہدایۃ باب الوصیۃ بالفکسنی والخدمۃ الخ مطبع یوسفی لکھنؤ ۸۲/۶۸۱

فائدہ ۷ : دربارہ مہر مثل تک عورت کا قول مع الیمین بلا بینہ معتبر ہے جبکہ زوجیت معروف و معلوم ہو فتاویٰ غانیہ میں قبیل فصل رجوع عن الوصیۃ ہے۔

ان ادعت المرأة مقدار مهر مثلها اگر عورت نے مہر مثل کا دعویٰ کیا تو اس کو نیا جائیگا  
یدفع الیہا اذا كان النکاح ظاهرا جبکہ نکاح ظاہر و معروف ہو اور نکاح ہی اس  
معروف و فایکون النکاح شاهدا لہا کا شہد ہوگا۔ (ت)

اسی کے باب الوصی پھر ہندیہ میں ہے :

ان كان النکاح معروفا كانت القول اگر نکاح معروف ہو تو عورت کا قول مہر مثل کی  
قول المرأة الى مهر مثلها یدفع حد تک مقبول ہوگا اور وہ اس کو  
ذلك الیہا لہ دیا جائے گا۔ (ت)

فائدہ ۸ : مہر بھی مثل سار دیوں ہے اور دین کا تعلق مالیت سے ہے نہ عین سے  
ولہذا ورثہ کو اختیار ہوتا ہے کہ دائن کا دین اپنے پاس سے دے کر ترکہ اپنے لئے بجا لیں اگرچہ  
دین مستغرق ہو جس کے سبب ورثہ کے لئے ترکہ میں اصل ملک ثابت نہیں ہوتی۔ جامع الفصولین و  
اشباہ میں ہے :

لو استغرقها دين لا يملكها بالامتنان اگر قرض پورے ترکہ کو غیظ ہو تو میراث کے طور  
الاذا ابرا الامتنان غريمه او اداه وارثه الخ پر کوئی اس کا مالک نہیں بنے گا سوائے  
اس قرض خواہ میت کو بری کر دے یا کوئی وارث اس کو ادا کر دے الخ (ت)  
اشباہ میں اس کے بعد فرمایا :

وللوارث استخلاص التركة بقضاء وارث کو اختیار ہے کہ قرض ادا کر کے ترکہ کو  
الدين لو مستغرقا۔ والا گزار کر لے جبکہ قرض پورے ترکہ پر حاوی  
ہو۔ (ت)

۱۔ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الوصایا فصل فی مسائل مختلفہ نو کشور لکھنؤ ۸۴۶/۴  
۲۔ " " " باب الوصی فصل فی تصرفات الوصی الخ " " ۸۵۹/۴  
۳۔ الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملك ادارة القرآن کراچی ۲۰۴/۲  
۴۔ " " " " " " " " " " ۲۰۵/۲



فائدہ ۹: وصیت جہت موصی سے تملیک ہے تو اس کے بتائے سے تجاوز نہیں کر سکتی وصیت اگر حصہ شائع مثل نصف مال یا ثلث متروکہ کی ہو تو ضرور ترکہ باقیہ بعد ادا الدین کے ہر جز میں شائع ہوگی مگر اعیان معینہ کی وصیت صرف انھیں اعیان پر مقتصر رہے گی ان کے غیر سے ایک جہت نہ پاسکے گا یہاں تک کہ اگر وہ اعیان ثلث مال یا اس سے بھی کم ہوں اور تمام وکمال حکم وصیت اسے ملتے ہوں اور ان میں سے کسی منازعت کے سبب کچھ کم ہو جائے تو اس کی وصیت اسی کم میں نفاذ پائے گی باقی ترکہ سے اس کی تکمیل نہ کی جائے گی کہ یہ ایجاب بلا موجب ہے اور وہ محض باطل ولہذا اگر ترکہ پندرہ سو روپے نقد اور تین سو روپے کا اسباب یا زمین وغیرہ ہو اور اس تمام اسباب و زمین کی وصیت زید کے لئے کی اور اپنے مال کے پانچ کی وصیت عمرو کے لئے تو مجموع ترکہ اٹھارہ سو ہو اور مجموع وصایا چھ سو کہ اس کا ثلث ہے اور ثلث تک وصیت بلا اجازت نافذ ہے تو چاہئے تھا کہ دونوں موصی لہ کی وصیت پوری نافذ کرتے اسباب و زمین زید کو دے دیتے اور تین سو روپے کے سدس مال ہے عمرو کو مگر ایسا نہ کرینگے بلکہ عمرو کو دو سو پچاس روپے نقد دیں گے اور پچیس کی قدر زمین و اسباب اور باقی صرف پونے تین سو روپے کا اسباب زید پائے گا زر نقد سے اس کی وصیت پوری نہ کرینگے کہ زر نقد میں اس کا کوئی حق نہ تھا اس تقسیم کی وجہ یہی ہے کہ عمرو کے لئے سدس مال کی وصیت ترکہ کے ہر جز نقد و جنس و جائداد ہر شئی کے پانچ کی وصیت ہے تو اسے پندرہ سو نقد کا بھی سدس چاہئے اور اسباب و زمین کا بھی سدس۔ سدس نقد میں اس کا کوئی منازع نہیں وہ مال حصہ اسے دے دے ہیں سدس جائداد میں زید اس کا منازع ہے وہ کہے گا کہ تمام وکمال حکم وصیت میرا ہے عمرو کہے گا اس میں سے بھی پانچ میرا ہے تو اس مال کا پانچ زید کے لئے بلا نزاع ہے اور پانچ میں زید و عمرو و منازع ہیں تو حکم انصاف وہ ان میں نصف نصف ہو کر اسباب و زمین کا پانچ عمرو پائے گا اور پانچ زید اور اس کے سوا زید کو نقد سے کچھ نہ ملے گا۔ رد المحتار میں ہے:

لو اوصی لرجل بسيف قيمته مثل	اگر کوئی کسی کے لئے اپنی تلوار کی وصیت کرے
سدس ماله و لآخر	جس کی قیمت اس کے کل مال کے چھٹے حصے
سدس ماله و ماله سوی	کے برابر ہے اور دوسرے شخص کے لئے اپنے
السيف خمسمائة فلتأني	کل مال کے چھٹے حصے کی وصیت کی جبکہ تلوار
سدسها وللاول خمسة	کے علاوہ موصی کا مال پانچ سو درہم ہے۔ اس

اسد اس السیف و سدس السیف بینہما  
لات منازعتہما فی سدس السیف  
فقط قینصف بینہما۔  
صورت میں دوسرا شخص پانچ سو درہم میں سے  
چھٹا حصہ پائے گا اور پہلا شخص تلوار کی قیمت  
کے چھ حصوں میں سے پانچ (۵/۶) حصے لے گا  
جبکہ تلوار کا چھٹا حصہ ان کے درمیان تقسیم ہوگا کیونکہ دونوں کی منازعت فقط اسی چھٹے حصے میں  
ہے لہذا ان کے درمیان نصف نصف ہوگا۔ (ت)

فائدہ ۱۰: وصیت اجنبی کہ ثلث تک نافذ ہے اس کے حساب ثلث کے لئے کل مرقہ  
بعد الدین ملحوظ ہوگا وہ چیزیں بھی جن کی اس کے لئے وصیت ہے اور وہ بھی جن کی اس کے لئے  
وصیت نہیں مگر اُس کا حق ان اشیاء سے ہرگز متجاوز نہ ہوگا جن کی وصیت اُس کے لئے ہے جیسا بھی  
مسئلہ مذکورہ میں گزرا بالجملہ وصیت کا ثلث تک نافذ وصیت معینہ کو وصیت شائعہ ذکر دے گا اس  
کا اثر صرف اس قدر ہوگا کہ باقی بعد دین جس قدر مال ہے جس کی وصیت کی ہے اور جس کی نہیں سب کا  
ثلث لے کر دیکھیں گے کہ جن اعیان مخصوصہ کی وصیت اس کے لئے کی ہے ان کی مالیت اس ثلث  
کی مقدار سے کم ہے یا برابر یا زائد، دو صورتیں آدلی ہیں وہ تمام اعیان موصی لہ کو دے دیئے جائیں گے  
اور صورت ثانیہ میں ان میں سے صرف اتنا حصہ پائے گا جو ثلث کل باقی بعد ادار الدین کی مقدار  
تک ہے نہ یہ کہ جس چیز کی اس کے لئے وصیت نہ کی اُس کا بھی ثلث محض بلا استحقاق اس کو  
دے دیا جائے یہ سخت جہالت فاحشہ ہے کتب مذہب کے عدد بالخصوص اس کے اوپر ناطق اور  
یہی مسئلہ کہ ابھی رد المحتار سے گزرا، کافی اور ادنیٰ خادم فقہ پر یہ امر خود بدہیات واضح سے ہے  
کملا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)۔

فائدہ ۱۱: اقرار کے بعد کسی تفتیش کی حاجت نہیں، نہ حقوق العباد میں بلا دعویٰ قاضی کو  
اختیار حکم نہ اُسے ایسی بات کی تکذیب پہنچتی ہے جس میں کوئی معارض ہو کہ وہ قطع خصومت کیلئے  
مقرر ہوا ہے نہ کہ انشاء خصومت کے واسطے۔ ہدایہ میں فرمایا: الاقرار موجب بنفسہ (اقرار  
خود موجب وثبت ہے۔ ت) تنویر میں ہے:

القضاء فصل الخصومات - و قطع  
قضاء تو جھگڑوں کا فیصلہ کرنا اور تنازعات کو

ختم کرنا ہے (ت)

المنافع علی

ورمختار میں ہے:

بعد دعویٰ صحیحۃ من خصم علی خصم  
حاضر والا کان افتاءً  
ایک خصم کے دوسرے حاضر خصم پر صحیح دعویٰ کے  
بعد ورنہ یہ افتاء ہوگا (ت)

رد المحتار میں فواکہ بدایہ سے ہے:

اتفق ائمة الحنفیة والشافعية علی انه  
تستلزم لصحة الحكم واعتباره فی  
حقوق العباد الدعوی الصحيحة  
اس پر ائمہ حنفیہ شافعیہ کا اتفاق ہے قضا کے  
صحیح ہونے اور حقوق العباد میں اس کے معتبر  
ہونے کے لئے صحیح دعویٰ کا ہونا شرط ہے (ت)

فائدہ ۱۲: زوجہ کے لئے یہاں دو وصیتیں ہیں۔

وصیت منفعت کہ مکانوں میں رہے ظروف استعمال کرے یہ وصیت انہیں اعیان میں ہے  
جن کی وصیت شاہ محمد اجنبی کے لئے ہے تو ثلث کل مال بعد اداء الدین کے جتنا حصہ مکانات و اسباب  
کا آئے اس میں نافذ نہ ہوگی کہ وصیت اجنبی وصیت وارث سے مقدم ہے کما فی الفائدة الاولى  
(جیسا کہ پہلے فائدہ میں ہے۔ ت) اور یہاں اگر یہ وہم گزرتا کہ وصیت رقبہ کر کے اس کیلئے وصیت  
منفعت کروینے سے اول کے لئے صرف رقبہ کی وصیت رہ جاتی ہے منفعت میں اس کا کچھ حق نہیں  
رہتا کما فی الفائدة الثانية (جیسا کہ دوسرے فائدہ میں ہے۔ ت) وصیت اجنبی کہ  
مقدم ہے اپنے محل نفاذ میں مقدم ہوگی نہ کہ اس شے میں جس کی اس کے لئے وصیت ہی نہیں یعنی  
منفعت کہ اس میں اجنبی کے لئے وصیت معدوم ہے معدوم کی تقدیم کیا معنی تو اس کا جواب  
ہماری تقریر سابق سے واضح وصیت منفعت بھی بمنزلہ وصیت رقبہ ہے ثابت ہو تو اس کی مزام  
ہوتی ہے کما فی الفائدة الرابعة (جیسا کہ چوتھے فائدہ میں ہے۔ ت) اور منفعت میں اس کا  
حق نہ رہنا اسی بنا پر ہوتا ہے کہ یہ مانع آتی ہے کما فی الفائدة الثالثة (جیسا کہ تیسرے فائدہ  
میں ہے۔ ت) اور وصیت وارث جب وصیت اجنبی سے مؤخر ہے تو اس کے مقابل مضحل ہوگی  
اور اس کے رقبہ میں کالعدم نہ کہ اس کی مانع و مزاحم پھر بقدر ثلث نفاذ وصیت اجنبی کے بعد مرتبہ ارث کا

۱/۲ مطبع مجبائی دہلی کتاب القضاء

۷۸/۲ فصل فی الحبس

۲۹۸/۴ دار احیاء التراث العربی بیروت رد المحتار

ہے کما فی الفائدة الاولى (جیسا کہ پہلے فائدہ میں ہے۔ ت) اور جو کچھ ارثاً ملک زوجہ ہوگا اس میں اسے وصیت منفعہ کی حاجت بھی نہیں ان دونوں کے بعد جو حصہ مکانات و اسباب کا بچا اس میں زوجہ کی وصیت نفاذ پائے گی اور اس میں سے موقع محفل حضرات طبابت امین شہیدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ جس قدر ظروف کی شاہ محمد کو حاجت ہوگی اس وقت خاص پر اتنے ظروف زوجہ کو استعمال کے لئے نہ دیئے جائیں گے موصی نے اس وقت شاہ محمد کے لئے اُن کا استعمال لکھا ہے یہ اگرچہ شاہ محمد کے لئے وصیت بالمنفعة نہیں کما فی الفائدة الخامسة (جیسا کہ پانچویں فائدہ میں ہے۔ ت) مگر وصیت زوجہ سے اتنے وقت اخراج کے لئے کافی ہے۔

لما تقدم عن الهداية والكافي انه انما لم يكن للموصي له بالعين حق في المنفعة مع ملكه للرقبة للايصاء بها لغيره وتجريد الرقبة في الوصية له فلم يشبع له فوق ما اثبت الموصي اما هنا فقد اثبت له الانتفاع في الوقت الخاص فكان معزولا عما اوصى به لغيره وكان كائن يقول اوصيت لها بالمنفعة الا وقت كذا ولو اقتصر على هذا لم يكن للزوجة الانتفاع في الوقت المستثنى وكان ذلك للاجنبى الموصى له بحكم الملك فاذا صرح بكونه له فيه فبالاولى۔

اس دلیل کے ساتھ جو ہدایہ و کافی کے حوالہ سے گزر چکا کہ عین کے موصی لئے رقبہ میں ملکیت کے باوجود منفعہ میں کوئی حق نہیں، اس لئے وصیت میں اس کے لئے رقبہ کی تخصیص اور منفعہ کی وصیت کسی اور کے لئے کی گئی ہے لہذا موصی کے مقصود سے زائد اس کے لئے کچھ ثابت نہ ہوگا لیکن یہاں تو اس کے لئے خاص وقت میں انتفاع کا اثبات ہے، تو جس چیز کی وصیت اس کے غیر کے لئے ہے اس میں وہ معزول ہوگا۔ گویا موصی یوں کہے میں نے عورت کے لئے نفع اٹھانے کی جو وصیت کی سوائے فلاں وقت کے اگر اسی پر اقتصار کرتا تو بھی بیوی کو مستثنیٰ وقت میں انتفاع کا حق نہ ہوتا اور یہ اجنبی شخص کیلئے بطور ملک ثابت ہوتا جب اس نے اس کی تصریح کر دی تو بدرجہ اولیٰ یہ حکم ہوگا۔ (ت)

اور پُر نظر ہو کہ اس کے بعد زوجہ کے لئے وصیت استعمال سے یہ مقصود موصی نہیں کہ محفل امین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے وقت استعمال شاہ محمد کو منع کر دے یا اس وقت کی ضروری اشیاء سے



صرف نصف حاجت روائی شاہ محمد کے لئے رکھے نصف زوجہ کو دے بلکہ مقصود یہی ہے کہ اس وقت خاص جن اشیاء کی حاجت ہو شاہ محمد استعمال کرے باقی اوقات میں زوجہ اپنے صرف میں رکھے اور مقاصد موصی پر نظر لازم ہے کما فی الفائدة السادسة (جیسا کہ چھٹے فائدہ میں ہے۔ ت) وصیت زیور، جس کی نسبت اگرچہ وصیت نامہ میں کوئی تصریح معاوضہ نہیں مگر زوجہ کہتی ہے کہ میرے مہر میں دیئے ہیں اور اس کا یہ کہنا دعویٰ نہیں بلکہ اقرار ہے مہر مثل تک اس کا قول بلا بینہ معتبر تھا کما فی الفائدة السابعة (جیسا کہ ساتویں فائدہ میں ہے۔ ت) اور وصیت نامہ میں زیور کی خالص وصیت اس کے نام لکھی ہے یہاں نہ کوئی دوسرا وارث ہے کہ زوجہ کا معارض ہو اس سے کہے کہ تیرا حق دین میں ہے نہ عین میں کما فی الفائدة الثامنة (جیسا کہ آٹھویں فائدہ میں ہے۔ ت) یا کہ تیرے لئے وصیت بے میری اجازت کے باطل ہے۔ نہ زیور کے کسی جز کی شاہ محمد کے لئے وصیت ہے نہ اس کی وصیت کہ ثلث کل مال کی مقدار تک حق تقدم رکھتی ہے اسے اس زیور کے کسی ذرہ کی مستحق بنا سکتی ہے کما فی الفائدة التاسعة (جیسا کہ نویں فائدہ میں ہے۔ ت) اگرچہ وصیت محضہ للزوجہ ہو جب بھی اجنبی کے لئے صرف حساب ثلث میں ملحوظ ہو گا نہ کہ اس کا کوئی جہہ اُسے ملے کما فی الفائدة العاشرة (جیسا کہ دسویں فائدہ میں ہے۔ ت) نہ کل زیور زوجہ کے لئے بعوض مہر یا شاہ محمد کے حساب ثلث پر کوئی اثر ڈال سکتا ہے۔ اگر زیور مہر مثل سے کم یا برابر ہے جب تو ظاہر کہ مہر مثل کی مقدار تک زوجہ کا قول مسلم اور وہ شاہ محمد کی وصیت پر مقدم اور اگر بالفرض مہر مثل سے زائد ہو جب بھی یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ سب زیور بعوض مہر حق زوجہ مانتے ہیں شاہ محمد کا حصہ ثلث مکانات و اسباب میں کم ہو جائے گا فرض کیجئے کہ زیور ۳۲۲ روپے کا ہے اور مہر مثل ۲۰۲ کا اور مکانات و اسباب جن کی وصیت شاہ محمد کے لئے ہے ۱۲۰۰ کے تو اگر کل زیور کی مہر زوجہ کے لئے مانا جائے تو وہ ثلث جس میں وصیت اجنبی جاری ہوگی صرف مکانات و اسباب کا ثلث رہا جبکہ اُس کے سوا اور کوئی مہر نہ ہو شاہ محمد ان میں سے صرف ۴۰۰ کے قدر بحکم وصیت مقدمہ پائے گا اور اگر فقط مہر مثل تک زوجہ کو مہر میں دیں تو بعد ادا کے مہر مہر تو کہ ۱۳۲۰ بچے گا ۱۲۰۰ کے مکانات اسباب اور ۱۲۰ کا باقی زیور جس کا ثلث ۴۰۰ تو مکانات و اسباب سے ۴۰۰ روپے کے قدر شاہ محمد کے حق مقدم میں بڑھ جائیں گے یہ وہم اس وقت ہو سکتا ہے کہ بحال کی مہر مثل کل زیور زوجہ کو مرتبہ مہر مثل تک تقدم ہے اور زیادہ ان مہر مثل بعوض مہر مثل ہونا محاباة ہے اور وہ زوجہ کے لئے وصیت ہے اور زوجہ کے لئے وصیت خود اس کی میراث سے بھی متحسر ہے

کما فی الفائدة الاولى (جیسا پہلے فائدہ میں ہے۔ ت) تو وصیت اجنبی سے دو درجہ مؤخر ہے جب تک وصیت مقدمہ اجنبی ادا نہ ہو لے زیور زائد از مہر مثل ضرور مہر کہ ہی ٹھہر کر حساب ثلث میں محفوظ رہے گا اور شاہ محمد کو مکانات و انبیاب کے حصہ مقدمہ میں کچھ نقصان نہ پہنچے گا بہر حال اُس کے اس قول سے کسی کا کچھ ضرر نہیں تو اُس میں اُس کا کوئی مفاسد نہیں پھر قاضی کس وجہ سے اُس کی تکذیب کر سکتا ہے کما فی الفائدة الحادیۃ عشرۃ (جیسا کہ گیارھویں فائدہ میں ہے۔ ت) زوجہ اگر اس بیان میں سچی ہے فہما اور اگر اس نے غلط کہا تو یہ اسی کے حق میں مضر ہوا اسے صاف اختیار تھا کہ مہر کا دعویٰ جدا کرتی جس میں مہر مثل تک اُس کا قول معتبر رہتا اور یہ زیور بحکم وصیت جدا لیتی کہ اس میں اس کا معارض نہ تھا مگر اس نے ایسا نہ کیا بلکہ اس زیور ہی کو اپنے مہر میں دیا جانا بتایا تو یہ اس کا اپنے ہی حق میں اضرار ہوا، ولہذا نہ دعویٰ بلکہ اقرار ہوا اور بعد اقرار حاجت تفتیش کیا معنی کما فی الفائدة المذکورۃ (جیسا کہ مذکورہ بالا فائدہ میں ہے۔ ت) اور سب پر عمل لاو یہ کہ ادھر زوجہ نے یہی زیور اپنے مہر کے عوض بتائے ان سے جدا کوئی دعویٰ مہر نہ رکھا ادھر شاہ محمد نے وہ تمام و کمال زیور اُس کے تسلیم کر کے اُسے سپرد کر دیئے اب خواہ اُن سب کو اس کا وہ حق مہر مانا جو وصیت شاہ محمد پر مقدم رہتا یا بعض کو حق مہر بعض کو اور اس کے لئے وصیت یا کل کو وصیت جو وصیت شاہ محمد سے مؤخر رہتی مگر جب یہ اُسے نافذ کر چکا اپنے حق کو ساقط کر دیا جیسے وارث کہ زائد از ثلث میں وصیت اُس کے حق وارث سے مؤخر ہے مگر وہ اجازت دے دے تو وہ مؤخر ہی مقدم ہو جاتی اور اس قدر میں اجازت دہندہ کا حق وارث ساقط ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگر وصیت کل مال کی تھی اور سب ورثہ عاقلین بالغین نے اجازت دے دی کل مال موصی لے لے کا ہو جائے گا اور کوئی وارث کچھ نہ مانے گا تو عالم خاتون کا مہر اور کل زیور اس کی ملک ہونا اور شاہ محمد کا ضرباً یا استحقاقاً اُس سے کچھ متعلق ہونا یہ سب مسائل طے شدہ اور فریقین کے متفق علیہ ہیں جن میں انہیں کوئی نزاع نہیں اور وہ ان کے خالص حقوق تھے جن کے ابقار استقاط کا انہیں اختیار مطلق تھا تو اب قاضی مفتی کسی کو اصل حق نہیں کہ اُن طے شدہ امور کو زیر بحث لائے اُن کے لئے کوئی تفتیش اپنی طرف سے قائم کرے فریقین میں ایک کو دوسرے پر اس بارے میں کوئی دعویٰ نہیں یہ خود مدعی بنے اور اس متفق علیہ کو زاعی قرار دے کما فی الفائدة المذکورۃ ایضاً (جیسا کہ یہ بھی فائدہ مذکورہ میں ہے۔ ت)

## تفریعات

(۱۹) فتویٰ کا قول بعد اس کے عالم خاتون کا مہر جس قدر عدالت کی رائے میں ثابت ہو ادا کرینگے نامہمی ہے۔

(۲۰) فتویٰ اکا کہنا ہے اگر ثابت ہو جائے کہ یہ زیور مہر کے عوض دیئے گئے اقرار میں تفتیش ہے۔

(۲۱) فتویٰ کی اس پر تفریح کہ تو ان میں شاہ محمد خاں کا کچھ حق نہیں مفہوم غلط ہے شاہ محمد خاں کا زیور میں کسی طرح کچھ حق نہیں اگرچہ مہر کے عوض دیا جانا ثابت نہ بھی ہو۔

(۲۲) فتویٰ ۱ نے اس مفہوم باطل ہی پر قناعت نہ کی بلکہ آگے اس ظلم صریح کی تصریح کر دی کہ لیکن اگر ان زیورات کا مہر ہی دیا جانا ثابت نہ ہو تو زیورات کے تیسرے حصہ میں شاہ محمد خاں

کا حق ہو گا اور دو حصے عالم خاتون کے، انا للہ وانا الیہ راجعون (بیشک ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ت) شاہ محمد خاں وارث نہیں زیور کی اس کے لئے وصیت نہیں وصیت نہ ہونا درکنار موصی نے صراحتاً زیور کو اس کی وصیت سے جدا کر دیا کہ بعد ذکر زیور کہا ماسوا اس کے میری جائیداد ہے مگر یہ فتویٰ کہتا ہے کہ موصی کے دینے نہ لینے سے کیا رہتا ہے ہم جو دیتے ہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم (بلندی و عظمت والے اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر نہ لڑائی سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی۔ ت)

(۲۳) فتویٰ ۲ نے اور کمال کیا زوجہ کا وہ قول اقرار مان کر پھر اگر مگر کو دخل دیا کہ اگر دین مہر

تمام زیور سے حسب اقرار زوجہ ادا ہوا ہے تو زیور چھوڑ کر ایک ثلث شاہ محمد کو دیا جائے گا۔

(۲۴) فتویٰ ۲ نے اور بھی قدم عشق پیشتر بہتر کی ٹھہرائی یعنی زوجہ کا قول اقرار بھی ٹھہرایا اور

شاہ محمد کی تسلیم بھی مانی پھر بھی فریقین کی متفقہ علیہ بات بات طے شدہ نہ جانی کہ سب سے

اول تجیز و مکفین کا خرچ ادا کیا جائے گا بعد ازاں اگر متوفی نے مدعیہ کو دین مہر میں زیورات کی

وصیت کی ہے (چنانچہ اس کا اعتراف ہے اور مدعا علیہ نے بھی زیورات اس کو تسلیم کر کے قبول کر لیا ہے) تو زیورات اس کو دین مہر میں دیئے جائیں گے۔

(۲۵) فتویٰ ۲ ان دونوں کی تصریحوں خود اپنے اقراروں اعترافوں کے ساتھ ایک فرض غلط کی

راہ نکالی ہے اگر بالفرض دین مہر میں نہیں دیئے بلکہ محض وصیت کی تو باقی تمام مال میں سے مہر زوجہ

ادایا جائے گا یہ فرض ہے معنی کس لئے اور فتویٰ مستعلقہ دارالقضائر میں اس کا کیا محل۔  
 (۲۶) فتویٰ نے اس تفریع میں ڈگری بلا دعویٰ بھی فتویٰ اول کی طرح دی اور آگے چل کر کہا مدعیہ کا مہر کل مال سے ادا کیا جائے گا زوجہ تو کہہ رہی ہے کہ مجھے یہ زیور مہر میں دیا فتویٰ کہتا ہے نہیں نہیں تمام مال میں سے مجھے مہر ملے گا اگرچہ کل مال کو مستغرق ہو اور موصیٰ لہ کے لئے کچھ نہ بچے۔  
 (۲۷) فتویٰ کو منظور نہیں کہ یہاں کسی غلطی میں فتویٰ اول سے پیچھے رہے بلا وصیت استحقاق اجنبی میں بھی اس کا ساتھ دیا کہ زیورات اگر مہر میں دیئے تو زیورات پر وصیت کا بار نہ ہو گا ورنہ زیورات میں سے مدعیہ کو  $\frac{2}{3}$  مدعا علیہ کو  $\frac{1}{3}$ ۔

(۲۸) بلکہ فتویٰ کا یہاں بھی قدم پیشتر ہے اس نے صاف مانا کہ زیوروں کی وصیت شاہ محمد خاں کے لئے نہیں پھر بھی اسے تہائی کا حصہ دار کر دیا۔ زیور کا یہ حکم لکھ کر آگے کہا اور دیگر جائداد مکانات ظروف وغیرہ سے مدعیہ  $\frac{2}{3}$  مدعا علیہ  $\frac{1}{3}$  کیونکہ اول ثلث اس کا بطور وصیت مدعا علیہ کو ملے گا پھر ربع باقی ماندہ یعنی سدس کل مدعیہ کو ملے گا بعد ازاں باقی ماندہ مدعا علیہ کو اگر یہ فتویٰ زیور کی بھی اس کیلئے ذمیت مانتا تو یہی حکم اس پر بھی کرتا نہ کہ شاہ محمد کو زیور کا تو  $\frac{1}{3}$  اور باقی اموال کے  $\frac{2}{3}$ ۔

(۲۹) فتویٰ نے اس باطل صریح پر استدلال کی بھی جرات کی یوں بھی اسے فتویٰ ۱ پر فوقیت رہی کہ اس کے آگے زیوروں کو کہا اگر محض بطور وصیت دیئے گئے ہیں تو ان میں مدعا علیہ کا برفے وصیت بالثلث حق ثلث ہو گا، پھر کہا اگر بعض دین مہر نہ ہو تو بحکم وصیت بالثلث زیورات میں بھی  $\frac{1}{3}$  مدعا علیہ کو ملے گا  $\frac{2}{3}$  زیورات مدعیہ کو۔ اس کا منشا وہی غلط شدید و بعید ہے کہ ثلث کل مال کے لحاظ سے وصیت کی تنفیذ وصیت معینہ کو وصیت شائعہ کر دی ہے جس کا رد بلیغ فائدہ نہم و دہم میں گزرا۔ سبحن اللہ۔ حساب کے لئے ثلث ہر شئی کا لحاظ کیا ہوا کہ ثلث ہر شئی میں اس کی ملک ہی پیدا ہو گئی اگرچہ اس شئی کا اُسے اصلاً استحقاق نہیں نہ اس کے لئے وصیت، بلکہ اس کی وصیت سے جدا ہونے کی صاف تصریح، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم (بلندی و عظمت والے اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر نہ بُرائی سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی۔ ت)

(۳۰) فتویٰ نے یہاں ایک اور غلطی کی اگر زیور بعض مہر دیا جانا ثابت نہ ہونے کی حالت میں اس کے نزدیک ان کا ثلث شاہ محمد کو ملنا تھا تو مطلقاً یہ کہتا کہ اگر زیور مہر کے عوض دیئے گئے تو ان میں شاہ محمد خاں کا کچھ حق نہیں غلط بر غلط ہے اگر زیور مقدار مہر سے زائد ہوئے تو قدر زیادت میں زوجہ کے لئے وصیت بالمحاباة ہوتی اور وہ اجنبی کے حق ثلث کو باطل نہیں کرتی بلکہ خود اس کے حضور مضمل ہو جاتی ہے۔



(۳۱) فتویٰ، نے بھی یہاں غلطی میں اس کا ساتھ دینے کی منت مانی ہے اس نے بھی جا بجا وہی تصریحات کیں بلکہ صاف کہہ کر زیورات اگر مستوفی نے مہر میں دیئے ہوں تو زیورات پر وصیت کا بار نہ ہوگا تمام زیورات اس کو ملیں گے ورنہ مدعا علیہ کو ملے، پھر کہا اگر وہ مہر میں دیئے گئے ہیں تو ان میں مدعا علیہ کا بروئے وصیت کچھ حق نہیں اور محض بطور وصیت دیئے گئے تو مدعا علیہ کا ثلث۔ پھر کہا وصیت اگر بعض مہر ہو تو زیورات وصیت بالثلث کے بارے میں مستثنیٰ ہوں گے گویا ان صاحبوں کے نزدیک کوئی مال بعض دین دینے کی وصیت کرنا خود اس مال کو دین کر دینا ہے کہ اس کا ادا کرنا مطلقاً وصیت سے مقدم ہو جاتا ہے اگرچہ ایک روپیہ دین کے عوض ہزار روپیہ کا مال دینے کی وصیت کی ہو۔

(۳۲) فتویٰ، نے یہاں بھی قدم پیشتر کی ان نہ چھوڑی یہ پھر مہر کے وصیت ہونا تمام و کمال زیوروں کو دین کے مرتبہ میں کر دے گا کہ ان کا ادا کرنا وصیت لاجنبی سے مقدم ہوگا اور بعض مہر دیئے جانے کا ثبوت نہیں مگر بیان زوجہ تو اب اس ادعا سے اپنا نفع اور موصی لہ کا ضرر چاہتی ہے کہ وہ وصیت جو وصیت نامہ میں بلا معاوضہ لکھی ہے جو وصیت اجنبی سے مؤخر رہتی لمعاوضہ بنا کر وصیت اجنبی سے مقدم کئے لیتی ہے تو اب اس کا قول تو صرف اقرار بلکہ صاف دعویٰ ہوا اور اگر مدعی محض اپنے زبانی دعویٰ پر ڈگری نہیں پاسکتا تو یہ کہنا کہ اگر دین مہر تمام زیور سے حسب اقرار زوجہ ادا ہوا ہے تو زیور پوڑ کر باقی ماندہ ایک ثلث شاہ محمد کو دیا جائیگا عجب در عجب ہے۔

(۳۳) اگر فتویٰ، وہ بھاری غلطی کہ ایک صورت میں کہ بلا وصیت و بلا استحقاق شاہ محمد کو زیوروں میں تہائی کا حصہ دار کر دیا نہ بھی کرتا جب بھی اس کا مطلقاً یہ کہنا کہ اگر وصیت بعض مہر ہو تو زیورات وصیت بالثلث کے بارے میں مستثنیٰ ہونگے یعنی بعد خراج تجہیز و تکفین باقی ماندہ مال سے تمام زیورات مدیہ کو ملیں گے صحیح نہ تھا کہ اگر زیور مہر سے زائد ہیں تو قدر زیورات میں وصیت بالثلث کے بارے میں مستثنیٰ نہیں ہو سکتے ثلث میں وہ بھی محسوب ہوتے اگرچہ ان میں سے شاہ محمد نے کو کچھ نہ دیا ہوتا انھیں مطلقاً مستثنیٰ شاہ محمد کی تسلیم نے کر دیا نہ کہ وصیت بعض مہر ہونے سے۔

(۳۴) یونہی فتویٰ کا قول کہ یہ زیورات حق مہر کے عوض سمجھے جائیں جیسا کہ خود مدعیہ کا قول ہے اور خود عبارت وصیت نامہ کی محل قوی ہے اور مہر دین ہے اس لئے وصیت اور ارث دونوں سے مقدم ہے وہی طرفہ منطقی ہے محل وصیت نامہ کا حال تو اوپر گزرا اور بالفرض اس کی عبارت محتمل ہو تو محض قوت احتمال غایت درجہ ظاہر ہے اور ظاہر حجت اسے تحقیق نہیں ہو سکتا، ہدایہ وغیرہ تمام کتب مسلمہ میں تصریح ہے کہ،

الظاهر يصلح حجة للدفع لا للاستحقاق<sup>۱</sup>۔ ظاہر حجت دفاع ہے حجت استحقاق نہیں (ت)۔  
اب نہ رہا مگر خود مدعیہ کا قول اُسے اپنے حق میں حجت مان لینا والا قانون ہے زیور اگر مہر سے  
زائد ہیں تو وہ سب کیونکر دین سمجھ کر وصیت وارث دونوں سے مقدم کر دیئے جائیں۔

(۳۵) فتویٰ ۳ نے اور بھی دون کی لی کہ جن زیورات کے بارے میں متوفی بعوض مہر زوجہ کے دینے  
کی وصیت کر گیا ہے وہ اس کا قرض تھا اس کا ادا کرنا اس کو قرض تھا قرض و فرض کا قافیہ ملا لیا  
اگرچہ مہر شرعاً قرض نہیں ہوتا قرض و دین میں عموم و خصوص ہے خیر یہ بات کہ بعوض مہر دینے کی وصیت  
کر گیا ہے وصیت نامہ میں تو کہیں نہیں عورت کا بیان ہے اور ہو بھی تو بحال کمی مہر محاباة ہے  
نہ قرض ہے نہ فرض۔

(۳۶) فتویٰ ۷ نے یہاں ایک اور غلطی کی کہ زوجین کی وصیت سے مانع مزاحمت حق ورثہ ہے اگر نہ ہو  
تو پھر کوئی مانع نہیں خواہ وہ وصیت بالرقبہ ہو یا بالمنفعة، وہ حصہ اور یہ سب کلی دونوں غلط ہیں اجنبی  
کی وصیت بالثلث بھی اُس کی مانع اور اس سے مقدم ہے۔

(۳۷) فتویٰ ۷ کو خود اپنا کہا یا نہ رہا آگے چل کر کہا حق سکنی مکانات و حق استعمال ظروف وغیرہ کی  
جو زوجہ کو وصیت کی ہے اس کے بارے میں ثلث مال جو شاہ محمد کو اول ملے گا بری رہے گا کیونکہ زوجہ  
کے لئے وصیت اجنبی کی وصیت بالثلث کے مزاحم نہیں ہو سکتی۔ اب یہ وصیت للزوجہ کا بے مزاحمت  
حق ورثہ اور مزاحم قوی و مزاحم کدھر سے نکل آیا یہ صاف تناقض ہے۔

(۳۸) یونہی فتویٰ ۲ کا قول کہ جس چیز کی زوجہ کے واسطے وصیت کی ہے وہ سالم زوجہ کی حقیت  
ہے جو بذریعہ وصیت لے سکتی ہے اس سے ذہول ہے کہ وارث کے لئے وصیت میراث سے  
مؤخر ہے تو بعد اعرائے میراث جو باقی بچے اتنی چیز بذریعہ وصیت لے سکے گی نہ کہ سالم۔ نسأل  
اللہ السلاحة۔

## افادہ سادہ

وصیت ضرور مقید بشرط ہو سکتی ہے اور وہ زبان موصی پر ہے ایک شخص کے لئے متعدد وصایا  
میں اگر ایک وصیت کو کسی شرط سے مقید کر دے دوسری کو نہ کرے یا ایک کو ایک شرط سے مقید کرے

دوسری کو دوسری سے تو جس طرح اس نے کہا ہے اُسی پر عمل واجب ہوگا، جو جس شرط سے مقید ہے اسی سے مقید رہے گی نہ کہ دوسری کی قید سے، اور جو مطلق ہے مطلق رہے گی نہ کہ از پیش خود اُسے بھی مقید کر لیا جائے المطلق یجری علی اطلاقہ (مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے۔ ت) قاعدۃ اجماعیہ ہے اور القرآن فی الذکر لایستلزم القرآن فی الحکمہ (ذکر میں اقتران حکم میں اقتران کو مستلزم نہیں۔ ت) ضابطہ وفاقیہ جمع محققین ہے اور المطلق لایحمل علی المقید فی حادثین (دو حادثوں میں مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔ ت) قاعدہ مطرودہ حنفیہ ہے موصی نے زوجہ کے لئے صرف وصیت سکونت کو اس شرط سے مقید کیا کہ منظر کی عورت منظر کے عقد میں رہ کر گزارہ کرے تو اُس کو فقط حتی اسائش کا حاصل رہے گا یعنی تاحق منظر آباد رہے گی، وصیت ظروف میں یہ شرط نہ لگائی تو صرف وصیت سکونت مکانات اس قید سے مقید ہوگی یعنی جب تک نکاح ثانی نہ کرے اُسے حق سکونت رہے گا اور اگر نکاح کر لے گی یہ حق جاتا رہے گا مگر وصیت ظروف مطلق رہے گی استعمال ظروف کا اُسے اختیار رہے گا اگرچہ نکاح ثانی کر لے۔

ولهنا فی تفسیر الوصیۃ بعدہم التزوج اور یہاں وصیت کو شادی نہ کرنے کی قید سے دقیقۃ انیقۃ نہ ہونا علیہا فیما علقنا مقید کرنے میں انتہائی نفیس باریک نکتہ ہے  
سما الحدار من متفرقات البیوع جس پر ہم نے رد المحتار باب متفرقات البیوع پر اپنی تعلیق میں خبردار کیا ہے۔ (ت)

ربا شاہ محمد خاں کا ادا کا مدعیہ (معاذ اللہ) حرام کاری کرتی ہے اس لئے بروئے وصیت مکانات میں نشست کی بھی حقدار نہ رہی اول تو ایسی ناپاک بات ہے جس کی نسبت رب عزوجل کا ارشاد ہے:

یعظکم اللہ ان تعودوا لملثہ ابدان انتم مؤمنین اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ پھر ایسا نہ کہنا اگر ایمان رکھتے ہو۔

اور جس کی نسبت ہم کو ہدایت فرماتا ہے کہ اُسے سنئے ہی فوراً کہیں: سبحنک هذا بہتان عظیم پاکی ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے اور جس کی نسبت حکم فرماتا ہے کہ اگر وہ چار گواہ نہ لائیں

(چاروں مرد ثقہ عادل جنہوں نے نہ کوئی گناہ کبیرہ کیا ہو نہ کسی گناہ صغیرہ کے عادی ہوں نہ کوئی حرکت خلاف مروت اُن سے صادر ہوئی ہو اور چاروں یک زبان گواہی دیں کہ ہم نے اس عورت کو اپنی آنکھوں سے نہ مارتے دیکھا اور اس طرح دیکھا جیسے سر مردانی میں سلاتی) ایسے چار گواہ نہ لاسکیں، فاولہک عند اللہ ہم الکذبون تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ پھر ان کی سزا بیان فرماتا ہے؛  
 فاجلدوہم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا ان کو اسی کوڑے مارو اور کبھی ان کی گواہی  
 لہم شہادۃ ابدانہ نہ مانو۔

کیا شاہ محمد خاں اپنے اس اتہام پر ایسے چار گواہ پیش کر سکتا ہے اور جب نہیں لا سکتا تو وہی عند اللہ جھوٹا ہے اور اسی کوڑوں کا مستحق ہے، اور اگر بقرض باطل وہ سچا بھی ہوتا جب بھی اس کا کہنا کہ اب وہ نشست کی بھی حقدار نہ رہی غلط تھا موصی نے حتی سکونت کو عورت کی پارسائی سے مشروط نہ کیا بلکہ اس شرط سے کہ وہ نکاح ثانی نہ خود کرے نہ دوسرے کی وکالت و وساطت سے وہ خود اپنی شرط کا مفہوم بتاتا ہے کہ اگر وہ کسی دوسری جگہ اپنا عقد نکاح کرائے یا جدید خاوند کرے تو اس کے ساتھ اس کا کوئی تعلق اور واسطہ نہ ہوگا عورت کہ نکاح ثانی نہ کرے روز قیامت اپنے شوہر کو ملے گی جبکہ دونوں نے ایمان پر وفات پائی ہو۔

اللہم ارزقنا الوفاۃ علی الایمان  
 بجاء حبیبک الکریم یا رحمن  
 علیہ وعلی الہ افضل و اکمل  
 التسلیات ما بقیت الجنان۔  
 اے اللہ اے مہربان! ہمیں اپنے حبیب کریم  
 کے صدقے ایمان پر وفات نصیب فرما، اپنے  
 حبیب کریم اور ان کی آل پر افضل و اکمل درود  
 سلام نازل فرماتا رہ جب تک جنتیں باقی  
 ہیں (ت)۔

اور اگر دوسرا شوہر کرے تو اگر اس کے نکاح میں مر جائے اُس دوسرے کو بشرط ایمان ملے گی، کما فی حدیث۔ اور اگر اُس سے بھی بیوہ ہو گئی غرض کسی شوہر کے نکاح میں نہ مری تو اسے روز قیامت اختیار دیا جائے گا کہ اُن شوہروں میں جسے چاہے پسند کر لے وہ اسے پسند کرے گی جو اس کے ساتھ زیادہ نیک سلوک سے معاشرت کرتا تھا،  
 کما فی حدیث آخر والتطبیق بینہما جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے ان دونوں حدیثوں



ماذکرنا کہا بیناکہ فی فتاویٰ ہنسا۔  
میں تطبیق وہ ہے جیسا ہم نے اپنے فتاویٰ میں  
بیان کیا۔ (ت)

بہر حال نکاح ثانی سے عورت یا تو شوہر اول کے لئے رہتی ہی نہیں یا اس کے لئے اس کا رہنا مشکوک  
ہو جاتا ہے بخلاف بدکاری کہ وہ اسے حق شوہر سے باہر نہیں کرتی حق کا ابطال حق اقویٰ سے ہوتا ہے  
نہ کہ حق و باطل طغری سے جیسے بحال حیات اس کے باعث نہ نکاح میں فرق آئے نہ شوہر کو اس سے  
جدائی لازم ہو۔ درمختار میں ہے :

لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرة بلہ بدکار عورت کو طلاق دینا خاوند پر واجب نہیں۔ (ت)  
(۳۹) فتویٰ کا وصیت سکنی و وصیت ظروف وغیرہ بادو نوں کو قید عدم نکاح ثانی سے مقید کرنا کہ  
حق سکنی و حق استعمال ظروف وغیرہ مدعیہ کو تا نکاح ثانی حاصل رہے گا صحیح نہیں۔

### افادہ سابعہ

وصیت نامہ کے کسی لفظ کا مفاد نہیں کہ شاہ محمد خاں موصی نے جمیع المال ہو زیوروں کو حسب  
کر کے بھی اُس کے لفظ یہ ہیں یا سوا اس کے میری جائیداد غیر منقولہ از قسم مکانات ہیں وہ پیدا کردہ  
منظر کے ہیں وہ زیر حفاظت شاہ محمد خاں رہیں گے اور مالک بھی یہی رہے گا۔ یہاں سے صرف  
مکانات کی وصیت ہوئی آگے کہا علاوہ اس کے اسباب خانہ داری از قسم برتن و چارپائی وغیرہ  
جملہ سامان خانہ داری کا مالک بھی شاہ محمد خاں رہے گا۔ اس سے اثاث البیت کی وصیت ہوئی  
خاتمہ پر اس نے انھیں اشیائے معینہ میں وصیت کا انحصار کر دیا کہ کل اشیائے مندرجہ بالا کا  
مالک شاہ محمد خاں ہے تو مندرجہ بالا مکانات و اثاث البیت کے سوا اگر کچھ ترک ہو وہ زیر وصیت  
نہ آیا اور استفتائے مرتبہ جی خانپور سے واضح کہ زوجہ دعویٰ کرتی ہے کہ مدعا علیہ کے پاس دیگر  
زیورات از ترکہ شوہر شمس موجود ہیں تو جب تک اس دعویٰ کا بطلان ثابت نہ ہو شاہ محمد خاں موصی نے  
جمیع المال کیونکر ٹھہر سکتا ہے۔ ہاں موصی نے ذکر مکانات و اختیار فروخت و رہن مکانات کے بعد  
یہ لفظ بھی لکھا کہ غرض کہ مالک شاہ محمد خاں مکانات وغیرہ کا ہے۔ یہ وغیرہ اسی اختیار بیع و رہن پر  
محمول ہے کہ اس نے اس کے متصل ہی بلا فصل یہ لفظ لکھے اور علاوہ اس کے اسباب خانہ داری الخ

اگر وغیرہ سے کل متروکہ جمیع ملوکہ مراد ہوتا تو اس کے علاوہ کنبا باطل ہو جائے گا اور کلام عاقل بالغ کا  
 ہما ممکن محل صحیح پر حمل کرنا واجب۔ معہذا اگرچہ یہ محل متعین نہ ہو تو احد الاحتمالین بکاف انصافاً اقوی الاحتمالین  
 ہے تو مکانات و اثاث البیت کے غیر میں وصیت ثابت نہ ہوئی اور یہاں عدم ثبوت ثبوت عدم ہے۔  
 اذا الوصیۃ ایجاب یحدثہ الموصی  
 فلا وجوب بلا ایجاب فلا ثبوت لوجوب  
 بلا ثبوت ایجاب والوجوب فی القضاء  
 مرہون بالثبوت فاذا لا ثبوت لا وجوب  
 وهو المطلوب۔  
 کیونکہ وصیت ایک ایسا ایجاب ہے جس کو  
 موصی صادر کرتا ہے، تو ایجاب کے بغیر وجوب  
 نہیں ہوتا، چنانچہ ایجاب کے ثبوت کے بغیر  
 وجوب کا ثبوت نہیں ہوتا اور قضاء میں وجوب  
 محتاج ہے ثبوت کا۔ جب ثبوت نہیں تو وجوب  
 نہیں، وہی مطلوب ہے۔ (د ت)

## تفریعات

(۴۰) فتویٰ کا قول مہر کے بعد جس قدر جائداد ہے تین حصے کر کے ایک حصہ شاہ محمد خاں  
 کو دیں۔

(۴۱) فتویٰ ۵ کا قول شرعاً جائداد متوفی میں سے مدعیہ کو  $\frac{1}{4}$  ملنا چاہئے اور مدعا علیہ کو  $\frac{3}{4}$  پھر اس کا  
 قول ماسوی زیورات کے کل جائداد میں ہر فریق کو اپنا اپنا حصہ ملے گا جیسا کہ بالا تشریح ہو چکی ہے پھر  
 اس کی تصریح کہ صورت متنازعہ میں زوجہ کے ساتھ دوسرا حقدار بھی موجود ہے جو موصی لہ جمیع  
 المال ہے۔

(۴۲) فتویٰ ۶ کا قول جب ترکہ میں سے  $\frac{1}{4}$  من حیث الوصیۃ اور  $\frac{1}{4}$  عالم خاتون کو من حیث الارث  
 دے دیا گیا تو ادھاترکہ باقی رہتا ہے۔

(۴۳) یونہی فتویٰ ۷ کا قول کہ اگر دین مہر تمام زیور سے حسب اقرار زوجہ ادا ہوا ہے تو زیور چھوڑ کر  
 باقیماندہ خواہ مکانات میں یا ظروف وغیرہ  $\frac{2}{11}$  اس کو دیا جائے گا  $\frac{9}{11}$  شاہ محمد کو نیز اس کی تصریح  
 کہ تین وصیتیں کی ہیں جو اس کے تمام مال کو مستغرق ہیں نیز اس کی صاف تصریح کہ تیسری وصیت  
 باقیماندہ تمام مال کی شاہ محمد خاں کو کی ہے، یہ سب بے ثبوت محض و بلا افادہ وصیت نامہ صرف  
 اپنی طرف سے شاہ محمد کو موصی لہ جمیع المال یا جمیع ماسوی علی المہر ٹھہرا لینا ہے اور اگر دعویٰ زوجہ  
 ثابت ہو جائے کہ اُن کے سوا اور زیور بھی متروکہ موصی شاہ محمد کے پاس موجود ہیں تو تصریح حق تلفی

اور دوبار ظلم ہو گا کہ مستحق کو نہ دینا اور نامستحق کو دینا شاہ محمد کیونکر بلا وصیت کل جائیداد باقی ماندہ کو  
 ۵/۶ لے لے گا۔

(۴۴) فتویٰ ۵ نے اس مطلب پر عبارت در مختار وجوہہ پیش کیس اول میں صراحت تھا،  
 اوصی لرجل بكل ماله فلها السدس خاوند نے کسی مرد کے لئے پورے مال کی  
 وصیت کی تو بیوی کو کل مال چھ حصہ (۱/۶) اور  
 والباقی للموصی لہ  
 اور باقی موصی لہ کو ملے گا۔ (ت)

دوم (جوہرہ) میں تھا:  
 اوصی لرجل بجميع ماله كانت لهما السدس وللموصی له خمسة اسداس  
 اگر خاوند نے اجنبی مرد کے لئے اپنے تمام مال کی  
 وصیت کی تو اس کی بیوی کو کل مال کا چھ حصہ  
 (۱/۶) ملے گا اور موصی لہ کو چھ میں سے پانچ (۵/۶) حصے ملیں گے۔ (ت)  
 حکم وہ نقل کرنا جو اجنبی کے لئے وصیت بیجمع المال کی حالت میں ہو اور اسے وہاں منطبق  
 کر دینا جہاں اس کا ہرگز ثبوت نہیں۔  
 (۴۵) یونہی فتویٰ نے بھی اس پر یہی عبارت جوہرہ نقل کی یعنی حد واسط کا اشتراک ثابت نہیں اور  
 تعدیہ ہو گیا۔

(۴۶) فتویٰ ۲ نے بھی یہی حکم لکھا کہ زوجہ کا حق سدس ہے باقی موصی لہ کا مگر اس پر اس حکم میں  
 اعتراض نہیں کہ سوال جو اس کے یہاں پیش ہوا اس میں سائل ہی نے ایک غلط عبارت موصی  
 کی طرف سے لکھ دی تھی کہ بعد میرے میری جائیداد منقولہ غیر منقولہ کا مالک عمرو ہے اس کا مفاد ضرور  
 وصیت بیجمع المال ہے اگرچہ وصیت نامہ میں اس کا کہیں نشان نہیں تو موجب سے جیسا سوال ہوا  
 ویسا جواب دیا مگر اب فتویٰ ۲ کا یہ اطلاق حکم کہ جس چیز کی زوجہ کے واسطے وصیت کی وہ سالم  
 زوجہ کی ہے بذریعہ وصیت لے سکتی ہے صریح غلط ہے اس کے سامنے سائل کا یہ بیان ہوا ہے  
 کہ چند زیورات کی بابت اپنی زوجہ کے واسطے بھی وصیت کر گیا یعنی کہہ گیا کہ بعد میرے ان زیورات  
 کی مالک میری زوجہ ہے اس بیان پر وہ جواب باطل ہے زوجہ کے لئے وصیت وارث کیلئے ہے

اور وارث کی وصیت اجنبی کی وصیت سے دو درجہ مؤخر ہے باقی کلام مباحث سابقہ سے واضح۔

### افادہ شامنه

یونہی استفتاء مرتبہ ججی تانپور سے واضح کہ شاہ محمد خاں دعویٰ کرتا ہے کہ وصیت کو مدعی نے بوقت وصیت اور نیز بعد وفات شوہر خود قبول کیا تھا، یہ دعویٰ بہت واجب الحفاظ ہے اگر اس کا ثبوت ہو جائے تو پھر زوجہ مکانات و اثاث البیت سے جتنی میراث کچھ بھی نہ پائے گی اور بعد قبول اس کا اعتراض ہرگز نہ مسموع ہوگا اور اس کا دعویٰ بوجہ تناقض مدفع ہوگا، ہدایہ میں فرمایا:

لا تجوز بمانراد علی الثالث الا ان یجیزھا الوراثۃ بعد موتہ ولا معتبر باجازتھم حال حیاتہ لانھا قبل ثبوت الحق اذ الحق یتثبت عند الموت فکان لھم ان یردوہ بعد وفاتہ بخلاف ما بعد الموت لانه بعد ثبوت الحق فلیس لھم ان یرجعوا عنہ لان الساقط متلاش ینہ رجوع نہیں کر سکتے اس لئے کہ جو ساقط ہو جائے وہ لاشعنی ہو جاتا ہے۔ (ت)

البتہ منفعت کی وصیت کہ ثلث کے بعد میں نافذ ہوگی نافذ رہے گی اور یہ خود اسی دعویٰ موصلیٰ لئے سے ظاہر کہ وصیت کو مدعی نے بعد وفات شوہر قبول کیا وصیت میں وصیت منفعت کی تصریح ہے تو اس کا قبول اس کا قبول ہے نہ کہ اس سے عدول۔ قبول کا حاصل یہ کہ موصلیٰ جو کر گیا منظور ہے اور وہ یہ کر گیا کہ مکانات و اثاث البیت کا مالک شاہ محمد کو اور منفعت کا اختیار زوجہ کو۔

وهذا ظاہر جدا نعم ما ابطاله الشرع وهو وصیتہا الحق الثلث اور یہ خوب ظاہر ہے ہاں جس کو شرع نے باطل کیا ہے وہ تہائی کے حق تک اس کی وصیت



فلیس الیہا قبولہ کمالا یخفی۔  
ہے جسے قبول کرنے کا اختیار اس کے پاس  
نہیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ (ت)

## تفریعات

• اس امر ہم کے لحاظ سے سب فتووں نے ذہول کیا جن جن کے سامنے استغاثے ججی خانپور  
پیش ہوا۔

(۴۷) فتویٰ اکا قول مہر کے بعد جس قدر بچے دو حصے عالم خاتون کو دیں۔  
(۴۸) فتویٰ ۵ کا قول مدعیہ نے وصیت پر اعتراض کیا اس پر مدعیہ کو پل ملنا چاہئے۔  
(۴۹) فتویٰ ۶ باقی سے ۱/۴ عالم خاتون کا حق ہے سب محل تفصیل میں یکطرفہ حکم ہے۔  
(۵۰) فتویٰ ۵ نے اعتراض مدعیہ کے ساتھ استناد کیا اور لحاظ نہ کیا کہ اگر بعد موت شوہر قبول کر چکی تو  
اب اعتراض کا اُسے کیا حق رہا۔

(۵۱) یونہی فتویٰ ۱ نے کہا کہ مدعیہ کے اعتراض پر تیسرے حصہ کے زائد مل جائے نہ ہوگی کیا اگر اعتراض  
بعد القبول ہو گیا تو دونوں فتوے تو وصیت بالمنفعت کے بھی قابل نہیں انھیں تو یہ کہنا لازم تھا کہ اگر زوجہ  
قبول کر چکی تو دامن بھاڑ کر اٹھ کھڑی ہو اس کے لئے میراث و وصیت کچھ نہیں نہ کہ مطلقاً اسے پورے دہشت  
دے دیں۔

(۵۲) فتویٰ ۵ نے خود ہی درمختار سے عبارت نقل کی،  
ان لم تجز فلہا السدس۔ اگر بیوی نے اجازت نہ دی تو اس کو کل مال کا  
چھٹا حصہ ملے گا۔ (ت)

اور حکم میں یہ قید بھلا دی۔  
(۵۳) فتویٰ ۶ نے آپ ہی کہا تھا کہ اگر وہ اجازت دے دیں نافذ ہوگی پھر کس طرح مطلقاً حکم مذکور  
لگا دیا۔

(۵۴) فتویٰ ۷ نے خود ہی کہا کہ اگر ورثہ اپنے اضرار کو قبول کر لیں تو وہ وصیت زائد علی الثلث جائز  
و نافذ ہوگی پھر مطلقاً یہ حکم کس لئے کہ دو سهام جو ربیع مابقی ہے عالم خاتون کو۔  
(۵۵) ہاں فتویٰ ۷ نے یہ علاج کیا کہ وصیت باقی تمام مال کی شاہ محمد کو کی ہے جس کو مدعیہ نے

قبول نہ کیا۔ یہ جہزی حکم کس بنا پر حالانکہ سوال میں دونوں پہلو تھے۔

### افادہ ناسعہ

اگر زوجہ کا قبول ثابت نہ ہو تو وصیت کا بے اجازت وارث ثلث سے زائد میں نافذ نہ ہونا اُن ورثہ کے ساتھ ہے جن کے حقوق میراث کے بعد کچھ نہ بچے زوجین کہ کسی حال میں اُن کا حق ارث ربع یا نصف سے زائد نہیں وصیت میں ثلث پر زیادت جہاں تک ان کے حق کے معارض نہیں یعنی زوجہ کے ساتھ ثلث کے علاوہ نصف مال اور زوج کے ساتھ ثلث کے علاوہ دوسرے ثلث میں اس کا نفاذ ان کی اجازت و رضا پر موقوف نہیں ہاں ارث پر حق تقدم صرف ثلث تک ہے جس کا بیان اوپر گزرا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ثلث سے زیادہ موصی لہ بالزائد کو بے ان کی اجازت کے ملے ہی نہیں یہ شخص باطل ہے فوازل امام فقہ ابو الیث پھر فتاویٰ حامدیر جوہرہ نیرہ پھر عقود الدیریہ وغیرہ میں ہے :

الوصیۃ بمانا اد علی الثلث غیر جائزۃ      تہائی مال سے زائد کی وصیت ناجائز ہے جبکہ کوئی  
اذا کان هناك وارث یجوز ان یتستحق      ایسا وارث موجود ہو جو تمام مال کا مستحق بن سکتا ہے  
جميع المال اما اذا کان لا یتستحق جميع      لیکن اگر وہ وارث تمام مال کا مستحق نہ بن سکتا ہو  
المیراث کالزوج والنزوجة فانه یجوز      جیسے خاوند اور بیوی تو دو تہائی سے زائد کی  
ان یوصی بمانا اد علی الثلث لہ      وصیت کرنا جائز ہوگا۔ (ت)

### تفریعات

(۵۶) فتویٰ اکا وصیت شاہ محمد کے لئے کہنا کہ مدعیہ کے اعتراض کرنے پر تیسرے حصہ میں جائز ہوگی زائد میں جائز نہ ہوگی اس لئے دو حصے عالم خاتون کو دیئے۔

(۵۷) یونہی فتویٰ کا قول کہ بوقت موجودگی ورثہ وصیت ثلث سے جاری ہوگی ثلث سے زیادہ ناجائز ہے۔

(۵۸) اسی طرح فتویٰ ۶ کا ادعا ہے کہ مسئلہ زیر بحث میں متوفی کی بیوہ موجود ہے جو اس کی وارث ہے اس لئے جس قدر وصیت ترکہ کے  $\frac{1}{4}$  سے زیادہ ہے بدون اجازت عالم خاتون کے نافذ نہیں

ہو سکتی سب باطل اور مسئلہ لا تجوز بمانہ ادا علی الثلث الا ان یجیزھا الورثۃ (تہائی مال سے زائد کی وصیت وراثہ کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہوتی۔ ت) میں وراثہ سے مراد علماء کی ناقصی پر مبنی ہے۔

(۵۹) فتویٰ ۳ نے اور ترقی کی کہ صریح مخالفت عبادت اپنی سند ٹھہرائی عبارت ہدایہ: لا تجوز بمانہ ادا علی الثلث لانہ تہائی مال سے زائد کی وصیت اس لئے جائز حق الورثۃ ہے نہیں کہ وہ وارثوں کا حق ہے (ت) صاف ارشاد فرما رہی تھی کہ یہ عدم جواز معارضہ حق وراثت کے سبب ہے زوجہ کا حق وراثت ربح سے زیادہ کہاں ہے کہ باقی نصف مال میں معارضہ کرے۔

(۶۰) یہی خوش فہمی فتویٰ ۶ نے دکھائی عبارت ہدایہ یسنائی، لا تجوز بمانہ ادا علی الثلث الا ان یجیزھا تہائی مال سے زائد کی وصیت جائز نہیں ہوئے الورثۃ لان الامتناع لحقہم ہے اس کے وراثہ اجازت دے دیں کیونکہ مخالفت ان کے حق کی وجہ سے ہے۔ (ت)

اور جملہ تعلیل کو نہ دیکھا کہ صراحۃً اس کے خلاف ہے مگر یہ اغلاط ان فتاویٰ سرگاز کی اس شدید غلط فہمی پر مبنی ہیں جس کا کشف افادہ آخر میں آتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

### افادۂ عاشرہ

کسی تقسیم میں نہ حاکم کو یہ جبر پہنچتا ہے نہ ایک حصہ دار کو روا ہے کہ بے رضائے دیگر بجلے عین قیمت لے مگر مجبوری محض جہاں بے اس کے مساوات ناممکن ہو نہ زنہار حاکم کو یہ اختیار کہ بے رضائے فریقین مختلف الجنس اشیاء میں ایک کا حصہ کہ اس جنس میں ہو دوسرے کو دے اور اس کے بدلے دوسری جنس دوسرے کے حصے سے اسے دلائے۔ درمختار میں ہے: اعلم ان الدراہم لا تدخل فی یہ جان لے کہ درہم زمین اور گھر کی تقسیم میں داخل

۶۵۱/۴	مطبع یوسفی لکھنؤ	کتاب الوصایا	۱۰۰
"	"	"	۱۰۰
"	"	"	۱۰۰

القسمۃ لعقار او منقول الا برضاہم فلو  
كان ارض و بناء او منقول قسم بالقيمة عند  
الثانی وعند الثالث یرد من العراصة  
بمقابلة البناء فان بقى فضل ولا یمكن  
التسوية سدا للفضل دراہم للضرورة و  
استحسنه فی الاختیار  
برابری ممکن نہ ہو تو مجبوراً اس زیادتی کے برابر درہم پھرے جائیں گے۔ اختیار میں اس کو مستحسن  
قرار دیا ہے۔ (ت)

ہدایہ میں ہے :

لا تدخل فی القسمۃ الدراہم والدنانیر  
الا برضاہم لانه لا شركة فی الدراہم  
والقسمۃ من حقوق الاشتراك لانه یفوت  
به التعديل فی القسمۃ واذا كان ارض و  
بناء فعن ابی یوسف انه یقسم علی اعتبار  
القيمة لانه لا یمكن اعتبار المعادلة الا  
بالتقویم  
شرکار کی باہمی رضا مندی کے بغیر درہم و دنانیر  
تقسیم میں داخل نہیں ہوتے کیونکہ درہم میں  
کوئی شراکت نہیں اور تقسیم حقوق اشتراک میں  
سے ہے، اس لئے بھی کہ اس سے تقسیم  
برابری فوت ہو جاتی ہے۔ اور جب زمین مع  
عمارت ہو تو امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک  
قیمت کے اعتبار سے تقسیم ہوگی کیونکہ اس کے  
بغیر برابری کا اعتبار ممکن نہیں (ت)

اور روایت مذکورہ امام محمد کے بیان میں فرمایا :

اذا بقى فضل ولا یمكن تحقیق التسوية  
بان لا تقف الوصیۃ بقيمة  
البناء حیث یؤد للفضل  
دراہم لان الضرورة فی هذا القدر  
جب عمارت میں کچھ زیادتی باقی رہی اور زمین کی  
قیمت لگا کر بھی وصیت میں مساوات ممکن نہیں  
تو اب وہ زیادتی بامر مجبوری درہم سے  
لوٹائی جائے گی کیونکہ مجبوری فقط اتنی ہی مقدار





کر دیا جائے۔ اب یہاں ایک فریق کی رضا بھی شرط نہ رہی خود ہی حاکم کو مشورہ دیا جا رہا ہے کہ یوں کر دو۔ لطف یہ کہ یہاں اس سے سوال بھی نہ تھا سوال یہ تھا کہ ظروف وغیرہ کا دیا جانا بھی رُج و صیت ہے کیا یہ جائز ہے، اس کا جواب یہ ہوتا ہے جو پیش نظر ہے، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

### افادہ حادیہ عشر

اجنبی کہ نہ وارث ہو نہ وصی اگر میت کی تجہیز و تکفین بطور خود کرے تو اسے ترکہ میں رجوع کا اختیار نہیں وہ اس کا تبرع بٹھہرے گا جب تک وارث کے اذن و اجازت سے نہ ہو اور وارث کی اجازت بھی کافی نہیں جب تک اس کا امر نہ ہو اور تحقیقاً اس کا امر بھی کافی نہیں جب تک واپسی کی شرط نہ کر لی ہو مثلاً زید نے وارث سے کہا میں اس کی تجہیز و تکفین کئے دیتا ہوں جو خرچ ہوگا ترکہ سے لے لوں گا وارث نے سکوت کیا زید نے اس کچھ پر لوگوں کو گواہ کر لیا اور اپنے مال سے تجہیز و تکفین کی ایک جتہ واپس نہ پائے گا کہ یہ بلا اذن وارث تھی یا زید نے وارث سے کہا میت میرا دوست یا میرا معظّم تھا میں چاہتا ہوں کہ اس کی تجہیز و تکفین میں خود کروں اس نے کہا اچھا یا وارث ہی نے اس سے کہا کہ اگر تم اس کی تجہیز و تکفین کا ثواب لینا چاہو تو تمہیں اجازت ہے اس نے کہا منظور، دونوں صورتوں میں وارث کی اجازت ہوئی اور اختیار رجوع نہیں کہ بے امر وارث ہے، یا وارث نے کہا میت تمہارا دوست تھا یا تمہارا پیر یا استاذ تھا تم پر بھی اس کا حق ہے اس کی تجہیز و تکفین تمہیں اپنے مال سے کرو، اس نے کہا بسر و چشم، اس میں وارث کا بھی امر ہوا اور رجوع نہیں کہ اس کی شرط نہ کی گئی، ہاں وارث نے کہا تم اس کی تجہیز و تکفین کر دو جو خرچ ہوگا ترکہ سے تمہیں دے دیا جائے گا ثواب بلاشبہ اختیار رجوع ہے۔ عیون پھرتا تا رخانیہ پھر نہج النجاة پھر تنقیح الحامیہ میں ہے :

اذا کفن الوارث المیت من مال نفسه      اگر وارث نے میت کو اپنے مال سے کفن پھنایا  
یرجع والا جنبی لا یرجع <sup>۱</sup>      تو رجوع کر سکتا ہے اور اجنبی ایسا کرے تو  
رجوع نہیں کر سکتا۔ (د ت)

روا المآثر متفرقات البیوع مسئلہ تکفین میں ہے:

لو کفن المیت غیر الوارث من مال نفسه  
لیرجع فی تزکته بغیر امر الوارث  
فلیس له الرجوع اشهد علی الوارث  
اولم یشهد ولو کفن الوسی من  
مال نفسه لیرجع کان له الرجوع یله  
اگر غیر وارث نے میت کو وارث کے حکم کے بغیر  
اپنے مال سے کفن پہنایا تاکہ وہ ترکہ میں رجوع  
کرنے تو اس کو رجوع کا اختیار نہیں ہوگا چاہے  
وارث کو گواہ بنایا ہو یا نہیں اور اگر وصی نے  
اپنے مال سے کفن پہنایا تاکہ وہ ترکہ میں رجوع  
کرنے تو اس کو رجوع کا اختیار ہوگا۔ (ت)

مجمع الفتاویٰ پھر نور العین پھر تنقیح معنی المستفتی میں ہے:

امراحد الورثة انسانا بان یکفن  
المیت فکفن ان امره لیرجع علیہ  
یرجع کما فی النفق فی بناء داری و هو  
اختیار شمس الاسلام و ذکر السرخی  
ان له ان یرجع بمنزلة امر القاضی  
قلت والتلیل دلیل التعویل ثم التقدیم  
دلیل التقدیم ثم الاختیار من الفاظ  
الفتویٰ۔  
اگر وارثوں میں سے ایک نے کسی شخص کو کہا  
کہ وہ میت کو کفن پہنادے اور اس نے  
پہنادیا اب اگر وارث نے اس کو رجوع کا کہا  
تو رجوع کر سکے گا، جیسا کہ کوئی کسی کو کہے تو میرے  
گھر کی عمارت میں خرچ کر۔ وہی شمس الاسلام کا  
اختیار ہے، اور امام سرخی نے ذکر فرمایا کہ  
اس کو بمنزلة امر قاضی رجوع کا اختیار ہے اور  
میں کہتا ہوں کہ تعلیل دلیل تعویل ہے، پھر

تقدیم دلیل تقدیم ہے پھر اختیار فتویٰ کے الفاظ میں سے۔ (ت)

یہاں شرط رجوع درکنار امر زوجہ برکنار اجازت زوجہ کا بھی ثبوت نہیں بلکہ ظاہر یہی ہے کہ  
شاہ محمد نے بطور خودیہ تجہیز و تکفین کی موصی نے اسی کے گھر میں وفات پائی اُس کا اس کا یا رانہ تھا  
اور اس نے اس پر احسان کیا کہ اپنے دونوں مکان اور جملہ اسباب خانہ داری اپنی زوجہ سے  
چھڑا کر اس کو وصیت کر گیا اور اس نے وصیت نامہ میں دو جگہ اس سے اپنی تجہیز و تکفین  
درخواست تھی اور سوال فتوائے دوم جس کی طرز ادا بتا رہی ہے کہ وہ شاہ محمد کا مرتب کرایا ہوا ہے

اُس میں یہ لفظ ہیں قید وصیت کر گیا کہ بعد میرے میری جائداد منقولہ غیر منقولہ کا مالک عمرو ہے میری تجہیز و تکفین بھی کرے گا اور اللہ میری ارواح بھی دے گا بعد وفات زید عمرو نے وصیت مذکورہ کو قبول کر کے ایفائے امورات ایسا میں لگ گیا جس سے عفاف واضح کہ یہ تجہیز و تکفین بر بنائے درخواست وصیت نامہ تھی نہ بر بنائے امر عالم خاقون، تو کوئی امر ایسا ثابت نہیں جس سے یہ خرچ اُسے واپس دلایا جائے بلکہ اس کے خلاف کا ثبوت ظاہر ہے تو حکم واپسی نہیں ہو سکتا ثم اقول یہاں ایک دقیقہ اور ہے تجہیز و تکفین ضرور جمیع حقوق متعلقہ بہ ترکہ پر مقدم ہے،

اما المتعلق بعین كالمرهون والمبيع المحبوس بالثمن ودار مستأجرة قدم اجرتها وعین جعلها مهرا والمقبوض بالبيع الفاسد فانه اذا مات الراهن او المشتري او الاجراء والنوع او البائع في هذه الصور على الولاء قد مر حق المرتهن او البائع او المستأجر او السراة او المشتري علو تجهيز الميت فانها ذلك لتعلقها بالسال قبل صيرورته تركة كما في الدر المختار ورسد المختار

لیکن وہ حق جو عین سے متعلق ہے جیسے رہن رکھی ہوئی چیز، وہ بیع جو ثمن کے بدلے روکا گیا ہے، وہ اجارہ کا مکان جس کا کرایہ پیشگی ادا کیا گیا ہے، وہ عین شئی جس کو مہر بنایا گیا ہے اور وہ شئی جس پر بیع فاسد کے ذریعے قبضہ کیا گیا۔ ان صورتوں میں اگر راہن، مشتری، آجر، خواہ بایع یا مالک اسی حال پر مر گیا تو مذکورہ حقوق یعنی مرتهن، بائع، مستاجر، بیوی یا مشتری کا حق تجہیز و تکفین پر مقدم ہوگا یہ اس لئے ہے کہ یہ حقوق مال کے ترکہ ہونے سے پہلے ہی

اس سے متعلق ہو گئے ہیں، جیسا کہ در مختار اور رد المحتار میں ہے۔ (ت)

مگر یہ تقسیم تجہیز و تکفین کو ہے نہ اُس دین کو کہ بسبب تجہیز و تکفین عائد ہو وہ اگر ہے تو مثل سائر دیون ایک دین ہے نہ کہ اور جملہ دیون پر مقدم اولاً تمام علمائے یسید اُبتجہیزہ (اس کی تجہیز سے ابتداء کی جائے گی۔ ت) فرمایا ہے کہیں یسید اُبدین تجہیزہ (اس کی تجہیز کے قرض سے ابتداء کی جائے گی۔ ت) بھی آیا ہے۔

ثانیاً علماء نے اسے لباس حیات پر قیاس فرمایا ہے کہ زندگی میں نین کے کپڑے دامن کو



نہ دیئے جائیں گے یا کپڑوں کی حاجت ہے تو اس قدر دین میں نہ دیں گے، شرفیہ میں فرمایا،  
 انما كان قضاء الدين مؤخرًا عن الكفن  
 لانه لباسه بعد وفاته فيعتبر بلباسه  
 في حياته الا ترى انه يقدم على دينه  
 اذ لا يباع ما على المدايون من ثيابه مع  
 قدرته على الكسب (ملخصاً)

مقدم ہوتا ہے، اس لئے کسب کی قدرت

رکھنے والے مایوں کے کپڑے فروخت نہیں

کئے جاتے۔ (ملخصاً)۔ (ت)  
 اور پُر ظاہر کہ زید کے مایوں نے اگر عمرو سے قرض لے کر کپڑے بنائے تو عمرو کو زید پر کوئی ترجیح نہ ہوگی  
 دونوں دین یکساں ہوں گے دین پر تقدم لباس کو سختی نہ کہ دین لباس کو شرع میں اس کی کہیں اصل  
 نہیں تو واجب کہ دین تکفین بھی دیگر دیون پر اصلاً مقدم نہ ہو بلکہ کفن دہندہ اسوہ غریبار ہو۔ درمختصہ پھر  
 رد المحتار میں ہے:

الاصل ان كل حق يقدم في الحياة  
 يقدم في الوفاة اھ وليفهم منه على العرف  
 الفقهي ان ما لا يقدم في الحياة  
 لا يقدم في الوفاة۔

اصل یہ ہے کہ جو حق زندگی میں مقدم ہوتا ہے وہ

موت میں بھی مقدم ہوتا ہے اھ اور عرف فقہ

میں اس کے ساتھ یہ ضابطہ ملایا جاتا ہے کہ

جو زندگی میں مقدم نہ ہو وہ وفات میں بھی مقدم

نہیں ہوتا۔ (ت)

مثلاً علماء اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ میت کو برہنہ رکھنا جائز نہیں کہ تعظیم مسلمان مردہ و

زندہ کی یکساں ہے تبیین المحتائق میں فرمایا:

السراء يقدم نفسه في حياته فيحتاج

اليه من النفقة والسكنى والكسوة

على اصحاب الديون فكذا

مطبوع علمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۵

دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۸۴/۵

الشرقیہ شرح السراجیہ خطبۃ الکتاب

رد المحتار کتاب الفرائض

بعد وفاتہ یقدم تجهیزہ وهو محترم  
 حیاء میتا فلا یجوز کشف عورتہ و  
 فی الاثر لعظام المیت من المحرمۃ  
 مال العظام الحی (ملخصاً)  
 کے بعد اس کی تجہیز و تکفین کو مقدم رکھا جائے گا  
 انسان زندہ و مردہ دونوں حالتوں میں محترم ہے  
 لہذا اس کو برہنہ کرنا جائز نہیں، حدیث میں  
 ہے میت کی ہڈیوں کا احترام وہی ہے جو  
 زندہ کی ہڈیوں کا ہے۔ (ملخصاً ت)

اور پُر ظاہر کہ یہ علت نفس تجہیز میں ہے نہ دین تجہیز میں۔  
 را البعّا علما۔ فرماتے ہیں یہاں دو چیزیں ہیں: حق للمیت اور وہ تجہیز ہے، اور حق  
 علی المیت اور وہ دین ہے، اور اول ثانی پر مقدم ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی الریحی  
 المختوم شرح قلائد المنظوم میں فرماتے ہیں:  
 اعلم ان الحقوق المتعلقة بالترکۃ  
 هنا خمسة بالاستقرار اذ لا حق  
 اما للمیت او علیہ اولا والاوّل التجہیز  
 والثانی الدین الخ۔  
 تو جان لے کہ بیشک میت کے ترکہ سے متعلق  
 حقوق بطور استقرار پانچ ہیں اس لئے  
 کہ حق یا قومیت کے لئے ہو گا یا اس پر ہو گا  
 یا ایسا نہیں ہو گا بصورت اول تجہیز ہے  
 اور بصورت ثانی قرض الخ (ت)

ظاہر ہے کہ دین تجہیز مثل سار دیون حق علی المیت ہے نہ کہ حق للمیت، تو مرتبہ دیون  
 ہی میں ہو گا نہ مرتبہ تجہیز میں۔

خامساً جس طرح یہ دین حاجت ستر کے لئے تھا اور بہت دیون بھی آدمی اپنے کھانے پینے  
 پہننے رہنے وغیرہ حاجات اصلیہ کے اپنی حیات میں لیتا ہے تو شئی اپنے مثل پر کیسے مقدم  
 ہو سکتی ہے یوں ہی مہر مثل بھی وہ دین کہ حاجت اصلیہ کے سبب لازم آتا ہے۔ ہدایہ  
 باب اقرار المرئض میں ہے:

النکاح من الحوائج الاصلیۃ وهو  
 بمہر المثل  
 نکاح حاجات اصلیہ میں سے ہے اور وہ  
 مہر مثل کے ساتھ ہوتا ہے۔ (ت)

۱۔ تبیین الحقائق کتاب الفرائض المطبعة الکبریٰ الامیریہ بولاق مصر ۶/۳۰-۲۲۹  
 ۲۔ الریحی المختوم شرح قلائد المنظوم (رسائل ابن عابدین) سہیل اکیڈمی لاہور ۲/۱۹۳  
 ۳۔ الهدایہ کتاب الاقرار باب اقرار المرئض مطبع یوسفی کھنؤ ۳/۲۴۰

تو دین تجہیز اُس پر مقدم ہونے کے کوئی معنی نہیں فقیر نے جد الممتار میں اس مسئلہ کا استنباط کیا تھا اور اب یہ اس کی تحقیق تام ہے و باللہ التوفیق عبارت اُس کی یہ ہے :

ونصوا علی ان الوصی او الوارث اذا کفن من مال نفسه کفن المثل یرجع فی التركة ویظهر لی انه یكون المکفن حیثذا اسوة للغریاء لا تقدیم لحقه علی حقوقهم وان کان دینہ لاجل التکفین فان تقدیم التجهیزات لحاجة الميت اعتبارا بحالة الحیاة وقد اندفعت حاجته ولم یبق الا اداء الدین فیکون کمثل سائر الدیون الا تری ان الدیون انت کانت محتاجا الی اللباس یقدم علی اداء الدیون وان البسه رجل من مال نفسه شاسطا علیه الرجوع کان کاحد الدائنین وایضا بما یستدیت الرجل فی حیاة لاکله وشربه و ما لابد منه فالذی ادا نه لهذا کیف یتاخر عن الذی ادا نه لمثل الحاجة بعد الموت ، واللہ تعالیٰ اعلم ۱۰

مشائخ نے اس پر نص فرمائی کہ وصی یا وارث جب اپنے مال میں سے میت کو مثلی کفن پہنا دے تو وہ ترکہ میں رجوع کرے گا۔ میرے لئے یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ اس صورت میں وہ کفن دینے والا باقی غریب کے مساوی ہوگا دوسروں کے حق پر اس کا حق مقدم نہ ہوگا اگرچہ اُس کا یہ قرض تکفین کی وجہ سے ہے کیونکہ تجہیز کو مقدم کرنا میت کی حاجت کے لئے اس کی زندگی کی حالت پر قیاس کرتے ہوئے۔ اور تحقیق وہ حاجت پوری ہو چکی اور نہ باقی رہا مگر قرض کا ادا کرنا تو وہ مثل باقی قرضوں کے ہو گیا۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ مقروض جب لباس کا محتاج ہو تو وہ قرض کی ادائیگی پر لباس کو مقدم رکھتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص اپنے مال سے اس کو لباس پہنا دے اس شرط کے ساتھ کہ وہ اس پر رجوع کر لے گا تو وہ دیگر قرضوں میں سے ایک ہو جائے گا نیز بسا اوقات کوئی شخص اپنی زندگی میں کھانے پینے اور دیگر ضروری اشیاء کے لئے قرض لیتا ہے، تو جس شخص نے ان ضروریات کے لئے قرض دیا وہ اس شخص سے کیسے متاخر ہوگا جس نے موت کے بعد ایسی ہی حاجت کے لئے اس کو قرض دیا، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

تو اگر شاہ محمد بامر زوج بشرط رجوع تجہیز و تکفین کرتا جب بھی غایت درجہ میں دین مرتبہ دین میں رہتا نہ کہ مرتبہ تجہیز و تکفین میں ہو کہ مہر وغیرہ دیوں پر مقدم ہو جاتا کہ یہ محض بلا وجہ بلکہ بے معنی ہے ومن ادعی فعلیہ البیان ولا یستطیع جو دعویٰ کرے دلیل بیان کرنا اس کے ذمے ہے الحان یؤب القاسم طان۔ اور وہ دلیل نہیں لاسکے گا یہاں تک کہ سلم کے پتے چننے والے واپس آئیں (ت)

## تفریعات

(۶۴، ۶۵) فتویٰ ۱ کا قول تجہیز و تکفین کا خرچ پہلے ہی سے نکال لیا جائے گا اس کا بار کسی فریق کے حصے پر نہ پڑے گا۔

(۶۶، ۶۷) فتویٰ ۵ کا قول خرچ دفن کرنے کا چھ سات روپے تک آخر دس روپے تک اس کا بار فریقین پر ہے۔

(۶۸، ۶۹) فتویٰ ۷ کا قول جمع متروکہ میں سے سب سے اول تجہیز کا خرچ نکال لیا جائے گا نیز اس کا قول وصیت اگر بعوض دین مہر ہو تو تجہیز و تکفین کے بار سے حسب حصہ زیورات مستثنیٰ نہ ہوں گے سب دو وجہ سے غلط ہیں اولاً بلا ثبوت موجب رجوع بلکہ بعد ظہور مانع رجوع حکم رجوع دین، ثانیاً اسے مرتبہ تجہیز و تکفین میں رکھنا۔

(۷۰) فتویٰ ۷ کا قول اگر مدعا علیہ نے تجہیز و تکفین اپنے مال سے بلا اطلاع و بلا اجازت مدعیہ کی ہے اس کا بار صرف مدعا علیہ کے مال پر ہوگا اور با اجازت مدعیہ اپنے مال سے کی ہے یا متوفی کے ترکہ سے تو اس کا بار متوفی کے تمام ترکہ پر ہوگا بھی صحیح نہیں فقط اجازت مدعیہ رجوع کے لئے کافی نہیں طرفہ کہ شتی اول میں بلا اطلاع کا لفظ بڑھا دیا جو اس کا موہم کہ صرف با اطلاع وارث ہونا ہی رجوع کو بس ہے۔

## افادہ ثانیہ عشر جامع فوائد غر

قائد کا ۱۳: ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اصل مذہب یہ ہے کہ اصحاب فہمہ النض میں کہ زوجین پر رد نہیں اُن کے فرض سے جو بچے اور کوئی عصبہ سببی و سببی نہ ہو تو باقی ماندہ ذوی الارحام کو دیں گے وہ نہ ہوں تو مولیٰ الموالاة کو، وہ نہ ہو تو مقررہ بالنسب علی الغیر کو، وہ نہ ہو تو موصی لہ بالزائد



کو وہ نہ ہو یا اُسے دے کر بھی بچے تو وہ باقی فقراء مسکین کا حق ہے مسلمانوں کے بیت المال میں رکھیں مثل تمام اموال ضائعہ کے جن کا کوئی مالک وارث نہ ہو ان تمام مراتب اور ان کی ترتیب میں ائمہ و علمائے حقہ کرام متقدمین و متاخرین کسی کو اصلاً خلاف نہیں جمیع کتب سلف و خلف میں آج تک برابر اسی طرح لکھے اور اسی پر عمل کرتے فتوے دیتے آئے اور جبکہ ترتیب مراتب کے یہ معنی ہیں کہ محل استحقاق رتبہ متقدمہ میں رتبہ متاخرہ کو نہ دیا جائے گا بلکہ وہ اس وقت پائے گا کہ رتبہ متقدمہ موجود نہ ہو جیسے جمیع صورت میں یا اس کے حق کے بعد بھی کچھ باقی بچے جیسے اصحاب خرافض و عصبات یا احد الزوجین و مراتب نازلہ یا موصی لہ بالزائد دون الکل و بیت المال میں اور بیت المال کا کوئی حصہ معین نہیں کہ اس کے بعد کچھ بچے نہ زمان برکت نشان سلف میں اس کے عدم کی صورت تھی لہذا ائمہ متقدمہ نے اسے آخر المراتب رکھا زمانہ متاخرین میں جبکہ بیت المال فاسد ہوا اور فاسد مثل معدوم ہے تو اب بیت المال آخر المراتب رہا اور صورت یہ پیدا ہوئی کہ ذوی الارحام نہ ہوں تو ذی الزلاۃ کو وہ نہ ہو تو مقررہ کو، وہ نہ ہو تو موصی لہ بالزائد کو، وہ نہ ہو تو بیت المال کو، اور وہ بھی نہ ہو جیسے زمانہ متاخرہ میں تو اب کس کو۔

اس کے لئے ائمہ متاخرین نے نواں مرتبہ رد علی الزوجین نکالا اور زوجین بھی نہ ہوں تو بنات معتق کو، وہ بھی نہ ہوں تو معتق کے ذوی الارحام کو، وہ بھی نہ ہوں تو میت کے اولاد رضاعی کو، کوئی عامل نہ کہے گا کہ ان مراتب اربعہ کے احداث سے علماء متاخرین اس ترتیب مجمع علیہ مراتب سابقہ کو توڑنا چاہتے ہیں حاشا اُس پر تو ہمارے تمام علماء کا قطعی اجماع بلا نزاع ہے بلکہ از انجا کہ مرتبہ اخیرہ آہ مرتبہ اخیرہ نہ رہا اس کے بعد اور مراتب بڑھاتے ہیں تو یہ چاروں مراتب جدیدہ بالیقین بیت المال منتظم سے مؤخر ہیں اور بیت المال منتظم موصی لہ بالزائد سے مؤخر ہے تو قطعاً یقیناً یہ چاروں مراتب موصی لہ بالزائد سے بدرجہا مؤخر ہیں، علمائے جس طرح رد علی الزوجین کا مرتبہ نکالا یہ تینوں مراتب بنات معتق و ذوی الارحام معتق و اولاد رضاعی بھی نکالے۔ نہایت پھر تبیین الحقائق پھر اشباہ والنظائر پھر منہج الغفار پھر درمختار کتاب الولاء میں ہے :

واللفظ له لومات المعتق ولم يترك  
الا ابنة معتقه فلا شيء لها  
ويوضع ماله في بيت المال  
هذا ظاهر الرواية وذكر  
الزيلعي معزيا للنهي ان  
اور لفظ درمختار کے ہیں کہ اگر معتق مرگیا اور سوا  
معتق کی بیٹی کے اس کے پسماندگان میں کوئی  
نہیں تو اس کو کچھ نہیں ملے گا، اور معتق کا مال  
بیت المال میں رکھ دیا جائیگا یہ ظاہر الروایۃ  
اور زیلعی نے نہایت کی طرف منسوب کرتے ہوئے

بنت المعتق تترث فی زماننا لفساد بیت المال وکذا ما فضل عن فرض احد الزوجین یدو علیه وکذا المال یکون للابن او البنات رضا کذا فی فرائض الاشباہ واقراء المصنف وغیره۔  
 ملے گا۔ الاشباہ کی کتاب الفرائض میں یونہی ہے، اور مصنف وغیرہ نے اس کو برقرار رکھا ہے۔ (ت)  
 ردالمحتار میں ہے:

ومثله فی الذخیرۃ قال وهکذا کان یفتی الامام ابو بکر البرزنجری والقاضی الامام صدر الاسلام لانها اقرب الی المیت من بیت المال فکان الصوف علیها اولی اذ لو کانت ذکر تستحق المال، قوله تترث فی زماننا عبارة التزیلی یدفع المال الیها لا بطریق الامراث بل لانها اقرب الناس الی المیت ح، قوله وکذا ما فضل الخ عزاء فی الذخیرۃ الی فرائض الامام عبد الواحد الشہید، قوله للابن او البنات رضا عزاء فی الذخیرۃ الی محمد بن حمہ اللہ تعالیٰ۔

اسی کی مثل ذخیرہ میں فرمایا، اور ایسے ہی فتویٰ دیتے تھے امام ابو بکر البرزنجری اور قاضی امام صدر الاسلام۔ کیونکہ معتق کی بیٹی بیت المال کی نسبت میت کے زیادہ قریب ہے۔ چنانچہ مال کو اس کی طرف پھرنا اولیٰ ہے، کیونکہ اگر وہ مذکور ہوتی تو مال کی مستحق ہوتی۔ ماتن کا قول ”وہ ہمارے زمانے میں وارث بنے گی۔“ زلیعی کی عبارت ہے اس کو مال بطور میراث نہیں دیا جائے گا بلکہ اس لئے دیا جائے گا کہ وہ لوگوں میں سے میت کے قریب ترین ہے۔ ح۔ ماتن کا قول ”اور یونہی جو حج ملے الخ“ اس کو ذخیرہ میں فرائض امام عبد الواحد شہید کی طرف منسوب کیا ہے۔ ماتن کا قول ”رضاعی بیٹا یا بیٹی“ اس کو ذخیرہ میں امام محمد علیہ الرحمہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ (ت)

الرحیق المختوم میں ہے :

بنت المعتق فلا شيء لها في ظاهر الرواية  
وافتي بعضهم بدفعه لها لكن لا بطريق  
الامراث بل لكونها اقرب الناس اليه  
بل ولذئ امر حامه بل وللولد  
رضاعا كما يرد على الزوجين في  
نماتنا كما في القنية والزيلعي  
عن النهاية والاشباه اقراء في المنع  
وسكب الانهر له

ظاہر الروایہ میں معتق کی بیٹی کے لئے کچھ نہیں، اور  
بعض مشائخ نے اس کو دینے کا فتویٰ دیا ہے  
لیکن بطور میراث نہیں بلکہ اس لئے کہ وہ لوگوں  
میں سے میت کے زیادہ قریب ہے بلکہ معتق  
کے ذوی الارحام بلکہ اس کی رضاعی اولاد کو  
دینے کا بھی فتویٰ دیا ہے جیسا کہ ہمارے زمانے  
میں زوجین پر رد کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قنیر،  
زیلعی بحوالہ تہایہ، اور الاشباہ میں ہے اسی کو  
برقرار رکھا ہے منع اور سكب الانهر نے۔ (ت)

کیا کوئی عاقل وہم کر سکتا ہے کہ یہ مراتب موصیٰ لہ بالزائد پر مقدم ہیں زید اگر اپنے کل مال کی وصیت  
عمرو کے لئے کر جائے اور کوئی وارث نہ رکھتا ہو ایک لڑکی پر جس نے اس کی زوجہ کا دودھ کہ اس سے تھا  
پیسا ہے تو زید کی وصیت نافذ نہ کرینگے اور ثلث سے زائد اس دودھ کی لڑکی کو دے دینگے یہ بلاشبہ  
باطل و مردود و خلاف اجماع ہے یہ سب مراتب جدیدہ اس امر میں یکساں ہیں کہ سب مرتبہ اخیرہ  
کے بعد رکھے گئے ہیں۔

قائد ۱۲۵، اقول زیادت علی الثلث میں موصیٰ لہ کا حتی صرف وارث سے مؤخر ہے اور  
غیر وارث پر مقدم، ولہذا بیت المال پر مقدم ہے کہ بیت المال ہمارے نزدیک وارث نہیں۔  
علامہ سیّد شریف شرح سراجیہ پھر علامہ شیخ زادہ مجمع الانهر پھر علامہ شامی رد المحتار میں  
فرماتے ہیں :

اذا عدم من تقدم ذكره يبدأ  
بمن اوصى له بجميع المال  
فتكمل له وصيته لان منعه  
عما زاد على الثلث كان لاجل  
جب وہ معدوم ہو جائیں جن کا پہلے ذکر ہوا تو  
پھر اس سے ابتداء کی جائے گی جس کے لئے  
میت نے کل مال کی وصیت کی۔ چنانچہ اسکی  
وصیت پوری کر دی جائے گی اس لئے کہ





الناس اليه ولا يوضع في بيت المال  
وكذا الابن والبنت من الرضاع  
يصرف اليهما اذا لم يكن هناك  
اقرب منهما ذكر هذه المسائل في  
النهاية۔

پر رد کیا جاتا ہے کیونکہ وہ لوگوں میں سے میت  
کے قریب ترین ہے اور وہ بچا ہوا مال  
بیت المال میں رکھا جائے گا، اسی طرح  
رضاعی بیٹے اور بیٹی کی طرف مال کو لوٹایا جائیگا  
اگر وہاں ان سے بڑھ کر کوئی قریبی موجود نہ ہو یہ  
مسائل نہایت میں مذکور ہیں۔ (ت)

یہ کلام فہم کے لئے نص صریح ہے کہ رد علی الزوجین وراثۃ نہیں بلکہ اسی طرح ہے جیسے  
مفاسد بیت المال فاسد سے بچنے کو رضاعی اولاد کو دیا جاتا ہے نیز اس پر دلیل انھیں امام حلیل کا  
ارشاد ہے کہ اصحاب رد پر زوجیت عصبیت ہے۔

حيث قال الاخذ بطريق الرد ليس  
بفرض انما هو بطريق العصبية۔

جہاں فرمایا بطور رد لینا یہ فرض کے طور پر نہیں  
بلکہ عصبیہ کے طور پر ہے۔ (ت)

اور ظاہر ہے کہ زوجیت عصبیت نہیں، نیز انھیں کا ارشاد ہے :  
الرد على ذوى السهام اولى من  
ذوى الارحام لانهم اقرب الا  
الزوجيت فانهم لا قرابة لهم  
مع الميت۔

ذوی الفروض پر رد کرنا ذوی الارحام سے اولی  
ہے کیونکہ وہ میت سے زیادہ قرب رکھتے ہیں  
سوائے زوجین کے اس لئے کہ ان دونوں  
کی حیثیت سے کوئی قرابت نہیں۔ (ت)

نیز امام اجل نسفی کا شرح وافی میں ارشاد :  
الرد باعتبار الرحم حتى لا يرد على  
الزوجين لعدم الرحم۔

رد قرابت کے اعتبار سے ہے یہاں تک  
کہ زوجین پر قرابت کے نہ ہونے کی وجہ سے  
رد نہیں کیا جاتا۔ (ت)

۱۷۸/۵	المطبعة الكبرى بولاق مصر	کتاب الولاء	لہ تبیین الحقائق
۲۴۶/۶	" " "	کتاب الفرائض	" " "
۲۴۲/۶	" " "	"	" " "
			لہ الکافی شرح الوافی

لاجرم رقیق المختوم میں تصریح فرمائی :

ان الرد انما يستحق بالرحم والنزوحان  
لیسا بذوی رحم فلذا استثناهما و  
قیل یرد علیہما الفساد بیت المال و  
قد منافی عصبۃ العتق انت ذلك  
لا بطریق الامثال (ملخصاً)

بیشک رد کا استحقاق قرابت کی وجہ سے ہے  
زوجین چونکہ قرابت نہیں رکھتے اس لئے وہ  
دونوں مستثنیٰ ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ بیت المال  
کے فاسد ہونے کی وجہ سے زوجین پر رد  
کیا جائے گا اور ہم معتق کے عصبہ میں بیان کر چکے  
ہیں کہ وہ بطور میراث نہیں۔ (ملخصاً) (ت)

تو زوجین کہ باہم اجنبی ہوں اور کوئی رشتہ نہ رکھتے ہوں ان پر رد بکثرت ارث نہیں ہو سکتا اور  
اسے ارث ٹھہرانا کتاب اللہ پر زیادت ہے تو وہ نہیں مگر اسی وجہ مذکور اولاد رضاعی پر اور موصی لہ  
کا مانع نہ تھا مگر حتیٰ ارث تو رد علی الزوجین اس کا مانع نہیں ہو سکتا بلکہ اس سے مؤخر رہنا واجب  
وہو المقصود والحمد لله الودود۔

**فائدہ ۱۵ :** اقول رد علی الزوجین اگر مرتبہ رد میں فرض کیا جائے تو رد کی چار صورتوں سے  
جن پر متقدمین متاخرین سب کی کتب اجماع کہے ہوئے ہیں دو منسوخ ہو جائیں کہ اب ذوی الفروض  
میں من لایرد علیہ کوئی نہ رہا مرد مرے اور ایک زوجہ ایک دختر چھوڑے تو جمیع کتب متقدمین متاخرین  
حنفیہ میں مسئلہ آٹھ سے کرتے ہیں ایک زوجہ کا کہ صرف اس کا فرض ہے اور سات دختر کے  
چار فرضاً اور تین رداً، ہم بہت شکر گزار ہوں گے اگر کسی متاخر سے متاخر حنفی معتمد مثلاً  
علامہ طحاوی یا علامہ شامی وغیرہا کسی کے کلام میں دکھادیں کہ صورت مذکورہ میں زوجہ و  
دختر کو نصف نصف دلایا ہو۔ اگر کہیں زوجین پر رد ہے تو مگر ذوی الفروض النسبیہ پر رد سے  
مؤخر ہے یعنی وہ ہوں تو انھیں پر رد ہوگا نہ ان پر تو اسی کی سند کسی معتمد اگلے پچھلے کے کلام سے  
دکھائیے جب مذہب منسوب با امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیا گیا اور عول پر قیاس  
کیا گیا اور اسی زعم پر عدم رد کے خلاف روایت و درایت بتایا گیا تو وجہ تفرقہ کیا۔

**فائدہ ۱۶ :** اقول نہ سہی اگر رد علی الزوجین کو متاخرین نے مرتبہ رد میں رکھا ہے تو آخر  
کسی متاخر نے ذوی الارحام پر مقدم کیا ہوگا کہ باجماع حنفیہ رد ان پر مقدم ہے اسی کی تصریح

کسی متاخر سے متاخر حنفی معتمد کے کلام میں دکھا دیجیے کہ آدمی مرے اور زوج یا زوج اور حقیقی نواسا  
نواسی بھتیجی بھانجا بھانجی چھوڑے تو سارا مال زوج یا زوجہ کو ملے گا نواسا کچھ نہ پائے گا اور کیونکر  
دکھا سکتے ہیں کہ وہ اجماع حنفیہ کے خلاف ہے۔ امام نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں:

اجمہ صواعلی ان ذوی الارحام لا یحبون  
بالزوج والنزوجة اعم یرثون معهما  
فیعطی الزوج او الزوجة نصیبہ ثم  
یقسم الباقی بین ذوی الارحام کما لو  
انقر دوامالہ تزوج و بنت بنت و  
خالۃ و بنت عم فللزوج النصف و  
الباقی لبنت البنت ۱۰

مشائخ کا اس پر اجماع ہے کہ ذوی الارحام  
خاوند اور بیوی کی وجہ سے محروم نہیں ہوتے یعنی  
ان دونوں کی موجودگی میں وارث بنتے ہیں چنانچہ  
خاوند یا بیوی کو فرضی حصہ دے کر باقی ذوی الارحام  
میں تقسیم کر دیا جائے گا جیسا کہ ان کے منفرد  
ہونے کی صورت میں کیا جاتا، اس کی مثال  
یہ ہے کہ کوئی عورت فوت ہوئی اور اس نے یہ

ورثہ چھوڑے خاوند، نواسی، خالہ اور چچ کی بیٹی تو اس صورت میں نصف خاوند کو ملے گا باقی نواسی  
کو ملے گا۔ (ت)

اس مسئلہ بدیہیہ میں تشکیک کرنے والے اگر اپنے ہی کارنامے یاد کریں تو غالباً ایسا  
بے معنی فتویٰ کہی نہ دیا ہوگا بلکہ ہمیشہ فرض اہل الزوجین دلا کر باقی نواسے وغیرہ کو پہنچایا ہوگا۔  
فاصلہ ۱۷۱: اقول اگلی کاروائیاں یاد دلانے کی کیا حاجت اور ممکن کہ بہتوں کو کبھی مسئلہ  
ذوی الارحام کا اتفاق ہی نہ ہوا ہو اب حال کے یہی فتاویٰ نہ دیکھے جو کہ مقدمہ میں پیش نظر ہیں،  
فتویٰ ادلی میں ہے اگر متوفی کا کوئی بھی قریبی یا بعیدی رشتہ دار موجود نہ ہو تو بعد ازلے حصہ وصیت  
جس قدر بچے سب بیوہ کا حق ہوتا ہے جیسا کہ درمختار و ردالمحتار وغیرہ میں صاف لکھا ہے۔ فتویٰ  
سوم میں ہے بوقت نہ ہونے دیگر ورثہ کے زوجہ پر رد کیا جائے گا۔ فتویٰ ششم میں ہے اگر متوفی  
کا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو تو بچا ہوا ترکہ اہل الزوجین کو دے دیجئے۔ فتویٰ سوم ششم و ہشتم نے  
اس پر عبارت بھی نقل کی ہے:

الرد علیہما اذا لم یکن من الاقارب  
سواہما ۱۰

زوجین پر رد اس رت میں ہوگا جب ان کے  
ماسوا اقارب میں سے کوئی موجود نہ ہو۔ (ت)

۱۰ الکافی شرح الوافی

۱۰ ردالمحتار کتاب الفرائض باب العول دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۰۲/۵





و مقررہ موصیٰ لہ، بالزائد کا کیا ذکر ہے تو اُن کے نزدیک مستحقین صرف چار ہیں، اصحابِ فرائض پھر عصبائے نسبیہ پھر سببیہ پھر بیت المال بس۔ کافی میں ہے :

ما فضل عن فرض ذوی الفروض ولا مستحق  
لہ یرد علی ذوی الفروض بقدر  
حقوقہم الا علی الزوجین عندنا  
وهو قول عامة الصحابة رضوان الله  
تعالیٰ علیہم، وقال زید الفاضل  
لبیت المال ولا یرد علیہم و  
به قال مالک و الشافعی  
رحمہم الله تعالیٰ و قیل مسألة  
الرد مبنیة علی مسألة ذوی الارحام  
اذا الرد باعتبار الرحم حتی لا یرد  
علی الزوجین لعدم الرحم و  
عند مالک و الشافعی رحمہما  
الله تعالیٰ لم یستحق ذوی الارحام  
شیئا و مصیب المال بیت المال فکذا  
الفاضل عن فرض ذوی الفروض  
مصیبه بیت المال اھ اقول وعندی  
الاظھر عکسہ اے تبنی مسألة  
ذوی الارحام علی مسألة  
الرد فان قرابة ذوی  
السہام اقوی فلما تعارض  
عندھما بیت المال و

ذوی الفروض سے جو کچھ بچ جائے اور اس کا کوئی  
مستحق نہ ہو تو ہمارے نزدیک زوجین کے علاوہ  
ذوی الفروض پر ان کے حقوق کے برابر رد کیا جائیگا  
یہی قول عام صحابہ کرام کا ہے رضی اللہ تعالیٰ  
عنہم۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
نے فرمایا کہ جو بچ گیا وہ بیت المال کا ہے  
ذوی الفروض پر رد نہیں کیا جائے گا، اور یہی  
فرمایا امام شافعی اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ  
علیہما نے۔ اور کہا گیا ہے کہ رد کا مسئلہ  
ذوی الارحام کے مسئلہ پر مبنی ہے کیونکہ رد  
قربت و رشتہ داری کے اعتبار سے ہوتا ہے  
یہاں تک کہ رشتہ داری نہ ہونے کی وجہ سے  
زوجین پر رد نہیں کیا جاتا امام مالک اور امام  
شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذوی الارحام  
کسی شے کے مستحق نہیں اور مال رکھنے کی جگہ  
بیت المال ہے، یونہی جو ذوی الفروض کے  
فرضی حصوں سے بچ گیا اس کو رکھنے کی جگہ بھی  
بیت المال ہے اھ میں کہتا ہوں میرے نزدیک  
زیادہ ظاہر اس کا عکس ہے یعنی ذوی الارحام  
کا مسئلہ رد کے مسئلہ پر مبنی ہے کیونکہ ذوی الفروض  
کی قربت زیادہ قوی ہے تو جب وہ امام

قد مر على الرد عليهم لم تعارضه قرابة  
 ذى الرحم بالاولى وكانه رحمه الله تعالى  
 لذا عبره بقيل -  
 بدرجہ اولیٰ مزاحم نہیں ہوگی گویا مصنف علیہ الرحمہ نے اسی واسطے اسے قیل سے تعبیر  
 فرمایا ہے۔ (ت)

کتاب الانوار امام یوسف اردبیلی شافعی میں ہے :

اسباب التورث القرابة والنكاح والولاء  
 والاسلام اھ فالقرابة لذی سھم  
 والعصبۃ النسبیین والنكاح لذی السھم  
 السببی والولاء للعصبۃ السببیۃ والاسلام  
 لاهل بیت المال -  
 وارث بننے کے اسباب قرابت، نکاح، ولایت  
 اور اسلام ہیں پس قرابت تو نسبی ذوی الفروض  
 اور نسبی عصبہ کے لئے ہے اور نکاح سببی  
 ذوی الفروض کے لئے ہے اور ولایت سببی  
 عصبہ کے لئے ہے اور اسلام بیت المال  
 والوں کیلئے ہے۔ (ت)

اسی میں ہے :

قلنا لا یرد علی اصحاب الفروض  
 ولا یورث ذووالارحام -  
 ہم کہتے ہیں کہ ذوی الفروض پر رد نہیں کیا جائیگا  
 اور نہ ذوی الارحام کو وارث بنایا جائے گا (ت)  
 مگر فساد بیت المال کے وقت وہ بھی رد علی اصحاب الفروض النسبیۃ اور ان کے بعد  
 تورث ذوی الارحام کے قائل ہوئے ہیں اور اس کی علت وہی فساد بیت المال بتاتے ہیں  
 سیئ السراجی میں ہے :

عند الشافعیۃ ان بیت المال  
 ان کان منتظما یقدم علی  
 ذوی الارحام والرد و  
 ان لم ینتظم مرد اولی علی  
 ذوی الفروض النسبیۃ بنسبۃ فرأضھم ثم یصرف  
 شافعیہ کے نزدیک بیت المال اگر منتظم ہو تو  
 وہ ذوی الارحام اور رد پر مقدم ہوتا ہے  
 اور اگر وہ منتظم نہ ہو تو پھر اولاً نسبی ذوی الفروض  
 پر ان کے فرضی حصوں کے مطابق رد کیا جائیگا  
 پھر ذوی الارحام کی طرف پھیرا جائیگا ان کے

تزدیک مولیٰ موالاة اور نسب کے اقرار والے  
شخص اور کل مال کے موصیٰ کے لئے کوئی میراث  
نہیں۔ (ت)

الی ذوی الارحام ولا میراث عندہم  
اصلاً لمولی الموالاة ولا للمقرلہ  
بالنسب علی الغیر ولا للموصولہ  
یجمع المال  
تبین میں ہے :

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت سارے  
اصحاب جن میں ابن سُرَیج بھی ہیں نے اسکی  
مخالفت کی اور وہ ذوی الارحام کو وارث بنانے  
کی طرف گئے ہیں اور یہی ہمارے زمانے میں فتویٰ  
کے لئے ان کے فقہاء کا مختار ہے بیت المال  
کے فاسد ہونے کی وجہ سے اور مصارف کے  
غیر میں اس کے خرچ ہونے کی وجہ سے۔ (ت)

ان کثیرا من اصحاب الشافعی رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ منہم ابن سُرَیج خالفوا  
وذہبوا الی توریت ذوی الارحام  
وهو اختیار فقرہائہم للفتویٰ فی زماننا  
لفساد بیت المال وصرفہ فی  
غیر المصارف

انوار شافعیہ میں ہے :

اگر بیت المال منظم نہ ہو تو صحیح راجح مفتی بہ قول  
یہ ہے کہ ذوی الفروض سے بچا ہوا انھیں پر  
رد کیا جائے گا اور اگر وہ مفقود ہوں تو  
ذوی الارحام کو وارث بنایا جائے گا۔ (ت)  
تو فساد بیت المال کے وقت مسئلہ رد میں ہمارا اُن کا اتفاق ہو گیا ہم تو رد مانتے ہی تھے  
اور اب بوجہ فساد وہ بھی ماننے لگے یہ معنی ہیں عبارت در مختار :

ان لم ینتظا ای بیت المال فالصحیح  
المرجح المفتی بہ انه یرد الفاضل  
منہم علیہم ویورث ذووالارحام  
ان فقد وایلہ

اگر ذوی الفروض سے کچھ بچ جائے اور کوئی  
عصبہ موجود نہ ہو تو بچا ہوا بالاجماع ذوی الفروض

ان فضل عن الفروض ولا عصبۃ  
یورث الفاضل علیہم اجماعاً لفساد

بیت المال الاعلیٰ الزوجینؑ

پر لوٹا دیا جائیگا بوجہ بیت المال کے فاسد ہونے کے سوائے زوجین کے۔ (ت)

تو فساد بیت المال علت اتفاق ہے نہ کہ ہمارے نزدیک ذی سہم نسبی پر رد کی علت جسے ادنیٰ طالب علم بھی نہ کہے گا پھر علت ہے تصرف اتفاق شافعیہ کی ورنہ مالکیہ سے منقول کہ بحال فساد بھی رد نہیں کرتے۔ لاجرم رد المختار میں ہے :

قوله لفساد بیت المال علة لقوله  
اجماعا ولا يظهر لان المشهور من  
مذهب مالك انه لبیت المال و  
ان لم يكن منتظما۔

مصنف کا قول "بوجہ فساد بیت المال" علت ہے اس کے قول اجماعاً کی اور یہ ظاہر نہیں کیونکہ امام مالک کے مذہب سے مشہور ہے کہ ذوالفروض کے فرضی حصوں سے بچا ہوا مال بیت المال کا ہے اگرچہ بیت المال منتظم نہ ہو۔ (ت)

طحاوی علی الدر المختار میں ہے :

قوله اجماعا لفساد بیت المال هذه العلة  
غير ظاهرة بالنظر للقول بالرد عندنا  
فان الرد عندنا مقدم على بیت المال  
وان كان منتظما وان كان علة لقوله  
اجماعا لا يظهر ايضا لان القول بالرد  
حينئذ قول بعض الشافعية والمشهور  
من مذهب المالكية انه لبیت المال  
وان لم يكن منتظما۔

ماتن کا قول "بالاجماع بوجہ فساد بیت المال" یہ علت ہمارے نزدیک رد کے قول کی طرف نظر کرتے ہوئے ظاہر نہیں کیونکہ ہمارے نزدیک رد بیت المال پر مقدم ہے اگرچہ بیت المال منتظم ہو اور اگر یہ ماتن کے قول اجماعاً کی علت ہو تو بھی ظاہر نہیں کیونکہ اس صورت میں رد کا قول بعض شافعیہ کا قول ہے، اور مالکیہ کے مذہب سے مشہور یہ ہے کہ وہ بیت المال کے لئے ہے اگرچہ بیت المال منتظم نہ ہو۔ (ت)

۳۹۱/۲

مطبع مجتہائی دہلی

لے الدر المختار کتاب الفرائض باب العول

۵۰۲/۵

دار احیاء التراث العربی بیروت

لے رد المختار " "

۳۹۴/۲

المکتبۃ العربیہ کوئٹہ

لے حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار " "



فائدہ ۲۰: اقول ذی سہم فی پرزہ کی علت ہمارے نزدیک فساد بیت المال ٹھہرانا افسدہ فاسد ہے، اولاً ہمارے ائمہ کے نزدیک وہ کوئی امر عارضی نہیں کہ بضرورت مانا گیا بلکہ عصوبیت کے بعد حق راجح قوی مستقل ہے کہ قرابت ذوی الارحام پر بھی مقدم ہے نہ کہ دیگر مراتب نازلہ۔ ہمارے علمائے اُسے آیت و احادیث و ارشادات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت فرمایا ہے نہ کہ فساد بیت المال کی ناچاری سے۔ تبیین الحقائق میں ہے:

ہماری دلیل اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ”اور رشتہ والے اللہ کی کتاب میں ایک سرے سے زیادہ قریب ہیں الایہ“ اور وہ میراث ہے چنانچہ ان پر رؤسیت المال سے اولیٰ ہوگا اور زوجین سے بھی اولیٰ ہوگا سوائے اس کے جو زوجین کے لئے نص سے ثابت ہے اور چاہئے کہ بچے ہوئے کا رد تمام رشتہ داروں کے لئے برابر ہو گیونکہ اس نام میں سب برابر ہیں مگر اصحابِ قرآن باقی رشتہ داروں پر اپنی قرابت کی قوت کی وجہ سے مقدم ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ میراث میں مقدم ہیں تو وہ رد کے بھی زیادہ حقدار ہونگے اور یہ حکم سنت سے بھی ثابت ہے۔ مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے تو انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرا کچھ مال ہے اور سوائے میری ایک بیٹی کے میرا کوئی وارث نہیں (الحديث) انھوں نے اپنی بیٹی پر میراث کو منحصر کیا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ اگر

لنا قوله تبارک و تعالیٰ واولوا الارحام بعضهم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ وھوالمیراث فیکون اولیٰ من بیت المال ومن الزوجین الا فیما ثبت لھما بالنص وکان ینبغی ان یکون ذلک لجمیع ذوی الارحام لاستوائھم فی هذا الاسم الا ان اصحاب الفرائض قد صواعلوا۔ غیرہم من ذوی الارحام۔ تمودہ قرابتھم الا تری انھم یقدمون فی الارث فکانوا احق بہ ومن حیث السنۃ ماروی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دخل علی سعد یعودہ فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انت لی ما لا ولا یرثنی الا ابنتی الحدیث ولم ینکر علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حصر المیراث علی ابنتہ

ولولات الحكم كذلك لانكر عليه  
ولم يقره على الخط لاسيما في موضع  
الحاجة الى البيان وكذا روى ان  
امراة انت الى النبي صلى الله تعالى  
عليه وسلم فقالت يا رسول الله اني  
تصدقت على امي بجارية فماتت  
امي وبقيت الجارية فقال وجب  
اجرك ورجعت اليك في الميراث جعل  
الجارية سراجة اليها بحكم  
الميراث وهذا هو الرد

حکم ایسا نہ ہوتا تو آپ ضرور انکار فرماتے اور انھیں  
خطا پر برقرار نہ رہنے دیتے خصوصاً جبکہ بیان  
کی ضرورت ہو۔ یونہی مروی ہے کہ ایک عورت  
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی  
اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
میں نے اپنی ماں پر ایک لونڈی صدقہ کی  
اب میری ماں فوت ہو گئی اور وہ لونڈی باقی رہ گئی  
تو آپ نے فرمایا تیرا اجر ثابت ہو چکا اور وہ لونڈی  
میراث میں تیری طرف لوٹ آئی۔ تو آپ نے  
بطور میراث وہ لونڈی اس کی طرف لوٹائی، اور  
یہی رد ہے۔ (ت)

اقول پہلی حدیث صحیح بخاری کی ہے اور دوسری حدیث عبدالرزاق نے مصنف اور سعید بن منصور  
نے سنن اور ابن جریر نے تہذیب الآثار میں اور بریدہ بن الحصبی الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
روایت کی ہے اور اس کے لفظ یہ ہیں:

فقال صلى الله تعالى عليه وسلم  
لك اجرک وردھا عليك الميراث  
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا  
تیرے لئے تیرا اجر ثابت ہے اور وہ لونڈی میراث  
نے تیری طرف لوٹادی۔ (ت)

یہ لفظ لفظ مذکور تبیین سے اول علی المقصود ہیں کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)  
علامہ سید شریف نے آیت کریمہ سے استدلال کر کے حدیث اول سے اور زیادہ نفیس وجہ  
سے استدلال کیا اور بعض اور احادیث جلیلہ زائد کیں فرماتے ہیں:

وايضا لما دخل صلى الله تعالى عليه  
وسلم على سعد بن ابى وقاص يعودہ  
جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت  
سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

عیادت کرنے تشریف لائے تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا سوائے ایک بیٹی کے میرا کوئی وارث نہیں کیا میں اپنے تمام مال کی وصیت کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔ انھوں نے عرض کی: نصف کی وصیت کروں؟ آپ نے فرمایا: نہیں (الحديث) یہاں تک کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تہائی بہتر ہے اور تہائی بہت ہے۔ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اعتقاد تھا کہ بیٹی تمام مال کی وارث بن سکتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہیں فرمایا اور آپ نے تہائی مال سے زائد کی وصیت سے انھیں منع فرمایا یا وجوہیکہ سوائے ایک بیٹی کے ان کا کوئی وارث نہیں تھا تو یہ دلیل ہے اس بات پر کہ رد کا قول صحیح ہے کیونکہ اگر وہ بیٹی بذریعہ رد نصف سے زائد کی مستحق نہ ہوتی تو ان کے لئے نصف کی وصیت جائز ہوتی۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعان والی عورت کو اپنی ولد کے تمام مال کا وارث بنایا۔ اور یہ بذریعہ رد ہی ہو سکتا ہے۔ اور واثمہ بن اسقع کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت اپنے لقیط یعنی جو بچہ اسے گمشدہ ملا ہے اور اپنے آزاد شدہ

قال سعد اما انه لا يرثني الا ابنة لي فاوصي بجميع مالي قال لا قال فاوصي بنصفه قال لا الحديث الخ ان قال صلى الله تعالى عليه وسلم الثلث خير والثلث كثير فقد ظهران سعدا اعتقد ان البنت ترث جميع المال ولم ينكح صلى الله تعالى عليه وسلم ومنعه عن الوصية بما نراد على الثلث مع انه لا وارث له الا ابنة واحدة فدل ذلك على صحة القول بالرد اذ لو لم تستحق الزيادة على النصف بالرد تجوز له الوصية بالنصف وفي حديث عمر وبن شعيب عن ابيه عن جده انه صلى الله تعالى عليه وسلم وراث الملاعنة اى جميع المال عن ولد هسا ولا يكون ذلك الا بطريق الرد وفي حديث واثم بن اسقع انه صلى الله تعالى عليه وسلم قال تحرر المرأة ميراث لقيطها وعتيقها

والابن الذی لو عنت به۔ لہ غلام یا لونڈی اور اپنے اس بیٹے جس کے سبب اس عورت کے ساتھ لعان کیا گیا کی میراث کو سمیٹ لیتی ہے۔ (ت)

ثانیاً سراجیہ و تبیین و عامۃ کتب حنفیہ میں ہے،  
ہو قول عامۃ الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم و بہ اخذ اصحابنا  
عام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا وہی قول ہے  
اور ہمارے اصحاب نے اسی سے اخذ کیا ہے۔ (ت)

اقول امام سفین ثوری کتاب الفرائض و عبد الرزاق مصنف اور سعید بن منصور سنن میں  
عام شعبی سے راوی،

قال کان علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ یرد  
علی کل ذی سہم سہمہ الا الزوج  
والمرأة۔ لہ  
حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا  
ہر ذی فرض پر اس کا حصہ دو کیا جائے گا  
سوائے شوہر اور بیوی کے۔ (ت)

سعید بن منصور و شعبی انھیں سے راوی،  
ان علیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال فی  
ابن الملائعہ ترک اخا و امہ لامہ الثلث  
ولاخیہ السدس وما بقی فہو رد علیہما  
بحساب ما ورثا۔ لہ  
بیشک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
لعان والی عورت کے ایسے بیٹے کے بارے میں  
فرمایا جو ایک بھائی اور ماں چھوڑ کر مر گیا کہ اس  
کی ماں کا حصہ کل مال سے تہائی ہے جبکہ بھائی  
کا حصہ چھٹا ہے اور جو باقی بچا وہ ان دونوں پر ان کے میراث والے حصہ کے حساب کے مطابق  
رد ہوگا۔ (ت)

امام اجل طحاوی سوید بن غفلہ سے راوی،  
ان سرجلا مات و ترک ابنہ  
ایک مرد فوت ہوا جس کے پسماندگان میں ایک بیٹی

- لہ الشریفۃ شرح السراجیۃ باب الرد مطبع علیی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۵۵  
لہ تبیین الحقائق کتاب الفرائض المطبعۃ الکبریٰ الامیریہ بولاق مصر ۲۴۶/۹  
لہ المصنف لعبد الرزاق حدیث ۱۹۱۲۸ المجلس العلمی بیروت ۲۸۶/۱۰  
لہ السنن الکبریٰ باب میراث ولد الملائعۃ دار صادر بیروت ۲۵۸/۶



وامرأة ومولاة قال سويد اني جالس عند علي كرم الله تعالى وجهه اذ جاءته مثل هذه القصة فاعطى ابنته النصف وامراته الثمن ثم سدد ما بقى علي ابنته ولم يعط المولى شيئاً  
 بیوی کو آٹھواں حصہ دیا، پھر جو بچ گیا وہ اس کی بیٹی پر رد فرما دیا اور اس کے آزاد شدہ غلام کو کچھ نہیں دیا۔ (ت)

بہقی نے اسے مختصراً روایت کیا :  
 كان علي رضي الله تعالى عنه يعطي الابنة النصف والمرأة الثمن ويرد ما بقى علي الابنة  
 حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرنے والے کی بیٹی کو کل مال کا نصف اور بیوی کو کل مال کا آٹھواں حصہ دیتے تھے اور باقی کو بیٹی پر رد فرما دیتے تھے۔ (ت)

سعيد بن منصور نے امام شعبی سے روایت کی :  
 انه قيل له ان ابا عبيدة ورث اختا المال كله فقال الشعبي من هو خير من ابى عبيدة قد فعل ذلك كانت عبد الله بن مسعود يفعل ذلك  
 حضرت ابو عبیدہ کے بارے میں امام شعبی کو کہا گیا کہ انہوں نے بہن کو کل مال کا وارث بنایا ہے تو امام شعبی نے فرمایا کہ جو ابو عبیدہ سے بہتر ہے اس نے ایسا کیا ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسا کرتے تھے (ت)

سنن بہقی میں ہے :  
 عن جبرير عن المغيرة عن اصحابه في قول زید بن ثابت وعلی بن ابی طالب  
 جریر نے مغیرہ سے انہوں نے آپ کے اصحاب سے حضرت زید بن ثابت، حضرت علی بن ابی طالب

وعبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنهم  
اذا ترك المتوفى اباة ولم يترك احدا  
غيره فله المال  
اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم  
کے اس قول کے بارے میں روایت کیا ہے  
کہ جب مرنے والا باپ کو چھوڑ جائے اور اس کے  
علاوہ کوئی وارث نہ چھوڑے تو تمام مال باپ کا  
ہوگا۔ (ت)

عبدالرزاق نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی :  
انه قضی فی ام و اخ من ام لایخیه السدس  
وما بقی لامه لیه  
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
ماں اور انیہا فی بھائی کے بارے میں فیصلہ فرمایا  
کہ بھائی کو چھٹا حصہ اور باقی سب مال کو طے گا  
کیا امیر المؤمنین مولیٰ علی و سیدنا عبد اللہ بن مسعود و عامر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عہد کرامت عہد  
میں بھی بیت المال فاسد تھا۔

قال الشافعی صحاح و حسان سے گزر کر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اصحاب  
قرآن پر رد فرمایا معاذ اللہ کیا زمانہ اقدس میں بھی انتظام بیت المال نہ تھا ایسے مسئلہ جلیلہ کو کہ  
عہد رسالت و زمانہ صحابہ سے ثابت و مستمر ہے آخر زمانہ کے فساد پر مبنی کرنا کس درجہ نادانی اور دانستہ  
ہو تو کیسی سخت بے ادبی ہے۔ ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

فائدہ ۲۱ : امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رد علی الزوجین ثابت نہیں وقائع عین  
مورد ہر گونہ احتمال ہوتے ہیں شوہر جبکہ چچ کا بیٹا اور تنہا وارث ہو کل مال پائے گا نصف فرضاً  
نصف عصوبۃ اسے رد سے کیا علاقہ۔ در مختار میں ہے :

قال عثمان رضي الله تعالى عنه يرد عليهما  
ايضا قاله المصنف وغيره قلت وجوز في  
الاختيار بان هذا وهم من الراوي  
حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا زوجین پر  
بھی رد کیا جائیگا۔ مصنف و غیرہ نے ایسا ہی کہا ہے۔  
میں کہتا ہوں اختیار میں اس پر جزم کیا ہے کہ یہ راوی  
کا وہم ہے۔ (ت)

۱۔ السنن الکبریٰ کتاب الفرائض باب ترتیب العصبۃ دار صادر بیروت ۲۳۸/۶  
۲۔ المصنف لعبد الرزاق باب النحالة والعمۃ الخ حدیث ۱۹۱۱۷ مجلس علمی بیروت ۲۸۴/۱۰  
۳۔ الدر المختار باب العول مطبع مجتبائی دہلی ۳۶۱/۲

رحیق المختوم میں ہے،

بل الذی صح عنه الرد علی الزوج فقط و تاویلہ ان کان ابن عم فاعطاه الباقي بالعصوبة۔  
بلکہ ان سے جو مرتبہ صحت کو پہنچا ہے وہ فقط خاوند پر رد ہے جس کی تاویل یہ ہے کہ وہ خاوند اپنی بیوی کا چچا زاد تھا، چنانچہ آپ نے باقی اس کو بطور عصبة عطا فرمایا۔ (ت)

بلکہ امام ابراہیم نخعی سے منقول کہ صحابہ کرام میں کوئی بھی رد علی الزوجین کا قائل نہ تھا طحاوی میں عبسہ زاد علی الشریفیہ سے ہے،

نقل عن ابراهيم النخعي انه لم يكن احد من اصحاب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول انه يرد على الزوجين احد اما قوله خبر المثبت اولي فاقول الشان اولاً في الثبوت مرواية وابن الثبوت وثانياً دراية لما علمت من تاويله۔  
ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سے کوئی ایک بھی نہیں کہتا تھا کہ زوجین پر رد کیا جائے گا لیکن اس کا قول کہ خبر مثبت اولیٰ ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ اولاً ثبوت میں روایت ہے، اور کہاں ہے ثبوت۔ ثانیاً درایت ہے جس کی تاویل توجان چکا ہے۔ (ت)

اور بالفرض امیر المؤمنین سے منقول ہے تو یہ کہ زوجین پر بھی رد فرماتے ہیں یہ اصلاً کہیں نہیں کہ اور کوئی رشتہ دار متوفی نہ ہو تو اس وقت رد علی الزوجین کرتے ہیں امیر المؤمنین کی طرف اس کی نسبت باطل و فریہ محض ہے۔

فائدہ ۲۲: قول پر قیاس سے ہمارے علمائے کرام جواب شافی دے چکے ہیں الحقائق میں ہے،

ادخال النقص على الزوجين بالعودل  
مما يوافق الدليل النافي لاشتمالهما  
لان اشتمالهما ثبت بالنص على خلاف  
القياس واخذ الزيادة مما يخالف  
زوجین پر عودل کی وجہ سے کمی کا آنا اس دلیل کے موافق ہے جو زوجین کی میراث کے منافی ہے۔ کیونکہ ان کا وارث بننا خلاف قیاس نص سے ثابت ہے اور زوجین کا زائد کو لینا اسی

لہ الرحیق المختوم شرح قلام المنظوم (رسائل ابن عابدین) باب الرد سہیل اکیڈمی لاہور ۲/۲۴

لہ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الفرائض باب العول المكتبة العربية کوئٹہ ۳/۳۹۸

النافی لارثہما فلا یکن اثباتہ بالقیاس  
لان ما ثبت علی خلاف القیاس  
یقتصر علیہ

دلیل کے مخالف ہے جو زوجین کی میراث کے منافی  
ہے۔ چنانچہ اس کو قیاس سے ثابت کرنا ممکن  
نہیں کیونکہ جو خلاف قیاس ثابت ہو وہ اپنے  
مورد پر منحصر رہتا ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

الر د علی ذوی السہام اولی من ذوی الاحرام  
لانہم اقرب الا للزوجین فانہما الاقربۃ  
لہما مع المیت وارثہما نظیر الدین  
فان صاحب الدین لا یرد علیہ ما فضل  
بعد قضاء الدین فکذا لا یرد  
علیہما ما فضل من فرضہما اھ اقول  
ای واذا ضاق المال عن الدیون  
دخل النقص علی کل دائرۃ  
بحساب دینہ فکذا الزوجان ینقصان  
ولا یزادان۔

ذوی الفروض پر رد ذوی الارحام سے اولیٰ ہے  
کیونکہ وہ میت سے زیادہ قرابت رکھتے ہیں  
سوائے زوجین کے، کیونکہ ان کی میت کے ساتھ  
کوئی قرابت نہیں ہوتی۔ اور ان کا وارث  
بننا قرض کی طرح ہے، تو جس طرح قرض کی ادائیگی  
سے بچا ہوا مال صاحب قرض پر رد نہیں کیا جاتا  
اسی طرح زوجین کے فرضی حصوں سے بچا ہوا مال  
ان پر رد نہیں کیا جائے گا اھ میں کہتا ہوں  
جب ترکہ کا مال قرضوں سے کم ہو جائے تو  
ہر صاحب قرض پر اس کے قرض کے حساب  
سے کمی واقع ہوتی ہے اسی طرح زوجین کے حصے کم تو ہو جاتے ہیں مگر زائد نہیں ہوتے۔ (ت)

روح الشروع پھر طحاوی پھر شامی میں ہے :

میراث الزوجین علی خلاف  
القیاس لان وصلتهما بالنکاح وقد  
انقطعت بالموت وما ثبت علی  
خلاف القیاس نصا یقتصر علی مورد  
النص ولا نص فی الزیادۃ علی فرضہما

زوجین کی میراث خلاف قیاس ہے کیونکہ ان  
دونوں کا اتصال نکاح کی وجہ سے ہے جو موت  
کے سبب سے ختم ہو چکا ہے۔ اور جو کچھ خلاف  
قیاس نص سے ثابت ہو وہ مورد نص میں منحصر  
رہتا ہے اور زوجین کے فرضی حصوں سے زائد



ولما كان ادخال النقص في نصيبهما  
ميلا للقياس النافي لارتبهما قيل به ولم يقل  
بالمد لعدوم الدليل فظهر الفرق و  
حصص الحق به

کے بارے میں کوئی نص نہیں جب زوجین کے حصول  
میں کمی کا واقعہ ہونا اُس قیاس کی طرف مائل ہے  
جو ان کی میراث کے منافی ہے تو اس کا قول کرنا گیا  
اور رد کا قول نہیں کیا گیا کیونکہ اس پر دلیل  
معدوم ہے لہذا فرق ظاہر اور حق خوب واضح ہو گیا (ت)

**فائدہ ۲۳ :** اقول رد علی الزوجین کا مانند و طرح ہے، ایک یہ کہ اُسے حتی اصلی مستقل  
رد علی اصحاب السہام النسبیه مانا جائے، دوسرے یہ کہ اُس کا کوئی حق خاص نہیں مال ضائع  
بلا مستحق ہے اور ایسے مال کا ٹھکانا بیت المال مگر وہ اب فاسد و نامنظم ہے لہذا بیجا مصارف  
میں صرف ہونے سے یہی بہتر ہے کہ زوجین کو دے دیا جائے کہ میت سے یہ نسبت نرے بیگانوں کے  
اقرب ہیں، اول کی علت عول پر قیاس ہے کہ جب وقت تنگی انھیں اُن کے حتی سے کم ملتا ہے تو  
وقت بیشی انھیں بھی اور ذوی الفروض کی طرح زائد ملنا چاہئے کہ الغم بالغرم نقصان اٹھائیں تو نفع بھی  
پائیں، اور دوم کی علت فساد بیت المال ہے، یہ دونوں علتیں باہم متضاد ہیں جن کا اجتماع محال  
ہے، پہلی کا مقتضی اُن کا استحقاق ہے اور دوسری کا مقتضی عدم استحقاق کہ اصل موضع بیت المال  
مانا اور اس کے فساد کے سبب ایک طرف پھر اور بیت المال اُسی مال کا محل ہے جس کا کوئی خاص  
مستحق نہ ہو تو ان دونوں کو جمع کرنا جمع بین الضدین ہے، ہمارے علمائے نے کہ امیر المومنین ذی النورین  
رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اُس روایت کو ثابت نہ مانا یا قول عام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین  
کو اس پر مرجع جانا اور قیاس علی العول کو بے محل بتایا رد علی الزوجین نہ مانا انھیں ان کا مستحق نہ جانا  
بیت المال تک جمیع مراتب کو اس پر مرجع رکھا ہاں جب بیت المال میں فساد آیا بضرورت اخیر درجہ  
انھیں اور ایک درجہ بنت معتق و ذوی الارحام معتق و اولاد رضاعی کو دلایا اگر ہمارے علماء روایت  
مذکورہ کو امیر المومنین سے ثابت مان کر اس مسئلہ میں برخلاف عامہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُن کی  
تقلید فرماتے یہ قیاس علی العول کو صحیح مانو ڈھکھراتے تو فساد بیت المال سے ہرگز تعلیل نہ کرتے  
نہ ذوالارحام سے لے کر موصیٰ لہ بالزائد تک تمام مراتب نازلہ عن الرد کو اس پر تقسیم دیتے کہ اب وہ  
وہ بالاستقلال مثل فرض باقی کے بھی مستحق ٹھہراتے تو مثل فرض اس حتی میں بھی تمام نازلات عن الرد

پر مقدم رہتے،

وهذا كله واضح جدا عند من  
الم بالفتة الما ونظر بالانصاف ما قدما  
او التقي السمع وهو شهيد۔  
یہ سب کچھ اُس شخص کے نزدیک خوب واضح ہے  
جس کو فقہ سے کچھ تعلق ہے اور وہ ماقبل میں  
مذکور ہمارے بیان کو انصاف کی نظر سے دیکھے  
یا کان لگائے اس حال میں کہ متوجہ ہو۔ (ت)

فائدہ ۲۴: اقول درمختار میں اول اپنے ائمہ کا مذہب بیان فرمایا کہ زوجین پر رد نہیں پھر  
یہ کہ امیر المؤمنین سے رد منقول ہوا، پھر یہ کہ امیر المؤمنین سے اس کے ثبوت میں کلام ہے، پھر  
یہ کہ فساد بیت المال کے باعث ہمارے زمانہ میں اُن پر رد کر دینگے، اس سے صاف معلوم ہوا کہ ہمارے  
علماء رد علی ذوی الفروض النسبیہ کے درجہ میں اور اُن کے ساتھ رد علی الزوجین کے ہرگز قائل نہیں  
کہ وہ درجہ استحقاق کا ہے اور یہ درجہ اس مال کا ہے کہ ضائع و بلا مستحق ہو کما علمت ما قدما  
(جیسا کہ توجان چکا ہے اس بیان سے جس کو ہم پہلے ذکر کر چکے۔ ت) مستحق و نامستحق کو ایک  
درجہ میں ٹھہرا دینا کیسا باطل فاحش ہے نیز عبارت درمختار سے صاف معلوم ہوا کہ ہمارے علماء  
رد علی الزوجین کو سب میں اخیر مرتبے یعنی بیت المال منظم سے بھی پیچھے رکھتے ہیں کہ بحال فساد انہیں  
دیتے ہیں روشن ہوا کہ فساد نہ ہو تو انہیں نہ دیا جائے گا بلکہ بیت المال ہی میں رکھا جائے گا عبارت  
درمختار میں یہ دو قاعدیں نہیں نہ ہوتیں جب بھی ہمارے علماء کا اجماع ہے کہ القرآن فی الذکر  
لا یتلزم القرآن فی المحکم (ذکر میں اقرآن کو حکم میں اقرآن لازم نہیں۔ ت) تمام کتب  
میں اسے تعلیلات فاسدہ سے ٹھہرایا ہے نہ کہ ان روکش براہین کے ہوتے ہوئے یہاں ذکر  
کرنے سے یہ گمان فاسد لیجانا کہ علماء رد علی الزوجین کو رد علی ذوی الفروض النسبیہ ہی کے درجے  
میں اور اسی کے ساتھ مانتے ہیں ورنہ یہاں بیان نہ آتا یہ اولاً سخت جہل شدید ہے کہ ادنیٰ  
طالب علم سے بھی بعید ہے۔ ثانیاً اب معنی عبارت درمختار یہ ہوں گے کہ از انجا کہ بیت المال فاسد  
ہو گیا لہذا علماء نے رد علی الزوجین اصلی مرتبہ رد میں رکھ دیا اور ذوی الارحام و من تحتم  
سب پر مقدم کر دیا یعنی فاسد تو ہو گا بیت المال اور مارے جائینگے ذوی الارحام و مولی الموالاة  
و مقررہ و موصی لہ بالجمع سب کے سب گناہ ہو گا ایک سے اور پکڑے جائیں گے پانچ، یہ کون سی  
شریعت ہے، بفضلہ تعالیٰ درمختار تو ایسے جنون سے منزہ ہے زیادہ کیا گزارش ہو۔  
فائدہ ۲۵: اقول بفضلہ تعالیٰ یہ مسئلہ ہم نے ایسے طور سے بیان کیا جس میں کسی

عاقل کو اصلاً جائے ریشہ رہے ایسے دلائل قاطعہ کے بعد زیادہ تر تصریح کی حاجت نہیں ہوتی اور اگر اب بھی ہوس باقی ہو تو حاشیہ درمختار میں سید علامہ طحاوی کا قول ادنیٰ ذی فہم کو کافی و وافی۔ فرماتے ہیں:

ذخیرہ میں ہے زوجین کے فرضی حصوں سے بچ جانے والا مال بیت المال میں نہیں رکھا جائیگا بلکہ زوجین کو دے دیا جائے گا کیونکہ وہ بنسبت غیر کے سبب کی جہت سے میت کے ساتھ زیادہ قرب رکھتے ہیں۔ یہی حکم رضاعی بیٹے اور رضاعی بیٹی کا ہے انتہی روح الشروح۔ مولیٰ بعم زادہ کے حاشیہ میں خانیہ سے منقول ہے، امام عبد الواحد شہید نے اپنے فرائض میں ذکر کیا کہ خاوند اور بیوی کے فرضی حصوں سے بچا ہوا مال بیت المال میں نہیں رکھا جائے گا بلکہ ان ہی کو دے دیا جائے گا کیونکہ وہ سبب کی جہت سے میت کے ساتھ زیادہ قرب رکھتے ہیں بنسبت غیر کے، لہذا ان کو دینا غیر کو دینے سے اولیٰ ہے انتہی۔ امام عبد الواحد کا قول مثل ذخیرہ کے قول کے کہ "بیت المال میں نہیں رکھا جائیگا" اس بات کی دلیل ہے کہ زوجین کو دینا مستعین ہے۔ ایسا نہیں کہ انھیں دینے یا بیت المال میں رکھنے کا اختیار ہے جیسا کہ عبارت کے آخر سے وہم ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات مراد یہ ہوتی ہے کہ زوجین پڑوسیوں کی بنسبت اولیٰ ہیں کیونکہ ان میں زوجیت کا تعلق جاری ہوا ہے۔

الذخيرة ان الفاضل من سهام الزوجين لا يوضع في بيت المال بل يدفع اليهما لانهما اقرب الى الميت من جهة السبب من غيرهما وكذا الابن والبنت من الرضاع انتهى روح الشروح وفي حاشية المولى عجم مراده عن الخانية ذكر الامام عبد الواحد الشهيد في فرائضه ان الفاضل عن سهام الزوج والزوج لا يوضع في بيت المال بل يدفع اليهما لانهما اقرب الناس الى الميت من جهة السبب فكان الدفع اليهما اولى من غيرهما انتهى وقوله لا يوضع في بيت المال كقول الذخيرة السابق يدل على ان الدفع اليهما متعين لان الدافع مخير بين الدفع اليهما والى بيت المال كما توهمه آخر العبارة بل مما يكون المراد انهما اولى من نحو الجيران لما جرى بينهما من الزوجية (ملخصاً)

زوجین کو دینا اور اول کو دینے سے اولیٰ بتانے سے جو یہ احتمال پیدا ہوا کہ اگر زوجین کو نہ دیں اور بیت المال فاسد میں دے دیں جب بھی جائز ہو اگرچہ خلاف اولیٰ ہو کہ ان کو دینا صرف اولیٰ ہی تھا اس کے رفع کو اسی عبارت امام عبد الواحد شہید کا سابق اور نص ذخیرہ پیش کیا کہ نہیں بلکہ انھیں کو دیا جائے بیت المال فاسد میں رکھنے کی اجازت نہیں اب اولویت کے لئے مفضل علیہ تلاش کرنے کی ضرورت ہوتی تو ہمسائے بتائے آؤ گا اگر زوجین پر رد مرتبہ رد میں ہوتا تو خاص مراتب مستحقین میں چار موجود تھے خصوصاً ذوی الارحام، تو انھیں سے اولویت کیوں نہ بتائی جباتی خارج المراتب سے ہمسایوں کو لانے کے لئے کیا معنی تھے۔ ثانیاً زوجین کے ہوتے ہوئے ہمسایوں کو دینے کا اگر جواز نہ ہوتا تو تفضیل اولویت کو بیت المال سے پھر کر ہمسایوں پر رکھنا ہوتا کہ یہاں بھی وہی ایہام رہا تو واجب کہ زوجین کے ہوتے جائز ہو کہ ان پر رد نہ کریں اور ہمسایوں کو دے دیں اگرچہ زوجین پر رد اولیٰ ہے اور بدہتہ معلوم کہ ہمسائے میراث میں مستحق نہیں تو اگر زوجین مستحق رد ہوتے حیران کو دینا حلال نہ ہوتا لیکن حلال ہے تو زوجین مستحق رد نہیں اور موصیٰ لہ قطعاً مستحق ہے اور مستحق کی نامستحق پر تقدیم بدیہی۔

فائدہ ۲۶: اس سے بھی سیری نہ ہو تو مستحق پھر معراج الدرایہ پھر علامہ شامی کا ارشاد:

الفتویٰ الیوم علی الرد علی الزوجین  
عند عدم المستحق لعدم بیت المال  
اذا الظلمة لا یصرفونه الی مصرفہ  
آج کے زمانے میں فتویٰ اس پر ہے کہ زوجین  
پر رد کیا جائے گا کیونکہ بیت المال کے نہ ہونے  
کی وجہ سے مستحق معدوم ہے اس لئے کہ  
ظالم حکمران بیت المال کو اس کے مصرف پر  
خرچ نہیں کرتے۔ (ت)

صریح جزئیہ ہے زوجین پر رد اس وقت بتاتے ہیں جب کوئی مستحق نہ ہو اور شک نہیں کہ  
موصیٰ لہ بالزائد مستحقین سے ہے اگر اس میں بھی شک ہو تو یہی علامہ شامی موصیٰ لہ بالزائد کی  
نسبت فرماتے ہیں:

ان المراد انہ یاخذ الزائد بطریق مراد یہ ہے کہ وہ بطور استحقاق زائد مال

لہ رد المختار کتاب الفرائض باب العول دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۰۲/۵



## الاستحقاق لہ

کو لے گا۔ (ت)

توصاف روشن ہوا کہ موصی لہ بالزائد کے ہوتے رد علی الزوجین نہ ہوگا۔ فتویٰ ۳۷ نے کہ یہ عبارت درمختار ہے

ثم مولی الموالاة وله الباقي بعد فرض  
احد الزوجین لہ

اور یہ عبارت شامی پیش کی کہ ذوی الارحام کو فرمایا :  
یاخذون کل المال او ما بقی عن احد  
الزوجین لعدم الرد علیہما لہ  
وہ کل مال لیں گے یا زوجین کے فرضی حصوں سے  
بچ جانے والا مال لیں گے کیونکہ ان پر رد نہیں  
ہوتا۔ (ت)

مولی الموالاة کو فرمایا :

ان وجد احد الزوجین فله الباقي عن  
فرضہ لہ  
مقرئہ کو فرمایا :

اذا كان احد الزوجین فیعطى ما فضل  
بعد فرضہ لہ  
اگر زوجین میں سے کوئی ایک موجود ہے تو اس کے  
فرضی حصہ دے کر جو بچ گیا وہ مقرئہ کو دیا جائیگا۔  
یہ البتہ کافی نہ تھیں اور مخالف کو ان پر صریح گنجائش تھی کہ یہ قول ائمہ متقدمین پر ہے جو زوجین  
پر رد نہیں مانتے الا ترى الى قوله لعدم الرد علیہما (کیا تو اس کے قول کو نہیں دیکھتا کہ زوجین  
پر رد نہیں۔ ت)  
اسی طرح مقرئہ کی نسبت یہ ارشاد علامہ شامی پیش کیا :

۴۸۸/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب العول	كتاب الفرائض	رد المحتار
۳۵۳/۲	مطبع مجتبائی دہلی		"	لہ الدر المختار
۴۸۶/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت		"	لہ رد المحتار
"	"	"	"	لہ "
"	"	"	"	لہ "

يكون هذا الاقرار وصية معنوية۔ یہ اقرار معنی کے اعتبار سے وصیت ہوگا۔ (ت)  
 اور اس سے استنباط کیا کہ وصیت بالزائد رد علی الزوجین پر مقدم ہے اس کا بھی اولاد ہی  
 جواب تھا، واقول ثانیاً یہ اقرار اگرچہ قضاء معنی وصیت میں ہوا اس لئے کہ اس کا نسب  
 ثابت نہ ہو اور نہ درجہ نسب میں جا کر مزاحم ورثہ ہوتا کہا فی الدر المختار (جیسا کہ درمختار میں  
 ہے۔ ت) مگر وصیت اجنبی محض سے ضرور اقویٰ ہے کہ دیانۃً احتمال صدق مقرر رکھتا ہے ولہذا  
 اُسے ایک نوع قرابت گنتے ہیں۔ سید علی السراجیہ و مجمع الانہر و درمختار و فتح المعین وغیرہ میں ہے:  
 وانما اخذ ذلك عن المقر له بناء على انه لا نوع قرابت بخلاف الموصى له۔  
 تہائی سے زائد مال کے موصیٰ کو مقرر سے موثر  
 اس لئے کیا کہ مقرر کو ایک قسم کی قرابت  
 حاصل ہے بخلاف موصیٰ کے۔ (ت)

لاجرم وہ باجماع حنفیہ موصیٰ لہ بالزائد سے اقویٰ اور اس پر مرجع و بالا ہے تو رد علی الزوجین  
 پر اس کی تقدم تقديم وصیت بالزائد کو مستلزم نہیں لیکن کلام مذکور مستصفیٰ کسی طرح اُس تاویل کو  
 قبول نہیں کرتا کہ یہ مذہب متقدمین کے موافق ہے یہاں تو خاص مسلک متاخرین ہی بیان فرما رہے  
 ہیں تو قطعاً واضح ہوا کہ متاخرین اگرچہ رد علی الزوجین کے قائل ہوئے مگر جبکہ موصیٰ لہ بالزائد بھی نہ ہو ورنہ  
 عدم رد علی الزوجین پر حنفیہ کرام کا اجماع ہے اسانید پیش کر دیئے فتویٰ ۴ میں صرف ایک ہی سند  
 مستصفیٰ مصنف و مستصفیٰ ہے۔

فائدہ ۲۷: اقول اگر اس سے بھی تسکین نہ ہو تو حاشیہ درمختار میں علامہ سید طحطاوی کا  
 اشاد لیجئے، عبارت مذکورہ درمختار یہ رد علیہم اجماعاً الفساد بیت المال (بیت المال کے  
 فاسد ہونے کی وجہ سے بالاجماع ان پر رد کیا جائے گا۔ ت) پر فرماتے ہیں:  
 محل هذا التعليل القول بالرد على الزوجين وبنات المعتق وراحامه فانه  
 اس تعلیل کا محل زوجین، معتق کی بیٹیوں اور اس کے  
 ذوی الارحام پر رد کا قول ہے کیونکہ جب مستحقین کے  
 مراتب میں سے کوئی نہیں رہا سوائے بیت المال  
 اذ السم یکن من مراتب المستحقین

لے رد المختار کتاب الفرائض دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۸۶  
 ۲۷ الشریفیۃ شرح السراجیۃ مقدمۃ الکتاب مطبع علمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۱  
 ۳۷ الدر المختار کتاب الفرائض باب العول مطبع مجتہائی دہلی ۲/۳۶۱

الابیت المال فان هؤلاء یقدحون کے تویہ مذکورہ لوگ بیت المال پر مقدم  
علیہ لهذه العلة۔  
ہوں گے۔ (ت)

کیسی صریح تصریح ہے کہ اصحاب فرائض بلکہ تجیز و تکفین سے بیت المال تک جتنے مراتب بیان  
کئے گئے ان میں سے بیت المال کے سوا کوئی مرتبہ موجود نہ ہو تو اس وقت متاخرین کے نزدیک زوجین  
پر رد کرتے ہیں موصی لہ بالزائد کا بھی ان مراتب میں ہونا ایسی بات نہیں جس میں کوئی آنکھوں والا شبہ  
کر سکے، تو صاف روشن ہوا کہ موصی لہ بالزائد بھی اگر نہ ہو گا تو سب سے اخیر درجے زوجین پر رد کرینگے،  
اب اتنا باقی رہ گیا کہ کتاب میں صاف نام لے کر لکھا ہوتا کہ شاہ محمد کی وصیت زائدہ عالم خاتون پر  
رد سے مقدم ہے ایسا جزئیہ البتہ نہیں مل سکتا نسأل اللہ السلامة (ہم اللہ تعالیٰ سے  
سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔ ت)

## تفریعات

(۷۴ تا ۷۸) فتویٰ ۱، ۲، ۳، ۴، ۸ کا موصی لہ بالزائد کے ہوتے زوج پر رد کرنا اجماع جمیع  
ائمہ کا خبق اور محض ایجاد بندہ ہے صا انزل اللہ بہا موت سلطان (اللہ تعالیٰ نے اس پر  
کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ ت) اتنے امر میں یہ چاروں فتوے مشترک ہیں۔

(۷۵ تا ۷۸) موصی لہ بالزائد کا مرتبہ ہر غیر وارث سے مقدم ہے اور زوجین ماورائے ربع و  
نصف میں وارث نہیں کما فی الفائدة الرابعة عشر (جیسا کہ چودھویں فائدہ میں ہے۔ ت) ان  
چاروں نے عکس کیا۔

(۷۹ تا ۸۲) چاروں نے تصریحات کتب معتمدہ کا صریح خلاف کیا کما فی الفوائد الثلاثة  
الاخيرة (جیسا کہ آخری تین فوائد میں ہے۔ ت)

(۸۳ تا ۸۶) چاروں نے رد علی الزوجین کو سب وارثوں سے مؤخر اور موصی لہ بالزائد پر مقدم  
کیا کما فی الفائدة السابعة عشر (جیسا کہ سترھویں فائدہ میں ہے۔ ت) یہ ترتیب نو ساختہ  
متقدمین متاخرین تمام عالم میں کسی کے مسلک پر منطبق نہیں۔

(۸۹ تا ۸۷) فتویٰ نے اسی ترتیب ایجاد کی کا حوالہ درمختار اور رد المختار اور وغیرہ پر رکھا ، عبارت فائدہ ۷۷ میں گزری اور توضیح مراد عنقریب آتی ہے یہ اُن تینوں پر اقرار ہے اس ترتیب کا نشان نہ درمختار میں ہے نہ رد المختار میں نہ وغیرہ میں ۔

(۹۰ تا ۹۲) فتویٰ کا قول مذکور بعد اوائے حصہ وصیت جس قدر بچے سب بیوہ کا حق ہوتا ہے جیسا کہ درمختار و رد المختار وغیرہ میں صاف لکھا ہے ۔ اقول حصہ وصیت سے مراد وصیت بالغۃً یا بلغت ہے یا صرف ثلث مال تک اول عین مراد اور خود اپنے فتویٰ کا راد ہے واقعی ثلث یا نصف یا اس سے بھی زائد جتنی وصیت موصیٰ لہ کی ہے وہ ثلث تک ترجیحاً نافذ ہوگی پھر زوجہ اپنا فرض پائے گی پھر باقی وصیت تمام و کمال نافذ کریں گے اس کے بعد بھی اگر کچھ بچے اور کوئی مستحق نہ ہو تو یہ باقی ماندہ زوجہ پر رد کریں گے یہاں کہ شاہ محمد کے لئے وصیت قدر ثلث سے بہت زائد تھی صرف مقدار ثلث پر محدود کر کے دو تہائی زوجہ کو دلا دینا باطل محض ہوا اور بر تقدیر ثانی اگر مراد وہ صورت ہے کہ وصیت ہی ثلث سے زائد نہ ہو جب بھی صحیح اور خود اپنے فتویٰ کا رد بھیج ہے واقعی تہائی سے زیادہ وصیت ہی نہ کی ہو تو جتنی وصیت ہے موصیٰ لہ کو پھر احد الزوجین کا حصہ مقررہ اس کو دے کر باقی کا جب کوئی مستحق نہیں احد الزوجین پر رد کر دینگے مگر یہاں تو وصیت ثلث سے زائد تھی وہ زوجہ پر کیونکر رد ہوتی ، اور اگر مراد عام ہے کہ اگرچہ وصیت ثلث سے زائد یا جمیع مال کی ہو صرف ثلث وصیت دیں گے باقی سب زوجہ کو پہنچائیں گے ربع فرضاً و باقی رد اور بے شک یہی مراد مفتی ہے تو یہ قطعاً باطل محض اور درمختار و رد المختار اور وغیرہ تینوں پر اقرار ہے کسی کتاب معتد میں ہرگز صاف نہیں لکھا کہ وصیت زائد علی الثلث اور زوجہ ہو تو وصیت صرف ثلث تک نافذ کر کے باقی سب زوجہ کو دیں گے ۔

(۹۳ تا ۱۰۱) فتویٰ ۳ و فتویٰ ۶ و فتویٰ ۸ ہر ایک نے تین عبارتیں نقل کیں جو صریح اس کا رد تھیں اور نادانستہ انہیں اپنی سند بنایا کما فی الفائدة الثانیۃ عشر (جیسا کہ بارہویں فائدہ میں ہے ۔ ت)

(۱۰۲ ، ۱۰۳) فتویٰ ۶ ، ۸ نے رد علی الزوجین کو مرتبہ رد میں مان کر رد کی چار صورت مجمع علیہا سے جن میں خلاف کی بواصل کسی کتاب متقدم یا متاخر میں نہیں دو صورتیں صاف کر دیں کما فی الفائدة الخامسة عشر (جیسا کہ پندرہویں فائدہ میں ہے ۔ ت) فتویٰ ۸ میں تو اس کی تصریح ہے اور فتویٰ ۶ نے قیاس علی العول پر بڑا زور دیا ، اور اس سے مرتبہ رد میں رکھنا صاف لازم



کما فی الفائدة الثالثة والعشرين (جیسا کہ تیسویں فائدہ میں ہے - ت)۔

(۱۰۴، ۱۰۵) فتویٰ ۶، ۸ پر لازم کہ زوج و زوجہ کے ساتھ تمام ذوی الارحام کو ہمیشہ محروم کریں اور یہ اجماع حنفیہ کے خلاف ہے کما فی الفائدة السادسة عشر (جیسا کہ سو لہویں فائدہ میں ہے - ت)

(۱۰۶، ۱۰۷) بایںہ فتویٰ ۶، ۸ کا ماننا کہ متوفی کے اقارب سے کوئی بھی موجود ہو تو زوجین پر رد نہ کریں گے صریح تناقض ہے کما فی الفائدة السابعة عشر (جیسا کہ سترھویں فائدہ میں ہے - ت)

(۱۰۸) فتویٰ ۶ کا برخلاف مذہب و برخلاف عامہ صحابہ کرام روایت منسوبہ امیر المؤمنین فی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے استناد مخدوش ہے کما فی الفائدة الحادية والعشرين (جیسا کہ اکیسویں فائدہ میں ہے - ت)

(۱۰۹، ۱۱۰) فتویٰ ۶ کا برخلاف مذہب قیاس علی العول پر اعتماد محض مردود ائمہ مذہب کے روشن جوابوں سے آنکھیں بند کر کے خود حکم مذہب کو بے وجہ اور اس پر عمل کو روایت و درایت دونوں کے برخلاف کہنا سخت و دریدہ دہنی و جسارت مطرود۔ کما فی الفائدة الثانية والعشرين (جیسا کہ انیسویں فائدہ میں ہے - ت)

(۱۱۱) فتویٰ ۶ کا قول کہ اگر متوفی کا کوئی رشتہ دار موجود نہ ہو تو بچا ہوا ترکہ اہل الزوجین کو دینے کی یہی قول حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افتراء کی حد کو پہنچتا ہے امیر المؤمنین سے اس قید کے ساتھ ہرگز یہ کہیں منقول نہیں۔ کما فی الفائدة الحادية والعشرين (جیسا کہ اکیسویں فائدہ میں ہے - ت)۔

(۱۱۲) فتویٰ ۸ کا قول کہ درمختار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں رد علی الفروض النسبیہ کی دلیل میں بھی فساد بیت المال ہی کو پیش کیا ہے محض نافیہی ہے۔ کما فی الفائدة التاسعة عشر (جیسا کہ انیسویں فائدہ میں ہے - ت)۔

(۱۱۳) فتویٰ ۸ کا زعم مذکور کہ ذوالفروض النسبیہ پر رد کی علت ہمارے مذہب میں بھی فساد بیت المال ہے محض باطل و خیال محال ہے کما فی الفائدة العشرين والثالثة والعشرين (جیسا کہ بیسویں اور تیسویں فائدہ میں ہے - ت)

(۱۱۴، ۱۱۵) فتویٰ ۸ کا قول کہ درمختار کی عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ متاخرین رد ہی

درج میں رد علی الزوجین کے قائل ہیں جہل بعید بھی ہے اور ظلم شدید بھی۔ کما فی الفائدة الرابعة والعشرين (جیسا کہ چوبیسویں فائدہ میں ہے۔ ت۔)

(۱۱۶) فتویٰ ۸ کا قول مجھے کسی ایسی روایت کا علم نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ موصیٰ نہ جمیع المال موجود نہ ہو تو رد علی الزوجین ہو گا ورنہ نہیں اور میرے خیال میں یہ کسی کا مذہب نہیں اپنی سخت ناواقفیت کا اظہار اور کمال نادانی کا اقرار ہے جو اس کے خیال میں کسی کا مذہب نہیں قطعاً وہی مسلک متاخرین ہے اور جو اس کے خیال میں مختار متاخرین ہے قطعاً کسی حنفی کا مسلک نہیں کما ظہر و زہر اظہر و ازہر صنت الشمس والقمر (جیسا کہ ظاہر و روشن ہوا اور سورج و چاند سے بڑھ کر ظاہر اور روشن ہوا ہے۔ ت۔)

(۱۱۷ تا ۱۲۱) فتویٰ ۴ نے جو پانچ عبارات در مختار و رد المحتار پیش کیں سب بے محل و ناکافی تھیں کما فی الفائدة السادسة والعشرين (جیسا کہ تھبیسویں فائدہ میں ہے۔ ت۔)

(۱۲۲) فتویٰ ۴ کی عبارت اخیرہ سے استنباط ہرگز صحیح نہیں کما فیہا۔

(۱۲۳) فتویٰ ۴ کا قول سیدنا امیر المومنین ذی النورین کی حدیث اور ان سے بیان وجہ رد علی الزوجین کا اگرچہ در مختار میں اس کا ما علیہ اور شامی میں جواب مبین ہے تاہم قطع النظر ان دونوں امور کے ہم کو بالراس والعین منظور ہے مگر رد علی الزوجین کا موقع ملحوظ نہ کرنا اور موصیٰ نہ جمیع المال سے مقدم رکھنا خلاف عقل و نقل ہے جب اسے مذہب امیر المومنین مان لیا اور اسے اور عدول پر قیاس کو بالراس والعین منظور کر لیا تو اب رد علی الزوجین آپ ہی مرتبہ رد میں آ گیا اور اسے مان کر اسے موصیٰ نہ بالزائد سے مؤخر ٹھہرانا ہی خلاف عقل و نقل ہے کما فی الفائدة الثالثة والعشرين (جیسا کہ تیسویں فائدہ میں ہے۔ ت۔)

(۱۲۴) فتویٰ ۴ کا قول ہمارے فقہانے رد علی الزوجین کی علت مراد آیہ بیان فرمائی ہے لفساد بیت المال وہ قول اور قیاس عدول تسلیم کر کے اس کے جواب میں یہ تعلیل پیش کرنا خلط مجتہد و جمع بین الضدین ہے کما فیہا۔

تنبیہ: اگرچہ فتویٰ ۴ نے بھی جا بجا موصیٰ نہ جمیع المال سے بحث کی اور اسی کا نام لیا جس سے ظاہر کہ شاہ محمد کا موصیٰ نہ با جمیع ہونا اسے بھی مسلم حالانکہ اس کا ثبوت نہیں کما تقدّم (جیسے کہ پیچھے گزرا۔ ت) مگر اذ انجا کہ فتویٰ ۴ مقدمہ وارہ کا بیان احکام نہیں

کرتا وہ صرف ایک بحث تقدیم و تاخیر رد علی الزوجین پر تقریر ہے جس پر شاہ محمد کے موصیٰ لہ جمیع یا بالزائد دون اکل ہونے سے کچھ اثر نہیں پڑتا اور ممکن کہ وہ اس نے مشائخہ المصوم لکھا ہو لہذا یہ اس کے اغلاط میں معدود نہ ہوا۔

الحمد للہ تحقیق اپنے ذرۃ علیا کو پہنچی اور تمام مسائل متعلقہ کا انکشاف منتهی کو۔ اب بتوفیقہ تعالیٰ جواب سوالات کی طرف توجہ کریں اور صرف بیان حکم پر قناعت اکثر حکم کی دلیل و سند افادات میں واضح ہو چکی، واللہ الحمد۔

### جواب استفتائے چیف کورٹ بہاولپور

(ا) اجنبی کے نام وصیت ثلث متروکہ بعد اداء دین تک مطلقاً نافذ ہے اگرچہ ورثہ اجازت نہ دیں اور زائد علی الثلث میں بے اجازت ورثہ نافذ نہیں اگر وارث احد الزوجین کے سوا ہو اور اگر صرف احد الزوجین وارث ہو تو ثلث تک وصیت اجنبی تقدیماً نافذ ہوگی پھر باقی کا ربع یا نصف زوج یا زوج کو دے کر مال بقی میں بقیہ وصیت اجنبی نافذ کرے گا اگرچہ زوجہ یا زوج اجازت نہ دے، رہی وصیت وارث وہ بے اجازت ورثہ مطلقاً نافذ نہیں اور اگر تنہا وہی وارث ہو تو اس کے لئے وصیت صحیح ہے، پھر اگر اس کے ساتھ کسی اجنبی کے لئے وصیت بھی نہیں تو وارث اگر غیر زوج و زوجہ ہے تو کل مال یکم میراث لے لے گا اسے وصیت کی حاجت نہیں، اور اگر زوج یا زوجہ ہے تو پہلے اپنا فرض لے کر باقی میں اس کی وصیت عمل کرے گی اب بھی کچھ بچا تو اسی کو یکم رد ملے گا۔ اور اگر کسی اجنبی کے لئے بھی وصیت ہے تو اگر اس نے وصیت وارث کو قبول کر لیا حتیٰ تقدم کہ وصیت اجنبی کو ملتا ساقط ہو گیا ورنہ اجنبی کی وصیت ثلث مال تک اول نافذ کر کے باقی سے وارث کو میراث دیں گے اگر وہ وارث غیر احد الزوجین ہے کل باقی ارثا لے لے گا اور خود اس کے لئے جو وصیت تھی نفاذ کا محل نہ پائے گی، اور اگر احد الزوجین ہے تو اس باقی سے اس کا فرض ربع یا نصف دے کر اس کے بعد جو بچے اس میں اس کی وصیت اور اگر اجنبی کی وصیت ہونے کا تمام رہی تھی تو اس کے ساتھ بھی دونوں حسب حصص نافذ ہوں گی ان سے کچھ نہ بچا تو ظاہر ورنہ جو باقی رہا احد الزوجین کو یکم رد دے دیں گے۔

(ب) اس کا جواب سوال اول میں آگیا۔

(ج) اس کے بھی فقرہ اول کا جواب ہو گیا اور دوم کا جواب کہ بعد اداء دین جس قدر

بھی باقی بچے خواہ اس کی وصیت اجنبی کے لئے کی یا نہ کی اس سب کا ثلث نفاذ وصیت اجنبی میں لحاظ کیا جائے گا وصیت نافذ انھیں اشیاء میں ہوگی جن کی وصیت اس کے لئے کی ہے اسی کے نامور اور کسی شئی سے کچھ نہ پائے گا ہاں وصیت حصہ شائعہ مثل ربح مال وغیرہ کی ہے تو جملہ مترکہ بعد اوائے دین میں بقدر وصیت حصہ دار ہوگا۔

(۵) وصیت اجنبی بما زاد علی الثلث رد علی الزوجین پر شرعاً باجماع ائمہ حنفیہ مقدم ہے اقوال اقباس شدہ میں جو غلط و زلل ہیں اوپر واضح ہو چکے۔

(۶) اس کا مفصل جواب شافی و وافی افادہ ثانیہ عشرہ میں گزرا اور نصوص صریح سے ثابت کر دیا کہ متاخرین کے نزدیک بھی رد علی الزوجین کا مرتبہ وصیت زائدہ سے دو درجے مؤخر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

## جواب استفتائے حجتی حناپور

(۱) ہاں یہ وصیت مرض الموت میں ہوئی اور اس سے جواز وصیت بر کوئی اثر خلاف نہیں پڑتا۔  
(۲) اگر ثابت ہو کہ مدعیہ بعد وفات شوہر وصیت شاہ محمد کو قبول کر چکی تھی جیسا کہ شاہ محمد کا دعویٰ ہے تو اب اعتراض مدعیہ محض نامسموع اور شاہ محمد کے لئے وصیت اپنی اخیر حد تک جائز و نافذ ورنہ اعتراض کا اتنا اثر ہوگا کہ ثلث کل مال بعد اداء الدین کی حد تک صرف مکانات و اثاث البیت میں وصیت شاہ محمد نافذ کر کے باقی کل مال مکان و اسباب وغیرہ سب کا ربح زوجہ کو دیں گے پھر صرف باقی مکانات و اثاث البیت شاہ محمد کو بحکم وصیت ملیں گے باقی جو کچھ بچا سب زوجہ کا ہوگا وصیہ خواہ رداً۔

(۳) اُن زیوروں سے مدعا علیہ کو کسی حال کوئی ذرہ نہیں مل سکتا وہ تمام و کمال عالم خاتون کے ہیں انھیں چھوڑ کر باقی تمام مال کے لحاظ سے جواب نمبر ۲ کا حکم جاری کرینگے مگر مکانات و اثاث البیت کے سوا کوئی اور زیور مترکہ بھی شاہ محمد کے پاس ہے جیسا کہ دعویٰ زوجہ ہے تو اس میں سے شاہ محمد کو حصہ نہ دیں گے اس کا حصہ صرف مکانات و اثاث البیت میں ہوگا۔

(۴) اخراجات تجہیز و تکفین کا بار ترکہ خواہ عالم خاتون کے حصے پر ہونے کا یہاں کچھ ثبوت نہیں بلکہ صورت روداد سے ظاہر کہ وہ صرف ایک تبرع تھا کہ شاہ محمد نے اپنے عمن کے ساتھ اسکی درخواست پر کیا۔



(۵) ہاں وہ وصیت شرعاً جائز و موثر ہے اور اُسے ایک حصہ مکان حکم جواب نمبر دوم وراثۃً ملنا اس کے نفاذ کا کچھ مانع نہیں۔ پس اگر مدعیہ اعتراض سے پہلے وصیت مدعا علیہ کو قبول کر چکی تھی تو جملہ مکانات و اثاث البیت کا مالک شاہ محمد خاں ہے اور دو ثلث مکانات میں حتیٰ آسائش عالم خاتون کو تا وقتیکہ وہ نکاح ثانی نہ کرے اور اگر مدعیہ نے اس کی وصیت کو نہ مانا تھا تو ثلث کل مال کے حد تک مکانات اثاث البیت کا حصہ شاہ محمد کو ایک ربع عالم خاتون کو ملے گا ان دونوں حصص کے بعد جو حصہ مکانات بچا اس میں وقت مذکور تک عالم خاتون کو حتیٰ سکونت حکم وصیت ہوگا۔

(۶) ہاں ظروف میں بھی وصیت استعمال زوجہ کے لئے جائز ہوتی اگرچہ بروئے جواب نمبر ۲ کچھ حصہ ظروف کی وہ مالک مستقل ہو جائے اور حتی متوفی میں رہنے کی شرط اس وصیت میں نہ تھی یہ وصیت تاجیات زوجہ نافذ رہے گی اگرچہ وہ نکاح ثانی کر لے اور اُس کا نفاذ اُسی طور پر ہوگا کہ بحال قبول وصیت و ثلث کل ظروف ورنہ بعد اخراج وصیت تاحید ثلث مال و اخراج حصہ ربع باقی میں نافذ ہوگی اور بہر حال خاص موقع محفل امانین شہیدین کہ جس قدر ظروف کہ شاہ محمد کو ضرورت ہو اُسے اس وقت خاص میں اس وصیت زوجہ سے مستثنیٰ ہوں گے۔

(۷) جو حصہ جس مال میں جس کا ہے اس کے عین سے اُس کو دیا جائے گا قیمت لینا دینا صرف رضامندی ہر دو فریق پر منحصر ہے اس میں حاکم کو کسی چیز کا اختیار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## حکم اخیر

(۱) سماعیہ کہ وہ زیور تمام و کمال عالم خاتون کے ہیں شاہ محمد خاں کا اس میں کچھ حتی نہیں اور از انجا کہ وہ اُن میں ملک عالم خاتون تسلیم کر کے عالم خاتون کو تسلیم کر چکا اب وہ نفاذ وصیت شاہ محمد خاں کے لئے ثلث مال میں محسوب بھی نہ ہوں گے۔

(۲) وہی زیور حسب اقرار زوجہ مہر زوجہ میں ہیں اس سے زائد کسی تفتیش کی حاکم کو حاجت نہ بلا دعویٰ قضا کی اجازت۔

(۳) خرچ تجیز و تکفین شاہ محمد خاں نے تبرعاً کیا لہذا ترکہ اس بار سے بھی بری ہوا اب نہ رہی مگر عالم خاتون کے میراث اور مکانات اثاث البیت میں مدعی و مدعا علیہ دونوں کی وصیت مدعیہ کا دعویٰ کہ شاہ محمد کے پاس ترکہ کے اور زیور بھی ہیں شاہ محمد کا دعویٰ کہ مدعیہ بعد وفات شوہر اُس کی وصیت کو قبول کر چکی ہے، اب چار صورتیں ہیں :

**اول :** دونوں دعویٰ ثابت ہوں مثلاً شاہ محمد نے اور زیوروں کا اقرار کر لیا یا عالم خاتون نے اُسے گواہوں سے ثابت کر دیا یا شاہ محمد پر قسم رکھی اور وہ قسم کھانے سے انکار کر گیا یونہی عالم خاتون نے قبول وصیت بعد وفات شوہر کا اقرار کر لیا یا شاہ محمد نے اُسے گواہوں سے ثابت کر دیا یا عالم خاتون پر قسم رکھی اور وہ قسم کھانے سے انکار کر گئی۔

**دوم :** دونوں بے ثبوت رہیں۔

**سوم :** عالم خاتون کا دعویٰ ثابت ہو اور شاہ محمد خاں کا پایہ ثبوت کو نہ پہنچے۔

**چہارم :** اس کا عکس۔

صورتِ اولیٰ میں جملہ مکانات و اثاث البیت کا مالک شاہ محمد خاں ہے اور ان کے وثلث سے انتفاع کا حق عالم خاتون کو ہے مکانات سے تانکاح ثانی اور اثاث البیت سے مطلقاً اگرچہ نکاح ثانی کر لے صرف ظروف بقدر ضرورت محفل امامین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اُس وقت خاص میں مستثنیٰ ہیں بہر حال اثاث البیت سے کوئی چیز مطلقاً جب تک عالم خاتون زندہ ہے اور وثلث مکانات سے جب تک وہ نکاح نہیں کرتی شاہ محمد خاں بیع نہیں سکتا، رہا وہ دو سران زیور کہ شاہ محمد کے پاس اس کی تنہا مالک عالم خاتون ہے ربع فرضاً باقی رد۔

صورتِ ثانیہ میں مکانات و اثاث البیت کا ایک سدس عالم خاتون کا اور پانچ سدس شاہ محمد خاں کے ہیں اور نصف مکانات و اثاث البیت سے حسب تفصیل مذکور صورتِ اولیٰ عالم خاتون کو حق انتفاع ہے اور اُسی تفصیل سے اس نصف کے بیع کا شاہ محمد خاں کو اختیار نہیں۔

صورتِ ثالثہ میں مکانات و اثاث البیت اور وہ زیور دوم سب کی قیمت لگا کر اُس کے ثلث کے حد تک شاہ محمد کو مکانات و اثاث البیت سے دیا جائے باقی مکانات و اثاث البیت اور کل زیور دوم ان سب کا ربع عالم خاتون وراثۃً پائے اس کے بعد مکانات و اثاث البیت میں حصہ رہا اس کے رقبہ کا مالک شاہ محمد خاں اور بتفصیل سابق اس کی منفعت کی مالک عالم خاتون اور تین ربع باقی ماندہ زیور دوم عالم خاتون کو یکدم رد۔

صورتِ رابعہ کا حکم مثل صورتِ اولیٰ ہے سوائے حکم زیور دوم کہ وہ اس صورت میں

موجود نہیں۔

**تنبیہ :** ظاہر مراد یہ کہ متوفی کے ذمہ اور کوئی دین نہیں اس بنا پر یہ تمام تفصیل ہیں اور اگر اور بھی دین ہوں تو اب یہ تحقیق بھی لازم ہوگی کہ وہ پہلے زیور کہ سماء سے کا بتایا گیا عالم خاتون کے

مقدار حصہ سے زائد ہے یا نہیں اس تقدیر پر تقسیم میں بہت تبدیل راہ پائے گا اگر یہ صورت ظاہر ہو تو اس دین کی تعداد اور مہر مثل کی مقدار اس کے متعلق تمام امور کی تحقیق کے بعد صورت موجودہ بتا کر سوال کرنا چاہئے۔

وبالله التوفیق واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم آمین والحمد للہ رب العالمین۔

توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمارے سردار و مالک محمد مصطفیٰ اور آپ کے تمام آل و اصحاب پر درود، سلام اور برکت نازل فرمائے، آمین۔ اور تمام تعسیر نفیس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ (د ت)

مسئلہ ۱۵۹ از شہر علیگڑھ محلہ مدار دروازہ مرسلہ عمر احمد سوداگر پارچہ بنارس

۴ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

ہندہ کے زمانہ باپ بھائی بہن نہ اور کوئی رشتہ دار ہے جو سوائے زید کے وارث ہو ہندہ کے پاس ذاتی اُس کا اسباب ہندہ بیس روپیہ کا تھا اور دو تین سو روپیہ کا اسباب زید کا دیا ہوا ہے جو زید کے پاس ہے زید سے ہندہ نے اپنے مال کی بابت کچھ نہ کہا زید نے ہندہ سے کہا کہ تم منت مانو کہ اچھے ہونے پر میں کنواں بنواؤں گی اگر تم مرجاؤ گی تو میں کنواں اور مرمت مسجد کرا دوں گا تمھارے مال میں سے ایک جتہ نہ لوں گا میں جو دے چکا وہ تمھارا ہے میں وہ ان شاء اللہ خیرات کر دوں گا بلکہ اپنے پاس سے اور جو مجھ کو میسر ہو گا لگا دوں گا، ہندہ نے اور شخصوں سے کہا کاش میں مرجاؤں تو میرا کل مال بیچ کر مسجد یا کنواں بنا دینا کہ مجھ کو ہمیشہ ثواب ملتا رہے، زید سے اس وجہ سے نہ کہا کہ زید خود کہا کرتا تھا کہ میں تمھارا مال خیرات کر دوں گا، پس اس صورت میں زید وہ مال بیچ کر کنواں اور یا مرمت مسجد کرا سکتا ہے یا نہیں کیونکہ سوائے زید کے اس کا کوئی وارث نہیں ہے کنواں بنوا دینے کا زیادہ ثواب ہے یا مرمت مسجد کا؟ مردہ کو کس سے زیادہ ثواب ملے گا؟ اور کس سے اُسے زیادہ نفع ہوگا؟ کیا حکم شریعت ہے؟

الجواب

جو مال ہندہ کا تھا وہ تو تمھارا ہی جو زید نے بنا کر دیا اس کی بھی ہندہ مالک ہو گئی، بعد وفات ہندہ اس کے نصف کا زید وراثتاً مالک ہوا اگر اس کی وصیت کو قائم رکھتا ہے اور یہی

اُسے چاہئے کہ وہ وعدہ کر چکا ہے وعدہ خلافی نہ چاہئے جب تو وہ کل مال حسب وصیت صرف کر دے ورنہ نصف صرف کرنا ضرور ہوگا مسجد کی اصل عمارت اگر اپنی بقا کے لئے محتاج مرمت ہے تو وہ ہی کنوئیں سے افضل ہے اور اگر مرمت گچکاری اور سفیدی سے مراد ہے تو کنواں اس سے افضل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۰ از کاٹھیاواڑ دھوراجی محلہ سپاہی گران مرسلہ حاجی عیسیٰ خان محمد صاحب

۲۹ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

یہ وصیت نامہ قابل عمل ہے یا نہیں؟ اگر قابل عمل نہیں ہے تو یہ لوگ جن کو فیصلہ کرنے کے واسطے کر گیا ہے کیا کرنا چاہئے اگر اس وصیت نامہ پر عمل نہ کرا دیں تو مقدمہ کورٹ کو جائیگا اگر حقدار کی بیشی پر باہم راضی ہو جائیں تو عمل کرایا جائے موصی کو مرے ہوئے چھ سات برس کا عرصہ ہو گیا اس درمیان میں خورد و نوش اور ایک لڑکی کی شادی اسی مال سے ہوئی۔

اس کی کیا صورت ہے اور وہ لڑکی بالغ ہے شریعت کے مطابق تقسیم پر حصہ زوجہ کو کم ملتا ہے اور وصیت کے مطابق ٹھیک ملتا ہے وہ وصیت پر راضی ہے اس صورت میں اس کو زیادہ دے کر باقی حصہ سب شریعت کے مطابق ہوں تو یہ جائز ہے جن کو موصی وصیت کر گیا اور حکم مقرر کر گیا ہے عدم جواز کی صورت میں اُن کو کیا کرنا چاہئے، کنارہ کشی یا حکم کرنا؟ علاقائی بھائی کے مال سے حصہ ترکہ مثل حقیقی کے ہے یا کم و بیش؟

### الجواب

ملاحظہ وصیت نامہ سے ظاہر کہ حاجی محمد نور محمد نے اپنی زوجہ آئی حور اور دو دختر آمنہ و حلیمہ اور برادر زادے چھوڑ کر انتقال کیا اور اپنے مال میں ایک طویل وصیت کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ چار چار ہزار چار سو روپے دونوں دختروں کو دیئے جائیں فرزند عائشہ کے نام جو رقم کمپنی میں جمع ہے اُس کی لڑکی حلیمہ کو دی جائے میری جائداد منقولہ وغیرہ منقولہ زوجہ کو دی جائے جب اس کا انتقال ہو جائے اُس کے بعد ہزار ہزار روپے لڑکیوں کو اور دیئے جائیں اور بقیہ ملکیت بھتیجیوں پر برابر تقسیم کر دی جائے اور میری روح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے ہزار روپیہ مدرسہ کو دیا جائے بعد انتقال زوجہ یہ تین ہزار وضع کر کے باقی کل بھتیجیوں کو دینے کے لئے مختاروں کو حکم کرتا ہوں چھ شخصوں بلکہ سات یعنی زوجہ کو بھی اپنا وصی کیا کہ لکھا کہ مختاروں یعنی اوصیائے مذکورین کو آئی حور کی زندگی میں اس کی صلاح کے موافق عمل کرنا چاہئے نیز لکھا میری زوجہ کے مشورہ سے



صرف کریں۔

اب یہاں تین قسم کی وصیتیں ہیں :

اول : حلیمہ بنت عائشہ کے نام اس کا حکم یہ ہے کہ عائشہ حاجی محمد کی بیٹی کہ اس کے سامنے انتقال کر گئی جیسا کہ عبارت وصیت نامہ سے مفہوم ہوتا ہے جو رقم کمپنی میں اس کے نام سے جمع ہے اگر وہ رقم عائشہ کی ذاتی تھی جب تو بعد وفات عائشہ حاجی محمد اس میں سے صرف اپنے حصہ پدری کا مالک ہوا اگر عائشہ نے وارث یہی دختر حلیمہ اور باپ چھوڑے تو بعد عائشہ نصف رقم حاجی محمد کی ہوئی اور اگر عائشہ کے اور وارث بھی رہے مثل شوہر وغیرہ تو حساب فرائض سے جو حصہ حاجی محمد کا بکلی بہر حال یہ وصیت کہ حاجی محمد نے حلیمہ بنت عائشہ کے لئے کی وہ صرف اُس حصہ پر نافذ ہوگی جو اس روپے میں حاجی محمد کا ہوا اور اگر وہ رقم عائشہ کی ذاتی نہ تھی بلکہ حاجی محمد نے اپنے مال سے اُس کے نام جمع کی تھی تو اس میں دو صورتیں ہیں اس وقت اگر عائشہ نابالغہ تھی تو کل رستم عائشہ کی ہوگئی :

فان الجمع باسمها تمليك هذا عرفا      بلشک اس کے نام سے جمع کرنا عرف کے  
وهبة الاب للصغير تتم بمجرد      اعتبار سے تمليك ہے ، اور نابالغ کے لئے  
الايجاب ۔      اس کے باپ کا ہبہ فقط ايجاب سے تام

ہو جاتا ہے ۔ (ت)

یونہی اگر بالغہ تھی اور جمع کرنے سے پہلے حاجی محمد نے عائشہ کو وہ رقم دے کر قبضہ کر لیا اگر اُس کے بعد جمع کی جب بھی کل رقم عائشہ کی ہوئی ان صورتوں کا بھی وہی حکم ہوگا جو عائشہ کے ذاتی مال ہونے میں تھا اور اگر عائشہ اُس وقت بالغہ تھی اور اُسے بے قبضہ دلائے یہ رقم اس کے نام جمع کر دی اور تا وفات عائشہ باذن پدر اُس کے قبضہ میں نہ آئی تو ہبہ باطل ہو گیا :

لان موت احد العاقدین قبل التسليم      کیونکہ سپردگی سے پہلے عاقدین میں سے کسی  
يبطلها كما في الدر وغيره ۔      ایک کی موت ہبہ کو باطل کر دیتی ہے جیسا کہ

در وغیرہ میں ہے (ت)

اس صورت میں وہ کل رستم ملک حاجی محمد ہے اور وہ سب حلیمہ بنت عائشہ کے لئے

وصیت ہے ۔

دوم : ہزار روپے مدرسہ کے لئے یہ وصیت اگرچہ اس نے انتقال زوجہ کے بعد رکھی مگر وصیت قابل اضافت بزمانہ آئندہ ہے لانہا لا تکون الا مضافۃ لما بعد الموت (کیونکہ وصیت نہیں ہوتی مگر اس حال میں کہ وہ موت کے بعد کی طرف منسوب ہو۔ ت) درمختار میں ہے :  
ما تصح اضافتہ الی الزمان المستقبل جس کی نسبت آئندہ زمانے کی طرف صحیح ہوتی ہے  
الا یصاء والوصیۃ ۛ وہ ایصاء و وصیت ہے۔ (ت)

تو اس کا نفاذ بعد انتقال زوجہ ہی ہوگا۔ یہ دونوں وصیتیں یعنی جو رقم بنام عائشہ جمع ہے کل یا اس میں سے جو حصہ حاجی محمد ہو اور ہزار روپے مدرسہ کے یہ مجموع اگر حاجی محمد کے ثلث مال سے زائد نہیں تمام وکمال بے اجازت ورثہ نافذ ہوں گے ورنہ تا حد ثلث، اور اگر ان کا مجموعہ ثلث مال سے بھی بڑھتا ہو تو ثلث مال حاجی محمد ان دونوں وصیتوں پر حصہ رسد تقسیم ہوگا۔

سوم : باقی وصیتیں دونوں دختروں اور زوجہ کے نام ابتداءً اور بعد موت زوجہ دونوں دختروں اور بھتیجیوں کے لئے، یہ سب وصیتیں وارث کے لئے ہیں اور وارث کے لئے وصیت بے اجازت دیگر ورثہ اصلاً مقبول نہیں۔

کہا فی الکتب قاطبۃ وفی الحدیث ان الله اعطى كل ذي حق حقه لا وصیۃ لوالث الا ان یحبزها المورثۃ ۛ  
جیسا کہ تمام کتابوں میں ہے۔ حدیث میں ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق عطا فرمادیا، خبردار وارث کے حق میں وصیت نہیں مگر یہ کہ دیگر ورثہ اس کی اجازت

دے دیں۔ (ت)

پس اگر ورثہ اس وصیت پر راضی نہ ہوں تو ثلث مٹو کہ میں حلیمہ بنت عائشہ اور مدرسہ کی وصیتیں حسب تفصیل بالا نافذ کر کے جو مقدار حلیمہ بنت عائشہ کے لئے وصیت ٹھہرے اسے دے دیں اور جو حصہ مدرسہ کا ثابت ہو یعنی مجموع ہر دو وصیت مدرسہ و حلیمہ بنت عائشہ ثلث مال سے زائد نہ ہونے کی حالت میں پورے ہزار روپے ورنہ بحساب حصہ رسد جتنا روپیہ مدرسہ کا ٹھہرے اس کے لئے محفوظ رکھیں کہ اس کا نفاذ بعد انتقال زوجہ ہوگا بقیہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ

لہ الدر المختار کتاب البیوع باب المتفرقات مطبع مجتبائی دہلی ۵۴/۲

ۛ سنن ابی داؤد کتاب الوصایا ۴۰/۲ و جامع الترمذی ابواب الوصایا ۳۳/۲

سنن ابن ماجہ ابواب الوصایا ص ۱۹۹ و سنن النسائی کتاب الوصایا ۱۲۶/۲

ۛ سنن الدارقطنی کتاب الفرائض حدیث ۴۰۸۱ دار المعرفۃ بیروت ۳۳۴/۲

سب حسب فرائض تقسیم کر دیں یوں کہ اس میں آٹھواں حصہ زوجہ کا اور دوثلث آئمہ و علیمہ بنت موسیٰ کے باقی بھتیجوں کا۔ اگر اس پر ناراضی ہو تو مختاروں کو خلاف حکم شرع کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔ مقدمہ کورٹ کو جائے خواہ کچھ ہو، بحال عدم اجازت دیگر ورثہ مختاروں کو یہ بھی جائز نہیں کہ مذکورہ کو اس کے حق شرعی سے زیادہ دیا تو باقیوں پر مطابق شرعی تقسیم کریں بلکہ جب ایک وارث کو اس کے حق شرعی سے زائد دے کر باقی حق مطابق شرعی تقسیم کب ہوئی کہ شریعت سے اُن کا زائد تمقا اور دیا کم۔ مختاران مذکورین وصی ہیں حکم نہیں نہ بے رضائے فریقین کوئی حکم بن سکتا ہے اگرچہ موسیٰ اُسے حکم بناتا کہ موسیٰ کو نزاع ورثہ فیصل کرنے کے لئے کسی کو حکم بنانے کا اختیار نہیں۔

اذلیس له علیہم ولایۃ الحکم لاسیما کیونکہ موسیٰ کو خود ان پر حکم کی ولایت حاصل نہیں بعد الموت فکیف یولی علیہم غیوہ خصوصاً موت کے بعد، تو وہ کسی دوسرے کو للحکم۔ ان پر حکم کا ولی کیسے بنا سکتا ہے۔ (ت)

لہذا اگر ورثہ راضی نہ ہوں مختاروں کو کنارہ کشی لازم ہے اپنی طرف سے کچھ حکم نہیں کر سکتے ہاں ورثہ سب عاقل بالغ ہوں اور آپس میں جیسی کمی بیشی پر چاہیں راضی ہو جائیں تو وہ اس کا اختیار رکھتے ہیں اس کے مطابق عمل کرایا جائے لان الحق لہم ولا حرج علیہم من الشرع (کیونکہ حق ان کا ہے اور ان پر شرع کی طرف سے کوئی پابندی نہیں۔ ت)

مسئلہ از شہر ربلی مرسلہ اہلیہ کلال حکیم اکرام الدین صاحب مرحوم معرفت عبداللہ ملازم محلہ کٹرہ بروز شنبہ بتاریخ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

حضرت مولوی صاحب قبلہ مدظلہ العالی بعد سلام مسنون کے یہ عرض ہے کہ جناب والا سے مجھے ایک سوال کا جواب حاصل کرنا مقصود ہے یہ کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کو کسی ضرورت کے پور کرنے کو بطریق قرض کچھ زیور دیا اور یہ کہا کہ یہ زیور رہن کر کے اپنا کام انجام دے لو بعد کو واکزاشت کرا کے دے دینا کچھ عرصہ کے بعد یعنی واکزاشت زیور سے قبل دائن یعنی مالک زیور کا انتقال ہو گیا مدیون کو ایک ثالث شخص کی زبانی یہ دریافت ہوا ہے کہ دائن نے قبل انتقال کے یہ وصیت کی ہے کہ اگر میرا انتقال ہو جائے تو زیور واکزاشت کرنے کے بعد یہ زیور مجھ دائن کے بیٹے کو نہ دیا جائے بلکہ میرے پوتے کو دیا جائے۔ اطلاعاً یہ بھی عرض ہے کہ دائن کی وصیت بیان کرنے والے ایک معمولی شخص ہیں کچھ مقدس یا ابرار برگزیدہ شخص نہیں پھر بھی ممکن ہے کہ دائن نے بعالم بدحواسی وہ وصیت کر دی ہو مریض کے مرض کی شدت میں یا مرنے سے کچھ وقت پہلے

جو اس درست نہیں رہتے ہیں اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے، یہ بھی اطلاع کرنے کی ضرورت ہے کہ دائن کا پسرجو ہے وہ شراب خوار نہیں ہے قمار باز نہیں ہے کسی طرح کی بدچلنی یا آوارگی کی بھی بالکل شہرت نہیں ہے بجائے اس کے بہت غریب اور تنگ دست آدمی ہے، مرحوم کا پوتا جو ہے وہ بعمر پانزدہ سالہ ہے اور سعادت مند نیک چلن نہیں ہے اس کی آوارگی سے یہ ضرور اندیشہ ہے کہ اگر یہ زیور دائن کے ہوتے کو دیا جائے گا تو ضرور ضائع کر دے گا، زیور قیمتی کم و بیش پانچ سو روپے کا ہے، اس ہفتہ میں زیور واکزاشت ہو گیا ہے اب یہ زیور دائن کے پسرجو دینا چاہئے یا کم ہوتے کو بہ جواب مناسب مع دستخط و مہر محنت فرمایا جائے، فقط۔

### الجواب

جس نے زیور عاریت لیا تھا اُسے چاہئے مالک زیور کے سب وارثوں کو جمع کر کے اُن کے سپرد کر دے، اور اگر صرف ایک بیٹا ہی اس کا وارث ہے تو اُسی کو دے دے وہ وصیت اس شخص سے تعلق نہیں رکھتی، نہ یہ اُسے بطور خود نافذ کرنے کا کچھ اختیار رکھتا ہے خصوصاً اس حالت میں کہ وہ ابھی پایہ ثبوت کو بھی نہ پہنچی، ایک شخص اور وہ بھی ثبوت نہیں وہ وصیت اگر مالک نے واقع میں کی ہے تو جسے کی ہے تو ایسا کرنا وہ وصی ہوا اس کے ذمہ اس کی فکر ہے ورنہ اگر صرف اس بیان پر وصیت تسلیم کر لیں اور سب عاقل بالغ ہوں ثلث مال میں نافذ کریں اور اگر نہ مانیں تو اسے گواہان شرعی سے ثبوت دینا ہو گا بے ثبوت نافذ نہ کی جائیگی یہ وصیت اگر خود ہی عاریتہ لینے والے کو کی ہے تو اس کے لئے یہی حکم ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۲ از ضلع ممبئی تال موضع درو اشفاق حسین خاں روز شنبہ بتاریخ ۲۴ رجب ۱۳۳۴  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں کہ مورث عثمان خاں مرحوم نے ایک رقم بمقابل مصروف خیر ایک عزیز امین صاحب کے امانت رکھ دی تھی جس کو بارہ برس گزر گئے ہنوز ادھی رقم موجود ہے اُسی زمانہ میں عثمان خاں مرحوم کے مرنے کے بعد ہی ایک لڑکے اور دو بیٹی مرنے سے کام خراب ہو گیا اب ایک نور چشمی اندھی اور دو پوتی اور ایک بیوہ زندہ موجود ہیں پردہ نشین اندھی لاوارث بیٹی و بہو خواہش ظاہر کرتی ہیں کہ ہمارے باپ کی خیراتی رقم امانت شدہ سے ہمارے اور ہمارے دوسرے بچوں نابالغ کے خیرات میں ہے مزور مش معلوم ہو جائے تو دوسروں کی خیرات



اور در در کی امداد سے جس اب امین صاحب چراغ سحری صد سالہ نے بوجہ پیری و پیرانہ سالی اپنے جملہ کار اپنے سعادت مند بخوردار کے تفویض فرما کر امید کر لی ہے کہ مثل امین صاحب کے نیک کاموں مصرف خیر کی رستم ضروریات تعمیر مسجدوں و بیاہ شادیوں میں محتاجوں کو حسب ضرورت آئندہ تقسیم کر دی جائیگی لہذا اس رقم مصارف خیر سے مورث اعلیٰ کی بیٹی پردہ نشین اپنی اور اپنی بھتیجیوں کی تعلیم و خور و نوش کے واسطے بمذخیرات خیرات مانگتی ہیں امین صاحب اس معاملہ رقم مصرف خیر کو علماء کی رائے پر چھوڑتے ہیں پس بمقابلہ امانت دائمی و رفتہ رفتہ مستحسن طریقتہ پر خرچ و صرف ہونے کے برخلاف ان بچوں کے تربیت و تعلیم قرآن حقیقی اندھی لاوارث بیٹی نمازی پردہ نشین کی صرف طعام و بیوہ بہو باعظمت کی خور و صرف بطریقتہ خیرات میں رقم خرچ و واپس دے دینے سے امین صاحب مخدوم مواخذہ گیر خدا و رسول کے نہیں ہو سکتے ہیں۔ بنیوا تو خدا۔

### الجواب

عثمان خاں نے اگر وہ رقم امین صاحب کے پاس خیرات کرنے کے لئے امانت رکھی اور اس کے ساتھ کوئی لفظ وصیت کا نہ تھا کہ بعد میرے جو مال بچے وہ بھی یوں ہی خیرات ہو یا ہوا کرے جب تو عثمان خاں کے مرتے ہی وہ مد باطل ہو گئی اور یا قیام نہ جس قدر رقم تھی وارثان عثمان خاں کی بلک ہو گئی اب امین کو جائز نہیں کہ کوئی پیسہ بے ان کی اجازت صحیحہ کے خیرات کرے اور لازم ہے کہ باقی تمام رستم وارثان عثمان کو واپس دے اور اگر الفاظ وصیت تھے تو ان لفظوں کی تفصیل اور یہ کہ یا قیام نہ رستم املاک عثمان خاں بعد اوائے دین کے قدر ثلث سے زائد ہے یا نہیں، زائد ہے تو کس قدر، اور بعد عثمان خاں امین نے اس میں سے کچھ خرچ کیا یا نہیں، کیا تو کس قدر، اور باجائز یا بلا اجازت۔ ان سب باتوں کی تفصیل اور یہ بھی کہ عثمان خاں پر کوئی دین تھا یا نہیں، اور تھا تو کس قدر۔ ان سب باتوں کی تفصیل معلوم ہونے پر جواب دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از غنی تال موضع وڈاکنانہ کچھا یکشنبہ ۲۶ رجب ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اٹھارہ سو روپیہ عمر کے پاس جمع کر کے اپنے حقیقی بھتیجے اور حقیقی داماد سے کہا کہ جس وقت دو ہزار روپیہ جمائیں گے تو اس وقت رستم مذکورہ سے کوئی جائداد خرید کر کے وقف کر دوں گا اس پر برادر زادہ نے بخیال دُور اندیشی سے کہا کہ اس رقم موجودہ سے آج ہی کسی مدرسہ اسلامیہ کی امداد فرمائیے تاکہ آپ کے روبرو یہ رقم خرچ ہو جائے، تب زید نے جواب دیا کہ رستم ہنوز پوری نہیں ہے، پھر زید نے بیٹے سے کہا کہ چھوٹا لڑکا میرا جو

اس وقت خواندگی میں ہے بشرط نیک چلنی و سعادت مندی کے رقم مذکور کو اُس کے سپرد کر دوں گا تاکہ بعد موت میری کے فی سبیل اللہ آمدنی اُس روپیہ کی خرچ کرتا رہے اور اصل روپیہ قائم رکھے در صورت بد چلنی کے جائداد خرید کر کے خانہ کعبہ کے نام کر دوں گا۔ ہنوز مشروط مختلف خیالات اور تنہا کی ہوتی وصیت اور تعداد رقم دو ہزار روپے پورے نہ کر سکے تھے کہ زید صاحب کا انتقال ہو گیا اور تعدادی انیس سو پچیس روپے کی رقم کا ذخیرہ کے سوا دوسرے جائداد ملک تو سو روپے کے خرید شدہ ذاتی اور متروکہ خوشدرا من زید و سالی لا ولد و زوجہ منکو حہ خود قیمتی صد سو روپیہ کے مالک بن کر اپنی حیات میں ثبات عقل کے ساتھ مبلغ پندرہ سو روپیہ کے کل جائداد ملک ساتھ برخورداران بالغ و نابالغ کے نام بسبب بخل و ہم حق رسی مرد و نور چشمان شادی شدہ کے تحریر رجسٹری کرادی تحریر شدہ جائداد اور رجسٹری کے ڈھاتی تین اندازاً زیادہ سے زیادہ چار سال کے بعد سب سے بڑا لڑکا میرا اُس کے شرعی حصہ سے جو متروکہ تھا پھر دوبارہ ہمیشہ میں کو جبر یہ محروم رکھا گیا اب زید کی حقیقی بیٹی نابینا نمازی عمر پچیس سالہ اور سالی کا لڑکا عمر پینتالیس برس اور لڑکی سالی کی عمر پچاس برس بجلت نائب رسول اللہ کے سلسلے شہادت دینے کو تیار ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ چشم دید گفتگو و زوجہ ہندہ زماذ علالت و نیز علالت سے قبل بصورت رضا مندی و بصورت مناقشہ ماں باپ زندہ و مردہ عورت یگانہ و غیرہ و عزیز سے رو برو مرے یا مرے باپ کے سامنے یا ہمارے یا ہمارے خالو پھوپا کے بالمشافہ لینے زید کے رو برو ہمیشہ ہمیشہ یہ دریافت ہوتا رہا ہے کہ قسم عدم معافی قرض دی مہر کے جو تعدادی یا پنچہزار روپیہ پچاس اشرفی محمد شاہی بتلاتے ہیں دوسرا قرضہ زر نفعہ کسی دوسرے شخص کا زید پر نہ تھا جن کے بالعوض زید نے اپنی زندگی میں مامد و انمی چراغ روشن خیالی سے انفیاط حقوق نور چشمان کر کے صرف مرد و فرزندوں کو کل اپنی جائداد ملک معافی پر مثل ذات خود مالک اصلی بنا دیا تھا اور خود سرپرست اور ولی بن کر آمدنی ملک فرزندان اپنے قبضہ میں اور آمدنی پیشہ ملازمت سے مبلغ دو ہزار روپے کی رقم پوری ذکر سکتے تھے کہ فوت ہو گئے حضور کے فتویٰ کے جواب میں پرسش دین کے جواب میں حلفاً دریافت حال کر کے واقعات اصلی لکھے گئے لیکن زید صاحب نے اپنی زندگی یا بیماری میں کوئی خاص مجمع جمع کر کے یا کسی بالغ بیٹا بیٹی کے مشورہ سے یا دیگر شہادت معتبر و رثاء یا عزیز و رثاء کی موجودگی میں حالات مذکورہ و تذکرہ وصیت میں اپنی اصلی اصل رائے ظاہر مصرف خیر نہیں کی ہاں صرف عمر صاحب سے زید نے چند مزید روپے کے جمع کرنے کے ہنگامہ تذکرہ کر دیا تھا کہ اس مال جمع کو کا ذخیرہ میں خرچ کر دینا عمر صاحب نے

اس زید کے قول کو بطور وصیت تصور کر کے دو ثلث روپیہ وارثان زید کو اور ایک ثلث روپیہ سے کچھ روپے حصہ بلا اجازت وارثان مذکور دو ایک کام میں مثل جدید مسجد بنانے میں اور سید صاحب کی لڑکی کے مصارف جہیز میں اور چاہ بنانے میں خرچ کر دیا، اب یہ فعل عمر صاحب کا جائز ہے یا نہیں، اور وصیت اس قسم کی درست ہے یا نہیں، بقیہ روپیہ ثلث کا بعد عرصہ بارہ برس کے بھی یعنی نیک کاموں میں خرچ کرنے سے بچا ہوا اب قریب قریب تین سو پچیس روپیہ کے عمر صاحب کے پاس موجود ہے اس روپے کو پانے کے واسطے مورث اعلیٰ زید کی بیٹی انڈھی اور دو پوتے بعمر ایک سال و ہفت سالہ ہیں مصرف خیر سے اپنے رفع محتاجی کے واسطے خیرات مانگتی ہے محتاجی و پریشانی کے سبب موجودہ عدالت کے خرچ و صرف جدا بجائے جھگڑہ عدالت سے و امیں۔ منجملہ اصلی رقتہ ثلث مبلغ چھ سو پچاس کے اب تین سو پچیس باقی ہیں۔ حقدار زید کی نور چشمی نابینا، زید کے فرزند خالد کی بیوہ، اولاد حقیقی تین بچے ہفت سالہ و ایک سالہ دوسرا بچہ، دوسرا زید کا فرزند بکرو لاوارث مرا زوجہ سے دین شرعی وصول کیا۔ صرف اتنے ہی حقدار موجود ہیں، اس زمانہ میں جبکہ زید کا روپیہ تقسیم و رٹا رہا ہو چاہئے تھا تو صرف کے فرزند خالد و بکرو نور چشمی زندہ تھے۔ روپیہ ثلث بھی محض مصرفیت زبانی پر تقسیم ہو کر باقی رہا اب وہ پانچ سال جلد فوت ہو گئے۔

### الجواب

یہ سوال متعدد بار آیا اور ہر بار مختلف اور خود اس بار کہ سب کے مشورہ سے لکھا جانا بیان کیا اس ایک ہی پرچہ میں اختلاف ہے۔ اوپر لفظ یہ ہیں کہ خرچ کر دوں گا اور آخر میں کہ خرچ کرنا۔ اہل نے وقت استفسار بیان کیا کہ یہ صرف عمر و مدعی وصیت کا بیان ہے اور وہ بھی اتنا ہی بیان کرتا ہے کہ یہ کہا تھا کہ خرچ کر دینا، اس سے زائد لفظ اضافت معتبرہ فی الاصل سال نہ تھا صورت واقع اگر یہ ہے تو وہ وصیت نہ ہوئی وہ تمام و کمال روپیہ بعد مرگ زید وارثان زید کی ملک ہوا ان میں سے جس عاقل بالغ نے عمر کے ان تصرفات کو اپنی طرف سے جائز رکھا ہو فیہا اور اگر عمر کے بیان سے دھوکہ لکھا کہ وصیت سمجھ کر اجازت دی ہو تو تو وہ اجازت بھی معتبرہ نہیں کہ غلط گمان کی بناء پر ہے ولا عبدة بالظن

علہ اصل میں ایسا ہی ہے۔ ازہری غفرلہ  
علہ کذا فی الاصل ولعل الصواب فی الایضاء۔ ازہری غفرلہ

البین خطاً کا (جس کی خطا ظاہر ہو اس میں ظن کا اعتبار نہیں۔ ت) اور جو عاقل و بالغ نہ تھا اس کی اجازت تو کسی طرح معتبر نہیں، صرف اس پہلی صورت کے سوا یعنی جس عاقل بالغ نے زبردستی وصیت بلکہ از طرف خود اجازت دی ہو اس کے حصہ کے سوا باقی تمام ورثاء کے حصص اس روئے سے کہ عمرو نے مساجد وغیرہ میں صرف کیا ان کا تاوان دینا عمرو پر فرض ہے اور بقیہ جو تین سو پچیس رہ گئے ہیں لازم ہے کہ وارثان کو دے ورنہ حق العباد میں گرفتار رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۳ مسئلہ شیخ محمد انعام الہی صاحب سوداگریپ صدر بازار میرٹھ ۵ صفر ۱۳۳۵ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ نے اپنی بیماری میں اپنا جملہ زر نقد و زیور و اسباب وغیرہ جو ذاتی تھا اور بوقت شادی دیا گیا تھا وہ اور جو شوہر زید کے یہاں سے شادی میں چڑھایا گیا تھا جس کو زید نے دین مہر میں نہیں دیا اور نہ ہبہ کیا وہ کل کا کل اپنے برادر حقیقی وغیرہ کو وصیت کر کے فوت ہو گئی، اب عند الشرع شوہر اپنے مال کا جو بطریق رسم و رواج کے چڑھایا گیا تھا جس کو اس نے ہبہ نہیں کیا تھا مالک ہے یا نہیں؟ اور زوجہ کے مال میں سے شوہر کا حصہ ہے یا نہیں؟ اور مسماۃ متوفیہ لاولہ کی وصیت کل مال میں اپنے شوہر کے جاری ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بیٹنوا توجروا (بیان کیجئے اجر پائیے۔ ت)

### الجواب

چڑھاوے کا حکم اس قوم کی رسم و رواج پر موقوف ہے اگر ان میں عرف یہ ہے کہ عاریۃ چڑھاتے ہیں اور زوجہ کی ملک نہیں کرتے تو وہ چڑھاوے کی مالک نہیں اور اس میں اس کی وصیت باطل ہے مگر یہ کہ شوہر نے صراحتاً تملیک کر دی ہو کہ میں نے تجھے اس کا مالک کر دیا یا تجھے ہبہ کر دیا اور اگر وہاں عرف یہ ہو کہ بطور تملیک ہی چڑھاتے ہیں تو زوجہ بعد قبضہ مالک ہو گئی اور اس میں اسی کا اختیار ہے مگر یہ کہ شوہر نے صراحتاً نسی تملیک کر کے چڑھایا ہو کہ میں تجھے اس کا مالک نہیں کرتا بلکہ میری ہی رہے گا لاولہ زوجہ کے ترکہ میں شوہر کا نصف ہے مگر دین و وصیت کے بعد وصیت تہائی مال میں بے اجازت ورثہ نافذ ہوگی مگر عورت کا باپ یا دادا اس کے بعد رہا تو بھائی کے حق میں وصیت جائز ہے ورنہ بے اجازت ورثہ اصلاً جائز نہیں کہ وہ خود وارث ہے اور وارث کے لئے وصیت بے اجازت دیگر ورثہ نافذ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم



**مسئلہ ۱۶۵** مرسلہ مستجاب خاں صاحب از ریواڑی ضلع گورکانوں ۹ صفر ۱۳۲۵ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں کہ زید جج کو جاتے وقت حاجی علی جان والوں کے پاس  
 سے سات سو روپیہ کی ہنڈوی لکھوائے گیا اور اُن کی بھی میں یہ الفاظ لکھوا گیا کہ اگر میں یہ روپیہ  
 ہنڈوی کے ذریعہ سے مکہ شریف میں نہ لے سکا تو مسماۃ ثمر النساء بیگم کو جو میری حقیقی بھانج ہے  
 برمکان مولوی محمد سعید کو چہرہ سندت دہلی میں روپیہ مل جائے اور زبانی بھی مولوی محمد سعید صاحب سے  
 اور دو تین شخصوں سے کہہ گیا کہ میں نے فلاں صاحب کے یہاں سے سات سو روپے کی ہنڈوی لکھوائی  
 ہے اور یہی میں مذکورہ بالا بیان لکھوا دیا ہے اس کے بعد وہ جب جج کو گیا تو اُٹھائے راہ میں  
 زید موت ہو گیا چونکہ متوفی کتوارا و لاولد تھا اور حقیقی بھتیجا بھی نہیں چھوڑا تھا اس لئے زید کے متروکہ  
 مال کے اس کے چچا زاد بھتیجے عصبہ ہونے کی وجہ سے سرکاری سرٹیفکیٹ حاصل کر کے قابض و  
 مالک ہو گئے، جائداد متروکہ حسب ذیل ہے :

- (۱) مکان مالیتی تقریباً دو ہزار روپیہ
- (۲) دو ہزار روپے نقد جو بینک میں جمع تھے۔
- (۳) پانچ سو روپے جو ڈاک خانہ میں جمع تھے۔
- میزان مل چار ہزار پانچ سو روپے۔

مبلغ سات سو روپے جو زید کی بھانج نے حاجی علی جان والوں کے یہاں سے بھی کی تحریر  
 کے مطابق وصول کئے تھے اُن کا بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ یہ ہمارا ہی حق ہے اب سوال صرف یہ ہے  
 کہ آیا عند الشرع وہ عصبہات مذکورہ ان سات سو روپے کے مستحق ہیں یا بھی کی تحریر اور زبانی  
 دو تین شہادتوں کے سبب مسماۃ مذکورہ ثمر النساء بیگم اُس کی مالک و حقدار ہے کیونکہ ہنڈوی کی  
 رقم مذکورہ رقومات کی نسبت ایک تہائی سے کم ہے۔ یتوا تو جروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

### الجواب

زید کا وہ لکھوانا کہنا نہ مرض الموت میں تھا نہ اس میں اپنے بعد کا ذکر ہنڈوی کے ذریعہ سے  
 مکہ شریف میں نہ لے سکا معنی موت میں متعین نہیں لہذا کسی طرح وصیت کی حد میں نہیں آ سکتا  
 فلاں کو مل جائے ہے وہ ودیعت دونوں کو محتمل اور ودیعت اقل تو وہی متعین معہذا اور اگر عصبہ  
 صریح ہو تا جب بھی قبضہ ثمر النساء بعد موت و اہب ہو تو موت قبل قبضہ سے ہے باطل ہو گیا  
 فی الدس المختار من موانع الرجوع در مختار موانع الرجوع میں ہے کہ ہم سے مراد

والمیم موت احد العاقدین بعد التسليم فلو قبله بطل<sup>۱</sup>

واہب اور محبوبہ میں سے ایک کی موت ہے سیردگی کے بعد، اور اگر سیردگی سے قبل موت واقع ہوئی تو ہبہ باطل ہو جائے گا۔ (ت)

بہر حال اس بات میں ثمر النصار بگم کا کوئی حق نہیں واجب ہے کہ درشہ کو واپس دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ ۱۶۶** مسئلہ مادی حسین صاحب بریلی محلہ ذخیرہ ۱۴ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے بعزم حج بیت اللہ شریف اپنی حقیقت ملک کو فروخت کیا اور اپنا سکونت مکان زید (اپنے ہمشیر زادہ) کی لڑکیوں کے نام نصف نصف باضابطہ لکھ دیا اور قبل رو انگی اپنی حقیقت کی قیمت میں سے مبلغ پچاس روپیہ اس نیت سے کہ زید مذکور کی کنواری دختر کے نکاح میں کام آئیں گے زوجہ عمرو کے پاس بطور امانت چھوڑے اور یہ کہا کہ میں آئی یا نہ آئی یہ روپیہ زید کی کنواری لڑکی کے عقد کے صرف کا ہے اس کی خبر زید کو نہ کرنا اگر کسی نوع سے اس روپیہ کی خبر اس کو ہو بھی جائے تو اس کو ہرگز نہ دیا جائے و علاوہ ازیں چھ عدد بالیاں طلائی زید مذکور کی بڑی دختر کے پاس ہندہ نے چھوڑیں جس کا علم پورے طور پر نہیں کہ کس غرض سے چھوڑیں، آیا اس کو ہبہ کر دیں یا کیا کریں، کوئی کہتا ہے کہ زید کی دونوں لڑکیوں کی ہیں، کوئی کہتا ہے کہ ہندہ اپنی موت حیات اور فاتحہ درود کے واسطے چھوڑ گئی ہے، زید کی بڑی لڑکی کہتی ہے کہ مجھے دے ڈالی ہیں میں مالک ہوں، غرض اس کے بعد ہندہ ہمراہ زید مذکور معہ اس کی کنواری دختر کے مکہ معظمہ اذہا للہ شرفاً و تعظیماً چلی گئی بعد حج مدینہ طیبہ جا کر ہندہ نے قضا کی اور زید معہ اپنی کنواری دختر کے واپس وطن آیا ہندہ نے اپنی وفات کے بعد دو چھیرے بھائی چھوڑے جن میں سے ایک بھائی کا انتقال ہو گیا اور اُس نے دو لیسر اور ایک دختر منکوحہ اپنے وارث چھوڑے، زید مذکور کی دختر کا عقد اس کے نانا دادی کے صرف سے ہو گیا کیونکہ عجلت کی وجہ سے زوجہ عمرو سے ہندہ متوفیہ کے امانتی روپیہ کا بروقت نکاح زید کی لڑکی کے بند و بست نہ ہو سکا جو اس دم کام آتا۔ اب زوجہ عمرو سے ہندہ متوفیہ کے روپیہ کی ہر طرف سے مانگ ہے زید کہتا ہے کہ ہندہ کا روپیہ مجھے دینا اس معنی کر کہ ہندہ نے اس کو طفولیت سے پالا

اور پرورش کیا ہے اور زید کی لڑکی مذکورہ کہتی ہے کہ مجھے ملنا چاہئے اس لئے کہ میری شادی کے واسطے ہندہ چھوڑ گئی تھی۔ اور ہندہ کے چچرے بھائی متوفی کے وارث کہتے ہیں کہ ہم ہندہ متوفیہ کے متروکہ پانے کے بذریعہ اپنے پدر متوفی کے مستحق ہیں اگر ہندہ متوفیہ کا روپیہ دیا جائے تو ہم کو دیا جائے، صورت مسطورہ میں ہندہ متوفیہ کا روپیہ کس کو ملنا چاہئے اور بالیاں مذکورہ بالا کا کیا کرنا چاہئے؟ فقط۔ بینوا تو جبروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

### الجواب

فقط نیت سے کچھ نہیں اور یہ الفاظ کہ میں آئی یا نہ آئی یہ روپیہ زید کی کنواری لڑکی کے عقد کے صرف کا ہے یہ بھی حد وصیت میں نہیں آتے صرف اسی قصہ و نیت کا اظہار کرتے ہیں۔ بالیاں کہ وہ زید کی بڑی لڑکی کے پاس چھوڑ گئی تھیں اس کے کہنے سے کہ مجھے دے ڈالی ہیں اسکی نہیں ہو سکتیں جب تک گواہان شرعی سے ثبوت نہ ہوگا ہندہ پچاس روپیہ اور بالیاں سب متروکہ ہندہ ہیں حسب شرائط فرائض اس کے چچ زاد بھائی موجود اور دوسرے بھائی کی اولاد و زوجہ کو ہر ایک کو بقدر اس کے حصے کے دیئے جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۷ مسئلہ حاجی محمد نور اللہ از محلہ قاضی ٹولہ بریلی ۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ مرض الموت میں ابراہیم یا ہبہ مال یا زوجہ کو مرض الموت میں انتقال کے چند روز قبل معاف کر دینا مہر کا درست و نافذ ہے یا نہیں؟ دیوبندی و تھانوی وغیرہم کہتے ہیں کہ اس کا بھی نفاذ ثلث سے ہوگا۔ بینوا تو جبروا

### الجواب

مرض موت میں ابراہیم یا ہبہ مال کا ہو یا دین کا وصیت ہے۔ اور وصیت وارث کے لئے بے اجازت دیگر ورثہ باطل ہے، اور شوہر وارث ہے۔ درمختار باب اقرار المریض میں ہے؛ ابراؤہ (ای المریض) مدیونہ وھو مدیون غیر جائز ای لایجوز ان کان اجنبیا وان وارثا فلا یجوز مطلقا سواء کان المریض مدیونا او لا۔  
مریض کا اپنے مقروض کو قرض سے بری کرنا جبکہ خود مریض مقروض ہو نا جائز ہے یعنی اگر مقروض اجنبی ہو اور اگر وہ مقروض اس مریض کا وارث ہو تو مطلقاً نا جائز ہے چاہے مریض مقروض ہو یا نہ ہو۔

ہاں اگر شوہر وقت موت زن وارث نہ رہے مثلاً عورت کو طلاق دے دی پھر وہ مرگئی تو اب یہ ابرار و ہبہ ثلث سے نافذ ہوگا وارث ہونے نہ ہونے میں وقت موت مورث کا اعتبار ہے۔ درمختار کتاب الوصایا میں ہے :

يعتبر كونه وارثا او غير وارث  
وقت الموت لا وقت الوصية على  
عكس اقرار المريض للوارث <sup>لے</sup> و الله  
تعالى اعلم۔  
کسی کے وارث یا غیر وارث ہونے کا اعتبار  
مورث کی موت کے وقت ہوگا نہ کہ وصیت کے  
وقت۔ یہ حکم وارث کے لئے مریض کے اقرار  
کے برعکس ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۸ از اسلام نگر ضلع بدایوں مسئلہ محمد نوشہ علی صاحب سب اسسٹنٹ سرجن شفاخانہ  
۸ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

ہندہ نے اپنی جائداد فروخت کر کے زرخشن اپنی بھانجی کے پاس بطور امانت رکھا اور بار بار  
اس نے یہ وصیت اپنے دیگر رشتہ داروں سے کی کہ میری خورد و نوش اور مصارف تجیز و تکفین کے  
بعد جس قدر روپیہ باقی رہے اس کو حسب منشا تجویز علمائے دین کسی خیراتی مصرف میں لگا دیا جائے  
اگر میری وصیت پر عمل نہیں کیا گیا تو حشر میں اس کے خلاف کرنے والوں کے دامنگیر ہوں گی ہندہ مذکورہ  
کا یہی روپیہ ذریعہ اوقات بسری تھا چنانچہ اسی وجہ سے وہ کسی خیراتی کام میں نہ لگا سکی ہندہ کی  
حالت حیات میں اس کے کچھ رشتہ دار اور ورثاء میں سے کسی سے اس کو کچھ امداد نہ ملی اب ہندہ  
فوت ہوئی اس کے ورثاء میں سے دو بھائی اور ایک بیوہ بہن اور ایک بیوہ بھانجی موجود ہیں بھائی  
دونوں مرفع حال ہیں بیوہ کی خبر گیری اس کا داماد کرتا ہے بیوہ بھانجی کا ایک سوتیلہ لڑکا ہے  
جو بہت کم مدد کرتا ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ بحالت مذکورہ بالا وصیت پر کہاں تک عمل ہوگا  
یا نکل ترکہ یا جز و ترکہ خیرات کر دیا جائے گا، اور اس کا صرف کرنے کا مجاز کون ہوگا، آیا امین یا  
ورثاء اور صحیح مصرف اس کا کیا ہے، اگر ورثاء میں سے کسی کو حق پہنچا تو ان کے حصص شرعی کیا ہونگے؟

### الجواب

اس کے مال میں سے اگر اس پر کچھ قرض ہوا داکر کے باقی کی تہائی میں یہ وصیت نافذ ہوگی  
باقی دو تہائی بہن بھائی کا حق ہے، دو حصے بھائیوں کے اور ایک بہن کا اور ثلث دہاں کے علماء



المسئف کی صوابدید سے کسی مصرفِ خیر میں صرف کیا جائے اور یہ صرف اس کے ہاتھ سے ہو گا جن کو یہ وصیت کی تھی کہ ایسا کرتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۹ از درگاہ مخدوم صاحب قدس سرہ العزیز ڈاکخانہ سندیلہ ضلع ہردوئی  
مرسلہ سید فراست حسین صاحب یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ فخر النساء نے وفات پائی اور ورثہ ذیل چھوڑے :

مسماۃ فخر النساء ناکتخدا مرد

خال خالہ جدہ یعنی نانی عمّ الاب ابن عمّ الاب اخت حقیقیہ  
سید واجد علی صدیقہ النساء والدہ سید واجد علی سید محمد ذکی سید فراست حسین قسماً النساء  
لہذا صورت مسئلہ میں کون شخص وارث حقدا رہے اور اس کا حصہ کتنا ہے اور کون محبوب الارث  
ہے نیز یہ امر واضح رہے کہ مسماۃ فخر النساء کے قبضے میں وہ جائیداد ہے کہ اُس کو اُس کے والد ریاست حسین نے  
پہلے اپنی زوجہ زوفا النساء یعنی مادر فخر النساء کو دین مہر میں دے دی ، پھر مسماۃ زوفا النساء نے  
اپنے مرض موت میں بذریعہ وصیت نامہ کے سید واجد علی کو ولی بنا کر اپنے ہر دو دختر مسماۃ فخر النساء و  
قمر النساء کو دے دی سید واجد علی مامون مسماۃ قمر النساء نے کچھری بندوبست میں بدرخواست و برضامندی  
اپنی بنام دختران فخر النساء و قمر النساء کے داخل خارج کر دیا۔

### الجواب

اگر زوفا النساء کے یہی تین وارث تھے دو دختر اور ایک بھائی ، اور زوفا النساء نے  
دختروں کے نام وصیت کی تو وہ کل جائیداد اس بنا پر کہ برادر نے اس وصیت کو جائز و نافذ کیا  
دونوں دختروں کی ملک ہو گئی سید واجد علی کا اُس میں کچھ حق نہ رہا۔ حدیث میں ہے ،  
لا وصیۃ للوارث الا ان یجیزھا خبر دار وارث کے لئے وصیت نہیں مگر یہ کہ  
الورثۃ ینزلھا دیگر ورنہ اس کی اجازت دے دیں۔ (ت)

اب کہ فخر النساء نے انتقال کیا نصف یہ جائیداد کہ اُس کا حصہ ہے اور اسکے علاوہ اور جو متروکہ  
فخر النساء ہو حسب شرائط فرائض چھ سہام پر منقسم ہو کر ایک سہم نانی اور تین سہم قمر النساء اور

سید محمد ذکی کو ملیں گے سید فراست حسین بوجہ بُعد درجہ اور سید واجد علی و صدیقہ النساء بوجہ ذوی الارحام ہونے کے محروم ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

**مسئلہ** ازرائے پور گول بازار سی بی مسئلہ محمد اسماعیل بیگ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی ہندہ سے زید کے ایک لڑکا بکر تھا، بکر کی دو بیبیاں شکورن و عفورن تھیں، شکورن سے دو لڑکے اور عفورن سے ایک لڑکا بکر کے تھا، بکر اپنے والد زید کی زندگی ہی میں انتقال کر گیا، لڑکے تینوں نابالغ تھے، اسی عرصہ میں زید کا انتقال بھی ہو گیا، شکورن نے اپنے دونوں لڑکوں کا حصہ جو بکر کے والد زید کے ترکہ سے انھیں پہنچا تھا چونکہ دونوں لڑکے نابالغ تھے اس لئے یہ حیثیت ولی جائز، عفورن نے اپنی ملکوں کو فروخت کر دیا، پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا یہ بیع جائز ہے یا کیا؟ اور شکورن اپنے دونوں نابالغ لڑکوں کی طرف سے از روئے شرع شریف ولی قرار پاسکتی ہے یا نہیں؟

### الجواب

ماں کو اصلاً اختیار نہیں ہے کہ وہ نابالغوں کا حصہ بیع کرے، نہ مال کی ولایت ماں کو ہوتی ہے،

ولیه فی المال ابوہ ثم وصیہ ثم جدہ  
ثم وصیہ ثم قاضی کما فی الدر المختار  
نابالغ کے مال میں اس کا ولی اُس کا باپ ہے  
پھر باپ کا وصی، پھر نابالغ کا دادا، پھر دادا کا  
وصی، پھر قاضی۔ جیسا کہ در مختار وغیرہ میں  
وغیرہ۔

ہے۔ (ت)

**مسئلہ** از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئلہ مولوی عبد الغنی صاحب بنگالی ۱۹ صفر ۱۳۳۸ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر باپ اپنی نابالغ لڑکی کا مہر قبل شادی کے زوج یا والی زوج سے ادا کرے اور اُس مہر کو لڑکی کی شادی میں صرف کرے خواہ اپنے پاس سے صرف کر سکتا ہے یا نہیں اس خیال سے کہ جب لڑکی بالغ ہوگی تو لڑکی سے معاف کونگیا یا ادا کر دوں گا تو جائز ہوگا یا نہیں اور اگر لڑکی بالغ ہو اور لڑکی کے اذن سے صرف کرے تو کیا حکم ہے؟ بتینوا تو جروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

## الجواب

بالغہ کی اجازت سے صرف کر سکتا ہے اور نابالغ کی شادی میں بقدر معروف خرچ کر سکتا ہے اور اپنے صرف میں بطور قرض اٹھالینے کے جواز میں اختلاف ہے احتیاطاً بچنا ہے اگر صرف کر لے گا عوض دے گا یا لڑکی بالغ ہو کر معاف کر دے تو یہ بھی صحیح ہے۔ ادب الاوصیاء میں ہے:

فی العمدۃ لو استقرض الوصی من مال الصبی یضمن، وعند محمد لا یضمن کالاب، وفي قضاء الجامع اخذ الاب مال صغیره قرضاً حائراً، وفي الخلاصۃ انه ذکر فی رہن الاصل ان الاب یضمن کالوصی، وفي الخانیۃ لیس للوصی قضاء دینہ بمال الیتیم وللاب ان یقضی بہ و ذکر شمس الاثمۃ السرخسی عدم الجواز للاب ایضاً، واللہ تعالیٰ اعلم۔

عمدہ میں ہے اگر وصی نے نابالغ بچے کے مال سے قرض لیا تو اس کا تاوان دے گا۔ اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک وصی باپ کی طرح تاوان نہیں دے گا۔ قضاء الجامع میں ہے باپ کا بطور قرض اپنے نابالغ بیٹے کا مال لینا جائز ہے۔ خلاصہ میں ہے کہ مبسوط کی کتاب الرهن میں مذکور ہے بے شک باپ وصی کی طرح تاوان دے گا۔ اور خانہ میں ہے کہ وصی کو یہ اختیار نہیں کہ یتیم کے مال سے اپنا قرض ادا کرے اور باپ کو ایسا کرنے کا اختیار ہے۔ شمس الاثمہ سرخسی نے باپ کے لئے بھی عدم جواز کو ذکر کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۲ از سہمونہ ڈاکٹر شیش گڑھی ضلع بریلی مسؤلہ عنایت اللہ صاحب

۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مستماتہ ہندہ بیوہ لا ولد نے کچھ روپیہ ایک شخص کے پاس جمع کیا اور کہا کہ اس روپیہ کو تجارت میں لگاؤ اور اس کا منافع نصف مجھ کو دینا اور نصف تم اپنے حق محنت میں لینا اور بعد میرے مرنے کے اس روپیہ میں سے میری تجویز و تکفین کرنا باقی جو بچے وہ خیر خیرات فاتحہ وغیرہ میں صرف کر دینا۔ اس کے دو برس بعد اب مستماتہ ہندہ کا انتقال ہوا چونکہ ورثہ میں اولاد تو ہے نہیں شوہر کا انتقال پہلے ہو چکا صرف ایک بھائی حقیقی متوفی کا اور

دو بہنوں کی اولاد بھانجی بھانجے ہیں۔ اب گزارش یہ ہے کہ روپیہ جمع شدہ جو بعد گو رو کفن باقی بچا ہے وہ بموجب کینے مسماۃ متوفی کے صرف کیا جائے یا وہ روپیہ اور گھر کا مال اسباب و رثا۔ موجودہ بھائی بھانجوں پر تقسیم کر دیا جائے، اور تقسیم کیا جائے تو ہر ایک کا کیا حصہ ہوگا؟

### الجواب

کفن و دفن بقدر سنت کے بعد جو بچا اُس کا تہائی خیرات کیا جائے اور زیادہ کی اجازت بھائی سے لی جائے اگر نہ دے یا اجازت دینے کے قابل نہ ہو مثلاً نابالغ ہو تو دو تہائی بھائی کو دیا جائے بھانجی بھانجوں کا کچھ حق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از آگرہ محلہ قرولیاڑہ مکان ۱۷۹۵ ۱۵ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی حیات میں منجملہ اپنے زرنقد و اثاث البیت کے کچھ زرنقد اپنے حقیقی بھائی خالد کے نام جمع کیا جس محکمہ میں وہ ملازم تھا اور جیسا کہ اُس محکمہ کا قاعدہ تھا کہ تمہارے فوت ہو جانے کے بعد یہ روپیہ کس کو دیا جائے ہر سال اُس محکمہ کے قواعد کے مطابق ہمیشہ تصدیق کرتا رہا جس کے نام یہ روپیہ میں نے جمع کر دیا ہے اُسی کو یہ روپیہ ملے تخمیناً دس سال بعد زید کا انتقال ہو گیا۔ زید نے ایک نہ وجہ سیدہ اور دو نابالغ لڑکے رشید و عزیز چھوڑے نیز چار بھائی حقیقی مع خالد چھوڑے رشید چند روز بعد مر گیا جو اثاث البیت اور زرنقد بقدر سناٹا کے و زیور وغیرہ پر زوجہ تنہا قابض ہو گئی وہ روپیہ جو زید نے خالد کے نام جمع کیا تھا اس کا مالک وہ حقیقی بھائی خالد ہے یا زوجہ یا لڑکا؟

### الجواب

زید کے کل متروکہ سے اول دین مہر اور دیگر دیون اگر اس کے ذمہ ہوں ادا کئے جائیں اگر کچھ باقی نہ رہے تو نہ خالد کچھ پائے گا نہ کوئی وارث، اور اگر بعد ادا سے مہر و دیون کچھ باقی بچے تو اس کی تہائی میں یہ وصیت جو اس نے خالد کے نام کی ہے بلا رضائے دیگر ورثہ نافذ ہوگی اور اسی طرح اور وصیت اگر اس نے کسی کے نام کی وہ بھی اسی ثلث میں شریک ہوگا، بعد ادا سے دیون جو باقی بچے اس کے ثلث سے یہ روپیہ جو بنام خالد اس نے جمع کیا ہے زائد نہیں تو تمام و کمال زرنقد شدہ خالد کو دیا جائے گا جبکہ اور وصیت اس کے معارض نہ ہو ورنہ حصہ رسد بانٹ دیں گے، اور اگر یہ روپیہ اس کو کافی نہیں تو ادا سے مہر و دیون کے بعد بقیہ تہائی ہوا تنی میں وصیتیں نافذ ہوں گی زیادہ پر ورثہ راضی نہ ہوں تو وہ نہ دلائی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم



مسئلہ ۱۴۴ از مکتبی پوسٹ ۱۶ ماہم مسئلہ عبد المجید صاحب بلوی ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی جائداد کے کرایہ کی آمدنی میں یہ  
 وصیت کی کہ کچھ رقم معین مکہ شریف و مدینہ شریف و بغداد شریف کے سادات کو دی جائے اور باقی  
 رقم میں چند ایام مقررہ میں طعام پکا کر مساکین کو کھلایا جائے اور کچھ رستم معین دو مسجدوں میں دی جائے  
 مگر بعد فوت زید کے اس جائداد کے متولیان یہ کرتے ہیں کہ بجائے سادات کے امیروں کی سفارش  
 سے اس رقم کو واسطے شادی کر دینے ان لڑکیوں کے جن کے والدین غریب ہیں دیتے ہیں اور دیگر  
 رستم معین کو دو مسجدوں میں دیتے ہیں اور باقی رستم معین میں چند ایام مقررہ میں طعام پکا کر تھوڑا  
 مساکین میں اور تھوڑا ذی ثروت لوگوں کو کھلاتے ہیں۔ زید کی وصیت کے بموجب کیا جائے وہ درست  
 ہے یا جو متولیان کرتے ہیں وہ درست ہے؟ جو کار خیر ہو وہ جاری ہو، موافق حکم شریعت جواب  
 عنایت ہو۔

### الجواب

جو رقم اس نے دونوں مسجدوں کے لئے معین کی ہے وہ انھیں کو دی جائے گی، جو رقم اس  
 نے مساکین کے کھانے کے لئے معین کی ہے اس میں سے اہل ثروت کو دینا درست نہیں اور جو  
 رقم سادات حرمین طیبین و بغداد مقدس کے لئے معین کی ہے اگر انھیں بلا طیبہ کے سادات مساکین  
 کو بھیجی جائے تو بہتر ہے ورنہ یہاں کے مساکین پر بھی صرف ہو سکتی ہے قید بلاد کا اتباع ضروری  
 نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۵ از قصبہ اورن ضلع قلابہ علاقہ کولین احاطہ مکتبی مسئلہ ابراہیم صاحب موتی

۱۲ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی حیات میں تین ہزار چھ سو تیس  
 روپے کی وصیت حسب ذیل طریقہ پر کی:

- (۱) اپنی زوجہ کی فاتحہ خوانی پر سالانہ تین سو روپے خرچ کرنا۔
- (۲) خود کی فاتحہ پر سالانہ تین سو روپیہ۔
- (۳) قرآن شریف کے پڑھنے والوں کو ایک سو تیس روپے سالانہ دیا جانا۔
- (۴) ماہ محرم میں مولود شریف پڑھوانا اور بارہویں محرم کو کھانا کھلانے پر چھ سو روپے کرنا۔ سالانہ  
 پانچ سو روپے۔

(۵) گیارہویں شریف کے مہینے میں مولود شریف پڑھوانا اور کھانا کھلانے پر حشر چ کرنا سالانہ پانچ سو روپے۔

(۶) رمضان میں روٹی پاؤ وغیرہ مسجد میں بھیجنے پر خرچ کرنا سالانہ ایک سو پچیس روپے۔

(۷) حاجیوں کو برائے بیت اللہ شریف دینا فی حاجی سہ پانچ حاجیوں کو جس پر سالانہ خرچ ایک سو پچاس۔

(۸) ماہ سالانہ مکہ مکرمہ بھیجنا۔

(۹) ماہ صصہ روپے سالانہ مدینہ طیبہ۔

(۱۰) بغداد مقدس کو سالانہ قہ۔

(۱۱) حضرت پیر بابا ملنگ صاحب کی درگاہ پر جو پہاڑ ہے پچاس روپیہ سالانہ۔

(۱۲) مہایم شریف سالانہ ۵۔

(۱۳) میلاد شریف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیاز اور کھانا کھلانے پر حشر چ کرنا سالانہ ایک ہزار روپیہ۔

اور کبھی ہوتی رقمیں جس جس مہینے میں خرچ کرنے کی ہیں یہ اس میں خرچ ہو سکتی ہیں یا بعد بھی جائز ہیں یا ناجائز؟ اور جو رقم میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کھانے کی ہے اگر اس میں سے کچھ رستم بچالی جائے اور کسی اچھے کاموں میں صرف کی جائے مثلاً مساکین و یتیم و یتیم اور علمائے دین وغیرہ کو تو جائز ہے یا نہیں؟ اور دوسری جو چھوٹی چھوٹی رقمیں ہیں مثلاً قرآن عظیم پڑھنے والوں کی اس میں اگر بڑی رقموں سے لے کر خرچ کر دیں تو جائز ہے یا کیا وصیت کرنے والے نے جس وقت وصیت کی اس وقت حالت اور بھتی اور موجودہ حالت اور ہے یعنی اس وقت قحط سالی اور ہر ایک شے گراں، اگر موجودہ حالت کو مد نظر رکھ کر غریب وغیرہ کو بجائے کھانا کھلانے کے اگر نقد روپیہ دیا جائے تو جائز ہے یا کیا؟

### الجواب

صورت مستفسرہ میں اصل حکم یہ ہے کہ سالانہ تین ہزار چھ سو تیس روپے امور خیر و سبیل اللہ میں صرف ہو جانا لازم ہے وہ خاص صورتیں کہ زید نے مقرر کیں ان کی تعیین لازم نہیں ان مہینوں میں ہو یا ان کے غیر میں کھانا کھلانا ہو یا مساکین کو نقد دینا، کچھ رقم بچا کر ہو یا کھلی، انہیں مقامات کو بھیجیں یا یہاں۔ ہم نے جدا الگ تار تعلیقات رد المحتار کتاب الصوم میں اس بیان کو مبسوط لکھا ہے وہیں سے چند حوالوں کا التماس کافی ہے۔

فی وصایا الہندیۃ اوصی ان یتباع  
 هذا العبد و یتصدق بثمانہ علی  
 المساکین جائز لہم ان یتصدقوا  
 بنفس العبد ، ولو قال اشتتر عشرة  
 اثواب و تصدق بہا فاشتری  
 الوصی عشرة اثواب لہ ان  
 یبیعہا و یتصدق ثمنہا ، و  
 عن محمد لو اوصی بصدقة  
 الف درہم بعینہا فتصدق  
 الوصی مکانہا من مال المیت  
 جائز رجل اوصی بان یتصدق  
 بشئ من ماله علی فقراء الحاج ھل یجوز  
 ان یتصدق علی غیرہم من الفقراء  
 قال الشیخ الامام ابو نصر یجوز ذلک کما ردی  
 عن ابی یوسف فی رجل اوصی ان  
 یتصدق علی فقراء مکة قال یجوز  
 ان یتصدق علی غیرہم من  
 الفقراء وعلیہ الفتوی ، و فی  
 النوازل لو اوصی ان یتصدق  
 فی عشرة ايام فتصدق فی  
 یوم جازکذا فی الخلاصة و  
 یتأقی اکثر هذا المسائل متناً و شرحاً  
 وحاشیة فی الایمان  
 والوصایا ۔

ہندیہ کے کتاب الوصایا میں ہے کسی شخص نے وصیت  
 کی کہ اس کا یہ غلام بیچ کر اس کے ثمن مسکینوں  
 پر صدقہ کئے جائیں تو وصیوں کے لئے جائز ہے  
 کہ وہ خود غلام کو صدقہ کر دیں ۔ اور اگر کہہ کہ  
 دس کپڑے خرید کر ان کو صدقہ کرو ۔ پھر وصی نے دس  
 کپڑے خرید لئے تو اسے اختیار ہے کہ وہ کپڑے  
 بیچ دے اور ان کے ثمنوں کو صدقہ کر دے ۔  
 امام محمد علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ اگر کسی نے  
 ہزار معین درہم صدقہ کرنے کی وصیت کی وصی نے  
 ان کی جگہ میت کے مال میں سے صدقہ کر دیا تو  
 جائز ہے ۔ ایک شخص نے اپنے مال میں سے  
 حاجی فقراء پر کچھ صدقہ کرنے کی وصیت کی  
 تو ان کے علاوہ دیگر فقراء پر صدقہ کرنا جائز ہے  
 یا نہیں ، شیخ امام ابو نصر نے فرمایا یہ جائز ہے جیسا کہ  
 امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے اس شخص کے بارے  
 میں منقول ہے جس نے فقراء مکہ پر صدقہ کرنے  
 کی وصیت کی ۔ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ ان  
 کے علاوہ دیگر فقراء پر صدقہ کرنا بھی جائز ہے ۔  
 اور اسی پر فتویٰ ہے ۔ نوازل میں ہے اگر کسی  
 نے دس دن صدقہ کرنے کی وصیت کی اور وصی  
 نے ایک ہی دن میں صدقہ کر دیا تو جائز ہے غلام  
 میں یونہی ہے ۔ اور میں سے اکثر مسائل متن  
 شرح اور حاشیہ کے اعتبار سے کتاب الایمان اور  
 کتاب الوصایا میں آتے ہیں ۔ (ت)

مگر حق یہ ہے کہ نظر بحال زمانہ تعین و تحدید نہ ہونے کی حالت میں دستبر و بعض متولیان سے بچنا دشوار ہے اور جواز مخالفت جواز موافقت کا تافی نہیں اور ان نیاز مندوں کا اظہار جو موصی نے ان وصایا میں ذکر شریف و مزارات طیبہ سے مرعی رکھا اور اس کا مرعی رہنا ہی انسب میلہ و تقدس کے عوض اور کسی کار خیر میں صرف کر دیں تو مسلمانوں کو ذکر شریف کا نفع کب پہنچا اس کے بعد زوجہ کے قبور پر تلاوت قرآن عظیم سے جو نزول رحمت اور ان اقیوں کے لئے انس و طمانیت ہو وہ بغیر اس کے کیونکر ہوگا تو مناسب یہی ہے کہ جن طرق کی اس نے وصیت کی وہی جاری رہیں ہاں ان سے اہم مصروف کی ضرورت ہو تو بنگرانی ارباب دین و دیانت ان میرے بچا کر اس میں سے صرف کریں اور انھیں بھی بقدر میسر جاری رکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از علی گڑھ محلہ بنی اسرائیل مرسلہ مولوی احسان علی صاحب مدرس  
۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

(۱) زید کا بیان ہے کہ میری بیوی ہندہ نے مرض الموت میں چار روز قبل مہر معاف کر دیا ہے اور گواہ میں چار شخص یعنی ایک اپنی حقیقی ماں اور ایک حقیقی بہن اور ایک اجنبی مرد اور ایک اجنبی عورت پیش کرتا ہوں۔ مہر معاف ہوا یا نہیں؟ اور گواہی ایسے معاملہ میں کیسے لوگوں کی معتبر ہے؟  
(۲) زید با حلف بیان کرتا ہے کہ میری بیوی نے مہر معاف کر دیا ہے، عند الشرح اس کا قول صحیح ہے یا نہیں؟

### الجواب

(۱) گواہی ہر معاملہ میں ثقہ معتمد لوگوں کی معتبر ہے، ماں باپ کی گواہی اولاد کے حق میں معتبر نہیں۔ مرض موت میں ہبہ حکم وصیت میں ہے اور زوج وارث ہے اور وارث کے لئے وصیت بے اجازت باقی ورثہ باطل ہے

لا وصیۃ لوارث الا ان یجیزھا خبر دار! وارث کے لئے وصیت نہیں مگر یہ کہ الورثۃ یلے دیگر ورثہ اس کی اجازت دے دیں۔ (د)  
تو اگر شہادت کافیہ سے ثابت ہو جائے جب بھی بے اجازت دیگر ورثہ حبا نہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم



(۲) اصلاً معتبر نہیں،

البیتۃ علی المدعی والیسین علی من گواہ مدعی پر اور قسم منکہ پر ہوتی  
انکرلہ واللہ تعالیٰ اعلم ہے۔ (ت)

مسئلہ نعمت علی خاں بوڑھا از پندول بزرگ ڈاک خانہ رائے پور ضلع مظفر پور  
۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

اگر باپ نے بیٹے سے وصیت کی کہ اتنا روپیہ یا اتنی زمین یا کوئی سامان فلاں کو دیتا،  
بیٹے نے نصف یا تہائی یا چوتھائی وصیت ادا کیا تو بیٹا قیامت کے دن جوابدہ ہوگا یا نہیں؟  
اگر بیٹے نے موصی لئے سے کچھ دے کر بقیہ معاف کر لیا تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

### الجواب

اگر وہ وصیت بعد ادا دین مال متروکہ کی تہائی سے زائد نہ تھی تو کل کا ادا کرنا اس پر  
لازم ہے اور زائد ہے تو تہائی تک کا ادا کرنا ضروری ہے اس سے اگر کچھ کمی کرے گا ماخوذ ہوگا  
اور معافی دین کی ہوتی ہے۔

مسئلہ از شہر محلہ شاہ آباد مسئلہ وصیت خاں یکم صفر المنظر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسماۃ لاولدہ عرصہ راز  
سے بوارضہ چند در چند بوجہ تپ کہنے کے مبتلا رہ کر فوت ہوئی اُس نے اپنے وارث ایک شوہر  
اور ایک بھائی اور ایک بہن حقیقی اور ایک برادر زادہ اور ایک بھتیجی جن کا باپ بموجودگی متوفیہ  
کے فوت ہو گیا ہے وارث چھوڑے شوہر نے متروکہ متوفیہ طلب کیا تو متوفیہ کی بہن اور بھائی کہتے ہیں  
کہ متوفیہ کی یہ وصیت ہے کہ تم مال و اسباب از قسم زیور و زر نقد یعنی جملہ اشیاء البیت کو خود  
تقسیم کر لینا شوہر کو نہ دینا یہ ظاہر کرنا مشار الیہم کا شوہر متوفیہ کو وراثت سے محروم کرنا ہے اگر نہیں کرتا ہے  
تو کس قدر شوہر اپنا حصہ بموجب شرع شریف کے پانے کا مستحق ہے اور زیور اثاث البیت متروکہ متوفیہ  
کا حصہ ہے وہ فراہم کردہ شوہر کا ہے اور جو متروکہ متوفیہ کے والد سے پہنچا تھا وہ متوفیہ نے اپنے بھائی  
کے ہاتھ بیع کر دیا اور یہ وصیت کر دی کہ اس روپیہ سے میری تجیز و تکفین کرنا۔

برادر حقیقی، ہمیشہ حقیقی، بھتیجا جس کا باپ بموجودگی متوفیہ فوت ہو گیا۔ بھتیجی جن کا باپ

بموجودگی متوفیہ فوت ہو گیا۔

## الجواب

سائل نے بیان کیا ہے کہ متوفیہ نے اپنی موت سے چار مہینے پیشتر بھائی کے ہاتھ بیع کی وہ اس وقت بھی بعارضہ دق مبتلا تھی اور حالت خطرناک تھی، اگر یہ بیان صحیح ہے تو وہ بیع معتبر نہیں،

لان البیع من وارت فی مرض الموت لا یصح عند الامام وان کانت بمثل القیمة۔ اس لئے کہ مرض الموت میں وارث کے ہاتھ بیع امام اعظم کے نزدیک جائز نہیں اگرچہ مثلی قیمت کے ساتھ ہو۔ (ت)

زیور و اثاث البیت جو شوہر نے بنا دیا تھا اگر عورت کو مالک نہ کر دیا تھا تو اس کا مالک شوہر ہی ہے اس میں وراثت جاری نہ ہوگی اور اگر مالک کر کے قبضہ دے دیا تھا عورت کا ہے جس طرح وہ چیز کہ باپ کے گھر سے لائی ان اشیاء کی نسبت بہن اور بھائی کے لئے عورت کی جو وصیت بتائی جاتی ہے بے اجازت شوہر باطل ہے

لحدیث صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللہ اعطی کل ذی حق حقه لا وصیۃ لوارث الا ان یجیزھا الورثة ینہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کی وجہ سے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق عطا فرما دیا ہے خبردار! وارث کے لئے وصیت نہیں مگر یہ کہ دیگر ورثاء اس کی اجازت دے دیں۔ (ت)

ان احکام کے لحاظ سے جو ترکہ متوفیہ کا ٹھہرے مع مہر اگر ذمہ شوہر ہو حسب شرائط فرائض چھ حصے ہو کر تین حصے شوہر اور دو سہم برادر اور ایک بہن کو ملے گا بھتیجے بھتیجی کا کچھ حق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از بریلی صدر بازار مسئلہ عبد الغفور خاں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بازاری عورت نے ایک بزرگ کے ہاتھ پر اپنے پیشہ سے توبہ کی اور سلسلہ بیعت میں داخل ہوئی اور مرنے تک اس پر قائم رہی اور

لے سنن ابی داؤد کتاب الوصایا ۴۶/۲ و جامع الترمذی ابواب الوصایا ۳۳/۲  
سنن ابن ماجہ ابواب الوصایا ۱۹۹ و سنن النسائی کتاب الوصایا ۱۲۹/۲

نیک چلنی کی زندگی بسر کی بیماری کی حالت میں اُس نے یہ وصیت کی کہ اگر میں اسی بیماری میں جانبر نہ ہوں تو میری کل جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ اور کل ذر نقد میرے مرشد کا حق ہے دوسرا کوئی وارث اُس کا نہیں وہ جس طور پر چاہیں صرف کریں اب مسماۃ کا انتقال ہو گیا اُس کی جائیداد مکان ذر نقد از روئے شرع اسلام کس کو پہنچتا ہے۔ بینوا تو جبروا

### الجواب

سائل سے معلوم ہوا کہ اُس کا کوئی وارث نہیں صرف اس کی ایک ماں سُنی جاتی ہے کہ کافرہ ہے اس صورت میں جو مال شرعاً اس کا متروکہ ہو وہ تمام و کمال اس کا ہے جس کے لئے اُس نے وصیت کی یہ مال وہ ہوگا جو اس نے وجہ حلال سے حاصل کیا یا اگرچہ ذر حرام سے خریدا مگر اس پر عقد و نقد جمع نہ ہوئے یعنی یہ نہ ہوا کہ ذر حرام دکھا کر کہا ہو اس کے بدلے دے دینا اور پھر ثمن میں وہی دیا اور جو مال عین حرام اُس کے پاس ہے کہ خود زنا یا غنا کی اُجرت میں اُسے ملا وہ اس کی ملک نہیں اس میں وصیت جاری نہ ہوگی وہ فقرا پر تقسیم کیا جائے اور جس کی خریداری میں عقد و نقد ذر حرام پر جمع ہو گئے ہوں وہ بھی غنیمت سے لینا نہ چاہئے فقرا کو دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از سگرام پورہ مسورت مسولہ نور محمد غلام رسول ۲۹ صفر ۱۳۳۹ھ

نور محمد مذکور نے اپنی حیات میں مکان رہن رکھ کر کئی مدت بعد مرحوم لڑکے مذکور اور حاملہ عورت کو چھوڑ کر گزر گیا بعد لڑکی پیدا ہوئی مذکور عورت نے اس مکان کو اپنے خاوند کے اجناس میں اسباب کو بیچ کر مکان چھڑا یا بعد مذکور عورت نے اُس مکان کو بیچ ڈالا لڑکے اور لڑکی کی پرورش اس کے ماموں نے کی بعد میں عورت بھی اور لڑکا بھی گزر گیا فقط صغیر لڑکی مذکور مریم بی حال عاقلہ بالغہ ہوئی ہے اور اپنے والد کی میراث طلب کرتی ہے، سوال اتنا ہے کہ ماں کو بچوں کی پرورش کا حق تھا نہ کہ صغیرہ کا ورثہ بیچ ڈالنے کا یہ خلاصہ کی شرع موجب ضرورت ہے۔

### الجواب

اگر عورت کا مہر ترکہ کو محیط تھا اور اس نے وہ مکان اپنے مہر میں لے لیا کہ اور کوئی سبیل اس کے ادا کی نہ تھی تو وہ بیع جائز ہے ورنہ ورثہ کا دعویٰ اس پر پہنچتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از علی گڑھ مسولہ جناب آل احمد خلف سید صفدر علی صاحب پیشکار چوکنی

۲۴ جمادی الاولیٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے مجمع میں یہ کہا کہ تم گواہ رہو میں نے

فلاں عورت غائب کا اس مرد حاضر سے نکاح کر دیا اور یہ شخص نکاح کرنے والا اس عورت کا شرعی ولی نہیں ہے اور پھر اس عورت کو اس طرح نکاح کر دینے کی خبر پہنچی اس عورت نے اس کو قبول منظور کر لیا تو کیا یہ نکاح جائز و مکمل ہو جائے گا اور اگر مہر کی تعداد بیان نہیں کی گئی کہ کسی قدر مہر واجب ہوگا؟ بقیہ اتوجروا

## الجواب

اگر اس مرد حاضر نے اسی وقت قبول کر لیا تھا تو یہ نکاح نکاح فضولی ہوا بشرطیکہ یہ مرد حاضر اس عورت کا کفو ہو یعنی نسب، مذہب، چال چلن، پیشے کسی بات میں ایسا کم نہ ہو کہ اس سے اس عورت کا نکاح عورت کے اولیاء کے لئے باعث ننگ و عار ہو، یا عورت کوئی ولی رکھتی ہی نہ ہو، ان صورتوں میں جبکہ عورت نے خبر پا کر اس نکاح کو قبول کر لیا تا فذو تمام ہو گیا۔ درمختار میں ہے :

الفضولی کل تصرف صدر منه کتزویج  
او طلاق ولہ مجیز حال وقوعہ انعقاد  
موقوفاً علیہ  
فضولی سے جو تصرف صادر ہو جیسے کسی کی شادی  
کرنا یا طلاق دینا اور اس کے وقوع کے وقت  
کوئی اس کی اجازت دینے والا موجود ہو تو  
اس کا انعقاد موقوف ہو جاتا ہے۔ (د ت)

رد المحتار میں ہے :

ای علی اجازۃ من یملک ذلک  
العقد علیہ  
یعنی اس شخص کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے  
جو اس عقد کا مالک ہے (د ت)

ہاں اگر جس سے نکاح ہوا کفو بمعنی مذکور نہ تھا اور عورت کا کوئی ولی زندہ تھا اور اس نے  
پیش از نکاح شخص مذکور کو غیر کفو جان کر صراحتہً اس نکاح کی اجازت نہ دی تھی تو یہ نکاح سرے  
سے باطل ہوا عورت کی اجازت سے جائز نہیں ہو سکتا۔ درمختار میں ہے :  
یفتی فی غیر الکفو بعد مجوازہ اصلاً  
واللہ تعالیٰ اعلم۔  
غیر کفو میں اسکے بالکل عدم جواز کا فتویٰ دیا جاتا  
ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د ت)

۳۱/۲	مطبع مجتہدانی دہلی	فصل فی الفضولی	کتاب البیوع	لہ الدر المختار
۱۳۵/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	" "	" "	لہ رد المحتار
۱۹۱/۱۰	مطبع مجتہدانی دہلی	باب الولی	کتاب النکاح	لہ الدر المختار



مسئلہ ۱۸۳ از بزم حنفیہ خواجگان منزل لاہور مسئلہ محمد عبد الحمید صاحب قادری رضوی  
۲۴ جمادی الاولیٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نامی قمر الدین عرصہ ۴۰ یوم سے فوت ہو گیا ہے اب ذیل ورثہ موجود ہیں اس کا ترکہ کس طرح تقسیم ہونا چاہئے۔ بینوا تو جو مذہب حنفیہ  
قمر الدین

زوجہ اخ اخت اخت اخ الاب

- (۱) زوجہ میت کی اس کی تمام پسماندہ جائداد پر قبضہ کر بیٹھی ہے۔
  - (۲) میت نے کسی قسم کی کوئی جائداد کے متعلق وصیت نہیں کی ہے۔
  - (۳) اخ عڑ مرحوم بھائی کے مکان میں ہی رہائش پذیر اور اس کے تمام کاروبار میں اس کا معاون و مددگار رہا ہے حضرت سلامت اس مسئلہ کو لاہور کے کسی مفتی نے ہاتھ نہیں لگایا۔
- لہذا بزم حنفیہ لاہور کے معرفت حضرت قبلہ مدظلہ العالی کے دارالافتاء اہلسنت و جماعت میں بھیجا جاتا ہے ضرورت متنازعہ محظور ہے لہذا جواب باصواب سے جلدی ممنون فرمایا جائے۔

### الجواب

زوجہ کا مہر جتنا واجب الادا ہے اگر کل متروکہ شوہر کے برابر یا اس سے زائد ہے تو اس کا کل متروکہ پر قبضہ کرنا ایک دعویٰ صحیح کی بنا پر ہے جب دین جائداد مستغرق ہو تو جب تک ادا نہ کر لے اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔

قال تعالیٰ من بعد وصیة توصلون اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس وصیت کے بعد جو تم کو چلتے ہو یا قرض کی ادائیگی کے بعد۔ (ت)

ہاں وارثوں کو یہ حق ہے کہ اگر جائداد نہ یہ بچ رہی ہو تو اس سے استحصان ادا کر دیں اس وقت عورت کو لازم ہوگا کہ جائداد چھوڑ دے اور صرف اپنا حصہ شرعی لے اور اگر اس کے لئے کوئی مہر واجب الادا نہ رہا یا جتنا ہے وہ قدر متروکہ سے کم ہے تو کل جائداد پر اس کا قبضہ کرنا ظلم ہے کہ دین غیر مستغرق مانع ملک ورثہ نہیں۔ جامع الفصولین اشباہ و نظائر



ردالمحتار میں ہے :

قال الحموی فی شرح الکنز نقلا عن  
العلامة المقدسی عن جده الاشقر  
عن شرح القدوری للاخصب ان عدم  
جوانر الاخذ من خلاف الجنس کانت  
فی نہ مانهم لمطاعو عتہم فی الحقوق و  
الفتوی الیوم علی جوانر الاخذ عند  
القدرة من ای مال کان لہ

حموی نے کنز کی شرح میں علامہ مقدسی سے نقل  
کیا انہوں نے اپنے دادا اشقر سے اخصب  
کی شرح قدوری کے حوالے سے ذکر کیا کہ  
خلاف جنس سے اپنا حق لینے کا عدم جواز  
متقدمین کے زمانہ میں تھا کیونکہ وہ حقوق میں  
شریعت کی اطاعت کرتے تھے۔ اور آج کے  
دور میں فتویٰ اس پر ہے کہ جس مال سے بھی  
حق وصول کرنے پر قادر ہو اس کا لینا جائز ہے۔

بہر حال جس صورت میں یہ ترکہ ورثہ کو پہنچے حسب شرائط الفرائض ۸ سهام کئے جائیں دو زوجہ  
کو اور دو دو ہر بھائی اور ایک ایک ہر بہن کو اور اخ للاب یا اخ للاب یعنی چچا ہو یا سوتیل  
بھائی وہ کچھ نہ پائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

### نوٹ

جلد ۲۵ کتاب المداینات سے شروع ہو کر کتاب الوصایا  
کے عنوان پر ختم ہوئی، جلد ۲۶ ان شاء اللہ کتاب الفرائض  
سے شروع ہوگی۔